WORLDWIDE CLASSICS
BC
فیودور دستوئیفسکی
کرامازوف برادران
ناول
ترجمہ: شاہد حمید

THE BROTHERS KARAMAZOV
ناول
کرامازوف برادران
ترجمہ:
شاہد حمید
فیودور دستوئیفسکی
بک کارنر
جہلم۔ پاکستان

Karamazof Bradraan
by Fyodor Dostoevsky
Trans. Shahid Hameed
Jhelum: Book Corner. 2020
1432p.
1. Novel - Literature

1880ء۔ دسمبر میں یہ ناول "نقیبِ روس" رسالے کے صفحات سے نکل کر کتابی شکل میں چھپا اور اس کی دھوم مچ گئی۔
2002ء۔ شاہد حمید نے کئی سال کی محنتِ شاقہ کے بعد اس عظیم ناول کو اردو قالب میں منتقل کیا اور [illegible] سے شائع کروایا۔
2020ء۔ اس عظیم کام کو عرصۂ دراز سے نایاب اور کم یاب تصور کرتے ہوئے ادارہ بک کارنر جہلم نے شاہد حمید کی بیوہ رفعت مقصود (انگلینڈ)،
ڈاکٹر خالد حمید (پاکستان) اور طاہر حمید (آسٹریلیا) کی تحریری اجازت سے جدید طباعت کے ساتھ شائع کیا۔

مہتمم: شاہد حمید
ناشرین: گگن شاہد * امر شاہد

اشاعت: 11 نومبر 2020ء
فیودور دستوئیفسکی کے 199ویں یوم پیدائش کے موقع پر خصوصی اشاعت

تعداد: ایک ہزار
کتاب: کرامازوف برادران
مصنف: فیودور دستوئیفسکی
مترجم: شاہد حمید
تزئین و زیبائش: اُم ہادیہ
سرورق: ابو امامہ
سرورق مصور: ویسلی پیروف (روس)
خطاط: احمد علی بھٹہ
کتابت: نوری نستعلیق، نقل مجلد
ناشر: بک کارنر
ویب سائٹ: www.bookcorner.com pk

بک سٹور: بک کارنر شوروم، بالمقابل اقبال لائبریری، اقبال لائبریری روڈ، جہلم، پاکستان 49600
00 92 544 278051, 00 92 544 614977 · 00 92 314 4440882, 00 92 321 5440882
bookcornerjlm · /bookcornershowroom · /bookcorner · bookcornerjhelum · info@bookcorner.com.pk

گیا!"

اور وہ دھڑام سے ایک قریب پڑی کرسی پر یوں گر پڑا جیسے کسی نے اس کے سر پر تیشہ دے مارا ہو۔

"تو تم سمجھ گئے ہو؟ ہونہہ؟ یہ سمجھ گیا ہے،" چیف آف پولیس نے متیا کے روبرو ہوتے ہوئے کہا۔ "قاتل، شیطان! تمہارے باپ کا خون چلا چلا کر تمہارے خلاف گواہی دے رہا ہے!" وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا، اس کا جسم سرتاپا کانپ رہا تھا اور اس کا چہرہ لال بھبوکا ہو رہا تھا۔

"یہ خلاف قواعد ہے!" کوتاہ قامت نوجوان شخص نے مداخلت کرتے ہوئے کہا، "میکائیل مکارچ! یوں نہیں، جناب، یوں نہیں... آپ جو کچھ کر رہے ہیں، وہ ضوابط کے بالکل خلاف ہے۔ مجھے آپ سے اس کی توقع نہیں تھی..."

"لیکن حضرات، یہ نا قابلِ یقین ہے، قطعاً نا قابلِ یقین ہے!" چیف آف پولیس اپنی بات پر مصر رہا۔ "ذرا اس کی شکل تو دیکھیں۔ آدھی رات کا عالم ہے، یہ نشے میں اتنا غرق ہو چکا ہے کہ اسے اپنا بھی کوئی ہوش نہیں... اس پر طرہ یہ، اس کی بغل میں ایک آوارہ اور بدچلن عورت ہے، جبکہ اس کے ہاتھ اپنے باپ کے خون سے رنگے ہوئے ہیں... قطعی نا قابلِ یقین!"

"مائی ڈیر میکائیل مکارچ، میں اصرار کرتا ہوں آپ فوراً اپنے جذبات پر قابو پائیں،" نائب سرکاری وکیل نے پھنکارتے ہوئے کہا، "ورنہ مجھے مجبوراً کارروائی..."

مگر کوتاہ قامت مجسٹریٹ نے اسے اپنی بات ختم کرنے کا موقعہ ہی نہ دیا، وہ متیا کی جانب متوجہ ہوا اور اس نے اسے بلند، محکم اور گھمبیر آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کراماز وف، میں تمہیں مطلع کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تم پر کل رات اپنے باپ کو قتل کرنے کا الزام ہے..."

اس نے مزید بھی کچھ کہا لیکن اگرچہ متیا سن رہا تھا، اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ پُر وحشت آنکھیں پھاڑے ہر ایک کو گھور گھور کر دیکھے جا رہا تھا۔

نویں کتاب

عدالتی تحقیقات[75]

1

سِول ملازم پرخوتین کی ملازمت کا آغاز

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ پیوتر الیچ پرخوتین، جسے ہم نے تاجر مار موزوف کی بیوی کے مضبوط و محکم مقفل دروازے کو اپنی پوری قوت کے ساتھ پیٹتے دیکھا تھا، آخر کار کامیاب رہا اور اسے اندر آنے کی اجازت مل گئی۔ فینیا نے، جو دو گھنٹے پیشتر ہی اس قدر خوف زدہ ہو چکی تھی اور وہ ابھی تک اتنی پریشان اور مضطرب تھی کہ اس کے لیے بستر پر لیٹنا محال ہو چکا تھا، اب جو اتنے پُرزور اور پُرشور انداز سے دروازے کو پیٹے سنا تو اس کے رہے سہے ہوش و حواس بھی غائب ہونے لگے اور (اس حقیقت کے باوجود کہ وہ اپنی آنکھوں سے اسے روانہ ہوتے دیکھ چکی تھی) سوچنے لگی کہ دمتری فیودروِچ دوبارہ واپس آ گیا ہوگا کیونکہ اس قسم کا شور وغل اور ہنگامہ صرف وہی برپا کر سکتا تھا۔ دریں اثنا ڈیوڑھی دار جاگ چکا تھا اور شور وغل کا سبب معلوم کرنے کے لیے صدر دروازے کی جانب جا رہا تھا کہ فینیا بھاگم بھاگ اس کے پاس پہنچی اور اس سے التجا کرنے لگی کہ وہ اسے اندر نہ آنے دے۔ مگر ڈیوڑھی دار کو سوال جواب کرنے کے بعد جب معلوم ہوا کہ آنے والا شخص کون ہے

اور یہ کہ وہ ایک ضروری کام کے سلسلے میں فیودوسیا مارکوونا سے ملنا چاہتا ہے تو وہ دروازہ کھولنے کے لیے راضی ہو گیا۔ جب وہ فیودوسیا مارکوونا کے باورچی خانے میں داخل ہوئے تو پیوتر ایلچ ایزمی دار کی موجودگی میں ــــ جسے وہ فینیا کی درخواست پر اپنے ساتھ اندر لے آیا تھا کہ "شاید" اس کی ضرورت پیش آ جائے ــــ جھٹ پٹ فینیا سے پوچھ گچھ کرنے لگا اور بہت جلد اہم حقائق دریافت کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے جو حقائق معلوم کیے، وہ یہ تھے: دمتری فیودرووچ گروشینکا کی تلاش میں بھاگتا دوڑتا آیا تھا، جاتے ہوئے ہاون دستے سے موسل اٹھا کر اپنے ساتھ لے گیا تھا اور جب وہ دوبارہ واپس آیا، اس کے ہاتھ خون سے تر بتر ہو رہے تھے۔

"اس کے ہاتھوں سے خون رس رہا تھا:" فینیا اونچی آواز میں کہے جا رہی تھی، "بس رس رہا تھا۔" بظاہر یہ بھیانک تفصیل اس کے اپنے دماغ نے برجستہ گھڑی تھی۔ پیوتر ایلچ خود بھی ان ہاتھوں کو دیکھ چکا تھا، یہ خون میں لتھڑے ہوئے ضرور تھے لیکن ان سے فی الحقیقت کوئی خون نہیں رس رہا تھا اور اس نے انہیں دھونے میں مدد کی تھی لیکن مسئلہ یہ نہیں تھا کہ خون کتنی دیر میں خشک ہوا تھا بلکہ یہ تھا کہ دمتری فیودرووچ موسل لے کر بھاگا بھاگا گیا کہاں تھا یعنی کیا وہ واقعی فیودر پاولووچ کے ہاں گیا تھا اور اگر وہ واقعی وہاں گیا تھا، تو یہ نتیجہ کن وجوہ سے اخذ کیا گیا تھا؟ پیوتر ایلچ اس نکتے پر بڑے استقلال سے ڈٹا رہا اور اگرچہ اسے کوئی چیز واضح طور پر معلوم نہ ہو سکی تاہم وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ واحد جگہ جہاں وہ بھاگم بھاگ جا سکتا تھا، لازماً اس کے باپ کا گھر ہوگا اور بالکل یہی وہ جگہ ہوگی جہاں یقیناً کچھ نہ کچھ وقوع پذیر ہوا ہوگا۔

"اور جب وہ واپس آیا:" فینیا نے بڑے جوش و خروش سے مزید کہا، "تو اس نے مجھ سے سب کچھ اُگلوا لیا اور پھر میں نے اس سے پوچھا، 'مائی ڈیئر دمتری فیودرووچ، یہ آپ کے ہاتھوں پر خون کیوں لگا ہوا ہے؟' تو اس نے سیدھے سبھاؤ جواب دیا، 'یہ خون ــــ انسانی خون ــــ ہے، میں نے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے۔' یہ بالکل صحیح ہے کہ اس نے موقع پر مان لیا تھا، میرے سامنے اقرار کر لیا تھا، اور اس کے بعد وہ آناً فاناً ایسے بھاگا، ایسے بھاگا جیسے وہ پاگل ہو گیا ہو۔ چنانچہ میں بیٹھ گئی اور سوچنے لگی کہ وہ اس حالت میں بھاگ کر کہاں جا سکتا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ وہ لازماً مکرائی جائے گا اور میری جوان مالکہ کا خون کر دے گا۔ چنانچہ میں یہاں سے نکلی اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتی سیدھی اس کی رہائش گاہ کی طرف گئی تا کہ اس سے بھیک مانگ سکوں کہ وہ میری مالکہ کو کوئی ضرر نہ پہنچائے لیکن جب میں پلوتنیکوف کی دکان سے آگے بڑھی، وہ مجھے گاڑی میں جاتے نظر آیا اور اب اس کے ہاتھوں پر کوئی خون نہیں تھا۔" (فینیا نے یہ حقیقت دیکھ لی تھی اور یاد رکھی تھی۔) جہاں تک اس کے لیے ممکن تھا، دادی اماں نے فینیا کے بیان کی تصدیق کر دی۔ کچھ مزید پوچھ گچھ

کرنے کے بعد پیوتر ایلچ وہاں سے رخصت ہو گیا۔ اب وہ پہلے سے بھی زیادہ، جب وہ اس مکان میں آیا تھا، پریشانی اور الجھن میں پھنس چکا تھا۔

آدمی کو خیال آتا ہے کہ پیوتر ایلچ کو فوراً اور جھٹ پٹ جو حل سوجھا ہوگا وہ یہی ہوگا کہ وہ فیودر پاولووچ کے مکان پر جائے اور یہ دریافت کرے کہ وہاں کوئی ناخوشگوار واقعہ تو پیش نہیں آ گیا اور اگر آ گیا ہو، پھر حقائق کی مکمل تصدیق کرنے کے بعد چیف آف پولیس کے پاس چلا جائے، اور حقیقتاً اس کا ارادہ بھی یہی کچھ کرنے کا تھا۔ تاہم رات اندھیری تھی، فیودر پاولووچ کا دروازہ بے حد مضبوط تھا اور اسے اسے کھلوانے کے لیے بار بار زور دار دستک دینا ہو گی، اور مزید برآں اس کی فیودر پاولووچ کے ساتھ صرف معمولی سی واقفیت تھی، اگر کسی شخص نے اس کی دستک کی آواز سن لی اور دروازہ کھول دیا، مگر اندر جانے پر اسے معلوم ہوا کہ وہاں تو کچھ بھی نہیں ہوا، تو انجام کار کہیں یہ تو نہیں ہو گا کہ اگلے روز فیودر پاولووچ چہرے پر حقارت آمیز مسکراہٹ سجائے قصبے کے بچے بچے کو بتاتا پھرے، 'دیکھو، کل رات سرکار کا نوکر پرخوتین، جو میرے لیے بالکل اجنبی ہے، زبردستی میرے گھر میں داخل ہوا اور معلوم کرنے لگا کہ کسی نے مجھے قتل تو نہیں کر دیا؟' اس پر تو بڑا اسکینڈل کھڑا ہو جائے گا اور پیوتر ایلچ سکینڈل سے زیادہ کسی چیز سے نہیں ڈرتا تھا۔ لیکن جس جذبے نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا تھا، وہ اتنا توانا تھا کہ ایک بار پھر کفر بکتے اور غصے سے زمین پر پاؤں پٹختے وہ دوبارہ چل پڑا لیکن اس مرتبہ اس کی منزل فیودر پاولووچ کا نہیں، بلکہ مادام خوخلاکووا کا گھر تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس عورت نے یہ ماننے سے انکار کر دیا کہ اس نے اس شام دمتری فیودرووچ کو تین ہزار روبل کی رقم ادھار دی تھی تو وہ فیودر پاولووچ کے ہاں جانے کی بجائے سیدھا چیف آف پولیس کے پاس پہنچ جائے گا۔ تاہم اگر وہ تصدیق کر دیتی ہے کہ ہاں، اس نے یہ رقم اسے دی تھی، پھر وہ سارا معاملہ کل تک اٹھا رکھے گا اور خود گھر جا کر سو جائے گا۔

تاہم یہ بات بالکل واضح ہے کہ محض اس انوکھے اور غیر معمولی سوال کا جواب حاصل کرنے کے لیے اس نوجوان سرکاری ملازم کے رات کے تقریباً گیارہ بجے کسی ایسی معزز خاتون کے گھر جانے، جس کی اس سے بالکل کوئی جان پہچان نہیں تھی، اور اسے غالباً بستر سے اٹھانے کا فیصلہ شاید اس سے کہیں بڑے سکینڈل کا سبب بن سکتا تھا جتنا کہ وہ تب بھی نہ بنتا اگر وہ فیودر پاولووچ کے گھر چلا گیا ہوتا۔ لیکن بعض اوقات انتہائی حسابی کتابی اور نرم مزاج لوگوں کے فیصلوں سے بھی اس قسم کی صورت حال، خاص طور پر ان حالات میں، پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پیوتر ایلچ اس وقت اور تو سب کچھ تھا، مگر اس کا مزاج بالکل ٹھکانے نہیں تھا۔ بعد ازاں اسے ساری عمر یاد رہا کہ کس طرح ناقابلِ مزاحمت پریشانی، جس نے اسے بتدریج اپنی گرفت میں لے لیا تھا، بالآخر اس قدر اذیت ناک اور

ناقابلِ برداشت ہو گئی کہ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اپنے ارادے پر عمل کرنے پر مجبور ہو گیا اور اس خاتون کے گھر کی جانب چل پڑا۔ تاہم وہ سارا راستہ اپنے آپ کو کوستا رہا کہ وہ یہ حرکت کیوں کر رہا ہے اور اس کے ساتھ دانت پیستے تہیہ بھی کرتا رہا: "میں اس معاملے کی تہہ تک پہنچ کر ہی رہوں گا، پہنچ کر ہی رہوں گا!" اور وہ واقعی معاملے کی تہہ تک پہنچ ہی گیا— واقعی پہنچ گیا۔

جب وہ مادام خوخلاکووا کے گھر پہنچا، رات کے پورے گیارہ بج چکے تھے۔ اسے صحن میں داخل ہونے کی اجازت تو آسانی سے مل گئی مگر جب اس نے معلوم کرنا چاہا، "محترم خاتون جاگ رہی ہیں یا سو گئی ہیں؟" تو ڈیوڑھی دار صحیح صحیح جواب نہ دے سکا۔ وہ صرف اتنا بتا سکا: "ان کا بالکل یہی سونے کا وقت ہے۔ آپ اوپر چلے جائیں اور کسی نوکر کو بتائیں کہ آپ مالکہ سے ملنا چاہتے ہیں۔ اگر مالکہ کی طبیعت آپ سے ملاقات کرنے پر مائل ہوئی تو وہ آپ کو اِذنِ باریابی بخش دیں گی، ورنہ صاف انکار کر دیں گی۔"

پیوتر ایلچ اوپر چلا گیا مگر وہاں اسے ایک غیر متوقع رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑا۔ بٹلر نے پہلے تو اس کی آمد کی اطلاع پہنچانے سے قطعی انکار کر دیا، تاہم بار بار کی درخواست سننے پر وہ ایک ملازمہ کو بلا لایا۔ پیوتر ایلچ نے اس سے نہایت تحکم لیکن شائستہ لہجے سے التجا کی: "محترم خاتون کو بتاؤ کہ ایک مقامی سرکاری ملازم پرخوتین ایک نہایت اہم معاملے کے سلسلے میں ان سے ملنے آیا ہے اور یہ کہ اگر یہ معاملہ اتنا اہم نہ ہوتا تو پھر وہ آنے کی قطعاً جسارت نہ کرتا— اس بات کا دھیان رکھنا کہ پیغام بالکل انہی الفاظ میں پہنچے۔" اس نے لڑکی کو ہدایت کی۔

لڑکی چلی گئی اور وہ خود استقبالیہ میں انتظار کرنے لگا۔ ادھر اگرچہ مادام خوخلاکووا سونے کی غرض سے بستر پر دراز نہیں ہوئی تھی تاہم وہ اپنی خواب گاہ میں جا چکی تھی۔ جب سے متیا اسے مل کر گیا تھا، اسے طرح طرح کی پریشانیوں اور وسوسوں نے گھیر رکھا تھا اور اسے پیشگی اندازہ ہو گیا تھا کہ آج کی رات اس پر بہت بھاری گزرے گی اور وہ لازماً دردِ شقیقہ میں مبتلا ہو جائے گی جو عموماً انہی جیسے مواقع پر اسے تنگ کرنے لگتا تھا۔ وہ لڑکی کی زبان سے پیغام سن کر بہت حیران ہوئی اور اگرچہ رات کے اس وقت قصبے کے کسی پُراسرار سرکاری ملازم کی غیر متوقع آمد نے اس کے نسائی تجسس کو بیدار کر دیا تھا، پھر بھی وہ جھنجلا کر بولی، "جاؤ، اس سے کہہ دو میں اس وقت اس سے نہیں مل سکتی، وہ واپس چلا جائے۔" لیکن اس مرتبہ پیوتر ایلچ اپنی ہٹ کا پکا اور خود دماغ ثابت ہوا۔ جب اسے لڑکی کی وساطت سے اطلاع ملی کہ خاتونِ خانہ نے اس سے ملاقات کرنے سے صاف انکار کر دیا ہے تو وہ بولا، "ان سے ایک مرتبہ پھر جا کر کہو کہ میں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آیا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ملنے پر راضی نہ ہوئیں تو انہیں بعد ازاں پچھتانا پڑے گا۔" اس نے ملازمہ کو تاکید کی کہ اس کا

پیغام بالکل انہی الفاظ میں پہنچایا جائے۔

اس نے بعد ازاں بتایا، "اس وقت میری کچھ ایسی کیفیت ہو رہی تھی کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کر کیا رہا ہوں۔" لڑکی نے اسے اچنبھے کی نظروں سے دیکھا، تاہم وہ دوسری مرتبہ اس کا پیغام پہنچانے چلی گئی۔ مادام خوخلاکووا کی سٹی گم ہو گئی، وہ کچھ دیر سوچتی رہی اور پھر پوچھنے لگی کہ وہ دیکھنے میں کیسا نظر آتا ہے۔ اسے بتایا گیا کہ وہ موزوں ملبوسات پہنے ہوئے ہے، نوجوان ہے اور تمیز سے بات کرتا ہے۔ برسبیلِ تذکرہ ہم یہاں ایک بات کا اضافہ کیے دیتے ہیں کہ پیوتر ایلچ اچھا خاصا خوش شکل نوجوان تھا اور اپنی اس خوبی سے وہ خود بھی آگاہ تھا۔ مادام خوخلاکووا نرم پڑ گئی اور اس نے اس کے ساتھ ملاقات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ اس وقت ڈریسنگ گاؤن اور سلیپر پہنے ہوئے تھی، تاہم اس نے اپنے شانوں پر سیاہ شال لپیٹ لی۔ سرکاری ملازم کو اسی ڈرائنگ روم میں پہنچا دیا گیا جہاں اس روز متیا کو بٹھایا گیا تھا۔ گھر کی مالکہ بڑے بارعب، تحکمانہ اور گھمبیر انداز سے چلتی اندر آئی، اس نے اپنے مہمان کو بیٹھنے کے لیے بھی نہ کہا اور سیدھی مطلب کی بات زبان پر لے آئی، "میں کیا خدمت کر سکتی ہوں؟"

"مادام، میں نے آپ کے آرام میں مخل ہونے کی اس لیے جسارت کی ہے کیونکہ میں آپ سے ہم دونوں کے مشترکہ واقف کار دمتری فیودورووچ کرامازوف کے بارے میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں،" پرخوتین نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا، لیکن جونہی اس کی زبان سے نام ادا ہوا، مادام خوخلاکووا کے چہرے پر تکدر کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اس کے منہ سے تقریباً چیخ نکل گئی اور اس نے غصے سے اس کی بات کاٹ دی:

"یہ واہیات شخص کب تک مجھے ستاتا، تنگ کرتا رہے گا، کب تک؟" وہ غیظ و غضب کے عالم میں دہاڑ رہی تھی۔ "جنابِ عالی، آپ کو یہ جرأت کیسے ہوئی، آپ کو یہ حق کس نے دیا کہ آپ ایک خاتون سے ملنے، جس کے ساتھ آپ کی کوئی جان پہچان نہیں، اس کے اپنے گھر اور اس نامعقول وقت پر چلے آئیں؟ اور آئیں بھی ایک ایسے شخص کے متعلق گفتگو کرنے جو بمشکل تین گھنٹے پہلے اسی جگہ، اسی کمرے میں مجھے ہلاک کرنے کے لیے آیا تھا، یہاں پاؤں پٹختا رہا تھا اور پھر ایک ایسے انداز سے رخصت ہوا تھا جو کسی معزز گھرانے کے مہمان کے قطعاً شایانِ شان نہیں تھا! جناب، میں آپ کو بتائے دیتی ہوں کہ میں آپ کے خلاف شکایت درج کراؤں گی، میں اس معاملے سے یونہی دست بردار نہیں ہوں گی، اب آپ مہربانی فرما کر فوراً یہاں سے تشریف لے جائیں... میں ماں ہوں، میں اسی وقت... میں... میں..."

"آپ کو ہلاک کرنے! تو وہ آپ کو بھی ہلاک کرنا چاہتا تھا؟"

"تو کیا وہ پہلے ہی کسی اور کو ہلاک کر چکا ہے؟" مادام خوخلاکووا نے اشتیاق سے پوچھا۔

"محترم خاتون، آپ مہربانی فرمائیں اور میری پوری بات سنیں،" پرخوتین نے تحکم لہجے سے کہا۔ "مجھے آدھ منٹ عنایت کر دیں اور میں آپ کو ساری بات مختصر ترین الفاظ میں بتا دوں گا۔ مسز کرامازوف نے آج سہ پہر کے پانچ بجے مجھ سے دوست کی حیثیت سے دس روبل ادھار لیے تھے لیکن بعد ازاں وہ سو سو روبل کی گڈی، جس میں کوئی دو تین ہزار روبل ہوں گے، پکڑے رات نو بجے میرے گھر آ دھمکا۔ اس کا چہرہ اور ہاتھ خون سے لت پت ہو رہے تھے اور وہ بالکل باؤلا نظر آ رہا تھا۔ جب میں نے اس سے پوچھا کہ اسے اتنی بڑی رقم کہاں سے ملی ہے تو اس نے بالکل واضح الفاظ میں بتایا کہ اسے یہ رقم کچھ دیر پہلے آپ نے دی تھی اور دراصل آپ نے بظاہر اس شرط پر اسے تین ہزار روبل کا قرض دیا تھا کہ وہ سونا تلاش کرنے جائے گا..."

مادام خوخلاکووا کے چہرے پر اچانک ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"خدایا! اس نے اپنے بوڑھے باپ کا خون کر دیا ہے،" اس نے اپنی مٹھیاں بھینچتے ہوئے چلا کر کہا۔ "میں نے اسے کوئی روپیہ نہیں دیا تھا، بالکل نہیں! اُف، جلدی کریں، جلدی کریں... مزید ایک لفظ بھی نہ کہیں۔ بھاگیں اور اس بوڑھے کو بچائیں، بادِ صرصر کی طرح جائیں، اس کے باپ کے گھر... جلدی، ابھی!"

"مادام، صرف ایک منٹ۔ تو آپ نے اسے کوئی رقم نہیں دی تھی؟ آپ کو اچھی طرح یاد ہے آپ نے اسے کچھ نہیں دیا تھا؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔ میں نے انکار کر دیا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ اس کا صحیح استعمال نہیں کر پائے گا۔ وہ پاؤں پٹختا اور غصے سے کھولتا واپس چلا گیا تھا۔ اس نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن میں دوڑ کر ایک طرف ہٹ گئی تھی... میں آپ کو کچھ اور بھی بتاتی ہوں کیونکہ اب مجھے احساس ہو گیا ہے کہ جس قسم کے انسان آپ ہیں اس سے میں کچھ بھی چھپانا نہیں چاہوں گی۔ اس نے مجھ پر تھوکا بھی تھا، کیا آپ اس طرح کی حرکت کا تصور بھی کر سکتے ہیں؟ خیر، آپ وہاں کھڑے کیا کر رہے ہیں، آئیں، تشریف رکھیں... میں آپ سے معافی کی خواستگار ہوں، میں... اس سے بھی بہتر بات یہ ہے کہ آپ بھاگتے دوڑتے جائیں اور اس بدقسمت بوڑھے کو بھیانک موت سے بچائیں!"

"کیا فائدہ؟ ہو سکتا ہے وہ اسے پہلے ہی ہلاک کر چکا ہو!"

"اُف میرے خدایا! پھر ہمیں کیا کرنا ہوگا؟ آپ کے خیال میں اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

پیوترالیچ کو بٹھانے کے بعد وہ خود بھی اس کے روبرو بیٹھ گئی۔ پیوترالیچ نے اس کے سامنے ان

واقعات کی مختصر لیکن غیر مبہم تفصیل بیان کر دی، کم سے کم ان واقعات کی جن کا وہ عینی شاہد بھر کے تھا۔ پھر اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ فینیا کے ہاں گیا تھا اور فینیا نے اسے بتایا تھا کہ وہ ان کا موسل اٹھا کر اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ان تمام تفصیلات نے بے چاری عورت کا، جو ذرا ذرا سی بات کا اثر قبول کر لیتی تھی، ذہنی توازن بالکل ہی درہم برہم کر دیا، وہ روتی اور بار بار ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو ڈھانپتی رہی...

"اگر میں یہ کہوں کہ میں نے یہ سب کچھ پیشگی بھانپ لیا تھا، تو کیا آپ یقین کر لیں گے؟ ویسے میں آپ کو راز کی بات بتا رہی ہوں، مجھ میں یہ خداداد صلاحیت موجود ہے کہ میں چیزوں کا پیشگی اندازہ لگا لیتی ہوں اور میں جس چیز کا بھی پیشگی اندازہ لگاتی ہوں، وہ لازماً ہو کر رہتی ہے۔ کتنی ہی مرتبہ میں نے اس نفرت انگیز شخص کو دیکھا اور سوچا ہے: یہ شخص مجھے انجام کار ہلاک کر کے ہی دم لے گا اور ہوا بھی بالکل یہی ہے... اگر اس نے اس مرتبہ مجھے نہیں بلکہ محض اپنے باپ کو قتل کیا ہے، اس میں لازماً مشیتِ ایزدی کو دخل تھا کہ میں قتل ہونے سے بچ گئی... ویسے اسے غالباً مجھے قتل کرتے شرم محسوس ہوتی کیونکہ میں نے اسی کمرے میں خود اس کے گلے میں ایک تعویذ لٹکا دیا تھا جس میں سینٹ وارورا شہید کی نشانی بند تھی... اور اس لمحے میں موت کے کتنا قریب تھی: میں سیدھی اس کے پاس گئی تھی، اس کے تقریباً ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی تھی اور اس نے اپنی گردن سیدھی میری طرف بڑھا دی تھی! پیوترالیچ، سنیں، (معافی چاہتی ہوں آپ نے خود ہی کہا تھا کہ آپ کا اسم شریف پیوترالیچ ہے، ٹھیک؟) سنیں، مجھے حقیقتاً معجزوں پر کوئی اعتبار نہیں لیکن اس چھوٹے سے تعویذ اور لاریب اس معجزے سے — میرا بچ جانا معجزہ ہی تو ہے — مجھ پر گہرا اثر کیا ہے اور اب میں تقریباً کسی بھی چیز، خواہ وہ کتنی ہی ناقابلِ یقین ہو، یقین کرنے کے لیے تیار ہوں۔ کیا آپ نے قادر زوسیما کے متعلق سنا ہے؟... دیکھیں، مجھے واقعی معلوم نہیں کہ میں کیا باتیں کر رہی ہوں۔ آپ کو اندازہ ہے جب اس نے مجھ پر تھوکا تھا، وہ اپنے گلے میں تعویذ پہن چکا تھا... ویسے اس نے مجھ پر محض تھوکا ہی تھا، مجھے قتل نہیں کیا تھا اور... تو وہ بھاگتا دوڑتا وہاں گیا تھا! لیکن ہمارے بارے میں کیا خیال ہے؟ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے، آپ کی کیا رائے ہے؟"

پیوترالیچ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا، "میں سیدھا چیف آف پولیس کے پاس جاؤں گا اور انہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ انہیں کیا کرنا ہوگا، انہیں معلوم ہوگا۔"

"اخ، میں میخائیل مکارووچ کو جانتی ہوں، وہ شاندار، نہایت شاندار آدمی ہے! آپ کو واقعی ان کے پاس جانا چاہیے، کسی اور کے ہاں نہیں۔ پیوترالیچ، آپ بڑی سوجھ بوجھ، آپ بڑی سوجھ بوجھ کے مالک ہیں، آپ صورتِ حال سے بہت اچھی طرح عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ سنیں، میں مانتی

ہوں اگر میں آپ کی جگہ ہوتی تو مجھے اتنی زبردست بات کبھی نہ سوجھتی!"

"دراصل چیف آف پولیس مجھے بھی خوب اچھی طرح جانتے ہیں،" پیوترا یلچ نے وہیں کھڑے کھڑے کہا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ اس جوشیلی عورت سے، جو اسے خداحافظ کہنے اور جانے نہیں دے رہی تھی، پیچھا چھڑانے کے لیے بہت بے چین ہے۔

"اور ہاں یاد رکھیں،" وہ اپنی ہی ہانکتی رہی، "آپ کو واپس آنا اور مجھے بتانا ہوگا کہ آپ کو کیا کچھ معلوم ہوا ہے اور حالات کس نہج پر جا رہے ہیں... وہ اس کے بارے میں کیا فیصلہ کر رہے ہیں اور اسے کیا سزا دلائیں گے۔ برسبیلِ تذکرہ، سزائے موت تو منسوخ ہو چکی ہے، ٹھیک؟ لیکن آپ کو لازماً واپس آنا ہوگا، خواہ صبح کے تین، بلکہ چار، ساڑھے چار ہی کیوں نہ بج چکے ہوں... اگر میں سو چکی ہوں تو ان (ملازموں) سے کہیں کہ وہ مجھے جگا دیں اور اگر ضرورت پیش آئے تو بے شک مجھے جھنجھوڑ دیں... خدایا، میں آج رات بالکل نہیں سو پاؤں گی۔ سنیں، شاید مجھے بھی آپ کے ساتھ چلنا چاہیے؟ کیا خیال ہے؟"

"مادام، بالکل نہیں۔ اگر آپ مجھے اس قسم کی تحریر دے دیں کہ آپ نے دمتری فیودرووچ کو قطعاً کوئی رقم ادھار نہیں دی تو شاید ضرورت پڑنے پر یہ کام آ جائے... کچھ نہیں کہا جا سکتا کس وقت کیا صورت حال پیدا ہو جائے..."

"بڑی خوشی سے۔" اور مادام خوخلاکووا بڑے جوش و خروش کے ساتھ اپنی دراز دار الماری کی طرف لپکی۔ "آپ کو معلوم ہے کہ میرے دل میں آپ کی قدر لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جا رہی ہے، آپ نے ان امور میں جو حاضر دماغی دکھائی ہے اور جس تجربے کو بروئے کار لائے ہیں، اس نے مجھے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے... آپ یہیں کام کرتے ہیں؟ یہ کتنی اچھی بات ہے کہ آپ یہیں کام کرتے ہیں..."

اس نے اتنا بھی نہ سوچا کہ ذرا دم ہی لے لے، بس بولتے بولتے نصف کاغذ پر محکم ہاتھ سے مندرجہ ذیل سطور گھسیٹ دیں:

> میں نے بدقسمت دمتری فیودرووچ کو اپنی زندگی میں کبھی تین ہزار روبل ادھار نہیں دیے۔ (ہر چیز کے باوجود وہ بدقسمت ہی تو ہے)، نہ آج اور نہ آج سے پہلے کبھی، اور نہ کوئی اور رقم، کبھی نہیں! خداوند میرا حامی و ناصر ہو۔
>
> خوخلاکووا

"یہ رہا رقعہ،" وہ تیزی سے پیوترا یلچ کی طرف متوجہ ہوئی۔ "سنو، جو کچھ ہو سکے، اس کی مدد کے لیے کرو۔ آپ کا یہ فعل قابلِ تکریم ہوگا۔"

اور اس نے تین مرتبہ اس کے اوپر صلیب کا نشان بنایا۔ وہ بھاگتے بھاگتے استقبالیہ تک بھی گئی تاکہ اسے دروازے پر خداحافظ کہہ سکے۔

"میں آپ کی بے حد ممنون ہوں۔ آپ کو یقین نہیں آئے گا مگر میں کہوں گی کہ آپ کہیں اور جانے کی بجائے سب سے پہلے غریب خانے پر جو تشریف لائے، اس کے لیے میں آپ کی کتنی ممنون ہوئی تھی۔ میں سوچتی ہوں ہماری اس سے پہلے کیوں ملاقات نہ ہو سکی، اگر آپ آئندہ کبھی وقت نکال کر اس غریب خانے پر تشریف لائیں تو اس ناچیز بندی کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہے گا۔ مجھے یہ سن کر واقعی بے حد مسرت ہوئی کہ آپ یہیں ملازمت کرتے ہیں... چھوٹی سے چھوٹی تفصیل پر اتنی توجہ... اتنی سوجھ بوجھ... آپ کی تو ہر طرف مانگ رہتی ہوگی، یقیناً آپ کی بڑی قدر ہوتی ہوگی، اور اگر میں کبھی آپ کے کام آ سکوں تو یقین رکھیں... مجھے نوجوان نسل سے کتنا پیار ہے! میں واقعی نوجوان نسل سے بہت پیار کرتی ہوں۔ نوجوان — وہ ہمارے جدید روس کا، جو طویل عرصے سے مصائب کی چکی میں پس رہا ہے، اہم ترین سرمایہ ہیں، بیش بہا متاع ہیں، وہ ہماری واحد امید ہیں... اف، جلدی کریں، واقعی جلدی کریں!..."

لیکن پیوترا یلچ پہلے ہی باہر نکل چکا تھا ورنہ وہ اسے شاید مزید روکے رکھتی۔ تاہم مجموعی طور پر مادام خوخلاکووا نے اس پر موافق تاثر قائم کیا تھا اور اس سارے ناخوشگوار واقعے میں خواہ مخواہ ٹانگ اڑا کر اسے جو پریشانی اور کوفت ہوئی تھی، اس کی باتوں نے اس میں تخفیف کرنے میں مدد دی تھی۔ ذوق ہر ایک کا اپنا اپنا ہوتا ہے، اور یہ بات بھی جانتے ہیں۔ "وہ حقیقتاً اتنی بوڑھی معلوم نہیں ہوتی،" اس نے خوش ہو کر سوچا۔ "اس کے برعکس میں تو شاید یہی سمجھتا کہ میں اس سے نہیں، اس کی دختر نیک اختر سے باتیں کرتا رہا ہوں۔"

جہاں تک مادام خوخلاکووا کا تعلق ہے، وہ پوری طرح اس نوجوان کے سحر میں آ چکی تھی۔ "کیا مہارت ہے، کیا راست بازی ہے، اور وہ بھی اتنے نوجوان شخص میں! آج کے زمانے میں تو اس کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی۔ اس کے ساتھ ساتھ کیا آداب ہیں، کیا من موہنی صورت ہے! کہا جاتا ہے آج کل کے نوجوان جاہلِ مطلق ہیں، لیکن اس کے متعلق اس قسم کی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ آپ کا کیا خیال ہے؟" وغیرہ، وغیرہ۔ اور جہاں تک خود "بھیانک واقعے" کا تعلق ہے، وہ اگلے ہی لمحے اسے تقریباً بھول گئی اور صرف تب، جب وہ بستر پر لیٹنے کی تیاری کر رہی تھی، اسے یاد آیا کہ وہ "موت کے کتنے قریب" جا چکی تھی۔ "اف، یہ تو بڑی خوفناک بات ہے!" اور اس کے ساتھ ہی وہ

انتہائی گہری اور اطمینان بخش نیند میں کھو گئی۔

میں نے اس معمولی اور ذیلی واقعے کی تفصیلات یقیناً ہرگز بیان نہ کی ہوتیں اگر اس بے حد محتاط اور باضمیر نوجوان اور بڑھاپے کی دہلیز سے خاصی دور بیوہ کے مابین اس انوکھی اور عجیب و غریب ملاقات نے بعد ازاں نوجوان کے پورے کیریر پر اپنی مہر ثبت نہ کر دی ہوتی، اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے ہمارے چھوٹے سے قصبے کے باشندے آج تک فراموش نہیں کر سکے لیکن ہمارے لیے اس کا ذکر بھی شاید ناممکن ثابت ہو کیونکہ ہمیں کراماز وف برادران کی طویل داستان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے۔

2

خطرے کی گھنٹی

ہمارا چیف آف پولیس میخائیل مکاروویچ مکاروف ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کرنل تھا۔ اسے فوج سے ریٹائر ہونے کے بعد پولیس میں مساوی عہدہ (76) دے دیا گیا تھا۔ وہ رنڈوا تھا اور فطرتاً رحم دل شخص۔ وہ ہمارے قصبے میں صرف تین سال قبل آیا تھا۔ لیکن اس قلیل عرصے میں ہی وہ ہمہ گیر پسندیدگی حاصل کر چکا تھا کیونکہ اسے "لوگوں کو اکٹھا کرنے کا سلیقہ" آتا تھا۔ وہ ہمہ وقت مہمانوں کی تواضع کرتا رہتا تھا اور کچھ یوں نظر آتا تھا جیسے ان کے بغیر اس کے لیے اپنی زندگی کی گاڑی کو آگے دھکیلنا ناممکن ہو جائے گا۔ اصولاً اس کے دستر خوان پر چند ایک مہمان، خواہ ایک دو ہی سہی، ہمیشہ لازماً موجود ہوتے اور جب تک کوئی مہمان نہ آ جاتا، وہ کھانے کو ہاتھ تک نہ لگاتا۔ وہ مختلف اور بعض بالکل ہی غیر متوقع بہانوں سے دعوتوں کا اہتمام کرتا رہتا۔ ان مواقع پر وہ جن کھانوں کو میز پر سجاتا، وہ بے شک پیچیدہ اور بہت عمدہ تو نہ ہوتے، تاہم ان کی مقدار خاصی کثیر ہوتی۔ ویسے بعض اشیا مثلاً Koulibiaca (گوشت، مچھلی، گوبھی یا دیگر سبزیوں سے تیار کردہ روسی پائیاں) بہت اعلیٰ ہوتیں اور جہاں تک انگوری شراب کا تعلق ہے، اس میں نفاست کی کسر مقدار سے پوری کر دی جاتی۔ وسیع و عریض استقبالیہ میں بلیئرڈ ٹیبل موجود تھی۔ اس کے علاوہ اسے خوب اچھی طرح آراستہ کیا گیا تھا، یہاں تک کہ اس کی دیواروں پر سیاہ چوبی چوکھٹوں کے اندر دوڑوں میں حصہ لینے والے گھوڑوں کی پینٹنگز بھی لٹک رہی تھیں جنہیں کسی کنوارے کے کھیل کے کمرے کے ناگزیر لوازمات

تصور کیا جاتا تھا۔ یہاں ہر شام، خواہ ایک ہی میز پر سہی، تاش کھیلی جاتی۔ لیکن ہمارے قصبے کے بالائی طبقے کے لوگ اپنی بیویوں اور بیٹیوں کی معیت میں اکثر یہاں ٹھمکوں رقص کرنے کے لیے جمع ہوتے رہتے۔ اگرچہ میخائیل مکاروویچ رنڈوا تھا، تاہم وہ خاندانی زندگی سے لطف اندوز ہوتا رہتا تھا کیونکہ اس کی بیٹی، جو خود بھی کافی عرصے سے بیوگی کی زندگی گزارتی چلی آ رہی تھی اور جو دو بیٹیوں کی ماں تھی، اس کے ساتھ رہتی تھی۔ لیفٹیننٹ کرنل کی یہ نواسیاں، جو پہلے ہی جوان ہو چکی اور اپنی تعلیم مکمل کر چکی تھیں، شگفتہ مزاج دوشیزائیں تھیں اور جسمانی کشش سے خالی نہیں تھیں۔ اگرچہ یہ بات ہر کہہ و مہ کو معلوم تھی کہ انہیں کوئی جہیز نہیں ملے گا، پھر بھی ہمارے ان نوجوانوں کی کثیر تعداد، جنہیں ہر کوئی اپنی بیٹیوں کے رشتوں کے لیے موزوں سمجھتا تھا، ان کے گھر آتی رہتی تھی۔

جہاں تک سرکاری امور کا تعلق ہے، میخائیل مکاروویچ کو ان میں کوئی خاص درک حاصل نہیں تھا تاہم وہ اپنے فرائض اسی راست بازی سے سرانجام دیتا تھا جتنا کہ کوئی دوسرا ان میں برت سکتا تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ وہ کوئی خاص پڑھا لکھا شخص نہیں تھا بلکہ اسے قدرے جاہلوں کے زمرے میں ہی شمار کیا جانا چاہیے۔ جہاں تک انتظامی اختیارات کا تعلق ہے، ان کی حدود کی صحیح تعبیر کے بارے میں وہ قدرے لاپروا واقع ہوا تھا۔ زار نے جو بعض اصلاحات کی تھیں، ان کی تعبیر میں وہ بڑی فاش غلطیاں کرتا تھا، اس لیے نہیں کہ وہ انہیں پوری طرح سمجھ نہیں پاتا تھا یا اس میں صلاحیت کا کوئی خاص فقدان تھا بلکہ اس لیے کیونکہ وہ خلقی طور پر لاپروا شخص تھا اور ہمیشہ عذر پیش کرتا رہتا تھا کہ اس کے پاس ان کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کا وقت نہیں۔ "میں دل کی گہرائیوں میں سویلین کم اور فوجی زیادہ ہوں،" وہ اپنی صفائی میں کہا کرتا تھا۔ کسانوں کی حالت بہتر بنانے کے لیے جو اصلاحات نافذ کی گئی تھیں، بظاہر تو یہی نظر آتا تھا کہ خود زمیندار ہونے کے باوجود وہ ان کے بنیادی اصولوں کے بارے میں اپنے ذہن میں کوئی واضح اور غیر مبہم نقشہ نہیں بنا پایا ہے، اس نے اس ضمن میں جو کچھ بھی سیکھا تھا وہ کئی سالوں کی عملی مشق سے اور غیر ارادی طور پر سیکھا تھا۔ پیوتر الیچ جانتا تھا کہ اس رات میخائیل مکاروویچ کے مکان پر اس کی ملاقات بعض مہمانوں سے لازماً ہو جائے گی لیکن صحیح صحیح یہ لوگ کون ہوں گے، اس کے متعلق وہ وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ تاہم اسے خوش قسمتی ہی کہنا چاہیے کہ عین اس لمحے میخائیل مکاروویچ کے ہاں دوسرے مہمانوں کے علاوہ ہمارا مقامی ڈاکٹر وارونسکی اور ضلعی سرکاری وکیل ایپولیت کیریلووچ بھی موجود تھے اور ریلاش (77) کھیل رہے تھے۔ ڈاکٹر وارونسکی نوجوان تھا، اس کا شمار سینٹ پیٹرزبرگ میڈیکل سکول کے ذہین ترین گریجویٹوں میں ہوتا تھا اور وہ حال ہی میں سینٹ پیٹرزبرگ سے آیا تھا۔ جہاں تک ایپولیت کیریلووچ کا تعلق ہے، یہ ماننا پڑے گا کہ وہ سرکاری وکیل نہیں، نائب سرکاری وکیل تھا لیکن شہر کا ہر

باشندو اسے کہتا سرکاری وکیل ہی تھا۔ وہ ایک غیر معمولی آدمی تھا، ابھی تک نسبتاً نوجوان تھا (اس کی عمر زیادہ سے زیادہ پینتیس برس ہوگی)، مدقوق تھا، اور ایک بے حد فربہ اور بے اولاد عورت سے بیاہا ہوا تھا۔ وہ فطرتاً گھمنڈی اور زود رنج تھا تاہم اس نے دماغ اچھا اور دل نیک پایا تھا۔ بظاہر تو یہی نظر آتا تھا کہ اس کے کردار کی بنیادی خامی یہ ہے کہ وہ اتنی خوبیوں کا مالک نہیں جتنی وہ اپنے میں دکھانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ پریشان حال اور مضطرب دکھائی دیتا رہتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ ہمیشہ اس طرح بننے کی کوشش کرتا رہتا تھا جیسے اس کے خیالات نہایت بلند اور رجحانات فنکارانہ ہوں۔ مثلاً اس کا خیال تھا کہ اسے نفسیات میں درک حاصل ہے اور وہ انسانی روح کے اندر گھس کر دیکھ سکتا ہے، خاص طور پر وہ مجرموں اور ان کے افعال کو خوب اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اس کی اس صلاحیت کا اعتراف نہیں کیا گیا اور یوں اسے وہ ترقی نہیں مل سکی جس کا وہ مستحق تھا۔ اسے پختہ یقین تھا کہ وہ دشمنوں میں گھرا ہوا ہے اور اس کے افسران بالا اس کی خوبیوں کو پہچاننے میں ناکام رہے ہیں۔ جب اس پر مایوسی کا شدید غلبہ ہوتا تو وہ دھمکیاں دینے لگتا کہ وہ اپنی وفاداریاں تبدیل کر لے گا اور وکیل استغاثہ کی بجائے وکیل صفائی بن جائے گا۔ معلوم ہوتا تھا کہ گراماز وف کے پدرکشی کے غیر متوقع مقدمے نے اسے سرتاپا ہلا دیا ہے۔

"یہ ایک ایسا مقدمہ ہے،" اس نے اپنے آپ سے کہا، "جو سارے روس میں cause celebre (ایک ایسا مقدمہ جس میں بے شمار لوگ دلچسپی کا اظہار کریں) بن سکتا ہے۔" لیکن میرا خیال ہے یہ باتیں بعد میں آنا چاہئیں، میں خواہ مخواہ ان کا ذکر پیشگی لے بیٹھا ہوں۔

ملحقہ کمرے میں ہمارا نوجوان تحقیقاتی مجسٹریٹ نکولائی پارفینووچ نیلیو دوف، جو صرف دو ماہ قبل سینٹ پیٹرزبرگ سے پہنچا تھا، نوجوان خواتین اور لڑکیوں کے جھرمٹ میں بیٹھا تھا۔ بعد ازاں لوگ اکثر یہ تبصرہ کرتے رہے: "جس روز جرم کا ارتکاب ہوا، اسی شام قانون کا نفاذ کرانے والے کے گھر میں اتنے زیادہ سرکاری ملازم جمع ہو چکے تھے۔ ہے نا تعجب کی بات؟ کیا یہ حسن اتفاق تھا یا ان لوگوں نے ایک جگہ اکٹھے ہونے کا پیشگی پروگرام بنا لیا تھا؟" اصلاً اس کی بہت سادہ توضیح دستیاب تھی: ہر چیز بے ساختہ وقوع پذیر ہوئی تھی اور کسی پیشگی منصوبے کے بغیر وقوع پذیر ہوئی تھی: ایپولیت کیریلووچ کی شریک حیات دو دن سے دانت کے درد میں مبتلا تھی اور اس کی آہ و بکا سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اسے آخر کہیں نہ کہیں تو پناہ حاصل کرنا ہی تھی۔ جہاں تک ڈاکٹر کا تعلق ہے، وہ ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں معلوم ہی نہیں ہو پاتا کہ شامیں گزارنے کے لیے تاش کھیلنے کے علاوہ اور بھی مشاغل ہو سکتے ہیں۔ نکولائی پارفینووچ نیلیو دوف تین دن سے میخائیل مکارووچ کے ہاں یوں آنے کا پروگرام بنا رہا تھا جیسے وہ محض اتفاق سے ادھر آ نکلا ہو، حالانکہ اس

کی اس "غیر متوقع" آمد کا واضح مطلب تھا: وہ اپنے میزبان کی بڑی نواسی اولگا میخائیلوونا کے سامنے شرارت آمیز انداز سے یہ انکشاف کر کے اسے چونکانا چاہتا تھا کہ وہ اس کے اس راز سے آگاہ ہے کہ آج اس کا جنم دن ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس (اولگا) نے جان بوجھ کر اس حقیقت کو اس لیے صیغۂ راز میں رکھا ہوا ہے کہ کہیں اسے اس کی تقریب کو شایانِ شان طریق سے منانے کے لیے پورے قصبے کو مدعو نہ کرنا پڑ جائے۔ وہ پیشگی اندازے لگا رہا تھا کہ اس کی اس بات پر وہاں خوب قہقہے پڑیں گے، اس (اولگا) کی عمر کی طرف اشارے کیے جائیں گے جسے وہ چھپانے کے لیے بے قرار ہو رہی تھی، لیکن وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اب جب کہ وہ خود اس راز سے آگاہ ہو چکا ہے، وہ اسے مزید اندھیرے میں نہیں رکھے گا بلکہ وہ کل اسے ہر کس و ناکس کو بتانا شروع کر دے گا، وغیرہ، وغیرہ۔ اس خوش شکل اور پُرکشش نوجوان کو عملی مذاق کرنے کا بہت شوق تھا اور ہماری خواتین نے اس کا لقب ہی "مخولیا" رکھ دیا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ لقب ملنے پر اسے بے پایاں مسرت ہوئی ہے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ اس کا تعلق اچھے خاندان اور اچھے طبقے سے تھا، اس کی تربیت احسن طریقے سے ہوئی تھی، وہ شائستہ حیات کا مالک تھا، اور اگر اس سے کوئی ایسی ویسی حرکت سرزد ہو جاتی تھی، تو وہ اسے شعوری طور پر نہیں کرتا تھا بلکہ اس میں اس کی معصومیت اور سادگی کو زیادہ دخل حاصل تھا۔ جسمانی اعتبار سے وہ کوتاہ قامت، دھان پان اور نسبتاً کمزور تھا۔ متعدد غیر معمولی طور پر بڑی بڑی انگوٹھیاں اس کی باریک اور سفید انگلیوں پر جگمگاتی رہتیں۔ تاہم جب معاملہ فرائض کی ادائیگی کا آتا، وہ خلاف دستور بے حد سنجیدہ دکھائی دینے لگتا جیسے اسے اپنے مقام اور اپنی ذمے داریوں کے تقدس کا شدید احساس ہو۔ جرح کے دوران میں اسے کسانوں کے طبقے سے تعلق رکھنے والے قاتلوں اور دوسرے ملزموں کا بھانڈا پھوڑنے میں ید طولیٰ حاصل تھا اور اگر وہ ان کے قلوب میں خود اپنے لیے احترام کے جذبات پیدا کرنے میں ناکام رہتا تو بھی وہ ان پر ایک خاص قسم کی ہیبت ضرور طاری کر دیتا۔

جب پیوتر الیچ چیف آف پولیس کے گھر میں داخل ہوا، تو وہ ہکا بکا رہ گیا: اسے فوراً اندازہ ہو گیا کہ ہر شخص کو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ کیا واردات گزر چکی ہے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ اب کسی بھی مہمان کو تاش کے کھیل میں کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی بلکہ سب لوگ ادھر ادھر کھڑے آپس میں چہ میگوئیاں کرنے میں مصروف تھے؛ خود نکولائی پارفینووچ عجلت میں خواتین سے معذرت کر چکا تھا۔ اب وہ بے حد پھرتیاں دکھا رہا اور کچھ کر دکھانے کے عزم کا اظہار کر رہا تھا۔ پیوتر الیچ کو وہاں پہنچتے ہی یہ خبر سننے کو ملی کہ سن رسیدہ فیودر پاولووچ کو واقعی اس شام قتل کیا جا چکا ہے ـــ قتل کیا اور لوٹا جا چکا ہے۔ یہ خبر کچھ ہی دیر پہلے مندرجہ ذیل انداز سے ملی تھی۔

مارفا اگناتیونا، جس کے خاوند گریگوری کو باڑ کے قریب ضرب لگا کر گرا دیا گیا تھا، اپنے بستر پر گھوڑے بیچ کر سوئی ہوئی تھی اور اگر ایک چیز نے اسے جگا نہ دیا ہوتا تو وہ صبح تک خواب خرگوش کے مزے لوٹتی رہتی۔ جس چیز نے اسے بیدار کیا تھا وہ ایک بھیانک چیخ تھی جو مرگی کے مریض سمردیاکوف کے حلق سے نکلی تھی جو ملحقہ کمرے میں بے ہوش پڑا تھا — یہ وہ چیخ تھی جو ہمیشہ حملے کے آغاز پر سمردیاکوف کے حلق سے نکلا کرتی تھی، جسے سن کر مارفا اگناتیونا پر دہشت طاری ہو جاتی تھی اور خوف سے اس کا سارا جسم لرزنے لگتا تھا۔ وہ کبھی اس کی عادی نہیں بن سکی تھی۔ ابھی اس کی آنکھ پوری طرح کھل نہیں پائی تھی کہ وہ انتہائی تیز قدموں سمردیاکوف کے کمرے میں پہنچ گئی۔ لیکن یہاں اندھیرے کا راج تھا، چنانچہ اسے نظر تو کچھ نہیں آ رہا تھا پر اتنا سنائی ضرور دے رہا تھا کہ بیمار آدمی پُرتشدد انداز سے اپنی ٹانگیں ادھر ادھر چلا رہا ہے اور بار بار کراہ رہا ہے۔ خود مارفا اگناتیونا کے منہ سے چیخ نکل گئی اور وہ اپنے خاوند کو آواز دینا چاہتی تھی کہ یک لخت اسے احساس ہوا کہ جب وہ ڈگمگاتی بستر سے باہر نکلی تھی تو اسے یوں لگا تھا جیسے گریگوری وہاں موجود نہ ہو۔ وہ واپس بستر کی طرف بھاگی، اس نے اسے سرہانے سے پائینتی تک خوب دیکھا بھالا اور ٹٹولا مگر وہ بالکل خالی تھا۔ وہ ضرور کہیں باہر چلا گیا ہو گا مگر کہاں؟ وہ سیڑھیوں کی طرف بھاگی اور ڈرتے ڈرتے اسے آوازیں دینے لگی۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اسے کوئی جواب نہ ملا، البتہ رات کے سکوت میں اسے باغیچے کے کسی دور دراز کونے سے آہوں اور کراہوں کی آوازیں ضرور سنائی دیں۔ اس کے کان کھڑے ہو گئے۔ آہیں اور کراہیں ختم نہیں ہوئی تھیں، وہ ایک بار پھر اس کے کانوں سے ٹکرانے لگیں۔ اب یہ بالکل واضح ہو چکا تھا کہ وہ باغیچے کی جانب سے ہی آ رہی تھیں۔ اس کے پریشان دماغ میں اچانک کوندے کی طرح خیال آیا۔

"خداوند، یہ تو بالکل اسی طرح کی ہیں جس طرح کسی وقت لزاویتا سمردیاکوف کے حلق سے برآمد ہوئی تھیں۔" وہ ڈرتے جھجکتے سیڑھیاں نیچے اتری اور اسے معلوم ہوا کہ باغیچے کا دروازہ کھلا پڑا ہے۔ "یہ بے چارہ جو کوئی بھی ہے، یہیں کہیں ہو گا۔" اس نے سوچا۔ وہ دروازے کے قریب پہنچی اور اسے واضح طور پر گریگوری کی آواز سنائی دی۔ وہ اسے بلا رہا تھا: "مارفا، مارفا!" اس کی آواز آئی — نحیف، کراہتی اور بھیانک۔

"خداوند، ہم پر رحم فرما!" مارفا اگناتیونا نے زیرلب کہا اور جو آواز اسے بلا رہی تھی، وہ اس کی جانب بھاگی اور یوں اس نے گریگوری کو ڈھونڈ لیا۔ وہ اسے باڑ کے قریب نہیں، جہاں اس کے سر پر ضرب پہنچا کر اسے گرایا گیا تھا، بلکہ باڑ سے کوئی بیس قدم کے فاصلے پر ملا۔ بعدازاں معلوم ہوا کہ دوبارہ ہوش میں آنے کے بعد وہ رینگنے کے قابل ہو گیا تھا اور غالب امکان یہی ہے کہ وہ خاصی دیر

تک رینگتا رہا ہو گا اور رینگنے کے عمل کے دوران میں بار بار بے ہوش ہوتا رہا ہو گا۔ جب مارفا اگناتیونا کو احساس ہوا کہ اس کا خاوند خون میں لت پت پڑا ہے، اس کے حلق سے جھٹ دل دوز چیخ نکل گئی۔ جب گریگوری کی نظر مارفا اگناتیونا پر پڑی، وہ نرم مگر غیر مربوط آواز میں بڑبڑانے لگا، "وہ اسے مار گیا ہے، وہ اپنے باپ کو مار گیا ہے! احمق کی بچی، چیخیں مارنا بند کرو... اٹھو، جلدی کرو... بلاؤ..."

لیکن مارفا اگناتیونا کے اپنے ہوش ٹھکانے نہیں آ رہے تھے اور وہ مسلسل چیخے چلائے جا رہی تھی۔ پھر اچانک اس کی نظر اپنے آقا کی کھڑکی پر پڑ گئی اور اسے احساس ہوا کہ یہ تو کھلی پڑی ہے اور اس میں سے روشنی باہر آ رہی ہے۔ چنانچہ وہ لپک جھپک اس جانب بھاگ پڑی اور وہاں پہنچ کر فیودر پاولووچ کو پکارنے لگی۔ اسے کوئی جواب نہ ملا اور وہ حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے کھڑکی کے اندر جھانکنے لگی۔ وہاں اسے ایک دہشت ناک منظر دکھائی دیا: اس کا آقا پیٹھ کے بل بے حس و حرکت فرش پر لیٹا پڑا تھا۔ اس کا ملگجا ڈریسنگ گاؤن اور سفید قمیص خون سے شرابور ہو چکی تھی۔ میز پر جو موم بتی پڑی تھی، اس کی روشنی خون اور فیودر پاولووچ کے بے جان چہرے کو منور کر رہی تھی۔ مارفا اگناتیونا مطلق خوف و ہراس کے عالم میں کھڑکی سے پیچھے ہٹ گئی، باغیچے کے بیچوں بیچ بھاگتی باہر آئی، صدر دروازے کی کنڈی کھولی اور کسی آسیب زدہ شخص کی طرح عقبی گلی میں دوڑتی، بڑبڑاتی اپنی پڑوسن ماریا کوندراتیونا کے گھر پہنچی۔ دونوں پڑوسنیں — ماں اور بیٹی — سونے کی غرض سے پہلے ہی اپنے اپنے بستروں پر لیٹ چکی تھیں لیکن مارفا اگناتیونا کی چیخ چہاڑ اور دروازے کے پٹوں پر اس کی مجنونانہ اور نہ ختم ہونے والی پُرزور دستکوں نے انہیں جگا دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھیں اور آنکھیں ملتی کھڑکی کی جانب بھاگیں۔ جو کچھ ہو چکا تھا، مارفا اگناتیونا چیختے چلاتے بے ربط انداز میں اس کا خلاصہ بیان کرنے میں کامیاب ہو گئی اور ان سے مدد طلب کرنے لگی۔ اسے محض اتفاق ہی کہیں کہ آوارہ منش فوما اس رات ان کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ انہوں نے جھٹ پٹ اسے جگایا اور چاروں اُدھر بھاگنے لگے جہاں جرم سرزد ہوا تھا۔ راستے میں مارفا اگناتیونا کو یاد آیا کہ کچھ عرصہ قبل، آٹھ اور نو بجے کے درمیان، اسے کانوں کے پردے پھاڑ دینے والی چیخ سنائی دی تھی۔ یہ اتنی بلند تھی کہ مُردوں کو بھی جگا دیتی۔ یہ وہی چیخ تھی جو جب گریگوری کے حلق سے برآمد ہوئی تھی جب دمتری فیودرووچ دیوار پر چڑھ چکا تھا اور وہ (گریگوری) اس کے پاؤں سے لپٹ چکا اور چلانے لگا تھا: "قاتل!"

"کسی نے زور سے چیخ کر کہا تھا اور پھر یہ آواز آناً فاناً بند ہو گئی تھی۔" مارفا کوندراتیونا نے دوسروں کے ساتھ دوڑتے ہوئے یاد کیا۔ جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں گریگوری پڑا تھا، تو عورتیں فوما کی مدد سے اسے اٹھا کر ملازموں کے بیرونی مکان میں لے گئیں۔ انہوں نے موم بتی جلائی اور

دیکھا کہ سمردیاکوف کا دورہ ابھی ختم نہیں ہوا، وہ ابھی تک اپنے کمرے میں پڑا فضا میں ٹانگیں چلا رہا تھا، اس کی آنکھیں الٹ پلٹ ہو رہی تھیں اور اس کے منہ سے جھاگ بہہ رہا تھا۔ انہوں نے گریگوری کا سر اور منہ پانی اور سرکے سے صاف کیے: اس پر وہ ہوش میں آ گیا اور اس نے فوراً پہلا سوال یہ کیا: ''کیا آقا ہلاک ہو گئے ہیں؟'' اس پر فوما اور تینوں عورتیں ادھر بھاگیں اور باغیچے میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ نہ صرف آقا کی کھڑکی بلکہ باغیچے کا دروازہ بھی چوپٹ کھلا پڑا ہے حالانکہ گزشتہ ایک ہفتے سے آقا خود اسے ہر رات باقاعدگی سے مقفل کرتا رہا تھا اور اس کے بعد اور تو اور، گریگوری کو بھی کسی حالت میں بھی اس پر دستک دینے کی اجازت نہیں تھی۔ کھلے دروازے کو دیکھ کر وہ سب، تینوں عورتیں اور فوما، مکان کے اندر داخل ہونے سے گھبرانے لگے، ''کہیں بعد میں کوئی پیچیدگیاں نہ پیدا ہو جائیں۔'' جب وہ واپس آئے، گریگوری نے انہیں پُرزور تاکید کی کہ وہ فوراً چیف آف پولیس کے پاس جائیں اور اسے صورتِ حال سے آگاہ کریں۔ چنانچہ جب مارفا اگناتیونا گرتی پڑتی چیف آف پولیس کے گھر پہنچی، تو وہاں پر موجود سب لوگوں کو بڑی تشویش ہونے لگی۔ وہ پیوتر الیچ سے صرف پانچ منٹ پہلے آئی تھی چنانچہ مؤخرالذکر کی حیثیت ایک تصدیقی گواہ کی بن گئی۔ اس کی کہانی محض مفروضات اور خود ساختہ نتائج کا پلندا نہیں تھی، بلکہ اس نے آگے بڑھ کر مجرم کی شناخت کے بارے میں عام رائے کی توثیق کر دی تھی۔ (ویسے جہاں تک خود اس کا اپنا تعلق تھا وہ آخری لمحات تک اپنے دل کی گہرائیوں میں بڑے استقلال سے اسے صحیح ماننے سے انکار کرتا رہا تھا۔)

فیصلہ یہ ہوا کہ کارروائی فوراً ہونا چاہیے۔ مقامی پولیس کے نائب سربراہ کو جھٹ پٹ ہدایت کی گئی کہ وہ چار غیر جانب دار گواہوں کا انتظام کرے۔ جب یہ کام ہو گیا تو مقررہ ضوابط کے تحت، جن کا میں یہاں ذکر نہیں کروں گا، انہوں نے فیودر پاولووچ کے مکان تک رسائی حاصل کی اور موقع پر تحقیقات شروع کر دیں۔ جوشیلے ڈاکٹر نے، جس نے حال ہی میں اپنے پیشے کی تربیت مکمل کرنے کے بعد سند حاصل کی تھی، چیف آف پولیس، سرکاری وکیل اور تحقیقاتی مجسٹریٹ کے ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔

میں یہاں اختصار سے کام لوں گا: فیودر پاولووچ بالکل ہلاک ہو چکا تھا، اس کی کھوپڑی ٹوٹ پھوٹ چکی تھی۔ لیکن کس چیز سے؟ غالباً اسی ہتھیار سے جس سے بعدازاں گریگوری پر حملہ کیا گیا تھا۔ اور کوئی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ انہیں وہ ہتھیار بھی مل گیا کیونکہ گریگوری نے، جسے ہر قسم کی امکانی طبی امداد فراہم کر دی گئی تھی، لڑکھڑاتے لیکن خاصے معقول انداز سے بتا دیا تھا کہ اس پر حملہ کیسے ہوا تھا۔ وہ اس (ہتھیار) کی تلاش میں ایک روشن لالٹین کے ساتھ باڑ کے قریب گئے اور

وہاں سب کی نگاہوں کے عین سامنے باغیچے کی پگڈنڈی پر کانسی کا موسل پڑا تھا۔ جس کمرے میں فیودر پاولووچ کی لاش پڑی تھی، وہاں ابتری کے کوئی خاص آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ تاہم انہیں پردوں کے پیچھے اس کے پلنگ کے پاس ایک کاروباری لفافہ پڑا ملا۔ یہ خاصا لمبا چوڑا تھا۔ اسے انہوں نے اٹھا لیا۔ اس پر لکھا ہوا تھا: ''اپنی پری وش گروشینکا کے لیے تین ہزار روبل کا حقیر تحفہ اگر وہ میرے ہاں آنے پر مائل ہو۔'' اور اس کے نیچے مزید تحریر تھا: ''اپنی کبوتری کے لیے۔'' اسے بھی غالباً فیودر پاولووچ نے خود ہی بعد میں لکھا تھا۔ لفافے پر سرخ موم کی تین بڑی بڑی مہریں ثبت تھیں، تاہم کسی نے لفافہ چاک کر دیا تھا اور اب یہ خالی تھا، اس میں سے نوٹ نکالے جا چکے تھے۔ انہیں فرش پر باریک گلابی ربن بھی مل گیا جو لفافے کے اوپر لپیٹا گیا ہوگا۔

سرکاری وکیل اور تحقیقاتی مجسٹریٹ کو پیوتر الیچ کے بیان میں ایک چیز خاص طور پر اہم معلوم ہوئی اور وہ یہ تھی: ''میرا خیال ہے،'' اس نے بتایا، ''دمتری فیودرووچ صبح ہونے سے پہلے پہلے اپنے آپ کو گولی مار لے گا۔ اس نے اپنے ان عزائم کا اظہار میرے سامنے کیا تھا اور میری نگاہوں کے سامنے اپنے پستول میں گولی بھی بھر لی تھی۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اس سلسلے میں ایک رقعہ لکھ چکا اور اپنی جیب میں ڈال چکا ہے۔ پہلے تو مجھے اس کے دعووں پر یقین نہ آیا اور میں نے اسے دھمکی دی کہ میں کسی سرکاری افسر کے پاس چلا جاؤں گا اور اسے اس کے ارادوں کے بارے میں سب کچھ بتا دوں گا تاکہ اسے خودکشی کرنے سے روکا جا سکے۔ اس پر اس نے فی الفور مجھے جواب دیا، 'تمہیں اس کا وقت ہی نہیں ملے گا۔ اور جب تم کسی کو بتاؤ گے، تب تک بہت تاخیر ہو چکی ہو گی۔'''

پیوتر الیچ کے بیان کے اس حصے کو سننے کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ انہیں بلا تاخیر مکرائی پہنچنا چاہیے تاکہ مجرم کو نہ صرف خودکشی سے روکا جا سکے بلکہ اسے گرفتار بھی کیا جا سکے۔

''اب سب کچھ واضح ہو گیا ہے، بالکل عیاں ہو گیا ہے کہ اصل میں ہوا کیا تھا،'' سرکاری وکیل جوشیلی آواز میں چلا چلا کر کہنے لگا۔ ''آپ اس قسم کے گرم مزاج شخص سے بالکل یہی توقع کر سکتے ہیں: 'مجھے کل خودکشی تو کرنا ہی ہے لیکن مرنے سے پہلے کیوں نہ جی بھر کر عیش کر لوں؟'''

میتیا نے ہمارے قصبے کی دکان سے جو ڈھیروں شراب کی بوتلیں اور دوسری اشیائے خورد و نوش خریدی تھیں، ان کی تفصیل معلوم ہونے پر سرکاری وکیل اپنی رائے میں اور بھی پختہ ہو گیا۔ ''حضرات، آپ کو وہ شخص یاد ہے جس نے تاجر اولسوفائف کو ہلاک کیا تھا؟ اس نے پندرہ سو ڈالر لوٹے تھے مگر ڈکیتی کے بعد اس نے پہلا کام کیا کیا؟ وہ اپنے بال گھونگریالے کرانے کے لیے سیدھا حجام کی دکان پر چلا گیا۔ اس نے روپیہ چھپانے کا بھی کوئی تردّد نہیں کیا تھا بلکہ حجام کی دکان سے

فارغ ہونے کے بعد اسے بڑی ڈھٹائی سے ہاتھوں میں پکڑے چھلکے کی طرف چل پڑا تھا۔"

تاہم انہیں تاخیر ہو ہی گئی کیونکہ انہیں سب سے پہلے فیودر پاولووچ کے مکان میں تحقیقات کرنا، تلاشی لینا اور معمول کی دیگر کارروائیاں سرانجام دینا تھیں۔ ان کاموں میں وقت صرف ہوتا تھا اور ہوا۔ البتہ ایک کام انہوں نے کیا۔ انہیں معلوم ہوا کہ ضلع کی دیہاتی پولیس کا سربراہ ماور یکی ماوریکیوچ شمرزوف اپنی تنخواہ وصول کرنے قصبے میں آیا ہوا ہے۔ انہوں نے اسے بلایا اور اپنی روانگی سے دو گھنٹے پیشتر مکرائی بھیج دیا۔ ماور یکی ماوریکیوچ کو ہدایت کر دی گئی کہ وہ قصبے کے حکام کے پہنچنے تک کسی قسم کے شک وشبہ کو ہوا دیے بغیر "مجرم" کی مسلسل نگرانی کرتا رہے، چند غیر جانب دار گواہوں کو اکٹھا کر لے، مقامی پولیس کو چوکس کر دے، وغیرہ وغیرہ۔ ماور یکی ماوریکیوچ نے درحقیقت بالکل یہی کچھ کیا۔ اس نے اپنی آمد کا مقصد چھپائے رکھا اور صرف جزوی طور پر تریفون بوریچ کو اپنے اعتماد میں لیا جو اس کا پرانا جاننے والا تھا۔ یہ اس سے ذرا ہی پہلے کی بات ہے جب متیا کا گیلری کی تاریکی میں ہوٹل والے سے سامنا ہوا تھا اور اسے اس کی آواز اور رویے میں اچانک تبدیلی کا احساس ہوا تھا۔ اس احتیاط کا نتیجہ یہ نکلا کہ متیا یا کسی بھی دوسرے شخص کو احساس تک نہ ہو سکا کہ اس کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ جہاں تک اس ڈبے کا تعلق ہے جس میں پستول رکھے ہوئے تھے، تریفون بوریچ اسے پہلے ہی اٹھا چکا اور کسی محفوظ جگہ چھپا چکا تھا۔ جب چیف آف پولیس، سرکاری وکیل اور تحقیقاتی مجسٹریٹ دو الگ الگ گاڑیوں میں، جن میں تین تین گھوڑے جتے ہوئے تھے، مکرائی پہنچے تو صبح کے تقریباً چار بج چکے تھے یعنی پو پھٹنے ہی والی تھی۔ ڈاکٹر فیودر پاولووچ کے مکان میں ہی ٹھہرا رہا کیونکہ اس نے اگلے روز مقتول کی لاش کا پوسٹ مارٹم کرنا تھا؛ تاہم اسے جس چیز میں خاص طور پر دلچسپی تھی، وہ سمردیاکوف کی بیماری تھی۔ "مرگی کے اتنے شدید اور طویل دورے، جو تقریباً اڑتالیس گھنٹوں کے دوران میں بار بار وقوع پذیر ہوں، شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتے ہیں: طبی اعتبار سے یہ بالکل نایاب ہیں؛" اس نے جوش وخروش کے عالم میں اپنے ان رفقائے کار کو بتایا جو مکرائی جا رہے تھے۔ اس کی بات سن کر وہ سب ہنس پڑے اور اس کی اس دریافت پر اسے مبارک باد دینے لگے۔ ضمناً سرکاری وکیل اور تحقیقاتی مجسٹریٹ نے ڈاکٹر کے اس دعوے پر خاص طور پر توجہ دی کہ سمردیاکوف صبح تک زندہ نہیں رہے گا۔

اس طویل مگر ضروری وضاحت کے بعد ہم اپنی کہانی کے اس مقام کی طرف دوبارہ لوٹتے ہیں جہاں ہم نے اسے پچھلی کتاب کے آخر میں چھوڑا تھا۔

3

عقوبتوں میں روح کا سفر(۷۸): پہلی عقوبت

اور چنانچہ متیا بیٹھ گیا اور وحشت زدہ نگاہوں سے انہیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا؛ جو کچھ اس سے کیا جا رہا تھا وہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اچانک وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا، اس نے اپنے بازو بلند کیے اور چیخ چیخ کر کہنے لگا:

"میں نے کوئی جرم نہیں کیا! اس کے خون بہانے کا جرم میں نے نہیں کیا! میں نے اسے ہلاک نہیں کیا... میں چاہتا ضرور تھا لیکن میں نے کیا نہیں! یہ میں نہیں تھا!"

لیکن جونہی اس نے اپنی بات ختم کی، گروشینکا پردے کے پیچھے سے بھاگتی آئی اور بے اختیار چیف آف پولیس کے قدموں پر گر پڑی۔

"یہ سارا میرا قصور ہے!" اس نے دل دوز آواز میں چیختے ہوئے کہا، اس کے چہرے پر آنسوؤں کا سیلاب بہہ رہا تھا اور وہ ان کی جانب اپنے بازو پھیلائے کھڑی تھی۔ "قصوروار میں ہوں، میں ہی وہ کمبخت، قسمت کی ماری ہوں جس سے اصلاً جرم سرزد ہوا! اس نے میری وجہ سے اسے قتل کیا ہے... یہ میں ہی تھی جو اسے ستاتی، تنگ کرتی اور انگلیوں پر نچاتی رہی، اور یوں میں نے ہی اسے جرم کرنے پر مجبور کر دیا۔ میں بغض کے سبب بوڑھے کو بھی ذہنی اذیتیں پہنچاتی رہی، خداوند اس پر رحم فرمائے! مجھ پر ہی اس کی ذمے داری عائد ہوتی ہے! خطاکار میں ہوں، اس کا آغاز مجھی سے ہوا تھا، مجرم میں ہوں، الزام مجھی پر آتا ہے!"

"ہاں، تم مجرم ہو!" ایک پولیس آفیسر نے دہاڑتے اور اس کی جانب مکا لہراتے ہوئے کہا۔ "اصلی مجرم تمہیں ہو! تم بدکار ہو، فاحشہ ہو، تم ہی اصلی مجرم ہو۔" لیکن اسے فوراً اور کسی قسم کے رکھ رکھاؤ کے بغیر خاموش کرا دیا گیا۔ سرکاری وکیل نے اسے اپنے بازوؤں میں پکڑ لیا۔

"میخائیل مکارووچ، آپ جو کچھ کر رہے ہیں، وہ قواعد کے بالکل خلاف ہے؛" اس نے چلاتے اور تقریباً ہانپتے ہوئے کہا۔ "آپ جان بوجھ کر تحقیقات میں رکاوٹ پیدا کر رہے ہیں... آپ ہر چیز کا ستیاناس کر رہے ہیں..."

"ہمیں قواعد کے مطابق کارروائی کرنا چاہیے، ہمیں ضابطوں کی پابندی کرنا چاہیے؛" نکولائی پارفینووچ نے بھی غصے سے لال پیلے ہوتے ہوئے کہا، "ورنہ بڑی گڑبڑ ہو جائے گی..."

"اگر آپ نے مقدمہ چلانا ہی ہے تو ہم دونوں پر چلائیں!" گروشینکا مجنونانہ انداز میں کہتی

رہی۔ وہ ابھی تک اپنے گھٹنوں پر جھکی ہوئی تھی۔ "ہم دونوں کو اکٹھے سزا دلائیں۔ میں اس کے ساتھ پھانسی پر بھی چڑھنے کے لیے تیار ہوں!"

"گروشا، جانِ من، جانِ تمنا! میری انمول گروشا!" متیا اس کے قریب دو زانو ہو گیا اور اس نے اسے کس کر بازوؤں میں بھینچ لیا۔ "اس کی بات کا اعتبار نہ کریں،" وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا۔ "اس نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا، اس نے نہ تو کسی کا خون بہایا ہے اور نہ اس نے کوئی اور قابلِ گرفت حرکت کی ہے!"

متیا نے بعد ازاں یاد کرتے ہوئے کہا کہ اسے متعدد لوگوں نے گھسیٹ کر زبردستی گروشینکا سے الگ کر دیا تھا۔ اسے تو وہ فوراً باہر لے گئے اور اس کے بعد اس نے اپنے آپ کو ایک میز کے سامنے بیٹھے ہوئے پایا۔ اس کے آس پاس اور پیچھے وردیوں میں، جن پر کانسی کے فیتے لگے ہوئے تھے، ملبوس لوگ کھڑے تھے۔ تحقیقاتی مجسٹریٹ نکولائی پارفینووچ اس کے سامنے میز کی دوسری جانب دیوان پر بیٹھا ہوا تھا اور اسے گلاس سے، جو میز پر رکھا ہوا تھا، پانی پینے کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ "اس سے تم تازہ دم ہو جاؤ گے اور تمہارے اعصاب پُرسکون ہو جائیں گے، ڈرو مت، گھبراؤ مت۔" وہ انتہائی شائستہ لہجے سے اپنی بات بار بار دہراتا رہا۔ تاہم متیا، جیسا کہ اس نے بعد میں یاد کرتے ہوئے کہا، اس کی بھاری بھرکم انگوٹھیوں سے بالکل مسحور ہو کر رہ گیا تھا جن میں سے ایک میں یاقوت اور دوسری میں کوئی چمکتا دمکتا، صاف شفاف، زرد پتھر، جو اپنی آب و تاب سے نگاہوں کو خیرہ کیے دے رہا تھا، جڑا ہوا تھا۔ بعد ازاں اسے یاد آیا اور اس پر اسے اچنبھا بھی ہوا کہ کس طرح پوچھ گچھ کے طویل اور بھیانک لمحات کے دوران میں پورا عرصہ اس کی نظریں ناقابلِ مزاحمت طور پر ان پر ٹکی رہی تھیں اور پتا نہیں کیوں وہ کوشش کے باوجود انہیں وہاں سے ہٹا نہیں پا رہا تھا اور نہ وہ ان انگوٹھیوں کو، جن کا اس کی موجودہ مشکل صورت حال سے کوئی تعلق نہیں بنتا تھا، نظرانداز کر پا رہا تھا۔ اب سرکاری وکیل اس کی بائیں جانب بیٹھ گیا جہاں گزشتہ رات ماکسی موف براجمان رہا تھا جبکہ اس کے دائیں جانب کی نشست، جہاں گروشینکا بیٹھی رہی تھی، ایک گلابی گالوں والے نوجوان نے سنبھال لی۔ یہ نوجوان شکاری کوٹ میں ملبوس تھا اور اس کی ظاہری حالت بتا رہی تھی کہ اس نے کبھی اچھے دن دیکھے ہوں گے۔ جب وہ بیٹھ چکا، اس کے سامنے اچانک ایک قلم دان اور چند کاغذات نمودار ہو گئے۔ عقدہ یہ کھلا کہ وہ مجسٹریٹ کا کلرک ہے اور وہی اسے اپنے ساتھ لایا ہے۔ رہ گیا چیف آف پولیس، وہ اب کمرے کے بعید ترین کونے میں کھڑا تھا۔ کالگانوف وہیں اس کھڑکی کے پاس ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"کچھ پانی پی لو!" تحقیقاتی مجسٹریٹ نے کوئی دسویں بار کہا۔

"حضرات، میں پہلے ہی پی چکا ہوں، بالکل پی چکا ہوں... خیر!... چھوڑیں اسے... حضرات، آپ نے، آپ نے جو کچھ کرنا ہے، جلدی جلدی کر ڈالیں۔ مجھے سزا سنا دیں، میری قسمت کا فیصلہ کر دیں!" متیا نے جذبات سے بے قابو ہو کر کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ مجسٹریٹ کو خالی خالی، عجیب اور ڈراؤنے انداز سے غیر متحرک نگاہوں کی ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔

"تو تم پورے وثوق سے کہہ رہے ہو کہ تم اپنے باپ فیودر پاولووچ کی موت کے مجرم نہیں ہو؟" مجسٹریٹ نے نرم و ملائم مگر مستحکم لہجے سے پوچھا۔

"نہیں! مجھ سے کسی دوسرے شخص، کسی دوسرے معمر آدمی کا خون بہانے کا جرم ضرور سرزد ہوا ہے، لیکن میں نے اپنے باپ کا خون بالکل نہیں بہایا۔ اور مجھے بے انتہا ندامت ہو رہی ہے کہ میں نے اس کو قتل کر ڈالا، اس بوڑھے شخص کو مار ڈالا، میں نے اس پر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا... لیکن یہ سراسر ناانصافی ہے کہ مجھے اس کا خون بہانے کے جرم میں سزا دینے کی بجائے کسی اور کا بھیانک انداز سے خون بہانے کے جرم میں سزا دی جائے... حضرات، آپ لوگ مجھ پر جو الزام لگا رہے ہیں وہ بالکل مضحکہ خیز، لغو اور بعید از عقل ہے، میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھ پر اس قسم کا الزام لگایا جائے گا۔ خدارا کوئی تو مجھے بتائے کہ میرے باپ کا قاتل کون ہو سکتا ہے، کس نے اسے قتل کیا ہو گا؟ اگر میں نے اسے قتل نہیں کیا، پھر کس نے کیا ہو گا؟ یہ پُراسرار بات ہے، معما ہے، یہ مضحکہ خیز ہے، یہ ناقابلِ تصور ہے!"

"ہاں، میں بھی سوچ رہا ہوں قتل کس نے کیا ہو گا..." مجسٹریٹ نے کہنا شروع کیا لیکن سرکاری وکیل ایپولیت کیریلووچ (وہ تھا تو معاون سرکاری وکیل لیکن اختصار کی خاطر ہم اسے سرکاری وکیل ہی کہیں گے) نے مجسٹریٹ کے ساتھ نگاہوں کا تبادلہ کرنے کے بعد متیا کی جانب متوجہ ہو کر کہا:

"تمہیں بوڑھے ملازم گریگوری واسیلیف کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ زندہ ہے اور اتنی ضربیں کھانے کے باوجود دوبارہ ہوش میں آ گیا ہے جو اس کی اور تمہاری اپنی شہادت کی رُو سے تم نے اسے پہنچائی تھیں اور نظر کچھ یہی آتا ہے کہ وہ اپنی چوٹوں سے جان بر ہو جائے گا، کم از کم ڈاکٹر تو یہی کہتا ہے۔"

"وہ زندہ ہے؟ خدایا، وہ زندہ ہے!" متیا نے اچانک اپنی مٹھیاں بھینچتے اور گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ اس کا سارا چہرہ جگمگا اٹھا۔ "خداوند، میں اس کے لیے تمہارا شکر ادا کرتا ہوں۔ یہ عظیم ترین معجزہ ہے جو تم نے میری دعاؤں کے جواب میں میرے لیے، ایک بد اور گنہگار آدمی کے لیے کر دکھایا ہے!... ہاں، ہاں، میری دعاؤں کے جواب میں، میں ساری رات دعائیں مانگتا رہا تھا..." اور اس

نے تین مرتبہ اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔ اس کی سانس بالکل پھول چکی تھی۔

"مگر گریگوری نے ایسی شہادت فراہم کی ہے جو اتنی اہم ہے کہ..." سرکاری وکیل نے کہنا شروع کیا لیکن متیا اپنی کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور خود بولنے لگا:

"حضرات، قطع کلامی کی معافی چاہتا ہوں۔ میری آپ سے صرف اتنی درخواست ہے کہ آپ مجھے ایک سیکنڈ، صرف ایک سیکنڈ کے لیے اجازت دے دیں کہ میں بھاگ کر ذرا اس (گروشینکا) سے مل آؤں..."

"بالکل نہیں! فی الحال تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا!" نکولائی پارفینووچ نے بھی اپنی نشست سے اچھل کر کھڑے ہوتے اور تقریباً پورے گلے سے چیختے ہوئے کہا۔ جن اشخاص نے اپنی وردیوں پر بیج سجا رکھے تھے، انہوں نے متیا کو دبوچ لیا مگر وہ اپنی مرضی سے دوبارہ بیٹھ گیا۔

"حیف، صد حیف! حضرات، میں اسے صرف ایک ثانیے کے لیے ملنا چاہتا تھا... میں اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ خون، جس نے ساری رات مجھے اذیت میں مبتلا رکھا تھا، اب دھل چکا ہے، ناپید ہو چکا ہے، میں اب قاتل نہیں ہوں۔ حضرات، آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ وہ اب میری منگیتر ہے!" وہ اچانک مسرت سے جھومتے اور ہر شخص کو باری باری احترام سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "آخ، حضرات، میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں! آپ لوگوں نے مجھے نئی زندگی دی ہے، آپ حضرات مجھے موت کے منہ سے نکال لائے ہیں... آپ لوگوں کو کچھ اندازہ ہے کہ ابھی میں تین سال کا تھا کہ سب لوگوں نے مجھ سے منہ موڑ لیا تھا مگر اس بوڑھے شخص نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ وہ مجھے بازوؤں میں اٹھائے اٹھائے پھرتا، مجھے ناند میں بٹھلا کر نہلایا کرتا اور مجھے اصلی باپ کا پیار دیا کرتا تھا!..."

"اور چنانچہ تم نے..." مجسٹریٹ نے کہنا شروع کیا۔

"حضرات، مجھے ایک منٹ اور عطا کر دیں،" متیا نے دونوں کہنیاں میز پر ٹکاتے اور چہرہ ہاتھوں میں چھپاتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔ "حضرات، مجھے اتنا موقع دیں کہ میں اپنے خیالات مجتمع کر سکوں اور اپنی سانس بحال کر سکوں۔ جو کچھ ہوا ہے مجھے اس سے سخت دھچکا پہنچا ہے، سخت دھچکا پہنچا ہے! آدمی کوئی ڈھول تو نہیں کہ آپ جب جی چاہے اسے پیٹنا شروع کر دیں۔"

"تم ایک بار پھر کچھ پانی کیوں نہیں پی لیتے؟" نکولائی پارفینووچ بڑبڑایا۔

متیا نے چہرے سے ہاتھ اٹھا لیے اور کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی اور اچانک یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کی جون بدل گئی ہو۔ اس کا سارا خارجی طرزِ عمل بالکل مختلف ہو گیا۔ یہاں ایک ایسا شخص بیٹھا تھا جو ان تمام لوگوں کا، جو اس کے ماضی کے واقف کار تھے، یوں

سامنا کر رہا تھا جیسے وہ دوبارہ اس کے برابر کے ہو گئے ہوں، جیسے وہ سب شام کو کوئی سماجی تقریب منانے کے لیے اکٹھے ہو گئے ہوں اور ابھی تک کوئی خاص واقعہ رونما نہ ہوا ہو۔ یہاں چلتے چلتے مجھے یہ عرض کرنے کی اجازت دیں کہ جب متیا پہلی مرتبہ ہمارے قصبے میں وارد ہوا تھا، تو چیف آف پولیس نے اپنے گھر میں اس کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا تھا لیکن حال ہی میں، خاص طور پر گزشتہ مہینے کے دوران میں، متیا نے عملاً اس کے گھر جانا چھوڑ دیا تھا اور اگر کبھی کبھار گلی وغیرہ میں ان کا آمنا سامنا ہو جاتا تو چیف آف پولیس کی غصے سے بھویں تن جاتیں اور وہ اس کے سلام کا جواب بھی بمشکل دے پاتا۔ یہ وہ نکتہ تھا جو متیا نے آناً فاناً بھانپ لیا۔ رہا سرکاری وکیل، تو اس سے اس کی واقفیت اور بھی کم تھی، تاہم وہ گاہے بگاہے اس کی بیوی کو، جو بیماری، خبطی اور اعصاب زدہ عورت تھی، ملنے ضرور چلا جاتا تھا اور اس کے ساتھ نہایت شائستگی سے پیش آتا تھا۔ وہ اس عورت سے ملنے کیوں جاتا تھا، اس کی وہ صحیح صحیح توجیہہ نہیں کر سکتا تھا، تاہم وہ جب بھی جاتا، وہ اس کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتی اور کسی سبب آخر تک اس میں دلچسپی کا اظہار کرتی رہی۔ جہاں تک مجسٹریٹ کا تعلق ہے، اس سے اس کا رسمی تعارف تو نہیں ہوا تھا لیکن دونوں کی اتفاقیہ ملاقاتیں ہو چکی تھیں اور ایک دو مرتبہ تو وہ آپس میں ہم کلام بھی ہو چکے تھے، دونوں بار ان کی گفتگو کا موضوع عورتیں تھیں۔

"نکولائی پارفینووچ، میں اتنا بتا سکتا ہوں کہ آپ انتہائی مشاق تفتیشی افسر ہیں،" متیا نے کہنا شروع کیا اور اچانک شگفتہ روئی سے کھلکھلا کر ہنس پڑا، "تاہم میں آپ کا کام آسان بنا رہا ہوں... حضرات، مجھے نئی زندگی ملی ہے اور اس بات کا برا نہ مانیں میں آپ سے منہ پھٹ انداز سے اور براہِ راست مخاطب ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے یہ اقرار کرنے میں کوئی باک نہیں کہ میں ذرا نشے میں ہوں۔ نکولائی پارفینووچ، مجھے یاد پڑتا ہے کہ مجھے آپ سے اپنے رشتے دار مائی اوسف کے گھر ملنے کا شرف... شرف حاصل ہو چکا ہے... حضرات، حضرات، مجھے معلوم ہے کہ میں آپ کے رحم و کرم پر ہوں، یہ مت خیال کریں کہ میں اپنے آپ کو جس صورت حال میں پا رہا ہوں، میں اسے سمجھتا نہیں۔ مجھے اس قسم کا کوئی زعم نہیں کہ میں اس وقت آپ کے برابر ہوں... جس شخص نے مجھ پر الزام لگایا ہے اگر وہ گریگوری ہے... پھر واقعی مجھ پر شبہ — ظاہر ہے مجھ پر شبہ ہونا ہی چاہیے! میں صورت حال کی گھمبیرتا کو سمجھتا ہوں — مجھے غلط نہ سمجھیں۔ لیکن حضرات، اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں، میں تیار ہوں اور میرا خیال ہے کہ ہم یہ معاملہ چند منٹوں میں حل کر لیں گے کیونکہ، دیکھیں حضرات، آپ جانتے ہیں... آئیں، ہم اس حقیقت کا سامنا کریں: اگر مجھے معلوم ہے کہ میں مجرم نہیں ہوں، پھر ہم یہ معاملہ چشم زدن میں سلجھا لیں گے، نپٹا لیں گے، آپ کا کیا خیال

ہے؟ کیا ایسا نہیں؟"

متیا بہت بول رہا تھا، تیزی دکھا رہا تھا، گھبرایا ہوا تھا، اس کی باتوں کا کوئی انت نہیں تھا اور وہ اپنے سامعین کے ساتھ یوں پیش آ رہا تھا جیسے وہ اس کے بہترین دوست ہوں۔

"چنانچہ فی الحال ہم لکھ لیتے ہیں کہ تم پر جو الزام لگایا گیا ہے، تم اسے مطلق جھٹلاتے ہو، اس سے قطعی انکار کرتے ہو،" نکولائی پارفینووچ نے رعب دار آواز سے کہا اور پھر اپنے سیکرٹری کی طرف متوجہ ہو کر اسے زیرِ لب بتانے لگا کہ اسے کیا لکھنا ہے۔

"لکھنا چاہتے ہیں؟ آپ اسے لکھنا چاہتے ہیں؟ بہت اچھا، اگر آپ لکھنا ہی چاہتے ہیں پھر بے شک لکھ لیں، میں اپنی رضامندی کا اظہار کرتا ہوں، حضرات، میں آپ سے پوری طرح متفق ہوں... صرف... ادھر دیکھیں... ٹھہریں، ٹھہریں، اس طرح لکھیں: 'اس پر تشدد کا جرم بنتا ہے، اس نے بے چارے بوڑھے کو شدید چوٹیں پہنچائی ہیں، اس پر اس چیز کا جرم بنتا ہے۔' خیر، میں اپنے دل کی گہرائیوں میں اپنے آپ کو مجرم گردانتا ہوں ــــ لیکن اسے ضبطِ تحریر میں لانے کی ضرورت نہیں،" وہ اچانک کلرک کی جانب متوجہ ہوا، "حضرات، اس کا تعلق آپ سے نہیں بلکہ میری نجی زندگی سے بنتا ہے۔ میرا مطلب 'دل کی گہرائیوں' سے ہے... لیکن رہا میرے باپ کے قتل کا معاملہ ــــ میں عرض کیے دیتا ہوں کہ اس کا مجرم میں نہیں! یہ خیال ہی لغو اور مضحکہ خیز ہے! کاملاً لغو اور مضحکہ خیز ہے... میں اپنی بے گناہی آپ پر ثابت کر دوں گا اور آپ کو اسے سمجھنے میں بالکل کوئی دیر نہیں لگے گی۔ حضرات، آپ کو مجھ پر جو شک ہو رہا ہے، اس پر آپ کو خود ہی ہنسی آ جائے گی اور آپ قہقہے لگانے پر مجبور ہو جائیں گے!..."

"دمتری فیودورووچ، ذرا دھیرج سے کام لو،" مجسٹریٹ نے اسے یوں تلقین کرتے ہوئے کہا جیسے وہ اپنے پُرسکون اور پُر اطمینان انداز سے اس مضطرب اور بدحواس شخص پر اپنے اختیارات کا ٹھپا لگانا چاہتا ہو۔ "اپنی اس تفتیش کو آگے بڑھانے سے پہلے میں تمہارے منہ سے، بشرطیکہ تم جواب دینے پر آمادہ ہو، اس حقیقت کی تصدیق سننا چاہتا ہوں کہ تمہارے اور مرحوم کے باہمی تعلقات بے حد کشیدہ تھے اور تم ایک دوسرے کو سخت ناپسند کرتے تھے، اور یہ کہ تم دونوں کے مابین ایک قسم کا مستقل تنازعہ چل رہا تھا۔ درحقیقت تم پر الزام یہ بنتا ہے کہ صرف پندرہ منٹ پہلے تم نے اعلان کیا تھا کہ تم اسے ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ 'میں نے اسے ہلاک کیا تو نہیں لیکن کرنا ضرور چاہتا تھا:' تم نے چلاتے ہوئے کہا تھا۔"

"کیا میں نے واقعی یہ بات چلا کر کہی تھی؟ خیر، حضرات، ممکن ہے میں نے کہا ہو۔ رونا تو یہی ہے میں اسے ایک بار نہیں بلکہ کئی بار ہلاک کرنا چاہتا تھا... بدقسمتی سے یہ بات سچ ہے!"

"تو تم اسے ہلاک کرنا چاہتے تھے؟ واقعی کرنا چاہتے تھے؟ براہِ کرم تم اتنا بتانے کی زحمت گوارا کرو گے کہ تمہیں اپنے باپ سے جو اتنی شدید نفرت تھی، اس کی صحیح صحیح وجوہ کیا تھیں؟"

"حضرات، بتانے کے لیے ہے ہی کیا؟" متیا نے آزردگی سے اپنا سر جھکا لیا اور کندھے جھٹکا دیے۔ "بہرحال جو میں محسوس کرتا ہوں، اسے میں نے چھپانے کی کبھی کوشش نہیں کی، اس بارے میں بچہ بچہ جانتا ہے ــــ مے خانے میں آنے والا ہر شخص جانتا ہے۔ میں نے اپنے اس ارادے کا اظہار حال ہی میں خانقاہ میں ستارتس زوسیما کے حجرے میں بے دھیانی سے کر دیا تھا... اسی شام میں نے اپنے باپ پر حملہ کر دیا تھا اور اسے تقریباً ہلاک کر دیا تھا، اور میں نے قسم کھائی تھی کہ میں واپس آؤں گا اور اسے ہلاک کر کے ہی دم لوں گا۔ یہ بات میں نے گواہوں کی موجودگی میں کہی تھی... افسوس، ایک ہزار گواہوں کے سامنے! میں پورے ایک مہینہ اس بارے میں بک بک کرتا رہا تھا، اس بات کے بے شمار لوگ گواہ ہیں... اس بارے میں کسی کو اختلاف ہو ہی نہیں سکتا، اس میں ذرا بھی شک و شبہے کی گنجائش نہیں۔ مگر جہاں تک جذبات کا تعلق ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ میرے جذبات بالکل مختلف معاملہ ہیں۔ دیکھیں، حضرات،" متیا کی پیشانی شکن آلود ہو گئی، "آپ لوگوں کو مجھ سے میرے جذبات کے بارے میں سوال کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ آپ نے اپنا فرض ادا کرنا ہے اور یہ بات میں سمجھتا ہوں لیکن یہ میرا معاملہ ہے، میرا ذاتی معاملہ ہے، اس سے کسی اور کا کوئی تعلق نہیں بنتا، قطعاً نہیں بنتا، تاہم... چونکہ میں نے اپنے جذبات پہلے بھی نہیں چھپائے تھے... مثلاً میں مے خانے میں ان کے بارے میں ہر کس و ناکس کو بتاتا پھرا... مجھے اب بھی انہیں راز میں نہیں رکھنا چاہیے۔ حضرات، آپ کو معلوم ہے کہ اس مقدمے میں میرے خلاف زبردست شہادت موجود ہے، میں سبھی کو بتاتا پھرتا رہا ہوں کہ میں اسے ہلاک کر کے رہوں گا اور اب ہوتا کیا ہے: کوئی اور شخص اچانک آتا ہے اور اسے ہلاک کر دیتا ہے، لیکن جو حالات ہیں، ان میں سب یہی سمجھنے لگتے ہیں کہ قاتل میرے سوا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرات، مجھے اس سلسلے میں آپ سے کوئی شکایت نہیں۔ میں سچ عرض کر رہا ہوں مجھے واقعی کوئی شکایت نہیں۔ میں تو خود اس الجھن میں پھنسا ہوا ہوں کہ اگر میں نے اسے ہلاک نہیں کیا، پھر اس روئے زمین پر وہ کون ذات شریف ہو سکتا ہے جس نے اسے ہلاک کیا ہو گا؟ کیا یہ ٹھیک نہیں؟ اگر یہ میں نہیں تھا، پھر وہ کون تھا؟ حضرات،" اس نے اچانک آواز بلند کرتے ہوئے کہا، "میں جاننا چاہتا ہوں، میں درحقیقت آپ حضرات سے مطالبہ کرتا ہوں کہ مجھے بتایا جائے: وہ کہاں ہلاک ہوا؟ کیسے ہلاک ہوا؟ کس چیز سے ہلاک ہوا؟ مجھے بتائیں،" اس نے اپنی نگاہیں سرکاری وکیل سے مجسٹریٹ کی طرف گھماتے ہوئے تیزی سے کہا۔

Scanned with CamScanner

''ہمیں وہ اپنے سٹڈی روم میں فرش پر پڑا ملا تھا، اس کا چہرہ اوپر کی جانب تھا اور اس کی کھوپڑی پاش پاش ہو چکی تھی،'' سرکاری وکیل نے کہا۔

''حضرات، یہ تو بڑا بھیانک منظر ہے!'' میتیا اچانک کپکپانے لگا۔ اس نے اپنی کہنیاں میز پر جھکائیں اور دائیں ہاتھ میں اپنا سر چھپالیا۔

''ہماری گفتگو جاری رہنا چاہیے،'' نکولائی پارفینووچ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے دل میں یہ نفرت کے جذبات کیوں پیدا ہوئے؟ مجھے یقین ہے تم نے علانیہ کہا تھا کہ ان کا باعث حسد تھا؟''

''ہاں، خیر، حسد، لیکن محض حسد نہیں۔''

''روپے پیسے کے بارے میں تنازعات؟''

''ہاں، روپے پیسے کے بارے میں بھی۔''

''میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ تم دونوں میں تین ہزار روبلوں کے متعلق بھی جھگڑا ہوا تھا جو مبینہ طور پر تمہارے ترکے کا حصہ بنتے تھے لیکن تمہیں دیے نہیں گئے تھے۔''

''تین ہزار؟ ہونہہ! تین ہزار نہیں، ان سے کہیں زیادہ، کہیں زیادہ،'' میتیا پھٹ پڑا۔ ''چھ ہزار سے زیادہ، شاید دس ہزار سے بھی زیادہ! میں ایک ایک شخص کو اس بارے میں بتا چکا ہوں، ہر شخص اس کے متعلق مجھے بات کرتے سن چکا ہے! تاہم میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ میں اپنے دعاوی میں تخفیف کر دوں گا اور انہیں تین ہزار تک لے آؤں گا۔ مجھے تین ہزار کی اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ لفافے میں جو تین ہزار کی رقم تھی، اس کے متعلق میں سمجھتا تھا کہ وہ عملاً میرے ترکے سے چرائی گئی ہے اور اس پر صرف میرا حق بنتا ہے۔ ویسے مجھے معلوم تھا کہ وہ یہ رقم گروشینکا کو دینا چاہتا ہے اور جس لفافے میں اس نے یہ رقم بند کر رکھی ہے، اسے ہر وقت تکیے کے نیچے رکھتا ہے۔''

سرکاری وکیل نے مجسٹریٹ کو معنی خیز نظروں سے دیکھا اور دزدیدہ انداز سے اسے آنکھ ماری۔

''ہم اس موضوع پر بعد میں بات کریں گے،'' مجسٹریٹ نے بلاتاخیر کہا۔ ''فی الحال مجھے اتنی اجازت دو کہ میں اس نکتے کو لکھا دوں: اس لفافے میں جو رقم تھی، تمہارا خیال تھا اس پر عملاً تمہارا حق بنتا ہے۔''

''لکھیں، حضرات، ضرور لکھیں۔ مجھے اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہے کہ آپ کو یہ میرے خلاف ایک اور شہادت مل گئی ہے لیکن میں نہ تو کسی شہادت سے اور نہ اپنے خلاف کسی گواہی دینے والے سے خائف ہوں۔ سنا آپ نے؟ — اپنے خلاف! حضرات، معلوم ہوتا ہے کہ میں اصل میں جو کچھ ہوں، آپ کو اس کے متعلق کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے، میں دراصل جو کچھ ہوں آپ مجھے اس سے بالکل

مختلف آدمی سمجھ رہے ہیں،'' اس نے اچانک پژمردہ ہو کر کہا۔ ''آپ لوگ ایک غیرت مند آدمی سے، بلند ترین غیرت والے شخص سے، گفتگو کر رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر — اور یہ بات کبھی فراموش نہ کریں — ایک ایسے شخص سے، جس نے اگرچہ بے شمار برے کام کیے ہیں لیکن وہ داخلی طور پر، اپنے دل کی گہرائیوں میں، فطرتاً انتہائی باغیرت آدمی رہا ہے اور اب تک ہے، خیر، ایک لفظ میں — سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنی بات کیسے بیان کروں... صحیح صحیح بالکل یہی وجہ ہے کہ میں اپنی ساری زندگی کے دوران میں ذہنی اذیتیں بھگتتا رہا ہوں کیونکہ میں غیرت مند بننے کی آرزو کرتا رہا ہوں۔ یا یوں کہیں کہ میں شہیدِ غیرت ہوں اور دیوجانس (79) کی طرح چراغ پکڑ کر اسے ڈھونڈنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ لیکن، حضرات، میں اس کے ساتھ یہ بھی کہوں گا کہ باقی سب لوگوں کی طرح میں نے پوری زندگی غلاظت میں لوٹنے پوٹنے کے سوا کچھ نہیں کیا... میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں، میرا مطلب سب لوگ نہیں تھے بلکہ میں کہنا یہ چاہتا تھا بلکہ صرف میں غلاظت میں دھکولتا رہا، صرف میں — دراصل میری زبان غوطہ کھا گئی تھی، صرف میں، میں اکیلا... حضرات، درد سے میرا سر پھٹا جا رہا ہے۔'' اسے اپنی اس تکلیف پر جھرجھری آ گئی۔ ''حضرات، مجھے اس کی شکل صورت سے نفرت تھی، اس میں کوئی ایسی بات تھی جس سے آدمی کو گھن آنے لگتی ہے۔ اس کی شیخیاں، اس کی خودستائیاں، اس کی تمام مقدس اشیا کے متعلق لاپروائی، اس کی استہزائی ہنسی اور اس کی بے دینی، یہ سب باتیں نجس اور غلیظ تھیں، محض نجس اور غلیظ۔ مگر اب جب کہ وہ اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکا ہے، میں مختلف انداز سے سوچنے لگا ہوں۔''

'''مختلف انداز سے' سے تمہارا مطلب کیا ہے؟''

''مختلف انداز سے نہیں، بلکہ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میں جو اس سے اتنی نفرت کرتا رہا ہوں، اس پر اب مجھے افسوس ہو رہا ہے۔''

''تمہیں ندامت ہو رہی ہے؟''

''نہیں، اسے صحیح معنوں میں ندامت نہیں کہنا چاہیے، اسے مت لکھیں۔ حضرات، میں خود کوئی فرشتہ نہیں ہوں، میں خاص طور پر اتنا خوش شکل بھی نہیں، اس لیے آپ کو یا مجھے اسے ناپسندیدہ یا قابلِ نفرت گرداننے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ یہی ساری بات ہے! اگر آپ چاہیں تو اسے لکھ سکتے ہیں۔''

اتنا کہنے کے بعد میتیا اچانک بہت افسردہ ہو گیا۔ یوں یوں مجسٹریٹ کے سوالوں کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا، توں توں اس کی افسردگی اور چڑچڑے پن میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ عین اسی دوران میں ایک اور غیر متوقع واقعہ رونما ہو گیا۔ اگرچہ گروشینکا کو باہر لے جایا جا چکا تھا، لیکن وہ اسے کوئی زیادہ

دور بھی نہیں لے گئے تھے، اسے نچلے کمرے سے، جہاں تفتیش ہو رہی تھی، صرف ایک کمرا چھوڑ کر اگلے کمرے میں پہنچایا گیا تھا۔ یہ دوسرا کمرا چھوٹا تھا، اس میں صرف ایک کھڑکی تھی اور یہ اس بڑے کمرے سے مِن ملحق تھا جہاں گزشتہ رات ناچ ہوتا، شراب نوشی کی جاتی اور زبردست ہلا گلا بپا ہوتا رہا تھا۔ وہاں وہ اکیلی بیٹھی ہوئی تھی سوائے اس کے کہ ماکسی موف وہاں موجود تھا اور اس کا اپنا حال پتلا ہو رہا تھا۔ کچھ یوں نظر آ رہا تھا جیسے وہ اپنے ہوش و حواس سے عاری ہو چکا ہو اور اب اس کے ساتھ یوں چمٹا ہوا تھا جیسے وہ اس کی موجودگی میں مکتی تلاش کر رہا ہو۔ ان کے کمرے کے دروازے پر جو شخص کھڑا تھا، اس کے سینے پر کانسی کا بیج آویزاں تھا۔ گروشینکا روئے جا رہی تھی، پھر اس کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ اس کے لیے اپنا غم، جو اس کا گلا گھونٹے جا رہا تھا، مزید برداشت کرنا ناممکن ہو گیا۔ اس نے اپنے بازو پھیلائے، دکھ کی زبردست چیخ ماری اور اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر "لعنت ہو مجھ پر، لعنت ہو مجھ پر!" چلاتی اتنے غیر متوقع انداز سے اپنے کمرے سے باہر اس کی، اپنے متیا کی، جانب بھاگی کہ کسی کو اسے روکنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ متیا نے جب اس کی چیخ سنی، اس کے سارے جسم میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ جست لگا کر اٹھا، خود چیخ ماری اور سرپٹ اس کی طرف بھاگ پڑا۔ لیکن ایک بار پھر انہیں ایک دوسرے کو چھونے سے روک دیا گیا حالانکہ وہ ایک دوسرے کے بے حد قریب پہنچ چکے تھے۔ متیا کو بازوؤں سے کس کر پکڑ لیا گیا، وہ اپنے آپ کو چھڑانے کے لیے پورا زور لگانے لگا اور اس پر قابو پانے کے لیے تین چار اشخاص کو آگے بڑھنا پڑا۔ گروشینکا بھی گرفت میں آ گئی اور متیا نے دیکھا کہ وہ اس کی جانب بازو پھیلا رہی ہے اور چیخیں مار رہی ہے مگر وہ کسی نہ کسی طرح اسے گھسیٹ کر پرے لے گئے۔ جب یہ تماشا ختم ہوا، متیا نے دیکھا کہ وہ دوبارہ میز کے سامنے اپنی سابقہ جگہ پر بیٹھا ہوا ہے اور ان سے التجائیں کر رہا ہے:

"تم لوگ اس سے کیا چاہتے ہو؟ اسے اس کے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ وہ بے گناہ ہے، بے گناہ ہے!..."

مجسٹریٹ اور سرکاری وکیل اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس میں کوئی دس منٹ صرف ہو گئے۔ آخر میخائیل مکاروویچ کمرے میں آیا اور سرکاری وکیل سے بلند آہنگ اور مضطرب لہجے سے کہنے لگا:

"اسے یہاں سے نکال دیا گیا ہے اور نیچے پہنچا دیا گیا ہے۔ حضرات، اگر آپ اجازت دیں تو میں اس بدقسمت شخص سے چند الفاظ کہنا چاہوں گا۔ تاہم میں جو کچھ کہوں گا، آپ حضرات کی موجودگی میں کہوں گا!"

"میخائیل مکاریچ، آپ نے جو کچھ کہنا ہے، بڑے شوق سے کہیں،" مجسٹریٹ نے جواب دیا،

"موجودہ حالات میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

"دمتری فیودروویچ، مائی ڈیئر فیلو، میری بات ذرا دھیان سے سنو،" میخائیل مکاروویچ نے متیا کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔ اس کے پورے پُرتشویش چہرے سے بدقسمت آدمی کے لیے پُرجوش، تقریباً پدرانہ، ہمدردی کا اظہار ہو رہا تھا۔ "میں نے تمہاری اگرافینا الیکسانڈروونا کو نیچے پہنچا دیا ہے اور اسے ہوٹل والے کی بیٹیوں کی تحویل میں دے آیا ہوں تاکہ وہ اس کا خیال رکھیں۔ میں نے یہ اہتمام بھی کر دیا ہے کہ بوڑھا ماکسی موف ہر دم اس کے پاس رہے۔ میں نے اس سے بات کی ہے — تم سن رہے ہو؟ — میں نے اس سے گفتگو کی ہے اور میں نے اسے تسلی دلا سا دے دیا ہے، میں نے اسے سمجھا دیا ہے کہ تمہیں اپنی بے گناہی ثابت کرنا ہے اور یہ کہ وہ تمہارے لیے مشکلات نہ کھڑی کرے، تمہیں پریشان نہ کرے، ورنہ تم الجھاؤ کا شکار ہو جاؤ گے اور یوں کوئی ایسی بات کہہ دو گے یا کوئی ایسی حرکت کر بیٹھو گے جس سے تم اپنے آپ کو مجرم ثابت کر دو گے، سمجھے؟ بہرحال میں اس سے بات کر چکا ہوں اور وہ سمجھ گئی ہے۔ میرے دوست، وہ بے وقوف نہیں ہے، اس کا دل صحیح جگہ پر ہے، وہ تمہاری وکالت کر رہی تھی اور وہ مجھ جیسے بوڑھے شخص کے ہاتھوں پر بوسہ دینا چاہتی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں اس کا پیغام پہنچا دوں کہ تمہیں اس کے بارے میں تشویش میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ اچھا، میرے دوست، اب میں چلتا ہوں اور اسے بتاتا ہوں کہ تم بالکل ٹھیک ٹھاک ہو، تم اس کے بارے میں یونہی فکر کر کے اپنے آپ کو ہلکان نہیں کرو گے۔ چنانچہ اب ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو اور سمجھنے کی کوشش کرو کہ حالات تمہیں کس طرف لے جا رہے ہیں۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں اس کا مجرم ہوں، وہ نصرانی عورت ہے، جی حضرات، وہ مسکین عورت ہے اور بالکل معصوم ہے۔ دمتری فیودروویچ، میں اسے کیا بتاؤں؟ تم مناسب رویہ اختیار کرو گے یا نہیں؟"

رحم دل بوڑھے نے اس سے کہیں زیادہ کہہ دیا جتنا کہ اسے کہنا چاہیے تھے، لیکن گروشینکا کے غم و اندوہ نے، ایک ساتھی انسان کے غم و اندوہ نے، اس کے پُرشفقت دل کے تاروں کو جھنجھنا دیا تھا بلکہ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر دیے تھے۔ متیا اٹھا اور اس کی طرف لپکا۔

"حضرات، میں آپ لوگوں سے معافی کا خواستگار ہوں، واقعی معافی کا خواست گار ہوں،" اس نے اونچی آواز سے کہا۔ "میخائیل مکاروویچ، آپ کی روح کسی سینٹ کی روح ہے، واقعی ہے، اور میں اس کی جانب سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں! میں فکر نہیں کروں گا، واقعی نہیں کروں گا، میں خوش رہوں گا۔ اپنی بے پایاں شفقت کے ساتھ اسے بتا دیں کہ میں خوش ہوں، واقعی خوش ہوں اور یہ دیکھتے ہوئے کہ اسے آپ جیسا فرشتہ صفت محافظ ملا ہے، میں بہت جلد ہنسنے بھی لگوں گا۔ اب میں

اس مصیبت سے بہت جلد چھٹکارا حاصل کر لوں گا اور جونہی مجھے آزادی ملی، میں سیدھا اس کے پاس چلا آؤں گا، اسے اس بارے میں مطمئن رہنا چاہیے۔ اس سے کہیں کہ میرا انتظار کرے! حضرات!" اس نے اچانک مجسٹریٹ اور سرکاری وکیل سے مخاطب ہو کر کہا، "اب میں آپ لوگوں کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دوں گا، میرے دل میں جو کچھ ہے وہ سب آپ کے سامنے انڈیل دوں گا، ہمیں اس جھنجھٹ سے فارغ ہونے میں کوئی وقت نہیں لگے گا، بڑا مزہ آئے گا۔۔۔ اور انجام کار ہم خوب قہقہے لگائیں گے، ٹھیک؟ حضرات، وہ عورت میرے دل کی ملکہ ہے! اف! کاش آپ میری بات توجہ سے سنیں، میں کچھ نہیں چھپاؤں گا... دیکھیں، مجھے احساس ہے کہ میں شریف النفس لوگوں کے بیچ میں ہوں... کاش آپ لوگوں کو معلوم ہوتا وہ (گروشینکا) مجھے راستہ دکھانے والی روشنی ہے، وہ میری مقدس ترین چیز ہے! آپ نے اسے کہتے سنا تھا، 'میں اس کے ساتھ پھانسی چڑھنے کے لیے بھی تیار ہوں!' اور میں نے، ایک کنگال نے، ایک آوارہ گرد نے، اسے کیا دیا ہے؟ آخر میرے لیے اتنی محبت کیوں؟ آخر مجھ جیسا اَن گھڑ، باعثِ ننگ، بدذو، بہائم صفت شخص اس قدر محبت کا مستحق کیوں ٹھہرا کہ وہ میرے ساتھ پھانسی چڑھنے کے لیے بھی تیار ہو گئی؟ ابھی کچھ ہی دیر پہلے وہ میری خاطر آپ لوگوں کے پاؤں پڑ رہی تھی، وہ جو کہ اتنی غیور و خوددار ہے اور جو کسی بھی جرم کی مرتکب نہیں ہوئی! میں اس کی پوجا نہ کروں تو کیا کروں، اس کی خاطر آنسو کیوں نہ بہاؤں، اس کے قریب جانے کی کوشش کیوں نہ کروں جیسا کہ میں نے ابھی ابھی کیا تھا؟ اخ، حضرات، مجھے معاف فرما دیں۔ لیکن اب، اب میں بالکل ٹھیک ہوں!"

اور وہ بے اختیار اپنی کرسی پر گر پڑا، اس نے اپنا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں ڈھانپ لیا اور ٹپ ٹپ آنسو بہانے لگا، لیکن اب کے اس کے یہ آنسو خوشی کے آنسو تھے۔ اس نے اپنے جذبات پر قابو پانے میں کوئی دیر نہ لگائی اور آناً فاناً پُرسکون ہو گیا۔ معمر چیف آف پولیس بہت خوش تھا اور بظاہر یہی کیفیت مجسٹریٹ اور سرکاری وکیل کی تھی؛ انہیں احساس ہو گیا کہ تفتیش نئے مرحلے میں داخل ہوا چاہتی ہے۔ جب چیف آف پولیس رخصت ہوا، متیا ہشاش بشاش ہو چکا تھا۔

"خیر، حضرات، اب میں سرتاپا آپ کے قبضے میں ہوں اور... اگر یہ چھوٹی موٹی باتیں رونما نہ ہوئی ہوتیں، ہماری کبھی کی مفاہمت ہو چکی ہوتی۔ میں پھر فروعات لے بیٹھا ہوں۔ حضرات، میں آپ کے قبضے میں ہوں لیکن میں حلفاً کہتا ہوں، ہمیں لازماً باہمی طور پر ایک دوسرے پر اعتماد کرنا ہو گا، آپ لوگوں کو میری بات کا یقین کرنا ہو گا اور مجھے آپ کی بات ماننا ہو گی۔۔۔ ورنہ ہم یہ معاملہ کبھی ختم نہیں کر سکیں گے۔ میں یہ آپ لوگوں کی خاطر کہہ رہا ہوں۔ چنانچہ حضرات، اب کام کی بات ہو جائے، اب ہمیں اپنا فریضہ ادا کرنا چاہیے، مگر سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ لوگ میری

روح ٹٹولنے کی کوشش نہ کریں جیسا کہ آپ اب تک کرتے رہے ہیں، غیر متعلقہ باتیں پوچھ کر مجھے اذیت نہ دیں، اپنی توجہ اصل نکتے اور حقائق پر مرکوز رکھیں اور میں آپ کو وہ سب کچھ بتا دوں گا جس کا جاننا آپ کے لیے ضروری ہے۔ لعنت ہو ان تمام باتوں پر جو غیر متعلق ہیں!"

متیا اس طرح کی باتیں کرتا رہا۔ تفتیش دوبارہ شروع ہو گئی۔

4

دوسری عقوبت

نکولائی پارفینووچ نے اپنی عینک اتاری۔ "دمتری فیودوروچ، تمہیں اندازہ ہی نہیں کہ تم نے تفتیش میں تعاون کرنے میں جو رضامندی دکھائی ہے، اس سے ہماری کتنی حوصلہ افزائی ہوئی ہے...." اس نے گرم جوشی سے کہنا شروع کیا۔ اس کی بڑی بڑی، باہر کو نکلی ہوئی، ہلکی خاکستری اور بربنیل تذکرہ بے حد چندھی آنکھوں میں بچی خوشی چمک رہی تھی۔ "اور تم نے باہمی اعتماد کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، بالکل صحیح کہا ہے جس کے بغیر کارروائی آگے بڑھانا دشوار ہی نہیں، بلکہ بعض اوقات ناممکن بھی ہو جاتا ہے اور اس قسم کے گھمبیر معاملات میں بھی اس طرح کا اعتماد قائم کرنا ممکن ہوتا ہے بشرطیکہ مشتبہ شخص اپنی بے گناہی ثابت کر سکتا ہو اور صحیح معنوں میں تعاون کرنے پر مائل ہو۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم پوری کوشش کریں گے اور تم خود دیکھ رہے ہو کہ ہم کس طرح کارروائی چلا رہے ہیں... اپولیت کیریلووچ، کیا آپ میری بات سے اتفاق کرتے ہیں؟" اس نے اچانک سرکاری وکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بے شک،" سرکاری وکیل نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا حالانکہ نکولائی پارفینووچ کے جوش و خروش کے مقابلے میں اسے نسبتاً کم امید تھی۔ یہاں میں پورے وثوق کے ساتھ بتا دینا چاہتا ہوں کہ نکولائی پارفینووچ کا، جو ہمارے قصبے میں نووارد تھا، ہمارے سرکاری وکیل اپولیت کیریلووچ کے ساتھ رویہ غیر معمولی طور پر مؤدبانہ تھا کیونکہ اسے اس کے ساتھ گہری موانست محسوس ہوتی تھی۔ وہ غالباً واحد شخص تھا جو ہمارے اپولیت کیریلووچ کی غیر معمولی نفسیاتی اور خطیبانہ صلاحیتوں کا غیر مشروط طور پر قائل تھا اور وہ واحد شخص تھا جسے واقعی یقین تھا کہ اول الذکر کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے کیونکہ اسے ملازمت میں وہ "ترقی نہیں ملی تھی" جس کا وہ پوری طرح مستحق تھا۔ وہ

اس کے بارے میں تبھی سن چکا تھا جب وہ ابھی سینٹ پیٹرز برگ میں مقیم تھا۔ مزید برآں نوجوان نکولائی پارفینووچ دنیا کا واحد شخص ثابت ہوا جس کے ساتھ ہمارے "ترقی کے معاملے میں نظر انداز کیے گئے" سرکاری وکیل کو سچا لگاؤ تھا۔ جب وہ ادھر آ رہے تھے، تو راستے میں ان کا زیر بحث معاملے کے چند نکات پر اتفاق ہو چکا تھا اور وہ کافی حد تک ایک دوسرے کے ہم خیال بن چکے تھے۔ اب جب کہ وہ میز کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، نکولائی پارفینووچ کی تیز نگاہیں اپنے رفیق کار کے چہرے کی ایک ایک جنبش کا بغور جائزہ لے رہی تھیں، اور وہ اس کے ایک ایک لفظ کا، خواہ وہ زیر لب ہی کہا گیا ہو، اور اس کی نظروں کی ایک ایک حرکت کا مفہوم سمجھ رہا تھا۔

"حضرات، مجھے اجازت دیں کہ میں خود ہی آپ کو سب کچھ بتا دوں۔ اگر آپ غیر متعلق اور غیر اہم باتوں سے میری گفتگو میں مداخلت نہ کریں تو مجھے آپ کو پوری کہانی سنانے میں آسانی رہے گی،" میتیا نے پُرزور انداز سے کہا۔

"بہت اعلیٰ! ہم تمہارے بہت ممنون ہیں۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم وہ سنیں جو تم کہنا چاہتے ہو، تم غالباً مجھے ایک چھوٹی سی تفصیل کا ذکر کرنے کی اجازت دے دو گے جو ہمارے لیے بے حد اہم ہے اور وہ بات یہ ہے: کیا کل تم نے اپنے دوست پرخوتین سے اپنے پستولوں کی ضمانت پر دس روبل ادھار لیے تھے؟"

"ہاں، میں نے یہ رقم، دس روبل، ادھار لیے تھے، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ بات صرف اتنی تھی کہ جونہی میں سفر سے واپس آیا، میں نے پستول گروی رکھ دیے۔"

"تم سفر سے واپس آئے تھے؟ تم قصبے سے باہر گئے تھے؟"

"جی ہاں، حضرات، یہاں سے چالیس ورسٹ دور۔ آپ کو معلوم نہیں تھا؟"

سرکاری وکیل اور نکولائی پارفینووچ نے آپس میں نگاہوں کا تبادلہ کیا۔

"بہرحال تم یوں کیوں نہیں کرتے کہ کل صبح سویرے سے جو واقعات پیش آئے تھے انہیں شروع سے آخر تک بیان کر دو؟ شاید تم ہمیں یہ بتا سکو تم قصبے سے باہر کیوں گئے تھے؟ ٹھیک ٹھیک کب گئے تھے اور کب واپس آئے تھے؟ اور اس قسم کی دیگر باتیں..."

"کاش آپ نے یہ سب کچھ شروع میں ہی پوچھا ہوتا!" میتیا نے بلند آہنگ قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ بھی جاننا چاہتے ہیں، پھر ہم کل کی نہیں پرسوں کی صبح سویرے سے شروع کریں گے تاکہ آپ اچھی طرح سمجھ سکیں کہ میں کہاں کہاں، کیوں اور کیسے گیا تھا۔ حضرات، پرسوں صبح میں یہاں کے مقامی سرمایہ دار سامسونوف کے ہاں، جو دولت میں کھیلتا ہے، پکی ضمانت پر تین ہزار روبل کی رقم قرض پر لینے گیا تھا ـــــ یہ ہنگامی صورت حال تھی، حضرات، قطعی ہنگامی صورت حال

تھی..."

"مجھے کچھ کہنے کی اجازت دو،" سرکاری وکیل نے شائستگی سے اس کی قطع کلامی کر دی، "آخر تمہیں ٹھیک ٹھیک بالکل اتنی ہی رقم یعنی تین ہزار روبل کی ضرورت کیوں پیش آئی؟"

"اخاہ، حضرات، میں چاہتا ہوں آپ ان تفصیلات میں نہ پڑیں: کب، کہاں اور کیوں، آخر ٹھیک ٹھیک بالکل اتنی ہی رقم کیوں، اس سے کم و بیش کیوں نہیں اور اس قسم کی دیگر خرافات... اس طرح تو (کتاب کی) تین جلدیں بھر دی جائیں گی اور شاید تتمہ بھی لکھنا پڑ جائے!"

میتیا نے یہ سب کچھ نیک نیتی سے لیکن ایک ایسے شخص کی پُراضطراب بے تکلفی سے کہا جو ساری سچائی منکشف کرنا چاہتا ہو اور جس کی باتوں کے پیچھے بہترین مقاصد کارفرما ہوں۔

"حضرات،" اس نے یوں کہا جیسے اسے اچانک کوئی بات سوجھ گئی ہو۔ "یہ مت سمجھیں کہ میں روڑے اٹکا رہا ہوں لیکن میں ایک مرتبہ پھر آپ سے کہتا ہوں: میرا یقین کریں، میرے دل میں آپ لوگوں کا بے حد احترام ہے اور میں صورت حال کو سمجھتا ہوں۔ یہ مت سمجھیں کہ میں نشے میں ہوں، نہیں، میرا نشہ اب اتر چکا ہے۔ اگر میں نشے میں ہوتا تو بھی کوئی خاص فرق نہ پڑتا۔ مجھ پر اس مقولے کا اطلاق ہوتا ہے: 'وہ جب ہوش میں ہوتا ہے تو اس کی باتیں اور حرکتیں احمقانہ ہوتی ہیں، مگر جب وہ مدہوش ہوتا ہے تو اس کے منہ سے بہت سمجھ داری کی باتیں نکلنے لگتی ہیں۔' ہا! ہا! ویسے حضرات، کچھ سوچنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ لوگوں کے ساتھ لطیفہ بازی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، بہرحال تب تک جب تک ساری الجھنیں سلجھ نہیں جاتیں۔ مجھے اپنا ذاتی وقار برقرار رکھنے دیں، اس میں دراڑیں نہ ڈالیں۔ ہاں، فی الحال ہمارے مابین جو اختلافات ہیں، میں انہیں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ آئیں، ہم صورت حال کا سامنا کریں، میں محض مجرم ہوں جو آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے اور یہ بات بالکل یقینی ہے کہ میں آپ کے برابر نہیں، جبکہ آپ کے ذمے یہ فرض لگایا گیا ہے کہ آپ مجھ پر نظر رکھیں۔ میں نے گریگوری کے ساتھ جو سلوک کیا ہے، مجھے یقین ہے آپ اس پر مجھے شاباش نہیں دیں گے کیونکہ کسی شخص کو بھی یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ لوگوں کی کھوپڑیاں توڑتا پھرے اور اسے سزا بھی نہ ملے۔ صاف ظاہر ہے آپ مجھ پر مقدمہ چلائیں گے اور مجھے چھ ماہ یا ایک سال کے لیے جیل میں بند کرا دیں گے ـــــ کون جانتا ہے فیصلہ کیا ہوگا اور مجھے سزا کیا ملے گی، لیکن مجھے امید ہے کہ مجھے میرے آئینی حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا... ہاں، مجھے میرے آئینی حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا، آپ کا کیا خیال ہے، جناب وکیل صاحب؟ چنانچہ، حضرات، بات یہ بنی کہ ہمارے مابین جو اختلافات ہیں، میں ان سے آگاہ ہوں... لیکن آپ کو ماننا ہوگا کہ اس قسم کے سوالات سے تو آپ خود خداوند کو الجھن میں ڈال سکتے

ہیں: تم کہاں گئے تھے، کیسے گئے تھے، کب گئے تھے اور تم نے آخری بار اپنی ناک کب سکی تھی؟ اگر
آپ نے اس قسم کا طریق کار اپنائے رکھا، پھر میں یقیناً الجھاؤ کا شکار ہو جاؤں گا اور آپ ہر بات
جھٹ پٹ لفظ بہ لفظ لکھ لیں گے۔ پھر کیا ہوگا؟ کچھ بھی تو نہیں ہوگا! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ
بے شک (آپ کی نظروں میں) جھوٹ کا پلندا ہو، لیکن میں التجا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی بات ختم ضرور
کر لینے دیں۔ اور حضرات، جہاں تک آپ کا تعلق ہے، آپ تعلیم یافتہ ہیں، وسیع القلب ہیں،
آپ مجھے میری اس جسارت پر معاف کر دیں گے۔ میں اپنی بات اس درخواست پر ختم کرتا ہوں:
اپنی تفتیش کے دوران میں فرسودہ اور گھسے پٹے طریقے نہ اپنائیں، ٹامک ٹوئیاں نہ ماریں، اندھیرے
میں تیر نہ چلائیں۔ مجھے معلوم ہے آپ لوگوں کے سرکاری ذہنوں کی تربیت ہی کچھ اس انداز سے
ہوئی ہوتی ہے کہ آپ اپنی تفتیش کا آغاز کسی معمولی، غیر اہم سوال سے کرتے ہیں، مثلاً: تم سوئے
کیسے تھے؟ تم نے ناشتے میں کیا کھایا تھا؟ تم نے کب تھوکا تھا؟ اور یوں جب ملزم کو احساس ہو جاتا
ہے کہ اب وہ بے دھیانی میں پکڑا نہیں جائے گا اور اس کے دل میں تحفظ کا غلط احساس پیدا ہو جاتا
ہے، آپ اس سے کوئی ایسا سوال پوچھ لیتے ہیں جس کا اس وقت اسے سان گمان تک نہیں ہوتا اور
یوں وہ بے دھیانی میں مارا جاتا ہے۔ مثلاً آپ یک لخت سوال داغ دیتے ہیں: تم نے کسے ہلاک
کیا تھا، تم نے کسے لوٹا تھا؟ ہا، ہا، ہا! یہ آپ لوگوں کا افسرانہ طریق کار ہے، یہ آپ لوگوں کا معمول
ہے، آپ لوگوں کی ساری ہوشیاری اسی پر مبنی ہے۔ اس قسم کی چالوں اور ہتھکنڈوں سے آپ کسی
سادہ لوح دیہاتی کو تو پکڑ سکتے ہیں لیکن مجھے نہیں، میں کوئی کل کا بچہ نہیں، میں خود فوج میں خدمات
سرانجام دے چکا ہوں، ہا، ہا، ہا! حضرات، میرا مقصد آپ لوگوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا نہیں،
مجھے امید ہے آپ یہ نہیں سمجھیں گے کہ میں بدتمیزی کر رہا ہوں یا آپ یہی سمجھتے ہیں؟'' اس نے
انہیں نیک فطرتی پر مبنی تعجب سے دیکھتے ہوئے باآواز بلند کہا۔ ''آپ اپنے دل میں ضرور کہیں گے:
'خیر، چھوڑو، یہ بات میتکا کرامازوف ہی نے تو کہی ہے، چنانچہ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اسے
معاف کیا جا سکتا ہے کیونکہ جو چیز کسی سمجھدار آدمی میں ناقابلِ معافی ہے، میتکا میں قابلِ معافی ہے!'
ہا، ہا، ہا!''

نکولائی پارفینووچ نے میتیا کی گفتگو غور سے سنی اور وہ خود بھی ہنس پڑا۔ سرکاری وکیل کو ہنسی تو نہ
آئی مگر وہ میتیا کو توجہ سے دیکھتا رہا، وہ اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹائے بغیر اس کا بغور جائزہ لیتا رہا
جیسے اس کی کوشش ہو کہ وہ اس کا ایک لفظ بھی، اس کا ایک اشارہ بھی، اس کے چہرے کی خفیف سے
خفیف جنبش یا تبدیلی بھی، دیکھنے سے محروم نہ رہ جائے۔

''لیکن ہماری تو شروع سے ہی یہ کوشش رہی ہے،'' نکولائی پارفینووچ نے ابھی تک ہنستے

ہوئے کہا، ''کہ تمہیں اس قسم کے سوالوں سے کہ تم صبح کب اٹھے تھے، تم نے ناشتے میں کیا کھایا تھا،
الجھایا اور پھنسایا نہ جائے، اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنی تفتیش کا آغاز اہم سوالات
سے کیا تھا۔''

''میں سمجھ رہا ہوں، میں سمجھ گیا تھا اور میں نے اسے پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔ آپ
میرے ساتھ جس مہربانی سے پیش آئے ہیں، میرے دل میں اس کی بھی قدر ہے کیونکہ آپ کی
کرم فرمائی بے مثال ہے اور صرف شریف ترین انسانوں ہی کا شعار ہے۔ ہم یہاں جو تین اشخاص
اکٹھے ہوئے ہیں، عزت دار لوگ ہیں، پھر ہم سب کچھ باہمی اعتماد کی بنیاد پر کیوں نہیں کرتے جیسا
کہ پڑھے لکھے اور غیر متعصب اشخاص کا شیوہ ہوتا ہے جنہیں اعلیٰ سماجی پس منظر اور عزت و تکریم
نے آپس میں منسلک کر دیا ہوتا ہے؟ بہرحال مجھے اپنی زندگی کے اس خاص لمحے پر، اس موقع پر،
جب میری عزت داؤ پر لگی ہوئی ہے، اتنی اجازت ضرور دیں کہ میں آپ لوگوں کو اپنے بہترین
دوست سمجھ سکوں۔ حضرات، مجھے امید ہے میری اس التجا پر آپ ناراض نہیں ہوں گے، ٹھیک؟''

''دمتری فیودرووچ، بالکل نہیں۔ ہماری سوچ اس کے بالکل الٹ ہے۔ تم نے یہ بات بہت
خوب صورتی سے بیان کر دی ہے،'' نکولائی پارفینووچ نے بناوٹی پسندیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے
کہا۔

''جہاں تک معمولی اور غیر اہم باتوں کا تعلق ہے، ہمیں انہیں اٹھا کر ایک طرف رکھ دینا
چاہیے،'' میتیا نے فرطِ مسرت سے سرشار ہو کر کہا، ''ورنہ ہم خواہ مخواہ کی الجھنوں میں پھنس جائیں
گے۔ آپ مجھ سے متفق ہیں؟''

''میں تمہارے سمجھ دارانہ مشورے پر پوری طرح عمل کرنے کے لیے بالکل تیار ہوں،''
سرکاری وکیل نے اچانک دخل دیتے ہوئے میتیا سے مخاطب ہو کر کہا، ''تاہم میں چاہوں گا کہ تم
میرے سوال کا لازماً جواب دو۔ ہمارے لیے یہ جاننا قطعی ضروری ہے کہ آخر تمہیں اتنی ہی رقم یعنی
تین ہزار روبل کی کیا ضرورت تھی؟''

''واقعی کیا ضرورت تھی؟ خیر، سچ پوچھیں تو میں کہوں گا کہ ضرورتیں تو بہت سی تھیں... خیر،
چھوڑیں انہیں، میری فوری ضرورت یہ تھی کہ مجھے ایک قرض ادا کرنا تھا۔''

''کیسا قرض — کس کا قرض؟''

''حضرات، میں اس کا انکشاف کرنے سے صاف انکار کرتا ہوں! دیکھیں، میں آپ کو اس
کے بارے میں کچھ بتانے سے اس لیے انکاری نہیں ہوں کہ میں اس کے متعلق آپ کو بتا نہیں سکتا یا
مجھ میں بتانے کی جرات نہیں، یا مجھے بتاتے خوف محسوس ہوتا ہے — کیونکہ یہ معاملہ ویسے بھی

نہایت معمولی اور غیر اہم ہے — لیکن میں اس سے پردہ اٹھانے سے اس لیے گریز کر رہا ہوں کیونکہ یہ اصول کا مسئلہ ہے: یہ میری ذاتی زندگی کا معاملہ ہے اور میں اپنی ذاتی زندگی میں کسی کو بھی دخل دینے کی اجازت نہیں دوں گا۔ یہ میرا اصول ہے۔ آپ کے اس سوال کا موجودہ مقدمے سے کوئی تعلق نہیں اور جس چیز کا موجودہ مقدمے سے کوئی تعلق نہیں بنتا، وہ میری زندگی کا معاملہ بن جاتی ہے! مجھے ایک قرض کی ادائیگی کرنا تھی، مجھے یہ قرض ہر قیمت پر ادا کرنا تھا کیونکہ یہ میری عزت کا معاملہ بن گیا تھا، لیکن یہ قرض کسے ادا کیا جانا تھا — میں اس کے بارے میں آپ کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

"اگر تم اجازت دو تو ہم تمہارا یہ جواب لکھ لیں؟" سرکاری وکیل نے کہا۔

"جو جی چاہے کریں۔ لکھنا چاہتے ہیں تو بے شک لکھ لیں، تاہم یہ ضرور لکھیں: میں اس کا انکشاف کبھی نہیں، کبھی نہیں کروں گا۔ حضرات، آپ اس میں یہ اضافہ کر سکتے ہیں کہ میں تفصیلات کا انکشاف کرنا اپنی عزت کے منافی سمجھتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے آپ لوگوں کے پاس باتیں تحریر کرنے کے لیے یقیناً وقت کی کوئی کمی نہیں!"

"مائی ڈیئر سر،" سرکاری وکیل نے انتہائی گھمبیر لہجے میں اس سے مخاطب ہو کر کہا، "اگر تمہیں ابھی تک احساس نہیں ہوا تو میں تمہیں خبردار کیے دیتا ہوں اور ایک مرتبہ پھر تمہیں یاد دہانی کرا دیتا ہوں کہ تم سے جو سوالات پوچھے جا رہے ہیں، تمہیں پورا پورا حق حاصل ہے کہ ان میں سے جن کا جی چاہے جواب دو اور جن کا جی نہ چاہے تو بے شک مت جواب دو: اس کے برعکس ہمیں کوئی حق حاصل نہیں کہ ہم تم سے کسی سوال کا جواب زبردستی حاصل کرنے کی کوشش کریں جس کا تم خود جواب نہیں دینا چاہتے خواہ اس کی وجہ کچھ بھی ہو۔ یہ تمہاری اپنی صوابدید کا معاملہ ہے۔ تاہم موجودہ حالات میں ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ تمہاری توجہ اس امر کی طرف دلائیں اور تمہیں متنبہ کریں کہ اگر تم نے کسی شہادت کو پردۂ اخفا میں رکھنے کی کوشش کی تو اس سے خود تمہیں بڑا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اب براہ مہربانی اپنی بات جاری رکھو۔"

"حضرات، میں غصہ نہیں کھا رہا... میں..." میتیا نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ سرکاری وکیل نے اسے جو جھاڑ پلائی تھی، اس پر وہ قدرے گڑبڑا گیا تھا۔ "دیکھیں نا، حضرات، یہ وہی سامسونوف جس کے پاس میں اس موقع پر گیا تھا..."

یہاں میتیا نے جو کچھ کہا، ہم اس کی تفصیلات بیان نہیں کریں گے کیونکہ قارئین ان سے پہلے ہی آگاہ ہو چکے ہیں۔ میتیا انہیں سب کچھ، بلکہ چھوٹی سے چھوٹی تفصیل، بتانے کے لیے بے قرار تھا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ یہ معاملہ جس قدر جلد ممکن ہو، ختم ہو جائے۔ لیکن چونکہ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ مسلسل لکھا جا رہا تھا، انہیں اسے بار بار ٹوکنا پڑا۔ دمتری فیودرووچ اس پر اعتراض تو کرتا تھا تاہم وہ ان کے حکم کی تعمیل کرتا رہا۔ اسے جھنجھلاہٹ تو ہوتی تھی تاہم وہ اپنے غصے کو بے قابو نہیں ہونے دیتا تھا۔ یہ درست ہے کہ بعض اوقات وہ چیخ چیخ کر کہنے لگتا تھا: "اس پر تو خداوند بھی جھلا جائے گا،" یا "حضرات، آپ جانتے ہیں آپ جو کچھ کر رہے ہیں، اس سے مجھے خواہ مخواہ طیش دلا رہے ہیں!" تاہم اس طرح کے تلخ ردعمل کے دوران میں بھی اس کی خوش خلقی اور صاف گوئی میں کوئی فرق نہ آیا۔ چنانچہ اسے یہ بتانے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ ہوئی کہ کس طرح دو روز قبل سامسونوف نے اسے بیوقوف بنایا تھا۔ (اب اسے پورا یقین ہو چکا تھا کہ اس موقع پر اسے بے وقوف بنایا گیا تھا۔) جب اس نے اپنے اس سفر کے، جس کے متعلق مجسٹریٹ اور سرکاری وکیل کو ابھی تک کچھ معلوم نہیں تھا، اخراجات پورا کرنے کے لیے چھ روبل میں اپنی گھڑی فروخت کرنے کے بارے میں بتایا تو ان کے کان کھڑے ہو گئے اور میتیا کو یہ دیکھ کر سخت غصہ آیا کہ وہ ان تمام تفصیلات کو قلم بند کرنا ضروری خیال کر رہے ہیں کیونکہ ان سے اس امر کی تصدیق ہوتی تھی کہ وہ دن پہلے اس کے پاس ایک کوپک تک نہیں تھا۔ یوں میتیا کا حوصلہ دھیرے دھیرے ڈھنے لگا اور وہ دل شکستگی کا شکار ہونے لگا۔ جب وہ اس سفر کا، جو اس نے لیاگیوی کے ساتھ ملاقات کی غرض سے کیا تھا، اس رات کا، جو اس نے مسموم بخارات سے پُر کمرے میں گزاری تھی، اور دیگر متعلقہ باتوں کا ذکر کر چکا، تو وہ اپنی کہانی کے اس مقام پر پہنچ گیا جب وہ واپس قصبے آیا تھا اور پھر کسی کے اکسائے بغیر وہ اپنی مرضی سے ان ٹیسوں کو تفصیل سے بیان کرنے لگا جو گروشینکا کے بارے میں حسد کی وجہ سے اسے برداشت کرنا پڑی تھیں۔

وہ چپ چاپ اور پورے انہماک سے اس کی گفتگو سنتے رہے اور انہوں نے اس امر پر خاص طور پر دھیان دیا کہ وہ پہلے ہی فیودر پاولووچ کی املاک کے عقب میں واقع ماریا کوندراتیونا کے مکان کی باغیچی میں ایک باموقع مقام منتخب کر چکا تھا جہاں سے وہ گروشینکا کی آمد کا بخوبی مشاہدہ کر سکتا تھا۔ انہوں نے اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیا کہ سمردیاکوف اسے باقاعدگی سے اطلاعات فراہم کرتا رہا تھا: ان تمام امور پر توجہ ہی نہیں دی گئی بلکہ انہیں تحریری شکل بھی دے دی گئی۔ وہ اپنے حسد کے متعلق بڑی گرم جوشی اور تفصیل سے گفتگو کرتا رہا اور یوں کہنا چاہیے کہ اگرچہ اسے سخت شرمندگی اور کوفت محسوس ہو رہی تھی کہ وہ اپنے انتہائی ذاتی اور نجی جذبات کو "عام نکتہ چینی" کے سامنے آشکار کر رہا ہے لیکن صداقت کی خاطر وہ اپنے احساسِ شرمندگی کو زیر کرنے میں کامیاب رہا۔ جب وہ بول رہا تھا تو مجسٹریٹ اور خاص طور پر سرکاری وکیل کی مشاہدہ بین نگاہوں سے جس نوع کی جذباتیت سے عاری اور غیر جانبدرانہ خشونت کا اظہار ہو رہا تھا، اس سے آخرکار اس کی خود

اعتمادی میں شگاف پڑ گیا۔ اس کے ذہن میں کوندے کی طرح خیال لپکا: "یہ کل کا چھوکرا کھرالی پارفینووچ، جس کے ساتھ میں چند ہی دن پہلے عورتوں کے متعلق لایعنی اور بے ہودہ گفتگو کرتا رہا تھا اور یہ ضعف کا مارا ہوا سرکاری وکیل، یہ دونوں اس چیز کے مستحق نہیں کہ انہیں یہ سب کچھ بتایا جائے۔ کیا ذلالت ہے! 'سر جھکا دو، صبر کرو، معیبت جھگتو اور چپ ہو جاؤ (80)۔'" اس نے اپنے خیالات کا سلسلہ ایک نظم کے اقتباس پر ختم کیا، ایک بار پھر اپنے حواس مجتمع کیے اور اپنی داستان بیان کرنے لگا۔

جب وہ مادام خوخلاکووا کے ساتھ اپنی ملاقات کا ذکر کرنے لگا تو اس کی بشاشت ایک بار پھر لوٹ آئی اور وہ اس خاتون کی حالیہ سرگرمیوں کے بارے میں ایک دلچسپ لیکن غیر متعلق واقعہ سنانا چاہتا تھا کہ مجسٹریٹ نے اسے روک دیا اور اسے شائستہ لہجے سے تلقین کی کہ وہ اپنی توجہ محض "متعلقہ امور" پر مرکوز رکھے۔ اپنی مایوسی کی تفصیل بیان کرنے کے بعد وہ اس لمحے پر پہنچ گیا جب مادام خوخلاکووا کے گھر سے رخصت ہونے پر اسے خیال آیا تھا: "میں تین ہزار روبل حاصل کر کے رہوں گا خواہ اس کے لیے مجھے کسی کے پیٹ میں چاقو ہی کیوں نہ گھونپنا پڑے" اور یہاں انہوں نے ایک بار پھر اسے روک دیا اور "کسی کے چاقو گھونپنا چاہتا تھا" لکھ لیا۔ متیا نے کوئی اعتراض کیے بغیر انہیں لکھ لینے دیا۔ آخرکار وہ اپنی کہانی کے اس مقام پر پہنچا جہاں اسے اچانک دریافت ہوا تھا کہ گروشینکا نے اسے دھوکا دیا ہے کیونکہ جب وہ اسے سامسونوف کے ہاں چھوڑ کر آیا تھا، تو اس کے رخصت ہونے کے فوراً بعد وہ خود بھی وہاں سے چلی آئی تھی حالانکہ وہ خود اسے بتا چکی تھی کہ وہ بوڑھے کے ہاں آدھی رات تک قیام کرے گی۔ "اگر میں نے فینیا کو وہیں اور اسی وقت قتل نہیں کیا تو اس کی وجہ محض یہ تھی کہ مجھے کچھ زیادہ ہی جلدی تھی:" اچانک اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اسے بھی نہایت احتیاط سے رقم کر لیا گیا۔ متیا گمبھیر خاموشی کے ساتھ انتظار کرتا رہا اور یہ بتانے ہی والا تھا کہ وہ کس طرح بھاگتا دوڑتا اپنے باپ کے باغیچے میں پہنچا تھا کہ تفتیشی افسر نے ایک بار پھر اسے اچانک روک دیا اور اس نے اپنا لمبا چوڑا بریف کیس کھولنے کے بعد، جو اس کے قریب دونشستی صوفے پر پڑا تھا، اس میں سے کانسی کا موسل نکال لیا۔

"کیا تم اسے پہچانتے ہو؟" اس نے متیا کو موسل دکھاتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں!" متیا نے اداسی سے مسکراتے ہوئے کہا، "کیسے نہیں پہچانوں گا؟ ذرا دکھائیں... خیر، لعنت بھیجیں اس پر، کوئی ضرورت نہیں!"

"تم اس کا ذکر کرنا بھول گئے تھے:" مجسٹریٹ نے کہا۔

"لعنت ہو! میں ارادتاً اسے کبھی آپ سے نہ چھپاتا، آپ کو کسی نہ کسی طریقے سے اس کے

بارے میں معلوم ہو ہی جاتا، کیا خیال ہے؟ یہ بس میرے حافظے سے نکل گیا تھا۔"

"کیا تم براہ مہربانی بتاؤ گے کہ تمہیں یہ ہتھیار ملا کیسے؟"

اور متیا انہیں بتانے لگا کہ اس نے اسے کس طرح اٹھایا تھا اور وہ اسے کس طرح لے کر بھاگا تھا۔

"اس قسم کے ہتھیار سے اپنے آپ کو مسلح کرنے سے تمہارا مقصد کیا تھا؟"

"مقصد؟ مقصد تو کچھ نہیں تھا! بس یہ میرے ہاتھ آ گیا اور میں اسے لے کر دوڑ پڑا۔"

"اگر تمہارا کوئی مقصد نہیں تھا، پھر تم نے اسے اٹھایا ہی کیوں؟"

متیا غصے سے اندر ہی اندر جل بھن کر کباب ہو رہا تھا۔ اس نے "چھوکرے" کو بڑے انہماک سے دیکھا اور پھر چہرے پر افسردہ خاصمت سجائے مسکرانے لگا۔ بات دراصل یہ تھی کہ اس نے "ان لوگوں" کے سامنے جس جذباتی اور کھلم کھلا انداز سے اپنے حسد کا ذکر کیا تھا، اس پر اسے درون باطن سخت شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

"موسل کی پروا کسے ہے؟" بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

"پھر بھی۔"

"بہت اچھا، پھر سمجھ لیں یہ میں نے اس لیے اٹھا لیا تھا کیونکہ میں کتوں کو ڈرانا اور بھگانا چاہتا تھا۔ خیر، خیر، رات بہت اندھیری تھی... یا شاید اس لیے..."

"اگر تمہیں اندھیرے سے اتنا ہی خوف آتا ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سابق مواقع پر جب تم گھر سے باہر نکلتے تھے، تو کبھی اپنے ساتھ ہتھیار لے کر گئے تھے؟"

"اف، خدایا! حضرات، آپ لوگوں کے ساتھ بات کرنا بالکل ناممکن ہے!" متیا نے چلاتے ہوئے کہا۔ اب اس کا صبر و تحمل بالکل جواب دینے لگا تھا۔ وہ غصے سے لال پیلا ہو کر کلرک کی طرف متوجہ ہوا اور اپنی آواز میں ہسٹیریائی کیفیت پیدا کرتے ہوئے دہاڑنے لگا: "لکھو، ابھی لکھو... ابھی لکھو... 'میں نے موسل اٹھایا اور اپنے باپ... فیودر پاولووچ... کے سر پر چوٹ لگا کر اسے ہلاک کرنے کے لیے دوڑ پڑا۔' حضرات، اب آپ کی تسلی ہو گئی؟ اب آپ بہتر محسوس کرتے ہیں؟" وہ اشتعال انگیز انداز سے مجسٹریٹ اور سرکاری وکیل کو گھور گھور کر دیکھنے لگا۔

"ہم اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ تم نے ابھی ابھی جو بیان دیا ہے، برافروختگی کے عالم میں دیا ہے،" سرکاری وکیل نے خشک لہجے میں کہا۔ "ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم جو سوال کر رہے ہیں، تم ان پر محض اس لیے طیش کھا رہے ہو کیونکہ تمہارے نزدیک وہ معمولی اور غیر اہم ہیں حالانکہ حقیقتاً وہ بے حد اہم ہیں۔"

"حضرات، کچھ تو خدا کا خوف کریں! بہت اچھا، میں موسل لے گیا تھا... اس سے کیا فرق

پڑتا ہے؟ اس قسم کے حالات میں عام طور پر لوگ چیزیں کیوں اٹھاتے ہیں؟ مجھے نہیں معلوم کہ کیوں۔ خیر، یہ میرے ہاتھ آ گیا، میں نے اسے جھپٹ کر اٹھایا اور دوڑ پڑا۔ بس اتنی سی بات ہے، حضرات، جو کچھ ہو رہا ہے، بہت شرم ناک ہے۔ (81)Passons، ورنہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ میرے منہ سے مزید ایک لفظ بھی نہیں اگلوا سکیں گے۔"

اس نے اپنی کہنی میز پر رکھ لی اور اس پر اپنا سر ٹکا دیا۔ وہ ان کے روبرو نہیں بلکہ ایک جانب رُخ کیے بیٹھا تھا اور گھور گھور کر دیوار کی جانب دیکھ رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اپنے آپ سے ناراض ہو۔ سچی بات یہ ہے اس کا دل چاہنے لگا تھا کہ وہ اٹھ کر کھڑا ہو جائے اور اعلان کر دے: "اب میں مزید ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا، آپ کا جی چاہے تو بے شک مجھے سزائے موت دے دیں۔"

"دیکھیں، حضرات،" اس نے بڑی مشکل سے اپنے اوپر قابو پاتے ہوئے کہا، "میں آپ کی باتیں سنتا رہا ہوں اور مجھے احساس ہو رہا ہے... مجھے بعض اوقات یہ خواب دکھائی دینے لگتا ہے... خواب... اور یہ خواب مجھے اکثر نظر آتا رہتا ہے... بار بار دکھائی دیتا رہتا ہے کہ کوئی شخص میرا تعاقب کر رہا ہے، وہ مجھے ڈھونڈتا پھر رہا ہے اور میں کہیں چھپا ہوا ہوں لیکن اہم بات یہ ہے: اسے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ میں کہاں چھپا ہوا ہوں اور وہ جان بوجھ کر کچھ یوں بن رہا ہے جیسے اسے معلوم ہی نہ ہو کہ میں کہاں چھپا ہوا ہوں تاکہ وہ مجھے مزید کچھ عرصے کے لیے پریشان کر سکے، مجھے ذہنی کچوکے لگا سکے، اور یوں میں جس دہشت میں پھنسوں، اس سے لطف اندوز ہو سکے... اب آپ لوگ میرے ساتھ یہی کر رہے ہیں! مجھے یہی محسوس ہو رہا ہے!"

"تم اس قسم کی چیزیں خوابوں میں دیکھتے رہتے ہو؟" سرکاری وکیل نے دریافت کیا۔

"جی ہاں، دیکھتا رہتا ہوں... میں نہیں چاہتا کہ آپ اسے لکھیں یا لکھنا چاہیں گے؟" متیا نے طنزیہ انداز سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں، اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ ویسے تمہیں خواب خاصے عجیب و غریب آتے ہیں۔"

"ہاں، مگر اب یہ خواب خواب نہیں رہا! حقیقت، حضرات، یہ گمبھیر حقیقت بن چکا ہے! میں بھیڑیا ہوں اور آپ لوگ شکاری ہیں، پھر انتظار کس بات کا ہے؟ شروع کر دیں تعاقب!"

"تم غلط اور غیر منصفانہ موازنہ کر رہے ہو..." نکولائی پارفینووچ نے نرمی سے کہا۔

"غلط اور غیر منصفانہ؟ نہیں، حضرات، غلط اور غیر منصفانہ بالکل نہیں!" متیا ایک بار پھر جلال میں آ گیا، تاہم نظر یہی آ رہا تھا کہ وہ جس طرح اچانک غصے سے پھٹ پڑا تھا، اس سے اس کا داخلی کھچاؤ کم ہو گیا ہے اور اب وہ جوں جوں بولتا جا رہا تھا اس کا ذہنی سکون بحال ہوتا جا رہا تھا۔

"آپ جس ملزم یا قیدی کو کٹہرے میں کھڑا کر کے اپنے سوالوں سے ذہنی اذیت پہنچا رہے ہیں، آپ اس کی بات کو صحیح ماننے سے انکار کر سکتے ہیں لیکن حضرات، آپ ایک ایسے شخص کی بات ماننے سے انکار نہیں کر سکتے، آپ کو اس کی بات جھٹلانے کا کوئی حق حاصل نہیں جو عزت دار ہو — یہ میں بڑے دعویٰ سے کہتا ہوں... لیکن —

صبر سے کام لے، منکسر بن کے رہ،
چین سے کر گزر،
چپ رہ، اے میرے دل۔

خیر، کیا میں اپنی بات جاری رکھوں؟"

"بالکل،" نکولائی پارفینووچ نے جواب دیا۔

5

تیسری عقوبت

جب متیا نے دوبارہ بولنا شروع کیا، اگرچہ اس کا لہجہ درشت اور کھردرا تھا، صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ کوشش کر رہا ہے کہ وہ اپنی کہانی کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل نہ تو بھولنے پائے اور نہ اس سے کچھ چھوٹنے پائے۔ اس نے بتایا کہ وہ کس طرح باڑ پھلانگ کر اپنے باپ کے باغیچے میں داخل ہوا تھا، کس طرح کھڑکی کے پاس پہنچا تھا اور پھر آخر میں جب وہ کھڑکی کے قریب کھڑا تھا تو اس کے محسوسات کیا تھے۔ ایک ایک لفظ کو تولتے اور اسے واضح انداز سے ادا کرتے اس نے اپنے اس خوف کی تفصیل بیان کی جس نے اسے باغیچے میں ان لمحات کے دوران میں اپنی گرفت میں لے لیا تھا جب وہ یہ جاننے کے لیے بے قرار تھا کہ گروشینکا اس کے باپ کے ہاں مقیم ہے یا نہیں۔ لیکن اس مقام پر انتہائی تعجب انگیز بات یہ تھی کہ سرکاری وکیل اور مجسٹریٹ دونوں ہی اس کی گفتگو بڑی رکھائی اور لاتعلقی سے سنتے رہے، ان کے چہرے سپاٹ تھے اور انہوں نے سوال بھی بہت کم کیے۔ متیا کو ان کے چہروں سے قطعاً اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کیا سوچ رہے ہیں۔ "یہ

تملا رہے ہیں، پیچ وتاب کھا رہے ہیں اور مجھ سے ناراض ہیں؛'' اس نے سوچا، ''کیا مصیبت ہے، خداوند انہیں جہنم رسید کرے!'' تاہم جب اس نے بیان کیا کہ آخرکار جب اس نے حوصلہ مجتمع کر کے اپنے باپ کو سگنل دیا جس سے اسے معلوم ہو جاتا کہ گروشینکا آ گئی ہے اور اسے کھڑکی کھول دینا چاہیے تو اس نے دیکھا کہ سرکاری وکیل اور مجسٹریٹ نے لفظ ''سگنل'' بالکل نظر انداز کر دیا ہے جیسے وہ سمجھ ہی نہ سکے ہوں کہ اس کا معاملے سے تعلق کیا ہے۔ جب بالآخر تیا کہانی کے اس مقام پر پہنچا جب اپنے باپ کو کھڑکی میں سے باہر جھانکتے ہوئے دیکھ کر غصہ اس کے سر پر بھوت بن کر سوار ہو گیا تھا اور اس نے اپنی جیب سے موسل نکال لیا تھا تو وہ بظاہر عمداً رک گیا۔ وہ بیٹھا دیوار کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا، وہ خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ ان کی نگاہیں اس پر جمی ہوئی ہیں۔

''اچھا!'' مجسٹریٹ نے کہا، ''تم نے ہتھیار نکال لیا... اور پھر کیا ہوا؟''

''پھر؟ پھر میں نے اسے مار ڈالا... میں نے اس کی کنپٹی پر ضرب لگائی اور اس کی کھوپڑی کھول دی... آپ لوگوں کے خیال میں یہی کچھ ہوا ہو گا نا؟'' اس کی آنکھیں اچانک چمکنے لگیں۔ اس کا غیظ وغضب، جس کی شدت تقریباً ماند پڑ چکی تھی، ایکا ایکی غیر معمولی قوت کے ساتھ دوبارہ اس کی روح میں بھڑک اٹھا۔

''ہمارا تو یہی خیال ہے:'' نکولائی پارفینووچ نے اس کے الفاظ دہراتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے؟''

تیا نے اپنی آنکھیں جھکا لیں اور کافی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔

''حضرات، اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ اصل میں ہوا کیا تھا، تو پھر میں آپ کو بتائے دیتا ہوں:'' اس نے ملائم لہجے سے اپنی بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا، ''پتا نہیں یہ کسی کے آنسوؤں کا اثر تھا یا شاید خداوند سے میری ماں کی دعا کا نتیجہ تھا یا پھر شاید اس لمحے مجھ پر روح القدس کا نزول ہو گیا تھا، بہر حال جو کچھ بھی ہوا وہ یہ تھا کہ شیطان دم دبا کر بھاگ گیا اور غائب ہو گیا۔ میں کھڑکی سے پیچھے پلٹا اور میں نے باڑ کی جانب دوڑ لگا دی... میرا باپ خوف زدہ ہو گیا۔ اس نے پہلی مرتبہ مجھے دیکھا تھا۔ وہ چیخنے چلانے لگا اور اس نے کھڑکی سے عقبی جانب جست لگا دی ـــ مجھے یہ خوب اچھی طرح یاد ہے۔ میں پہلے ہی سیدھا باڑ کی سمت میں بھاگا جا رہا تھا... اور وہاں، جب میں باڑ کے اوپر پہنچ چکا تھا، گریگوری سے میرا ٹکراؤ ہو گیا...''

یہاں اس نے آخرکار اپنے سامعین کی طرف دیکھا۔ نظر بظاہر وہ پورے سکون اور توجہ سے اس پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔ تیا کو غصے نے پاگل بنا دیا۔

''حضرات، میرا خیال ہے آپ لوگ میرا مذاق اڑا رہے ہیں، کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟'' اس

نے اچانک مہر سکوت توڑتے ہوئے کہا۔

''تمہیں یہ خیال کیسے آیا؟'' نکولائی پارفینووچ نے دریافت کیا۔

''اس لیے کہ آپ لوگوں کو میرے ایک لفظ پر بھی اعتبار نہیں آیا! میں خوب اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اب میں کہانی کے انتہائی اہم مقام پر پہنچ گیا ہوں: میرا بوڑھا باپ اب وہاں پڑا ہے، اس کی کھوپڑی پاش پاش ہو چکی ہے ـــ ادھر میں آپ کو ڈرامائی انداز سے بتا چکا ہوں کہ میں اسے ہلاک کرنا چاہتا تھا اور اپنے آپ کو موسل سے مسلح بھی کر چکا تھا، پھر بھی آپ کو باور کرانا چاہتا ہوں کہ میں نے کچھ بھی تو نہیں کیا، بس دم دبا کر کھڑکی سے بھاگ کھڑا ہوا!... لیکن آپ یہی سمجھتے ہیں کہ اس شخص کی کہانی پر کیسے اعتبار کیا جا سکتا ہے!... کیسی کہانی گھڑی ہے اس نے! ہا، ہا، ہا! حضرات، آپ لوگ میرا مذاق اڑا رہے ہیں، مجھ پر ہنس رہے ہیں!''

اور اس نے اپنے جسم کو اتنے زور سے گھمایا کہ اس کے نیچے کرسی چیں چیں کرنے لگی۔

''جب تم کھڑکی سے بھاگ رہے تھے؛'' سرکاری وکیل نے کچھ یوں اپنی بات کا آغاز کیا جیسے تیا کو جو پریشانی ہو رہی تھی، وہ اس نے دیکھی تک نہ ہو، ''کیا تمہیں نظر آیا تھا کہ مکان کے انتہائی آخری سرے پر جو دروازہ ہے، وہ کھلا ہے یا نہیں؟''

''نہیں، یہ کھلا نہیں تھا۔''

''کھلا نہیں تھا؟''

''اس کے برعکس یہ بند تھا، اور بہر حال اسے کھولنا بھی کس نے تھا؟ اے، صرف ایک سیکنڈ، دروازہ؟'' اچانک یوں لگا جیسے اسے کوئی چیز یاد آ گئی ہو اور اس کے جسم پر تقریباً کپکپاہٹ طاری ہو گئی۔ ''آپ نے پوچھا تھا مجھے دروازہ کھلا ملا تھا؟''

''ہاں۔''

''تب اگر اسے آپ لوگوں نے نہیں کھولا، پھر کس نے کھولا ہو گا؟'' تیا نے بالکل بدحواس ہو کر پوچھا۔

''دروازہ کھلا تھا اور تمہارے باپ کا قاتل بلاشبہ اسی میں سے اندر آیا ہو گا اور قتل کا ارتکاب کرنے کے بعد اسی میں سے باہر گیا ہو گا؛'' سرکاری وکیل نے ایک ایک لفظ پر غور کرتے اور اسے نہایت آہستہ آہستہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ ''ہم پر یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے، بظاہر قتل کھڑکی کے باہر سے نہیں، بلکہ کمرے کے اندر کیا گیا تھا۔ تفتیش سے، جواب تک ہوئی ہے، لاش کی پوزیشن سے اور دیگر تمام باتوں سے مثبت طور پر یہی ثابت ہوتا ہے۔ اس معاملے میں کسی قسم کے شک وشبے کی کوئی گنجائش نہیں۔''

تیا کی سٹی گم ہو گئی۔

"لیکن حضرات، یہ ناممکن ہے،" وہ پھیپھڑوں کا پورا زور لگا کر چلایا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ "میں... میں نے تو کمرے کے اندر پاؤں بھی نہیں رکھا تھا... مجھے اس بارے میں پورا اعتماد ہے، میں آپ کو واقعی یقین دلاتا ہوں کہ جب تک میں باغیچے میں موجود رہا، بلکہ میرے کھڑکی سے پرے بھاگنے کے دوران میں بھی دروازہ بند رہا تھا۔ میں محض کھڑکی کے قریب کھڑا رہا تھا اور اسی میں سے میں نے اسے دیکھا تھا، یہی ساری بات ہے، بالکل یہی ساری بات ہے... آخری سیکنڈ تک جو کچھ ہوا تھا، مجھے وہ سب یاد ہے۔ اگر مجھے یاد نہیں ہے، تب بھی مجھے معلوم ہے کیونکہ جن لوگوں کو سگنل کے بارے میں آگہی تھی، وہ صرف سمردیاکوف، خود میں اور میرا باپ تھے، اور جب تک سگنل نہ دیا جاتا وہ دنیا کے کسی بھی شخص کے لیے دروازہ کھولنے پر تیار نہ ہوتا!"

"سگنل؟ کیسا سگنل؟" سرکاری وکیل نے بڑے پُراشتیاق بلکہ ہسٹیریائی تجسس سے پوچھا۔ اس نے اپنے چہرے پر رکھائی اور لاتعلقی کا جو نقاب پہن رکھا تھا، اسے ایکا ایکی اتار دیا اور دزدیدہ انداز سے تیا کی جانب جھک گیا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کوئی اہم بات سامنے آ رہی ہے جس کے متعلق اسے پہلے کچھ معلوم نہیں تھا اور اسے یہ خوف لاحق ہونے لگا کہیں تیا اسے پوری طرح منکشف کرنے سے انکار ہی نہ کر دے۔

"تو آپ کو معلوم نہیں تھا؟" تیا نے اسے آنکھ مارتے اور اس کی طرف استہزائی اور غصیلی مسکراہٹ اچھالتے ہوئے کہا۔ "اور اگر میں نہ بتاؤں تو پھر؟ میرا مرحوم باپ، میں اور سمردیاکوف واحد اشخاص تھے جنہیں اس سگنل کا علم تھا، کسی اور کو بالکل نہیں۔ ویسے عالم بالا کو بھی معلوم ہوگا لیکن میرا خیال ہے اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ آپ کو وہاں سے کوئی جواب مل سکے گا۔ چنانچہ یہ ایک خصوصی طور پر چھوٹی سی دلچسپ حقیقت ہے جس پر خدا جانے آپ کیا کچھ تعمیر کر سکتے ہیں، ہا، ہا، ہا! حضرات، دھیرج رکھیں، میں آپ لوگوں کے سامنے اس کا انکشاف کرنے سے گریز نہیں کروں گا۔ آپ حضرات مجھے غلط سمجھے ہیں، آپ کو پتا ہی نہیں کہ آپ کا واسطہ کس شخص سے پڑا ہے! آپ کا واسطہ ایک ایسے شخص سے پڑا ہے جو اپنے خلاف خود ہی شہادت فراہم کر رہا ہے! ہاں، واقعی آپ کا واسطہ ایک غیرت مند اور باعزت شخص سے پڑا ہے مگر آپ لوگوں کو کیا معلوم کہ عزت اور غیرت کیا ہوتی ہے۔"

سرکاری وکیل اپنا پندار پی گیا، وہ اس نئی حقیقت کو جاننے کے لیے بے حد بے چین ہو رہا تھا۔ فیودر پاولووچ نے سمردیاکوف کے لیے جو سگنل وضع کیا تھا، تیا نے ایمانداری سے اس کی صحیح صحیح تفصیل بیان کر دی: کھڑکی پر دستک کا صحیح صحیح کیا مطلب تھا اور اس کی کیا اہمیت تھی، اس نے اس کی

بھی پوری طرح وضاحت کر دی بلکہ وہ تو یہاں تک چلا گیا کہ اس نے میز پر کھٹ کھٹ کر کے اس کا عملی مظاہرہ بھی دکھا دیا۔ اس کے علاوہ نکولائی پارفینووچ کے سوال کے جواب میں — کہ "اس نے میز پر جو کھٹ کھٹ کی تھی تو کیا درحقیقت اس کا یہ مطلب تھا کہ گروشینکا پہنچ گئی ہے؟" — ہاں کہہ دیا اور تصدیق کر دی کہ اس نے جس سگنل کا عملی مظاہرہ کیا ہے اس کا مطلب بالکل یہی ہے کہ "گروشینکا پہنچ گئی ہے۔"

"تو آگے چلیں اور اپنے ہوائی قلعوں کی تعمیر شروع کر دیں!" تیا اچانک چپ ہو گیا اور اس نے حقارت سے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"چنانچہ صرف تمہارے باپ، تمہیں اور ملازم سمردیاکوف کو ہی اس سگنل کے متعلق معلوم تھا؟ اور کسی دوسرے شخص کو بالکل نہیں؟" نکولائی پارفینووچ نے ایک بار پھر دریافت کیا۔

"ہاں، ملازم سمردیاکوف اور عالم بالا کو۔ اس بات کا اہتمام کر لیں کہیں عالم بالا تحریر میں آنے سے رہ نہ جائے۔ اگر اسے بیچ میں گھسیٹ لیا جائے، کوئی فرق نہیں پڑے گا، فائدہ ہی رہے گا۔ ہو سکتا ہے خود آپ کو بھی کسی روز عالم بالا کی مدد کی ضرورت پیش آ جائے۔"

بہرحال انہوں نے اسے لکھ لیا لیکن جب کلرک لکھنے میں مصروف تھا، سرکاری وکیل اچانک یوں گویا ہوا جیسے اسے بالکل ابھی ابھی کوئی نیا خیال سوجھا ہو۔

"اگر سمردیاکوف کو بھی اس سگنل کا علم تھا — اور چونکہ تم قطعی طور پر انکار کر رہے ہو کہ تمہارا اس قتل میں کوئی ہاتھ تھا — تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس نے طے شدہ سگنل دے کر دروازہ کھلوا لیا ہو اور پھر... پھر اسے قتل کر دیا ہو؟"

تیا نے اس پر کامل نفرت، حقارت اور تمسخر کی نگاہ ڈالی۔ وہ ایک بھی لفظ کہے بغیر ٹکٹکی باندھ کر تادیر اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ سرکاری وکیل آنکھیں جھپکانے لگا۔

"آپ نے ایک بار پھر لومڑی کو پھانس لیا ہے!" تیا نے آخرکار کہا۔ "آپ نے حرافہ کو دم سے پکڑ لیا ہے، ہا، ہا، ہا! جناب وکیل صاحب، میں آپ کے قلبی خیالات بھانپ سکتا ہوں! آپ سمجھتے ہیں میں آپ کی قیاس آرائی سن کر اچھل پڑوں گا، اس آخری نکتے پر جھپٹ پڑوں گا اور پوری قوت سے چیخ چیخ کر کہنے لگوں گا، 'آہا! یہ واقعی سمردیاکوف کا کیا دھرا ہے، اسی نے قتل کا ارتکاب کیا ہے!' مان لیں آپ انہی خطوط پر سوچ رہے تھے، مان لیں، تب میں اپنی بات آگے بڑھاؤں گا۔"

مگر سرکاری وکیل کچھ بھی ماننے پر تیار نہ ہوا، وہ اپنے منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھا اور انتظار کرتا رہا۔

"آپ کی قیاس آرائی غلط ہے، میں سمردیاکوف کو مجرم نہیں ٹھہرا سکتا!" میتیا نے کہا۔

"تمہیں اس پر شبہ تک نہیں؟"

"آپ کا کیا خیال ہے؟"

"ہم نے اس پر بھی شبہ کیا تھا۔"

میتیا نے اپنی نگاہیں فرش پر گاڑ دیں۔

"قطع نظر،" اس نے افسردگی سے کہا، "میری بات توجہ سے سنیں۔ عین ابتدا پر ہی، جب میرا پردے کے پیچھے آپ سے سامنا ہوا، یہ خیال مجھے آیا تھا: 'سمردیاکوف!' میں یہاں اس میز کے سامنے بیٹھا چلا چلا کر کہے جا رہا تھا کہ میں اس کے خون کا مجرم نہیں ہوں اور میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا رہا: 'سمردیاکوف!' سمردیاکوف مجھ پر آسیب کی طرح سوار ہو گیا تھا۔ ابھی ابھی پھر مجھے خیال آیا تھا: 'سمردیاکوف!' لیکن صرف ایک سیکنڈ کے لیے — میں نے تقریباً اسی وقت اپنے آپ سے کہا، 'سمردیاکوف، نہیں، بالکل نہیں!' حضرات، سمردیاکوف قاتل نہیں!"

"اگر یہ بات ہے، پھر کوئی اور شخص جس پر تمہیں شک ہو؟" نکولائی پارفینووچ نے باول ناخواستہ کہا۔

"یہ دوسرا شخص کون ہے یا کیا ہے، اس میں خدائی ہاتھ ہے یا شیطانی، مجھے کچھ معلوم نہیں... لیکن یہ سمردیاکوف نہیں ہو سکتا؛" میتیا نے قطعیت سے کہا۔

"آخر تم اپنے موقف پر اتنی ثابت قدمی سے کیوں ڈٹے ہوئے ہو؟ آخر تم اتنے وثوق سے کیوں کر کہہ سکتے ہو کہ قاتل وہ نہیں؟"

"اس لیے کیونکہ مجھے اس بارے میں پختہ یقین ہے۔ یہ اس کا طرزِ عمل ہے جو مجھے اس کا یقین دلاتا ہے۔ سمردیاکوف بزدل اور ادنیٰ ترین آدمی ہے۔ وہ محض بزدل ہی نہیں بلکہ ان تمام بزدلوں کا سرغنہ ہے جنہوں نے کبھی اس دھرتی پر قدم رکھا ہے۔ وہ عین مَین بالکل یہی شے ہے، سرتاپا بزدل ہے۔ وہ جب بھی مجھ سے گفتگو کرتا تھا، اس پر کپکپی طاری ہونے لگتی تھی۔ وہ مجھ سے التجائیں کرتا رہتا تھا کہ میں اس کی جان نہ لوں حالانکہ میں نے اس پر کبھی انگلی تک نہیں اٹھائی تھی۔ وہ میرے قدموں پر گر جاتا اور لغوی معنوں میں میرے بوٹ چاٹنے لگتا تھا اور مجھ سے گڑگڑا گڑگڑا کر کہا کرتا تھا کہ میں اسے 'خوف زدہ' نہ کروں، سنا آپ نے 'خوف زدہ' — یہ کس قسم کی گفتگو ہے؟ اور میں اسے تحفے تحائف بھی دیتا رہتا تھا۔ وہ مرگی کا خالی الذہن دائمی مریض ہے اور آٹھ سال کا بچہ بھی مار مار کر اس کا بھرکس نکال سکتا ہے۔ اس کی حالت دیکھ کر آدمی کو بس ترس ہی آتا ہے۔ حضرات، قاتل سمردیاکوف نہیں ہو سکتا اور اسے روپے پیسے کا بھی لالچ نہیں؛ میں اسے جو کچھ بھی دیتا

چاہتا، وہ اسے لینے سے صاف انکار کر دیتا... پھر اسے بڈھے کو قتل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ غالباً وہ اس کا بیٹا، ناجائز بیٹا، ہے۔ کیا آپ کو یہ معلوم تھا؟"

"ہاں، ہم یہ قصہ سن چکے ہیں۔ لیکن تم بھی تو اس کے بیٹے ہو اور اس کے باوجود ہر شخص کو بتاتے پھرتے رہے ہو کہ تم اسے ہلاک کرنا چاہتے ہو۔"

"مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگ کہنا کیا چاہتے ہیں۔ اور آپ لوگوں کا یہ رویہ نہایت گھناؤنا اور قابلِ سرزنش ہے! لیکن میں خوف زدہ نہیں ہوں! حضرات، آپ لوگ میرے منہ پر جو اس قسم کی بات کر رہے ہیں تو بڑی کمینگی کر رہے ہیں، میرے خلاف گھٹیا داؤ کھیل رہے ہیں! آپ جو کچھ کر رہے ہیں وہ اس لیے قابلِ سرزنش ہے کیونکہ اس بارے میں مَیں نے ہی آپ کو بتایا ہے: نہ صرف یہ کہ میں اسے ہلاک کرنا چاہتا تھا بلکہ کر بھی سکتا تھا؛ مزید برآں، میں ہر کہہ و مہ کو بتاتا پھرا کہ میں اسے قتل کر دوں گا! مگر سچی بات یہ ہے کہ قتل اسے میں نے نہیں کیا، مجھ پر میرے محافظ فرشتے نے ہاتھ رکھ دیا تھا اور یوں میں اس فعل کے ارتکاب سے بچ گیا تھا — اور یہی وہ پہلو ہے جسے آپ نے قطعاً قابلِ اعتنا نہیں سمجھا... اس لیے آپ جو کچھ کر رہے ہیں، وہ دغابازی، بے انصافی اور کمینگی پر مبنی ہے! کیونکہ میں نے اسے قتل نہیں کیا تھا، نہیں کیا تھا، نہیں کیا تھا! کچھ سنا آپ نے؟ وکیل صاحب، آپ سن رہے ہیں؟ میں پھر کہتا ہوں کہ میں نے اسے ہلاک نہیں کیا تھا!"

وہ ہانپنے لگا تھا۔ وہ تفتیش کے دوران میں اتنا مضطرب کبھی نہیں دکھائی دیا تھا۔

"تو حضرات، سمردیاکوف نے آپ لوگوں کو کیا بتایا ہے؟" اور کچھ دیر بعد اس نے مزید کہا، "کیا میں آپ لوگوں سے یہ پوچھ سکتا ہوں؟"

"تم جو چاہو، ہم سے پوچھ سکتے ہو؛" سرکاری وکیل نے سرد مہرانہ خشونت سے جواب دیا، "کوئی بھی چیز جس کا اس مقدمے کے حقائق سے کوئی تعلق بنتا ہے اور میں اپنی بات دہراتا ہوں، تمہارے تمام سوالوں کا جواب دینا ہماری ذمے داری بنتا ہے۔ ہمیں ملازم سمردیاکوف، جس کے بارے میں تم دریافت کر رہے ہو، اپنے بستر پر بے ہوش پڑا ملا تھا، اسے یکے بعد دیگرے مرگی کے کوئی دس بارہ شدید دورے پڑ چکے تھے۔ جس ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کیا تھا، اس نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ شاید صبح تک بھی جان بر نہ ہو سکے۔"

"پھر اس صورت میں میرے باپ کی ہلاکت کا ذمے دار شیطان ہوگا؛" میتیا اچانک یوں بول اٹھا جیسے وہ بالکل آخری لمحے تک اپنے آپ سے یہی پوچھتا رہا ہو: 'کیا یہ سمردیاکوف تھا یا نہیں تھا؟'"

"خیر، اس نکتے پر ہم بعد میں گفتگو کریں گے؛" نکولائی پارفینووچ نے فیصلہ کن انداز سے کہا،

''فی الحال تم شاید اپنا بیان جاری رکھنا چاہو گے؟''

میتیا نے پوچھا، ''کیا میں کچھ دیر آرام کر سکتا ہوں؟'' اس کی یہ درخواست بصد خوشی قبول کر لی گئی۔ آرام کرنے کے بعد وہ پھر شروع ہو گیا۔ لیکن صاف نظر آ رہا تھا کہ اب اسے بات کرنے میں دقت پیش آ رہی ہے۔ وہ تھک چکا تھا، اس کی تذلیل ہو چکی تھی اور وہ روحانی طور پر ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔ دوسری باتوں کے علاوہ سرکاری وکیل نے اب اس سے ''معمولی معمولی جزئیات'' کی تفصیلات دریافت کر کے اس کا ناک میں دم کرنا شروع کر دیا تھا جیسے وہ ارادتاً اسے جھنجھلانا، طیش دلانا چاہتا ہو۔ ابھی وہ بمشکل اتنا بتا پایا تھا کہ اس نے کس طرح دیوار پر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھے بیٹھے گریگوری کے سر پر موسل سے ضربیں لگائی تھیں جبکہ موخرالذکر اس کی ٹانگ سے چمٹا ہوا تھا اور پھر اس نے کس طرح جھٹ پٹ نیچے چھلانگ لگائی تھی تاکہ وہ زخمی شخص کی مدد کر سکے کہ سرکاری وکیل نے اسے روک دیا اور اس سے کہنے لگا کہ وہ دیوار پر جس طرح بیٹھا ہوا تھا، اس کی ذرا مزید وضاحت کرے تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ صحیح صحیح کس طرح بیٹھا ہوا تھا۔ میتیا کو اس کی بات سن کر تعجب ہوا۔

''خیر، میں اس طرح ٹانگیں لٹکائے بیٹھا تھا کہ ایک ٹانگ اِدھر تھی اور ایک اُدھر...''

''اور موسل؟''

''موسل میرے ہاتھ میں تھا۔''

''تمہاری جیب میں نہیں تھا؟ تمہیں اچھی طرح یاد ہے؟ تم نے اس سے اسے زور سے ضرب لگائی تھی؟''

''غالباً ہاں، لیکن آپ کیوں جاننا چاہتے ہیں؟''

''اگر میں تم سے کہوں کہ تم اس کرسی پر بالکل اسی طرح بیٹھ کر دکھاؤ جس طرح تم دیوار پر بیٹھے تھے، تم برا تو نہیں مانو گے؟ تم نے اپنا بازو کیسے اور کس طرف گھمایا تھا، ہماری معلومات کے لیے ہمیں واضح طور پر کر کے دکھاؤ۔''

''آپ لوگ میرا مذاق اڑا رہے ہیں؟'' میتیا نے مجسٹریٹ کو متکبرانہ انداز سے دیکھتے ہوئے کہا جس نے آنکھ تک نہ جھپکی۔ میتیا یک لخت مڑا، کرسی کی دونوں جانب ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گیا اور اس نے اپنا بازو گھما دیا۔

''میں نے اس طرح اسے موسل مارا تھا! اس طرح اسے نیچے گرایا تھا! تسلی ہو گئی؟''

''شکریہ۔ کیا تم صحیح صحیح ہمیں بتاؤ گے کہ تم نے نیچے کودنے کی زحمت کیوں کی تھی، تمہارا اصل ارادہ کیا تھا، درحقیقت تم سوچ کیا رہے تھے؟''

''اف، خداوند آپ لوگوں کا بیڑا غرق کرے...وہ شخص زخمی ہو گیا تھا اور میں نے نیچے چھلانگ لگا دی... پتا نہیں کیوں!''

''حالانکہ تم خوف و ہراس میں مبتلا تھے؟ وہاں سے فرار ہونے کے چکر میں تھے؟''

''ہاں، مجھ پر خوف و ہراس سوار تھا اور میں وہاں سے فرار ہونے کے چکر میں تھا۔''

''تم اس کی مدد کرنا چاہتے تھے؟''

''مدد؟ ہونہہ!... ہاں، شاید میرا ارادہ مدد کرنے کا ہی تھا مجھے کچھ یاد نہیں۔''

''تمہیں کچھ معلوم نہیں کہ تم کیا کر رہے تھے؟ تم الجھن میں پڑ گئے تھے؟''

''نہیں، بالکل نہیں۔ مجھے کوئی الجھن نہیں ہو رہی تھی۔ مجھے سب کچھ یاد ہے، سب کچھ، باریک سے باریک تفصیل تک۔ میں نے اس لیے چھلانگ لگائی تھی کیونکہ میں جاننا چاہتا تھا کہ اس کی حالت کیا ہے، میں نے اپنے رومال سے اس کے چہرے سے خون صاف کیا تھا۔''

''ہم تمہارا رومال دیکھ چکے ہیں۔ کیا تمہیں امید تھی کہ تم اسے ہوش میں لا سکو گے؟''

''مجھے امید تھی یا نہیں، میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ میں تو صرف اتنا اطمینان کر لینا چاہتا تھا کہ وہ زندہ ہے یا نہیں۔''

''اخاہ، تو تم معلوم کرنا چاہتے تھے؟ تمہیں معلوم ہوا؟''

''میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔ میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ میں تو یہ سوچتے ہوئے وہاں سے بھاگ پڑا تھا کہ وہ میرے ہاتھوں ہلاک ہو چکا ہے مگر اسے دوبارہ ہوش آ گیا۔''

''بہت اعلیٰ!'' سرکاری وکیل نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔ ''بہت، بہت شکریہ۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔ مہربانی کر کے اپنا بیان جاری رکھیں۔''

حیف، صد حیف! اگرچہ میتیا کو اچھی طرح یاد تھا کہ اس نے محض رحم کے جذبے سے نیچے چھلانگ لگائی تھی اور اس نے اس کے سر پر کھڑے ہو کر چند ہمدردی کے کلمات بھی کہے تھے، ''بڑے میاں، یوں بھی ہو جاتا ہے، ایسے میں آدمی کچھ نہیں کر سکتا، خداوند تمہارا بھلا کرے،'' لیکن اب اسے سوجھا ہی نہیں کہ اسے یہ سب کچھ بتا دینا چاہیے۔ تاہم سرکاری وکیل نے جو نتیجہ اخذ کیا، وہ یہ تھا: ''اس موقع پر، جب وہ خوف و ہراس کی لپیٹ میں تھا، اس نے محض اس لیے چھلانگ لگائی تھی کیونکہ وہ یقینی طور پر تصدیق کر لینا چاہتا تھا کہ اس کے جرم کا واحد گواہ ابھی تک زندہ ہے یا نہیں، چنانچہ وہ کتنا پُرعزم، کٹھور، سنگ دل اور حسابی کتابی شخص ہو گا کہ اس موقع پر بھی...'' وغیرہ، وغیرہ سرکاری وکیل بالکل مطمئن تھا۔ ''اس اعصاب زدہ شخص کو آسانی سے جھنجھلایا جا سکتا ہے، میں نے معمولی اور غیر اہم باتوں سے اسے الجھاؤ میں ڈال دیا ہے اور اس نے بے دھیانی کے عالم میں

اصل بات منکشف کر دی ہے۔"

اگرچہ اب میتیا کے لیے اپنا بیان جاری رکھنا تکلیف دہ ہو چکا تھا، وہ بولتا رہا۔ تاہم اس کی گفتگو فوراً ہی منقطع کر دی گئی، لیکن اس مرتبہ یہ کام نکولائی پارفینووچ نے کیا۔

"تمہاری حالت تو یہ ہو رہی تھی کہ تمہارے ہاتھ اور تمہارا چہرہ خون میں لت پت تھا، ایسے میں تم نے ملازمہ فیدوسیا مارکوونا کے گھر کی طرف بھاگنے کا کیسے سوچ لیا؟"

"اس وقت مجھے معلوم ہی نہ ہو سکا کہ میں خون میں لت پت ہو چکا ہوں،" میتیا نے جواب دیا۔

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے،" سرکاری وکیل نے مجسٹریٹ کے ساتھ نگاہوں کا تبادلہ کرتے ہوئے کہا، "اس طرح ہو ہی جاتا ہے۔"

"آپ نے درست کہا، اس وقت مجھے بالکل احساس نہیں ہوا تھا، لیکن وکیل صاحب، آپ درست فرما رہے ہیں،" میتیا نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد تفتیش کا رخ میتیا کے "ایک طرف ہٹ جانے" اور "خوش قسمت جوڑے کا راستہ صاف کرنے" کے اچانک فیصلے کی طرف مڑ گیا۔ لیکن اب اسے اپنی روح پر سے پردہ اٹھانا اور "اپنے دل کی ملکہ" کے متعلق گفتگو کرنا جیسے کہ وہ پہلے کر چکا تھا، بالکل ناممکن دکھائی دینے لگا۔ اسے ان سرد مہر لوگوں سے گھن محسوس ہونے لگی جو "پسوؤں کی طرح اس کا خون چوس رہے تھے۔" چنانچہ بار بار کے سوالوں کے جواب میں اس نے محض مختصر اور روکھا جواب دینے پر اکتفا کیا۔

"خیر، میں نے خودکشی کا ارادہ کر لیا۔ آخر میرے زندہ رہنے کے لیے بچا ہی کیا تھا؟ میں یہ سوال بار بار اپنے آپ سے پوچھے بنا نہیں رہ سکتا تھا۔ اس (گروشینکا) کا سابقہ اور غیر متنازعہ فیہ واپس آ چکا تھا؛ وہ اس کے ساتھ زیادتی کا مرتکب ہوا تھا لیکن اب پانچ سال گزر جانے کے بعد وہ محبت کے دعوے کرتے دوبارہ آ گیا تھا، وہ اس کے ساتھ شادی کر کے اپنی سابقہ زیادتی کا ازالہ کرنا چاہتا تھا۔ مجھے صاف نظر آنے لگا تھا کہ میرے لیے اب مطلق گنجائش نہیں رہی... اوپر سے بدنامی، خون، گریگوری کا خون، میرا تعاقب کر رہا تھا... زندہ رہنے میں رکھا ہی کیا تھا؟ چنانچہ میں نے اپنے پستول واپس لیے، ان میں گولیاں بھرنے اور صبح ہونے سے پہلے پہلے اپنے سر کو نشانہ بنانے کا فیصلہ کر لیا..."

"اور مرنے سے پہلے آخری مرتبہ عیش کرنے کا؟"

"ہاں، آخری مرتبہ عیش کرنے کا۔ لعنت ہو! آئیں، حضرات، ہم یہ قصہ جلد از جلد نپٹا دیں۔ میں یہیں کہیں، اس گاؤں کے قرب و جوار میں، اپنے آپ کو گولی مارنے کا قصد کر چکا تھا، میں نے

منصوبہ بنایا تھا کہ میں یہ کام تقریباً پانچ بجے صبح کروں گا۔ میری جیب میں وہ رقعہ تھا جو میں نے پرخوتین کے ہاں پستول میں گولی بھرنے کے بعد لکھا تھا۔ یہ رہا وہ رقعہ، آپ اسے پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن اتنا میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ یہ لکھا آپ کے لیے نہیں گیا تھا،" اس نے پُرحقارت لہجے سے مزید کہا۔ اس نے اپنی واسکٹ کی جیب سے رقعہ نکالا اور ان کے سامنے میز پر پھینک دیا۔ اس کے تفتیش کنندگان نے اسے تجسس اور دلچسپی سے پڑھا اور جیسا کہ دستور ہے، پڑھنے کے بعد اسے فائل میں رکھ لیا۔

"اور پرخوتین کے ہاں جانے کے بعد بھی تمہیں اپنے ہاتھ دھونے کا خیال نہ آیا؟ تمہیں کوئی اندیشہ نہیں تھا کہ تم پر شک کیا جا سکے گا؟"

"شک؟ کس چیز کا شک؟ اس بات سے قطع نظر کہ مجھ پر کسی چیز کا شک کیا جاتا یا نہ کیا جاتا، میں بہرحال جلد از جلد یہاں پہنچ جاتا، پانچ بجے اپنے آپ کو گولی مار لیتا اور آپ لوگ کچھ بھی نہ کر سکتے۔ جو کچھ میرے باپ کے ساتھ ہوا ہے، اگر وہ نہ ہوا ہوتا تو آپ لوگوں کو کچھ بھی معلوم نہ ہو پاتا اور آپ کبھی یہاں نہ آتے۔ یہ شیطان تھا، شیطان، جس نے میرے باپ کو ہلاک کیا ہے اور آپ لوگوں کو جو سب باتیں اتنی جلدی معلوم ہو گئی ہیں، شیطان ہی سے معلوم ہوئی ہوں گی! آپ لوگ اتنی جلدی یہاں کیسے پہنچ گئے؟ مجھے یقین ہی نہیں آ رہا، بالکل اچنبھے میں ڈالنے والی بات ہے!"

"مسٹر پرخوتین نے ہمیں بتایا تھا کہ جب تم اس کے ہاں پہنچے تھے، تمہارے ہاتھوں میں... تمہارے خون آلود ہاتھوں میں... رقم... خاصی موٹی رقم... سو سو روبلوں کی... گڈی... تھی اور یہ رقم اس کے ملازم لڑکے نے بھی دیکھی تھی۔"

"جی حضرات، میرا خیال ہے آپ صحیح کہہ رہے ہیں، مجھے کچھ کچھ یاد آ رہا ہے۔"

"اور اب ہم تم سے ایک اور چھوٹا سا سوال پوچھنا چاہتے ہیں،" نکولائی پارفینووچ نے نہایت نرم و ملائم لہجے میں کہنا شروع کیا، "کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ اتنی بڑی رقم اچانک تمہارے ہاتھ کہاں سے آ گئی کیونکہ جو باتیں ہمیں معلوم ہوئی ہیں، ان سے ہمیں یقین ہو چکا ہے کہ تمہارے پاس اتنا وقت ہی نہیں تھا کہ تم اپنے گھر جا سکتے۔"

سوال جس منہ پھٹ انداز سے پوچھا گیا تھا، اس پر سرکاری وکیل کی پیشانی قدرے شکن آلود تو ضرور ہوئی تاہم اس نے نکولائی پارفینووچ کو ٹوکنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

"نہیں، میں اپنے گھر نہیں گیا تھا،" میتیا نے بظاہر پُرسکون لہجے سے جواب دیا۔ وہ ٹکٹکی باندھ کر مسلسل فرش کی جانب دیکھے جا رہا تھا۔

"اگر یہ بات ہے، پھر میں اپنا سوال دہرانے کی اجازت چاہوں گا،" نکولائی پارفینووچ نے

کچھ اس انداز سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا جیسے اسے اسے ستانے، تنگ کرنے اور اذیت پہنچانے کا جنون ہو گیا ہو۔ "تمہیں اتنی بڑی رقم اتنی جلدی کہاں سے مل سکتی تھی جبکہ تمہارے اپنے بقول اس شام پانچ بجے تک تمہارے پاس..."

"مجھے دس روبلوں کی ضرورت تھی اور میں اپنے پستول پرخوتین کے ہاں لے گیا۔ اس کے بعد میں اپنی قسمت آزمانے مادام خوخلاکووا کے گھر چلا گیا کہ شاید وہ مجھے تین ہزار ادھار دینے پر رضامند ہو جائے لیکن اس نے صاف انکار کر دیا، وغیرہ وغیرہ۔" متیا نے بڑی تلخی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "جی، حضرات، اُس وقت میں بالکل کنگال تھا پھر اچانک —— ہزاروں، کیا خیال ہے؟ حضرات، آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس وقت آپ دونوں پر یہ خوف سوار ہے: 'اگر اس نے ہمیں یہ نہ بتایا کہ اسے اتنی بڑی رقم کہاں سے ملی تھی، پھر کیا ہو گا؟' آپ بالکل درست سوچ رہے ہیں: حضرات، میں ہرگز نہیں بتاؤں گا، آپ نے بالکل صحیح سوچا ہے، آپ کو قطعاً معلوم نہیں ہو پائے گا،" متیا نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے غیر معمولی عزم سے کہا۔

تفتیش کچھ دیر کے لیے رک گئی۔

"مسٹر کرامازوف، آپ کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے،" آخر نکولائی پارفینووچ نے ملائم اور مصالحت آمیز انداز سے کہا، "ہمارے لیے اس کا جاننا نہایت ہی اہم ہے۔"

"میں سمجھ گیا ہوں لیکن میں پھر بھی آپ کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

اب سرکاری وکیل بھی گفتگو میں شامل ہو گیا اور ایک بار پھر اعادہ کرنے لگا کہ اگر مشتبہ سمجھتا ہے کہ اس کا فائدہ اسی میں ہے کہ وہ سوال کا جواب نہ دے، پھر بے شک نہ دے، اسے اس کا پورا حق حاصل ہے، وغیرہ وغیرہ، لیکن اسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی اس خاموشی سے، خاص طور پر سوالات کی سنگینی اور اہمیت کے پیش نظر، اس کے دفاع کو جو نقصان پہنچے گا...

"علی ہٰذ القیاس اور وغیرہ وغیرہ، حضرات، کافی ہو گیا، میں اس قسم کا وعظ پہلے بھی سن چکا ہوں!" متیا نے ایک بار پھر بات کاٹ دی۔ "میں خود بھی صورت حال کی سنگینی سمجھ سکتا ہوں اور جانتا ہوں کہ یہ کلیدی سوال ہے مگر میں آپ کو بتاؤں گا پھر بھی نہیں۔"

"اس سے ہمارے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ تمہارا مسئلہ ہے، ہمارا نہیں، تم اپنا مقدمہ خود ہی کمزور کر رہے ہو۔"

"خیر، اب مذاق چھوڑیں اور سنجیدگی اختیار کریں،" متیا کی آنکھیں اچانک چمکنے لگیں اور وہ نہایت انہماک سے دونوں سرکاری افسروں کو دیکھنے لگا۔ "میں شروع میں ہی بھانپ گیا تھا کہ اس مسئلے پر ہمارا لازماً اختلاف ہو جائے گا لیکن جب میں بیان دینے لگا تھا تو شروع میں مجھے کچھ یوں

محسوس ہوا تھا کہ اس چیز کا تعلق بعید، دھندلے مستقبل سے ہے۔ تب ہر چیز مبہم تھی، غیر واضح تھی اور میں اتنا سادہ لوح تھا کہ میں نے یہاں تک کہہ دیا، 'آئیں، ہم ایک دوسرے پر اعتبار کریں۔' لیکن اب خود مجھے بھی نظر آنے لگا ہے کہ اس اعتماد کا کبھی امکان تھا ہی نہیں کیونکہ ہم خواہ کچھ ہی کیوں نہ کر لیتے، اس منحوس رکاوٹ کو بہرحال کسی نہ کسی طور نمودار ہونا ہی تھا اور یہ بالآخر نمودار ہو ہی گئی ہے! میں اس معاملے کے متعلق آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا اور یوں اسے ختم سمجھیں! تاہم میں آپ لوگوں کو کوئی الزام نہیں دے رہا، مجھے معلوم ہے کہ آپ میری بات پر آنکھیں بند کر کے اعتبار نہیں کر سکتے، میں اس سے اچھی طرح آگاہ ہوں!"

اور اس نے بیزاری کے عالم میں خاموشی اختیار کر لی۔

"تم نے اس اہم نکتے کے بارے میں خاموش رہنے کا جو تہیہ کر لیا ہے، ہم یہ تو نہیں کہتے کہ تم اسے تبدیل کر لو اور نہ ہم تمہیں اس کے لیے مجبور کر سکتے ہیں، تاہم ہم پوچھنا چاہیں گے کہ کیا تم اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ کوئی معمولی سا اشارہ کنایہ ہی دے دو کہ آخر وہ کون سے محرکات ہیں جو اتنے مضبوط ہیں کہ انہوں نے تمہیں اپنے بیان کے اس نازک موڑ پر خاموش رہنے کے لیے اکسا دیا ہے؟"

متیا مسکرا پڑا تاہم اس کی مسکراہٹ ایک قسم کی اداسی اور حسرت سے مملو تھی۔

"حضرات، میں اس سے کہیں زیادہ نیک فطرت انسان ہوں جتنا کہ آپ مجھے سمجھتے ہیں۔ آپ کے سوال کے جواب میں مئیں معلومات فراہم کرنے سے جو انکار کر رہا ہوں، تو میں نہ صرف اس کی وجہ بتانے کے لیے تیار ہوں، بلکہ آپ جس قسم کے اشارے کنائے کی خواہش کر رہے ہیں وہ بھی بتا دیتا ہوں حالانکہ آپ اس کے قطعاً مستحق نہیں۔ تو حضرات، سنیں۔ میں کچھ کہنے سے جو انکار کر رہا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھ پر شرم کا احساس غالب آ گیا ہے۔ میں نے یہ رقم کہاں سے حاصل کی؟ اس کے جواب میں مئیں یہ عرض کروں گا کہ میرے لیے یہ اتنا شرمناک معاملہ ہے کہ اس کے مقابلے میں میرے باپ کا قتل اور اس کی رقم کی چوری بھی بے وقعت ہو جاتی ہے —— بشرطیکہ میں نے اسے لوٹا یا قتل کیا ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے جو شرم آ رہی ہے، اس کا احساس مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ حضرات، آپ یہ بات لکھ تو نہیں رہے یا لکھ رہے ہیں؟"

"ہاں، ہم لکھ رہے ہیں،" نکولائی پارفینووچ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"میری خواہش ہے کہ آپ نہ لکھیں، کم از کم احساسِ شرم کے بارے میں۔ مجھے ضرورت تو کوئی نہیں تھی پھر بھی میں نے آپ سے یہ بات محض اس لیے کہہ دی تھی کیونکہ میں دل کا اچھا آدمی ہوں! میں نے یہ بات کچھ اس طور کہی تھی جیسے میں آپ کی خدمت میں کوئی تحفہ پیش کر رہا ہوں،

اور آپ اسے میرے خلاف شہادت تصور کر رہے ہیں۔ خیر، جو کرنا ہے کریں، جو چاہیں لکھ لیں،" اس نے نفرت اور حقارت سے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔ "میں آپ لوگوں سے خائف نہیں ہوں، میں گردن جھکا کر نہیں، بلکہ اٹھا کر آپ لوگوں کا سامنا کرتا رہا ہوں گا۔"

''تم ہمیں یہ نہیں بتاؤ گے کہ یہ شرم کس بات پر تھی؟'' نکولائی پارفینووچ نے کہا۔

سرکاری وکیل کے چہرے پر ایک بار پھر تکدر کے آثار نمایاں ہو گئے۔

''کبھی نہیں۔ C'est fini (اتنا ہی کافی ہے!)۔ اس بارے میں اپنے آپ کو تردد میں مت ڈالیں۔ میں جتنا کچھ آپ کو بتا چکا ہوں، میری خواری کے لیے اتنا ہی کافی ہے! آپ اس کے مستحق نہیں، نہ آپ اور نہ کوئی دوسرا... حضرات، بہت ہو گیا۔ اب میں مزید ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا۔"

اس نے اپنی بات کا اختتام بالکل تحکمانہ اور قطعی انداز سے کیا۔ نکولائی پارفینووچ نے مزید اصرار کرنا بند کر دیا لیکن اپولیت کیریلووچ کی آنکھیں چغلی کھا رہی تھیں کہ موخرالذکر نے ابھی تک امید کا دامن نہیں چھوڑا۔

''تم کم از کم اتنا تو بتا سکتے ہو کہ جب تم پرخوتین کے گھر میں داخل ہوئے تو تمہارے ہاتھ میں صحیح صحیح کتنی رقم تھی یا دوسرے الفاظ میں تمہارے ہاتھ میں صحیح صحیح کتنے روبل تھے؟''

''نہیں، میں آپ کو یہ بھی نہیں بتا سکتا۔''

''کیا تم نے پرخوتین کو یہ نہیں بتایا تھا کہ تمہیں مفروضہ طور پر مادام خوخلاکووا سے تین ہزار روبل ملے تھے؟''

''ممکن ہے میں نے کہا ہو۔ حضرات، اتنا ہی کافی ہے۔ کل رقم کتنی تھی، میں ہرگز نہیں بتاؤں گا۔''

''اس صورت میں کیا تم یہ بتاؤ گے کہ تم یہاں کیسے پہنچے اور اپنی آمد کے بعد تم نے یہاں کیا کچھ کیا؟''

''اوہ، اس بارے میں تو آپ یہاں کسی بھی شخص سے پوچھ سکتے ہیں۔ پھر بھی میں خود ہی آپ کو بتائے دیتا ہوں۔ کیا فرق پڑے گا؟''

اور اس نے بتا دیا، لیکن اس کی کہانی ہم یہاں دہرائیں گے نہیں۔ وہ تیز تیز اور خشک لہجے سے بولتا رہا۔ اس پر محبت سے جو وجد طاری ہوا تھا، اس نے اس کے متعلق کچھ کہنے سے گریز کیا، تاہم اس نے اتنا ضرور بتایا کہ چونکہ "حالات تبدیل ہو گئے تھے،" اس نے اپنا خودکشی کا پکا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ وہ چوں چرا کیے بغیر اپنی کہانی سناتا رہا تاہم اس نے تفصیلات میں جانا ضروری نہ سمجھا اور اس کے تفتیش کنندگان نے بھی اس مرحلے پر اسے ٹوکنا مناسب نہ خیال کیا، صرف اتنا ظاہر

تھا کہ ان کے لیے یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں رہا تھا۔

''ہم ان تمام باتوں کی تحقیق کریں گے۔ جب ہم گواہوں کے بیانات لیں گے تب یہ مسئلہ بھی اٹھائیں گے، البتہ یہ سب کچھ تمہاری موجودگی میں ہوگا،'' نکولائی پارفینووچ نے پوچھ کچھ کا سلسلہ بند کرتے ہوئے کہا۔ ''محترم، اب میں درخواست کروں گا کہ اس وقت جو کچھ — اہم ترین چیز نقدی ہے — تمہارے پاس ہے، اسے میز پر رکھ دو۔''

''نقدی؟ روپیہ؟ یقیناً۔ میں سمجھ گیا ہوں یہ بالکل ضروری ہے۔ مجھے تعجب صرف اس بات پر ہے کہ آپ لوگوں نے اس سے پہلے اس بارے میں کسی تجسس کا اظہار کیوں نہیں کیا تھا؟ یہ درست ہے کہ میں یہاں سے کہیں نہیں جا سکتا تھا اور نہ میرا کوئی ایسا ارادہ تھا۔ بہرحال میں یہیں موجود رہا ہوں اور آپ کو بھی اس کا علم ہے۔ خیر، یہ رہا روپیہ، اٹھائیں اور گن لیں، اپنے پاس رکھ لیں۔ میرا خیال ہے ساری رقم بس یہی ہے۔''

اس نے سب کچھ، یہاں تک کہ چھوٹی موٹی ریزگاری بھی، اپنی جیبوں سے باہر نکال دی۔ اس میں دو کوپک بھی تھے جو اس نے اپنی واسکٹ کی جیب سے برآمد کیے تھے۔ رقم گنی گئی اور کل ملا کر آٹھ سو چھتیس روبل اور چالیس کوپک بنے۔

''کیا ساری رقم یہی ہے؟'' مجسٹریٹ نے پوچھا

''جی ہاں۔''

''ابھی ابھی تم نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ تم نے تین سو روبل پلوتنیکوف کی دکان پر خرچ کیے تھے، دس روبل پرخوتین کو اور بیس کوچوان کو دیے تھے، اور دو سو روبل یہاں جوئے میں ہار گئے تھے، پھر...''

''نکولائی پارفینووچ نے ایک ایک پیسا گنا۔ میتیا پورا پورا تعاون کرتا رہا۔ ایک ایک کوپک شامل کیا گیا اور شمار میں لایا گیا۔ نکولائی پارفینووچ نے تیزی سے میزان کی۔

''ان آٹھ سو کو شامل کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے پاس شروع میں پندرہ سو روبل تھے۔''

''واقعی ہوں گے،'' میتیا نے تراخ سے جواب دیا۔

''پھر ہر شخص یہ دعویٰ کیوں کرتا پھر رہا ہے کہ کل رقم اس سے کہیں زیادہ تھی۔''

''کہتے ہیں تو کہنے دیں۔''

''اور تم نے خود بھی تو یہی کہا تھا۔''

''میں نے واقعی کہا تھا؟''

"ہم ان لوگوں کے بیانات سے، جن سے ابھی تک پوچھ گچھ نہیں کی گئی، اس کی تصدیق کرائیں گے۔ اپنی رقم کی فکر نہ کریں، اسے بحفاظت رکھا جائے گا اور... پوری... کارروائی کے اختتام پر تمہیں واپس کر دی جائے گی... بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے یا کم از کم اتنا طے ہو جائے کہ تم اس کے جائز مالک ہو۔ خیر، اب..."

نکولائی پارفینووچ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے مستحکم لہجے سے متیا کو مطلع کیا کہ اس کے "فرض منصبی کا تقاضا" ہے کہ وہ اس کے "ملبوسات اور دیگر تمام چیزوں" کی تفصیلی اور جامع تلاشی لے۔

"یقیناً، حضرات، اگر آپ چاہیں تو میں اپنی جیبیں الٹا دیتا ہوں۔"

اور وہ واقعی اپنی جیبیں الٹانے لگا۔

"میرا خیال ہے ہمیں تمہارے کپڑے اتروانا پڑیں گے۔"

"کیا؟ آپ مجھے برہنہ کرنا چاہتے ہیں؟ لعنت ہو آپ لوگوں پر! آپ میری کپڑوں سمیت کیوں تلاشی نہیں لے سکتے؟ کیوں نہیں؟"

"دمتری فیودورووچ، بالکل نہیں۔ تمہیں اپنے کپڑے اتارنا ہی ہوں گے۔"

"اچھا، آپ کی مرضی؛" متیا نے راضی بہ رضا ہو کر کہا۔ "اگر آپ برا نہ مانیں تو میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ آپ یہ کام یہاں نہیں، پردے کے پیچھے کریں۔ میری تلاشی کون لے گا؟"

"ہاں، پردے کے پیچھے؛" نکولائی پارفینووچ نے رضامندی کے طور پر اپنا سر ایک جانب جھکا دیا۔ اس کے لڑکوں جیسے چہرے پر غیر معمولی سنجیدگی طاری ہو گئی تھی۔

6
سرکاری وکیل متیا کو پھانس لیتا ہے

اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ متیا کے لیے انتہائی حیران کن اور قطعاً غیر متوقع تھا۔ اور تو اور، ایک منٹ پہلے تک بھی اس کے گمان میں بھی کبھی نہیں آیا تھا کہ اس کے، متیا کرامازوف کے ساتھ، اس قسم کا سلوک ہو سکتا ہے۔ بدترین بات یہ تھی کہ وہ یہ سمجھنے لگا تھا کہ وہ اس کے ساتھ جس طرح پیش آ رہے ہیں، اس سے اس کی تذلیل کا پہلو نکلتا ہے اور اس کے ساتھ ان کا رویہ "تحکمانہ، متکبرانہ اور

پر از حقارت" ہے۔ اگر بات کوٹ اتارنے تک محدود رہتی تو شاید اسے زیادہ برا نہ لگتا مگر اس سے تو مزید کپڑے بھی اتارنے کے لیے کہا گیا، محض کہا نہ گیا بلکہ حکم دیا گیا۔۔۔ اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا یہ وہ پوری طرح سمجھ گیا تھا۔ وہ غصے سے تلملا رہا تھا اور اس کا حکم عدولی کرنے کو جی چاہتا تھا، تاہم انہیں قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے اور منہ سے ایک بھی لفظ نکالے بغیر وہ ان کے حکم کی تعمیل کرنے لگا۔ نکولائی پارفینووچ اور سرکاری وکیل دونوں اس کے ساتھ پردے کے پیچھے آ گئے تھے۔ وہاں چند مزارعے بھی موجود تھے۔ متیا کا خیال تھا کہ یہ لوگ اس لیے لائے گئے ہیں کہ "اگر ضرورت پیش آئے تو اس کے ساتھ زبردستی کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا یا ہو سکتا ہے کہ ان کی موجودگی کی کوئی اور وجہ ہو۔"

"یقیناً آپ یہ نہیں چاہیں گے کہ میں اپنی قمیص بھی اتار دوں؟" اس نے تنگ مزاجی سے پوچھا، لیکن نکولائی پارفینووچ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اور سرکاری وکیل اس کے کوٹ، پتلون، واسکٹ اور ٹوپی کی تلاشی لینے میں مصروف تھے اور صاف نظر آ رہا تھا کہ انہیں تلاشی کے کام میں بڑا مزہ محسوس ہو رہا ہے۔ "انہیں کسی چیز کا ذرا سا بھی تکلف نہیں؛" متیا کے ذہن میں بجلی کے کوندے کی طرح خیال لپکا۔ "انہیں تو شائستگی اور رکھ رکھاؤ کے عام تقاضوں کا بھی کوئی پاس نہیں۔"

"میں دوسری مرتبہ آپ لوگوں سے پوچھ رہا ہوں آیا مجھے اپنی قمیص بھی اتارنا ہو گی؟" اس نے صبر و تحمل کا دامن چھوڑتے اور پہلے سے بھی زیادہ تنگ مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ تم نے کیا کرنا ہے، ہم خود بتا دیں گے؛" نکولائی پارفینووچ نے قدرے حاکمانہ شان سے جواب دیا۔ کم از کم متیا کو یہی محسوس ہوا۔

اس سارے عرصے کے دوران میں سرکاری وکیل اور مجسٹریٹ دھیمی آوازوں میں مصروفانہ انداز سے آپس میں مشورے کرتے رہے تھے۔ انہیں معلوم ہوا کہ فراک کوٹ، خاص طور پر اس کی پشت کے بائیں جانب خون کے بڑے بڑے دھبے موجود ہیں، جو خشک ہو چکے اور پپڑیوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ اس کے بعد نکولائی پارفینووچ نے گواہوں کی موجودگی میں کالروں، کفوں اور فراک کوٹ اور پتلون کی تمام سیونوں پر دبا دبا کر انگلیاں پھیریں۔ نظر یہ آ رہا تھا کہ وہ کوئی چیز۔۔۔ الاّ یہ روبلوں کے نوٹ۔۔۔ تلاش کر رہا ہے۔ توجہ گیر بات یہ تھی کہ انہوں نے اپنا یہ شبہ متیا سے چھپانے کی ذرا سی بھی کوشش نہ کی کہ اس نے نوٹ اپنے ملبوسات کی سیونوں میں سی لیے ہوں گے یا یہ کہ اس سے اس قسم کی حرکت بعید نہیں ہے۔ "یہ برتاؤ کسی چور سے تو ہو سکتا ہے، کسی افسر کے ساتھ نہیں؛" اس نے اپنے آپ سے کہا۔ یہی نہیں، وہ اس کی موجودگی میں اپنی آراء کا اظہار بھی کھلم کھلا کرتے رہے اور اس معاملے میں انہوں نے ذرا بھی احتیاط پسندی کا مظاہرہ نہ کیا۔ مثلاً

سیکرٹری نے، جو پردے کے پیچھے آ گیا تھا اور یوں بن رہا تھا جیسے وہ بے حد مصروف ہو اور افسروں کا حکم بجا لانے کے لیے بالکل تیار ہو، نکولائی پارفینووچ کی توجہ متیا کی ٹوپی کی طرف دلائی جسے وہ خود بھی ایک سرے سے دوسرے سرے تک خوب ٹٹول ٹٹول کر دیکھ چکے تھے۔ "آپ کو یاد ہوگا،" اس نے کہا، "ایک روز نقل نویس گریدینکو سارے دفتر کی تنخواہیں وصول کرنے گیا تھا مگر جب واپس آیا تو اس نے اعلان کیا کہ نشے کے عالم میں وہ پوری کی پوری رقم کہیں گنوا بیٹھا ہے — اور بالآخر یہ رقم ملی کہاں سے؟ ان ڈوروں کے نیچے جو ٹوپی کی سیونوں کو مضبوط بنانے کے لیے لگائی گئی تھیں: سو سو روبل کے نوٹوں کو کس کر لپیٹ لیا گیا تھا اور پھر انہیں ان ڈوروں کے نیچے سی دیا گیا تھا۔" مجسٹریٹ اور سرکاری وکیل دونوں کو یہ مقدمہ اچھی طرح یاد تھا۔ چنانچہ انہوں نے متیا کی ٹوپی ایک طرف رکھ دی تا کہ اس کے باقی ملبوسات کے ساتھ اس کا بھی بعد میں بغور جائزہ لیا جا سکے۔

"ایک منٹ، ایک منٹ!" نکولائی پارفینووچ نے متیا کی قمیص کے دائیں خون آلود کالر کو، جسے آستین کے اندر گھسیڑ دیا گیا تھا، دیکھتے ہوئے اچانک کہا، "صرف ایک منٹ، یہ کیا ہے — خون؟"

"ہاں،" متیا نے بھنا کر جواب دیا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں کس کا... اور یہ قمیص کا کف اندر کیوں گھسیڑا گیا ہے؟"

متیا نے انہیں بتایا کہ جب وہ گریگوری کی حالت کا جائزہ لے رہا تھا تو اس کی قمیص کا کف خون میں لتھڑ گیا تھا اور اس نے اسے اندر تب گھسیڑا تھا جب وہ پرخوتین کے ہاں اپنے ہاتھ دھو رہا تھا۔

"ہمارا خیال ہے ہمیں تمہاری قمیص بھی اتروانا ہوگی۔ یہ انتہائی اہم... کارآمد شہادت ہے۔"

متیا کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ غصے سے پھٹ پڑا۔

"آپ مجھے برہنہ کر دینا چاہتے ہیں؟" اس نے چلاتے ہوئے کہا۔

"گھبرانے کی کیا بات ہے؟ فکر نہ کرو... ہم اس سے بھی کسی نہ کسی طرح نپٹ لیں گے۔ وریں اثنا براہ مہربانی اپنی جرابیں اتار دو۔"

"آپ مذاق کر رہے ہیں؟ کیا یہ واقعی ضروری ہے؟" متیا کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے تھے۔

"ہم یہاں مذاق کرنے نہیں آئے،" نکولائی پارفینووچ نے کرخت لہجے سے جواب دیا۔

"خیر، اگر آپ یہی چاہتے ہیں... تو... میں..." متیا بستر پر بیٹھے بیٹھے بڑبڑایا اور اپنی جرابیں اتارنے لگا۔

اسے بے حد خفت ہو رہی تھی — اس کے گرد و پیش تمام لوگ اپنے پورے ملبوسات پہنے

ہوئے تھے، جبکہ وہ خود نیم برہنگی کے عالم میں تھا! اور عجیب بات یہ ہے کہ اپنی اس نیم برہنگی کی حالت میں اسے مبہم طور پر ان کے سامنے اپنے مجرم ہونے کا احساس ہونے لگا تھا اور اہم ترین چیز یہ تھی کہ وہ خود یہ تسلیم کرنے کے لیے تقریباً آمادہ ہو چکا تھا کہ وہ اچانک ان سب سے فروتر ہو چکا ہے اور اب انہیں یہ حق حاصل ہو گیا ہے کہ وہ چاہیں تو اس سے نفرت کریں، اس سے گھن کھائیں۔ "اگر ہر شخص نے کپڑے اتار دیے ہوتے،" یہ خیال بار بار اس کے ذہن میں بجلی کے کوندے کی طرح لپکا، "تو مجھے کوئی خاص پروا نہ ہوتی لیکن برہنہ تو صرف میں ہوں جبکہ باقی تمام لوگ اپنے کپڑوں میں ملبوس ہیں اور مجھے دیکھ رہے ہیں — یہ تو بڑی شرم ناک بات ہے! یہ تو ایسے ہی ہے جیسے میں کوئی برا خواب دیکھ رہا ہوں، مجھے اس قسم کی شرم کا تجربہ صرف خوابوں میں ہی ہوا ہے۔" لیکن جرابیں اتارنے کا عمل اس کے لیے اس لیے بھی بہت تکلیف دہ تھا کیونکہ یہ خاصی گندی ہو رہی تھیں۔ یہی حال اس کے زیر جامے کا تھا اور اب ہر شخص کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ کتنی غلیظ چیزیں پہنتا ہے۔ مزید برآں، اسے خود اپنے پاؤں سے نفرت تھی، پتا نہیں کیا وجہ تھی اسے ساری زندگی اپنے پاؤں کے انگوٹھے بڑے بدنما معلوم ہوتے رہے تھے، خاص طور پر دائیں پاؤں کے انگوٹھے کا چپٹا ناخن جو بے ہنگم انداز سے کسی آنکڑے کی طرح اندر کو مڑ گیا تھا اور اب اس کے پاؤں برہنہ ہونے کے بعد سب کی نگاہوں میں آ جائے گا۔ شرمندگی کے کامل احساس نے اسے اور بھی مدمغ، پُر جسارت اور عمداً پُر اشتعال بنا دیا۔ اس نے اپنی قمیص گھسیٹ کر اتار ڈالی۔

"آپ کہیں اور تو تلاشی نہیں لینا چاہتے؟ ہے اتنی ہمت؟"

"نہیں، فی الحال اس کی ضرورت نہیں۔"

"تو کیا میں اسی طرح ننگا بیٹھا رہوں گا؟" اس نے غصے سے بھوت بنتے ہوئے کہا۔

"ہاں، میرا خیال ہے فی الحال یہ ضروری ہے... پلنگ سے کمبل اٹھائیں، اپنے جسم کے گرد لپیٹ لیں، کچھ دیر کے لیے یہاں بیٹھ جائیں اور میں... میں سب اہتمام کر دیتا ہوں۔"

اس کی تمام اشیا غیر جانبدار گواہوں کو دکھائی گئیں، ان کی فہرست تیار کی گئی، پھر نکولائی پارفینووچ کمرے سے باہر چلا گیا اور اس کے بعد ملزم کے کپڑے بھی باہر بھجوا دیے گئے۔ اپولیت کیریلووچ بھی باہر نکل گیا۔ متیا کے پاس صرف مزحک رہ گئے، وہ اس سے نگاہیں ہٹائے بغیر چپ چاپ اسے دیکھتے رہے۔ متیا کو اب ٹھنڈ محسوس ہونے لگی تھی اور اس نے اپنے جسم کے گرد کمبل لپیٹ لیا۔ اس کے ننگے پاؤں باہر نکلے ہوئے تھے کیونکہ کمبل اتنا بڑا نہیں تھا کہ اسے سر سے پاؤں تک ڈھانپ سکتا۔ نکولائی پارفینووچ نے واپس آنے میں بہت، "اذیت ناک حد تک بہت زیادہ" دیر کر دی۔ "یہ مجھ سے کتے جیسا برتاؤ کر رہے ہیں،" متیا نے دانت پیستے ہوئے دل ہی دل میں کہا۔

"حرام زادہ سرکاری وکیل بھی کہیں چلا گیا ہے، شاید اسے مجھ سے نفرت ہونے لگی ہے، اسے شاید میرے برہنہ جسم کا نظارہ پسند نہیں آیا۔" تاہم میتیا نے یہ مفروضہ بنا لیا کہ اس کے ملبوسات کا کمرے سے باہر معائنہ کیا جائے گا اور معائنہ مکمل ہو جانے کے بعد ہی یہ اسے لوٹائے جائیں گے۔ لیکن جب نکولائی پارفینووچ اچانک واپس آیا اور اس کے پیچھے پیچھے کوئی مزحک بالکل نئے کپڑے اٹھائے اندر داخل ہوا تو میتیا کو جو غصہ آیا اس کا صرف تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔

"یہ رہے تمہارے لیے چند کپڑے،" نکولائی پارفینووچ نے شگفتگی سے کہا۔ نظر بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ اسے اپنی مہم میں جو کامیابی ہوئی تھی، اس پر وہ بہت خوش ہے۔ "یہ مسٹر کالگانوف کی عنایت ہیں، انہوں نے ناگہانی حالات میں بڑی کرم فرمائی کی ہے اور یہ کپڑے اور ایک صاف ستھری قمیص بھی فراہم کر دی ہے۔ خوش قسمتی سے یہ سب اشیاء ان کے سوٹ کیس میں موجود تھیں۔ تم زیر جامہ اور جرابیں اپنی ہی پہن سکتے ہو۔"

میتیا کا غصہ ساتویں آسمان کو چھونے لگا۔

"میں دوسروں کی اترن نہیں پہنوں گا، ہرگز نہیں پہنوں گا،" اس نے غیظ و غضب سے چلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے میرے کپڑے واپس کریں!"

"اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"میں کہتا ہوں، میرے کپڑے واپس کیے جائیں۔ لعنت ہو کالگانوف پر اور اس کے کپڑوں پر، جہنم میں جائے وہ!"

وہ کافی دیر تک اس کے ساتھ بحث مباحثہ کرتے رہے، تاہم وہ آخر کار اسے رام کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے اسے قائل کر لیا کہ اس کے ملبوسات جس طرح خون سے آلودہ ہو چکے ہیں، اس حالت میں اسے واپس نہیں کیے جا سکتے کیونکہ انہیں "اہم شہادت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے" اور "مقدمے کے امکانی انجام کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں بھی کوئی اختیار حاصل نہیں کہ ہم تمہیں انہیں پہننے کی اجازت دے سکیں۔" بہرحال وہ کسی نہ کسی طریقے سے اسے سمجھانے اور منانے میں کامیاب ہو ہی گئے۔ وہ مغموم و ملول تو ضرور تھا اور اسے غصہ بھی بہت آ رہا تھا تاہم وہ خاموشی سے جلدی جلدی نئے کپڑوں سے اپنا تن ڈھانپنے لگا۔ جب وہ اس کام میں مصروف تھا، اسے محسوس ہوا کہ قیمت اور کیت کے اعتبار سے نئے کپڑے اس کے اپنے کپڑوں سے کہیں بہتر ہیں اور وہ کہنے لگا، "میں اس صورتِ حال سے (ناجائزہ) فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا۔ پھر یہ میرے پورے بھی تو نہیں آ رہے، یہ مضحکہ خیز حد تک تنگ ہیں۔ تو کیا انہیں پہنا کر آپ مجھے مسخرہ بنانا چاہتے ہیں... اپنی تفریح طبع کے لیے؟"

وہ ایک بار پھر اسے جتانے میں کامیاب رہے کہ وہ خواہ مخواہ رائی کا پہاڑ بنا رہا ہے اور اگرچہ مسٹر کالگانوف اس کی نسبت قدرے لانبا ہے، دونوں کی قامت میں حقیقی فرق بالکل معمولی ہے اور غالباً صرف پتلون ہی اس کے لیے ذرا سی لمبی ہے۔ تاہم فراک کوٹ کندھوں پر واقعی تنگ ثابت ہوا۔

"لعنت ہو، اس کے تو بٹن بھی ٹھیک طرح سے بند نہیں ہو رہے،" میتیا پھر غرانے لگا۔ "مجھ پر اتنی مہربانی کریں، فوراً مسٹر کالگانوف کو مطلع کر دیں کہ میں نے کبھی اس کے کپڑے نہیں مانگے تھے اور یہ کہ مسخروں جیسا لباس پہننے کے لیے مجھے مجبور کیا گیا ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہے اور اسے اس بارے میں بڑی تشویش ہے... اپنے کپڑوں کے بارے میں نہیں بلکہ۔ یوں کہیں کہ اس سارے معاملے کے بارے میں،" نکولائی پارفینووچ بڑبڑایا۔

"اس کی تشویش جائے جہنم میں! خیر، اور اب؟ کیا مجھے یہیں بیٹھے رہنا ہو گا؟"

انہوں نے اسے "دوسرے کمرے" میں چلے جانے کو کہا۔ میتیا نے بادلِ ناخواستہ ان کے حکم کی تعمیل کر دی لیکن اس دوران میں اس کی کوشش یہی رہی کہ اس کی نظریں دوسروں کی نظروں سے ٹکرانے نہ پائیں۔ کسی دوسرے شخص کے کپڑے پہن کر اسے، خاص طور پر ان کسانوں اور تریفون بوریچ کے سامنے، جس کا چہرہ اچانک کسی سبب مختصر لمحے کے لیے دروازے میں سے نظر آ گیا تھا، اپنی کامل تذلیل محسوس ہونے لگی تھی۔ "وہ پریوں کی کہانیوں کے شہزادے کی ایک جھلک دیکھنے کی خواہش پر قابو نہیں پا سکا ہو گا،" میتیا نے سوچا۔ وہ اپنی سابقہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے تخیل میں نرالے، انوکھے اور ڈراؤنے خیالات کی یلغار ہو رہی تھی اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ ہی دیر میں پاگل ہو جائے گا۔

"خیر، میرا خیال ہے کہ اب آپ کو صرف اتنی ضرورت ہے کہ برچ کا ڈنڈا اٹھائیں اور میری پٹائی شروع کر دیں،" اس نے سرکاری وکیل پر غراتے ہوئے کہا۔ "آپ کے پاس اس کے علاوہ اور کرنے کو ہے ہی کیا؟"

جہاں تک نکولائی پارفینووچ کا تعلق ہے، اس نے اس کی جانب مڑ کر بھی نہ دیکھا جیسے وہ کسی صورت میں بھی اس سے گفتگو کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا تھا۔ "اس نے جس طریقے سے میری جرابوں کا معائنہ کیا، وہ مجھے بالکل پسند نہیں آیا۔ حرام زادے نے انہیں الٹا کر بھی دیکھا تاکہ ہر کسی کو نظر آ جائے کہ وہ کتنی گندی ہیں!"

"اب ہمیں گواہوں پر جرح شروع کرنا ہو گی،" نکولائی پارفینووچ نے کچھ یوں کہا جیسے وہ متری فیودرووچ کے خیالات پڑھ چکا ہو۔

"دمتری فیودوروورچ، ہم سے جو کچھ بن پڑا، ہم تمہاری مدد کے لیے کر چکے ہیں۔" نکولائی پارفینووچ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ہم جاننا چاہتے تھے کہ تمہارے قبضے سے جو رقم برآمد ہوئی ہے، وہ تمہیں کہاں سے ملی تھی مگر تم نے اس کے متعلق کچھ بھی بتانے سے صاف انکار کر دیا۔ چنانچہ فی الحال ہم..."

"یہ آپ کی انگوٹھی کا پتھر کیسا ہے؟" میتیا نے اسے یک لخت ٹوک دیا جیسے وہ ابھی ابھی کسی خوشگوار خواب سے جھٹکے سے جاگا ہو۔ وہ ان تین عظیم الجثہ انگوٹھیوں میں سے، جو نکولائی پارفینووچ کے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی زینت بنی ہوئی تھیں، ایک کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

"انگوٹھی؟ پتھر؟" نکولائی پارفینووچ نے دہراتے ہوئے کہا۔ میتیا کے سوال نے اسے بالکل سٹپٹا دیا تھا۔

"ہاں، وہ ادھر... آپ کی درمیانی انگلی پر، جس میں ابھری ہوئی رگیں نظر آ رہی ہیں، یہ کس قسم کا ہیرا ہے؟" میتیا نے کسی چڑچڑے، ضدی بچے کی طرح اصرار کرتے ہوئے کہا۔

"یہ دودھی پکھراج ہے۔" نکولائی پارفینووچ مسکرا پڑا۔ "تم اسے دیکھنا چاہتے ہو؟ کہو تو اتار دوں..."

"نہیں، نہیں، اسے اتاریں مت!" میتیا نے شدتِ جذبات سے چلاتے ہوئے کہا۔ اسے اچانک یاد آ گیا تھا کہ وہ کہاں ہے، اور اب اسے اپنے آپ پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ "اسے اتاریں مت، کوئی ضرورت نہیں ہے... لعنت ہو!... حضرات، آپ لوگوں نے میری روح کو گدلا کر دیا ہے! کیا آپ ایمانداری سے سمجھتے ہیں کہ اگر میں نے واقعی اپنے باپ کو قتل کیا ہوتا، میں اسے آپ لوگوں سے چھپا لیتا، ادھر اُدھر کی ہانکتا رہتا اور اصل بات کی طرف نہ آتا، جھوٹ بولتا، گول مول گفتگو کرتا رہتا؟ نہیں، حضرات، دمتری کرامازوف ایسا نہیں ہے، وہ اس کے ساتھ سمجھوتا نہ کر پاتا، اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ اگر میں مجرم ہوتا تو میں آپ کے یہاں آنے یا سورج کے طلوع ہونے کا انتظار نہ کرتا بلکہ جیسا کہ میرا پہلے ارادہ تھا، میں اس سے پہلے ہی، سورج کے طلوع ہونے سے بہت قبل، اپنے آپ کو گولی مار چکا ہوتا! اب مجھے اس بات کا یقین ہو چکا ہے۔ جو کچھ میں نے اس ملعون رات کے دوران میں سیکھا ہے وہ میں بیس سال کے عرصے میں بھی نہیں سیکھ سکتا تھا!... میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر میں واقعی اپنے باپ کے قتل کا مرتکب ہو چکا ہوتا تو کیا میں آپ لوگوں کے سامنے اسی طرح بیٹھا ہوتا جیسا کہ میں آج رات، اب، عین اس لمحے بیٹھا ہوا ہوں، کیا میں نے آپ سے اسی طرح گفتگو کی ہوتی جس طرح کہ میں کر چکا ہوں یا وہی رویہ اختیار کیا ہوتا جو میں نے کیا ہے؟ اپنے باپ کا قتل تو بہت دور کی بات ہے، مجھے تو یہی خیال ساری رات سخت اذیت دیتا

رہا ہے کہ میں گریگوری کی ہلاکت کا باعث بنا ہوں۔ مجھے جو اذیت ہوتی رہی ہے اس لیے نہیں ہوتی رہی کہ مجھ پر خوف سوار ہو گیا تھا، میں ڈرنے لگا تھا کہ آپ مجھے سزا دلا کر ہی رہیں گے۔ اجی نہیں، بالکل نہیں— مجھے خوف آپ کی سزا کا نہیں تھا بلکہ مجھے تو یہ ڈر کھائے جا رہا تھا کہ اب ذلت و رسوائی میں کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی۔ تو کیا آپ حضرات یہ چاہتے ہیں کہ میں آپ جیسے تنگ لوگوں کے سامنے اپنی کسی اور چھچھوری اور باعثِ ننگ حرکت کا انکشاف کر دوں، جو سمجھتے ہیں کہ دوسرے جو کچھ بھی کرتے ہیں اس میں ان کی اپنی کوئی غرض پوشیدہ ہوتی ہے، جنہیں نہ کچھ نظر آتا ہے اور نہ وہ کسی بات میں ایمان رکھتے ہیں، جو چھچھوندروں کی طرح بالکل نابینا ہیں؟ نہیں، حضرات، میں یہ نہیں کر سکتا خواہ آپ مجھے برئیت کا لالچ ہی کیوں نہ دیں۔ اس سے تو بہتر یہی ہے کہ میں قید بامشقت بھگت لوں۔ جس کسی نے میرے باپ کے کمرے کا دروازہ کھلوایا ہو گا، قاتل بھی وہی ہو گا، رقم بھی اسی نے چرائی ہو گی۔ وہ کون تھا؟ یہ وہ سوال ہے جو مجھے مسلسل اذیت پہنچائے جا رہا ہے، یہ وہ سوال ہے جس کا کوئی جواب میری سمجھ میں نہیں آ رہا، مگر یہ شخص کوئی بھی ہو، دمتری کرامازوف بالکل نہیں تھا اور یہ بات قطعی یقینی ہے— اور میں آپ کو بس یہی بتا سکتا ہوں، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کافی ہو چکا ہے، اب مجھے مزید اذیت نہ دیں... مجھے سائبیریا بھجوا دیں، پھانسی پر لٹکوا دیں لیکن مجھے مزید پریشان مت کریں۔ میں مزید ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا۔ اپنے گواہوں کو بلا لیں!"

میتیا نے اپنے اس اچانک خود کلامیہ کو ختم کر دیا اور یوں نظر آنے لگا جیسے وہ ٹھان چکا ہو کہ اب وہ اپنی زبان بند رکھے گا۔ سرکاری وکیل اس سارے عرصے کے دوران میں اسے بغور دیکھتا رہا تھا اور جونہی اول الذکر کرنے توقف کیا، وہ جھٹ پٹ خود بولنے لگا۔ وہ انتہائی دھیمے اور کامل لاپروایانہ انداز سے، جیسے وہ کوئی بالکل معمولی سی بات کہہ رہا ہو، گویا ہوا:

"جس کھلے دروازے کا تم نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے، اس کے متعلق ہم اتفاق سے ایک انتہائی دلچسپ شہادت کا انکشاف کر سکتے ہیں۔ یہ شہادت ہم دونوں کے لیے بے حد اہم ہے اور یہ بوڑھے ملازم گریگوری واسیلی وچ نے دی تھی جسے تم نے زخمی کر دیا تھا۔ اس نے ہمارے سوالوں کے جواب میں نہایت واشگاف الفاظ میں اور پورے وثوق سے بتایا ہے کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اسے باہر سے شوروغل کی آوازیں سنائی دیں، وہ سیڑھیوں کی طرف گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ صدر دروازے سے ملحق چھوٹے دروازے میں سے باغیچے میں داخل ہو گا۔ پھر باغیچے کے اندر جانے اور اندھیرے میں تمہیں اس کھڑکی سے، جس میں سے جیسا کہ تم ہمیں پہلے ہی بتا چکے ہو تم نے اپنے باپ کو دیکھا تھا، بھاگتے دیکھنے سے پہلے اس نے اتفاق سے بائیں طرف نظر ڈالی، اور اسے بالکل وہی کھلی کھڑکی دکھائی دی لیکن اس نے یہ بھی دیکھا کہ دروازہ، جو اس کے کہیں قریب

تھا، کھلا پڑا ہے — اور یہ وہی دروازہ تھا جس کے متعلق تم ہمیں یقین دلا چکے ہو کہ جب تک تم باغیچے میں رہے، یہ بند رہا تھا اور تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ گریگوری واسیلی وچ کو پختہ یقین ہے کہ تم لازماً اسی دروازے میں سے دوڑتے باہر نکلے ہو گے — ویسے اس نے اپنی آنکھوں سے تمہیں باہر کی طرف دوڑتے نہیں دیکھا تھا — کیونکہ جب اس نے پہلی مرتبہ تمہیں دیکھا تھا تم پہلے ہی باغیچے میں اس سے کافی دور پہنچ چکے تھے اور باڑ کی طرف جا رہے تھے..."

اس مقام پر اس کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی متیا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"بکواس! خرافات!" اس نے غیظ و غضب سے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "یہ نرا جھوٹ ہے، مجھ پر بہتان تراشی ہے! اسے دروازہ کھلا نظر آ ہی نہیں سکتا تھا، یہ اس وقت بند تھا...وہ جھوٹ بول رہا ہے، افترا طرازی کر رہا ہے!..."

"میں پھر کہتا ہوں کہ تمہیں یہ بتانا میرا فرض بنتا ہے کہ اس کی شہادت بالکل پکی ہے، اس میں کوئی جھول نہیں۔ اسے اس بارے میں پختہ یقین ہے، وہ اس سے سرمو ادھر اُدھر ہونے کے لیے تیار نہیں۔ ہم نے اس بارے میں اس سے بار بار سوال کیے تھے۔"

"یہ درست کہہ رہے ہیں۔ اس سے بار بار سوال میں نے کیے تھے!" اپنی باری پر نکولائی پارفینووچ نے بڑے جوش و خروش سے اپنے رفیق کار کی باتوں کی تائید کی۔

"یہ صحیح نہیں ہے، یہ صحیح نہیں ہے!" متیا چلا چلا کر کہتا رہا۔ "یہ بات یا تو گھڑی گئی ہے یا پھر کسی پاگل کی ہرزہ سرائی ہے، وہ محض ہرزہ سرائی کر رہا ہے، وہ زخمی اور لہولہان ہو چکا تھا اور جب اسے ہوش آیا تو اس نے خود ہی یہ باتیں گھڑ لیں... اس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں!"

"جی ہاں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس نے کھلا دروازہ تب نہیں دیکھا تھا جب وہ ضربوں سے زخمی اور بے ہوش ہونے کے بعد دوبارہ ہوش میں آیا تھا بلکہ تب جب وہ اپنے کوارٹر سے باغیچے میں داخل ہو رہا تھا۔"

لیکن یہ صحیح نہیں ہے، بالکل نہیں ہے، صحیح ہو ہی نہیں سکتا! وہ یہ جھوٹی کہانی اس لیے گھڑ رہا ہے کیونکہ اسے مجھ سے بغض ہے... اسے یہ نظر آ ہی نہیں سکتا تھا... میں دروازے میں سے باہر کی جانب نہیں بھاگا تھا۔" بولتے بولتے متیا کی سانس پھولنے لگی تھی۔

سرکاری وکیل نکولائی پارفینووچ کی طرف متوجہ ہوا اور نہایت گھمبیر لہجے سے بولا:

"اسے یہ دکھائیں۔"

"کیا تم اس چیز کو پہچانتے ہو؟" نکولائی پارفینووچ نے خاصا جسیم اور دبیز لفافہ میز پر رکھ دیا۔ یہ حجم میں ان لفافوں کے برابر تھا جو سرکاری دفاتر میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس پر تین لاکھ کی مہریں

ت تھی جنہیں ابھی تک چھیڑا نہیں گیا تھا۔ البتہ لفافہ ایک جانب سے کھلا ہوا تھا اور خالی تھا۔

اسے دیکھ کر متیا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"یہ... یہ ابا کا لفافہ ہے۔ مجھے یقین ہے یہ اسی کا ہے،" وہ بڑبڑایا۔ "یہ وہی لفافہ ہے جس میں تین ہزار روبل تھے اور جس پر لکھا ہوا ہے، 'اپنی کبوتری کے لیے' یہ دیکھیں... تین ہزار!" اس

نے با آواز بلند کہا، "تین ہزار، کچھ سمجھے آپ؟"

جی ہاں، ہم سمجھ رہے ہیں، لیکن ہمیں اس میں کوئی رقم نہیں ملی۔ یہ خالی تھا اور سکرین کے پیچھے پلنگ کے پاس فرش پر پڑا تھا۔"

متیا چند سیکنڈ یوں کھڑا رہا جیسے اس پر بجلی گر پڑی ہو۔

"حضرات، یہ کام سمردیاکوف کا ہے،" اس نے ایکا ایکی پوری قوت سے چیختے ہوئے کہا، "اسی نے اسے ہلاک کیا ہے، اسی نے اسے لوٹا ہے! صرف اسے معلوم تھا کہ بڈھے نے لفافہ کہاں چھپا کر رکھا ہوا ہے... یہ اسی کا کام ہے، اب بات بالکل عیاں ہو گئی ہے!"

"لیکن لفافے کے بارے میں تو تمہیں بھی یقیناً معلوم تھا، تم جانتے تھے کہ یہ لفافہ تکیے کے نیچے رکھا ہوا ہے۔"

"مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا! میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے اسے آج پہلی بار دیکھا ہے؛ سمردیاکوف نے مجھے اس کے متعلق بتایا ضرور تھا لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں... صرف وہی جانتا تھا کہ بڈھے نے اسے کہاں چھپایا ہوا ہے، میں نہیں..." متیا ہانپتے ہوئے چلایا۔

"مگر حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ تم خود ابھی ابھی اعتراف کر چکے ہو کہ لفافہ تمہارے باپ کے تکیے کے نیچے پڑا تھا۔ تم نے بالکل یہی الفاظ 'تکیے کے نیچے' استعمال کیے تھے، چنانچہ تمہیں لازماً معلوم ہو گا کہ یہ کہاں رکھا ہوا ہو گا۔"

"ہم نے بالکل یہی الفاظ تحریر کیے تھے،" نکولائی پارفینووچ نے تائید کی۔

"فضول، بکواس! بالکل واہیات! مجھے بالکل معلوم نہیں تھا کہ یہ تکیے کے نیچے پڑا تھا۔ میں نے سوچے بغیر محض 'تکیے کے نیچے' کہہ دیا تھا... سمردیاکوف نے آپ کو کیا بتایا ہے؟ آپ نے اس سے پوچھا تھا کہ یہ کہاں رکھا گیا تھا؟ اس نے کیا جواب دیا تھا؟ اصل اہمیت اسی کے جواب کی ہے... جہاں تک میرا تعلق ہے میں جان بوجھ کر خود اپنے خلاف آپ کو جھوٹی باتیں بتا رہا ہوں... میں نے سوچے سمجھے بغیر آپ سے کہہ دیا تھا کہ یہ تکیے کے نیچے پڑا تھا اور اب آپ لوگ... اور اب آپ لوگ... یہ احمقانہ جھوٹ تھا، بالکل اسی قسم کی بات جو بعض اوقات بلا سوچے سمجھے آدمی کے منہ

سے نکل جاتی ہے۔ لیکن اصل حقیقت یہی ہے کہ اس کا علم محض سمردیا کوف کو، صرف سمردیا کوف کو تھا اور کسی بھی دوسرے شخص کو نہیں!... اس نے مجھے بالکل نہیں بتایا تھا کہ یہ کہاں رکھا ہوا تھا! لیکن یہ کیا دھرا اسی کا ہے، اسی کا ہے! اسی نے اسے ہلاک کیا ہے، اب یہ بات مجھ پر بالکل واضح ہو گئی ہے۔"

تمیا ہذیانی کیفیت میں چلائے جا رہا تھا اور اس کی اس ہذیانی کیفیت میں لحظہ بہ لحظہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا، وہ بے ربط انداز سے اپنی بات بار بار دہرائے جا رہا تھا اور ہر آن اس کی پریشانی اور تلخی بڑھتی جا رہی تھی۔ "آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ کو جلدی کرنا اور اسے گرفتار کرنا ہو گا؟ جلدی کریں... اس نے اسے تب ہلاک کیا ہو گا جب میں وہاں سے بھاگ چکا اور گریگوری بے ہوش چکا تھا، اب یہ بالکل واضح ہو چکا ہے... اس نے سگنل دے دیا ہو گا اور ابا نے دروازہ کھول دیا ہو گا... کیونکہ سگنل کے متعلق صرف اسے معلوم تھا اور سگنل کے بغیر ابا کسی کے لیے بھی دروازہ نہ کھولتا..."

"لیکن تم پھر بھول رہے ہو،" وکیل نے ہمیشہ کی طرح پوری دل جمعی سے کہا لیکن اب اس کے لہجے میں کامرانی بھی جھلک رہی تھی، "کہ سگنل دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ دروازہ تو تب سے کھلا ہوا تھا جب سے تم وہاں موجود تھے، جب سے تم وہاں باغیچے میں موجود تھے..."

"دروازہ، دروازہ،" تمیا سرکاری وکیل کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہوئے بڑبڑایا اور بے بسی کے عالم میں اپنی کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ کسی نے اپنے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکالا۔

"ہاں، دروازہ!... ملعون دروازہ! خدا میرے خلاف ہے!" اس نے خالی نظروں سے اپنے سامنے دیکھتے ہوئے اونچی آواز سے کہا۔

"ہونہہ، دیکھا تم نے!" سرکاری وکیل نے پھوں پھاں کرتے ہوئے کہا، "دمتری فیودرووچ، اب تم خود ہی فیصلہ کرو: ہمارے پاس ایک طرف کھلے دروازے کی شہادت موجود ہے جس میں سے بھاگ کر تم باغیچے میں آئے تھے — اور تمہیں ماننا پڑے گا کہ یہ وہ شہادت ہے جو تمہیں ملزم ٹھہرانے کے لیے کافی ہے اور دوسری طرف اس رقم کے بارے میں، جو اچانک تمہارے ہاتھ آ گئی تھی، تمہاری ناقابلِ فہم، ضد پر مبنی اور مریضانہ اخفا پسندی ہے اور اس حقیقت کے باوجود کہ تمہاری اپنی گواہی کے مطابق تم نے وقوعہ سے محض تین گھنٹے قبل دس روبل کی حقیر رقم کے حصول کی خاطر اپنے پستول رہن رکھے تھے، تم ہمیں یہ بتانے پر مائل ہی نہیں ہو رہے کہ تمہیں اتنی بڑی رقم ملی تو کہاں سے ملی تھی! ان تمام باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اب خود ہی فیصلہ کرو — ہم کس چیز کا اعتبار کریں اور اس سے کیا مفہوم اخذ کریں؟ اور ہمیں یہ طعنے مت دو کہ ہم 'سرد مہر ہیں، سنکی ہیں، دوسروں کو غرض کے بندے سمجھتے ہیں' اور تمہاری روح کے اعلیٰ تصورات کو سمجھنے کی اہلیت سے عاری ہیں... اس کے برعکس اس معاملے کو ہمارے نقطۂ نظر سے سمجھنے کی کوشش کرو..."

تمیا ناقابلِ بیان حد تک مضطرب و پریشان تھا۔ اس کا رنگ فق ہو چکا تھا اور اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"بہت اچھا!" اس نے اچانک با آوازِ بلند کہا: "میں اپنا راز منکشف کر دیتا ہوں، میں بتا دیتا ہوں مجھے رقم کہاں سے ملی تھی! میں اپنی شرم ناک حرکت سے پردہ اٹھا دیتا ہوں تاکہ میں بعد میں آپ کو نہ اپنے آپ کو الزام دے سکوں..."

"اور دمتری فیودرووچ، خاطر جمع رکھو،" نکولائی فیودرووچ نے نرم و ملائم، پُرمسرت اور انجائی خوشامدانہ لہجے سے کہا، "تم جو بھی پُرخلوص اور کامل اعتراف کرو گے، خاص طور پر اس وقت، ہو سکتا ہے کہ بعد میں وہ تمہاری سزا... سزا میں... تخفیف پر... زبردست طریقے سے اثر انداز ہو جائے بلکہ..."

لیکن سرکاری وکیل نے اسے میز کے نیچے سے ہلکی سی کہنی مار دی اور یوں وہ اپنی بات ادھوری چھوڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ رہا تمیا، وہ حقیقتاً اس کی بات سن ہی نہیں رہا تھا، اس کا دھیان کہیں اور تھا۔

7

تمیا کا عظیم راز۔ اسے نشانۂ تضحیک بنا دیا جاتا ہے

"حضرات،" اس نے اسی پُراضطراب لہجے سے کہنا شروع کیا، "وہ رقم... میں پورا اعتراف کرنا چاہتا ہوں... وہ رقم میری تھی۔"

سرکاری وکیل اور مجسٹریٹ دونوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے اور وہ اسی عالم میں اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے۔ انہیں یہ قطعاً توقع نہیں تھی کہ انہیں اس قسم کی بات سننے کو ملے گی۔

"'میری تھی' سے تمہارا مطلب کیا ہے؟" نکولائی پارفینووچ بڑبڑایا۔ "تمہارے اپنے اعتراف کے مطابق اسی روز پانچ بجے..."

"اسی روز کے پانچ بجے اور میرے اعتراف پر گولی ماریں... اب یہ دونوں چیزیں غیر متعلق ہو گئی ہیں! وہ رقم میری تھی، میں کہتا ہوں میری تھی، یہ اس لیے میری تھی کیونکہ میں نے اسے چرایا تھا... یا یوں کہیں کہ میری نہیں تھی بلکہ چوری کی تھی اور چوری میں نے کی تھی۔ کل رقم پندرہ سو روبل

تھی، یہ رقم میرے پاس تھی اور ہر وقت میرے پاس رہی تھی..."

"لیکن یہ تمہیں ملی کہاں سے تھی؟"

"اپنی گردن سے، حضرات، اپنی گردن سے، اپنی اس گردن سے... یہ یہاں میری گردن پر تھی... اسے کپڑے کی تھیلی میں سی دیا گیا تھا اور یہ تھیلی مدتوں سے میری گردن میں لٹک رہی تھی، اسے میں ایک مہینے سے اپنی گردن میں لٹکائے پھرتا رہا ہوں اور اسے میں ہمیشہ شرمندگی اور رسوائی کا نشان سمجھتا رہا ہوں..."

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ رقم اصلاً کس کی تھی اور تمہارے قبضے میں کیسے آئی؟"

"آپ کا خیال ہے میں نے اسے چرایا ہو گا؟ ادھر ادھر کی مت ہانکیں: اصل بات کریں۔ ہاں، میرا خیال ہے جس انداز سے میں اسے دیکھتا ہوں میں نے اسے چرایا ہی ہو گا، اور اگر آپ چاہیں تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ اسے میں نے اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ میں نے اسے چرایا ہی تھا۔ اور کل رات میں نے اسے واقعی چرایا تھا۔"

"کل رات؟ لیکن کیا تم نے ابھی ابھی یہ نہیں کہا تھا کہ یہ تمہیں کوئی... ایک مہینہ... قبل ملی تھی؟"

"ہاں، لیکن اپنے باپ سے نہیں — اجی، بالکل نہیں، اف، آپ بالکل پریشان نہ ہوں، یہ میں نے اپنے باپ کے ہاں سے نہیں چرائی تھی — بلکہ اس (خاتون) سے۔ میں آپ کو پوری بات بتا دیتا ہوں، اور مجھے ٹوکیں مت۔ میرے لیے یہ کام آسان نہیں۔ دیکھیں، ایک مہینہ ہوا میری سابقہ منگیتر کاترینا ایوانوونا ورخوف تسیوا نے مجھے بلایا تھا... آپ اسے جانتے ہوں گے؟"

"بالکل۔"

"مجھے معلوم ہے کہ آپ جانتے ہیں۔ وہ بے حد عالی منش خاتون ہے، اس سے زیادہ عالی منش خاتون کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ سونے میں تولے جانے کے لائق ہے، خالص سونے میں، لیکن اسے میرا وجود ایک آنکھ نہیں بھاتا، وہ مدت سے، طویل مدت سے مجھے ناپسند کرتی چلی آ رہی ہے — اور اس کی ناپسندیدگی کی وجہ بھی بالکل صحیح ہے، جائز ہے!"

"کاترینا ایوانوونا؟" مجسٹریٹ نے ہکا بکا ہو کر پوچھا۔ سرکاری وکیل بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

"مت اچھالیں اس کا نام! میں تو ہوں ہی پاجی کہ اس کا نام بیچ میں گھسیٹ لایا ہوں۔ خیر، مجھے صاف نظر آ رہا تھا کہ اسے میری شکل سے ہی نفرت ہے... ہمیشہ سے... اس کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا جب وہ پہلی مرتبہ میری رہائش گاہ پر آئی تھی، لیکن اتنا ہی کافی ہے، آپ

اس لائق نہیں کہ آپ کو اس کے بارے میں کچھ بتایا جائے، چنانچہ اب میں اس کے متعلق مزید کچھ نہیں کہوں گا۔ آپ کو صرف اتنا جاننے کی ضرورت ہے کہ ایک ماہ قبل اس نے مجھ سے ملاقات کی، مجھے تین ہزار روبل دیے جن میں کچھ تو اس کی ہمشیرہ کو اور باقی اس کی کسی رشتے دار کو ماسکو بھجوائے جانا تھے (جیسے وہ یہ رقوم خود نہیں بھجوا سکتی تھی!) اور میں — اتفاق سے یہ واقعہ عین اس وقت پیش آیا جو میری زندگی میں انتہائی اہم ثابت ہوا... قصہ مختصر، یہی وہ ایام تھے جب میں دوسری عورت کی، اپنی موجودہ منگیتر کی، یعنی گروشینکا کی محبت میں گرفتار ہو چکا تھا... وہی گروشینکا جسے آپ نیچے بھیج چکے ہیں... خیر، جونہی رقم میرے ہاتھ آئی، میں نے ایک پل بھی ضائع کیے بغیر گروشینکا کو اپنے ساتھ لیا اور اسے اپنے ساتھ یہاں مکرائی لے آیا۔ یہاں میں نے اس ملعون رقم کا نصف حصہ یعنی پندرہ سو روبل اللّوں تللّوں میں اڑا دیے لیکن باقی نصف اپنے پاس رکھ لیا۔ خیر، یہی وہ پندرہ سو روبل تھے جنہیں میں گردن میں تعویذ کی طرح لٹکائے ادھر ادھر پھرتا رہا۔ کل میں نے تھیلی، جس میں رقم رکھی ہوئی تھی، پھاڑ ڈالی اور باقی رقم بھی اڑا دی۔ نکولائی پارفینووچ، اب آپ کے پاس جو آٹھ سو روبل ہیں، وہ انہی پندرہ سو روبل کی ریزگاری ہے جو کل تک میرے پاس تھے۔"

"ایک منٹ ٹھہرو، بس ایک منٹ ٹھہرو۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ ایک ماہ قبل تم نے یہاں پندرہ سو نہیں، پورے تین ہزار روبل لٹائے تھے اور ہر شخص اس بارے میں جانتا ہے۔ کیا خیال ہے؟"

"کون کہتا ہے؟ کس نے گنا تھا؟ کیا میں نے کسی کو گننے کی اجازت دی تھی؟"

"دیکھو، کوئی اور نہیں، تم خود اس وقت چاروں اور ڈھنڈورا پیٹتے پھر رہے تھے کہ تم نے پورے تین ہزار صرف کیے ہیں۔"

"ہاں، میں نے یہ کہا تھا۔ میں نے قصبے کے بچے بچے کو اس بارے میں بتایا تھا اور ہر شخص اس کے متعلق باتیں کرتا پھرا تھا۔ یہاں مکرائی کے تمام لوگوں کو بھی اس کا یقین آ گیا تھا۔ تاہم حقیقت یہی ہے کہ تب میں نے تین ہزار نہیں، محض پندرہ سو روبل صرف کیے تھے — باقی پندرہ سو روبل میں نے تھیلی میں سی لیے تھے۔ تو چنانچہ حضرات، کل رات میرے ہاتھ جو پندرہ سو روبل آئے تھے، اسی طرح آئے تھے..."

"تمہاری بات تقریباً ناقابلِ یقین ہے..." نکولائی پارفینووچ بڑبڑایا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں،" سرکاری وکیل نے آخرکار اپنا منہ کھولا، "تم نے یہ بات کسی اور کو بتائی ہے... یعنی تم نے پورے تین ہزار روبل صرف نہیں کیے تھے بلکہ ان میں سے پندرہ سو روبل اپنے پاس رکھ لیے تھے؟"

"میں نے کسی کو کچھ نہیں بتایا۔"

"یہ تو عجیب سی بات ہے۔ تم واقعی یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے کسی کو کچھ نہیں بتایا۔"

"بالکل نہیں، قطعاً نہیں۔ میں نے واقعی کسی کو کچھ نہیں بتایا۔"

"لیکن اتنی رازداری کیوں؟ آخر کس چیز نے تمہیں اسے پردۂ اخفا میں رکھنے پر مجبور کیا تھا؟ میں اپنی بات ذرا زیادہ واضح انداز سے پیش کرتا ہوں: تم نے آخرکار اپنا راز ہمارے سامنے منکشف کر دیا ہے جو تمہارے نزدیک ایک انتہائی شرم ناک حرکت ہے حالانکہ ہمارے خیال میں تمہاری یہ حرکت اتنی شرم ناک نہیں جتنی کہ احمقانہ ہے۔ ہم ایسا کیوں سمجھتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے جس طرح تین ہزار روبل اپنی جیب میں ڈال لیے جو تمہارے اپنے نہیں تھے، تمہارے عام کردار کے پیش نظر اس کا بدترین مفہوم یہی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تم نے کوئی اچھا کام نہیں کیا تھا، بلکہ حماقت کا ثبوت دیا تھا۔ لیکن اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ تمہاری یہ حرکت تمہاری نیک نامی پر بٹا لگا سکتی ہے اور ہم مان لیتے ہیں کہ اس سے تمہاری نیک نامی کو بٹا لگ سکتا ہے لیکن اسے شرم ناک پھر بھی نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ تم بے شک مانو یا نہ مانو مگر میں بہرحال تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ گزشتہ ایک ماہ کے دوران میں متعدد اشخاص یہ قیاس آرائی کر چکے ہیں کہ تم نے مس ورخوف تسیوا کے تین ہزار روبل ضائع کر دیے تھے۔ میں خود یہ قصہ سن چکا ہوں۔ اوروں نے بھی، جن میں میخائیل مکاروویچ شامل ہیں، اسے سن رکھا ہے۔ انجام کار یہ محض قصہ نہ رہا، بلکہ قصبے کے لوگوں کی گفتگو کا موضوع بن گیا۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو میں یہ کہوں گا کہ اس قسم کے اشارے موجود ہیں جن کے مطابق تم نے خود کسی شخص کے سامنے اقرار کیا تھا کہ تم نے یہ رقم مس ورخوف تسیوا سے لی تھی... چنانچہ میرے لیے حیران ہونا لازمی امر ہے کہ آخر تم نے اب تک، اس آخری لمحے تک، ان پندرہ سو روبلوں کو اتنا پُراسرار معاملہ کیوں بنائے رکھا جنہیں تم نے تمہارے اپنے کہنے کے مطابق اپنے پاس رکھے رکھا، یہی نہیں بلکہ اس راز کے ساتھ ایک قسم کا خوف بھی وابستہ کر دیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم اس راز کو افشا کرنے سے ڈرتے کیوں تھے اور تم نے اپنے آپ کو خواہ مخواہ اذیت میں کیوں مبتلا کیے رکھا... تم نے ابھی ابھی چلا چلا کر یہاں تک کہہ دیا کہ تم قید بامشقت بھگت لو گے مگر اپنا یہ راز کسی کو نہیں بتاؤ گے..."

سرکاری وکیل چپ ہو گیا۔ اس کا چہرہ مضطرب ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی جھلاہٹ کو، جو غیظ و غضب کی حدود کو چھونے لگی تھی، چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی اور جو کچھ اس کے دل میں تھا، اسے بلاکم و کاست انڈیل کر رکھ دیا تھا۔ اس نے اتنا بھی نہیں سوچا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے، بے ربط اور بے ترتیب انداز سے کہہ رہا ہے اور اس کے ساتھ اسلوب کی نفاستیں بھی قربان کیے جا رہا ہے۔

"ذلت کی بات یہ نہیں تھی کہ میرے پاس پندرہ سو ڈالر تھے، بلکہ یہ تھی کہ میں نے وہ رقم نکال لی تھی جو اصل تین ہزار کی رقم میں سے بچ رہی تھی:" تیا نے استقلال سے جواب دیا۔

"لیکن:" سرکاری وکیل نے جھنجھلاہٹ سے مسکراتے ہوئے کہا، "تم تین ہزار روبل ایک ایسے انداز سے ہتھیا چکے تھے جو تمہاری نیک نامی پر بٹا لگا سکتا تھا یا جو تمہارے بقول تمہارے لیے رسوائی کا موجب بن سکتا تھا۔ ایسے میں اگر تم اس رقم کو دو حصوں میں بانٹ لیتے ہو تو اس سے تمہاری مزید رسوائی کیا ہو سکتی تھی؟ یقیناً جو بات زیادہ اہم ہے، وہ یہ ہے کہ تم نے تین ہزار روبل غلط طریقے سے اپنی جیب میں ڈال لیے، نہ کہ یہ کہ تم نے انہیں ٹھکانے کیسے لگایا۔ برسبیل تذکرہ، میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ تم نے انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا ہی کیوں تھا؟ کس لیے کیا تھا؟ اس کے پیچھے مقصد کیا تھا؟ کیا تم ہمیں بتانا پسند کرو گے؟"

"حضرات، مقصد ہی میں تو اصل نکتہ مضمر ہے!" تیا نے چلاتے ہوئے کہا۔ "میں نے رقم کو دو حصوں میں اس لیے تقسیم کیا تھا کیونکہ میں نابکار ہوں یا دوسرے الفاظ میں یہ کہہ لیں کہ اس کام کے لیے میرے پاس خودغرضانہ وجہ تھی اور اس قسم کے معاملات میں خودغرضانہ وجوہات کا سہارا لینا نابکارانہ حرکت ہے... اور میری یہ نابکاری ایک مہینہ جاری رہی (کیونکہ رقم واپس کرنے کی بجائے میں نے اسے اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا)!"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

"آپ کی بات سن کر مجھے حیرت ہوئی ہے۔ خیر، غور کرنے پر مجھے خیال آیا ہے کہ مجھے اپنی بات مزید واضح کرنا چاہیے کیونکہ اسے سمجھنا شاید واقعی مشکل ہے۔ دیکھیں، بات کچھ اس طرح ہے۔ مجھے تین ہزار روبل اس لیے دیے جاتے ہیں (کیونکہ دینے والی کا خیال ہے) کہ میں عزت کا پاس کروں گا (اور انہیں اس کے بتائے ہوئے پتوں پر بھیج دوں گا)۔ (لیکن میں کیا کرتا ہوں؟) میں انہیں اپنی جیب میں ڈال لیتا ہوں اور ان کے ساتھ رنگ رلیاں منانے چل پڑتا ہوں۔ میں پوری کی پوری رقم برباد کر دیتا ہوں۔ جب اگلا دن طلوع ہوتا ہے، میں اس کے پاس جاتا ہوں اور کہتا ہوں، 'کاتیا، مجھے افسوس ہے میں نے تمہارے تین ہزار روبل برباد کر دیے ہیں۔' آپ کے خیال میں کیا میں نے اچھی بات کہی تھی؟ نہیں، یہ اچھی بات نہیں تھی، بلکہ یہ تو ایک غیر دیانت دارانہ اور بزدلانہ حرکت تھی اور جو آدمی اس قسم کی حرکت کرتا ہے، وہ انسان نہیں حیوان ہے۔ اور میں نے ثابت کر دیا کہ میں بھی نرا پُرا حیوان ہوں کیونکہ حیوان کی طرح میں بھی اپنی گھٹیا جبلتوں کو قابو میں رکھنے میں ناکام رہا تھا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ مجھ سے متفق ہیں؟ اس کے باوجود آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں چور تھا۔ یا آپ کہیں گے؟ خیر، میں چور تھا یا نہیں، کچھ بھی ہوں میں پکا اور عادی

چور نہیں تھا۔ میں نے رقم برباد ضرور کی تھی لیکن میں نے اسے چرایا نہیں تھا! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اسے ایک دوسرے انداز سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے اور یہ دوسرا انداز بیان پہلے سے بھی زیادہ موافق ہے ــــ آپ میری بات توجہ سے سنیں اور اگر میں نے احتیاط سے کام نہ لیا تو ہو سکتا ہے کہ میں الجھاؤ کا شکار ہو جاؤں ــــ میرا خیال ہے میرا سر قدرے چکرانے لگا ہے۔ خیر، اب ہم دوسری صورت کی طرف آتے ہیں۔ میں تین ہزار میں سے صرف پندرہ سو روبل یعنی کل رقم کا نصف یہاں صرف کر دیتا ہوں۔ اگلے روز میں بقیہ نصف لے کر اس کے پاس پہنچ جاتا ہوں اور کہتا ہوں، 'کاتیا، اپنی یہ نصف رقم مجھ سے، مجھ پاجی اور لفنگے سے (کیونکہ میں آخر یہی کچھ تو ہوں) لے لو۔ (باقی میں اس لیے نہیں لوٹا سکتا کیونکہ) اسے میں فضول خرچیوں میں ضائع کر چکا ہوں اور اگر تم نے اسے واپس نہ لیا تو میں اسے بھی لازماً برباد کر دوں گا ــــ کیونکہ مجھے جو تحریص ہو رہی ہے اس کی مقاومت کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔' خیر، میں نے یہ جو دوسری صورت بیان کی ہے، اس کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا فیصلہ ہے؟ آپ مجھے جو جی چاہے ــــ حیوان، لفنگا، پاجی ــــ کہہ لیں، لیکن آپ مجھے چور، پکا چور، نہیں کہہ سکتے کیونکہ اگر میں چور ہوتا تو میں نے بقیہ نصف یقیناً واپس نہ کیا ہوتا، بلکہ میں اسے بھی اپنی جیب میں ڈال لیتا۔ چنانچہ وہ فوراً سمجھ جائے گی کہ اگر یہ شخص نصف رقم واپس کر رہا ہے، تو یقیناً یہ بقیہ نصف بھی لوٹا دے گا، دوسرے الفاظ میں وہ رقم جو وہ پہلے ہی خرچ کر چکا ہے، اسے اس کی واپسی کی آس رہے گی، ممکن ہے وہ اسے فوراً نہ لوٹا سکے، اس کے حصول کے لیے اسے بہت کام کرنا پڑے اور شاید ساری زندگی کام کرنا پڑے لیکن انجام کار وہ یہ رقم کما کر اور واپس کر کے ہی رہے گا۔ اس صورت میں وہ لفنگا تو ہو سکتا ہے، چور نہیں ــــ اجی نہیں، بالکل نہیں۔ آپ جو چاہیں کہتے رہیں مگر وہ چور ہرگز نہیں ہے!''

''بجا کہا، چلیں، ہم فرض کر لیتے ہیں یہاں فرق موجود ہے،'' سرکاری وکیل نے سرد مہری سے کہا، ''تاہم حیرت ناک بات یہ ہے کہ تم اسے انتہائی اہم فرق گردان رہے ہو۔''

''ہاں، میں اسے نہایت اہم فرق سمجھتا ہوں! لفنگا تو ہر کوئی ہو سکتا ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہر کوئی ہے بھی ــــ لیکن چور ہر کوئی نہیں ہو سکتا۔ چور بننے کے لیے آدمی کو مہا لفنگا بننا پڑتا ہے۔ خیر چھوڑیں اس بات کو، ہمیں بال کی کھال نہیں ادھیڑنا چاہیے۔ سنیں، میں پورا مہینہ رقم اٹھائے اٹھائے پھرتا رہا ہوں، میں کبھی بھی روز اسے لوٹانے کا فیصلہ کر سکتا ہوں، (اگر میں یہ رقم لوٹا دوں) پھر میں لفنگا نہیں رہوں گا لیکن مصیبت یہ ہے کہ میں خواہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرتا رہوں اور ہر روز بار بار اپنے آپ کو کتنا ہی کوستا کیوں نہ رہوں: 'پاجی، لفنگے، کرو، کچھ تو کرو، کوئی قدم تو اٹھاؤ' مجھ سے فیصلہ نہیں ہو پاتا۔ پورا مہینہ گزر جاتا ہے اور میں پھر بھی کچھ نہیں کر پاتا۔ جی

ہاں، کچھ بھی نہیں۔ آپ کے خیال میں یہ اچھی بات ہے؟''

''میں مانتا ہوں یہ اچھی بات نہیں ہے، میں اسے اچھی طرح سمجھ رہا ہوں اور میں اس کے متعلق تمہارے ساتھ کسی بحث میں بھی نہیں الجھوں گا،'' سرکاری وکیل نے صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں باریکیوں اور چھوٹے چھوٹے فرقوں کے بارے میں آپس میں جھگڑنا نہیں چاہیے۔ اگر تم برا نہ مانو تو میں یہ عرض کروں گا کہ ہمیں اصل بات کی طرف لوٹ آنا چاہیے۔ اور وہ بات یہ ہے کہ ہماری بار بار کی درخواستوں کے باوجود تم نے ابھی تک یہ وضاحت نہیں کی کہ تمہیں تین ہزار روبلوں کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی یعنی تم نے نصف رقم الللوں تللوں میں کیوں اڑائی اور بقیہ نصف سنبھال کر کیوں رکھی؟ یعنی ہمیں صحیح صحیح بتاؤ کہ تم نے اس بقیہ نصف رقم کو کیوں اپنے پاس رکھے رکھا اور یہ بھی ٹھیک ٹھیک بتاؤ کہ تم ان پندرہ سو روبلوں کو، جو تم نے اپنے پاس رکھ لیے تھے، کس طرح خرچ کرنے کے عزائم باندھ رہے تھے۔ دمتری فیودوروویچ، میں اصرار کرتا ہوں کہ ہمیں اس سوال کا جواب دیا جائے۔''

''جی ہاں، بالکل!'' میتیا نے اپنی پیشانی پر چپت مارتے ہوئے کہا۔ ''میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں کہ میں نے آپ کو مخمصے میں پھنسائے رکھا ہے اور ابھی تک آپ کو اصل بات نہیں بتائی ہے، ورنہ آپ پلک جھپکنے میں اسے سمجھ جاتے کیونکہ ساری بات، ساری شرمناکی کا ذمے دار ارادہ ہی تو ہے! دیکھیں، سارا قصور اس بڈھے شیطان، میرے مرحوم باپ کا ہے! وہ ہمیشہ اگرافینا ایکساندروونا کو ورغلانے کی کوشش کرتا اور یوں میرا جذبۂ رقابت بھڑکاتا رہا۔ ادھر وہ اپنے رویے سے مجھے اس وہم میں مبتلا کرتی رہی کہ وہ ڈھلمل یقین ہے اور میرے اور اس کے مابین فیصلہ نہیں کر پا رہی۔ چنانچہ میں ہر روز سوچتا رہتا کہ اگر وہ اچانک کسی فیصلے پر پہنچ گئی، اس نے مجھے ذہنی اذیتیں دینا بند کر دیا اور کہہ دیا: 'میں تم سے محبت کرتی ہوں، اس سے نہیں تم سے، مجھے دنیا کے دوسرے کنارے پر لے چلو' تو پھر کیا ہو گا؟ میری کل پونجی بیس بیس کوپک کے دو سکوں پر مشتمل تھی۔ ان حالات میں میں اسے کہاں لے جا سکتا تھا؟ میں کیا کر سکتا تھا؟ میں سب کچھ کھو بیٹھتا۔ دیکھیں، اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کس قسم کی عورت ہے۔ میرا خیال تھا کہ اسے روپے پیسے کی ہوس ہے اور وہ میری غربت سے نباہ نہیں کر پائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے عیاری سے کام لیا۔ رقم کو دو حصوں میں تقسیم کیا، نصف تھیلی میں ڈالی اور اس کا منہ سوئی سے سی دیا۔ میں نے یہ کام غیر جذباتی ہو کر کیا۔ تھیلی کا منہ سینے کا ارادہ میں نے پہلے ہی کر لیا تھا اور رنگ رلیوں پر روانہ ہونے سے پہلے ہی اس پر عمل بھی کر لیا تھا۔ اپنے اس منصوبے کو تکمیل تک پہنچانے کے بعد ہی میں بقیہ نصف کے ساتھ عیش کرنے نکلا تھا! جناب، اس قسم کا کام کوئی لفنگا ہی کر سکتا ہے۔ اب سمجھے آپ؟''

سرکاری وکیل کھلکھلا کر ہنس پڑا اور مجسٹریٹ بھی اس کی پیروی میں ہنسنے لگا۔

"میرے خیال میں تم نے جس طرح ضبط سے کام لیا اور ساری کی ساری رقم فضول خرچیوں میں ضائع کرنے سے احتراز کیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تم بہت سمجھ دار آدمی ہو اور اخلاقی اصولوں کے بھی پابند ہو۔" نکولائی پارفینووچ نے متیا کا ٹھٹھا اڑاتے ہوئے کہا۔ "مجھے تو اس میں کوئی غلط بات دکھائی نہیں دیتی۔"

"غلط بات یہ ہے کہ میں نے اسے چرایا تھا! بخدا، تمہارے سوجھ بوجھ کے فقدان نے مجھے سراسیمہ کر دیا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ جتنا عرصہ میں ان پندرہ سو روبلوں کو تھیلی میں سی کر اور گلے میں لٹکا کر پھرتا رہا، کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی تھی جب میں اپنے آپ سے یہ نہیں کہتا تھا: 'تم چور ہو، چور ہو!' یہی وجہ ہے کہ میں سارا مہینہ تلملاتا رہا، غصے سے جلتا بھنتا رہا، میں نے مے خانے میں دنگا کیا، اپنے باپ کو تھپڑ اور ٹھڈے مارے، کیوں؟ اس لیے کہ میں اپنے آپ کو چور محسوس کرتا تھا! ان پندرہ سو روبلوں کے متعلق تو میں اپنے بھائی الیوشا کے ساتھ بھی بات کرنے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ نہ کر سکا کیونکہ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں بڑا کمینہ ہوں، پاجی ہوں، لفنگا ہوں! لیکن میں آپ لوگوں کو یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ جب میں یہ رقم اٹھائے اٹھائے پھر رہا تھا، میں اپنے آپ سے ہر روز، ہر گھڑی یہ بھی کہتا رہتا تھا، 'نہیں، دمتری فیودروروچ، تم شاید ابھی صحیح معنوں میں چور نہیں ہو۔ کیوں نہیں ہو؟ کیونکہ اگر تم چاہو تو کل ہی کاتیا کے پاس جا سکتے ہو اور اسے پندرہ سو روبل لوٹا سکتے ہو۔ اور کل رات جب میں فینیا کے ہاں سے نکل کر پرخوتین کے گھر اسے ملنے گیا تھا، میں نے آخرکار اپنے گلے سے تھیلی اتار لینے کا فیصلہ کر لیا اور یہ وہ کام تھا جسے میں کرنے کے لیے اس وقت تک اپنے آپ کو آمادہ نہیں کر سکا تھا، اور جونہی میں نے تھیلی اتاری، میں پکا اور مسلّم چور بن گیا، چور اور ایک ایسا شخص جو اپنی باقی ماندہ زندگی میں عزتِ نفس سے محروم رہے گا۔ کیوں؟ کیونکہ جب میں نے اپنے گلے سے تھیلی اتار لی تو میں نے اس امید کو بھی، جسے میں نے اپنے سینے سے لگا کر رکھا ہوا تھا، خاک میں ملا دیا کہ میں کسی روز کاتیا کے پاس جاؤں گا اور اس سے کہوں گا، 'میں لفنگا ضرور ہوں لیکن چور نہیں ہوں!' کیا اب آپ سمجھ گئے ہیں؟"

"تم نے کل رات ہی اس کا فیصلہ کیوں کیا؟ اور کسی اور وقت کیوں نہ کیا؟" نکولائی پارفینووچ نے اس کی گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟ بڑا احمقانہ سوال ہے؟ اس لیے کیونکہ میں اپنے آپ کو سزائے موت دے چکا تھا، مجھے یہاں صبح کے پانچ بجے مرنا تھا۔ 'مجھے باعزت آدمی کی موت مرنا چاہیے یا لفنگے کی؟' میں نے اپنے آپ سے پوچھا تھا۔ 'کوئی فرق نہیں پڑتا!' میرے دل کا جواب تھا۔ لیکن میرا دل غلطی پر تھا،

فرق پڑتا ہے، ضرور پڑتا ہے! حضرات، کیا آپ یقین کریں گے کہ رات بھر جس خیال نے مجھے اذیت میں مبتلا رکھا وہ یہ نہیں تھا کہ میرے ہاتھوں بوڑھے ملازم کا قتل ہو گیا ہے اور اب میرے سر پر یہ خطرہ لٹک رہا ہے کہ مجھے سائبیریا بھیج دیا جائے گا؟— اور ایک ایسے وقت میں جب میری محبت مکمل ہو گئی تھی اور مجھ پر ایک بار پھر آسمانی دروازے کھل گئے تھے۔ مجھے غلط نہ سمجھیں۔ (جو کچھ ہوا) اس پر مجھے اذیت ضرور ہوئی تھی لیکن اتنی نہیں جتنی اس آگہی پر کہ میں نے ملعون رقم اپنی گردن سے اتاری ہے، اسے الللوں تللوں میں اڑا دیا ہے اور یوں میں پکا چور بن گیا ہوں! اف! حضرات، میں آپ کو بصمیم قلب یقین دلاتا ہوں کہ میں نے اس رات کے دوران میں بہت کچھ سیکھا ہے! میں سیکھ چکا ہوں کہ آدمی نہ صرف یہ کہ لفنگے کی حیثیت سے زندہ نہیں رہ سکتا بلکہ یہ کہ وہ لفنگے کی حیثیت سے مر بھی نہیں سکتا.... نہیں، حضرات، آدمی کو لازماً عزت کی موت مرنا چاہیے!...."

متیا کا رنگ فق ہو چکا تھا۔ اگرچہ وہ بے حد جوش میں آیا ہوا تھا لیکن اس کے خدوخال بتا رہے تھے کہ وہ تھکن سے نڈھال ہو چکا ہے۔

"دمتری فیودروروچ، میں تمہیں کچھ کچھ سمجھنے لگا ہوں۔" سرکاری وکیل نے ملائمت سے بلکہ تقریباً ترس کھاتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں بڑے احترام سے عرض کروں گا کہ سارا قصور تمہارے اعصاب کا ہے.... تم بس اعصابی تھکن کا شکار ہو گئے ہو، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ مثلاً تم سارا مہینہ جس شدید اذیت میں مبتلا رہے، اگر تم چاہتے تو اس خاتون کو پندرہ سو روبل لوٹا کر، جس نے یہ تمہارے حوالے کیے تھے، اس سے باآسانی چھٹکارا حاصل کر سکتے تھے لیکن تم نے ایسا کیا نہیں، کیوں؟ اور پھر ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے— جن کے متعلق تم خود اشاروں کنایوں میں بتا چکے ہو کہ وہ اس وقت نہایت ناسازگار اور خراب تھے— تم نے اس مسئلے پر اس سے بات کرنے اور اس کے ساتھ کسی معقول افہام و تفہیم پر پہنچنے کی کوشش کیوں نہ کی؟ دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ تم نے دیانت دارانہ اور باعزت طریقے سے ہر چیز کا اعتراف کرنے کے بعد اس سے درخواست کیوں نہ کی کہ وہ تمہیں کچھ رقم ادھار دے دے تاکہ تم اپنے ضروری اخراجات پورے کر سکو! یہ بالکل ظاہر ہے کہ وہ اپنی مخصوص دریا دلی کے باعث اور اس لیے بھی کیونکہ اسے تمہارے مشکل حالات کا علم ہو چکا تھا، یقیناً تمہیں تمہاری مطلوبہ رقم فراہم کرنے سے کبھی انکار نہ کرتی، خاص طور پر اس صورت میں کہ تم اس کے ساتھ سمجھوتا کرنے کے سلسلے میں اسے کوئی تحریری دستاویز دے دیتے یا کوئی اور ضمانت پیش کر دیتے جیسا کہ تم نے تاجر سامسونوف اور مادام خوخلاکووا کو فراہم کرنے کی پیشکش کی تھی۔ ویسے بھی تم اس ضمانت کو بے وقعت قرار نہیں دیتے بلکہ اسے قابلِ قدر چیز سمجھتے ہو۔"

تیا کا چہرہ اچانک سرخ ہو گیا۔
"کیا آپ واقعی مجھے اتنا ہی بڑا لفنگا تصور کرتے ہیں؟" اس نے سرکاری وکیل کی آنکھ سے آنکھ ملاتے ہوئے کہا جیسے اس نے سرکاری وکیل کی زبانی جو کچھ سنا تھا، اس پر اسے اعتبار نہ آیا ہو۔ "یقیناً آپ سنجیدہ نہیں ہیں؟"
"میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں... تمہیں کیسے خیال آیا میں سنجیدہ نہیں ہوں؟" اپنی باری پر سرکاری وکیل حیران نظر آ رہا تھا۔
"اُف، حضرات، اگر میں نے یہ حرکت کی ہوتی تو بڑی گھٹیا اور ذلیل حرکت کی ہوتی۔ آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ آپ مجھے سخت اذیت پہنچا رہے ہیں؟ حضرات، اگر آپ میری بات صبر و تحمل سے سن سکیں تو میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا۔ دیکھیں، میں نے جو جو ذلالت کی ہے اس کی پوری تفصیل آپ کو بتائے دیتا ہوں تا کہ آپ کو کچھ شرم آ سکے اور جب آپ خود دیکھ لیں گے کہ انسان کے گھٹیا سازشی جذبات اس سے کیا کچھ کرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو آپ حیران رہ جائیں گے۔ جناب وکیل صاحب، آپ نے ابھی ابھی جو کچھ فرمایا ہے آپ کو اندازہ ہے کہ میں نے خود اس کے متعلق سوچا تھا؟ ہاں، حضرات، یہ خیال مجھے اس لعنتی مہینے کے دوران میں سوجھا تھا اور میں، آخر میں بے شرم اور ذلیل آدمی ہی تو ہوں، کاتیا کے ہاں جایا ہی چاہتا تھا! لیکن اگر میں اس کے پاس جاتا، اس کے سامنے اپنی بے وفائی کا اعتراف کر لیتا اور اس بے وفائی کو مزید آگے بڑھانے کے لیے، اس بے وفائی کے اخراجات پورا کرنے کے لیے میں اسی سے، کاتیا سے، روپے کی بھیک مانگتا (بھیک مانگتا، کچھ سنا آپ نے، بھیک مانگتا)، پھر وہاں سے اٹھتا اور سیدھا دوسری کے پاس جا پہنچتا، اس کی رقیب کے پاس، اور رقیب بھی وہ جو اسے جوتی کی نوک پر رکھتی ہے، اس پر تھوکتی ہے، اس کی توہین کرتی ہے— ذرا عقل کے ناخن لیں، آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا، وکیل صاحب!"
"میرا دماغ چل گیا ہے؟" سرکاری وکیل مسکرا دیا۔ "نہیں، یہ کہنا درست نہیں ہو گا کہ میرا دماغ چل گیا ہے لیکن بہر حال میں اتنا ضرور مانتا ہوں کہ میں نے ذرا جلد بازی سے کام لیا اور ایک عورت کو دوسری عورت سے جو حسد ہو سکتا ہے، اسے پیش نظر نہیں رکھا بشرطیکہ... جیسا کہ تم کہتے ہو یہاں حسد کا مسئلہ ہو... ہاں، میرا خیال ہے شاید تمہاری بات درست ہی ہے۔"
"لیکن یہ بڑی ذلیل اور گھٹیا حرکت ہوتی!" تیا نے جنونی کیفیت میں میز پر مکا مارتے ہوئے کہا، "اتنی ذلیل کہ اس کی بدبو آسمان تک پہنچ جاتی! آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ وہ مجھے روپیہ دے سکتی تھی اور مجھے یقین ہے کہ وہ دے بھی دیتی۔ کیوں دے دیتی؟ اس لیے کہ وہ اس طرح مجھ سے اپنی نفرت کا اظہار کر سکتی تھی، مجھ سے اپنا انتقام لے سکتی تھی، اپنے انتقام کی آگ بجھا کر اترا

سکتی تھی، نازاں ہو سکتی تھی کیونکہ بنیادی طور پر وہ بھی بدفطرت عورت ہے، غصہ اس کی ناک پر دھرا رہتا ہے اور وہ اس پر قابو پانے کے اہل نہیں— میں واقعی اس سے روپیہ لے سکتا تھا— میں واقعی لے سکتا تھا اور پھر اپنی باقی ساری زندگی... اُف خدایا! حضرات، میں شرمندہ ہوں کہ میں چلائے جا رہا ہوں کیونکہ بالکل یہی خیال ابھی بالکل حالیہ دنوں تک، بلکہ پرسوں تک جب اس رات مجھے لیاگاوی کے ساتھ معاملہ طے کرنے میں سخت مشکل پیش آ رہی تھی، پھر کل بھی، ہاں کل بھی، میرے ذہن میں موجود تھا، یہ کل پورا دن اس واقعے تک مجھے یاد رہا..."
"کون سا واقعہ..." نکولائی پارفینووچ نے تجسس سے مجبور ہو کر اسے ٹوک دیا، لیکن تیا نے اس کی بات سنی ہی نہ۔
"حضرات، میں آپ کے سامنے بھیانک اعتراف کر چکا ہوں۔" اس نے رنج و غم سے نڈھال ہو کر اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا، "حضرات، اس کو ملحوظِ خاطر رکھیں لیکن یہ کافی نہیں ہے، اسے ملحوظِ خاطر رکھنا ہی کافی نہیں، آپ کو اس کا احترام کرنا ہو گا۔ اگر اس کا بھی آپ لوگوں کے قلوب پر کوئی اثر نہیں ہوتا، پھر حضرات، میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ آپ کے دلوں میں میری ذرہ برابر بھی عزت نہیں اور میں اس شرم سے ہی مر جاؤں گا کہ میں نے آپ جیسے لوگوں کے سامنے اعتراف کیا تھا! میں اپنے آپ کو گولی مار لوں گا! نہیں، آپ لوگوں کو میری بات کا اعتبار نہیں آ رہا، مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ آپ لوگوں کو میری بات کا یقین نہیں آ رہا۔ کیا آپ یہ بھی تحریر کر رہے ہیں؟" اس نے چلاتے ہوئے کہا۔ وہ اب ذرا سہما نظر آ رہا تھا۔
"خیر، تم نے ابھی ابھی جو یہ کہا ہے،" نکولائی پارفینووچ نے اسے تعجب سے دیکھتے ہوئے کہا، "کہ تم آخری لمحے تک یہ تہیہ کیے ہوئے تھے کہ تم مس ورخوف تسیوا کے پاس جاؤ گے اور اس سے یہ رقم ادھار لینے کی کوشش کرو گے... دمتری فیودوروِچ، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ ہمارے نزدیک نہایت اہم شہادت ہے اور درحقیقت اس کا پورے مقدمے سے گہرا تعلق ہے... یہ تمہارے لیے خاص طور پر، تمہارے لیے خاص طور پر اہم ہے..."
"خدا کے لیے حضرات!" تیا نے ملتجیانہ انداز سے اپنے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا، "کم از کم اسے تو نہ لکھیں، آپ لوگوں کو کچھ تو شرم آنا چاہیے! بہر حال آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے آپ کے سامنے اپنی روح ننگی کر دی ہے۔ آپ لوگ اس حقیقت سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں اور بچی کھچی کرچیوں میں ٹٹول ٹٹول کر دیکھ رہے ہیں... اُف خدایا!"
اس نے مایوسی کے عالم میں دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا لیا۔
"دمتری فیودوروِچ، اپنے آپ کو یوں پریشان نہ کرو،" سرکاری وکیل نے کہا، "جو کچھ لکھا گیا

ہے، وہ بعد میں سارے کا سارا تمہیں سنا دیا جائے گا اور جس چیز سے تمہیں اختلاف ہوگا اسے تمہاری خواہش کے مطابق تبدیل کر دیا جائے گا، لیکن اب مجھے تیسری مرتبہ ایک چھوٹا سا سوال پوچھنے کی اجازت دو: کیا تم واقعی یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے جو رقم تھیلی میں سی لی تھی، تم نے اس کے متعلق کسی سے، کسی سے بھی کچھ نہیں کہا تھا؟ مجھے ماننا پڑ رہا ہے کہ مجھے اس پر یقین کرنا ناممکن معلوم ہو رہا ہے۔"

"کسی سے بھی نہیں، بالکل کسی سے بھی نہیں! آپ کچھ بھی نہیں سمجھ پائے؟ اس کی تکرار مت کرتے رہیں۔"

"پھر بہت اچھا، اس معاملے کی وضاحت کے لیے ابھی کافی وقت ہے۔ دریں اثنا میں چاہتا ہوں کہ تم اس پر اچھی طرح غور کر لو۔ ہمارے پاس غالباً ایک درجن گواہ موجود ہیں۔ جنہوں نے شہادت دی ہے کہ تم ہر کس و ناکس سے کہتے رہے ہو بلکہ درحقیقت چیخ چیخ کر کہتے رہے ہو کہ تم نے گزشتہ مرتبہ تین ہزار — جی ہاں، تین ہزار، نہ کہ پندرہ سو — خرچ کیے تھے اور کل اس رقم کے لوگوں کی نگاہوں میں آنے کے بعد بھی تم متعدد اشخاص کو بتا چکے ہو کہ تم اس مرتبہ بھی اپنے ساتھ تین ہزار روبل لائے ہو..."

"آپ کے سامنے درجنوں نے نہیں، سیکڑوں گواہ شہادت دے چکے ہوں گے۔" تیا نے بلند آواز سے کہا۔ "آپ کے سامنے دو سو اشخاص بیان دے چکے ہوں گے، مجھے دو سو لوگوں نے، بلکہ ایک ہزار لوگوں نے سنا ہوگا!"

"تو جناب، دیکھا تم نے! بچہ بچہ اس سلسلے میں گواہی دے گا۔ آخر بچہ بچہ کے یقیناً کچھ نہ کچھ معنی ہوتے ہیں؟"

"معنی؟ اس کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔ میں نے غلط بیانی کی تھی اور ہر شخص میرے جھوٹے دعوے کی جگالی کرتا رہا۔"

"لیکن تم نے 'غلط بیانی' کی ہی کیوں جیسا کہ تم دعویٰ کر رہے ہو؟"

"خدا جانے کیوں! شاید بڑھک مارنے کے لیے... مجھے پتا نہیں... شیخی بگھارنے کے لیے... میں کتنا شاہ خرچ ہوں کہ میں نے اتنی بڑی رقم الّلوں تلّلوں میں ضائع کر دی... میرے گلے میں جو رقم لٹک رہی تھی، شاید اسے بھلانے کے لیے... ہاں، یہ ٹھیک ہے... اف، لعنت... آپ کتنی مرتبہ مجھ سے یہ سوال پوچھیں گے؟ میں نے غلط بیانی کی تھی اور سارا معاملہ یہیں ختم ہو جانا چاہیے۔ میں غلط بیانی کرتا رہا اور میں اپنے دعوے سے دستبردار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ آدمی بعض اوقات غلط بیانی کیوں کرتا ہے، جھوٹ کیوں بولتا ہے؟"

"دمتری فیودرووچ، یہ فیصلہ کرنا ذرا مشکل ہے کہ آخر آدمی جھوٹ بولنے پر کیوں مجبور ہو جاتا ہے۔" سرکاری وکیل نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "تاہم اتنا تو بتا دو کہ تم نے اپنے گلے میں جو تھیلی لٹکا رکھی تھی، وہ بڑی تھی؟"

"کوئی خاص نہیں۔"

"مثلاً کتنی بڑی؟"

"اگر سو روبل کے نوٹ کو دوہرا کر لیا جائے — تو اس کے برابر۔"

"تم اس کی کوئی دھجی، کوئی تاگی دکھا سکتے ہو؟ یہ یقیناً تمہارے پاس کہیں نہ کہیں ضرور ہوگی۔"

"آپ مذاق کر رہے ہیں؟... کیسی فضول بات ہے... میں اپنے پاس کوئی دھجی کیوں رکھتا؟ مجھے معلوم نہیں یہ کہاں گئیں۔"

"ذرا یاد کرنے کی کوشش کرو: تم نے تھیلی ٹھیک ٹھیک کہاں اور کب گلے سے اتاری تھی؟ کیا تم نے خود ہمیں نہیں بتایا تھا کہ تم گھر واپس نہیں گئے تھے؟"

"یہ تب کی بات ہے جب میں فینیا کی رہائش گاہ سے نکل کر پرخوتین کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اسے گلے سے اتارا اور رقم نکال لی۔"

"اندھیرے میں؟"

"کیا مجھے چراغ کی ضرورت تھی؟ صرف ایک سیکنڈ کی تو بات تھی۔"

"قینچی کے بغیر؟ گلی میں؟"

"میرا خیال ہے چوک میں۔ مجھے قینچی کی کیا ضرورت تھی؟ کپڑا پرانا تھا، آسانی سے پھٹ گیا۔"

"پھر تم نے اس کا کیا کیا؟"

"وہیں کہیں پھینک دیا؟"

"صحیح صحیح کہاں؟"

"چوک میں اور کہاں؟ چوک میں کہیں! خدا جانے، چوک میں کہیں! آپ کو جاننے کی کیا ضرورت ہے؟"

"دمتری فیودرووچ، یہ انتہائی اہم ہے۔ یہ انتہائی اہم شہادت ہے اور تمہارے حق میں جا سکتی ہے۔ تم یہ سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ اسے ایک مہینہ قبل سینے میں کس نے تمہاری مدد کی تھی؟"

"کسی نے بھی نہیں، اسے میں نے خود سیا تھا۔"

"تم سی سکتے ہو؟"

"موچیوں کو سیکھنا پڑتا ہے کہ سلائی کیسے کی جاتی ہے۔ ویسے بھی اس کے لیے کوئی خاص مہارت نہیں چاہیے۔"

"تم نے سامان کہاں سے لیا تھا، میرا مطلب اس کپڑے سے ہے جو تم نے استعمال کیا تھا؟"

"کیا آپ مذاق کر رہے ہیں؟"

"بالکل نہیں، دمتری فیودوروویچ، اس قسم کی بات کا میرے ذہن میں خیال بھی نہیں آ سکتا۔"

"مجھے یاد نہیں کہ میں نے کپڑا کہاں سے لیا تھا؛ کہیں نہ کہیں سے تو لیا ہی ہو گا۔"

"میرا خیال تھا یہ ایسی چیز نہیں جو آدمی آسانی سے بھول جائے۔"

"خدا کی قسم، مجھے بالکل یاد نہیں۔ ہو سکتا ہے میں نے اپنا کوئی جانگیا پھاڑ لیا ہو۔"

"بہت خوب۔ کل ہم یہ جانگیا تمہاری رہائش گاہ میں ڈھونڈیں گے ـــــ ہو سکتا ہے تم نے اپنی کوئی قمیص پھاڑ لی ہو۔ کپڑا کس قسم کا تھا ـــــ سوتی یا کتان کا؟"

"خدا جانے۔ ٹھہریں... میرا خیال ہے میں نے قمیص، جانگیا وغیرہ کچھ نہیں پھاڑا تھا۔ یہ چھینٹ کا کپڑا تھا... میرا خیال ہے میں نے اپنی مالکہ مکان کی شبینہ ٹوپی استعمال کی تھی۔"

"مالکہ مکان کی شبینہ ٹوپی؟"

"ہاں، میں اسے چوری چھپے اٹھا لایا تھا۔"

"کیا کیا تھا تم نے؟"

"ہاں، مجھے یاد ہے میں نے ایک مرتبہ ایک شبینہ ٹوپی کھسکا لی تھی، چیزیں جھاڑنے پونچھنے یا اپنا قلم صاف کرنے کے لیے۔ میں نے کسی کو بتائے بغیر اسے اٹھا لیا تھا۔ اس کی حالت کوئی خاص اچھی نہیں تھی اور اس کے ٹکڑے میرے کمرے میں جگہ جگہ بکھرے پڑے تھے۔ پھر اچانک مجھے پندرہ سو روبل مل گئے، چنانچہ میں نے ایک ٹکڑا اٹھایا اور یہ رقم اس میں سی لی۔ جس ٹکڑے میں رقم سی گئی تھی، میرا خیال ہے اس کی ہزاروں مرتبہ دھلائی ہو چکی ہو گی۔"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس کے بارے میں تمہیں یقین ہے؟"

"مجھے یقین وغیرہ کا تو کچھ پتا نہیں ـــــ ویسے میرا خیال ہے یہ شبینہ ٹوپی تھی۔ لعنت!"

"اس صورت میں تمہاری مالکہ مکان کو اتنا تو یاد ہو گا کہ اس کی شبینہ ٹوپی کبھی کھو گئی تھی؟"

"بالکل نہیں۔ اسے تو یاد بھی نہیں کہ اس کے پاس کبھی یہ ٹوپی تھی یا نہیں کیونکہ اسے اس کی کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ آخر یہ پھٹی پرانی ٹوپی تھی، کوئی اس کا ایک کوپک تک نہ دیتا۔"

"تمہیں سوئی دھاگا کہاں سے ملا؟"

"خدا کا خوف کریں! کافی ہو گیا!" متیا کو آخر غصہ آ ہی گیا۔

"تمہارے خیال میں یہ بات عجیب نہیں کہ تمہیں بالکل ہی یاد نہیں رہا کہ تم نے چوک میں یہ تھیلی صحیح صحیح کہاں پھینکی تھی؟"

"ہاں،... یہ آپ کل چوک میں جھاڑو کیوں نہیں پھروا لیتے، شاید کہیں مل جائے۔" متیا نے طنز کے تیر چلاتے ہوئے کہا۔ "حضرات، اب کافی ہو گیا، کافی ہو گیا۔" اس نے تھکی تھکی آواز میں کہا۔ "مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ آپ کو میرا اعتبار نہیں آیا، میں نے جو کچھ کہا ہے آپ کو اس کے ایک لفظ پر بھی اعتبار نہیں آیا! قصور میرا ہے، آپ کا نہیں، کاش میں نے کچھ بھی نہ کہا ہوتا! اپنے راز کا پردہ چاک کر کے آخر مجھے اپنی تذلیل کرانے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ لوگوں کے نزدیک یہ محض مذاق ہے، آپ جس انداز سے دیکھ رہے ہیں اس سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ وکیل صاحب، یہ آپ ہیں جنہوں نے مجھے اس حالت تک پہنچا دیا ہے! آپ چاہیں تو اپنی کوششوں پر ناز کر سکتے ہیں... جلاد، خداوند تمہیں جہنم رسید کرے!"

اس نے اپنا سر جھکا لیا اور چہرہ دونوں ہاتھوں میں ڈھانپ لیا۔ سرکاری وکیل اور مجسٹریٹ دونوں میں سے کسی نے بھی ایک لفظ تک نہ کہا۔ ایک منٹ بعد اس نے اپنا سر اٹھایا اور خالی خالی نظروں سے ٹکٹکی باندھ کر انہیں دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے سے ایسی مطلق مایوسی جھلک رہی تھی جس کا کوئی مداوا نہیں تھا، اور وہ کچھ یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے خاموشی نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو اور اسے قطعاً معلوم نہ ہو کہ اس کے گرد و پیش کیا ہو رہا ہے۔ تاہم کارروائی آگے بڑھانا ضروری تھا۔ گواہوں کی شہادت مزید معرضِ التوا میں نہیں ڈالی جا سکتی تھی۔ پہلے ہی صبح کے آٹھ بج چکے تھے۔ موم بتیاں کبھی کی بجھائی جا چکی تھیں۔ میخائیل مکاروویچ اور کالگانوف، جو تفتیش کے پورے دورانیے میں اندر باہر آتے جاتے رہے تھے، اب دونوں دوبارہ باہر نکل گئے۔ سرکاری وکیل اور مجسٹریٹ تھکن سے چور ہو چکے تھے۔ صبح تقریباً تاریک اور بے کیف تھی۔ آسمان ابر آلود تھا اور چھاجوں مینہ برس رہا تھا۔ متیا خالی خالی نظروں سے کھڑکیوں کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا میں کھڑکی میں سے باہر دیکھ سکتا ہوں؟" اس نے اچانک نکولائی پارفینوویچ سے دریافت کیا۔

"بالکل،" موخرالذکر نے جواب دیا۔

متیا اٹھا اور کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا۔ بارش کھڑکی کے چھوٹے سبزی مائل شیشوں سے زور زور سے ٹکرا رہی تھی۔ کیچڑ آلود سڑک کھڑکی کے عین نیچے سے گزر رہی تھی اور بارش کی چادر میں سے کہیں دور فاصلے پر سیاہ، بوسیدہ اور بدنما جھونپڑیوں کی قطاریں نظر آ رہی تھیں جو بارش کی وجہ سے اور بھی سیاہ اور افسردہ معلوم ہونے لگی تھیں۔ متیا نے "سنہری بالوں والے سورج دیوتا" (پھیبس) کو

یاد کیا جس کی اوّلین کرنوں میں اس نے اپنے آپ کو گولی مارنے کا ارادہ باندھا تھا۔ "اس قسم کی صبح میں شاید یہ اور بھی بہتر ہوتا:" وہ مسکرا پڑا، اس نے اپنے دونوں بازو اپنے پہلوؤں پر لٹکا لیے اور اپنے ایذا دہندگان کا سامنا کرنے کے لیے اچانک واپس مڑ آیا۔

"حضرات،" اس نے با آواز بلند کہا، "مجھے نظر آ رہا ہے کہ اب میں بچ نہیں سکتا۔ لیکن اُس کا کیا بنے گا؟ کیا میرے ساتھ وہ بھی تباہ و برباد ہو جائے گی؟ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ اس بارے میں مجھے ضرور بتائیں۔ میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ وہ بے گناہ ہے۔ کل جب وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ 'ہر چیز کا الزام' اسی پر آتا ہے تو اس کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا۔ وہ کاملاً اور مکمل طور پر بے گناہ ہے! جب سے آپ نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے، مجھے ساری رات اسی چیز کی پریشانی رہی ہے... کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ آپ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟"

"دمتری فیودرووچ، اس بارے میں خاطر جمع رکھو،" سرکاری وکیل نے بظاہر جلد بازی سے جھٹ پٹ جواب دیا۔ "فی الحال ہمارے پاس کوئی ایسی وجہ نہیں جن کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اس خاتون کو، جس کے بارے میں تم اتنی تشویش کا اظہار کر رہے ہو، کسی قسم کی زحمت میں ڈال سکیں۔ میرا خیال ہے کہ بعد میں بھی یہی صورت برقرار رہے گی... درحقیقت اس ضمن میں ہم سے جو کچھ بھی ہو سکا، ہم ضرور کریں گے۔ تم بالکل مطمئن رہو۔"

"حضرات، میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جو کچھ ہو چکا ہے، اس کے باوجود میرا اس سارے عرصے کے دوران میں یہی خیال رہا ہے کہ آپ لوگ دیانت دار اور انصاف پسند ہیں۔ آپ نے میرے سر سے بہت بھاری بوجھ ہٹا دیا ہے... خیر، اب ہمیں کیا کرنا ہے؟ میں تیار ہوں۔"

"خیر، اب ہمیں معاملہ ذرا تیزی سے آگے بڑھانا ہو گا۔ ہمیں بلا تاخیر گواہوں کی شہادتیں رقم کرنا ہوں گی۔ ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم یہ سب کچھ تمہاری موجودگی میں کریں اور چنانچہ..."

"پہلے کچھ چائے نہ ہو جائے؟ کیا خیال ہے؟ میں سمجھتا ہوں ہم اس کے مستحق ہیں!"

فیصلہ یہ ہوا کہ اگر نیچے چائے تیار ہے (میخائیل مکاروویچ جو نیچے گیا تھا، غالباً ایک آدھ پیالی پینے ہی گیا ہو گا) تو انہیں بھی ایک آدھ پیالی پی ہی لینا چاہیے اور اس کے بعد کارروائی جاری رکھنا چاہیے۔ جہاں تک رمی رشتے اور "ووڈکا کے ایک آدھ قطرے" کا تعلق ہے، انہیں اسے مناسب موقع تک ملتوی کر دینا چاہیے۔ چائے درحقیقت نیچے تیار ہو چکی تھی اور کچھ ہی دیر میں انہیں پہنچا بھی دی گئی۔ نکولائی پارفینووچ نے ازرہِ نوازش تیا کو چائے کا جو گلاس پیش کیا پہلے تو اس نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن بعد میں خود ہی اسے مانگ لیا اور بڑے اشتیاق سے پی بھی گیا۔

مجموعی طور پر وہ عجیب و غریب انداز سے نڈھال دکھائی دے رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آدمی کو خیال آتا تھا کہ جس قسم کی جسمانی قوت اور سکت کا مالک یہ شخص ہے، اگر اسے پوری رات بھی خرمستیوں میں صرف کرنا پڑتی اور وہ اپنی جلو میں کتنے ہی طوفانی جذبات لیے آتیں، تو بھی اس کا کچھ نہ بگڑتا۔ لیکن اب اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے لیے سیدھے بیٹھنا بھی دوبھر ہوتا جا رہا ہے اور بعض اوقات تو اسے ہر چیز اپنے سامنے گھومتی نظر آنے لگتی۔ "اگر حالات اسی نہج پر چلتے رہے تو میں کچھ ہی دیر میں ہذیان بکنے لگوں گا:" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

8

گواہوں کی شہادتیں — بالک

گواہوں سے پوچھ گچھ شروع ہو گئی۔ لیکن اب ہم اپنی کہانی اس تفصیل سے بیان نہیں کریں گے جس سے ہم اب تک کرتے رہے ہیں اور چنانچہ ہم ان ہدایات کو نظر انداز کر دیں گے جو نکولائی پارفینووچ ہر گواہ کو دیتا تھا کہ وہ سچ بولیں اور سچ کے سوا کچھ نہ کہیں اور یہ کہ انہیں بعد ازاں اپنی یہی گواہی حلف اٹھا کر دینا ہو گی۔ ہم یہ بار بار نہیں بتائیں گے کہ وہ کس طرح ہر گواہ سے اس کی شہادت کے اختتام پر کہتا تھا کہ وہ اپنی شہادت پر، جس کو تحریری شکل دی جا چکی ہوتی، دستخط کر دے، وغیرہ وغیرہ۔ ہم صرف ایک چیز یعنی اصل نکتے کا بطور خاص ذکر کریں گے کہ ہر گواہ کی توجہ تین ہزار روبلوں کے مسئلے کی طرف دلائی جاتی تھی اور اس سے پوچھا جاتا تھا کہ ایک ماہ قبل پہلے موقع پر یہ رقم اصلاً تین ہزار روبل تھی یا پندرہ سو اور یہ کہ قتل کی رات جب دمتری دوسری مرتبہ داد عیش دینے آیا تھا تو اس کے پاس پندرہ سو روبل تھے یا تین ہزار۔ افسوس، سب بیانات میں تیا کو مجرم ٹھہرایا گیا: ایک بھی گواہی اس کے حق میں نہ آئی اور بعض لوگوں کی شہادتوں میں تو کچھ نئی اور حیران کن باتیں بھی شامل تھیں جن سے ان کے اپنے بیانات کی تردید ہو جاتی تھی۔

جس شخص سے سب سے پہلے پوچھ گچھ ہوئی، وہ تریفون بوریچ تھا۔ جب وہ تفتیش کنندگان کے سامنے پیش ہوا، اس کے چہرے پر خوف کی ہلکی سی پرچھائیں بھی نہیں جھلک رہی تھی۔ اس کے برعکس اس کے رویے سے مترشح ہو رہا تھا کہ وہ ملزم کے خلاف بری طرح بھڑکا ہوا ہے اور وہ اس کے ساتھ کسی قسم کی بھی رعایت برتنے کے لیے تیار نہیں۔ اس سے لاریب دوسروں پر یہ تاثر مرتسم

ہوا کہ یہ شخص بالکل سچا ہے اور اس کی دیانت داری پر کوئی حرف گیری نہیں کی جا سکتی۔ وہ اپنی شہادت جذبات سے مغلوب ہوئے بغیر دیتا رہا، بچے تلے انداز سے بولتا رہا اور جب تک اس سے کچھ پوچھا نہ جاتا، چپ رہتا اور جب جواب دیتا تو اپنے الفاظ تول تول کر اور کسی کی بیشی کے بغیر دیتا۔ اس نے بڑے استقلال سے اور کسی طرح کے تامل کے بغیر بتایا کہ ایک ماہ قبل کسی صورت میں بھی تین ہزار سے کم صرف نہیں کیے گئے ہوں گے اور اس نے مزید کہا کہ ہر وہ شخص، جو یہاں موجود ہے، اس بات کی تصدیق کرے گا کہ اس نے تین ہزار کے الفاظ اپنے کانوں سے خود "دمتری فیودرووچ" کی زبان سے سنے تھے۔ "اس نے خاصی بڑی رقم تو صرف جپسیوں پر اڑا دی۔ میرا خیال ہے یہ کسی صورت میں بھی ایک ہزار سے کم نہیں ہوگی۔"

"میرا خیال ہے میں نے انہیں پانچ سو بھی نہیں دیے ہوں گے،" متیا نے بجھے ہوئے لہجے سے جواب دیا۔ "کاش میں نے گن لیے ہوتے۔ افسوس نشے میں کچھ پتا ہی نہ چل سکا۔"

اس موقع پر متیا کمرے کی ایک جانب بیٹھا ہوا تھا، اس کی پشت پردوں کی جانب تھی۔ وہ دوسروں کی باتیں افسردگی سے سن رہا تھا، اس کے چہرے پر اداسی اور مردنی چھائی ہوئی تھی اور وہ کچھ یوں کہتے محسوس ہو رہا تھا، "جو جی چاہے، کہو، اب کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"دمتری فیودرووچ، ان کی جیبوں میں ایک ہزار سے زیادہ گئے تھے،" تریفون بوریچ نے نہایت محکم انداز سے اس کی تصحیح کرتے ہوئے کہا، "تم روپیہ یوں لٹا رہے تھے جیسے اگلے دن کا سورج کبھی طلوع نہیں ہوگا اور جب ان کے ہاتھ رقم آتی تھی، ان کی باچھیں کھل جاتی تھیں۔ وہ سب کے سب چور اور گرہ کٹ ہیں، دھوکا دینا ان کا شعار ہے، گھوڑے چرانا ان کا مشغلہ ہے۔ انہیں قصبے سے بزور نکال دیا گیا تھا ورنہ وہ خود گواہی دیتے کہ انہیں تم سے کیا کچھ ملا تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے تمہارے ہاتھ میں رقم دیکھی تھی۔ یہ درست ہے میں اسے گن نہ سکا، تم مجھے موقع ہی نہیں دے رہے تھے لیکن نظر یہی آ رہا تھا کہ یہ پندرہ سو سے زیادہ تھی... پندرہ سو سے کہیں زیادہ! جب میں کوئی رقم دیکھتا ہوں مجھے فوراً اندازہ ہو جاتا ہے یہ کتنی ہو گی۔ میں کل کا چھوکرا نہیں ہوں..."

جہاں تک گزشتہ رات کا تعلق تھا، تریفون بوریچ نے کچی لپٹی رکھے بغیر بلاتامل کہہ دیا کہ جونہی دمتری بوریچ کی آمد ہوئی تھی اس نے چھوٹتے ہی کہہ دیا تھا کہ اس کے پاس تین ہزار روبل ہیں۔

"چھوڑو یار، تریفون بوریچ،" متیا نے اعتراض کیا، "کیا میں نے واقعی انہی الفاظ میں کہا تھا کہ میرے پاس تین ہزار روبل ہیں؟"

"دمتری فیودرووچ، تم نے کہا تھا۔ آندری کے سامنے کہا تھا۔ آندری یہیں ہے، وہ ابھی گیا نہیں، میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کی اس سے تصدیق کرائی جا سکتی ہے۔ اور جب تم ڈرائنگ روم میں جپسیوں کے طائفے کی خاطر مدارت کر رہے تھے تو تم نے سب کے سامنے چلا چلا کر کہا تھا کہ تم یہاں چھٹا ہزار خرچ کر رہے ہو ـــــ اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس رقم میں تم وہ رقم بھی شامل کر رہے ہو جو تم نے پچھلی بار یہاں خرچ کی تھی۔ ستیپان اور سیمیون دونوں نے تمہیں یہ کہتے سنا تھا۔ اس وقت پیوتر فومچ کالگانوف بھی تمہارے قریب کھڑے تھے اور شاید وہ بھی اس بات کی تصدیق کر دیں..."

چھٹے ہزار کی طرف جو اشارہ کیا گیا تھا، تفتیش کنندگان نے اس میں زبردست دلچسپی کا اظہار کیا۔ انہیں یہ نیا بیان انتہائی معقول معلوم ہوا: تین جمع تین چھ ہوتے ہیں۔ چنانچہ پچھلی بار کے تین ہزار آج کے تین ہزار سے مل کر چھ ہزار ہوئے ـــــ اور میزان بالکل صحیح ہے یعنی چھ ہزار۔

دونوں کسانوں ـــــ ستیپن اور سیمیون جن کا ذکر تریفون بوریچ نے کیا تھا ـــــ اور ان کے ساتھ کوچوان آندری اور پیوتر فومچ کالگانوف سے بھی پوچھ گچھ ہوئی۔ کسانوں اور کوچوان نے تو جھٹ پٹ تریفون بوریچ کی شہادت کی تائید کر دی۔ مزید برآں سفر کے دوران میں متیا کے ساتھ آندری کی جو گفتگو ہوئی تھی، اسے تحریر کرنے میں بطور خاص توجہ دی گئی: "تمہارے خیال میں میرا، دمتری فیودرووچ کا، کیا انجام ہوگا؟ کیا میں جنت میں جاؤں گا یا جہنم میں؟ کیا مجھے اگلے جہان میں معافی مل جائے گی؟" "ماہر نفسیات" اپولیت کیریلووچ اپنے چہرے پر پُراسرار مسکراہٹ سجائے سنتا رہا اور آخر میں اس نے مشورہ دیا کہ دمتری فیودرووچ نے جو یہ کہا تھا کہ اس کا انجام کیا ہوگا، خاص طور پر تحریر کیا جائے۔

جب کالگانوف کو بلایا گیا تو وہ بادلِ ناخواستہ اندر آیا۔ اس کے چہرے سے خفگی ٹپک رہی تھی اور دکھائی یوں دے رہا تھا کہ وہ کسی بات پر قائم نہیں رہے گا۔ وہ سرکاری وکیل اور نکولائی پارفینووچ سے اس طرح مخاطب ہوا جیسے زندگی میں اس کی ان سے پہلی بار ملاقات ہو رہی ہو جبکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ ان کا پرانا شناسا تھا۔ اس نے اپنے بیان کا آغاز اس طرح کیا، "میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا اور نہ جاننا چاہتا ہوں۔" تاہم اس کی گفتگو سے ثابت یہ ہوا کہ اس نے چھٹے ہزار کے بارے میں دمتری کی گفتگو سنی تھی اور اسے تسلیم کرنا پڑا کہ تب وہ قریب ہی کھڑا تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ متیا کے ہاتھ میں کتنی رقم ہوگی تو اس کا جواب تھا، "مجھے معلوم نہیں۔" جب اس سے سوال کیا گیا: "پولستانی تاش کے کھیل میں ہیرا پھیری کر رہے تھے یا نہیں؟" تو اس نے اثبات میں شہادت دی۔ بار بار دہرائے گئے سوالوں کے جواب میں بھی اس نے وضاحت کی کہ پولستانیوں کو کمرے

سے نکال دیا گیا تھا، اگرفینا الیکساندرووناکے سلسلے میں متیا کی صورتِ حال حقیقتاً بہتر ہو گئی تھی اور یہ کہ وہ خود اس سے کہہ رہی تھی کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے۔ اس نے اگرفینا الیکساندروونا کا ذکر لیے دیے انداز اور عزت و احترام سے کیا جیسے وہ اونچے ترین طبقے کی خاتون ہو اور اس نے ایک مرتبہ بھی اسے "گروشینکا" نہ کہا۔ نوجوان گواہ کی تین نارضامندی کے باوجود ایپولیت کیریلووچ نے اس پر بھی لمبی چوڑی جرح کی اور صرف اس سے اسے اس چیز کے متعلق، جسے متیا کا اس رات کا "رومان" کہا جا سکتا ہے، تفصیلات معلوم ہوئیں۔ متیا نے ایک بار بھی کالگانوف کی باتوں میں مداخلت نہ کی۔ بالآخر خاصے طویل عرصے کے بعد نوجوان گواہ کو جانے کی اجازت مل گئی اور وہ اپنا غیظ و غضب چھپائے بغیر رخصت ہو گیا۔

پولستانیوں سے بھی پوچھ گچھ ہوئی۔ اگرچہ انہوں نے اپنے آپ کو کمرے میں بند کر لیا تھا، ان کے اپنے بقول وہ پوری رات "ایک جھپکی" بھی نہیں لے سکے تھے۔ حکام کی آمد پر وہ جھٹ پٹ اٹھ کھڑے ہوئے، انہوں نے ہبڑ دبڑ اپنے لباس ٹھیک کیے، اپنے آپ کو بنایا سنوارا کیونکہ وہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ ان سے لازماً شہادت دینے کو کہا جائے گا۔ اگرچہ وہ اندر سے ڈرے ہوئے تھے تاہم وہ باوقار انداز سے پیش ہوئے۔ کوتاہ قامت شخص، جو دوسرے کا "آقا" تھا، بارھویں گریڈ (82) کا سول ملازم نکلا جو سالوتری کی حیثیت سے سائبیریا میں خدمات سرانجام دے چکا تھا اور اب ملازمت سے فارغ ہو چکا تھا۔ اس کا خاندانی نام موسیالووچ تھا۔ اس کے برعکس وربلیوسکی کے متعلق انکشاف ہوا کہ وہ اخراجِ دنداں کا جزوقتی دھندا کرتا تھا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ سوالات نکولائی پارفینووچ کر رہا تھا، دونوں پولستانی شروع میں اپنے جواب میخائیل مکارووچ سے مخاطب ہو کر دیتے رہے جو دوسروں سے ذرا ہٹ کر کھڑا تھا؛ پولستانیوں نے غلطی سے اسے افسرِ اعلیٰ تصور کر لیا تھا اور وہ ہر دوسرے لفظ کے بعد اسے pan کرنل کہہ کر خطاب کرنے لگتے تھے۔ صرف تب جب خود میخائیل مکارووچ ان کی متعدد مرتبہ اصلاح کر چکا، انہیں احساس ہوا کہ انہیں اپنے جواب نکولائی پارفینووچ کو دینا چاہئیں۔ انکشاف یہ ہوا کہ چند الفاظ کے تلفظ کے سوا انہیں روسی زبان پر واقعی اچھا خاصا عبور حاصل ہے۔ گروشینکا کے ساتھ اپنے سابقہ اور حالیہ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر موسیالووچ کچھ اس جوش و جذبے اور فخر و مباہات سے تفصیل بیان کرنے لگا کہ متیا کو معاً طیش آ گیا اور وہ چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ وہ اپنی موجودگی میں کسی "لفنگے" کو اس قسم کی گفتگو کی اجازت نہیں دے گا۔ مسٹر موسیالووچ نے جھٹ لفظ "لفنگا" اچک لیا اور پُرزور انداز سے درخواست کرنے لگا کہ اسے لازماً احاطۂ تحریر میں لایا جائے۔ متیا جل بھن کر کباب ہو گیا۔

"لفنگا، ہاں، لفنگا! انتظار کس بات کا ہے، لکھ لیں اسے، ضرور لکھ لیں، مجھے آپ کے تحریری

ریکارڈ کی کوئی پروا نہیں۔ میں اب بھی کہتا ہوں: یہ شخص لفنگا ہے!" وہ گلا پھاڑ کر چلایا۔

اگرچہ نکولائی پارفینووچ نے اس لفظ کو ریکارڈ میں درج تو کرا دیا، تاہم اس ناخوشگوار واقعے سے نپٹنے کے لیے اس نے انتہائی قابلِ تحسین پیشہ ورانہ مہارت اور معاملہ فہمی کا ثبوت دیا۔ متیا کو اچھی خاصی جھاڑ پلانے کے بعد اس نے مقدمے کے رومانی پہلوؤں کے متعلق سوالات پوچھنے کا سلسلہ جھٹ پٹ ختم کر دیا اور عجلت سے اس کے اہم عناصر پر توجہ مرکوز کر دی۔ اہم عناصر میں پولستانی حضرات کی ایک ایسی شہادت شامل تھی جس نے تفتیش کنندگان کی دلچسپی غیر معمولی طور پر ابھار دی: مسٹر موسیالووچ نے بتایا جب وہ چھوٹے کمرے میں تھے، متیا نے انہیں رشوت دینے کی کوشش کی تھی تاکہ وہ ہوٹل سے چلے جائیں اور یوں اس کا راستہ صاف ہو جائے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ انہیں سات سو ڈالر تو ابھی اور یہیں ادا کر دے گا اور بقایا دو ہزار تین سو اگلی صبح "قصبے میں" ان کے حوالے کر دے گا۔ اس نے اپنی عزت قسم کھا کر انہیں بتایا تھا کہ یہ رقم مکرائی میں اس کے پاس نہیں ہے کیونکہ وہ اسے قصبے میں چھوڑ آیا ہے۔ متیا نے پُرجوش انداز سے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ اس نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ واقعی قصبے میں پہنچنے کے بعد اسے بقایا رقم ادا کر دے گا لیکن مسٹر وربلیوسکی نے اپنے ساتھی کے بیان کی تصدیق کر دی اور ایک آدھ لمحہ سوچنے کے بعد متیا نے بھی رکھائی سے کہا کہ پولستانی جو کچھ کہہ رہے ہیں، غالباً ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔ وہ اس وقت بے حد مضطرب تھا اور ہو سکتا ہے کہ بے دھیانی میں اس کے منہ سے یہی الفاظ نکل گئے ہوں۔

سرکاری وکیل فوراً اس شہادت پر جھپٹ پڑا: تفتیش کنندگان کے خیال میں یہ بات بالکل واضح ہو چکی تھی (اور درحقیقت انہوں نے بعد میں اسے پیش بھی اسی طرح کیا) کہ متیا کے ہاتھ جو تین ہزار کی رقم آئی تھی، اس نے اس کا نصف یا اس کے لگ بھگ قصبے میں، بلکہ عین ممکن ہے کہ یہیں مکرائی میں ہی، کہیں چھپا دیا ہو گا جس سے غالباً اس بات کی توضیح ہو جاتی ہے (جو تفتیش کنندگان کے نقطۂ نظر سے ابھی تک گڈمڈ صورتِ حال تھی) کہ آخر متیا کے قبضے سے صرف آٹھ سو روبل ہی کیوں برآمد ہوئے۔ اور اگرچہ یہ کوئی اتنا اہم نکتہ نہیں تھا، بہرحال یہ واحد نکتہ تھا جو کسی حد تک متیا کے حق میں جاتا تھا۔ تاہم شہادت کا یہ آخری جزو بھی، جو اس کے حق میں جاتا تھا، اب ناپید ہونے لگا تھا۔ جب سرکاری وکیل نے اس سے پوچھا کہ اس کے اپنے اس دعوے کے باوجود کہ اس کے پاس صرف پندرہ سو روبل تھے، اس نے یہ کیسے کہہ دیا کہ وہ پولستانیوں کو اگلی صبح دو ہزار تین سو روبل ادا کر دے گا، اس نے یہ رقم کہاں سے حاصل کرنا تھی، تو متیا نے محکم آواز میں جواب دیا کہ وہ ان "پولاکوں" کو نقد روپیہ نہیں، بلکہ چرماشنیا میں واقع اپنی جاگیر کے کاغذات پیش کرنا چاہتا تھا، مالکانہ حقوق کے وہی کاغذات جس کی پیشکش اس نے سامسونوف اور مادام خوخلاکووا کو کی تھی۔ سرکاری

وکیل تیا کی "سادہ لوحی" پر مسکرائے بنا نہ رہ سکا۔

"تمہارے خیال میں یہ دو ہزار تین سو روبل نقد وصول کرنے کی بجائے 'ملکیت' کے کاغذات قبول کرنے پر راضی ہو جاتا؟"

"یہ یقیناً راضی ہو جاتا!" تیا نے گرم جوشی سے جواب دیا، "ذرا سوچیں، یہ اس سے محض دو نہیں، چار بلکہ چھ ہزار کا منافع کما سکتا تھا! یہ چاہتا تو اپنے وکیلوں، پولستانیوں اور یہودیوں کی پوری پلٹن بلا لیتا، بوڑھے کا ناطقہ بند کر دیتا اور اس سے محض تین ہزار نہیں بلکہ چرماشنیا کی پوری جاگیر لے لیتا۔"

بہر حال مسز مُوسیالووچ کی شہادت کی ایک ایک تفصیل قلم بند کر لی گئی اور اس کے بعد پولستانیوں کو چھٹی دے دی گئی۔ تاش کے کھیل میں جو ہیرا پھیری ہوئی تھی، اس کا ذکر تک نہ کیا گیا! ان کی شہادت جیسی کیسی تھی، نکولائی پارفینووچ اسی پر مطمئن ہو گیا تھا اور وہ معمولی معمولی باتوں کے متعلق فکر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی نظروں میں یہ واقعہ اس لیے پیش آیا تھا کیونکہ تاش کھیلتے وقت فریقین نشے میں غرق ہو چکے تھے اور احمقانہ انداز سے آپس میں جھگڑ پڑے تھے۔ جب لوگ ساری رات پاگلوں کی طرح پیتے رہے اور نہایت معیوب حرکات کرتے رہے ہوں، ایسے واقعات رونما ہو ہی جاتے ہیں۔ چنانچہ رقم، دو سو روبل، پولستانیوں کی جیبوں میں ہی رہی۔

اس کے بعد بوڑھے ماکسی موف کو طلب کیا گیا۔ وہ سرتاپا بزدلی کی تصویر بنا ہوا تھا اور ڈرا سہما اندر آیا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا میز کے قریب پہنچا۔ اس کی کوئی کل سیدھی نہیں تھی، لباس شکن آلود، بال پریشان اور چہرے سے آشفتہ حالی ٹپک رہی تھی۔ وہ اس سارے عرصے کے دوران میں نیچے چپ چاپ اور سمٹا سمٹایا گروشینکا کے پاس بیٹھا رہا تھا اور جیسا کہ بعد ازاں مائیکل مکارووچ نے یاد کرتے ہوئے کہا، "ہاں، وہ کبھی کبھار اس (گروشینکا) کی حالت پر کڑھنے، بسورنے اور ریں ریں کرنے لگتا اور پھر اپنے نیلی دھاریوں والے دھجی نما رومال سے آنکھیں پونچھنے لگتا۔ آخرکار نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ خود اسے تسلی دلاسا دینے اور اس کی ڈھارس بندھانے پر مجبور ہو گئی۔ کوتاہ قامت بوڑھے نے جھٹ پٹ باچشم نم اقرار کر لیا، "میرا قصور یہ تھا کہ میں نے اپنی مفلسی سے مجبور ہو کر دمتری فیودورووچ سے دس روبل مانگ لیے تھے لیکن اب میں یہ رقم واپس کرنے کو تیار ہوں..." جب نکولائی پارفینووچ نے اس سے خاص طور پر اس نکتے پر سوال کیا—

"کیا تم نے دیکھا تھا کہ دمتری فیودورووچ کے ہاتھ میں ٹھیک ٹھیک کتنی رقم ہو گی؟ آخر جب تم قرض مانگ رہے تھے، جہاں تم کھڑے تھے وہاں سے تم سب کچھ آسانی سے اور صحیح طور پر دیکھ سکتے تھے؟" تو ماکسی موف نے بڑے وثوق سے کہا، "بیس ہزار، جناب!"

"کیا تم نے اس سے پہلے اکٹھے بیس ہزار کبھی دیکھے ہیں؟" نکولائی پارفینووچ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں، یقیناً دیکھ چکا ہوں، تب جب میری بیوی نے میری معمولی جائیداد رہن رکھی تھی، پر وہ رقم بیس ہزار نہیں، صرف سات ہزار تھی۔ میری بیوی نے مجھے اس کی صرف جھلک دکھائی تھی اور وہ بھی دور سے۔ وہ اس پر اترا رہی تھی، جناب، بالکل اترا رہی تھی، خاصی بڑی گڈی تھی، جناب۔ سو سو روبل کے نوٹ تھے اس میں۔ دمتری فیودورووچ کے ہاتھ میں جو نوٹ تھے، وہ سب بھی سو سو روبل کے تھے..."

اسے بہت جلد جانے کی اجازت مل گئی۔ آخر میں گروشینکا کی باری تھی۔ تفتیش کنندگان کو یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ معلوم نہیں اس کی آمد کا دمتری فیودورووچ پر کیا اثر ہو اور نکولائی پارفینووچ نے تو اسے دبے دبے لہجے میں تنبیہ بھی کر دی کہ وہ محتاط رہے جس کے جواب میں تیا نے خاموشی سے اپنا سر ذرا سا جھکا دیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ وہ کوئی گڑبڑ نہیں کرے گا۔ میخائیل مکارووچ خود گروشینکا کو اندر لایا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوئی اس کے چہرے پر گھمبیرتا اور پژمردگی چھائی ہوئی تھی، ویسے بظاہر وہ پُرسکون نظر آ رہی تھی اور جیسا کہ اسے ہدایت کر دی گئی تھی، وہ خاموشی سے نکولائی پارفینووچ کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس کی رنگت ہلدی کی طرح زرد ہو رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسے سردی لگ رہی ہے اور وہ اپنی انتہائی قیمتی سیاہ شال کو کس کر اپنے شانوں کے گرد لپیٹے ہوئے تھی— درحقیقت اس کی جو کیفیت ہو رہی تھی، وہ یہ غمازی کر رہی تھی کہ اسے عنقریب بخار ہو جائے گا۔ اور اصلاً ہوا بھی یہی، اسی شام وہ بیمار پڑ گئی اور کافی عرصہ صاحب فراش رہی۔ بہر حال اس کے گھمبیر اور پُر استقلال انداز، اس کے راست باز اور سنجیدہ چہرے مہرے اور پُرسکون وضع قطع نے ہر شخص کو خاطر خواہ طریقے سے متاثر کیا۔ نکولائی پارفینووچ کو تو یوں لگا جیسے وہ کچھ کچھ "مسحور" ہو گیا ہو۔ بعد ازاں مختلف گفتگوؤں کے دوران میں وہ خود اعتراف کرتا رہے گا، "صاحب، اس وقت تک مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ یہ عورت واقعی کتنی حسین اور ٹھسے دار ہے۔" اگرچہ ماضی میں وہ اسے بارہا دیکھ چکا تھا لیکن اس کی نظروں میں اس کی حیثیت کسی صوبائی کسبی سے کبھی زیادہ نہیں رہی تھی۔ "اس کے اطوار انتہائی شائستہ، ٹھاٹ دار اور اشرافی ہیں۔" اس انٹرویو کے بعد ایک مرتبہ، جب وہ چند خواتین کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا، فورِ مسرت سے اس کے منہ سے نکل گیا۔ اس کی یہ "جسارت" خواتین کو ایک آنکھ نہ بھائی اور انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ پٹ اسے "دل لگی باز" کا خطاب دے دیا جس پر وہ بے حد خوش ہوا۔ کمرے میں داخل ہونے پر گروشینکا نے تیا کو محض سرسری نگاہوں سے دیکھا۔ مگر جہاں تک خود تیا کا اپنا تعلق ہے، وہ اسے دیکھ کر کچھ خائف ہو گیا لیکن

گروشینکا کی نظریں بتا رہی تھیں کہ فکر کی کوئی بات نہیں اور یوں وہ مطمئن ہو گیا۔ حسب معمول نکولائی پارفینووچ نے اس سے وہی سوال پوچھے جو عام طور پر ایسے موقعوں پر گواہوں سے پوچھے جاتے ہیں اور اس نے ایک دوبار اسے انتباہ بھی کر دیا کہ وہ جو کچھ کہے گی سچ کہے گی۔ اس کے بعد اس نے قدرے ہکلاتے ہوئے تاہم نہایت شائستہ لہجے میں اس سے اس کے سابق لیفٹیننٹ دمتری فیودرووچ کے ساتھ تعلقات کے بارے میں سوال کیا۔ گروشینکا نے اس کا جواب نرم و ملائم لیکن پُر استقلال انداز سے دیا:

"یہ میرے واقف کار ہیں، یہ ایک مہینے سے مجھے ملنے آتے رہے ہیں۔"

مزید ذاتی سوالوں کے جواب میں اس نے جھٹ پٹ اور لگی لپٹی رکھے بغیر کہہ دیا کہ اگرچہ وہ "کبھی کبھار" اس سے التفات برتتی رہی ہے لیکن حقیقی معنوں میں اسے اس سے محبت کبھی نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ اسے بھی اور "بے چارے بوڑھے" کو بھی اپنی "شرمناک بدخصلتی" کے باعث اپنی انگلیوں پر نچاتی رہی ہے۔ وہ دیکھ چکی تھی کہ میتیا خود فیودر پاولووچ سے حد درجہ حسد کرتا ہے جیسا کہ وہ بعض دوسرے لوگوں سے بھی کرتا رہا ہے لیکن اس پر وہ محض محظوظ ہی ہوتی رہی ہے۔ اس کا فیودر پاولووچ کے پاس جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، بلکہ وہ اس معاملے کو محض لٹکائے ہوئے تھی۔ "گزشتہ مہینے کے دوران میں میرا دماغ بالکل ہی مختلف چیز پر مرکوز رہا ہے۔ میں ایک اور مرد کی منتظر تھی، اس مرد کی جس نے میرے ساتھ زیادتی کی تھی..." اس نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا، "میں صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ آپ کو اس معاملے کی سُن گُن لینے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ میں اس سلسلے میں آپ کے کسی سوال کا جواب دوں گی کیونکہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

چنانچہ نکولائی پارفینووچ نے معاملے کے "رومانی" پہلوؤں کے بارے میں چھان بین کرنے سے احتراز کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اس کی بجائے اس نے اپنی توجہ تین ہزار روبل کے اہم مسئلے پر مرکوز کر دی۔ گروشینکا نے تصدیق کر دی کہ ایک ماہ قبل مکرائی میں جو رقم صرف کی گئی تھی، وہ واقعی تین ہزار تھی اور اگرچہ اس نے خود رقم نہیں گنی تھی، دمتری فیودرووچ نے کہا تھا کہ یہ تین ہزار ہے۔

"کیا اس نے یہ بات تمہیں علیحدگی میں یا دوسروں کی موجودگی میں بتائی تھی یا تم نے اسے محض دوسروں سے اس کے متعلق ذکر کرتے سنا تھا؟" سرکاری وکیل اس سوال کا فوری جواب چاہتا تھا۔

گروشینکا نے جواب دیا، "میں نے اسے یہ بات دوسروں سے بھی کہتے سنا تھا، پھر اس نے مجھ سے دوسروں کی موجودگی میں اور علیحدگی میں بھی یہی بات کہی تھی۔"

"کیا اس نے علیحدگی میں یہ بات ایک بار یا متعدد بار کہی تھی؟" سرکاری وکیل نے مزید دریافت کیا اور اسے معلوم ہوا کہ یہ بات متعدد بار کہی گئی تھی۔

اپوپلیت کیریلووچ اس گواہی سے بے حد مطمئن تھا۔ بعد کے جوابات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گروشینکا جانتی تھی کہ رقم کہاں سے آئی ہے یعنی دمتری فیودرووچ کو یہ کاترینا ایوانوونا سے ملی تھی۔

"کیا تم نے کبھی، خواہ ایک بار ہی سہی، یہ سنا تھا کہ جو رقم ایک ماہ قبل ملنوں تلکوں میں اڑائی گئی تھی، وہ تین ہزار نہیں بلکہ اس سے کم تھی اور یہ کہ دمتری فیودرووچ نے اس کا نصف بچا کر اپنے پاس رکھ لیا تھا؟"

"نہیں، میں نے یہ کبھی نہیں سنا۔"

مناسب وقت پر انکشاف ہوا کہ گزشتہ مہینے کے دوران میں میتیا نے اسے متعدد مرتبہ بتایا تھا کہ اس کے پاس ایک کوپک بھی نہیں۔ "اسے توقع تھی کہ اسے اپنے باپ سے کچھ رقم مل جائے گی،" گروشینکا نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

"کیا اس نے تمہاری موجودگی میں... اتفاقاً یا جھنجلاہٹ کے عالم میں کبھی یہ کہا تھا،" نکولائی پارفینووچ نے اچانک حیران کن سوال پوچھتے ہوئے کہا، "کہ یہ اپنے باپ کو جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے؟"

"جی، کہا تھا،" گروشینکا کے حلق سے آہ نکل گئی۔

"ایک بار یا متعدد بار؟"

"اس نے یہ بات متعدد مواقع پر کہی تھی لیکن ہمیشہ تب جب اس کا مزاج برہم ہو رہا ہوتا۔"

"تمہیں کبھی یقین آیا کہ یہ اپنی دھمکی پر عمل کر کے دکھا دے گا؟"

"نہیں، کبھی نہیں،" اس نے محکم لہجے سے جواب دیا۔ "میں ہمیشہ اس امر کی قائل رہی ہوں کہ یہ ذی عزت شخص ہے۔"

"حضرات، مجھے اگرافینا الیکساندروونا سے اپنی موجودگی میں ایک لفظ، صرف ایک لفظ کہنے کی اجازت مرحمت فرمائیں،" میتیا نے اونچی آواز سے کہا۔

"کہو،" نکولائی پارفینووچ نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی۔

"اگرافینا الیکساندروونا،" میتیا نے اپنی کرسی پر نیم ایستادہ ہو کر کہا، "خدا گواہ ہے کہ میں اپنے باپ کے، جسے کل ہلاک کر دیا گیا تھا، قتل کا ذمے دار نہیں!"

یہ کہہ کر میتیا دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

گروشینکا اٹھ کر کھڑی ہو گئی، اس نے ایقونے کی طرف منہ کیا اور بڑے احترام سے اپنے

سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔

"خدا کا شکر ہے!" اس نے دل کی گہرائیوں سے آسودگی محسوس کرتے ہوئے کہا اور پھر کھڑے کھڑے اپنا رخ نکولائی پارفینووچ کی جانب موڑتے ہوئے اس نے مزید کہا، "اس نے جو کچھ کہا ہے، آپ کو اس کا اعتبار کر لینا چاہیے! میں اسے جانتی ہوں۔ جو کچھ اس کے دل میں ہوتا ہے یہ وہی کہہ دیتا ہے، خواہ مذاق میں، خواہ ضد میں۔ اگر معاملہ ضمیر کا ہو تو یہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا، یہ سیدھے سچاؤ سچ کہہ دے گا، میری بات کا اعتبار کریں!"

"شکریہ، اگرافینا الیکسانڈروونا، تم نے میرے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا ہے؛" تیا نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

جب گروشینکا سے سوال کیا گیا کہ گزشتہ روز تیا کے پاس کتنی رقم تھی تو اس نے جواب دیا، "مجھے معلوم نہیں لیکن میں نے کئی بار اسے کہتے ضرور سنا تھا کہ یہ اپنے ساتھ تین ہزار لایا ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اسے یہ رقم ملی کہاں سے تھی تو اس نے مجھے بتایا تھا، 'میں یہ رقم کاترینا ایوانوونا سے چرا کر لایا ہوں۔' اس پر میں نے اسے جواب دیا تھا، 'تم نے یہ رقم بالکل نہیں چرائی اور تمہیں یہ رقم کل واقعی واپس کر دینا چاہیے۔'"

سرکاری وکیل نے اصرار کیا: "مجھے صاف صاف بتایا جائے کہ جب یہ یہ کہہ رہا تھا کہ اس نے یہ رقم کاترینا ایوانوونا سے چرائی ہے، تو یہ کس رقم کی بات کر رہا تھا ــــ اس رقم کی جو کل اس کے پاس تھی یا تین ہزار کی وہ رقم جو اس نے تین ماہ قبل یہاں لٹائی تھی؟"

اس پر گروشینکا نے جواب دیا، "میرا خیال ہے اس کی مراد وہ رقم تھی جو ایک ماہ قبل اس کے پاس تھی، بہرحال کم از کم میں یہی سمجھی تھی۔"

گروشینکا کو آخرکار چھٹی مل گئی اور نکولائی پارفینووچ نے عجلت سے اسے یقین دلایا کہ اگر وہ چاہے تو فوراً یہاں سے قصبے جا سکتی ہے اور جہاں تک خود اس کا اپنا تعلق ہے، وہ اسے ہر قسم کی امداد ــــ مثلاً گھوڑے، محافظ، جو کچھ بھی درکار ہے ــــ فراہم کر سکتا ہے۔

"آپ کی بڑی نوازش؛" گروشینکا نے شکریے کے اعتراف کے طور پر اسے جھک کر سلام کرتے ہوئے کہا، "لیکن میں اس بزرگ زمیندار کے ساتھ جانا چاہوں گی، میں اسے اپنے ساتھ گھر لے جاؤں گی لیکن دریں اثنا اگر آپ اجازت دیں تو میں نیچے انتظار کروں گی تاکہ مجھے معلوم ہو سکے کہ آپ دمتری فیودرووچ کے متعلق کیا فیصلہ کرتے ہیں۔"

وہ چلی گئی۔ تیا پُرسکون تھا اور پوری طرح چوکس بھی لیکن اس کی یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہی۔ ہر گزرتے پل کے ساتھ عجیب و غریب قسم کا ضعف اسے زیادہ سے زیادہ اپنی لپیٹ میں لیے

جا رہا تھا۔ تھکن سے اس کی آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔ گواہوں سے پوچھ گچھ بالآخر ختم ہو گئی۔ جو کچھ تحریر کیا جا چکا تھا، اس کا آخری مسودہ تیار کیا جا رہا تھا۔ تیا اپنی کرسی سے اٹھا اور پردے کے قریب کونے میں چلا گیا۔ وہاں خاصا بڑا گھریلو صندوق پڑا تھا۔ اس پر غالیچہ بچھا ہوا تھا۔ وہ صندوق پر لیٹ گیا اور جھٹ پٹ سو گیا۔

جب وہ سو رہا تھا، اسے عجیب و غریب خواب آنے لگا جس کا وقت اور مقام سے کوئی تعلق نہیں بنتا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ گھاس کے سپاٹ (83) میدانوں میں کہیں سفر کر رہا ہے، کسی ایسی جگہ جہاں اس نے ایک مرتبہ فوج میں خدمات سرانجام دی تھیں اور جس گاڑی میں وہ سوار تھا، اس کا کوچوان کوئی مزحک تھا۔ اس گاڑی کو جزوی طور پر پگھلی ہوئی برف کے اوپر دو گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ تیا کو سردی محسوس ہونے لگی۔ یہ ابتدائی نومبر کے دن تھے۔ برف باری ہو رہی تھی۔ برف کے بڑے بڑے گالے جونہی زمین کو چھوتے، پگھلنا شروع ہو جاتے۔ کوچوان بڑی دلیری سے مسلسل گھوڑوں کا حوصلہ بڑھائے اور انہیں بڑھاوا دیے جا رہا تھا اور یوں گاڑی اچھی خاصی رفتار سے چلی جا رہی تھی۔ اپنی لمبی، گھنی اور سرخ داڑھی میں کوچوان کوئی معمر شخص معلوم نہیں ہو رہا تھا، وہ زیادہ سے زیادہ پچاس کا نظر آ رہا تھا۔ وہ بوسیدہ سرمئی دیہاتی کوٹ میں ملبوس تھا۔ چلتے چلتے انہیں ایک گاؤں دکھائی دیا۔ اس کے جھونپڑے کول تار کی طرح سیاہ تھے۔ ان میں سے نصف جل کر خاکستر ہو چکے تھے اور ان کے صرف خوستہ شہتیر باہر کو نکلے ہوئے تھے۔ گاؤں کے قریب عورتوں کی بہت بڑی تعداد سڑک کے کنارے قطار بنائے کھڑی تھی۔ ان سب کے چہرے، جن پر رونق نام کو بھی نہیں تھی، مخصوص انداز سے گندمی تھے اور ان کے بدن سوکھ کر کانٹا ہو چکے تھے۔ قطار کے بالکل آخر میں اس کی نظر خاص طور پر ایک عورت پر پڑی۔ وہ بلند قامت اور نحیف و لاغر تھی۔ عمر اس کی غالباً بیس سے زیادہ نہیں تھی لیکن وہ دکھائی چالیس کی دے رہی تھی۔ اس کا چہرہ مریل اور ہلدی کی طرح زرد تھا۔ وہ اپنے بازوؤں میں ایک بچہ اٹھائے ہوئی تھی جو مسلسل روئے جا رہا تھا۔ معلوم ہو رہا تھا کہ اس کی چھاتیاں سوکھ اور سکڑ چکی ہیں اور ان میں دودھ کی ایک بوند بھی نہیں رہی۔ ادھر بچہ تھا کہ اس کا چیخنا چلانا تھم ہی نہیں رہا تھا۔ وہ اپنے ننھے منے برہنہ بازو آگے کو پھیلائے ہوئے تھا اور اپنی مٹھیاں بھینچے ہوئے تھا جو سردی سے بالکل نیلی ہو چلی تھیں۔

"یہ رو کیوں رہی ہیں؟ کیا ہوا؟" تیا نے تیز رفتار گاڑی میں ان کے قریب سے گزرتے ہوئے کہا۔

"ہاں؛" کوچوان نے جواب دیا، "ہاں رو رہا ہے۔"

اور جس بات نے تیا کو ہکا بکا کر دیا، وہ یہ تھی کہ اس نے "بچہ" نہیں بلکہ "ہاں" کہا تھا جیسا

کہ دیہاتی اپنی روزمرہ کی زبان میں کہتے ہیں۔ تاہم وہ خوش تھا کہ مزھک نے لفظ "بال" استعمال کیا ہے جیسے اس میں زیادہ ہمدردی چھپی ہوئی ہو۔

"مگر یہ روئے کیوں جا رہا ہے؟" تیا نے احمقانہ اور بے معنی انداز سے اصرار کرتے ہوئے کہا، "اس کے بازو ننگے کیوں ہیں؟ وہ اسے کمبل میں کیوں نہیں لپیٹتی؟"

"بال جم گیا ہے، سردی میں اس کے کپڑوں کے اندر گھس گئی ہے، ان میں حرارت باقی نہیں رہی۔"

"مگر ایسا کیوں ہوا؟ کیوں؟" تیا احمقوں کی طرح بالاصرار پوچھتا رہا۔

"یہ لوگ غریب ہیں، ان کے جھونپڑے آگ میں جل چکے ہیں اور اب ان کے پاس کھانے کو بھی کچھ نہیں۔ اب یہ بھیک مانگ رہی ہیں۔"

"نہیں، نہیں،" معلوم ہو رہا تھا کہ تیا اب بھی کچھ سمجھ نہیں پایا۔ "یہ تو بتاؤ کہ یہ عورتیں وہاں کھڑی کیوں ہیں؟ یہ لوگ اتنے غریب کیوں ہیں؟ بچے کا حال اتنا خراب کیوں ہے؟ ان میدانوں میں روئیدگی کیوں نہیں؟ یہ لوگ ایک دوسرے سے معانقہ کیوں نہیں کرتے؟ ایک دوسرے کو چومتے چاٹتے کیوں نہیں؟ خوشی کے گیت کیوں نہیں گاتے؟ ان کے چہرے اتنے زرد کیوں ہیں؟ ان پر اتنی مایوسی اور غم کیوں ٹپک رہا ہے؟ یہ بال کو کچھ کھلاتے پلاتے کیوں نہیں؟"

اور اسے محسوس ہوا کہ اگرچہ وہ بے معنی اور معقولیت سے خالی سوال پوچھے جا رہا ہے لیکن وہ انہیں پوچھے بغیر رہ بھی نہیں سکتا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ انہیں پوچھنا بھی بالکل اسی انداز سے چاہتا ہے اور اسے اپنی روح کی گہرائیوں میں رحم و ہمدردی کے ایسے جذبات بھی موج زن ہوتے محسوس ہوئے جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تقریباً لبریز ہو گئیں اور وہ شدت سے آرزو کرنے لگا کہ کاش وہ سب کے لیے کچھ نہ کچھ کر سکتا تاکہ بال کا رونا بند ہو جائے اور یوں اس کی زرد رو ماں کے آنسو بھی تھم جائیں، اس ماں کے ہی نہیں بلکہ ان سب لوگوں کے بھی۔ اس کا کتنا جی چاہ رہا تھا کاش تمام رکاوٹوں کے باوجود وہ بچے کرامازوفوں کی طرح سوچے سمجھے بغیر میدانِ عمل میں کود سکتا اور فوراً ان لوگوں کی مدد کر سکتا!

"میں تمہارے ساتھ ہوں، اب میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی، میں ساری زندگی تمہارے ساتھ رہوں گی!" اسے گروشینکا کی مدھر، رسیلی، پیاری اور جذبات سے بھرپور آواز اپنے قریب گونجتی سنائی دی۔

اچانک اس کی ساری روح جگمگا اٹھی اور کسی نوع کی روشنی کی طرف لپکنے لگی۔ اس کے دل میں زندہ رہنے، زندگی سے چمٹے رہنے کی امنگ بیدار ہونے لگی۔ وہ کسی نئی روشنی کی طرف، جو اسے اپنے

پاس بلا رہی تھی، جانے، ایک طرح کا سفر کرنے کی خواہش کرنے لگا۔ وہ یہ سفر تیز، تیز تر، تیز ترین رفتار سے ابھی، اسی وقت، فوراً کرنا چاہتا تھا۔

"کیا؟ کہاں؟" اس نے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے اور صندوق پر یوں بیٹھتے ہوئے اونچی آواز میں پوچھا جیسے وہ ابھی ابھی کسی بے ہوشی سے بیدار ہوا ہو اور اس کے چہرے پر روشن و تاباں مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ نکولائی پارفینووچ اس کے سرہانے کھڑا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا کہ جو کچھ تحریر کیا گیا تھا، اسے اب دوبارہ لکھا جا چکا ہے، وہ اسے سن لے اور اس پر اپنے دستخط کر دے۔ تیا کو اندازہ ہوا کہ وہ لگ بھگ ایک گھنٹہ یا اس سے زیادہ سو چکا ہے لیکن جو کچھ نکولائی پارفینووچ اس سے کہہ رہا تھا وہ اسے سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اچانک اس کی توجہ تکیے کی طرف مبذول ہو گئی جو اس کے سر کے نیچے پڑا رہا تھا۔ جب وہ نڈھال ہو کر بے اختیار صندوق کے اوپر لیٹ گیا تھا، تب یہ تکیہ وہاں نہیں تھا۔

"یہ میرے سر کے نیچے تکیہ کس نے رکھا تھا؟" اس نے پُرتشکر اور پُرمسرت انداز سے چلاتے ہوئے کہا۔ اس کا گلا رندھ گیا تھا اور اس کی آواز یوں کپکپا رہی تھی جیسے اس پر کچھ زیادہ ہی مہربانی کر دی گئی ہو۔ اسے کبھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ مہربان شخص کون تھا — ممکن ہے یہ کوئی گواہ ہو یا پھر نکولائی پارفینووچ کا سیکرٹری ہو جس نے ترحم کے جذبے سے مغلوب ہو کر اس کے سر کے نیچے تکیہ رکھنے کی ہدایت کر دی ہو — یہ شخص کوئی بھی ہو، اس کی روح بہرحال سرشار ہو گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے۔ وہ میز کے قریب پہنچا اور بولا کہ وہ جس چیز پر چاہیں، اس سے دستخط کرا سکتے ہیں۔

"حضرات، مجھے بہت اچھا خواب آیا تھا،" اس نے عجیب و غریب انداز سے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کا چہرہ نو دریافت مسرت سے جگمگا رہا تھا۔

9

تیا کو قید خانے میں پہنچا دیا جاتا ہے

جب دستاویز پر دستخط ہو گئے، نکولائی پارفینووچ چہرے پر گھمبیرتا سجائے ملزم کی جانب متوجہ ہوا اور اس کے سامنے فردِ جرم پڑھنے لگا: "فلاں سال کی فلاں تاریخ کو فلاں ضلع کے فلاں مقام پر

تفتیشی مجسٹریٹ نے فلاں مشتبہ (یعنی تیا) سے، جس پر فلاں فلاں جرائم کے (تمام جرائم کی تفصیل پوری احتیاط اور صحت سے بیان کر دی گئی تھی) کے ارتکاب کے الزامات عائد کیے گئے ہیں، پوچھ گچھ کرنے کے بعد اور اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ملزم نے ان الزامات کی، جو اس پر عائد کیے گئے ہیں، صحت سے انکار کرتے ہوئے کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا ہے، جب کہ گواہ (ان کے ناموں کی فہرست لف ہے) اور شہادتیں اسے مکمل طور پر مجرم ٹھہراتی ہیں، ملک کی تعزیرات کی فلاں فلاں دفعات کے تحت حکم جاری کیا جاتا ہے کہ اسے فلاں قید خانے میں نظر بند کر دیا جائے تاکہ وہ کسی بھی طریقے سے مزید تفتیش اور مقدمے کی کارروائی سے گریز کی کوئی صورت نہ نکال سکے، ملزم کو اس ضمن میں باقاعدہ طور پر آگاہ کر دیا جائے اور اس استغاثے کی نقل نائب سرکاری وکیل وغیرہ وغیرہ کے دفتر میں جمع کرا دی جائے۔" مختصراً یہ کہ تیا کو مطلع کر دیا گیا کہ وہ اب زیر حراست ہے، اسے قصبے میں پہنچا دیا جائے گا اور اسے ایک ایسی جگہ نظر بند کر دیا جائے گا جو انتہائی ناگوار خاطر ہو گی۔ تیا توجہ سے سنتا رہا اور محض اپنے کندھے جھٹکتا رہا۔

"بہت اچھا، حضرات، میں آپ لوگوں کو کوئی الزام نہیں دیتا، میں تیار ہوں... میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔"

نکولائی پارفینووچ نے اسے بڑی نرمی اور شرافت سے سمجھایا کہ ضلع کا چیف آف پولیس ماور کی ماورکیوچ، جو اتفاق سے موقع پر موجود ہے، فوراً اسے اسی کی نظر بندی کے مقام پر پہنچا دے گا۔

"ٹھہریں:" تیا نے اچانک اسے ٹوکتے ہوئے کہا اور وہ کمرے میں موجود تمام لوگوں سے مخاطب ہو کر اور ضبط کے تمام بندھن توڑ کر جذباتی انداز میں کہنے لگا: "حضرات، ہم سب سفاک ہیں، سنگ دل ہیں، ہم سب اژدھے ہیں، ہم سب دوسروں کے لیے — ماؤں اور ان کے شیر خوار بچوں کے لیے — مصیبت کا باعث بنتے ہیں، آپ جو چاہیں سمجھ لیں، لیکن میرا خیال ہے کہ میں باقیوں سے کہیں بدتر ہوں۔ اسے یونہی رہنے دیں۔ میں ہر روز اپنی چھاتی پر دو ہتڑ مار مار کر اپنے آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنی اصلاح کر لوں گا لیکن میں ہر روز خباثت کی اسی دلدل میں لوٹتا پوٹتا رہا ہوں۔ اب میری سمجھ میں آ گیا ہے کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ مجھ جیسے لوگوں کو مقدر کے تھپیڑوں کا مزہ چکھایا جائے تاکہ وہ سبق سیکھ سکیں اور آئندہ کے لیے توبہ کر سکیں، انہیں کسی پنجرے میں بند کر دیا جائے اور کسی بہائم صفت خارجی طاقت کے سپرد کر دیا جائے۔ میں اپنی زندگی کے دوران میں کبھی خود اپنی اصلاح نہ کر سکتا۔ لیکن بجلی کڑک چکی ہے(84)۔ میرے خلاف جو الزامات لگائے گئے ہیں اور خلق خدا میں میری جو فضیحت اور بدنامی ہو گی، اس سے مجھے جو ذہنی اذیت پہنچے گی، اسے میں قبول کرتا ہوں، میں اذیت بھوگنا چاہتا ہوں اور اذیت کے ذریعے بخشش کا امیدوار ہوں۔ شاید میری بخشش ہو ہی جائے! حضرات، آپ کا کیا خیال ہے؟ لیکن ایک بات دھیان سے سن لیں اور یہ بات میں آخری بار کہہ رہا ہوں: اپنے باپ کے قتل کے سلسلے میں میں بالکل بے گناہ ہوں! میں سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں، اس لیے نہیں کہ میں نے اسے ہلاک کیا ہے بلکہ اس لیے کیونکہ میں اسے ہلاک کرنا چاہتا تھا اور شاید میں اسے واقعی ہلاک کر بھی دیتا... تاہم میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ میں اپنا مقدمہ لڑوں گا اور میں یہیں اور اسی وقت آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ میں پیچھے نہیں ہٹوں گا، آخر دم تک لڑوں گا اور فیصلہ خدا پر چھوڑ دوں گا! خدا حافظ، حضرات، میں تفتیش کے دوران میں جو چیختا چلاتا رہا ہوں، میری آپ سے التجا ہے کہ آپ اس پر مجھ سے خفا نہ ہوں۔ اخ، تب میں کتنا سادہ لوح تھا... بہت جلد میری حیثیت قیدی کی ہو جائے گی اور اب دمتری کراما زوف ایک آزاد آدمی کی حیثیت سے آخری مرتبہ آپ کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ آپ کو اور باقی سب لوگوں کو خدا حافظ..."

اس کی آواز کپکپانے لگی تھی اور وہ اپنا ہاتھ بڑھایا ہی چاہتا تھا کہ نکولائی پارفینووچ نے، جو اس کے قریب ترین تھا، تیزی سے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔ یہ دیکھ کر تیا پر تھرتھراہٹ طاری ہو گئی۔ اس نے جھٹ پٹ اپنا ہاتھ، جسے وہ جزوی طور پر آگے بڑھا چکا تھا، پیچھے کھینچ لیا۔

"ابھی تفتیش مکمل نہیں ہوئی:" نکولائی پارفینووچ نے قدرے جھینپتے ہوئے کہا۔ "ہم قصبے میں کارروائی جاری رکھیں گے اور بہرحال میں اپنی طرف سے تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں... اور امید کرتا ہوں کہ حالات وہی رخ اختیار کریں گے جس کی تمہیں تمنا ہے... اور دمتری فیودرووچ، میرا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ درحقیقت تم نے خود اتنی زیادتیاں نہیں کیں جتنی کہ تمہارے ساتھ ہوئی ہیں... اور اگر مجھے کہنے کی اجازت ہو تو میں عرض کروں گا کہ ہم سب لوگوں کی نگاہوں میں، جو یہاں موجود ہیں، تم بنیادی طور پر ذی عزت شخص ہو لیکن کبھی کبھی تم اپنے جذبات کی رو میں کچھ زیادہ ہی بہہ جاتے ہو..."

نکولائی پارفینووچ کی بات جب ختم ہوئی، اس کی ننھی صورت بڑی باوقار نظر آنے لگی۔ ایک لحظہ کے لیے تو تیا کو یوں محسوس ہوا جیسے یہ نوخیز "چھوکرا" اسے اچانک بازو سے پکڑے گا، کمرے کے بعید ترین کونے میں لے جائے گا اور وہاں "لڑکیوں" کے بارے میں اپنی سابقہ گفتگو دوبارہ شروع کر دے گا۔ کتنی حیرانی کی بات ہے کہ بعض اوقات کتنے بے موقع اور غیر مناسب خیالات بجلی کی رفتار سے دماغ میں گھس آتے ہیں بے شک مجرم کو پھانسی کے تختے کی جانب ہی کیوں نہ لے جایا جا رہا ہو۔

"حضرات، آپ مہربان ہیں، نرم دل ہیں، کریم النفس ہیں — کیا میں اس سے مل سکتا ہوں، اسے آخری بار خدا حافظ کہہ سکتا ہوں؟" تیا نے پوچھا۔

"یقیناً، لیکن یہ سوچتے ہوئے... مختصر یہ کہ ہماری موجودگی لازمی ہوگی..."

"اگر آپ ٹھہرنا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

گروشینکا کو اندر لایا گیا لیکن الوداعی ملاقات بالکل مختصر تھی، صرف چند الفاظ کا تبادلہ ہوا اور خود کمولائی پارفینووچ کی اپنی کوئی خاص تسلی نہ ہوئی۔ گروشینکا نے بہت جھک کر تیا کو سلام کیا اور بولی:

"میں تمہیں بتا چکی ہوں میں تمہاری ہوں اور ہمیشہ تمہاری رہوں گی۔ تمہیں کہیں بھی بھیج دیا جائے، میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گی۔ خدا حافظ، تم بالکل بے گناہ ہو، تم اپنی تباہی کے خود ذمے دار ہو۔ اگرچہ اس میں تمہارا اپنا کوئی قصور نہیں۔"

اس کے ہونٹ کپکپانے لگے اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں ہو گیا۔

"گروشا، مجھے میری محبت کی خاطر معاف کر دو، میری اس محبت کی خاطر جس نے تمہاری بھی تباہی کر دی۔"

تیا کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن اس نے اچانک اپنی بات ادھوری چھوڑ دی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اسے فوراً ہی ان لوگوں نے اپنے نرغے میں لے لیا جو اسے اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ سیڑھیوں کے نیچے، جہاں وہ چیکتا لپکتا کل ہی آندری کی سہ اسپی گاڑی میں پہنچا تھا، دو کسان گاڑیاں تیار کھڑی تھیں۔ ماورکی ماورکیوچ، جو ناٹے اور گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا مگر جس کے چہرے کی جلد قدرے ڈھلکنے لگی تھی، کسی غیر متوقع رکاوٹ پر جھنجھلا رہا تھا اور منہ سے جھاگ اڑاتا اور چیختا چلاتا زور زور سے زمین پر پاؤں پٹخ رہا تھا۔ جس انداز سے اس نے تیا کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا، اسے کسی صورت بھی شائستہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ "آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ وہی شخص ہے جس کے لیے میں مے خانے میں مشروبات خریدا کرتا تھا،" تیا نے گاڑی پر سوار ہوتے ہوئے سوچا۔ تریفون بوریسچ بھی سیڑھیوں سے نیچے اتر آیا۔ صدر دروازے پر لوگوں کا — کسانوں، عورتوں، کوچوانوں — ٹھٹھ لگ گیا اور سب کی نگاہیں تیا پر مرکوز تھیں۔

"خدا حافظ، میرے بھلے لوگو!" تیا نے اچانک گاڑی میں سے چیختے ہوئے کہا۔

"اور تمہیں بھی!" متعدد آوازوں نے جواب دیا۔

"تریفون بوریسچ، تمہیں بھی خدا حافظ!"

لیکن تریفون بوریسچ نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ وہ غالباً کچھ زیادہ ہی مصروف تھا۔ پتا نہیں کیا بات

تھی لیکن وہ متواتر چلائے جا رہا تھا اور کچھ یوں بن رہا تھا جیسے اسے کان کھجانے کی بھی فرصت نہ ہو۔ معلوم یہ ہوا کہ دوسری گاڑی میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی تھی جس میں دو پولیس ملازمین نے پیچھے پیچھے آنا تھا۔ جس کسان نے یہ گاڑی ہانکنا تھی، وہ اپنا بوسیدہ اور پھٹا پرانا کوٹ پہننے میں وقت ضائع کر رہا تھا اور گلا پھاڑ پھاڑ کر کہہ رہا تھا کہ باری اس کی نہیں بلکہ آکم کی ہے۔ لیکن آکم کہیں نظر نہیں آ رہا تھا اور کوئی شخص اس کا اتا پتا معلوم کرنے ادھر ادھر بھاگا پھر رہا تھا۔ دریں اثنا کسان کوچوان شکایت کرتا رہا۔ اس نے ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی: "ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔"

"ماورکی ماورکیوچ،" تریفون بوریسچ بار بار اونچی آواز میں کہے جا رہا تھا، "ان لوگوں میں نام کو بھی شرم و حیا نہیں! اس بدبخت آکم نے پرسوں اسے پچیس کوپک دیے تھے، وہ اس نے سارے کے سارے شراب نوشی پر اڑا دیے اور اب اس نے یہ ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے۔ ماورکی ماورکیوچ، تم ان نکمے اور بے ہودہ کسانوں پر کچھ زیادہ ہی مہربان ہو! اس کے علاوہ میں بھلا اور کیا کہہ سکتا ہوں؟"

"تم لوگوں کو اس دوسری گاڑی کی ضرورت ہی کیا ہے؟" تیا نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔ "ماورکی ماورکیوچ، ہم ایک ہی میں کیوں نہیں جا سکتے؟ تم جانتے ہو میں تمہارے لیے نہ کوئی مصیبت کھڑی کروں گا اور نہ بھاگنے کی کوشش کروں گا، پھر یہ محافظ کس لیے؟"

"جناب، میں چاہتا ہوں تم اتنی بے تکلفی برتنے کی کوشش نہ کرو اور مجھ سے مناسب انداز سے مخاطب ہونا سیکھو۔" ماورکی ماورکیوچ نے بھنا کر پُر از عداوت جواب دیا جیسے اپنے غصے کے اظہار کا موقعہ ملنے پر اسے بہت خوشی ہو رہی ہو، "اور اپنا یہ مشورہ سنبھال کر اپنے ہی پاس رکھو..."

تیا کا رنگ سرخ ہو گیا مگر وہ خاموش رہا۔ اگلے ہی لمحے اسے بے پناہ سردی محسوس ہونے لگی۔ بارش تھم گئی تھی لیکن تیرہ و تار آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور تند و تیز ہوا سیدھی اس کے چہرے سے ٹکرا رہی تھی۔ "کیا مجھے زکام ہو رہا ہے؟" تیا نے سوچا اور اس کے سارے جسم پر کپکپی دوڑ گئی۔ آخرکار ماورکی ماورکیوچ گاڑی میں سوار ہو گیا، دھڑام سے نیچے گرا اور نشست پر یوں پھیل کر بیٹھ گیا جیسے اسے معلوم ہی نہ ہو کہ وہ تیا کو کنارے کی جانب دھکیلے جا رہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا مزاج بے حد برہم ہو رہا تھا اور اس کے ذمے جو فرض لگایا گیا تھا، اس پر وہ رتی برابر خوش نہیں تھا۔

"تریفون بوریسچ، خدا حافظ!" تیا نے دوبارہ پکار کر کہا اور وہ جانتا تھا کہ وہ یہ کام اپنی نیک دلی کے باعث نہیں، بلکہ غصے کے عالم میں اور اپنی مرضی کے خلاف کر رہا ہے۔

لیکن تریفون بوریسچ گردن اکڑائے کھڑا رہا، اس نے اپنے ہاتھ اپنی پشت پر باندھے ہوئے

حصہ چہارم

تے، وہ سرد مہر، غصیلی نگاہوں سے سیدھا تیا کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا اور اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکالا۔

''خدا حافظ، دمتری فیودرووچ، خدا حافظ!'' الفاظ گونجنے لگے۔ معلوم نہیں یہ کالگانوف اچانک کہاں سے آ نکلا تھا۔ بہرحال وہ بھاگتا دوڑتا گاڑی کے قریب پہنچا اور اس نے اپنا ہاتھ تیا کی جانب بڑھا دیا۔ اس کا سر ننگا تھا۔ تیا کسی نہ کسی طرح اس کا ہاتھ پکڑنے اور اسے ہلانے میں کامیاب ہو گیا۔

''خدا حافظ، تم اچھے آدمی ہو، میں تمہاری مہربانی کبھی نہیں بھول سکوں گا!'' اس نے گرم جوشی سے کہا۔ لیکن گاڑی چل پڑی اور ان کے ہاتھ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ گاڑی کی گھنٹی جھنجھنانے لگی — تیا کو جیل پہنچانے کا عمل شروع ہو گیا۔

کالگانوف بھاگتا دوڑتا واپس استقبالیے میں چلا گیا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا، چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا اور رونے لگا۔ وہ بہت دیر تک وہیں بیٹھا رہا اور آنسو بہاتا رہا جیسے وہ بیس سالہ مرد نہیں، کوئی ننھا منا بچہ ہو۔ اسے تیا کی معصیت کا تقریباً یقین ہو چکا تھا۔

''یہ کس قسم کے لوگ ہیں؟'' وہ تلخ و ترش بے کسی اور تقریباً عمیق مایوسی کے عالم میں گہری سانس بھرتے ہوئے بے ربط انداز سے پکار اٹھا۔ ''اس کے بعد یہ کس قسم کے لوگ ہوں گے؟'' اس وقت وہ زندگی سے بالکل بیزار ہو چکا تھا اور اس کی مزید جینے کی امنگ مر چکی تھی۔ ''کیا یہ اس لائق ہے، کیا یہ واقعی اس لائق ہے؟'' نوجوان بار بار تلخی سے تکرار کیے جا رہا تھا۔

دسویں کتاب

طلبا

1
کولیا کراسوتکِن

یہ شروع نومبر تھا۔ ہمارے علاقے میں درجہ حرارت منفی گیارہ درجے تک گر چکا تھا۔ سڑکوں پر برف کی ہلکی تہہ جم چکی تھی۔ رات کو یخ بستہ زمین پر بارش کی رفاقت کے بغیر برف باری ہوئی تھی۔ ''خشک اور نوکیلی''(1) ہوا کے جھکڑ آتے، سڑکوں سے برف اٹھاتے، اسے بگولوں کی شکل میں گھماتے اور ہمارے چھوٹے سے قصبے کی بوسیدہ گلیوں اور بالخصوص مارکیٹ چوک کے اردگرد اچھال دیتے تھے۔ صبح تاریک تھی لیکن برف باری تھم چکی تھی۔

چوک سے کچھ ہی فاصلے پر پلوتنیکوفوں کی دکان کے قریب سول ملازم کراسوتکِن کی بیوہ کا اندر باہر سے صاف ستھرا چھوٹا سا مکان تھا۔ صوبائی سیکرٹری کراسوتکِن خود تو کافی عرصہ پہلے، تقریباً چودہ سال قبل، انتقال کر گیا تھا لیکن اس کی تیس سالہ بیوہ، جو اب بھی اچھی خاصی پُرکشش اور قبول صورت کوتاہ قامت عورت ہے، ابھی بقیدِ حیات ہے اور اپنے چھوٹے سے صاف ستھرے مکان میں اپنے ''نجی سرمائے'' پر گزارہ کر رہی ہے۔ وہ راست باز اور انکسار پسند خاتون ہے۔ وہ نرم خو لیکن

شگفتہ مزاج ہے۔ وہ تقریباً اٹھارہ سال کی تھی، اس کی شادی ہوئے ابھی بمشکل ایک سال بیتا تھا اور اس کے بیٹے کو تولد ہوئے کوئی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ اس کا خاوند راہیٔ ملک عدم ہو گیا۔ اسی وقت، اسی لمحے سے، جب اس کے شوہر کا انتقال ہوا تھا، اس نے اپنی زندگی اپنے چہیتے ننھے کولیا کی پرورش و پرداخت کے لیے وقف کر رکھی ہے اور اگرچہ وہ اس کی عمر کے پورے چودہ سال اس سے جنون کی حد تک محبت کرتی رہی ہے لیکن اس کی وجہ سے اسے دکھ زیادہ اٹھانا پڑے ہیں اور خوشی بہت کم نصیب ہوئی ہے۔ وہ تقریباً ہر روز خوف سے کانپتی اور مرتی رہی ہے، اسے ہر وقت وسوسے گھیرے رہے ہیں کہ کہیں وہ ٹھوکر کھا کر گر نہ پڑے، اسے زکام نہ ہو جائے، وہ کوئی شرارت نہ کر بیٹھے، کرسی پر چڑھ جائے اور پھر نیچے نہ گر پڑے، علیٰ ہذا القیاس۔ جب کولیا ابتدائی سکول میں داخل ہوا اور پھر ہائی سکول پہنچ گیا، اس کی اماں پورے جوش و خروش سے تمام مضامین کا مطالعہ کرنے لگی تاکہ وہ اس کی پڑھائی میں اس کی مدد کر سکے اور اس کے ساتھ اس کے اسباق کا اعادہ کر سکے۔ اس نے استادوں اور ان کی بیویوں کے ساتھ راہ و رسم بڑھانا اپنا معمول بنا لیا۔ وہ اس کے ہم درسوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتی، ان کی خوشامدیں کرتی کہ وہ اس کے ساتھ جھگڑا نہ کریں، اس کے ساتھ مار کٹائی نہ کریں اور اسے تنگ نہ کریں۔ وہ اس حد تک آگے چلی گئی کہ لڑکوں نے محض اس کی وجہ سے اس کے بیٹے کا مذاق اڑانا شروع کر دیا، وہ اسے چھیڑتے، تنگ کرتے اور طنز سے اسے "ماں کا پیارا" کہتے۔

لیکن لڑکا ایسا ویسا نہیں تھا، وہ اپنا دفاع کرنا جانتا تھا۔ اس میں جرات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ پھر افواہ پھیلنے لگی کہ وہ جسمانی اعتبار سے "بے حد تگڑا" ہے اور اس کے تمام ہم درس اس افواہ کی لپیٹ میں آنے لگے۔ وہ ذہنی اعتبار سے تیز طرار، کردار کے اعتبار سے پھرتیلا اور عزم صمیم کا مالک اور جذبے کے اعتبار سے جسور، بے باک اور مہم جو تھا۔ وہ پڑھائی میں بھی بہت اچھا تھا اور یہ بھی کہا جاتا تھا کہ جہاں تک حساب اور تاریخ کا تعلق ہے، وہ اپنے استاد داردانیلوف کو بھی مات دے سکتا ہے۔ اگرچہ وہ اپنی صلاحیتوں سے آگاہ تھا، مگر وہ اچھا دوست تھا اور ڈون کی نہیں لیتا تھا۔ دوسرے طالب علم اس کی جو عزت کرتے تھے، وہ اسے اپنا حق سمجھ کر قبول کر لیتا تھا، لیکن اس کے رویے میں کوئی فرق نہیں آتا تھا، وہ دوستانہ ہی رہتا تھا۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ اسے اپنی حدود کا علم تھا اور وہ ان سے ایک قدم بھی آگے نہیں جاتا تھا۔ چنانچہ جب ضرورت پیش آتی، وہ ضبط کر لیتا اور یوں جب حکام سے اس کا واسطہ پڑتا، وہ اس آخری اور ناقابل فتح حد کے، جسے پار کرنا منع ہوتا ہے، آگے نہیں جاتا تھا کیونکہ ایسا کرنے سے شرارت بدنظمی، بغاوت اور قواعد و ضوابط کی سنگین خلاف ورزی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ تاہم وہ چھوٹی موٹی شرارت کرنے کے خلاف نہیں تھا اور جب بھی

کوئی مناسب موقع ملتا، دوسرے لڑکوں کی طرح وہ بھی الٹی پلٹی حرکتیں کر لیتا۔ لیکن وہ یہ حرکتیں اس لیے نہیں کرتا تھا کہ وہ کوئی شوخی دکھانے کا خواہاں ہوتا تھا بلکہ اس لیے کرتا تھا کیونکہ وہ سنسنی پھیلانا، کسی نئی یا عجیب و غریب چیز کی نمائش کرنا، واقعات میں کوئی نیا رنگ بھرنا یا اپنا ہونا دکھانے کا آرزومند ہوتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ بے حد خوددار تھا، اسے اپنی قدر کرنا اور کرانا آتا تھا۔ اور تو اور، اس نے اپنی ماں کو بھی اپنی رضا کے آگے جھکانے کا فن سیکھ لیا تھا اور وہ اس کے ساتھ تقریباً مطلق العنان اور مستبد حکمرانوں کا رویہ روا رکھتا تھا۔ وہ اس کی مطیع بن چکی تھی، مدتوں پہلے اس کی مطیع بن چکی تھی اور واحد سوچ، جو اس کی برداشت سے باہر تھی، یہ تھی کہ اس کا بیٹا اس سے "کافی محبت" نہیں کرتا۔ اسے ہمیشہ یہ محسوس ہوتا رہتا کہ کولیا اس سے "کھنچا کھنچا" رہتا ہے: بعض مواقع پر تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی اور اس کی "بے حسی" پر اسے لعنت ملامت کرنے لگتی۔ لڑکے کو اس کا یہ وتیرہ پسند نہیں تھا۔ وہ جتنی زیادہ کوشش کرتی کہ اس کا بیٹا اس کے ساتھ اپنی محبت کا کھل کر اظہار کرے، وہ اتنا ہی زیادہ بدک جاتا اور سرکشی پر مائل ہو جاتا جیسے وہ یہ سب کچھ کسی خاص مقصد کے تحت کر رہا ہو۔ تاہم وہ اس طرح کا رویہ جان بوجھ کر نہیں اختیار کرتا تھا بلکہ اس سے یہ سب کچھ غیر ارادی طور پر ہو جاتا تھا — اس کی فطرت ہی کچھ ایسی تھی۔ اس کی ماں اسے غلط سمجھی تھی۔ وہ اسے بے حد چاہتا تھا لیکن اسے "گوسفندانہ جذباتیت" قطعاً پسند نہیں تھی جیسا کہ وہ اپنی طالب علمانہ زبان سے کہا کرتا تھا۔

جب اس کے باپ کا انتقال ہوا تھا، وہ اپنے پیچھے ایک کتابوں کی الماری چھوڑ گیا تھا جس میں چند کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ کولیا کو کتابیں پڑھنے کا شوق تھا اور وہ ان میں سے بیشتر پہلے ہی پڑھ چکا تھا۔ اس کی ماں کے لیے اس کا یہ طرز عمل ناقابل فہم تھا اور جب وہ اسے گھنٹوں الماری کے پاس کھڑے اور کھیل کود کی بجائے کوئی کتاب پڑھتے دیکھتی تو وہ محض ہکا بکا رہ جاتی۔ اور یوں کولیا نے بعض ایسی چیزیں پڑھ ڈالیں جنہیں اس عمر میں اسے پڑھنے کی اجازت نہیں ملنا چاہیے تھی۔

اگرچہ اصولی طور پر کولیا کو اپنی شوخیوں اور شرارتوں میں ایک خاص حد سے آگے جانا پسند نہیں تھا، لیکن حال ہی میں اس سے بعض ایسی خطرناک حرکات سرزد ہو گئیں کہ اس کی ماں کو اس کے بارے میں واقعی خوف لاحق ہونے لگا۔ یہ درست ہے کہ ان میں سے کوئی بھی حرکت ایسی نہیں تھی جسے اخلاق کے منافی قرار دیا جا سکتا تاہم وہ تھیں سبھی کی سبھی جسارت آمیز۔ معلوم یہ ہوتا تھا کہ اس نے انہیں سوچے سمجھے اور نتائج و عواقب کی پروا کیے بغیر کر ڈالا ہے۔

ہوا یہ کہ انہی گرمیوں کے جولائی کے مہینے میں، جب سکول میں چھٹیاں تھیں، ماں اور بیٹا ہمارے قصبے سے ستر ورسٹ دور ایک دوسرے ضلع میں ایک دور کی عزیزہ کے ہاں ایک ہفتہ قیام

کرنے کے لیے چلے گئے۔ اس عزیزہ کا شوہر ریلوے سٹیشن پر کام کرتا تھا۔ (یہ سٹیشن ہمارے ضلع سے قریب ترین تھا اور یہ وہی سٹیشن تھا جہاں سے ایک ماہ قبل ایوان فیودرووچ کرامازوف نے ماسکو کے لیے گاڑی پکڑی تھی۔) کولیا وہاں ریلوے لائن اور سٹیشن کے آس پاس گھومنے پھرنے، ہر چیز کا بغور جائزہ لینے اور ریل گاڑیوں کے متعلق سب کچھ جاننے کی کوشش کرنے لگا۔ اسے امید تھی کہ جب وہ واپس جائے گا، وہ اپنے اس تازہ حاصل کردہ علم سے اپنے ساتھیوں کو مرعوب کر سکے گا۔ تاہم اتفاق سے عین اسی وقت سٹیشن پر چند دوسرے لڑکے بھی موجود تھے ــــ ان میں سے بعض تو رہتے ہی سٹیشن کے آس پاس تھے، تاہم بعض کے گھر کچھ فاصلے پر تھے۔ یہ سب مل ملا کر کوئی چھ سات لڑکے تھے، ان کی عمریں بارہ اور پندرہ سال کے درمیان تھیں اور ان میں سے دو کا تعلق ہمارے قصبے سے تھا۔ سب لڑکے آپس میں کھیلنے لگے۔ پھر انہیں شرارت کی سوجھی اور کولیا کی آمد کے چوتھے یا پانچویں روز ان احمقوں نے، جو بالخطر ہر نئی مشغولیت میں الجھ جاتے تھے، ایک دوسرے سے دو دو روبل کی نہایت ہی بے وقوفانہ شرط لگائی: اس شام کولیا نے، جو عمر کے اعتبار سے تقریباً ان سب سے چھوٹا تھا اور یوں بڑی عمر کے لڑکے اس کے ساتھ قدرے مربیانہ انداز سے پیش آتے تھے، محض یہ جتانے کے لیے کہ وہ بہت نڈر اور بہادر ہے، انہیں یہ تجویز پیش کی کہ جب رات کو گیارہ بجے کی گاڑی کا وقت ہو جائے گا، وہ اوندھے منہ ریل کی پٹڑیوں کے مابین لیٹ جائے گا اور جب تک گاڑی اپنی پوری رفتار کے ساتھ اس کے جسم کے اوپر سے گزر نہیں جائے گی وہ وہیں بے حس و حرکت لیٹا رہے گا۔ یہ درست ہے کہ وہ اپنے طور پر ابتدائی چھان بین کر چکا تھا جس سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ پٹڑیوں کے مابین لیٹے رہنا واقعی ممکن ہے، گاڑی لیٹے ہوئے شخص کے اوپر سے اسے چھوئے بغیر گزر جائے گی۔ لیکن نظری باتیں کرنا ایک چیز ہے اور انہیں واقعی عملاً کر دکھانے کے لیے اپنی آمادگی ظاہر کرنا دوسری! کولیا اپنی ضد پر قائم رہا کہ وہ لیٹے گا۔ پہلے تو دوسرے لڑکے اس کا مذاق اڑاتے اور اسے دروغ گو اور بھڑک باز قرار دیتے رہے لیکن ان کے اس رویے سے اس کا عزم اور بھی مضبوط ہو گیا۔ بات دراصل یہ تھی کہ یہ پندرہ سالہ لڑکے اس کے ساتھ کچھ زیادہ ہی حقارت سے پیش آتے رہے تھے بلکہ انہوں نے ابتدا میں تو اسے اپنی ٹولی میں شامل کرنے اور اسے اپنے ساتھ کھلانے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ ان کے مقابلے میں وہ ابھی "بہت چھوٹا" ہے۔ کولیا ان کی ان باتوں پر بہت تملاتا تھا اور انہیں اپنے لیے ہتک آمیز گردانتا تھا۔

چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ وہ اس شام سٹیشن سے ایک ورسٹ آگے جائیں گے تاکہ ٹرین کو سٹیشن سے نکلنے کے بعد اپنی پوری رفتار پکڑنے کا وقت مل سکے۔ یہ لڑکے اکٹھے ہو گئے۔ یہ اماوس کی رات

تھی، یہ محض شب تاریک نہیں بلکہ شب ظلمات تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ مقررہ وقت پر کولیا پٹڑیوں کے مابین لیٹ گیا۔ دوسرے پانچ لڑکے، جنہوں نے شرطیں لگائی تھیں، پشتے کے قریب جھاڑیوں میں انتظار کر رہے تھے۔ ان کے دل ڈوبنے لگے تھے اور آخر میں تو ان پر دہشت اور پچھتاوا غالب آنے لگا۔ بالآخر گاڑی سٹیشن سے برآمد ہوئی اور فاصلے پر چمکا چمک کرنے لگی۔ دو سرخ روشنیاں اندھیرے میں جگمگا رہی تھیں اور انہیں تیزی سے آگے بڑھتے عفریت کا شور و غل سنائی دینے لگا۔

"دوڑو، بھاگو، پٹڑی سے نکل جاؤ!" لڑکے، جن کی خوف و دہشت سے جان نکلی جا رہی تھی، جھاڑیوں سے چلا چلا کر کولیا کو خبردار کر رہے تھے لیکن اب بہت تاخیر ہو چکی تھی: گاڑی برق رفتاری سے آگے جھپٹی اور چیختی، چنگھاڑتی اور دندناتی کولیا کے جسم کے اوپر سے گزر گئی۔ گاڑی کے آگے نکلتے ہی لڑکے کولیا کی جانب بھاگے۔ وہ بے حس و حرکت لیٹا ہوا تھا۔ وہ اسے کھینچنے اور اوپر اٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ اچانک اٹھا اور ایک لفظ کہے بغیر پشتے کی جانب چل پڑا۔ پشتے کے قریب پہنچ کر اس نے انہیں بتایا کہ وہ ارادتاً ایسے لیٹ گیا تھا جیسے بے ہوش ہو گیا ہو لیکن جیسا کہ اس نے کہیں بہت بعد میں اپنی ماں سے اقرار کیا وہ بے ہوش حقیقتاً ہوا تھا۔ چنانچہ "بھڑک باز" کی حیثیت سے اس کی شہرت ہمیشہ کے لیے استوار ہو گئی۔ جب وہ واپس سٹیشن پر پہنچا، اس کے چہرے کی رنگت اڑ چکی تھی۔ اگلے روز اسے ہلکا سا بخار ہو گیا اور وہ قدرے اعصاب زدگی کا شکار ہو گیا تاہم اس کا مزاج شگفتہ اور مسرور و مطمئن رہا۔ واقعے کی خبر فوراً نہیں پھیلی اور یہ تب سکول پہنچی جب وہ ہمارے قصبے میں واپس آ چکے تھے۔ اس کی بھنک استادوں کو بھی مل گئی۔ اس کی ماں بلاتاخیر سکول گئی اور اساتذہ سے اپنے بیٹے کے لیے معافی کی التجائیں کرنے لگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معزز اور بااثر استاد داردانیلوف نے اس کی سفارش کر دی اور یوں معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

یہ داردانیلوف ادھیڑ عمر تھا اور ابھی تک کنوارا تھا اور کئی سال سے مسز کراسوتکینا کی محبت میں گرفتار چلا آ رہا تھا۔ ایک سال قبل اس نے ایک مرتبہ جرأت رندانہ سے کام لیا اور نہایت احترام سے اسے شادی کی پیشکش کر دی۔ پیشکش کے دوران میں وہ شرما بھی رہا تھا اور خوف سے اس کی جان بھی نکلی جا رہی تھی۔ اس کی پیشکش کو قطعاً درخور اعتنا نہ سمجھا گیا اور اسے کھڑے کھڑے دھتکار دیا گیا کیونکہ ماں کا خیال تھا کہ اگر اس نے شادی کر لی تو وہ اپنے بیٹے کے ساتھ غداری کی مرتکب ہو گی۔ تاہم بعض پُراسرار علامتوں اور اشاروں سے داردانیلوف غالباً یہ سمجھنے میں حق بجانب تھا کہ وہ پُرکشش لیکن ازار بند کی پکی اور بے حد حساس بیوہ کے لیے بالکل ہی ناقابل قبول بھی نہیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ کولیا کی پاگلانہ مہم جوئی سے برف پگھل گئی ہے اور اپنی سفارش کے نتیجے کے طور پر

وارودانیلوف کو امید کی کرن دکھائی دینے لگی؛ امید بے شک مدھم سہی لیکن چونکہ وہ خود بھی پاک دامنی اور حیا کا کامل نمونہ تھا، اسے مسرت کے ساتویں آسمان تک پہنچانے کے لیے فی الحال اتنا ہی کافی تھا۔ اسے لڑکے سے محبت تھی لیکن وہ اس کی خوشنودی حاصل کرنا نامناسب تصور کرتا تھا؛ وہ کلاس میں اس کے ساتھ سختی سے پیش آتا اور اس کے ساتھ کسی قسم کی رُو رعایت نہیں کرتا تھا۔ ادھر کولیا بھی اس کا احترام کرتا تھا، اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرتا تھا، اپنا سبق یاد کر کے آتا تھا، کلاس میں نمبر دو طالب علم تھا اور اس کے تمام ہم سبقوں کو یقین تھا کہ وہ تاریخِ عالم میں اتنا اچھا ہے کہ خود وارودانیلوف کو مات دے سکتا ہے۔ اس کی وجہ دراصل یہ تھی کہ ایک دن کولیا نے کلاس میں سوال پوچھ لیا تھا: "ترائے کا بانی کون تھا؟" اس کے جواب میں وارودانیلوف محض عمومی باتیں کرتا رہا کہ کس طرح لوگ آتے جاتے رہے، کوئی آباد ہو جاتا اور کوئی پھر ترک سکونت اختیار کر جاتا، اور یہ سب کچھ اتنا طویل عرصہ پہلے ہوا تھا اور اس کے متعلق اتنے اسطورے تراش لیے گئے ہیں کہ یقین کے ساتھ یہ کہنا ناممکن ہے کہ صحیح صحیح وہ کون شخص یا اشخاص تھے جنہوں نے ترائے کی بنیاد رکھی تھی۔ اسے تو بلکہ یہ سوال ہی غیر متعلق نظر آیا تھا۔ لڑکے اس یقین پر ڈٹے رہے کہ وارودانیلوف کو ترائے کے بانی یا بانیوں کے بارے میں قطعاً کچھ معلوم نہیں۔ ترائے کے بانی کون تھے، اس کے متعلق کولیا سماراگ دوف (2) کی کتاب میں پڑھ چکا تھا جس کی ایک جلد اس کتابوں کی الماری میں پڑی تھی جو اس کے باپ نے چھوڑی تھی۔ ترائے کے بانی کون تھے؟ چند دن تک لڑکوں میں ان کے متعلق بحث ہوتی رہی، پھر آہستہ آہستہ ان کی دلچسپی ختم ہو گئی۔ رہا کراسوتکن، اس نے اپنا راز کسی پر منکشف نہ کیا مگر اس کی علمیت کی دھاک بیٹھی رہی۔

ریلوے لائن کے واقعے کے بعد کولیا کے اپنی ماں کے ساتھ تعلقات میں قدرے تبدیلی آ گئی۔ جب آنا فیودرونا (کراسوتکن کی بیوہ) کو اپنے بیٹے کے "کارنامے" کے متعلق معلوم ہوا تو وہ دہشت سے قریب قریب ذہنی مریض بن گئی۔ اس پر ہسٹیریا کے اتنے خوفناک دورے پڑنے لگے جو وقفوں کے بعد کئی کئی دن تک جاری رہتے کہ کولیا نے، جو اب خود بھی صحیح معنوں میں خوف زدہ ہو گیا تھا، اس سے حلفاً وعدہ کر لیا کہ وہ آئندہ اس قسم کی حرکت کبھی نہیں کرے گا۔ اپنی ماں کے پُر زور اصرار کے جواب میں وہ ایقونے کے سامنے دوزانو ہو گیا اور اس نے اپنے باپ کی یاد میں قسم کھائی۔ جذبات سے مغلوب ہو کر "جواں مرد" کولیا چھ سالہ بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا اور انہوں نے سارا دن ایک دوسرے کی بانہوں میں آنسو بہا کر گزارا۔ اگلے روز جب کولیا کی آنکھ کھلی وہ اتنا ہی "سردمہر" تھا جتنا کہ وہ ہمیشہ ہوا کرتا تھا مگر وہ پہلے کی نسبت کم باتونی، زیادہ منکسر المزاج، زیادہ بالغ نظر اور زیادہ فکر کار ہو گیا تھا۔

یہ درست ہے کہ ایک ڈیڑھ ماہ بعد وہ پھر ایک شرارت میں شامل ہو گیا تھا اور اس کا نام ہمارے مقامی مجسٹریٹ کے کانوں تک بھی پہنچ گیا تھا، مگر یہ شرارت بالکل مختلف قسم کی تھی — پُر لطف بھی اور احمقانہ بھی — اور نظر بظاہر وہ اس کا محرک نہیں تھا بلکہ اس میں محض شریک تھا۔ لیکن اس کا ذکر بعد میں ہو گا۔ اس کی ماں پر ہسٹیریا کے دورے پڑتے رہے اور وہ اپنے آپ کو ذہنی اذیتیں دیتی رہی۔ تاہم وہ جتنا زیادہ پریشان ہوتی وارودانیلوف کی امیدوں میں اتنا ہی اضافہ ہو جاتا۔ یہاں یہ ذکر بے جا نہیں ہو گا کہ کولیا وارودانیلوف کے جذبات بھانپ چکا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ ہو کیا رہا ہے۔ یوں وہ وارودانیلوف سے اس کی اس "جذباتیت" کی بنا پر گھِن کھانے لگا تھا۔ اگر یہ صورتِ حال کہیں پہلے پیش آئی ہوتی تو وہ اپنی ماں کے سامنے بھی اپنی حقارت کا اظہار کیے بنا نہ رہتا اور گول مول انداز سے جتلانے لگتا کہ اسے معلوم ہے کہ وارودانیلوف کیا گل کھلانا چاہتا ہے۔ لیکن جب سے ریلوے لائن کا واقعہ پیش آیا تھا، اس معاملے میں بھی اس کا رویہ تبدیل ہو گیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو معمولی سی بھی بہتان تراشی کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا اور جب اپنی ماں کے سامنے وارودانیلوف کا ذکر کرتا تو اس کا نام پہلے کی نسبت کہیں زیادہ احترام سے لیتا۔ اس کا یہ نیا رویہ حساس آنا فیودرونا کو بہت پسند آیا اور وہ اس کی دل ہی دل میں بڑی ممنون ہوئی۔ اس کے برعکس جب کوئی مہمان کولیا کی موجودگی میں بے دھیانی میں یا یونہی باتوں باتوں میں وارودانیلوف کا ذکر کر دیتا تو وہ بے طرح شرما جاتی اور اس کا چہرہ چقندر کی مانند سرخ ہو جاتا۔ ان مواقع پر کولیا یا تو پُر ملال انداز سے کھڑکی میں سے باہر جھانکنے لگتا، اپنے بوٹوں پر نگاہیں دوڑانے لگتا جیسے وہ جاننا چاہتا ہو کہ وہ کس قدر گھس چکے ہیں یا پھر اکھڑ آواز میں اپنے قدرے جسیم، خارشتی، جھبرے کتے کو بلانے لگتا جو اس نے پچھلے مہینے کہیں سے قابو کر لیا تھا، بہلا پھسلا کر اسے گھر لے آیا تھا، پھر کسی سبب اسے مکان کے اندر چھپا کر رکھنے لگا تھا اور اپنے کسی بھی دوست کو اس کی جھلک تک نہیں پڑنے دی تھی۔ وہ بھیانک انداز سے اسے ڈراتا دھمکاتا اور اس پر جور و ستم کرتا رہتا تھا اور اسے طرح طرح کے کرتب کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ یوں اس نے بے چارے حیوان کی یہ حالت بنا دی تھی کہ جب وہ سکول چلا جاتا، اس کی غیر حاضری میں کتا چیختا چلاتا رہتا مگر جب وہ واپس آتا، کتا خوشی سے چیخم دھاڑ کرنے لگتا، ادھر ادھر چھلانگیں مارتا جیسے پاگل ہو گیا ہو، اس کے قدموں پر لوٹتا پوٹتا، دم ہلا کر اپنی محبت کا اظہار کرتا، زمین پر یوں لیٹ جاتا جیسے اس کا دم نکل گیا ہو، وغیرہ وغیرہ — قصہ مختصر، وہ اسے وہ تمام کرتب دکھاتا جو اس نے اسے سکھائے تھے؛ اب اسے حکم دینے کی ضرورت پیش نہ آتی بلکہ وہ یہ سب کچھ اس لیے کرتا تھا کیونکہ اس کے متشکر قلب اور سگانہ جذبات کے جوش و خروش کا تقاضا یہی تھا۔

برسبیلِ تذکرہ میں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ کولیا کراسوتکن وہی لڑکا تھا جس کی ران میں ریٹائرڈ سٹاف کیپٹن کے بیٹے الیوشا نے، جس سے قاری پہلے ہی متعارف ہو چکا ہے، اپنے باپ کا دفاع کرتے کرتے قلم تراش گھونپ دیا تھا۔ اور الیوشا کا باپ وہی شخص تھا جسے سکول کے لڑکے "مجھاتواں" کہہ کر اس کا مذاق اڑاتے تھے۔

2

بچے

چنانچہ اس سرد اور کہرآلود صبح کولیا کراسوتکن گھر پر ہی تھا۔ اس روز اتوار تھا اور سکول میں چھٹی تھی۔ گیارہ بج چکے تھے اور اسے کسی "نہایت ہی اہم" کام کے سلسلے میں لازماً باہر جانا تھا۔ تاہم اس مدت کے دوران میں وہ گھر میں اکیلا تھا جیسے وہ اس کا اکلوتا مالک ہو کیونکہ اتفاق سے کسی ضروری اور غیر ضروری سبب سارے کے سارے افرادِ خانہ کہیں جا چکے تھے۔ مکان کے جس حصے پر بیوہ کراسوتکینا قابض تھی، اس کے استقبالیہ کی دوسری جانب دو چھوٹے چھوٹے کمرے تھے جو کرائے پر دینے کے لیے مخصوص کر دیے گئے تھے۔ فی الحال ان میں صرف ایک کسی ڈاکٹر کی بیوی کو، جس کے دو بچے تھے، کرائے پر دیا جا سکا تھا۔ ڈاکٹر کی یہ بیوی آنا فیودرونا کی ہم عمر اور اس کی زبردست سہیلی تھی۔ خود ڈاکٹر کوئی ایک سال ہوا، پہلے اورن برگ اور پھر تاشقند چلا گیا تھا مگر چھ ماہ سے اس کی کوئی سن گن نہیں ملی تھی۔ چنانچہ اگر اس کی بیوی کو مسز کراسوتکینا کی دوستی اور رفاقت میسر نہ آئی ہوتی جس نے اس کے غم و اندوہ کو کم کرنے میں بڑی مدد دی، تو لاریب وہ تب تک روتی رہتی جب تک اس کی آنکھوں کا آخری آنسو تک نہ بہہ جاتا۔ اب طرفہ یہ ہوا کہ اس سنیچر کی رات ڈاکٹر کی بیوی کی اکلوتی ملازمہ کاترینا نے اطلاع دی کہ وہ صبح طلوع ہونے سے پہلے پہلے بچے کو جنم دینے والی ہے۔ مالکہ کے لیے یہ خبر بالکل ہی غیر متوقع تھی اور اس کے ہوش و حواس اڑ گئے۔ اس کے ملاحظے میں کبھی اس قسم کی کوئی علامت نہیں آئی تھی کہ اس کی خادمہ کا پاؤں بھاری ہے، چنانچہ سبھی کو یہ معجزہ معلوم ہوا۔ ڈاکٹر کی بیوی نے یوں توں کر کے اپنے حواس درست کیے اور جھٹ فیصلہ کر لیا کہ چونکہ ابھی وقت ہے، وہ حاملہ نوکرانی کو قصبے کے کسی ایسے ہسپتال میں لے جائے گی جہاں اس طرح کی ہنگامی صورت حال سے نپٹنے کے انتظامات میسر ہوں اور جہاں دائی جنائی ہر وقت موجود رہتی

ہو۔ چونکہ وہ اپنی اس ملازمہ کی بہت قدر کرتی تھی، اس نے ضروری انتظامات کرنے میں کوئی تاخیر روا نہ رکھی اور نہ صرف یہ کہ اسے خود ہسپتال لے گئی بلکہ اس کے ساتھ وہیں مقیم بھی رہی۔ بعد ازاں یعنی اگلی صبح خود مسز کراسوتکینا کی دوستانہ امداد اور حمایت طلب کی گئی کیونکہ وہ ایسے متعدد اشخاص کو جانتی تھی جو بوقتِ ضرورت کام آ سکتے تھے کیونکہ وہ بارسوخ لوگ تھے اور تار ہلانا جانتے تھے۔

یوں دونوں خواتین میں سے کوئی بھی گھر پر موجود نہ تھی۔ خود مسز کراسوتکینا کی اپنی خادمہ اگافیا بھی غیر حاضر تھی کیونکہ وہ سودا سلف خریدنے بازار چلی گئی تھی۔ اس طرح کولیا کو عارضی طور پر چھوٹے بچوں — ڈاکٹر کی بیوی کا ننھا منا بیٹا اور بیٹی — کی نگرانی کی ذمے داری مل گئی تھی کیونکہ ان کی دیکھ بھال کے لیے کوئی عورت بھی گھر پر نہیں رہ گئی تھی۔ کولیا کو اس بات کی کوئی پریشانی نہیں تھی کہ گھر کی نگہداشت اس کی ذمے داری بن گئی ہے۔ وہ اکیلا نہیں تھا، اس کے پاس اس کا کتا بھی تھا۔ اس نے اس کتے کا نام پریزوان رکھا تھا۔ آج اس نے پریزوان کو حکم دیا کہ وہ استقبالیے میں بنچ کے نیچے لیٹ جائے اور وہیں "ٹھہرا رہے۔" چنانچہ جب کولیا ایک کمرے میں سے دوسرے کمرے میں جانے کے لیے استقبالیے میں سے گزرتا، پریزوان اپنا سر ہلاتا اور شکریے کے طور پر اپنی دم دو مرتبہ پُرزور اور پُرشور انداز سے فرش پر دے مارتا، مگر قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ اسے طلب کرنے کے لیے جو سیٹی بجائی جاتی، وہ اس کے کانوں تک پہنچ نہ پاتی۔ کولیا بے چارے کتے کو محض درشت نگاہوں سے دیکھتا اور کتا ایک بار پھر اطاعت شعارانہ انداز سے سکڑ جاتا اور یوں بے حس و حرکت بیٹھ جاتا جیسے وہ اب اپنی جگہ سے بالکل نہیں ہلے گا۔ کولیا کو اگر کوئی پریشانی تھی تو چھوٹے بچوں کی تھی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ کاترینا جس غیر متوقع ڈرامے کا موجب بنی تھی، اس کے متعلق اس کا رویہ پُر از حقارت تھا لیکن جو بچے اس کی تحویل میں دیے گئے تھے، ان سے وہ بہت پیار کرتا تھا اور وہ انہیں پہلے ہی بچوں کی ایک کتاب دے چکا تھا۔ دونوں بچوں میں ناستیا بڑی تھی۔ وہ آٹھ سال کی ہو چکی تھی اور پڑھنا سیکھ چکی تھی۔ وہ جب اپنے سے چھوٹے کوستیا کو کوئی چیز پڑھ کر سناتی تھی تو وہ بہت خوش ہوتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کراسوتکن انہیں برابر برابر کھڑے کر کے ان کے ساتھ "سپاہی، سپاہی" کھیلتا یا پھر سارے گھر میں ان کے ساتھ آنکھ مچولی کے کھیل میں مشغول ہوتا، تو وہ انہیں زیادہ بہتر اور زیادہ دلچسپ تفریح مہیا کر سکتا تھا۔ وہ یہ کھیل ان کے ساتھ ایک سے زیادہ مرتبہ کھیل چکا تھا۔ ویسے بھی وہ اس قسم کے کھیل کھیلنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس کے سکول میں بھی افواہ پھیل گئی کہ کراسوتکن اپنے گھر میں اپنے ننھے کرائے داروں کے ساتھ "گھوڑا گھوڑا" کھیلتا ہے، وہ تانگے کے گھوڑے کی طرح اپنا سر جھکا لیتا اور سرپٹ بھاگتا رہتا ہے۔ لیکن کراسوتکن اس الزام کی قطعاً کوئی پروا نہیں کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ "ہمارے

زمانے اور ہمارے عہد" میں اس کے تیرہ سالہ معاصر دوستوں کو "گھوڑا گھوڑا" کھیلنے میں واقعی شرم محسوس ہوتی ہوگی لیکن جہاں تک اس کا اپنا تعلق ہے، وہ اس پر بالکل شرمندہ نہیں، وہ یہ کھیل "ننھے بچوں" کی خاطر کھیلتا ہے کیونکہ وہ ان سے بے حد پیار کرتا ہے اور کسی بھی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس سے اس کے جذبات کا حساب مانگے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں بچے اس سے والہانہ طور پر محبت کرنے لگے۔ لیکن آج کولیا کا دل کھیلنے کو بالکل نہیں چاہتا تھا۔ اسے ذاتی نوعیت کے کسی بڑے اہم مسئلے سے عہدہ برا ہونا تھا، اور ایک لحاظ سے یہ مسئلہ پُراسرار بھی ہو گیا تھا۔ دریں اثنا وقت تیزی سے گزرتا جا رہا تھا اور اگافیا، جس کے پاس وہ بچے چھوڑ کر جا سکتا تھا، ابھی تک بازار سے واپس نہیں آئی تھی۔ وہ پہلے ہی متعدد بار استقبالیے کے چکر کاٹ چکا تھا، دوسرے فلیٹ کا محض دروازہ کھولتا رہا اور اندر جانے کی بجائے تشویش کی نگاہوں سے چھوٹے بچوں کو دور سے دیکھتا رہا تھا جو اس کی ہدایات کے مطابق کتاب سننے سنانے میں مصروف تھے، مگر ہر بار جونہی وہ دروازہ کھولتا، خوشی سے ان کے چہرے کھل جاتے کہ وہ اندر آ جائے گا، کوئی ولولہ انگیز اور دلچسپ حرکت کرے گا اور انہیں ہنسا کر لوٹ پوٹ کر دے گا۔ لیکن کولیا کا اپنا دماغ ٹھکانے نہیں تھا، کوئی چیز اسے پریشانی میں مبتلا کیے ہوئے تھی۔ چنانچہ اندر آنے کی بجائے وہ الٹے قدموں واپس چلا جاتا۔ اتنے میں گیارہ بج گئے اور اس نے آخری اور پکا فیصلہ کر لیا کہ اگر "ملعون" اگافیا دس منٹ کے اندر اندر واپس نہ آئی، وہ اس کا مزید انتظار کیے بغیر چلا جائے گا تاہم جانے سے پہلے وہ کچھ اس قسم کا یقینی اہتمام کر دے گا کہ اکیلے رہ جانے پر بچے نہ تو ڈریں، نہ کوئی غلط حرکت کریں اور نہ خوف زدہ ہو کر رونے بیٹھ جائیں۔ ان خطوط پر سوچتے ہوئے اس نے اپنا سردیوں کا کوٹ پہن لیا جس میں اون بھری ہوئی تھی اور جس کا کالر سیل مچھلی کی کھال سے بنایا گیا تھا۔ اس نے اپنا بیگ کندھے پر لٹکا لیا مگر اپنی ماں کے بار بار کے اصرار کے باوجود کہ وہ اس "سردی" میں جب بھی باہر جائے، اپنے جوتوں کے اوپر بالائی جوتے (گالوش) ضرور پہنے، اس نے ان پر محض حقارت کی نظر ڈالی، استقبالیہ پار کیا اور باہر نکل گیا۔

پیریزوان نے جب اسے باہر جانے کے کپڑوں میں ملبوس دیکھا، وہ پہلے سے بھی کہیں زیادہ زور شور سے اپنی دم فرش پر پٹخنے لگا، جوش و خروش سے اس کا سارا جسم پھڑکنے لگا اور اس کے منہ سے دلدوز چیخ بھی نکل گئی لیکن اس قسم کے ہیجانی جوش و خروش کو دیکھ کر کولیا نے فیصلہ کر لیا کہ یہ نظم و ضبط کی سنگین خلاف ورزی ہے اور اس نے آخری لمحے تک اسے بنچ کے نیچے ٹھہرنے پر مجبور کیے رکھا اور سیٹی تب بجائی جب وہ استقبالیے کا دروازہ کھول چکا تھا۔ کتا مجنونانہ انداز سے آگے لپکا اور بھاگتا بھاگتا اس سے آگے نکل گیا، وہ خوشی سے چھلانگیں لگا رہا تھا۔

کولیا نے استقبالیہ پار کیا اور اس کمرے کا دروازہ کھولا جہاں بچے بیٹھے تھے۔ وہ اب پڑھ نہیں رہے تھے بلکہ کسی بات پر آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ ان کی روزمرہ کی زندگی سے متعلق نازک مسائل کے بارے میں اکثر آپس میں تو تکار ہوتی رہتی تھی اور جیت ہمیشہ بڑی یعنی ناستیا کی ہوتی تھی۔ اگر چھوٹے یعنی کوستیا کو اس سے اتفاق نہ ہوتا، تو وہ کراسوتکن سے اپیل کرتا جس کے فیصلے کو وہ ناطق اور واجب التعمیل سمجھتے تھے۔ اس مرتبہ اسے بچوں کے جھگڑے میں بڑی دلچسپی نظر آئی اور وہ دروازے پر رک کر سننے لگا۔ بچوں نے دیکھ لیا کہ وہ سن رہا ہے اور وہ اور بھی شدت اور زور شور سے جھگڑنے لگے۔

"میں تمہاری بات مان ہی نہیں سکتی،" ناستیا تلملاتے ہوئے بڑے جوش سے کہہ رہی تھی، "کہ دائیوں کو بچے باغیچوں میں گوبھی کی کیاریوں کے بیچ میں سے مل جاتے ہیں۔ آج کل سردیوں کا موسم ہے اور گوبھی کی کیاریاں کہیں نظر نہیں آتیں۔ اس لیے بڑھیا کاترینا کے لیے بچی نہیں لا سکتی تھی۔"

"چھی چھی چھی!" کولیا نے زیر لب سیٹی بجائی۔

"یا پھر یوں ہوتا ہوگا: وہ کہیں نہ کہیں سے بچے لے آتی ہوں گی لیکن دیتی صرف ان عورتوں کو ہوں گی جن کی شادی ہو چکی ہو۔"

کوستیا نے گھور کر ناستیا کو دیکھا، وہ توجہ سے سن رہا تھا اور سوچ بچار کر رہا تھا۔

"ناستیا،" اس نے آخرکار بڑے مضبوط اور پُرسکون لہجے سے کہا، "تم بڑی احمق ہو، کاترینا کی تو شادی ہی نہیں ہوئی، پھر اس کے ہاں بچی کیسے ہو سکتی ہے؟"

ناستیا کو واقعی غصہ آ گیا۔

"تمہاری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا،" اس نے غصے سے بلبلاتے ہوئے تراخ سے جواب دیا، "ہو سکتا ہے اس کا کوئی خاوند ہو مگر وہ گھر پر نہ ہو بلکہ جیل میں ہو۔ وہ وہاں چلی گئی ہوگی اور اب اسے بچی مل گئی۔"

"کیا اس کا خاوند واقعی جیل میں ہے؟" زود اعتبار کوستیا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یا شاید بات اس طرح ہے،" ناستیا نے اپنے سابقہ مفروضے سے دستبردار ہوتے اور اسے طاق نسیان پر رکھتے ہوئے بڑے جوش و خروش سے کہا، "تم ٹھیک کہتے ہو، شاید اس کا خاوند نہ ہو، لیکن وہ شادی کرانا چاہتی ہو۔ یوں اس نے سوچنا شروع کر دیا ہوگا کہ وہ شادی کیسے کرا سکتی ہے۔ وہ سوچتی رہی، سوچتی رہی ہوگی۔ اس نے اتنا سوچا، اتنا سوچا ہوگا کہ آخرکار اسے خاوند کی بجائے بچی مل گئی ہوگی۔"

"اچھا! میرا ابھی خیال ہے کہ بات شاید اسی قسم کی ہوئی ہو گی،" کوستیا نے اتفاق کا اظہار کرتے اور اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے پہلے اس طرح کی بات کہی نہیں تھی، پھر مجھے کیسے معلوم ہوتا؟"

"ارے بچو،" کولیا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا، "میرا خیال ہے تم دونوں میں کوئی بحث چل رہی ہے۔"

"پیریزوان آپ کے ساتھ ہے؟" کوستیا نے کھیسیں نکالتے ہوئے کہا اور وہ اپنی انگلیاں چٹخانے اور پیریزوان کو بلانے لگا۔

"بچو، مجھے ایک مسئلہ آن پڑا ہے،" کراسوتکن نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا، "اور مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ اگوفیا کی غالباً ٹانگ ٹوٹ گئی ہے یا اسی قسم کی کوئی اور بات ہو گئی ہے، تبھی تو وہ ابھی تک گھر واپس نہیں آئی اور مجھے باہر جانا ہے۔ تم مجھے جانے دو گے یا نہیں؟"

بچوں نے ایک دوسرے کو پریشان نظروں سے دیکھا اور ان کے مسکراتے چہروں پر تشویش کے سائے لہرانے لگے۔ وہ حقیقتاً سمجھ ہی نہیں سکے تھے کہ وہ ان سے چاہتا کیا ہے۔

"تم میری غیر حاضری میں کوئی شرارت نہیں کرو گے، تم الماریوں پر نہیں چڑھو گے اور یوں اپنی ٹانگیں نہیں تڑواؤ گے۔ تم روؤ گے بھی نہیں کیونکہ تمہیں اکیلے میں ڈر آتا ہے۔"

بچوں کے چہروں پر زبردست غم واندوہ کی گھٹائیں چھا گئیں۔

"اور اگر تم وعدہ کرو کہ تم کوئی ایسی ویسی حرکت نہیں کرو گے تو میں تمہیں پیتل کی اصلی توپ دکھاؤں گا جس میں اصلی گولہ بارود استعمال ہوتا ہے۔"

بچوں کے چہروں پر جھٹ رونق آ گئی اور وہ چہکنے لگے۔

"ہمیں توپ دکھائیں،" کوستیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کراسوتکن نے بیگ میں ہاتھ ڈالا، پیتل کی ننھی منی توپ نکالی اور میز پر رکھ دی۔

"دیکھا؟ اس کے پہیے دیکھو،" اس نے کھلونا نما توپ میز پر دوڑاتے ہوئے کہا، "یہ گولہ بھی چلا سکتی ہے۔ اس میں گولہ بھر دیا جائے تو یہ اسے داغ دے گی۔"

"کسی کو مارے گی بھی؟"

"یہ سب کو مار سکتی ہے۔ تمہیں صرف اتنا کرنا ہو گا کہ کسی چیز کا نشانہ باندھ لو،" اور کراسوتکن نے انہیں سمجھایا کہ بارود کہاں بھرتا ہے، اس کے اندر گولہ کہاں لڑھکاتا ہے، انہیں بارود کا پیالہ بھی دکھایا اور یہ بھی بتایا کہ توپ کے چلائے جانے کے بعد دھچکا کیسے لگتا ہے۔ بچے بڑی دلچسپی اور تجسس سے سنتے رہے۔ دھچکا لگنے کے تصور نے ان کے تخیل کو خاص طور پر ہوا دی۔

"آپ کے پاس بارود ہے؟" ناستیا نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"ہمیں دکھائیں،" وہ ملتجیانہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

کراسوتکن نے دوبارہ بیگ میں ہاتھ ڈالا اور چھوٹی سی شیشی نکالی جس میں واقعی بارود کی خفیف مقدار موجود تھی۔ اس نے ایک کاغذ کی پڑیا بھی برآمد کی جس میں چند سیسے کی گولیاں تھیں۔ اس نے شیشی کا ڈھکن کھولا اور معمولی سا بارود اپنی ہتھیلی پر انڈیل دیا۔

"جب تک آگ کہیں قریب نہ ہو، یہ بالکل محفوظ ہے۔ اگر آگ قریب ہوئی، پھر اسے بھی آگ لگ جائے گی اور یہ ہم سب کو ہلاک کر دے گی،" کراسوتکن نے رعب کی خاطر کہا۔

بچے بارود کو پُراحترام خوف سے دیکھتے رہے جس سے ان کی مسرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ لیکن کوستیا کو سیسے کی گولی زیادہ پسند آئی۔

"لیکن گولی کو تو آگ نہیں لگتی ہو گی،" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں۔ گولی کو آگ نہیں لگتی۔"

"مجھے ایک گولی دے دیں،" ایک ننھی آواز نے ملتجیانہ لہجے سے کہا۔

"بہت اچھا—— یہ رہی، اٹھا لو—— صرف اتنا کرو کہ جب تک میں واپس نہ آ جاؤں، اسے اپنی امی کو مت دکھاؤ، ورنہ وہ سمجھے گی کہ یہ بارود ہے اور خوف سے اس کا برا حال ہو جائے گا۔ وہ مار مار کر تمہاری چمڑی ادھیڑ دے گی۔"

"امی ہمیں کبھی چھڑی سے نہیں مارتیں،" ناستیا نے جھٹ جواب دیا۔

"میں جانتا ہوں۔ میں نے صرف اس لیے کہہ دیا تھا کیونکہ ایسا کہنا اچھا معلوم ہوا تھا۔ لیکن تمہیں اپنی امی کو کبھی دھوکا نہیں دینا چاہیے۔ صرف اس مرتبہ اجازت ہے—— اور وہ بھی تب تک کے لیے جب تک میں واپس نہیں آ جاتا۔ چنانچہ بچو، اب میں جا سکتا ہوں یا نہیں؟ اگر میں یہاں نہ ہوا، تم ڈرو گے تو نہیں، ڈرو گے تو نہیں؟"

"رو۔ روئیں گے تو سہی،" کوستیا نے ہکلاتے ہوئے کہا۔ اس کے آنسو نکلا ہی چاہتے تھے۔

"ہم روئیں گے، یقیناً روئیں گے،" ناستیا نے ڈرتے جھجکتے تیزی سے کہا۔

"اف، بچو، میرے بچو، کتنی خطرناک ہے تمہاری عمر(3)! چنانچہ ننھے چوزو، کچھ نہیں ہو سکتا۔ خدا جانے مجھے تمہارے پاس کتنی دیر ٹھہرنا پڑے اور میں ٹھہروں گا بھی۔ ادھر وقت ہے کہ کتنی تیزی سے بھاگا جا رہا ہے!"

"پیریزوان سے کہیں کہ وہ جھوٹ موٹ مر کر دکھائے!" کوستیا نے التجا کی۔

''خیر، اب اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ مجھے پیریزوان سے کہنا ہی پڑے گا کہ وہ چند کرتب دکھا دے۔ ''پیریز، بچو، ذرا ادھر آؤ!''

اور کولیا کتے کو احکام دینے لگا اور کتا وہ تمام کرتب دکھانے لگا جو اسے آتے تھے۔

وہ درمیانی جسامت کا عام سا مجہول النسل کتا تھا۔ اس کے خاکستری بال موٹے اور کھردرے تھے۔ اس کی دائیں آنکھ بھینگی تھی اور اس کا کان قدرے پھٹا ہوا تھا۔ وہ بھوں بھوں کرنے اور چھلانگیں لگانے لگا، کبھی بھیک مانگتا اور کبھی پچھلی ٹانگوں پر چلنے لگتا، پھر اس نے چاروں ٹانگیں فضا میں بلند کیں اور اپنی پشت کے بل لوٹ پوٹ ہو گیا، اور تب یوں لیٹ گیا جیسے وہ مر چکا ہو۔ اس آخری کرتب کے دوران میں دروازہ کھلا اور مسز کراسوتکینا کی نوکرانی کی شکل دکھائی دی۔ وہ چالیس سالہ موٹی عورت تھی اور اس کے چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ وہ پنساری کی دکان سے سودا سلف خرید کر لائی تھی جس سے بھرا ہوا تھیلا اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ تھیلے کے بوجھ سے اس کا بایاں بازو نیچے ڈھلک رہا تھا۔ وہ دروازے پر ہی رک گئی اور کتے کے کرتب دیکھنے لگی۔ حالانکہ کولیا بہت بے صبری سے اگافیا کا انتظار کر رہا تھا مگر اپنی ماں کی نوکرانی کی واپسی کے باوجود وہ کتے سے کرتب کراتا رہا اور جب وہ مقررہ وقت تک پیریزوان کو جھوٹ موٹ کا مرا ہوا دکھا چکا، اس نے سیٹی بجا دی۔ کتا جست لگا کر اٹھا اور اپنا کرتب مکمل ہونے پر خوشی سے ناچنے کودنے لگا۔

''یہ کوئی کتا ہے— ذرا اس کی شکل تو دیکھو!'' نوکرانی نے بناوٹی انداز سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''کیا کہہ رہی ہو بیدحیا، تم نے اتنی دیر کیوں لگائی ہے؟'' کراسوتکن نے تہدید آمیز انداز سے پوچھا۔

''بیدحیا؟ گندی ناک والے چھوکرے، تمہیں یہ کہنے کی جرأت کیسے ہوئی؟''

''گندی ناک والا چھوکرا؟''

''ہاں، چھوکرا، بکواسی چھوکرا! اگر مجھے دیر ہو گئی ہے تو تمہیں مطلب؟ کوئی اعتراض؟'' اگافیا سٹوو کے آس پاس اپنے آپ کو مصروف کرتے ہوئے بڑ بڑا رہی تھی۔ وہ کسی اعتبار سے بھی غیر مطمئن یا خفا نظر نہیں آ رہی تھی بلکہ دکھائی کچھ یوں دے رہا تھا جیسے وہ اچھی خاصی مطمئن ہو، جیسے اسے شگفتہ مزاج نوجوان آقا کے ساتھ چونچ لڑانے کا موقع مل کر بہت خوشی ہو رہی ہو۔

''بے وقوف بیدحیا، سنو،'' کراسوتکن نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا، ''کیا تم دنیا کی تمام مقدس اشیا بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ کی قسم کھا کر کہہ سکتی ہو کہ میری غیر حاضری میں تم ان بچوں کی مسلسل نگہبانی کرتی رہو گی؟ میں باہر جا رہا ہوں۔''

''میں تمہاری خاطر قسم کیوں کھاؤں؟'' اگافیا نے ہنستے ہوئے کہا، ''ان کا خیال میں بہرحال رکھوں گی۔''

''نہیں، جب تک تم اپنی ابدی نجات کے نام پر قسم نہیں کھاؤ گی، میں نہیں جاؤں گا۔''

''پھر مت جاؤ، مجھے کیا؟ باہر ویسے بھی قلفی جمانے والی سردی ہے، اندر ہی رہو۔''

''بچو،'' کولیا نے انہیں مخاطب ہو کر کہا، ''جب تک میں یا تمہاری امی نہیں آ جاتے، یہ بڑی بی تمہارے پاس رہے گی— اسے بہت پہلے آ جانا چاہیے تھے۔ یہ تمہیں ناشتا بھی کرائے گی۔ اگافیا، تم انہیں کچھ کھلاؤ گی نا؟''

''ممکن ہے!''

''چھوٹو، خدا حافظ، اب تم ٹھیک رہو گے۔ میں جا رہا ہوں۔ اور تم بڑی بی،'' اس نے اگافیا کے پاس سے گزرتے ہوئے بڑے معتبر انداز سے زیر لب کہا، ''مجھے امید ہے اب تم انہیں کا تریںا کے متعلق واہیات قصے کہانیاں نہیں سناؤ گی۔ یاد رکھو ابھی ان کی عمر بہت چھوٹی ہے۔ پیریزوان، بچو، ادھر!''

''جہنم میں جاؤ!'' اس مرتبہ اگافیا نے واقعی طیش میں آ کر ترکی بہ ترکی جواب دیا، ''گستاخ کہیں کا! اس طرح کی گفتگو کرنے پر تمہاری تو کھال ادھیڑ دی جانا چاہیے، میرا تو یہی خیال ہے۔''

3
سکول کا طالب علم

لیکن اب کولیا اس کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا۔ آخر کار اسے باہر نکلنے کا موقع مل ہی گیا تھا۔ جونہی اس نے صدر دروازہ عبور کیا، اس نے اردگرد نگاہیں دوڑائیں، کپکپایا اور دل ہی دل میں بڑبڑایا، ''کیا بلا کی سردی ہے!'' گلی میں سیدھے کے رخ چلنے لگا، پھر دائیں طرف مڑا اور اس کوچے میں داخل ہو گیا جو بازار کی طرف جاتا تھا، جیب سے سیٹی نکالی اور اسے پورے زور سے بجانے لگا جیسے وہ پہلے سے کوئی مقررشدہ سگنل دے رہا ہو۔ ابھی ایک منٹ بھی نہیں گزرا ہو گا کہ ایک گلابی گالوں والا تقریباً گیارہ سالہ لڑکا، جو اسی کی طرح صاف ستھرا اور خاصا چست اونی کوٹ پہنے ہوئے تھا، گیٹ سے بھاگتا اس کی جانب آ گیا۔ یہ لڑکا سموروف تھا۔ وہ ابتدائی جماعتوں کا

طالب علم تھا (جبکہ کولیا کراسوتکن پہلے ہی دو درجے اوپر جا چکا تھا) اور کسی کھاتے پیتے سول ملازم کا بیٹا تھا۔ سموروف کے والدین اسے کراسوتکن کے ساتھ، جس کی عام شہرت ناقابل اصلاح لڑکے کی تھی، راہ و رسم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے، چنانچہ اس نے ظاہر یہ کیا کہ اسے چھپ چھپا کر گھر سے بھاگ کر آنا پڑا ہے۔ قاری کو شاید یاد ہو کہ یہ وہی سموروف تھا جو ان لڑکوں کے گروہ میں شامل تھا جو دو ماہ قبل کھائی کے پار الیوشا پر پتھر پھینک رہے تھے اور جنہوں نے تب الیوشا کو الیوشا کے متعلق بتایا تھا۔

"کراسوتکن، میں پورے ایک گھنٹے سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں،" سموروف نے جھلاتے ہوئے کہا اور دونوں لڑکے چوک کی جانب چلنے لگے۔

"مجھے معلوم ہے مجھے آنے میں دیر ہو گئی ہے،" کراسوتکن نے جواب دیا۔ "مجھے اس سے پہلے باہر نکلنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ میرے ساتھ چلنے پر تمہیں مار تو نہیں پڑے گی؟"

"مار؟ چھوڑو میرے یار، کون مارے گا مجھے؟ پیریزوان کو اپنے ساتھ لائے ہو؟"

"ہاں۔"

"اسے بھی اپنے ساتھ وہاں لے چلو گے؟"

"ہاں۔"

"کاش یہ پیریزوان نہیں، ژوچکا ہوتا!"

"ہم ژوچکا نہیں لے جا سکتے۔ ژوچکا کا کوئی وجود نہیں رہا۔ ژوچکا کا روئے زمین پر نشان تک نہیں رہا۔"

"لیکن فرض کرو...." سموروف اچانک رک گیا، "یہ دیکھتے ہوئے کہ پیریزوان کی طرح ژوچکا کے بال بھی خاکستری، موٹے اور خاکستری ہیں ــــ تو کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہی ژوچکا ہے؟ ممکن ہے وہ ہماری بات پر اعتبار کر لے۔"

"بچے، جھوٹ سے نفرت کرو، خواہ یہ کسی نیک مقصد کی خاطر ہی ہو۔ لیکن اس سے بھی بڑی بات یہ ہے: مجھے امید ہے تم نے میری آمد کے بارے میں کسی سے بھی کچھ نہیں کہا ہو گا۔"

"بالکل نہیں۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں (کہ تم اپنی آمد کو صیغۂ راز میں کیوں رکھنا چاہتے ہو)۔ لیکن تم پیریزوان کو ساتھ لے جا کر اس کی تشفی نہیں کر سکو گے۔" سموروف کی آہ نکل گئی۔ "تمہیں معلوم ہے کہ اس کے کپتان باپ نے، وہی جسے ہم جھانواں کہتے ہیں، ہمیں بتایا تھا کہ وہ آج اس کے لیے پلا منگوا لے گا، پلا بھی کون سا؟ اصلی ماسٹف، (4) کالی ناک والا۔ اس کا خیال ہے کہ اس سے الیوشا کی دل جوئی ہو جائے گی، لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا۔"

"اور الیوشا کا کیا حال ہے؟"

"برا، بہت برا! میرا خیال ہے اسے تپ دق ہو گئی ہے۔ وہ اپنے ہوش و حواس میں تو ہے لیکن اسے سانس لینے میں دشواری پیش آ رہی ہے، ہر وقت خر خر کرتا رہتا ہے۔ چند دن ہوئے اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ وہ اسے ذرا چہل قدمی کرنے میں مدد دیں۔ انہوں نے اسے بوٹ پہنائے اور وہ چلنے کی کوشش کرنے لگا مگر اس سے چلا نہ گیا اور دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ 'اف،' وہ کہنے لگا، 'پاپا، میں نے آپ سے کہا بھی تھا کہ یہ بوٹ کسی کام کے نہیں، یہ پہلے بھی میرے پاس تھے اور تب بھی مجھے انہیں پہن کر چلنے میں دقت پیش آتی تھی۔' اس کا خیال تھا کہ اسے چلنے میں جو دشواری پیش آ رہی ہے، اس کا سبب اس کے جوتے ہیں حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ جسمانی طور پر بہت کمزور ہو چکا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ مزید زندہ رہ سکے گا۔ ہرزن سٹوب آ جا رہا ہے۔ وہ ایک بار مال دار ہو گئے ہیں، ان کے پاس کافی روپیہ آ گیا ہے۔"

"ذلیل، کمینے، زر پرست۔"

"کون؟"

"ڈاکٹر، اور کون! سالے عطائی ہیں ــــ مجموعی طور پر بھی اور انفرادی حیثیت سے بھی ــــ میں طب کے پیشے کے خلاف ہوں۔ یہ بالکل بیکار مشغلہ ہے۔ میں اس کی مکمل چھان بین کروں گا۔ لیکن تم لوگ اچانک اچھائی کرنے پر مائل کیوں ہو گئے ہو؟ اتنے جذباتی کیوں ہو گئے ہو؟ معلوم ہوتا ہے کہ تم اور تمہاری جماعت کے سارے لڑکے اپنا پورا وقت وہیں صرف کرتے ہیں۔"

"ہم سارا وقت تو وہاں نہیں گزارتے۔ جاتے بھی روزانہ تقریباً دس ہیں۔ اور یہ کوئی اتنی بڑی تعداد نہیں۔"

"اس سارے معاملے میں الیکسی کرامازوف جو کردار ادا کر رہا ہے، مجھے سب سے زیادہ حیرت تو اس پر ہو رہی ہے۔ ایک دو دن میں اس کے بھائی کے خلاف اسی قسم کے جرم کا ارتکاب کرنے کے الزام میں مقدمے کی سماعت شروع ہونے والی ہے، اس کے باوجود اس کے پاس چھوٹے چھوٹے لڑکوں کے ساتھ پیار محبت جتانے کا وقت ہے!"

"یہ جذباتی پیار محبت جتانے کا مسئلہ نہیں۔ تم خود بھی تو الیوشا کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے اور اس کے ساتھ صلح صفائی کرنے جا رہے ہو۔"

"صلح صفائی کرنے؟ تمہیں یہ خیال کیسے آیا؟ اس کے علاوہ میں نہیں چاہتا کہ دوسرے میرے اعمال کا تجزیہ کرتے پھریں۔"

"لیکن الیوشا تمہیں دیکھ کر بے حد خوش ہو گا! اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک روز تم

بھی اسے ملنے چلے آؤ گے۔ خدا کے لیے یہ تو بتاؤ کہ تم اتنا عرصہ آنے سے گریز کیوں کرتے رہے؟'' سموروف نے اچانک لعنت ملامت کرتے ہوئے کہا۔

''سنو، یہ میرا معاملہ ہے، تمہارا نہیں۔ میں وہاں اپنی مرضی سے جا رہا ہوں کیونکہ میں کرتا ہی یہی کچھ چاہتا تھا جب کہ تم لوگوں کو وہاں الیکسی کرامازوف گھسیٹ کر لے گیا تھا، ہم میں یہی فرق ہے۔ اور تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں وہاں صلح کرنے کی غرض سے جا رہا ہوں؟ کیا فضول باتیں کرتے ہو؟''

''اس کا کرامازوف سے کوئی تعلق نہیں، بالکل نہیں۔ بس ہمارے ساتھیوں کے دل میں یونہی خیال آ گیا اور ہم چل پڑے — ویسے یہ درست ہے کہ شروع میں ہم کرامازوف کے ساتھ ہی گئے تھے۔ لیکن اس میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں تھی اور گھسیٹے جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ بالکل احمقانہ بات ہے۔ پہلے ایک گیا، پھر دوسرا، اور یوں سلسلہ چل نکلا۔ ہمیں دیکھ کر اس کے باپ کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا۔ سنو، اگر الیوشا مر گیا، وہ بالکل پاگل ہو جائے گا۔ اسے نظر آ رہا ہے کہ الیوشا مر رہا ہے۔ اور وہ اسی بات پر بہت مسرور تھا کہ ہم نے اس کے بیٹے کے ساتھ صلح کر لی ہے۔ الیوشا تمہارے متعلق پوچھتا رہتا ہے، اسے اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ وہ بس پوچھتا ہے اور اس کے بعد اس کے منہ کو تالا لگ جاتا ہے۔ جہاں تک اس کے باپ کا تعلق ہے، وہ یا تو پاگل ہو جائے گا یا پھر خودکشی کر لے گا۔ خیر، اس کا حال تو پہلے ہی کچھ اس قسم کا ہو گیا ہے جیسے وہ واقعی اپنا دماغ کھو بیٹھا ہو۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ معزز شخص ہے۔ چند روز پہلے ہمارے اور اس کے بیٹے کے مابین جو جھگڑا ہوا تھا، وہ محض غلط فہمی کا نتیجہ تھا۔ سارا قصور اس باپ کے قاتل کا تھا جس نے اسے مارا پیٹا تھا۔''

''پھر بھی مجھے اس کرامازوف کی سمجھ نہیں آ رہی۔ میں مدتوں پہلے اس سے اپنا تعارف کرا چکا ہوتا لیکن بعض صورتیں ایسی پیش آ جاتی ہیں جن میں مجھے اپنا پندار برقرار رکھنا پڑتا ہے۔ پھر میں نے اس کے متعلق ایک خاص رائے بھی قائم کر لی تھی جس کی ابھی تصدیق اور وضاحت نہیں کرائی جا سکی۔''

کولیا بڑے گمبھیر انداز سے چپ ہو گیا۔ سموروف نے بھی خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ سموروف کراسوتکن کی بے حد عزت کرتا تھا اور اس کے ساتھ برابر کا دعویٰ تو وہ کبھی خواب میں نہیں کر سکتا تھا۔ فی الحال اسے تجسس یہ ہو رہا تھا کہ کولیا نے جو یہ کہا تھا کہ وہ ''اپنی مرضی'' سے وہاں جا رہا ہے تو اس سے اس کا مطلب کیا تھا؟ کولیا نے اس خاص دن جو وہاں جانے کا فیصلہ کیا تھا، اس میں لازماً کوئی راز تھا۔ وہ منڈی کے چوک میں سے گزر رہے تھے جو اس

وقت نواحی دیہاتوں سے لائے جانے والے چھکڑوں، مرغیوں، مرغابیوں اور دیگر پرندوں سے پٹا پڑا تھا۔ عورتیں اپنے اپنے چھتروں کے نیچے بسکٹ، بند، نانیاں، دھاگا اور اسی قسم کی دیگر اشیاء فروخت کر رہی تھیں۔ ان اتوار بازاروں کو ہمارے قصبے میں بڑے طمطراق سے دیہاتی میلے کہا جاتا تھا۔ پیریزوان بے حد خوش تھا اور ادھر ادھر بھاگا پھر رہا تھا، کبھی وہ دائیں ہو جاتا اور کبھی بائیں تاکہ وہ ان تمام اشیاء کو سونگھ سکے جو وہاں موجود تھیں۔ جب کبھی اس کی ملاقات کسی دوسرے کتے کے ساتھ ہوتی، وہ یگانہ آداب کے مطابق گرم جوشی سے ایک دوسرے کو سونگھنے لگتے۔

''سموروف، مجھے حقیقت کا مشاہدہ کرنا پسند ہے،'' کولیا نے کہنا شروع کیا۔ ''تم نے کبھی دیکھا ہے کہ جب کتوں کی ملاقات ہوتی ہے وہ کس طرح ایک دوسرے کو سونگھنے لگتے ہیں۔ یہ ان کے لیے ایک طرح کا قانونِ فطرت ہے۔''

''بڑا مضحکہ خیز قسم کا قانون ہے۔''

''اس میں مضحکہ خیزی کی کوئی بات نہیں۔ معاملہ صرف اتنا ہے کہ تم اسے سمجھ نہیں پا رہے۔ انسان اپنے تعصبات کے پیشِ نظر خواہ کیسی ہی رائے کیوں نہ قائم کر لے، لیکن حقیقت یہی ہے کہ فطرت میں کوئی چیز مضحکہ خیز نہیں ہوتی۔ اگر کتوں کو استدلال کرنے اور دوسروں کے عیب ڈھونڈنے کا فن آتا، میں اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ انہیں انسانوں یعنی اپنے آقاؤں کے باہمی سماجی تعلقات کے بارے میں اگر زیادہ نہیں تو بھی چند ایک چیزیں ضرور ایسی مل جاتیں جو ان کی نگاہوں میں مضحکہ خیز ہوتیں، بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ انہیں یہ چیزیں مضحکہ خیز ہی نہیں، بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی معلوم ہوتیں کیونکہ مجھے پختہ یقین ہو چکا ہے کہ ہم ان سے کہیں زیادہ احمق ہیں۔ یہ تصور راکیتن نے پیش کیا ہے اور بہت بڑھیا تصور ہے۔ سموروف، میں سوشلسٹ ہوں۔''

''سوشلسٹ کیا ہوتا ہے؟'' سموروف نے پوچھا۔

''سوشلسٹ کے نزدیک تمام انسان برابر ہوتے ہیں، تمام اشیاء کی ملکیت مشترک ہوتی ہے، شادی اور مذہب کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، اور قانون وہ ہوتا ہے جو کسی شخص کی نگاہوں میں بہترین یا پُرکشش (5) ہوتا ہے، علیٰ ہٰذا القیاس۔ تم ابھی اتنے چھوٹے ہو کہ یہ باتیں سمجھ نہیں پاؤ گے۔ اف، کتنی سردی ہے!''

''ہاں، آج درجہ حرارت منفی بارہ سے بھی نیچے ہے، کچھ ہی دیر پہلے ابا نے تھرمامیٹر دیکھا تھا۔''

''سموروف، کبھی تمہارے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ سردیوں کے عین درمیان میں، جب درجہ حرارت نقطۂ انجماد سے پندرہ بلکہ اٹھارہ درجے بھی نیچے گر جاتا ہے، سردی اتنی محسوس نہیں

ہوتی جتنی مثلاً اب سردیوں کے آغاز میں ہوتی ہے اور آج جب درجہ حرارت صرف منفی بارہ ہے اور برف باری بھی نہیں ہوئی، اچانک اور غیر متوقع طور پر ٹھنڈ اتنی بڑھ گئی ہے کہ قلفی جمتی محسوس ہو رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ لوگ ابھی اس کے عادی نہیں ہوئے۔ لوگوں کے لیے مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عادی کس چیز کے ہوتے ہیں اور یہ بات مملکت اور سیاست پر بھی صادق آتی ہے۔ عادت سب سے بڑا محرک ہوتی ہے۔ ادھر دیکھو، کیا مضحکہ خیز مزحک ہے!"

کولیا نے ایک بنے ٹھنے اور تگڑے نوجوان کسان کی طرف اشارہ کیا جس نے بھیڑ کی کھال کا کوٹ پہن رکھا تھا اور جس کے چہرے سے بشاشت ٹپک رہی تھی۔ وہ اپنے چھکڑے کے قریب کھڑا تھا اور سردی بھگانے کے لیے اپنے بے انگشت دستانوں میں ملبوس ہاتھوں کو جھٹک رہا تھا۔ اس کی لمبی بھوری داڑھی میں شبنم کے قطرے جم چکے تھے۔

"دیکھو، اس کسان کی داڑھی منجمد ہو چکی ہے!" کولیا نے بلند اور جارحانہ انداز سے چلاتے ہوئے کہا۔

"میری ہی نہیں، بے شمار لوگوں کی منجمد ہو چکی ہے،" کسان نے بڑے سکون اور گھمبیرتا سے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"اسے کیوں چڑا رہے ہو؟" سموروف نے کہا۔

فکر نہ کرو، اسے طیش نہیں آئے گا۔ وہ بھلا آدمی ہے۔ خدا حافظ، ماتوی۔"

"خدا حافظ!"

"تمہارا نام ماتوی ہے؟"

"ہاں، تمہیں معلوم نہیں تھا؟"

"نہیں، میرے منہ سے تو یونہی نکل گیا تھا۔"

"ہونہہ! تم سکول میں پڑھتے ہو؟"

"ہاں۔"

"ہونہہ! تو تمہاری پٹائی بھی ہوتی ہو گی؟"

"ہاں، کبھی ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں۔"

"تکلیف ہوتی ہے؟"

"میرا خیال ہے ہوتی ہے۔"

"اُف، زندگی بھی کیا چیز ہے!" کسان نے گہری آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ، ماتوی۔"

"خدا حافظ۔ تم اچھے بالک ہو۔"

لڑکے اپنی راہ ہو لیے۔

"وہ اچھا کسان ہے،" کولیا نے حاشیہ آرائی کی۔ "مجھے عام لوگوں سے باتیں کرنا پسند ہے اور میں ہمیشہ رعایت دینے کے لیے آمادہ رہتا ہوں۔"

"تم نے جھوٹ کیوں بولا تھا کہ ہمیں مار پڑتی ہے؟"

"اسے خوش کرنے کے لیے مجھے کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"سنو، سموروف، مجھے وہ لوگ قطعاً پسند نہیں جو مجھ سے تب سوال پوچھنے لگتے ہیں جب انہیں قطعاً معلوم نہیں ہوتا کہ میں کیا گفتگو کر رہا ہوں۔ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کی وضاحت نہیں کی جا سکتی۔ کسان کے نقطۂ نظر کے مطابق سکول کے طالب علموں کو جسمانی سزا ملنا چاہیے کیونکہ وہ اسی کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر کسی طالب علم کو جسمانی سزا نہیں ملتی، پھر وہ اپنے آپ کو طالب علم کیسے کہلا سکتا ہے؟ چنانچہ اگر میں اچانک اس سے یہ کہہ دوں کہ ہمیں سزا نہیں ملتی تو وہ پریشان ہو جائے گا۔ بہر حال میرا خیال ہے تم یہ باتیں نہیں سمجھ سکتے۔ تمہیں سیکھنا پڑے گا کہ عام لوگوں سے گفتگو کیسے کی جاتی ہے۔"

"میرا خیال ہے تمہیں انہیں چڑانا یا غصہ نہیں دلانا چاہیے، ورنہ ایک بار پھر ویسا ہی جھگڑا ہو جائے گا جیسے بطخ کے معاملے میں ہوا تھا۔"

"ڈر گئے ہو؟"

"کولیا، میرا مذاق مت اڑاؤ۔ میں خداوند کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے خوف آ رہا ہے۔ میرا باپ غصے سے پاگل ہو جائے گا۔ اس نے مجھے تم سے ملنے ملانے کی سختی سے ممانعت کر رکھی ہے۔"

"فکر نہ کرو، اس مرتبہ کچھ نہیں ہو گا۔ ہیلو، نتاشا!" اس نے چھاتے کے نیچے کھڑی ایک دکان والی سے کہا۔

"تم مجھے 'نتاشا' کہنے والے کون ہو؟ میں نتاشا نہیں، ماریا ہوں،" اس عورت نے، جو کسی بھی اعتبار سے بوڑھی نہیں تھی، باریک اور تیکھی آواز سے کہا۔

"میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم اگر ماریا ہو تو ماریا ہی سہی۔ خدا حافظ۔"

"ٹھہرو، بدذات، ابھی میرے گھٹنے کے برابر بھی نہیں ہوئے اور باتیں کیسی بنا رہے ہو!"

"اس وقت میرے پاس باتیں بنانے کا وقت نہیں، باتیں اگلی اتوار تک ملتوی کرنا پڑیں گی،" کولیا نے اسے یوں ٹالتے ہوئے کہا جیسے وہ خود اسے تنگ نہیں کر رہا ہو بلکہ وہ اسے تنگ کر رہی ہو۔

"مجھے تم سے بھلا اگلی اتوار کیا کہنا ہے؟ بدتمیز چھوکرے، تنگ تم مجھے کررہے ہو یا میں تمہیں؟" ماریا نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ "تمہاری تو ڈھنائی ہونا چاہیے۔ سب جانتے ہیں تم کسی کو نہیں بخشتے، سبھی کے لیے مصیبت بنے رہتے ہو۔ مجھے بس تم سے یہی کہنا تھا اور میں نے کہہ دیا ہے!"

ماریا کے قریب جو دوسری دکان دار عورتیں کھڑی تھیں، کھلکھلا کر ہنسنے لگیں۔ ابھی ان کی ہنسی ختم نہیں ہوئی تھی کہ اچانک مسقف راستے پر، جس کے دونوں طرف یہ چھوٹی چھوٹی دکانیں بنی ہوئی تھیں، ایک غصے سے بھرا ہوا شخص بھاگتے دوڑتے نمودار ہوا۔ وہ کوئی مقامی دکان دار نہیں تھا بلکہ کوئی اجنبی تھا اور کسی تاجر کا نائب دکھائی پڑتا تھا۔ وہ بالکل نوعمر تھا۔ اس کے لانبے گھونگریالے بال گہرے بھورے رنگ کے تھے اور اس کے چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ وہ بے حد گھبرایا ہوا نظر آ رہا تھا اور اس نے آتے ہی کولیا کی جانب مکا لہرانا شروع کر دیا۔

"میں تمہیں جانتا ہوں،" وہ چلا چلا کر کہے جا رہا تھا، "میں تمہیں جانتا ہوں!"

کولیا نگاہیں گاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس کی کبھی اس شخص کے ساتھ تلخ کلامی ہوئی ہو۔ قصبے کے گلی کوچوں میں وہ اتنے زیادہ لوگوں کے ساتھ الجھ چکا تھا کہ اس سے یہ توقع کرنا بیکار تھا کہ اسے اپنے تمام چھوٹے بڑے جھگڑے یاد ہوں گے۔

"تم مجھے جانتے ہو، واقعی؟" اس نے طنزیہ لہجے سے پوچھا۔

"میں تمہیں جانتا ہوں، جانتا ہوں!" وہ شخص ہونقوں کی طرح گردان کیے جا رہا تھا۔

"واقعی؟ بڑی اچھی بات ہے۔ خیر، اب مجھے اجازت دو، مجھے ذرا جلدی ہے۔ اچھا، خدا حافظ۔"

"تمہارے ارادے کیا ہیں؟" اس شخص نے چیختے ہوئے کہا "تم لازماً ایک بار پھر کچھ نہ کچھ کر کے رہو گے؟ میں تمہیں جانتا ہوں۔ تم ضرور کچھ نہ کچھ کر کے رہو گے۔ تمہاری نیت میں فتور ہے۔"

"دوست، میں کیا کرنا چاہتا ہوں، تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونا چاہیے،" کولیا ابھی تک وہیں کھڑا تھا اور اسے تجسس کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"'مجھے کوئی غرض نہیں ہونا چاہیے'، کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"بس یہی کہ تمہیں کوئی غرض نہیں ہونا چاہیے۔"

"پھر کسے ہونا چاہیے؟ کسے؟ بتاؤ، کسے؟"

"اس سے ترِیفون نیکیچ کو تو غرض ہونا چاہیے، تمہیں نہیں۔"

"ترِیفون نیکیچ؟ وہ کون ہے؟" نوعمر شخص نے بالکل بھونچکا ہو کر پوچھا حالانکہ وہ ابھی تک غصے

سے لال پیلا ہوا جا رہا تھا۔ کولیا نے اسے سر سے پاؤں تک گھمبیر نگاہوں سے دیکھا۔

"کیا تم یوم صعود (6) پر گرجے گئے تھے؟" اس نے حاکمانہ انداز سے اچانک کرخت آواز میں پوچھا۔

"صعود کیا؟ میں کیوں جاتا؟ نہیں، میں نہیں گیا تھا،" نوعمر شخص قدرے اکھڑا اکھڑا نظر آنے لگا تھا۔

"کیا تم سابنیف کو جانتے ہو؟" کولیا نے اور بھی کرخت اور حاکمانہ انداز سے اپنی جرح جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"سابنیف؟ وہ کون ہے؟ نہیں، میں اسے نہیں جانتا۔"

"نہیں جانتے تو پھر جہنم میں جاؤ!" کولیا نے بھنا کر جواب دیا اور اچانک بائیں جانب مڑتے ہوئے تیزی سے اپنا راستہ ناپنے لگا جیسے اس قسم کے کاٹھ کے اُلو سے، جو سابنیف کو نہیں جانتا تھا، بات کرنا اس کی شان کے خلاف ہو۔

"ارے، ٹھہرو! یہ سابنیف کون ہے؟" نوعمر شخص نے حواس مجتمع کرتے اور دوبارہ جوش میں آتے ہوئے کہا۔

"خدارا بتاؤ یہ کیا کہہ رہا تھا؟" اس نے اچانک دکاندار عورتوں کی جانب متوجہ ہو کر اور انہیں احمقانہ انداز سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"عورتیں کھلکھلا کر ہنسنے لگیں۔

"بڑا تیز لڑکا ہے،" ان میں سے ایک نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ کس - سابنیف، کس سابنیف کا ذکر کر رہا تھا؟" وہ شخص غصے سے اپنی بات دہراتا اور بدحواسی کے عالم میں اپنے بازو لہراتا رہا۔

"یہ لازماً وہی سابنیف ہو گا جو کوزمی چیفوں کے ہاں کام کیا کرتا تھا۔ یقیناً وہی ہو گا،" ایک عورت نے اچانک رائے ظاہر کی۔

وہ شخص بڑے پُراضطراب انداز سے اسے گھور گھور کر دیکھنے لگا۔

"کو-می-چیف؟" ایک اور عورت نے نام دہرایا۔ "اس کا نام ترِیفون نہیں تھا! ترِیفون نہیں، کوزما تھا، اور لڑکا اسے ترِیفون نیکیچ کہہ رہا تھا، چنانچہ یہ وہ نہیں ہو سکتا۔"

"میں بتاتی ہوں یہ ترِیفون تھا نہ سابنیف، یہ چیژوف تھا،" اچانک ایک تیسری عورت نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔ وہ اب تک خاموش رہی تھی اور بڑے غور سے سن رہی تھی۔ "اس کا نام الیکسی ایوانچ ہے — الیکسی ایوانچ چیژوف۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو، یہ چیز وف ہی تھا!" چوتھی عورت نے بڑے پُر اعتماد انداز سے دہرایا۔

متحیر شخص کبھی ایک کو دیکھتا، کبھی دوسری کو۔

"اس نے یہ سوال، 'تم سابجیف کو جانتے ہو؟' کیوں پوچھا تھا، کیوں پوچھا تھا، خواتین؟" وہ مایوسی کے عالم میں دہرائے جا رہا تھا۔ "خدا غارت کرے اس سابجیف کو، اسے جانتا ہی کون ہے!"

"تم بڑے ہی احمق شخص ہو! تمہاری سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ یہ سابجیف نہیں بلکہ چیز وف ـــ الیکسی ایوانووچ چیز وف تھا ـــ بالکل وہی تھا!" ایک اور عورت نے بڑے تحکمانہ انداز سے کہا۔

"چیز وف کون؟ کون ہے وہ؟ اگر تمہیں معلوم ہے کہ وہ کون ہے، تو مجھے بتاؤ۔"

"وہی سینک سلائی، لم ڈھینگ، لمبے بالوں والا، جس کی یہاں گرمیوں میں دکان ہوتی تھی اور جس کی ہر وقت ناک بہتی رہتی تھی۔"

"بیڑا غرق، میں پوچھتا ہوں مجھے اس چیز وف کی کیا ضرورت ہے؟ کوئی تو بتائے۔"

"میں کیا جانوں تمہیں چیز وف کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں کیا جانوں وہ تمہارا کیا لگتا ہے!" ایک اور عورت نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ "یہ تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم اس سے کیا کرانا چاہتے ہو کیونکہ چیخ چیخ کر تم ہی نے تو آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے۔ احمق شخص، ویسے بھی وہ گفتگو تمہارے ساتھ کر رہا تھا، ہمارے ساتھ نہیں۔ تم اسے جانتے نہیں؟"

"کسے؟"

"چیز وف کو۔"

"یہ تمہارا چیز وف جہنم میں جائے یا پھانسی چڑھ جائے، اور اس کے ساتھ خدا تمہیں بھی جہنم رسید کرے، مجھے کیا؟ ایک دفعہ میرے ہاتھ لگ جائے میں اس کی وہ درگت بناؤں گا کہ یاد ہی تو کرے گا! میں بالکل یہی کروں گا! وہ میرا مذاق اڑا رہا تھا!"

"تم چیز وف کی درگت بناؤ گے، تم؟ ہوش کے ناخن لو، درگت تو وہ تمہاری بنائے گا! تم کاٹھ کے اُلو ہو، نرے کاٹھ کے اُلو ہو!"

"چیز وف نہیں، میرا مطلب چیز وف نہیں تھا، بدطینت، بدخو، ہَس بھری بڑھیا! میں اس لڑکے کو سبق سکھانا چاہتا ہوں! بس ایک دفعہ وہ میرے قابو آ جائے، میرے ہاتھ آ جائے، مزہ چکھا دوں گا، سالا، میرا مذاق اڑا رہا تھا!"

عورتیں فلک شگاف قہقہے لگانے لگیں۔ لیکن کولیا اب تک بہت دور جا چکا تھا۔ وہ چہرے پر

ظفر مندی کے آثار جمائے لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا جا رہا تھا۔ سموروف اس کے ساتھ تھا اور گاہے گاہے آنکھ اٹھا کر دور فاصلے پر عورتوں کے گروہ کو قہقہے مارتا دیکھ لیتا تھا۔ اس کی بھی باچھیں کھلی جا رہی تھیں حالانکہ اسے ابھی تک دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کولیا اسے کسی نہ کسی مصیبت میں گھسیٹ لے گا۔

"تم کس سابنیوف کے بارے میں اس سے پوچھ رہے ہو؟" ویسے اسے معلوم تھا کہ جواب کیا ہوگا۔

"مجھے کیا معلوم سابنیوف کون تھا۔ اب وہ شام تک آپس میں جھگڑتے رہیں گے۔ مجھے معاشرے کے ہر طبقے کے بے وقوفوں کو اُلو بنانے کا شوق ہے۔ اور ادھر دیکھو، وہاں ایک اور بے وقوف جا رہا ہے۔ وہ مضحک نظر آیا؟ کہا جاتا ہے کسی بے وقوف فرانسیسی سے بڑا بے وقوف کوئی اور شخص نہیں ہوتا لیکن روسی بھی کسی سے کم نہیں، ان کے چہرے دیکھ کر فوراً اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان سے بڑا بے وقوف اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ان کے چہروں پر بڑے موٹے حرفوں میں لفظ 'بے وقوف' تحریر ہوتا ہے۔"

"کولیا، اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، بس اپنا رستہ چلتے رہو۔"

"تم مجھے خواہ کچھ ہی دے دو، میں پھر بھی باز نہیں آؤں گا۔ اب تو مجھے مزہ آنے لگا ہے۔ اجی کسان صاحب، آداب عرض ہے!"

ایک قوی ہیکل کسان، جس کے بیضوی چہرے پر سادگی ٹپک رہی تھی اور جس کی داڑھی سفید ہونے لگی تھی، آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ پہلے ہی تھوڑی بہت پی چکا ہے۔ اس نے گردن اوپر اٹھائی اور لڑکے کو دیکھنے لگا۔

"آداب، کہیں تم دل لگی تو نہیں کر رہے؟" اس نے کسی عجلت کے بغیر جواب دیا۔

"اگر میں دل لگی کر رہا ہوں تو پھر؟" کولیا ہنسنے لگا۔

"اگر تم دل لگی کر رہے ہو تو کرتے رہو، خدا تمہارا بھلا کرے۔ اس میں کوئی برائی نہیں۔ قانون دل لگی کرنے سے منع نہیں کرتا۔ دل لگی باز سے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچتا۔"

"بڑے میاں، معافی چاہتا ہوں۔ میں واقعی دل لگی کر رہا تھا۔"

"اچھا، خدا تمہیں معاف کرے۔"

"اور آپ، آپ نہیں معاف کریں گے؟"

"اوہ، یقیناً، میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ اب چلتے بنو۔"

"آپ کو معلوم ہے آپ کسان ہوتے ہوئے بھی بہت ذہین ہیں۔"

"تم سے زیادہ،" کسان نے غیر متوقع طور پر اور پہلی جیسی سنجیدگی سے کہا۔

"میں کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" کولیا نے قدرے بھونچکے ہو کر کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

"میرا خیال ہے آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔"

"ہاں، یہ ہوئی نا بات، نوجوان!"

"کسان صاحب، خدا حافظ!"

"خدا حافظ!"

"کسان بھی طرح طرح کے ہوتے ہیں۔" مختصر خاموشی کے بعد کولیا نے سموروف سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے کیا معلوم تھا یہ اتنا ذہین ہوگا۔ میں عام لوگوں میں ذہانت کا اعتراف کرنے کے لیے تیار رہتا ہوں۔"

دور فاصلے پر گرجے کے گھڑیال نے ساڑھے گیارہ بجائے۔ لڑکوں نے اپنی رفتار بڑھا دی اور انہوں نے سٹاف کیپٹن کے گھر تک کا باقی فاصلہ — اور یہ اچھا خاصا فاصلہ تھا — تیزی سے اور تقریباً کوئی بات کیے بغیر طے کیا۔ گھر سے کوئی بیس قدم ادھر کولیا رک گیا اور اس نے کراما زوف کو بلانے کے لیے سموروف کو اندر بھیج دیا۔

"پہلے مجھے اس سے بات کرنا اور اس کی رائے لینا ہوگی۔" اس نے کہا۔

"آخر تم اسے باہر بلانے پر اتنا اصرار کیوں کر رہے ہو؟" سموروف نے اعتراض کیا۔ "بس اندر چلے چلو، وہ تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔ اس کڑاکے کی سردی میں ایک دوسرے سے باہر ملاقات کرنے کا فائدہ؟"

"یہ فیصلہ کرنا میرا کام ہے کہ میں اس شدید سردی میں اسے باہر کیوں بلانا چاہتا ہوں۔" اس نے ذرا کرختگی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا، اور سموروف اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے لیے بھاگ پڑا۔ کولیا کو "چھوٹوں" پر رعب جما کر مزہ آتا تھا۔

4

ژُچکا(۲)

کولیا نے کچھ اس انداز سے بناوٹی انداز بناتے ہوئے جیسے کہ وہ کوئی بہت اہم ہستی ہو، دیوار

کے ساتھ ٹیک لگا لی اور الیوشا کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ یہ درست ہے کہ وہ بہت عرصے سے اس سے ملنے کا خواہش مند تھا۔ وہ لڑکوں سے اس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا تھا لیکن اب تک اس نے کچھ اس قسم کا رویہ اپنائے رکھا تھا کہ جب کبھی الیوشا کا نام لیا جاتا وہ پُرحقارت انداز سے لاپروا نظر آتا اور جب کبھی اس کے متعلق لڑکوں میں آپس میں گفتگو ہوتی وہ اس پر "تنقید" بھی کر دیتا۔ لیکن دل کی گہرائیوں سے وہ بھی چاہتا تھا کہ کس طرح اس کی اس سے ملاقات ہو جائے۔

اس نے اس کے متعلق جو کچھ سنا تھا، وہ مثبت اور پُرکشش تھا۔ چنانچہ یہ لمحہ بہت اہم تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس سے کوئی ایسی حرکت نہیں ہونا چاہیے جس سے اس کی ہیٹی ہوتی ہو، اسے کوشش کرنا اور دکھانا ہوگا کہ وہ بچہ نہیں رہا، بلکہ بالغ ہو چکا ہے: "اگر میں یہ نہ کر سکا تو وہ یہی سمجھے گا کہ ابھی میری عمر ہی کیا ہے، بس یہی کوئی تیرہ سال اور دوسروں کی طرح وہ مجھے بھی بالک گردانے لگے گا۔ ویسے ان لڑکوں کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے؟ جب ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح جاننے لگیں گے، میں اس سے پوچھ لوں گا۔ پھر بھی یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ میرا قد اتنا چھوٹا ہے۔ ترزیکوف مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے لیکن قد میں مجھ سے نصف بالشت اونچا ہے۔ بہرحال میرے چہرے سے ذہانت کا اظہار ہوتا ہے، مانا کہ میں خوش شکل نہیں ہوں، مجھے معلوم ہے کہ میرا چہرہ بدصورت ہے لیکن اس سے ذہانت ضرور ٹپکتی ہے۔ مجھے محتاط رہنا ہوگا، مجھے اس قسم کا کوئی تاثر نہیں دینا چاہیے جیسے میں ملاقات کے لیے بہت بے قرار ہو رہا ہوں۔ اگر میں نے چھوٹتے ہی دوستی کا اظہار شروع کر دیا تو وہ شاید سمجھے... اف، یہ تو تصور ہی روح فرسا ہے!..."

کولیا کچھ اسی قسم کی سوچوں سے الجھتا اور پریشان ہوتا رہا۔ اس کی پوری کوشش تھی کہ وہ یوں نظر آئے کہ وہ آزاد طبیعت کا مالک ہے اور اسے کسی کی پروا نہیں۔ لیکن اسے جس چیز نے سب سے زیادہ ذہنی عذاب میں گرفتار کر رکھا تھا وہ یہ نہیں تھی کہ اس کا چہرہ بدصورت ہے بلکہ یہ تھی کہ اس کا قد چھوٹا ہے۔ اس کی کوتاہ قامتی اسے ہر دم بے چین رکھتی تھی۔ گھر پر وہ گزشتہ سال سے کونے میں دیوار پر اپنی قامت کا حساب رکھا کرتا تھا۔ ہر دو مہینے بعد وہ بڑی امیدوں کے ساتھ وہاں جایا کرتا تھا اور یہ دیکھنے کے لیے اپنا قد ماپا کرتا تھا کہ وہ کتنا بڑھ گیا ہے لیکن اسے بسا کہ آرزو خاک شدہ، وہ برائے نام بڑھتا اور اس پر وہ اکثر اوقات مایوسی کے اتھاہ غار میں جا گرتا تھا۔ جہاں تک اس کے چہرے کا تعلق ہے، یہ بدصورت تو بالکل نہیں تھا، اس کے برعکس یہ دیکھنے میں پُرکشش معلوم ہوتا تھا، البتہ یہ پیلا ضرور تھا اور اس پر چھائیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اس کی خاکستری آنکھیں مہین ضرور تھیں لیکن ان میں زندگی کی حرارت بھری ہوئی تھی، ان سے بے خوفی ٹپکتی تھی اور وہ اکثر جذبات سے دمکتی رہتی تھیں۔ اس کی رخساروں کی ہڈیاں قدرے چوڑی تھیں، اس کے ہونٹ چھوٹے تو تھے

لیکن موٹے نہیں، مگر وہ تھے بہت سرخ۔ اس کی ناک چھوٹی تھی اور وہ لاریب اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ "کیا ناک لیے پھر رہے ہو، چھوٹی اور اوپر کو اٹھی ہوئی!" کولیا جب بھی آئینے کے سامنے کھڑا ہوتا، دل ہی دل میں بڑبڑانے لگتا اور ہمیشہ گھن کھاتے ہوئے پرے ہٹ جاتا۔ "کیا میرے چہرے سے واقعی ذہانت ٹپکتی ہے؟" بعض اوقات اسے اس پر بھی شک ہونے لگتا اور وہ سوچوں میں مستغرق ہو جاتا۔ تاہم اس سے یہ مفروضہ باندھ لینا غلط ہوگا کہ اس کا وقت ہمیشہ اپنے چہرے اور قد کے متعلق پریشان ہونے میں گزرتا تھا۔ اس کے برعکس آئینے کے سامنے یہ چند منٹ خواہ کتنے ہی تکلیف دہ ہوتے، وہ بہت جلد ان کے بارے میں بھول جاتا اور بعض اوقات تو خاصے طویل عرصے کے لیے اپنے آپ کو بہ دل و جان "خیالات اور حقیقی زندگی" کے لیے وقف کر دیتا جیسا کہ وہ خود اپنی مصروفیات کے متعلق کہا کرتا تھا۔

ایلیوشا بہت جلد آ گیا اور تیزی سے کولیا کی جانب بڑھا جس نے دیکھا کہ اگرچہ ایلیوشا ابھی تک اس سے کئی قدم دور ہے مگر اس کا چہرہ مسرت سے کھلا جا رہا ہے۔ "کیا اسے مجھے دیکھ کر واقعی اتنی ہی خوشی ہوئی ہے؟" کولیا نے احساسِ تشکر سے سوچا۔ چلتے چلتے ہمیں یہ بتا دینا چاہیے کہ جب ہماری ایلیوشا سے آخری ملاقات ہوئی تھی، تب سے اس میں کافی تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔ وہ اپنا جبہ ترک کر چکا تھا، اب وہ خوبصورتی اور سلیقے سے تراشا ہوا فراک کوٹ اور نرم و ملائم ہیٹ پہنے ہوئے تھا اور اس نے اپنے بال ترشوا کر چھوٹے کرا لیے تھے۔ ان سب چیزوں نے مل ملا کر اس کی شکل بہت بہتر بنا دی تھی اور اب وہ بالکل چھیل چھبیلا نظر آ رہا تھا۔ اس کے پُرکشش چہرے پر شگفتگی جھلک رہی تھی، لیکن یہ شگفتگی کسی طور دھیمی اور تسکین بخش دکھائی دے رہی تھی۔ کولیا کو حیرانی اس بات پر تھی کہ ایلیوشا اوور کوٹ کے بغیر گھر کے اندر پہنے جانے والے کپڑوں ہی میں اس سے ملنے چلا آیا تھا؛ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ عجلت میں باہر آیا ہے۔ اس نے جھٹ پٹ اپنا ہاتھ ایلیوشا کی طرف بڑھا دیا۔

"تو آخر کار تم آ ہی گئے! ہم تو مدتوں سے بڑی بے صبری سے تمہارا انتظار کر رہے تھے۔"

"بعض واقعات پیش آ گئے تھے۔ ان کے متعلق میں بعد میں آپ کو بتاؤں گا۔ بہرحال آپ سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ میں طویل عرصے سے اس موقع کا منتظر تھا اور میں آپ کے بارے میں بہت کچھ سن چکا ہوں۔" کولیا نے ہکلاتے ہوئے کہا، اس کی سانس قدرے پھول چکی تھی۔

"ہاں، بہرحال ہماری ملاقات کبھی نہ کبھی، کہیں نہ کہیں تو ہونا ہی تھی۔ میں نے بھی تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا ہے لیکن تم نے بہت دیر کی مہربان آتے آتے۔"

"آپ مجھے بتائیں یہاں حالات کیسے ہیں؟"

"ایلیوشا کی حالت خاصی پتلی ہے، وہ یقیناً زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہے گا۔"

"کیا آپ کا واقعی یہی خیال ہے؟ کرامازوف، آپ کو میری رائے سے متفق ہونا پڑے گا کہ طبی پیشہ بہت رسوا ہو چکا ہے،" کولیا نے غصے سے لال پیلا ہو کر کہا۔

"ایلیوشا اکثر، خاص طور پر تب جب اس پر ہذیانی کیفیت طاری ہو، تمہارا ذکر کرتا رہتا ہے بلکہ خواب میں بھی تمہارا نام لیتا رہتا ہے۔ ظاہر ہے اسے تمہارے ساتھ بہت لگاؤ تھا یعنی اس واقعے... چاقو والے واقعے... کے پیش آنے سے پہلے... ایک وجہ اور بھی ہے... اتنا تو بتاؤ یہ کتا تمہارا ہے؟"

"ہاں۔ پیرزوان۔"

"ژچکا نہیں؟" ایلیوشا نے اس کی جانب دیکھا، دونوں کی نگاہیں پُرملال انداز سے ٹکرا گئیں۔

"کیا ژچکا واقعی غائب ہو چکا ہے؟"

"مجھے معلوم ہے آپ سب امید اور دعا کر رہے ہیں کہ ژچکا ایک روز آ جائے گا، میں اس بارے میں بہت کچھ سن چکا ہوں" کولیا پُراسرار انداز سے مسکرا دیا۔ "کرامازوف، سنو، میں سب کچھ بتائے دیتا ہوں ــــ میرے آنے کی اصل وجہ بھی یہی ہے اور اسی لیے میں نے دوسرے لڑکوں کے ذریعے آپ کو کہلوا بھیجا تھا کہ آپ یہاں آئیں تاکہ اندر جانے سے پہلے میں آپ کے سامنے ہر بات کی وضاحت کر سکوں۔" اس نے جوشیلے انداز سے کہنا شروع کیا۔ "دیکھیں، کرامازوف، ایلیوشا، موسم بہار میں ابتدائی درجے میں داخل ہوا تھا۔ ابتدائی درجہ کیسا ہوتا ہے، یہ کوئی راز کی بات نہیں: پھٹے پُرانے کپڑوں میں ملبوس چھوٹے چھوٹے شرارتی بچے جو دوسروں کو ڈرانے دھمکانے یا ان پر رعب جمانے کے لیے جتھے بنا لیتے ہیں، انہوں نے دق کرنے، ستانے اور نشانۂ تضحیک بنانے کے لیے جھٹ ایلیوشا کو منتخب کر لیا۔ میں اس سے دو جماعت آگے ہوں۔ چنانچہ میں یہ سب کچھ دور سے دیکھتا رہا یا یوں کہیں کہ میرا اس میں براہِ راست کوئی کردار نہیں تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ چھوٹا سا لڑکا ہے، نحیف و نزار بھی ہے لیکن وہ جھکنے کے لیے تیار نہیں تھا بلکہ وہ تو ان کے ساتھ دُو بدو مقابلہ بھی کرتا، وہ خوددار تھا، اس کی آنکھیں شعلے برساتی تھیں۔ مجھے اس قسم کے بچے پسند ہیں۔ لیکن وہ اسے اور زیادہ تنگ کرنے لگے۔ بڑا مسئلہ یہ تھا کہ اس کا لباس بالکل ہی بوسیدہ اور گیا گزرا ہوتا تھا، اس کی پتلون اٹنگی اور بے ڈھنگی ہوتی تھی اور اس کے جوتوں کے تلے یوں لگتے تھے کہ اب اکھڑے کہ اب اکھڑے۔ وہ ان چیزوں کی وجہ سے اسے چھیڑتے اور دق کرتے رہتے تھے۔ وہ ہر طریقے سے اس کی تذلیل کرتے اور اس کی خودداری کو ٹھیس پہنچاتے رہتے تھے۔ نہیں، مجھے ان کا یہ رویہ

بالکل پسند نہیں تھا۔ بہت جلد میں نے دخل اندازی کی اور ان کے خوب کان کھینچے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں جتنی زیادہ ان کی کھنچائی کرتا ہوں وہ مجھے اتنا ہی زیادہ سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ آپ شاید میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔" کولیا نے کسی قسم کی خفت محسوس کیے بغیر ذون کی لیتے ہوئے کہا۔ "خیر، مجموعی طور پر مجھے بچے بہت پسند ہیں۔ گھر پر میں اب بھی دو کی نگہداشت کرتا ہوں، یہاں جو میں تاخیر سے پہنچا ہوں اس کا سبب بھی وہی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے الیوشا کو تنگ کرنا چھوڑ دیا اور میں نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا۔ مجھے نظر آ گیا تھا کہ لڑکا خوددار ہے اور میں آپ کو بھی بتائے دے رہا ہوں کہ وہ واقعی خوددار ہے لیکن انجام کار میرے ساتھ اس کا رویہ کچھ اس قسم کا ہو گیا جیسے وہ میرا غلام ہو، وہ میری ہر خواہش کی تعمیل کرتا، میری باتیں یوں دھیان سے سنتا جیسے میں کوئی دیوتا ہوں اور میری نقل کرنے کی کوشش کرتا رہتا۔ سکول میں تفریح کے دورانیے میں وہ سیدھا میرے پاس آ جاتا اور ہم اکٹھے سیر گشت کرتے پھرتے، اتوار کو بھی۔ سکول میں لڑکے ہر اُس سینئر طالب علم پر آوازے کستے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں جو کسی جونیئر طالب علم سے اس قسم کی دوستی کر لیتا ہے۔ لیکن یہ محض تعصب ہے۔ اگر میں کسی جونیئر لڑکے کے ساتھ دوستی کرنا چاہتا ہوں تو اس سے آپ کو کیا، یہ میرا معاملہ ہے۔ کیا آپ کو مجھ سے اتفاق نہیں؟ میں اسے کچھ نہ کچھ سکھاتا ہی ہوں، اس کا ذہنی افق وسیع کرتا ہوں — آپ ہی بتائیں اگر میں اسے پسند کرتا ہوں، پھر اس کا ذہنی افق کیوں وسیع نہ کروں؟ بہرحال، کرامازوف، جب ان بچونگڑوں سے آپ کی میل ملاقات ہو گی تو آپ نوخیز نسل پر اثر انداز ہونا، ان کے افق وسیع کرنا، ان کے لیے مفید بننا چاہیں گے، چاہیں گے یا نہیں؟ مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ میں نے آپ کے بارے میں جتنی باتیں سنی ہیں، ان میں سے آپ کے کردار کا یہ پہلو مجھے سب سے زیادہ پسند آیا۔ خیر، میں اپنے موضوع کی طرف پلٹتا ہوں: میں نے دیکھا کہ مجھ میں ایک خاص قسم کی حساسیت آتی جا رہی ہے اور میں جذباتی ہونے لگا ہوں۔ ویسے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب سے میں اس دنیا میں آیا ہوں مجھے جذباتی خرافات سے سخت نفرت رہی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کے رویوں میں تضادات تھے: ایک طرف وہ خوددار تھا لیکن دوسری طرف وہ مجھ سے غلامانہ ارادت مندی کے ساتھ پیش آتا تھا — وہ مجھ سے غلامانہ ارادت مندی برتتا، پھر ایکا ایکی اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگتے اور وہ میرے ساتھ معقولیت سے پیش آنے سے انکار کر دیتا، مجھ سے جھگڑنے لگتا اور طیش میں آ جاتا۔ بعض اوقات میں اس کے سامنے ذرا مختلف قسم کے خیالات پیش کرنے لگتا، لیکن وہ ان خیالات سے بدک جاتا اور انہیں مسترد کر دیتا، لیکن مجھے صاف نظر آ جاتا کہ وہ میرے خیالات کے خلاف نہیں بلکہ میری ذات کے خلاف بغاوت کر رہا ہے کیونکہ میں نے اس کی چکنی چپڑی باتوں کو سرد مہرانہ انداز

سے مسترد کر دیا ہوتا تھا۔ چنانچہ اس کی چاہت میں جتنا زیادہ اضافہ ہوتا میرا رویہ اتنا ہی زیادہ سرد مہر ہو جاتا۔ میں اس قسم کی حرکت جان بوجھ کر، اپنے اعتقاد کی بنا پر، کرتا تھا۔ میں اس کی تربیت کرتا، اس کی خامیاں دور کرتا، اور اسے مرد بنانا چاہتا تھا... وغیرہ، آپ میرا مطلب سمجھ ہی گئے ہوں گے... مجھے وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہ ایک... درحقیقت دو یا تین — دن سے کھسیانا کھسیانا، اکھڑا اکھڑا، پریشان سا دکھائی دے رہا ہے۔ لیکن اس مرتبہ اس کی وجہ اس کا مجھ سے پیار نہیں تھا، بلکہ کچھ اور تھی، کوئی مضبوط تر، عمیق تر چیز۔ میں سوچنے لگا اسے کیا ہو گیا ہے۔ میں نے اس پر دباؤ بڑھایا تو اصل بات کا علم ہوا۔ وہ کسی نہ کسی طریقے سے آپ کے ابا (اس وقت وہ بقیدِ حیات تھے) کے ملازم سے، جس کا نام سمردیاکوف ہے، متعارف ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اور اس گر بے دم نے اسے ایک احمقانہ شرارت سکھا دی اور یہ بڑی ہی گھٹیا، ذلیل اور حیوانی شرارت ہے — اس میں ہوتا یہ ہے کہ آپ نرم و گداز ڈبل روٹی کا توس لیتے ہیں، اس میں پن (pin) چبھوتے ہیں اور اسے کسی آوارہ کتے کے آگے پھینک دیتے ہیں۔ اس قسم کا آوارہ کتا اتنا بھوکا ہوتا ہے کہ جو بھی چیز اس کے آگے رکھی جائے، وہ چبائے بغیر اسے پیٹ میں اتار لیتا ہے اور پھر آپ دیکھتے رہیں نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ چنانچہ ان لڑکوں نے توس لیا، اس میں سوئی چبھوئی اور جھبرے ژچکا کے آگے پھینک دیا، وہی جھبرا کتا جس سے اب سب پیار جتا رہے ہیں۔ یہ پھیرے دار کتا تھا لیکن اس کے مالک اسے کھانے کو کچھ نہیں دیتے تھے اور وہ سارا دن بے مقصد بھونکتا رہتا تھا۔ (کرامازوف، کیا آپ اس طرح احمقانہ انداز سے بھونکنے کو پسند کریں گے؟ مجھ سے تو برداشت نہیں ہوتا۔) خیر، کتا لپکا اور توس کو سالم نگل گیا، اور یوں بھونکنے لگا جیسے اسے بہت تکلیف ہو رہی ہو، پھر یوں لگا جیسے وہ باؤلا ہو گیا ہو۔ وہ کبھی ادھر بھاگتا اور کبھی اُدھر، اور پھر ایک سمت میں بھاگتا ہی چلا گیا اور غائب ہو گیا — یہ قصہ خود الیوشا نے مجھے بعینہٖ اسی طرح سنایا تھا۔ اس نے سب کچھ مان لیا تھا۔ وہ روئے جا رہا تھا، اس کا یہ رونا تھم ہی نہیں رہا تھا، وہ مجھ سے چمٹ جاتا اور اس کا سارا جسم کانپنے لگتا۔ 'وہ بھاگتا ہی چلا گیا، وہ باؤلا ہو گیا تھا' — وہ بار بار یہی کہے جا رہا تھا: یہ یاد اس کے ذہن پر آسیب کی طرح سوار ہو گئی تھی۔ خیر، میں سمجھ گیا کہ اب پشیمانی اس کی روح کو کترنے لگی ہے۔ میں نے اس معاملے پر پوری سنجیدگی سے توجہ دی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ میں اس کے سابقہ رویے کی بنا پر بھی اسے سبق سکھانا چاہتا تھا۔ میں مانتا ہوں کہ میں نے ذرا ہیرا پھیری سے کام لیا۔ ممکن ہے میں نے جھوٹ موٹ تنفر کا اس سے کہیں زیادہ اظہار کر دیا ہو جتنا کہ حقیقتاً مجھے محسوس ہوا تھا۔ 'تم نے بڑی بھیانک حرکت کی ہے،' میں نے اس سے کہا، 'تم انسان نہیں، خنزیر ہو۔ خیر، میں تمہارا بھانڈا تو نہیں پھوڑوں گا لیکن فی الحال میرا تمہارے ساتھ کوئی تعلق

بھی نہیں رہے گا۔ میں اس معاملے کے بارے میں سوچوں گا اور جب میں کوئی فیصلہ کر لوں گا کہ مجھے تمہارے ساتھ سابقہ تعلقات بحال کر لینا چاہئیں یا تمہارے ساتھ ہمیشہ کے لیے کٹّی کر لینا چاہیے، تو میں تمہیں سموروف کے ذریعے مطلع کر دوں گا (سموروف وہی لڑکا ہے جو آج میرے ساتھ یہاں آیا ہے، وہ ہمیشہ میرا پرستار رہا ہے)۔ ویسے تم ہو پورے سؤر۔' میں نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے اس سے کہا۔ اس کا اس پر زبردست اثر ہوا۔ مجھے اقرار ہے کہ اس وقت مجھے محسوس ہوا تھا کہ میں شاید کچھ زیادہ ہی سختی کر رہا ہوں، لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اس وقت میں نے وہی کیا جو مجھے مناسب معلوم ہوا۔ اگلے روز میں نے سموروف کی وساطت سے اسے پیغام بھیج دیا کہ آئندہ میں اس سے کوئی کلام نہیں کروں گا۔ جب ہمارے سکول میں دو دوستوں کے مابین کٹ پٹ ہو جاتی ہے، عام طور پر وہ یہی کہتے ہیں۔ میرا ارادہ تھا کہ میں صرف ایک دو دن کے لیے اس کے ساتھ کٹّی کروں گا اور جب وہ ندامت کا اظہار کر دے گا، اس سے دوبارہ صلح کر لوں گا۔ یہ میرا پختہ عزم تھا۔ مگر آپ کے خیال میں اس نے کیا کیا ہوگا؟ سموروف نے جو کچھ کہنا تھا، وہ اس نے سنا، پھر اس کی آنکھوں سے شعلے برسنے لگے اور وہ چلا چلا کر کہنے لگا، 'کراستوکن کو میری طرف سے بتا دو کہ میں قصبے کے سارے کتوں کے آگے پن گھسی ڈبل روٹیاں ڈال دوں گا، کر لو جو کرنا ہے۔' 'آہا!' میں نے اپنے دل میں کہا، 'آخر بغاوت کی بو آ ہی گئی، مجھے اسے پاؤں تلے کچلنا ہوگا' اور میں اس کے ساتھ انتہائی حقارت سے پیش آنے لگا؛ جب کبھی ہمارا سامنا ہوتا، میں اپنا منہ دوسری طرف کر لیتا یا پھر طنزیہ انداز سے مسکرانے لگتا۔ پھر اس کے باپ کے ساتھ وہ واقعہ پیش آ گیا: آپ کو جھانواں یاد ہے؟ آپ اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ طیش کھانے پر کتنا مائل رہتا تھا۔ جب دوسرے لڑکوں نے دیکھا کہ میں نے اس سے قطع تعلق کر لیا ہے تو انہوں نے اس کے خلاف محاذ بنا لیا اور 'جھانواں، جھانواں' کہہ کر اسے چھیڑنے لگے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب ان کی آپس میں لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ مجھے یہ لڑائیاں قطعاً پسند نہیں تھیں اور میں ان پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا تھا کیونکہ قرائن سے یہی نظر آیا تھا کہ وہ ایک آدھ بار اسے واقعی بری طرح مار پیٹ چکے ہیں۔ پھر ایک موقع پر وہ کھیل کے میدان میں ان پر چڑھ دوڑا۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت وہ ابھی ابھی اپنی کلاسوں سے باہر آئے تھے؛ میں ان سے محض دس قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا اور انہیں دیکھ رہا تھا۔ اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ مجھے ہنسی نہیں آئی تھی۔ اس کے برعکس مجھے تو اس پر بڑا ترس آنے لگا تھا اور اگر ایک آدھ پل اور گزر جاتا، میں یقیناً اس کے دفاع کے لیے آگے بھاگ پڑتا۔ لیکن اچانک اس کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ پتا نہیں اس کے دل میں کیا تھا مگر اس نے تیزی سے چاقو جیب سے نکالا اور ایکا ایکی مجھ پر حملہ کر دیا، اس کا چاقو، میری ران، یہاں، میری دائیں ران میں

کھب گیا۔ میں اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہلا۔ کرامازوف، مجھے آپ کو بتانے میں کوئی عار نہیں کہ بعض اوقات میں بہت بہادر بن جاتا ہوں۔ میں نے اس پر محض حقارت کی نظر ڈالی جیسے اس سے کہہ رہا ہوں: 'میں تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا رہا ہوں، کیا تم اس کے بدلے میں ایک بار پھر مجھے چاقو نہیں مارو گے؟ لو، مارو، میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔' مگر اس نے دوبارہ چاقو گھونپنے کی کوشش نہ کی: اس کی بجائے اس کی ہمت جواب دے گئی، وہ خوف زدہ ہو گیا، اس نے چاقو پھینک دیا، زار و قطار رونے لگا اور پھر وہاں سے بھاگ گیا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں نے اس کے خلاف شکایت نہیں کی اور میں نے باقی لڑکوں کو بھی سمجھا دیا کہ وہ اپنے منہ بند رکھیں تاکہ اساتذہ کو کچھ معلوم نہ ہو سکے — اور جب تک زخم ٹھیک نہ ہو گیا، میں نے اپنی ماں کو بھی اس کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ بہرحال زخم کوئی خاص نہیں تھا، صرف ہلکی سی خراش تھی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ اسی روز اس نے لڑکوں کو پتھر مارے تھے اور آپ کی انگلی چبا ڈالی تھی — لیکن آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ تب اس کی ذہنی کیفیت کیا تھی! خیر، ان حالات میں میں کیا کرتا؟ میں احمق تھا! جب وہ بیمار پڑا، میں اسے معاف کرنے یعنی اس سے صلح کرنے نہ آیا اور اب مجھے اس کا افسوس ہو رہا ہے۔ لیکن اس وقت میرے پاس اس کی وجوہ تھیں۔ خیر، یہ ہے سارا قصہ... اور میرا خیال ہے میں نے خاصی حماقت کا ثبوت دیا...''

''اُف، کتنے افسوس کی بات ہے،'' الیوشا نے قدرے ملول ہوتے ہوئے کہا، ''کہ اس سے پہلے مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ ازیں پیشتر تمہارے الیوشا کے ساتھ کس قسم کے تعلقات تھے ورنہ میں تمہیں بہت پہلے مل چکا ہوتا اور تمہیں کہہ چکا ہوتا، 'غصہ تھوک دو، اب میرے ساتھ اسے ملنے چلو۔' میرا یقین کرو کہ جب وہ بخار میں پھنک رہا تھا اور اس پر ہذیانی کیفیت طاری ہو چکی تھی، وہ تمہارے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ مجھے واقعی معلوم نہیں تھا وہ تم سے کتنا پیار کرتا ہے! اور کیا تم اس ژچکا کو واقعی تلاش نہیں کر سکتے؟ اس کا باپ اور تمام لڑکے اسے سارے قصبے میں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ سنو، وہ جب سے بیمار ہوا ہے، وہ میری موجودگی میں اپنے باپ کو تین مرتبہ بتا چکا ہے: 'میں بیمار ہی اس لیے ہوا ہوں کیونکہ میں نے ژچکا کو مار ڈالا ہے، خداوند مجھے سزا دے رہا ہے۔' اس خیال کو اس کے دماغ سے نکالنا ناممکن ہو چکا ہے! کاش کوئی اس ژچکا کو ڈھونڈ لائے اور اسے جتا سکے کہ وہ مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔ میرا خیال ہے پھر وہ اسی اطمینان سے صحت یاب ہو جائے گا۔ ہم سب تم پر انحصار کر رہے ہیں۔''

''مجھے بتائیں آپ لوگوں کو کیوں امید ہے کہ میں ژچکا کو ڈھونڈ نکالوں گا، خاص طور پر میں ہی کیوں؟'' کولیا نے بڑے تجسس سے پوچھا۔ ''آپ لوگ کسی دوسرے کی بجائے مجھ پر کیوں انحصار

کر رہے ہیں؟"

"افواہ گشت کر رہی تھی کہ تم اسے ڈھونڈ رہے ہو اور جب وہ تمہیں مل جائے گا تو تم اسے یہاں لے آؤ گے۔ سموروف کچھ اسی قسم کی بات کہہ رہا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے ہم اسے چپل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ژیکا زندہ ہے اور یہ کہ اسے کہیں دیکھا جا چکا ہے۔ لڑکے کہیں سے ایک جیتا جاگتا خرگوش پکڑ لائے لیکن اس نے اس پر محض ایک نظر ڈالنے پر اکتفا کیا، ذرا سا مسکرایا اور ہم سے کہا کہ اسے کسی کھیت میں چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ ہم نے یہی کیا۔ اس کا باپ ابھی ابھی کہیں سے ماسٹف کا پلا لایا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اس سے وہ خاموش ہو جائے گا لیکن اس کا اثر الٹا ہوا ہے..."

"کرامازوف، یہ تو بتائیں: اس کا باپ کس قسم کا شخص ہے؟ میں اسے جانتا ہوں لیکن اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا وہ مسخرہ ہے، نقال ہے، بھانڈ ہے؟"

"ارے نہیں، بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو چیزوں اور واقعات کو شدت سے محسوس کرتے ہیں لیکن بہرحال نظر کچھ یوں آتے ہیں جیسے کسی نہ کسی طور پر شکست خوردہ ہوں۔ ان کی مسخرگی ان لوگوں کے خلاف ایک قسم کی کینہ توز طنز ہوتی ہے جن کے سامنے وہ براہِ راست سچ بولنے کی ہمت نہیں پاتے کیونکہ ان لوگوں کے ہاتھوں ان کی تذلیل ہوئی ہوتی ہے اور وہ ان کی دھمکیوں سے مرعوب ہو چکے ہوتے ہیں۔ کراسوتکن، میری بات کا یقین کرو کہ اس قسم کی مسخرگی بعض اوقات غیر معمولی طور پر اور صحیح معنوں میں الم ناک ہوتی ہے۔ اب اس کا سب کچھ الیوشا پر مرکوز ہو چکا ہے اور اگر اس کا الیوشا اسے داغِ مفارقت دے گیا وہ یا تو غم سے پاگل ہو جائے گا یا خودکشی کر لے گا۔ جب بھی میں اس کی جانب دیکھتا ہوں، مجھے اس کا یقین ہو جاتا ہے!"

"کرامازوف، آپ کا مطلب کیا ہے، میرا خیال ہے میں سمجھ گیا ہوں۔ صاف ظاہر ہے آپ انسانی فطرت کو خوب سمجھتے ہیں۔" کولیا نے جذباتی ہو کر خلوص سے کہا۔

"لیکن جب میں نے تمہیں کتے کے ہمراہ دیکھا تھا، میرے دل میں خیال آیا تھا تم ژیکا کو لے آئے ہو۔"

"کرامازوف، دنیا بہ امید قائم۔ آپ بھی مایوس نہ ہوں، شاید ہم اب بھی ژیکا کو ڈھونڈ نکالیں گے لیکن یہ ــــ ژیکا نہیں، چیزوان ہے۔ میں اسے ان کے کمرے میں چھوڑ دوں گا اور غالباً یہ ماسٹف کے پلے کی نسبت الیوشا کی زیادہ دل جوئی کر سکے گا۔ کرامازوف، تھوڑا سا انتظار کریں، ہم (اس مشکل کا) کچھ نہ کچھ حل ڈھونڈ لیں گے۔ اف، خدایا! مجھے یقین ہے آپ واپس اندر جانا چاہتے ہوں گے۔" کولیا نے اچانک عجلت سے کہا۔ "اتنی سردی ہے اور آپ نے اوور کوٹ بھی نہیں

پہنا ہوا! ادھر میں ہوں کہ آپ کو باتوں میں لگا رکھا ہے۔ دیکھا آپ نے میں کتنا بڑا انا پرست ہوں! اخ، کرامازوف، انا پرست تو ہم بھی ہوتے ہیں!"

"فکر نہ کرو۔ سردی ضرور ہے لیکن مجھے آسانی سے زکام نہیں ہوتا۔ یوں ہمیں بہر طور اندر چلنا ہی چاہیے۔ ویسے تمہارا نام کیا ہے؟ مجھے معلوم ہے یہ کولیا ہے لیکن کولیا کیا؟"

"نکولائی ایوانوف کراسوتکن یا جیسا کہ سرکاری طور پر کہا جاتا ہے، کراسوتکن جونیئر۔" کولیا کو اچانک ہنسی آ گئی، پتا نہیں کس بات پر، مگر اس نے یک لخت پینترا بدلا اور کہنے لگا، "ویسے مجھے اپنے نام 'نکولائی' سے نفرت ہے۔"

"کیوں؟"

"یہ احمقانہ ہے، اس میں بڑی بناوٹ ہے..."

"بارہ کے ہو نا؟" الیوشا نے پوچھا۔

"نہیں، درحقیقت چودہ کا، دو ہفتوں میں چودہ (8) کا ہو جاؤں گا۔ میں اپنی ایک کمزوری کا ابھی اور اسی وقت ــــ اقرار کر لینا چاہتا ہوں تاکہ آپ جھٹ پٹ میرے کردار کو سمجھ سکیں: مجھے یہ قطعاً پسند نہیں کوئی شخص مجھ سے میری عمر پوچھے اور اگر کوئی پوچھ بیٹھے تو مجھے اس سے نفرت محسوس ہونے لگتی ہے، ویسے نفرت کوئی سخت لفظ نہیں ہے اور ہاں آخر میں چلتے چلتے یہ بھی بتاتا چلوں... میرے متعلق ایک ہتک آمیز افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ میں نے گزشتہ ہفتے ابتدائی جماعتوں کے لڑکوں کے ساتھ مل کر 'راہزن، راہزن' کا کھیل کھیلا تھا۔ یہ سچ ہے کہ میں نے یہ کھیل کھیلا تھا لیکن اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ کھیل اپنی تفریحِ طبع کے لیے کھیلا تھا، تو وہ مجھ پر بہتان طرازی کا مرتکب ہو گا۔ میرے پاس یقین کرنے کی وجہ موجود ہے کہ یہ افواہ آپ کے کانوں تک پہنچ چکی ہے، مگر میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ میں نے اس کھیل میں شرکت اپنی نہیں بچوں کی خاطر کی تھی کیونکہ میرے بغیر وہ خود کچھ سوچنے کے اہل نہیں۔ اس قصبے میں افواہیں اسی طرح پھیلتی ہیں۔ میں آپ کو یقین سے بتا سکتا ہوں کہ یہاں کے لوگ افواہوں اور اناپ شناپ باتوں میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔"

"اگر تم نے یہ کھیل محض تفریح کی خاطر کھیلا ہو، پھر کیا فرق پڑتا ہے؟"

"تفریح کی خاطر؟... آپ (بڑے ہو کر) گھوڑا، گھوڑا تو نہیں کھیلیں گے؟"

"دیکھو، اس معاملے پر ذرا اس طرح غور کرو۔" الیوشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ایک مثال لو: بالغ حضرات تھیٹر جاتے ہیں، وہاں وہ ہر قسم کے ہیروؤں کے کارنامے اور مہمیں سٹیج پر پیش کرتے ہیں ــــ بعض اوقات ڈاکو، لٹیرے اور رہزن اور لڑائیاں بھی دکھائی جاتی ہیں ــــ اپنے طریقے سے

ہی سہی، لیکن بات تو وہی ہوئی نا؟ چنانچہ کھیل کھیل میں اگر بعض بچے فوجی یا رہزن بن جاتے ہیں تو اس میں ہرج کی کیا بات ہے؟ تم کہہ سکتے ہو کہ یہ ایک قسم کا آرٹ ہے، خواہ یہ کتنا ہی ابتدائی یا بھونڈی قسم کا کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ نوجوان اذہان میں آرٹ کی جو طلب ہوتی ہے، یہ اس کا ابتدائی اظہار ہے۔ اکثر اوقات بچوں کے ان کھیلوں کو تھیٹر کے کھیلوں کی نسبت کہیں زیادہ بہتر انداز سے منظم کیا جاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ تھیٹر میں جو اداکار کام کرتے ہیں، انہیں دیکھنے کے لیے تماشائی جاتے ہیں؛ اس کے برعکس بچوں کے کھیلوں میں بچے خود ہی اداکار ہوتے ہیں (اور خود ہی تماشائی)۔ تاہم وہ جو کچھ کرتے ہیں، بالکل فطری انداز سے کرتے ہیں۔"

"کیا آپ حقیقتاً یہی سمجھتے ہیں؟ کیا آپ کی دیانتدارانہ رائے واقعی یہی ہے؟" کولیا نے اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے ابھی ابھی جو کچھ کہا ہے، وہ بہت دلچسپ ہے؟ جب میں گھر جاؤں گا، میں اس بارے میں خوب اچھی طرح غور و فکر کروں گا۔ میں مانتا ہوں کہ مجھے یہی توقع تھی کہ میں آپ سے کچھ نہ کچھ ضرور سیکھوں گا۔ کرامازوف، میں آپ سے کچھ سیکھنے آیا تھا۔" کولیا نے شگفتہ انداز سے دل کی بات زبان پر لا کر کہا۔

"اور میں تم سے۔" الیوشا مسکرانے اور اس کے ساتھ ہاتھ ملانے لگا۔

کولیا الیوشا سے بہت خوش تھا۔ جس چیز نے اسے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھی کہ موخرالذکر نے اس کے ساتھ جو رویہ اپنایا تھا، وہ بالکل برابری کا تھا اور اس نے اس کے ساتھ یوں گفتگو کی تھی جیسے وہ کوئی "واقعی بالغ شخص" ہو۔

"کرامازوف، میں آپ کو ایک آدھ کرتب اور ایک آدھ تھیٹرانہ چیز دکھاؤں گا۔" اس نے گھبرائے گھبرائے انداز سے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں بالکل اسی کام کے لیے یہاں آیا ہوں۔"

"پہلے ہم بائیں جانب مالکۂ مکان کے فلیٹ کی طرف جائیں گے۔ باہر سے آنے والے اپنے اوور کوٹ وغیرہ وہیں اتارتے ہیں کیونکہ کمرا چھوٹا اور بہت گرم ہے۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ میں زیادہ دیر ٹھہرنا نہیں چاہتا۔ میں اپنا اوور کوٹ پہنے رہوں گا اور ایسے ہی اندر چلا جاؤں گا۔ پیریزوان یہیں استقبالیے میں ٹھہرا رہے گا اور یوں بن جائے گا جیسے سو رہا ہو۔ پیریزوان، بیٹھ، یوں لیٹ جاؤ جیسے تمہاری موت واقع ہو گئی ہو! دیکھا آپ نے، یہ مر گیا ہے۔ پہلے میں اندر جا کر صورت حال کا جائزہ لوں گا اور پھر صحیح موقع پر سیٹی بجا کر اس سے کہوں گا، 'پیریزوان، بیٹھ، ادھر!' اور آپ دیکھیں گے کہ یہ یوں بھاگتا آئے گا جیسے باؤلا ہو گیا ہو۔ تاہم میں اس بات کا خیال رکھوں گا کہ سموروف صحیح وقت پر دروازہ کھولنا نہ بھولے۔ پھر میں آپ کو اپنا کرتب دکھاؤں گا..."

5

الیوشا کے پلنگ کے آس پاس

جس کمرے میں ریٹائرڈ سٹاف کیپٹن سنگریوف کا خاندان رہائش پذیر تھا، قارئین اس سے پہلے ہی واقف ہو چکے ہیں۔ جس وقت الیوشا اور کولیا اندر داخل ہوئے، اس میں تازہ ہوا کی کمی اور جگہ کی تنگی محسوس ہونے لگی تھی کیونکہ وہاں لوگوں کی اچھی خاصی بھیڑ جمع ہو چکی تھی۔ متعدد لڑکے الیوشا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اگرچہ سموروف کی طرح وہ بھی کے بھی یہ ماننے سے انکار کرنے پر تیار تھے کہ الیوشا کے ساتھ ان کی صلح کرانے میں الیوشا کا کوئی ہاتھ ہے تاہم اصل صورت حال یہی تھی۔ اس نے یہ کام یوں سرانجام دیا تھا کہ وہ ایک ایک لڑکے کو کچھ اس طرح اپنے ساتھ لاتا رہا جیسے وہ اتفاق سے وہاں آ گیا ہو اور اس کی آمد میں کسی قسم کی "احمقانہ جذباتیت" کا کوئی دخل نہ ہو۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ الیوشا کی اذیت میں خاصی تخفیف ہو گئی۔ ان لڑکوں کی، جو پہلے اس کے دشمن ہوا کرتے تھے، تقریباً پُر مہر دوستی اور ہمدردی کو دیکھ کر اس کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ صرف ایک یعنی کراسوتکن نے ابھی تک اپنی شکل نہیں دکھائی تھی اور اس کی یہ عدم آمد اس کے دل پر بہت بڑا بوجھ بنی ہوئی تھی۔ دوسری یادوں کے مقابلے میں جو واحد یاد اس کے لیے سوہانِ روح بن چکی تھی، وہ اس واقعے کی تھی جب اس نے اپنے اکلوتے سابق دوست اور حامی پر چاقو سے حملہ کیا تھا۔ تیز طرار اور نوخیز سموروف کو، جس نے الیوشا کے ساتھ صلح کرنے میں پہل کی تھی، اس چیز کا علم تھا۔ لیکن جب اس نے کراسوتکن کو گول مول انداز سے بتایا کہ الیوشا اس سے ملنا اور اس سے "کسی معاملے کے بارے میں" بات کرنا چاہتا ہے تو کراسوتکن نے اسے ڈانٹ دیا اور اسے یہ ہدایت دے کر صلح کی تمام کوششوں کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا کہ وہ فوراً "کرامازوف" کے پاس جائے اور اسے بتا دے کہ وہ (کولیا) خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیے، اسے کسی شخص کے مشورے کی ضرورت نہیں اور اگر کبھی اس نے بیمار لڑکے کی عیادت کا ارادہ کیا تو وہ یہ فیصلہ خود کرے گا کہ اسے یہ کام کب کرنا چاہیے کیونکہ اس معاملے میں اس کی اپنی رائے ہے۔ یہ اس اتوار سے دو ہفتے پہلے کی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الیوشا خود کولیا کے ہاں نہیں گیا تھا حالانکہ اس سے پہلے اس کا بھی ارادہ تھا، تاہم اس عرصے کے دوران میں وہ سموروف کو دو مرتبہ کراسوتکن سے ملاقات کی غرض

سے بھیج چکا تھا۔ لیکن کراسوتکن نے دونوں مواقع پر انتہائی پُرعزم اور روکھے پھیکے انداز سے انکار کر دیا تھا اور اس کے ساتھ اس نے انہیں خبردار کر دیا تھا کہ اگر الیوشا اسے ملنے آیا تو وہ الیوشا کے ہاں کبھی نہیں جائے گا، چنانچہ انہیں چاہیے کہ وہ اسے تنگ کرنا چھوڑ دیں۔ آخری لمحے تک بھی سموروف کو علم نہیں تھا کہ کولیا اس صبح الیوشا کے ہاں جانے کا فیصلہ کر چکا ہے اور صرف گزشتہ رات سموروف کو خدا حافظ کہنے سے پہلے کولیا نے اچانک اسے مطلع کیا تھا کہ وہ صبح اپنے گھر پر اس کا انتظار کرے کیونکہ وہ دونوں اکٹھے سنگریوفوں کے ہاں جائیں گے لیکن اسے اس معاملے کی کسی کے بھی کانوں میں بھنک تک نہیں پڑنے دینا چاہیے کیونکہ وہ اپنی آمد کو غیر متوقع بنانا چاہتا تھا۔ سموروف نے اس کی خواہش کی تعمیل کر دی تھی۔ گم شدہ ژوچکا کو تلاش کرنے کا خیال اسے کراسوتکن کے ایک اتفاقیہ جملے کو سن کر آیا تھا: "اگر کتا زندہ ہے اور وہ اسے ڈھونڈنے میں ناکام رہے، تو وہ سب کے سب گدھے ہوں گے۔" لیکن جب سموروف نے مناسب موقع دیکھتے ہوئے ایک بار اس سے ڈرتے جھجکتے کتے کے بارے میں پوچھا تو کراسوتکن کا پارہ چڑھ گیا اور اس نے دہاڑتے ہوئے کہا: "جب میرے پاس پیریزوان موجود ہے، پھر میری کوئی مت ماری گئی ہے کہ میں کسی دوسرے کتے کی تلاش میں سارے قصبے میں مارا مارا پھروں اور تمہارا کیا خیال ہے کہ پن نگلنے کے بعد کوئی کتا اب تک زندہ رہ سکتا ہے؟ یہ محض خام خیالی ہے!"

دریں اثنا دو ہفتے بیت گئے لیکن اس عرصے کے دوران میں الیوشا شاید ہی کبھی الیوتوں کے نیچے اپنے بستر سے باہر نکلا ہوگا۔ وہ اس روز سے، جب اس کی الیوشا سے ملاقات ہوئی اور اس نے اس کی انگلی چبا ڈالی تھی، سکول نہیں گیا تھا۔ اس کی بیماری کا آغاز اسی دن سے ہو گیا تھا، ویسے وہ ایک مہینہ محدود سے چند مواقع پر اپنے بستر سے اٹھنے اور کسی نہ کسی طرح رینگتے، لڑکھڑاتے اور تھرتھراتے رہائشی کمرے اور استقبالیے کے چند چکر لگانے میں کامیاب ہوتا رہا تھا۔ لیکن انجام کار وہ اتنا کمزور ہو گیا کہ اس کے لیے اپنے باپ کی مدد کے بغیر ہلنا جلنا ناممکن ہو گیا۔ اس کا باپ جو کچھ ممکن ہوتا، اس کے لیے کرتا لیکن اسے وہ کافی نہ سمجھتا اور مزید کچھ کرنے کے لیے ہر دم آمادہ رہتا ـــــ اس نے اس کی خاطر شراب نوشی بھی مکمل طور پر ترک کر دی تھی ـــــ اور اس خوف سے کہ اس کا نوعمر بیٹا موت کے منہ میں جا رہا ہے، اس کا دماغ تقریباً ماؤف ہو چکا تھا اور وہ اکثر، خاص طور پر اسے سہارا دے کر چند قدم چلانے اور دوبارہ بستر پر لٹانے کے بعد یک دم استقبالیے میں بھاگ جاتا اور کسی اندھیرے کونے میں دیوار کے ساتھ سر لگانے کے بعد بالکل ہمت ہار بیٹھتا، روتے روتے اس کی ہچکی بندھ جاتی لیکن وہ اپنی سسکیوں کی آوازیں بلند نہ ہونے دیتا کہیں وہ اس کے ایلیوشیکا کے کانوں میں پڑ جائیں۔

کمرے میں واپس آنے کے بعد وہ عام طور پر اپنے محبوب بیٹے کو دلاسا دینے اور اس کی توجہ ادھر اُدھر کی چیزوں پر مرکوز کرانے کی کوششوں میں مصروف ہو جاتا۔ وہ اسے پریوں کی کہانیاں، لطیفے، چٹکلے اور دلچسپ واقعات سناتا، مختلف ہنسنے ہنسانے والے لوگوں کی، جن سے کسی زمانے میں اس کی ملاقاتیں ہوتی رہی تھیں، نقلیں اتارتا بلکہ وہ جانوروں کی چیخیں اور دوسری آوازیں بھی نکالتا۔ لیکن جب الیوشا اپنے باپ کو اچھل کود کرتے اور یوں اپنے آپ کو بے وقوف بناتے دیکھتا تو اسے نفرت سی ہونے لگتی۔ اگرچہ لڑکا اس حقیقت کو چھپانے کی کوشش کرتا کہ اسے یہ سب کچھ ناگوار گزرتا ہے، تاہم اسے یاد آتا کہ اس کے باپ کی سرعام توہین ہوئی تھی، اسے بار بار اور مسلسل "مجانواں" کہا جاتا رہا ہے اور اس "بھیانک روز" اور بھی بہت کچھ ہوا تھا، چنانچہ جب یہ سب یادیں اس کے ذہن میں آتیں تو اسے سخت اذیت پہنچتی (اور وہ اپنے باپ کا دکھ درد سمجھ جاتا)۔

الیوشیکا کی خاموش طبع، مسکین فطرت اور اپاہج بہن نینوچکا کو بھی اپنے باپ کا مسخروں جیسی حرکتیں کرنا پسند نہیں تھا (واروارا نکولاونا کئی دن پہلے سینٹ پیٹرز برگ واپس جا چکی تھی تاکہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکے۔) اس کے برعکس اس کی بلّی اماں جب بھی اپنے شوہر کو کوئی نقل اتارتے یا کوئی مضحکہ خیز حرکت کرتے دیکھتی تو بے حد محظوظ ہوتی اور ہنس ہنس کر دوہری ہو جاتی۔ اسے تسلی دلاسا دلانے کا یہی واحد طریقہ تھا، ورنہ اس کا باقی وقت رونے دھونے اور شکوے شکایتیں کرنے میں صرف ہوتا کہ اب وہ کسی کو یاد نہیں رہی، اس کی عزت نہیں ہوتی، اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی جاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن معلوم ہوتا تھا کہ گزشتہ چند ایام کے دوران میں وہ بھی کاملاً تبدیل ہو گئی ہے۔ وہ اکثر الیوشا کو کونے میں پڑے دیکھتی رہتی اور سوچوں میں مستغرق ہو جاتی۔ وہ پہلے کی نسبت کہیں زیادہ چپ رہنے لگی تھی اور اگر روتی بھی تو چپکے چپکے تاکہ اس کی سسکیوں کی آواز کسی کو بھی سنائی نہ دے سکے۔ سٹاف کیپٹن کو اس تبدیلی پر اچنبھا بھی ہوا اور اس نے اپنے دل میں کڑواہٹ بھی محسوس کی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ شروع میں اس کی اہلیہ لڑکوں کی مسلسل آمد و رفت پر بھڑک سی گئی تھی اور ان کی موجودگی میں اکثر کڑھتی اور جھنجھلاتی رہتی تھی، لیکن بعد میں اسے لڑکوں کی پُرمسرت چیخ چہاڑ اور کہانیوں میں لطف آنے لگا اور انجام کار وہ ان کی اتنی شیدائی ہو گئی کہ اگر کسی وجہ سے ان کا آنا جانا بند ہو جاتا تو اسے ان کی عدم موجودگی بے حد کھلتی۔ جب بھی لڑکے کوئی واقعہ یا کوئی اور چیز بیان کرنے لگتے یا کوئی کھیل شروع کرتے، وہ ہنسنے اور تالیاں بجانے لگتی۔ وہ ہاتھ کے اشارے سے بعض لڑکوں کو بلاتی اور ان کے بوسے اور بلائیں لینے لگتی۔ سموروف خاص طور پر اس کا چہیتا تھا۔

جہاں تک سٹاف کیپٹن کا تعلق ہے، جب سے الیوشا کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر لڑکوں کی

آمدورفت شروع ہوئی تھی اس کا دل وفورِ مسرت سے لبریز ہونے لگا تھا بلکہ اسے تو یہ بھی امید ہونے لگی تھی کہ اب الیوشا کا کڑھنا اور گھلنا بند ہو جائے گا اور یوں وہ غالباً تیزی سے صحت یاب ہو جائے گا۔ اسے الیوشا کے متعلق جو دھڑکا لگا رہتا تھا، اس کے باوجود اسے بالکل حال تک ایک لمحے کے لیے بھی کبھی گمان نہیں ہوا تھا کہ اس کا ننھا کبھی صحت یاب نہیں ہو سکے گا، بلکہ اسے پختہ یقین تھا کہ وہ ایک روز خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ اپنے نوخیز مہمانوں کا گرم جوشی سے استقبال کرتا تھا، ان کی بڑھ چڑھ کر خاطر تواضع کرتا تھا، انہیں جس چیز کی بھی ضرورت محسوس ہوتی، اسے فراہم کرنے میں کسی بخل سے کام نہیں لیتا تھا اور اگر اس کا بس چلتا، تو وہ انہیں پیٹھ پر بھی اٹھائے ادھر ادھر گھماتا پھراتا— اور سچ پوچھیں تو وہ یہ کرنے بھی لگا تھا— لیکن الیوشا کو اس قسم کے کھیل پسند نہیں تھے اور یوں انہیں ترک کر دیا گیا۔ وہ ان کے لیے تحائف، بسکٹ، خشک میوے وغیرہ خریدنے اور ان کے لیے چائے اور سینڈوچ بنانے لگا۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس عرصے کے دوران میں اسے روپے پیسے کی کوئی قلت پیش نہ آئی۔ اس نے کاتریناایوانوونا کے دو سو روبل بالکل اسی طرح قبول کر لیے تھے جس کی الیوشا نے پیشگوئی کی تھی اور جب کاتریناایوانوونا کو ان کے ناگفتہ بہ حالات اور الیوشا کی بیماری کے متعلق مزید معلومات ملیں، وہ خود ان کے گھر آئی، تمام افراد خانہ سے ملی اور کسی نہ کسی طرح سٹاف کیپٹن کی پگلی بیوی کو بھی مسحور کرنے میں کامیاب ہو گئی اور سٹاف کیپٹن، جس کے دل میں اب یہ خوف آسیب بن کر سوار ہو چکا تھا کہ اس کا بیٹا اسے عنقریب داغِ مفارقت دینے والا ہے، اپنا سابقہ پندار بھول گیا اور مسکنت سے اس کی خیرات قبول کرنے لگا۔

اس سارے عرصے کے دوران میں کاترینا ایوانوونا کی درخواست پر ڈاکٹر ہرزن سٹوب باقاعدگی سے ہر دوسرے دن بیمار لڑکے کا معائنہ کرنے آتا رہا۔ اگرچہ وہ لڑکے کو بے رحمی سے دوا پر دوا کھلاتا اور پلاتا رہا مگر اس کی آمدورفت کا کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ لیکن اس روز یعنی اس اتوار کی صبح سٹاف کیپٹن ماسکو سے ایک نئے ڈاکٹر کی آمد کا منتظر تھا جہاں وہ ایک قسم کی نامور شخصیت تھا۔ کاتریناایوانوونا نے خاصی بڑی رقم خرچ کر کے اسے خاص طور پر ماسکو سے بلایا تھا— الیوشیچکا کی خاطر نہیں بلکہ ایک اور وجہ سے جس کا ذکر بعد میں مناسب مقام پر آئے گا— چونکہ وہ آ چکا تھا، وہ اس سے درخواست کر چکی تھی کہ وہ لگے ہاتھوں الیوشیچکا کا معائنہ بھی کر آئے اور وہ اس کی اطلاع پیشگی سٹاف کیپٹن کو دے چکی تھی۔ ادھر سٹاف کیپٹن کولیا کراسوتکن کی آمد کے بارے میں بالکل بے خبر تھا جس کے متعلق اس کا الیوشیچکا اتنا پریشان ہوتا رہا تھا، چنانچہ وہ خود بھی مدتوں سے یہی چاہنے لگا تھا کہ لڑکا آ ہی جائے تو بہتر ہے۔

عین اس وقت جب کراسوتکن نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوا، سٹاف کیپٹن اور

دوسرے لڑکوں نے بیمار لڑکے کے بستر کے گرد بھیڑ لگا رکھی تھی اور ماسٹف کے انگشت برابر پلّے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے جو گزشتہ روز ہی پیدا ہوا تھا لیکن جس کا آرڈر سٹاف کیپٹن ایک ہفتہ پہلے دے چکا تھا تاکہ الیوشیچکا کا، جو ابھی تک ژچکا کی گمشدگی اور مبینہ موت کا افسوس کر رہا تھا، دھیان بٹایا اور اس کی کچھ ڈھارس بندھائی جا سکے۔ الیوشا کو تین دن سے معلوم تھا کہ اسے ایک پلّا ملنے والا ہے— اور پلّا بھی کوئی معمولی پلّا نہیں بلکہ اصلی ماسٹف ہوگا (ویسے یہ بات اپنے طور بے حد اہم تھی)— اگرچہ اس نے اشاروں کنایوں میں بتا دیا تھا کہ تحفہ پا کر اسے بہت خوشی ہوگی کیونکہ وہ ناشکرا ہونے کا تاثر نہیں دینا چاہتا تھا، لیکن اس کا باپ اور لڑکے دونوں اچھی طرح جانتے تھے کہ نئے کتے نے بدقسمت ژچکا کی یاد کو، جسے اس نے اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، مزید شدت سے تازہ کر دیا ہے۔ پلّا بستر پر پڑا تھا اور بڑی ملائمت سے اس کے جسم پر اپنی ناک رگڑ رہا تھا اور وہ اپنے چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجائے اپنے گوشت پوست سے محروم سفید لاغر ہاتھ سے اس کے بدن کو سہلا رہا تھا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اسے کتا پسند تھا لیکن اس کا کیا کیا جائے... یہ ژچکا نہیں تھا، بالکل نہیں تھا، کاش ژچکا اور پلّا دونوں اکٹھے وہاں ہوتے تو اسے کتنی راحت ملتی!

"کراسوتکن!" ایک لڑکے کے منہ سے نکلا جس نے سب سے پہلے کولیا کو اندر آتے دیکھا تھا۔ اس پر اچھی خاصی افراتفری مچ گئی، لڑکے ایک طرف ہٹ گئے، پھر بستر کے دونوں جانب کھڑے ہو گئے اور یوں الیوشیچکا کو اچھی طرح نظر آنے لگا۔ سٹاف کیپٹن بڑی گرم جوشی سے کولیا کی طرف لپکا۔

"آ جاؤ، آ جاؤ... تمہیں دیکھ کر تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں رہا!" وہ بچوں کی طرح چہچہا رہا تھا۔ "الیوشیچکا، ماسٹر کراسوتکن تمہیں ملنے آیا ہے..."

لیکن کراسوتکن نے تیزی سے اس سے مصافحہ کیا اور جھٹ پٹ عملاً ثابت کر دیا کہ وہ معاشرتی آداب سے بخوبی آگاہ ہے۔ وہ فوراً ہی سٹاف کیپٹن کی بیوی کی طرف بڑھا جو اپنی بازوؤں والی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی (اور عین اس وقت بالکل بجھی بجھی محسوس کر رہی تھی اور شکایت کر رہی تھی کہ لڑکے اس کے سامنے آ گئے ہیں، یوں وہ الیوشیچکا اور پلّے کو ٹھیک طرح سے دیکھ نہیں پا رہی)، نہایت شائستگی سے اس کے سامنے جھک کر آداب بجا لایا، اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی ایڑیوں کو ایک دوسری سے ٹکرایا، ٹک کی آواز آئی اور وہ نینوچکا کی جانب مڑ گیا اور اسے بھی اس طرح آداب بجا لایا۔ اس شستہ اور نستعلیق رویے سے بیمار عورت غیر معمولی طور پر متاثر ہوئی۔

"اس برخوردار نے کیا تربیت پائی ہے!" وہ پُرمعنی انداز سے ہاتھ لہراتے ہوئے باآوازِ بلند بولی۔ "یہ دوسرے لڑکوں کی طرح نہیں جو ایک دوسرے کے اوپر چڑھے آتے ہیں۔"

"ایک دوسرے کے اوپر، چھوڑو ماما، یہ کیا بات ہوئی!" سٹاف کیپٹن نے ملامت سے کہا۔ ویسے وہ اندر سے خوف زدہ تھا کہ معلوم نہیں اب "ماما" کے منہ سے کیا نکل جائے گا۔

"وہ بالکل یہی تو کرتے ہیں، استقبالیے میں ایک دوسرے کے کندھوں پر سوار ہو جاتے ہیں اور معزز لوگوں کے گھروں میں یوں سرپٹ بھاگے آتے ہیں جیسے وہ گھوڑوں پر سوار ہوں۔ کون سا مہمان ایسا کرتا ہے؟"

"لیکن، ماما، یہ حرکت کس نے کی تھی؟ کون اس طرح سرپٹ بھاگتا آیا تھا؟"

"آج وہ لڑکا اس دوسرے پر سوار ہو کر اندھا دھند بھاگتا آیا تھا اور وہ اس پر..."

لیکن کولیا پہلے ہی الیوشا کے بستر کے پاس جا کھڑا ہوا تھا۔ بیمار لڑکے کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی۔ وہ اپنے بستر پر نیم ایستادہ ہو گیا اور ٹکٹکی باندھ کر کولیا کو دیکھنے لگا۔ موخر الذکر نے اپنے ننھے دوست کو دو مہینے سے نہیں دیکھا تھا اور جو کچھ اسے نظر آیا، صاف معلوم ہو رہا تھا کہ اسے دیکھ کر اسے سخت دھچکا پہنچا ہے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کا چہرہ اتنا دبلا اور اتنا زرد ہو چکا ہوگا، اس کی آنکھیں اتنی پھیل چکی ہوں گی اور اس قسم کے بخار سے پھنک رہی ہوں گی، اور اس کے بازو محض ہڈیوں کا ڈھانچا بن چکے ہوں گے۔ وہ الیوشا کی اتھلی اور تیز سانس اور اس کے جھلسے ہوئے ہونٹ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس کے اپنے چہرے پر غم و اندوہ کے بادل چھا گئے۔ وہ اس کے قریب گیا، اسے اپنا ہاتھ تھمایا اور کچھ یوں گفتگو کرنے لگا جیسے اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ وہ کہے تو کیا کہے۔

"کہو دوست... کیسے گزر رہی ہے؟"

لیکن اس کی آواز ترخ گئی، اس کی زندہ دلی جاتی رہی، اس کا چہرہ اچانک تڑ مڑ گیا اور اس کے ہونٹ کپکپانے لگے۔ الیوشا، جو ابھی تک اتنا کمزور تھا کہ منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکال سکتا تھا، اسے دیکھ کر بے چارگی سے مسکرا دیا۔ کولیا نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور نہ جانے اس کے جی میں کیا آیا کہ وہ اسے الیوشا کے بالوں میں پھیرنے لگا۔

"ف... فکر... نہ کرو!" وہ زیر لب بڑبڑایا۔ اس نے یہ الفاظ یا تو اسے دلاسا دینے کے لیے کہے تھے یا پھر اس لیے کیونکہ اسے خود معلوم نہیں تھا کہ یہ اس کے منہ سے کیوں نکلے ہیں۔ ایک منٹ کے لیے وہ دونوں خاموش رہے۔

"یہ کیا ہے؟ نیا پلا؟" کولیا نے معاً انتہائی سپاٹ لہجے سے پوچھا۔

"ہا۔ں!" الیوشا نے بے دم ہو کر لمبی سرگوشی میں جواب دیا۔

"اس کی ناک کالی ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے والدین نہایت جوشیلے اور تند پاسبان کتے ہیں۔" کولیا نے کچھ ایسے بارعب اور پُراستقلال انداز سے کہا جیسے اہم ترین چیز صرف پلا اور

اس کی سیاہ ناک ہو۔ لیکن اصل حقیقت یہ تھی کہ وہ اپنی پوری قوت سے اپنے جذبات پر غالب آنے اور "بچوگڑوں" کی طرح نہ رونے کی سعی کر رہا تھا اور وہ ابھی تک اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ "یہ بڑا ہو جائے گا اور تمہیں اسے زنجیر پہنانا پڑے گی۔ تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ میں ان چیزوں کے بارے میں جانتا ہوں۔"

"یہ غیر معمولی طور پر جسیم ہو جائے گا!" ایک لڑکے نے بلند آواز سے کہا۔

"سب جانتے ہیں ماستف اتنا بڑا، بچھڑے جتنا بڑا ہو جاتا ہے۔" متعدد آوازیں گونجیں۔

"بچھڑے جتنا بڑا، اصلی بچھڑے جتنا بڑا!" سٹاف کیپٹن بھی ان کی گفتگو میں شامل ہو گیا۔ "میں اس جیسے کی ـــ تند ترین قسم کی ـــ تلاش میں تھا۔ اس کے ماں باپ بھی بے حد جسیم اور انتہائی تند ہیں اور وہ اتنے قد آور ہیں کہ اس فرش سے... نوجوان، بیٹھ جاؤ، یہاں الیوشا کے پاس بستر پر یا ادھر بنچ پر، جہاں جی چاہے۔ مجھے خوشی ہے تم آ گئے ہو، ہمیں تمہارا بہت دنوں سے انتظار تھا... کیا تم الیکسی فیودوروچ کے ساتھ آئے ہو؟"

کراسوتکن بستر پر الیوشا کے پاؤں کے قریب بیٹھ گیا۔ جب وہ ادھر آ رہا تھا اگرچہ وہ پورا راستہ یہی سوچتا آ رہا تھا کہ وہ یوں اور یوں گفتگو کرے گا، اور کچھ اس قسم کا تاثر دے گا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے، پہلے سے سوچا سمجھا نہیں، بس یونہی اس کے ذہن میں آ گیا ہے، لیکن اب اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ سب کچھ بھول چکا ہو اور اسے یاد ہی نہ آ رہا ہو کہ اسے کیا کہنا اور کیا نہیں کہنا ہے۔

"نہیں... پیریزوان کے ساتھ... پیریزوان کتا ہے اور اب یہ میرے پاس ہے۔ یہ سلافی نام ہے۔ وہ باہر انتظار کر رہا ہے۔ اگر میں سیٹی بجا دوں، وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا چلا آئے گا۔ دیکھو دوست، میں بھی ایک کتا لے آیا ہوں۔" اس نے اچانک الیوشا کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔ "دوست، تمہیں ژچکا یاد ہے؟" اس نے یک دم سوال داغ دیا۔

الیوشا کا چہرہ ٹیڑھا میڑھا ہو گیا۔ اس نے اذیت گزیدہ نگاہوں سے کولیا کی جانب دیکھا۔ الیوشا کی، جو دروازے کے قریب کھڑا تھا، بھویں تن گئیں اور وہ ڈھکے چھپے اشاروں کنایوں سے کولیا کو ژچکا کا ذکر کرنے سے منع کرنے لگا لیکن کولیا نے یا تو یہ اشارے دیکھے ہی نہیں یا پھر یوں بن گیا جیسے اس نے انہیں دیکھا ہی نہ ہو۔

"ژچکا... ژچکا کہاں ہے؟" الیوشا نے پھٹی پھٹی آواز میں پوچھا۔

"میرے دوست، ژچکا اب یہاں کہاں، اس کی شمع حیات بجھ چکی ہے، تمہارے ژچکا کی!"

الیوشا نے کوئی جواب نہ دیا لیکن اس نے ایک بار پھر ٹکٹکی باندھ کر کولیا کی جانب دیکھا۔ الیوشا نے کولیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے دوبارہ پُرزور اشارہ کیا مگر کولیا نے اپنی نظریں دوسری

طرف پھیر لیں اور ایک مرتبہ پھر یوں بن گیا جیسے اس نے کچھ دیکھا ہی نہ ہو۔

"وہ کہیں بھاگ گیا اور اس کی شمع حیات بجھ گئی۔ بجھتی بھی کیوں نہ، آخر اسے کھانے کو اس قسم کا توس جو ملا تھا!" وہ بڑی بے دردی سے بولتا رہا حالانکہ معلوم نہیں اس کی اپنی سانس بھی کیوں رکنے لگی تھی۔ "یہی وجہ ہے میں پیریزوان کو لایا ہوں... پیریزوان سلاقی نام ہے... میں اسے تمہیں ملانے کے لیے لایا ہوں..."

"تمہیں کوئی ضرورت نہیں تھی!" یک لخت الیوشیچکا کے منہ سے نکلا۔

"کیوں ضرورت نہیں تھی؟ ضرورت تھی۔ سچی بات یہ ہے تمہیں اس پر ایک نظر ضرور ڈالنا چاہیے... اسے دیکھ کر تم بہتر محسوس کرنے لگو گے... میں اسے خاص طور پر لایا ہوں... یہ جھبرا ہے، بالکل ژچکا کی طرح... مادام، آپ مجھے اپنا کتا اندر بلانے کی اجازت دیں گی؟" اس نے اچانک مسز سنگریوا کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ کسی وجہ سے، جس کا بیان کرنا ناممکن ہے، وہ ذہنی طور پر بے حد گھبرانے لگا تھا۔

"نہیں، نہیں!" الیوشا نے چیختے ہوئے کہا۔ دکھ سے اس کی آواز پھٹی جا رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے ملامت ٹپک رہی تھی۔

"فی الحال رہنے دو، کسی اور وقت..." اچانک سناف کیپٹن نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔ وہ دیوار کے قریب ٹرنک پر بیٹھا ہوا تھا۔ "کسی اور وقت بہتر رہے گا۔" وہ بڑبڑائے جا رہا تھا۔ لیکن کولیا اپنی ضد کا پکا تھا۔ اس نے کسی قسم کا مزید تکلف روا رکھے بغیر اچانک سموروف سے کہا، "سموروف، دروازہ کھول دو!" اور یونہی دروازہ کھلا، کولیا نے سیٹی بجا دی۔ پیریزوان بڑے اشتیاق سے کمرے کی جانب برق رفتاری سے لپکا۔

"اچھلو، پیریزوان، اچھلو اور مانگو! مانگو!" کولیا نے اٹھتے ہوئے بلند آواز سے کہا اور کتا الیوشا کے بستر کے عین سامنے اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک ایسی چیز ظہور پذیر ہوگئی جس کی کسی کو بھی توقع نہ تھی۔ الیوشا کپکپایا، اور وہ ایکا ایکی اگلی جانب لپکا، پیریزوان کی جانب جھکا اور بمشکل سانس لیتے ہوئے اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔

"یہ... یہ تو ژچکا ہے!" وہ معاً چلایا۔ دکھ اور خوشی سے اس کی مہین آواز لرزنے لگی۔

"اور تمہارے خیال میں یہ اور کون ہو سکتا ہے؟!" کراسوتکن کی آواز خوشی سے گونجنے لگی۔ وہ نیچے جھکا، اس نے کتا اٹھایا اور اسے الیوشا کے قریب کر دیا۔

"دیکھو، دوست، دیکھو، ایک آنکھ بھینگی اور بایاں کان ٹوٹا ہوا، بالکل ویسا ہی جیسا کہ تم نے مجھ سے اس کا حلیہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا۔ تمہارے بتائے ہوئے حلیے کی مدد ہی سے تو میں اسے

ڈھونڈ پایا۔ یہ مجھے تقریباً فوراً ہی مل گیا تھا۔ معلوم ہے یہ کسی کی ملکیت نہیں تھا، کوئی اس کا مالک نہیں تھا!" اس نے تیزی سے باری باری سناف کیپٹن، اس کی اہلیہ، الیوشا اور دوبارہ الیوشا کی جانب مڑتے ہوئے وضاحت کی۔ "یہ کسی گاؤں سے آیا تھا اور آوارہ کتا تھا۔ اس نے فیدوتوفوں کے عقبی صحن میں ڈیرا ڈال لیا تھا لیکن وہ اسے کھانے کو کچھ نہیں دیتے تھے... اور میں نے اسے ڈھونڈ نکالا۔ اور ہاں، دوست، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نے اس کے سامنے ڈبل روٹی کا جو توس پھینکا تھا، وہ اس نے نگلا نہیں ہوگا۔ اگر نگلا ہوتا تو یہ مر چکا ہوتا۔ اس میں شک کی کوئی بات ہی نہیں۔ چونکہ یہ ابھی تک زندہ ہے، اس نے لازماً روٹی کا ٹکڑا تھوک دیا ہوگا۔ تم نے اسے تھوکتے نہیں دیکھا، لیکن اس نے تھوک دیا تھا۔ پن لازماً اس کی زبان میں چبھ گئی ہوگی، تبھی تو یہ چیختا چلاتا رہا۔ پھر یہ چیختا باہر بھاگ گیا اور تم نے سوچ لیا کہ اس نے لازماً پن نگل لی ہوگی۔ اتنا طے ہے یہ ضرور بالضرور بہت دیر تک چیختا چلاتا رہا ہوگا کیونکہ کتوں کے تالو بہت نرم ہوتے ہیں، انسانوں سے بھی زیادہ نرم، بے حد نرم!" کولیا مجنونانہ انداز سے بولتا چلا گیا، جوش و خروش سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور تمتما رہا تھا۔

الیوشا کی زبان گنگ ہو گئی اور اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وحشت کھولے اپنی موٹی موٹی آنکھوں سے، جو حلقوں سے باہر نکلی پڑ رہی تھیں، کولیا کو دیکھے جا رہا تھا۔ کراسوتکن کو معلوم نہیں تھا کہ اس قسم کے حادثے کا بیمار لڑکے کے ذہن پر کتنا تکلیف دہ اور گھمبیر اثر پڑے گا اور اگر اسے معلوم ہوتا تو وہ کسی صورت بھی کتے کو اپنے پاس چھپائے نہ رکھتا۔ لیکن کمرے میں الیوشا غالباً واحد شخص تھا جو اس بات کو سمجھتا تھا۔ جہاں تک سناف کیپٹن کا تعلق ہے، معلوم ہوتا تھا کہ وہ تو بچوں سے بڑھ کر بچہ بن گیا ہے۔

"ژچکا! تو یہ ژچکا ہے؟" اس نے وفور مسرت سے مغلوب ہو کر بلند آواز سے کہا۔ "الیوشیچکا، دیکھو، یہ ژچکا، تمہارا ژچکا ہے۔ ماما، تم بھی دیکھو، یہ ژچکا ہے!" معلوم ہوتا تھا کہ اس کے آنسو اب ٹپکے کہ اب ٹپکے۔

"اور مجھے کبھی خیال ہی نہ آیا!" سموروف نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "کراسوتکن، شاباش! اور میں نے کہا تھا نا کہ یہ اسے ڈھونڈ نکالے گا؟ اور اس نے اسے ڈھونڈ نکالا ہے۔"

"اس نے واقعی ڈھونڈ نکالا ہے!" کسی نے مسرت سے جھومتے ہوئے کہا۔

"واہ کراسوتکن! کیا بات ہے تمہاری!" تیسری آواز گونجی۔

"شاباش! شاباش!" تمام لڑکے چیخ چیخ کر کہنے اور تالیاں بجانے لگے۔

"ٹھہرو، ٹھہرو" کراسوتکن گلا پھاڑ کر کہہ رہا تھا تاکہ اس شور و غل میں اس کی آواز دوسروں

کے کانوں تک پہنچ جائے۔ "میں تمہیں بتاتا ہوں یہ سب کچھ کیسے ہوا، اصل اہمیت اسی بات کی ہے، کسی اور کی نہیں! میں نے اسے ڈھونڈ نکالا، پھر میں اسے اپنے گھر لے گیا اور وہاں چھپا دیا۔ میں نے اسے تالے کے اندر بند کر دیا، کمرے کی چٹخنی لگا دی اور آج تک کسی کو بھی اس کے قریب تک نہ پھٹکنے دیا۔ صرف سموروف اسے دیکھ پایا تھا۔ اس کی دو ہفتے قبل اس پر نظر پڑ گئی تھی لیکن میں نے اسے یقین دلا دیا کہ یہ پیریزوان ہے اور یوں سموروف کو اصل حقیقت کا علم نہ ہو سکا۔ دریں اثنا میں ژوچکا کو ہر قسم کے کرتب سکھاتا رہا۔ آپ سب لوگ ابھی دیکھیں گے کہ یہ کیسے کیسے کرتب جان گیا ہے! دوست، میں نے اسے یہ سب باتیں اس لیے سکھائی ہیں تاکہ جب یہ تمہارے پاس آئے تو خوب سدھا ہوا ہو اور اس کا جسم لشکارے مار رہا ہو۔ دیکھو، یہ، تمہارا ژوچکا، کیا سے کیا بن گیا ہے! آپ کے ہاں گوشت کی کوئی بوٹی ہے، میں آپ لوگوں کو ایسا کرتب دکھاؤں گا جسے دیکھ کر آپ ہنستے ہنستے دہرے ہو جائیں گے ــــ کوئی چھوٹی موٹی بوٹی تو یقیناً آپ کے پاس ہو گی ہی؟"

سٹاف کیپٹن راہداری میں سے اندھا دھند بھاگتا جھٹ مالکۂ مکان کے باورچی خانے میں پہنچ گیا۔ جہاں ان کا اپنا کھانا بھی پکایا جاتا تھا۔ کولیا نے، جو قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا اور جلد از جلد کچھ نہ کچھ کر کے دکھانا چاہتا تھا، پیریزوان سے چلا کر کہا، "مر جاؤ!" اور مؤخرالذکر بلا تاخیر سٹ سمٹا گیا اور اپنے چاروں پنجے فضا میں بلند کر کے بے حس و حرکت اپنی پشت پر لیٹ گیا۔ لڑکے ہنسنے لگے۔ الیوشا اذیت ناک تبسم کے ساتھ دیکھتا رہا لیکن کتے کا "مرنا" سب سے زیادہ جسے پسند آیا، وہ ممی تھی۔ وہ قہقہے لگانے، اپنی انگلیاں چٹخانے اور پکار پکار کر کہنے لگی:

"پیریزوان، پیریزوان!"

"آپ کچھ ہی کیوں نہ کر لیں، اسے کتنا ہی پکار لیں، وہ اٹھے گا نہیں،" کولیا نے کامیابی کے نشے سے مخمور ہو کر بڑے فخر سے کہا، "لیکن اگر میں اسے حکم دوں، یہ پلک جھپکنے میں اٹھ کھڑا ہو گا! ہاں بیٹا!"

کتا اچھل کر کھڑا ہو گیا، ادھر اُدھر کودنے پھاندنے اور خوشی سے چیخ چہاڑ کرنے لگا۔ سٹاف کیپٹن گائے کا ابلا ہوا گوشت لے کر آ گیا۔

"یہ گرم تو نہیں؟" کولیا نے بوٹی ہاتھ میں پکڑتے ہوئے تیزی اور مستعدی سے دریافت کیا۔ "نہیں، یہ گرم نہیں ہے، اسے گرم ہونا بھی نہیں چاہیے کیونکہ کتوں کو گرم اشیا پسند نہیں آتیں۔ دوستو، سب دیکھو۔ الیوشچکا، اب دیکھو۔ دوست دیکھو کیوں نہیں رہے؟ میں اسے لے کر آیا ہوں اور تم اسے دیکھ ہی نہیں رہے!"

نیا کرتب یہ تھا کہ کتا سیدھا کھڑا ہے اور دل للچانے والا گوشت کا ٹکڑا اس کی ناک پر اس طرح

دھرا ہوا ہے کہ ذرا بھی ادھر ادھر نہیں ہوتا۔ یہ کب تک اس طرح کھڑا رہے گا، یہ اس کی مالک کی مرضی پر منحصر ہے۔ اگر مالک چاہے گا تو یہ آدھ گھنٹہ اسی طرح کھڑا رہے گا۔ لیکن اس مرتبہ پیریزوان کو لمبی آزمائش میں سے نہیں گزرنا پڑا۔ اسے بس چند ہی سیکنڈ کھڑا رکھا گیا۔

"کھا جاؤ!" کولیا نے حکم دیا۔ پلک جھپکنے میں بوٹی پیریزوان کی ناک سے اچھلی اور غڑاپ سے اس کے منہ میں چلی گئی۔ اس پر حاضرین نے حسب توقع حیرت کا اظہار کیا۔

"تو تم جو یہاں نہیں آئے تھے اس کی وجہ یقیناً یہ نہیں ہو گی کہ تم اسے اس قسم کے کرتب سکھا رہے تھے؟" الیوشا نے اسے غیر شعوری طور پر ملامت کرتے ہوئے کہا۔

"بالکل یہی وجہ تھی،" کولیا نے مطلق معصومیت سے جواب دیا۔ "میں چاہتا تھا کہ یہ آپ لوگوں کے پاس پوری شان و شوکت سے آئے۔"

"پیریزوان! پیریزوان!" الیوشا نے اچانک اپنی چھوٹی چھوٹی لاغر انگلیاں چٹخاتے ہوئے کتے کو پکارا۔

"یہ تو کچھ بھی نہیں۔ اسے اپنے بستر پر خود ہی چھلانگیں لگانے دو۔ بیٹے!" اس نے الیوشا کے بستر پر اپنی ہتھیلی سے ضرب لگائی اور کتا تیر کی طرح بھاگتا ہوا الیوشا کی جانب بھاگا۔ الیوشا نے بڑی گرم جوشی سے اپنے دونوں بازو کتے کی گردن میں حمائل کر دیے۔ پیریزوان نے اس کا یوں جواب دیا کہ جھٹ پٹ اس کے رخسار چومنے لگا۔ الیوشچکا اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا، اپنی ٹانگیں اس نے بستر پر پسار دیں اور لیٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا چہرہ کتے کے موٹے بالوں میں چھپا لیا۔

"خدایا! اف خدایا!" سٹاف کیپٹن کے منہ سے نکلا۔

کولیا دوبارہ الیوشا کے بستر پر بیٹھ گیا۔

"الیوشا، میں تمہیں ایک مزید کرتب دکھا سکتا ہوں۔ میں تمہارے لیے چھوٹی سی توپ لایا ہوں۔ تمہیں یاد ہے کہ میں نے تمہیں اس ننھی منی توپ کے متعلق بتایا تھا اور تم نے کہا تھا، 'کاش میں اسے دیکھ سکتا!' خیر، یہ رہی توپ، میں تمہارے لیے لایا ہوں۔"

اور کولیا نے بڑی سرعت سے پیتل کی توپ اپنے بیگ سے نکالی۔ وہ جلد بازی اس لیے کر رہا تھا کیونکہ وہ خود بہت خوش تھا: کوئی دوسرا وقت ہوتا تو وہ اس وقت تک انتظار کرتا جب تک پیریزوان کے کرتبوں کا طلسمی اثر زائل نہ ہو جاتا لیکن اب اس نے کوئی وقت ضائع نہ کیا اور اس کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے۔ "چونکہ تم بہت خوش ہو، اس لیے میں تمہارے لیے مزید خوشی کا سامان لایا ہوں!" اس نے خوشی سے بے حال ہو کر کہا۔

"بہت عرصہ ہوا یہ توپ میں نے مارازوف کے ہاں دیکھی تھی ــــ مارازوف کو تو تم جانتے ہی ہو، وہی سرکاری ملازم ــــ دوست، میں اسے تمہارے لیے، صرف تمہارے لیے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ یہ اس کے کسی کام کی نہیں تھی۔ میں نے ایک کتاب، "شفا بخش حماقتیں"(۹)، کے عوض، جو میں نے اپنے باپ کی لائبریری سے اٹھائی تھی، اس کا تبادلہ کر لیا۔ یہ بڑی پُرانی کتاب ہے۔ اسے پڑھ کر آدمی کو بڑا دھچکا لگتا ہے کیونکہ یہ اس کے ذوق سلیم پر گراں گزرتی ہے۔ جب یہ سو سال پہلے شائع ہوئی تھی ماسکو میں سنسرشپ کا رواج نہیں تھا اور مارازوف کو تو اس قسم کی کتابیں خدا دے، وہ ان پر جان چھڑکتا ہے اس نے میرا شکریہ بھی ادا کیا..."

کولیا نے ننھی منی توپ اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی تاکہ سب لوگ اسے دیکھ سکیں اور اس کی تحسین کر سکیں۔ الیوشا جزوی طور پر بیٹھ گیا۔ اس کا دایاں بازو ابھی تک پیریزوان کے کندھے میں حائل تھا اور وہ تعریفی نظروں سے کھلونا دیکھ رہا تھا۔ جوش و خروش تب انتہا کو پہنچ گیا جب کولیا نے انکشاف کیا کہ اس کے پاس کچھ بارود بھی ہے اور یہ کہ وہ چاہیں تو توپ داغ بھی سکتے ہیں "بشرطیکہ اس سے خواتین خوف زدہ نہ ہو جائیں۔" مسز سنگریوف نے معاً کہا کہ اسے کھلونا قریب سے دکھایا جائے۔ چنانچہ اسے فوراً ہی اس کے پاس پہنچا دیا گیا۔ پہیوں پر پیتل کی چھوٹی سی توپ دیکھ کر وہ بے حد خوش ہوئی اور وہ ترت پھرت اسے اپنے گھٹنوں پر لڑھکانے لگی۔ جب انہوں نے اس سے اسے داغنے کی اجازت مانگی، تو وہ جوش و خروش سے راضی ہو گئی تاہم وہ بالکل نہ سمجھ سکی کہ اس سے اجازت کس چیز کی مانگی جا رہی ہے۔ کولیا نے انہیں بارود اور گولا دکھایا۔ سٹاف کیپٹن چونکہ فوج میں خدمات سرانجام دے چکا تھا، اس نے توپ داغنے کا فریضہ خود سنبھال لیا۔ اس نے اس میں بارود کی خفیف ترین مقدار ڈالی اور ساتھ ہی تجویز پیش کی کہ گولا چلانے کا کام کسی اور وقت کے لیے ملتوی کر دیا جائے۔ توپ فرش پر رکھی دی گئی اور اس کی نالی کا رخ ادھر کر دیا گیا جدھر کوئی نہیں بیٹھا ہوا تھا۔ سوراخ میں ذیڑھ رتی بارود بھر دیا گیا اور اسے جلتی تیلی دکھا دی گئی۔ اتنی زبردست چمک پیدا ہوئی کہ سب کی آنکھیں تقریباً چندھیا گئیں۔ "ماما" اچھل کر کھڑی ہو گئی لیکن فوراً ہی خوشی سے کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ لڑکے اس کامیابی پر مسرور ہو رہے تھے لیکن ان کے مونہوں سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ تاہم سب سے زیادہ خوشی سٹاف کیپٹن کو ہو رہی تھی۔ وہ نازاں و فرحاں ٹکٹکی باندھے الیوشا کو دیکھ رہا تھا۔ کولیا نے ننھی منی توپ اٹھائی اور اسے گولا بارود سمیت براہ راست الیوشا کو تھما دیا۔

"یہ تمہارے لیے ہے، رکھ لو! میں اسے بہت دنوں سے تمہارے لیے لانے کا ارادہ کر رہا تھا۔" اس نے ایک بار پھر وفورِ مسرت سے جھومتے ہوئے کہا۔

"ارے، یہ مجھے دے دو! اسے نہیں، مجھے دے دو!" "ماما" نے کسی بالکل ہی چھوٹے بچے کی

طرح اپنا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ اس کے چہرے پر زبردست تشویش جھلک رہی تھی کہیں وہ اسے دینے سے انکار ہی نہ کر دیں۔ کولیا کھسیانا ہو گیا۔ سٹاف کیپٹن گڑ بڑا گیا اور اس کے چہرے پر پریشانی جھلکنے لگی۔

"ماما، ماما!" وہ تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ "توپ تمہاری ہی ہے، بالکل تمہاری ہے لیکن فی الحال اسے الیوشا کے پاس رہنے دو کیونکہ یہ اسے دی گئی تھی مگر یہ رہے گی پھر بھی تمہاری۔ جب تم چاہو گی، الیوشا تمہیں اس سے کھیلنے کی اجازت دے دے گا، یہ تم دونوں کے پاس رہے گی..."

"نہیں، یہ ہم دونوں کی نہیں ہو سکتی: یہ صرف میری ہو گی کیونکہ یہی میری خواہش ہے۔ یہ الیوشا کی نہیں، میری ہے:" ماں احتجاج کرتی رہی اور سنجیدگی سے رونے کی تیاری کرنے لگی۔

"امی، آپ لے لیں، لے لیں:" الیوشا نے چلا کر کہا۔ "کراسوتکن، کیا میں اسے ماما کو دے سکتا ہوں؟" اس نے اچانک ملتجیانہ نگاہوں سے کولیا کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا جیسے اسے خوف دامن گیر ہو رہا ہو کہ کہیں موخرالذکر اس بات پر خفا نہ ہو جائے کہ اس کا تحفہ کسی دوسرے کو دیا جا رہا ہے۔

"بالکل دے سکتے ہو!" کراسوتکن چشم زدن میں متفق ہو گیا۔ اس نے الیوشا سے توپ پکڑی اور خود "ماما" کو پکڑا دی۔ اس کے بعد وہ انتہائی شائستہ انداز سے اس کے سامنے دو زانو ہو گیا۔ وہ معاً جذبات سے مغلوب ہو کر آنسو بہانے لگی۔

"الیوشیکا تم واحد شخص ہو جو اپنی ماں سے محبت کرتا ہے!" وہ بڑی ملائمت سے بولی اور اس کے بعد وہ دوبارہ چھوٹی توپ اپنے گھٹنوں پر لڑھکانے لگی۔

"ماما، لاؤ، میں تمہارا ہاتھ چوم لوں:" اس کا خاوند تیزی سے اس کی جانب آیا اور ترت اپنی خواہش پوری کرنے لگا۔

"اور یہ نوجوان تو بہت ہی من موہنا ہے، وہ شفیق لڑکا!" مشکور عورت نے کراسوتکن کی جانب انگلی لہراتے ہوئے کہا۔

"الیوشا، جہاں تک بارود کا تعلق ہے، تم جتنا چاہو میں تمہیں لا دوں گا۔ اب ہم اپنا بارود خود بناتے ہیں۔ بارووئیکوف کو ترکیب مل گئی تھی: چوبیس حصے شورہ، دس حصے گندھک اور چھ حصے برچ کا کوئلہ۔ ان سب کو پیس لو، پانی ملاؤ اور گوندھ کر لئی بنا لو۔ اس لئی کو چھلنی میں سے چھان لو ــــ لیجیے، بارود تیار ہو گیا۔"

"سموروف نے مجھے تمہارے بارود کے متعلق بتایا تھا:" الیوشا نے جواب دیا، "لیکن پاپا کہتے ہیں یہ اصلی بارود نہیں۔"

"کیا مطلب، اصلی نہیں؟" کولیا نے بھنّا کر جوابی وار کیا۔ "یہ آگ پکڑتا ہے، اور کیا چاہیے؟ بہرحال مجھے معلوم نہیں..."

"نہیں، میرا مطلب یہ نہیں تھا" سٹاف کیپٹن نے اچھلتے ہوئے کہا۔ وہ قصوروار دکھائی دے رہا تھا۔ "یہ درست ہے کہ میں نے کہا تھا اصلی بارود اس طرح نہیں بنایا جاتا لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم چاہو تو اس طرح بھی بنا سکتے ہو۔"

"مجھے کچھ خاص معلوم نہیں، آپ زیادہ جانتے ہیں۔ ہم نے کچھ کریم کی شیشی میں، جو مٹی سے بنی ہوئی تھی، رکھ کر جلایا تھا اور یہ بالکل ٹھیک طرح جلا تھا۔ سب کچھ بھسم ہو گیا تھا، معمولی سی مقدار میں صرف راکھ باقی رہ گئی تھی۔ لیکن یہ محض لئی تھی اور اگر آپ اسے چھلنی میں چھان لیں... بہرحال میری نسبت آپ کو اس کے متعلق زیادہ جانتے ہیں، مجھے کچھ زیادہ معلوم نہیں... مگر ہمارے بارود کی وجہ سے بُلکن کے باپ نے اس کی پٹائی کی تھی۔ تم نے اس بارے میں کچھ سنا تھا؟" اس نے اچانک الیوشا کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔

"ہاں، میں نے سنا تھا" الیوشا نے جواب دیا۔ وہ کولیا کی باتیں بڑی توجہ سے سن رہا تھا اور مسحور ہو رہا تھا۔

"ہم نے بارود کی پوری بوتل بنائی تھی اور اس نے اسے اپنے پلنگ کے نیچے رکھ لیا تھا۔ یہ اس کے باپ کے ہاتھ آ گئی۔ اس کا کہنا تھا کہ اس سے ان سب کے پرخچے اڑ سکتے تھے۔ اور اس نے اس کی وہیں دُھنائی کر دی۔ وہ میرے خلاف سکول کی انتظامیہ سے شکایت کرنا چاہتا تھا۔ اب اسے میرے ساتھ گھومنے پھرنے کی اجازت نہیں، اسے کیا کسی کو بھی نہیں۔ سموروف کو بھی نہیں۔ اب میں اچھا خاصا بدنام ہو چکا ہوں۔ سبھی کہتے ہیں میں 'برا' لڑکا ہوں۔" کولیا حقارت سے مسکرا دیا۔ "یہ سب کچھ ریلوے لائن کے واقعے کے بعد شروع ہوا تھا۔"

"اخ، ہم اس مہم جویانہ واقعے کے بارے میں سن چکے ہیں" سٹاف کیپٹن نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔ "تم نے وہاں لیٹنے کا حوصلہ کیسے کر لیا؟ اور جب گاڑی تمہارے اوپر سے گزری ہو گی تمہیں خوف محسوس تو ہوا ہو گا؟ ہوا تھا نا؟"

سٹاف کیپٹن کولیا کی زبردست خوشامد کر رہا تھا۔

"کوئی خاص نہیں" کولیا نے لاابالی انداز سے جواب دیا۔ "درحقیقت میری شہرت کو اصل ضعف اس بدبخت بنخ کی وجہ سے پہنچا تھا" اس نے دوبارہ الیوشا کی جانب متوجہ ہو کر کہا۔ اگرچہ اس کی پوری کوشش تھی کہ اس کے طریقۂ بیان سے اس کے سامعین کو یہی تاثر ملے کہ اس پر اس واقعے کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا تھا، پھر بھی اس کے لیے اپنے جذبات پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا اور

وہ چہکتا رہا۔

"ہاں، میں نے بنخ کے متعلق سنا تھا" الیوشا نے چہکتے ہوئے کہا۔ خوشی سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ "انہوں نے مجھے بتایا تھا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ کیا تمہیں واقعی عدالت میں حاضر ہونا پڑا تھا؟"

"یہ معمولی ترین، احمق ترین معاملہ تھا اور حسبِ معمول یہاں لوگوں نے رائی کا پہاڑ بنا دیا" کولیا نے لاپرواہانہ انداز سے بولنا شروع کیا۔ "میں ایک روز چوک میں سے گزر رہا تھا اور روزمرہ کی طرح وہاں سے بطخوں کا غول گزر رہا تھا۔ میں رک گیا اور بطخیں دیکھنے لگا۔ اچانک ایک مقامی لڑکے وشنیاکوف کی ـــــ وہ اب پلوتنیکوفوں کے ہاں کام کرتا ہے اور گاہکوں کا سودا ان کے گھروں پر پہنچاتا ہے ـــــ نظر مجھ پر پڑ گئی اور مجھ سے کہنے لگا، 'یہ تم بطخوں کو کیوں دیکھ رہے ہو؟' میں نے اسے بغور دیکھا ـــــ وہ بیس سال کا نوجوان لڑکا ہے اور اس کے چہرے پر حماقت برستی ہے ـــــ اور تم جانتے ہی ہو کہ میں عام لوگوں سے کبھی دور دور رہنے کی کوشش نہیں کرتا۔ مجھے ان میں گھلنا ملنا اور ان کے ساتھ باتیں کرنا بہت پسند ہے... کہاوت کہتی ہے ہم لوگوں سے الگ تھلگ ہو چکے ہیں... کرامازوف، آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟"

"نہیں تو، خدا نہ کرے میں ایسا کروں، میں تو ہمہ تن گوش ہوں" الیوشا نے زبردست معصومیت کا لبادہ اوڑھتے ہوئے کہا اور شکی مزاج کولیا کو جھٹ پٹ اطمینان ہو گیا۔

"کرامازوف، میرا نظریہ بالکل سیدھا سادہ اور غیر مبہم ہے" اس نے عجلت سے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، "مجھے عام لوگوں پر اعتماد ہے اور میں انہیں ہمیشہ شک کا فائدہ دینے کے لیے تیار رہتا ہوں لیکن میں انہیں کسی طرح بھی بگاڑنے یا ان کی ناجائز طور پر ناز برداری کرنے کا روادار نہیں، میرے نزدیک یہ بنیادی اور لازمی شرط ہے... خیر، میں بنخ کا ذکر کر رہا تھا۔ چنانچہ میں اس بونق شخص کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہا، 'میں سوچ رہا تھا بنخ کیا سوچ رہی ہو گی؟' اس نے کہا، 'اچھا!' میں نے کہا، 'تمہیں اُدھر وہ چھکڑا نظر آ رہا ہے جو جئی سے لدا پھندا کھڑا ہے؟ وہ دیکھو، جئی کے دانے نیچے گر رہے ہیں اور ایک بنخ گردن بڑھا کر پہیے کے عین نیچے دانہ چگنے کی کوشش کر رہی ہے ـــــ نظر آئی؟' 'ہاں، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟' اس نے کہا۔ 'خیر،' میں نے جواب دیا، 'اگر کسی نے چھکڑا ذرا سا بھی کھسکا دیا تو کیا پہیہ بنخ کا سر کچل دے گا یا نہیں؟' 'یقیناً' اس نے کہا، 'یقیناً،' اور وہ کھیسیں نکال کر ہنسنے اور اپنے دانتوں کی نمائش کرنے لگا۔ اس کے رخسار بھی تمتمانے لگے تھے۔ 'پھر برادر، چلو، میرے ساتھ آؤ،' میں نے اس سے کہا۔ 'یہ کام ہم کرتے ہیں۔' 'بہت اچھا،' اس نے کہا۔ اور ہمیں زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ وہ لاابالی انداز سے لگام کے قریب کھڑا ہو گیا اور میں

ایک طرف ہٹ کر ٹھو ٹھو کہتا بطخ کو پہیے کی جانب ہنکانے چلا گیا۔ لیکن چھکڑے کے کسان کو چوان کا دھیان مطلق ہماری جانب نہ ہوا، وہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ باتیں کرنے میں محو تھا۔ مجھے بطخ کو ٹھو ٹھو کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی اور اس نے اپنی مرضی سے گاڑی کے سامنے کے پہیے کے عین نیچے جئی کا دانہ اٹھانے کے لیے اپنی گردن آگے بڑھا دی۔ میں نے لڑکے کو آنکھ ماری اور اس نے گھوڑوں کو جھٹکا دے دیا اور معاً — تراخ، پہیے نے بطخ کی گردن کے دو ٹکڑے کر دیے۔ تب بدقسمتی یہ ہوئی کہ لوگوں نے عین وقت پر یہ سب کچھ دیکھ لیا اور وہ آناً فاناً چلانے لگے، 'تم نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی ہے۔' 'نہیں، یہ اتفاقاً ہوا۔' 'نہیں، تم نے ارادتاً یہ حرکت کی ہے۔' اب تو انہوں نے واقعی شور مچا دیا تھا۔ 'اسے مجسٹریٹ (10) کے پاس لے چلو!' انہوں نے مجھے بھی پکڑ لیا۔ 'تم بھی،' وہ کہہ رہے تھے۔ 'تم بھی وہیں تھے، تم جرم میں برابر کے شریک ہو، منڈی کا ایک ایک شخص تمہیں جانتا ہے!' اور منڈی کے تمام لوگ واقعی مجھے جانتے ہیں، پتا نہیں کیسے؟" کولیا نے ڈون کی لیتے ہوئے کہا۔ "خیر، ہم سب ہجوم کی صورت میں عدالت میں پہنچے اور کوئی شخص بطخ بھی وہیں لے آیا۔ مجھے نظر آ رہا تھا کہ لڑکا خوف زدہ ہو گیا ہے۔ وہ اونچی اونچی آواز میں سسکیاں بھرنے لگا تھا، میں سچ کہہ رہا ہوں وہ واقعی سسکیاں بھر رہا تھا جیسے مرد بچہ نہ ہو کوئی عورت ہو اور وہ بھی بڑھی۔ بطخ کا مالک چلا رہا تھا، 'اس طرح تو جس کا جی چاہے جتنی مرضی بطخیں اٹھا کر لے جائے!' بہرحال موقع کے گواہ موجود تھے۔ مجسٹریٹ نے چٹکی بجاتے معاملہ طے کر دیا: مالک کو بطخ کا ایک روبل ادا کیا جائے گا اور لڑکے کو بطخ لے جانے کی اجازت ہو گی۔ اور وہ اس قسم کی الٹی سیدھی شرارتوں کے متعلق مزید ایک لفظ بھی سننے کو تیار نہیں تھا۔ لیکن لڑکا ابھی تک بڑی بوڑھیوں کی طرح سسکیاں بھر رہا تھا۔ 'یہ حرکت میں نے خود نہیں کی تھی،' اس نے کہا، 'اس نے مجھ سے کرائی تھی،' اور وہ میری طرف اشارہ کرنے لگا۔ میں نے پلک جھپکے بغیر جواب دیا، 'میں نے اسے قطعاً نہیں اکسایا تھا، میں نے محض بنیادی خیال پیش کیا تھا اور اس کے ساتھ خالص علمی اور نظری اصطلاحات میں بات کر رہا تھا۔' میری بات سن کر مجسٹریٹ نفیدوف مسکرا پڑا لیکن پھر مسکرانے پر اسے اپنے آپ پر سخت غصہ آ گیا۔ 'میں تمہارے ہیڈ ماسٹر سے بات کروں گا،' اس نے مجھ سے کہا، 'اور انہیں صلاح دوں گا کہ وہ تمہیں اِدھر اُدھر اس قسم کے تجربے آزمانے کی اجازت نہ دیں بلکہ اس کی بجائے تمہیں کتابوں کا مطالعہ کرنے اور اپنی پڑھائی پر توجہ دینے پر مجبور کریں۔' ویسے وہ محض مذاق کر رہا تھا۔ اس نے ہیڈ ماسٹر سے کوئی شکایت نہ کی لیکن خبر پھیل گئی اور اساتذہ کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ ہمارے ہاں استادوں کے کان یوں بھی بہت لمبے ہیں! ہمارا کلاسِکس (Classics) کا استاد کلباسنیکوف (11) خاص طور پر بہت خفا ہوا لیکن داردانیلوف نے ایک بار پھر ڈٹ کر میری حمایت کی۔ تاہم کلباسنیکوف اب واقعی ہمارے

خلاف ہو چکا ہے اور ہمیں سزا دلانے پر تلا ہوا ہے۔ احمق کہیں کا! گدھا! الیوشا، تم نے یقیناً سن لیا ہو گا کہ اس نے شادی کرا لی ہے اور میخائیلوفوں نے اسے جہیز میں ایک ہزار روبل دیے ہیں لیکن اس کی بیوی کا چہرہ انتہائی بدصورت (12) ہے، بالکل چڑیل نظر آتی ہے۔ تیسری جماعت کے طلبا نے موقع پر فی البدیہہ منظوم چٹکلا گھڑ دیا:

اڑتی خبر پوری کلاس کو ملی
کلباسنیکوف نکلا بالکل نمی۔

یہی نہیں، اس میں مزید اشعار بھی ہیں اور سارے کے سارے بے حد دلچسپ ہیں۔ میں تمہارے لیے لاؤں گا۔ مجھے داردانیلوف کے خلاف کوئی شکایت نہیں۔ وہ صاحبِ علم استاد ہے، بالکل صاحبِ علم استاد ہے۔ میں اس جیسے لوگوں کا مداح ہوں، اور محض اس لیے نہیں کہ اس نے میری حمایت کی تھی..."

"پھر بھی تم نے ٹرائے کے بانیوں کے ضمن میں اسے مات دے دی تھی!" سموروف نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا جو درحقیقت کراسوتکن کی باتوں پر سر دھن رہا اور فخر سے پھٹا جا رہا تھا۔ بطخ کی کہانی سن کر تو اس کی باچھیں کھل گئی تھیں۔

"تم نے واقعی اسے پچھاڑ دیا تھا؟" سٹاف کیپٹن بھی مسکہ لگانے والوں میں شامل ہو گیا۔ "یہی سوال تھا نا کہ ٹرائے کے بانی کون تھے؟ ہم سب یہ قصہ سن چکے ہیں۔ ان دنوں الیوشیچکا نے مجھے اس بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا..."

"پاپا، اس کا آپ کیا پوچھتے ہیں، یہ سب کچھ جانتا ہے، اس کا علم ہم سب سے کہیں زیادہ ہے،" الیوشا نے ٹیپ کا مصرع اٹھاتے ہوئے کہا۔ "جس قسم کی یہ حرکتیں کرتا رہتا ہے، محض بناوٹ کے طور پر کرتا ہے، ورنہ یہ تمام مضامین کی پڑھائی میں ہم سب سے کہیں آگے ہے..."

الیوشا کولیا کو انتہائی پُرمسرت نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"یہ ٹرائے کا قصہ بالکل بکواس ہے۔ خود مجھے یہ سوال اوٹ پٹانگ معلوم ہوتا ہے،" اس نے پُرتکبر انکساری سے کہا۔ اگرچہ وہ ابھی تک قدرے مضطرب تھا تاہم وہ اپنا سکون بحال کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کچھ زیادہ ہی جوش میں آ گیا تھا اور اس نے روا روی میں کچھ زیادہ ہی صاف گوئی کا مظاہرہ کر دیا ہے — مثلاً بطخ کے قصے کے سلسلے میں — جہاں تک الیوشا کا تعلق ہے، جب تک قصہ سنایا جاتا رہا، اس نے بالکل چپ سادھے رکھی اور اب اس کے

چہرے پر اتنی سنجیدگی برس رہی تھی کہ لڑکے کو، جسے اپنی کارکردگی پر بڑا اطمینان ہوا تھا، بتدریج اپنی مرضی کے خلاف پریشانی محسوس ہونے لگی تھی: "کیا وہ اس لیے چپ ہے کیونکہ وہ مجھے حقیر جانتا ہے، کیا اس کا خیال ہے میں اسے متاثر کرنے کی کوشش کر رہا ہوں؟ اگر اس کے ذہن میں اس قسم کی کوئی سوچ ہے، تو میں اسے..."

"مجھے یہ سوال ازحد بیہودہ محسوس ہوتا ہے۔" اس نے ایک بار پھر گردن اکڑاتے ہوئے ترارخ سے کہا۔

"مجھے معلوم ہے ترائے کے بانی کون تھے،" ایک لڑکے نے، جس نے اس سے پہلے بمشکل ہی زبان کھولی ہوگی، بالکل غیر متوقع طور پر کہا۔ یہ ایک گیارہ سالہ خوش شکل لڑکا تھا۔ اس کا نام کارتاشوف تھا۔ وہ کم گو اور بظاہر شرمیلا تھا اور اس نے اب تک ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا تھا۔ وہ دروازے کے بالکل قریب بیٹھا ہوا تھا۔ کولیا نے اسے ہکا بکا ہو کر دیکھا لیکن اس نے اپنا پُروقار رویہ برقرار رکھا۔ حقیقت یہ تھی کہ اس سوال کے جواب کو کہ "ترائے کی بنیاد کس نے رکھی تھی؟" عام طور پر سکول کی ہر کلاس کے طالب علم ایک طرح کا راز تصور کرتے تھے۔ اس کا جواب حاصل کرنے کے لیے لازم تھا کہ سمارا گدوف کی تاریخ پڑھی جائے۔ لیکن سمارا گدوف کی کتاب صرف کولیا کے پاس تھی۔ تاہم ایک موقع پر، جب کولیا کا دھیان کسی دوسری جانب تھا، اس لڑکے کارتاشوف نے آنکھ بچا کر جلدی جلدی سمارا گدوف کی کتاب، جو کولیا کی دوسری کتابوں میں پڑی تھی، کھول لی تھی اور اتفاق سے وہی صفحہ سامنے آ گیا تھا جس پر ترائے کے بانیوں کا ذکر تھا۔ یہ واقعہ بہت دنوں پہلے پیش آیا تھا لیکن وہ قدرے شرمسار ہو گیا تھا اور کبھی علانیہ طور پر یہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکا تھا کہ اسے بھی معلوم ہے کہ ترائے کی بنیاد کن لوگوں نے رکھی تھی، وہ غالباً اس کے امکانی انجام سے خائف تھا یعنی کولیا کسی نہ کسی طرح حساب برابر کر دے گا۔ لیکن اب اس کے لیے اپنی معلومات کو مزید پردۂ اخفا میں رکھنا ناممکن ہو گیا اور وہ اچانک بول پڑا۔ اور یہ کام وہ کافی دنوں سے کرنا چاہ رہا تھا۔

"پھر بتاؤ اس کے بانی کون تھے؟" کولیا نے اس کی جانب متوجہ ہو کر بڑے متکبرانہ اور پُرحقارت انداز سے کہا۔ لیکن اس کا لہجہ چغلی کھا رہا تھا کہ وہ تاڑ چکا ہے کہ لڑکے کو واقعی معلوم ہے اور وہ تمام نتائج کا سامنا کرنے کے لیے پہلے ہی پر تول چکا ہے۔ کمرے کی عام فضا میں ایک ایسی چیز، جسے بے آہنگی کہا جا سکتا ہے، نمودار ہو گئی تھی۔

"ترائے کی بنیاد توسر (Taucer)، داردنس (Dardanus) آئی لوس (Ilus) اور تروس (Tros) نے رکھی تھی۔" اس نے چشم زدن میں اگل دیا اور اس کے چہرے کی رنگت ارغوانی ہو گئی،

اتنی زیادہ ارغوانی کہ دیکھنے والوں کو اس پر خواہ مخواہ ترس آ جاتا۔ تاہم لڑکے ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ پورا ایک منٹ یونہی اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے اور پھر یہ ٹکٹکی بندھی نظریں بیک وقت کولیا کی جانب مڑ گئیں۔ موخرالذکر بدتمیز لڑکے کو پُرتحقیر سکون سے دیکھتا رہا۔

"لیکن،" اس نے آخرکار کرم فرمائی کرتے ہوئے کہا، "یہ تو بتاؤ انہوں نے صحیح صحیح کس طرح بنیاد رکھی تھی اور چلتے چلتے یہ بھی بتا دو کہ شہر یا مملکت کی بنیاد رکھنے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ کہیں سے وارد ہوئے اور انہوں نے ایک ایک اینٹ رکھ دی، یا پھر؟"

ہنسی کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ مجرم لڑکا اتنا شرمندہ ہوا کہ اس کی رنگت مزید ارغوانی ہو گئی۔ اس سے کچھ بولا نہ جا سکا اور وہ روہانسا ہو گیا۔ کولیا نے اسے پورا ایک منٹ جلتے بھنتے دیا۔

"قوموں کی بنیاد رکھے جانے جیسے واقعات پر بحث کرنے سے پہلے آدمی کو صحیح صحیح سمجھ لینا چاہیے کہ اس کا مطلب کیا ہے،" اس نے وعظ پلاتے ہوئے کہا۔ "چلتے چلتے میں اتنا بتائے دیتا ہوں کہ میں ان خرافات کو رتی برابر اہمیت نہیں دیتا، اور مجھے عمومی طور پر عالمی تاریخ کی کوئی خاص پروا نہیں،" اس نے تمام حاضرین کو یوں لاابالی انداز سے مخاطب کرتے ہوئے یک لخت مزید کہا جیسے وہ کوئی شے نہ ہوں۔

"تمہیں عالمی تاریخ کی کوئی خاص پروا نہیں؟" سٹاف کیپٹن نے دریافت کیا۔ وہ اچانک خوف زدہ ہو گیا تھا۔

"جی ہاں، عالمی تاریخ۔ یہ محض انسانی حماقتوں کی فہرست ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ میرے دل میں صرف ریاضی اور طبعی علوم کی قدر ہے،" کولیا نے بڑ ہانکتے ہوئے کہا اور اس نے تیزی سے ایک نگاہ الیوشا پر ڈال دی کیونکہ اسے صرف اسی کی رائے کی فکر تھی۔ مگر الیوشا اب بھی چپ بیٹھا رہا اور اس کے چہرے پر وہی سنجیدگی برستی رہی جو پہلے ہی وہاں موجود تھی۔ اگر الیوشا نے اس وقت کچھ کہہ دیا ہوتا تو معاملہ وہیں ختم ہو جاتا لیکن الیوشا منہ میں گھنگنیاں ڈالے بیٹھا رہا۔ "اس کی خاموشی پُرحقارت خاموشی ہو سکتی ہے،" اور کولیا پہلے ہی پوری طرح جھنجھلا چکا تھا۔

"کلاسیکل زبانوں کو لیں جن کا اب ہمیں مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ محض پاگل پن ہے اور کچھ نہیں... میرا تو یہی خیال ہے؟ کرامازوف، آپ کا کیا خیال ہے؟ میں سمجھتا ہوں آپ مجھ سے متفق نہیں؟"

"بالکل نہیں،" الیوشا نرمی سے مسکرا دیا۔

"اگر آپ میری رائے جاننا چاہتے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ کلاسیکل زبانیں پولیس کے جبر و تشدد(13) کا ہتھیار ہیں۔ یہ واحد وجہ ہے کہ انہیں تعلیمی اداروں میں پڑھانے کا بندوبست کیا

گیا ہے،" کولیا ایک بار پھر ہکلانے لگا تھا۔ "انہیں محض اس لیے نصاب میں شامل کیا گیا ہے کیونکہ وہ پڑھنے والوں کو بور کرتی ہیں اور ان کی ذہنی صلاحیتوں کو کند کرتی ہیں۔ تعلیم پہلے ہی بور تھی، مسئلہ یہ تھا کہ اسے مزید کیسے بور بنایا جائے؟ اس میں پہلے ہی کم عقلی تھی، مسئلہ یہ تھا کہ اس میں مزید کم عقلی کیسے بھری جا سکتی ہے؟ اور یوں انہیں کلاسیکل زبانیں سوجھیں۔ اس معاملے کے متعلق یہ میری سوچی سمجھی رائے ہے اور مجھے امید ہے کہ میں اسے کبھی تبدیل نہیں کروں گا۔" اس نے ایکا ایکی اپنی بات ختم کر دی۔ اس کے دونوں گال لالوں لال ہو گئے تھے۔

"تم نے بالکل صحیح کہا ہے،" سموروف نے، جو ایک ایک لفظ بڑے غور سے سن رہا تھا، پُریقین انداز سے ہم نوائی کر دی۔

"اور یہ خود لاطینی زبان میں اوّل آتا ہے،" ہجوم میں سے ایک لڑکے نے چلّا کر کہا۔

"پاپا، یہ باتیں تو اس طرح کی کر رہا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ لاطینی میں اپنی پوری کلاس میں اوّل آتا ہے،" الیوشا نے بھی لڑکے کی تائید کر دی۔

"خیر، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" کولیا نے اپنا دفاع کرنا مناسب خیال کیا حالانکہ اپنی اس تعریف پر وہ بے حد خوش ہوا تھا۔ "میں نے لاطینی پر جان توڑ محنت کی تھی کیونکہ مجھے کرنا پڑتی ہے، اس لیے بھی کیونکہ میں نے اپنی ماں سے وعدہ کیا تھا کہ میں اپنا سارا کورس ختم کر کے رہوں گا اور میری رائے میں اگر آپ کوئی کام شروع کرتے ہیں تو پھر حتی الامکان اسے بہترین طریقے سے سرانجام دینا چاہیے لیکن اپنے قلب کی گہرائیوں میں مجھے کلاسیکی علوم اور کلاسیکل زبانوں سے سخت نفرت ہے۔ (ان کی تعلیم) محض سازش ہے... کرامازوف، آپ متفق نہیں؟"

"سازش کیوں؟" الیوشا دوبارہ مسکرا دیا۔

"اجی، جانے بھی دیں، ہر زبان میں کلاسیکل تحریروں کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ کلاسیکی ادب پڑھنے کے لیے ہم پر لاطینی ٹھونسنے کی ضرورت نہیں۔ یونانی اور لاطینی کی تعلیم جبر وتشدد کے ہتھیار کے طور پر اور نوجوان نسل کی ذہنی صلاحیتوں کو کند بنانے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اگر یہ بات درست ہے، پھر یہ سازش نہیں تو اور کیا ہے؟"

"تمہیں یہ باتیں کس نے بتائی ہیں؟" الیوشا سے رہا نہ گیا، اس کی حیرانی اتنی بڑھ گئی تھی کہ اسے بولنا ہی پڑا۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ میں انہیں خود سمجھ سکتا ہوں، مجھے کسی سے سیکھنے کی ضرورت نہیں اور دوسری بات جو میں آپ کو بتا رہا ہوں، وہ یہ ہے کہ میں نے کلاسیکی کتابوں کے ترجموں کے بارے میں جو کچھ ابھی ابھی کہا ہے، ہمارے استاد کلباسنیکوف خود تیسری جماعت کے سامنے کھلے عام کہہ

چکے ہیں..."

"ڈاکٹر صاحب تشریف لے آئے ہیں،" اچانک نینوچکا کے منہ سے نکلا جس نے ابھی تک اپنی زبان نہیں کھولی تھی۔

اور واقعی مادام خوخلاکووا کی گاڑی صدر دروازے کے سامنے رک رہی تھی۔ سٹاف کیپٹن، جو صبح سے ڈاکٹر کی آمد کا منتظر تھا، اس کا استقبال کرنے کے لیے صدر دروازے کی جانب دوڑ پڑا۔ اس کی بیوی سمٹ سمٹا کر یوں بیٹھ گئی جیسے وہ کوئی بہت اہم ہستی ہو۔ الیوشا الیوشا کے پاس چلا گیا اور اس کے تکیے سیدھے کرنے لگا۔ نینوچکا اپنی معذوروں کی کرسی پر بیٹھی بے چینی سے اسے بستر ٹھیک کرتے دیکھنے لگی۔ لڑکے جلدی جلدی اجازت لینے لگے اور ان میں سے بعض شام کو دوبارہ آنے کا وعدہ کرنے لگے۔ کولیا نے پیریزوان کو آواز دی اور وہ پلنگ سے چھلانگ لگا کر نیچے آ گیا۔

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں، میں ابھی جاؤں گا نہیں،" کولیا نے جلدی سے الیوشا سے کہا۔ "میں استقبالیے میں انتظار کروں گا اور جب ڈاکٹر چلا جائے گا، واپس آ جاؤں گا۔ میں کتا بھی واپس لے آؤں گا۔"

لیکن ڈاکٹر پہلے ہی کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔۔۔ اس کی شخصیت بارعب تھی۔ وہ ریچھ کی کھال کے کوٹ میں ملبوس تھا۔ اس کی ٹھوڑی صفا چٹ تھی لیکن اس کے گل مچھے خاصے لمبے تھے۔ اس نے دہلیز پار کی لیکن رک گیا جیسے وہ پریشان ہو گیا ہو۔ اس نے لازماً سوچا ہو گا کہ وہ غلط جگہ پر آ گیا ہے۔ "یہ کیا ہے؟ میں کہاں ہوں؟" اپنا سموری کوٹ یا سیل مچھلی کی کھال کا ہیٹ اتارے بغیر، جس پر سیل ہی کی کھال کا پھندنا تھا، وہ بڑبڑائے جا رہا تھا۔ ان تمام لوگوں، کمرے کی غربت، کونے میں رسی پر لٹکی ہوئی چادروں اور عمومی فضا نے اسے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ سٹاف کیپٹن نے اسے اتنا زیادہ جھک کر سلام کیا کہ غلامانہ ذہنیت کی انتہا ہو گئی۔

"جناب، آپ یہاں ہیں، یہاں، جناب،" وہ خوشامدانہ انداز سے بولے جا رہا تھا۔ "آپ یہاں میرے غریب خانے پر تشریف لائے ہیں، آپ میرے بیٹے کو..."

"سنی۔گی۔ریوف،" ڈاکٹر نے بڑے اونچے اور پُرازطمطراق لہجے سے پوچھا۔ "کیا تم مسٹر سنگریوف ہو؟"

"جی جناب، بندہ حاضر ہے۔"

"اخ!"

ڈاکٹر نے ایک بار پھر تنک مزاجی سے کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی اور اپنا کوٹ جھٹکے سے اتار پھینکا۔ اس کے گلے میں ایک تمغہ لٹک رہا تھا۔ تمغہ چمک رہا تھا، سب کو نظر آ رہا تھا اور

بہت اہم معلوم ہو رہا تھا۔ سٹاف کیپٹن نے کوٹ فضا میں ہی لپک لیا اور ڈاکٹر نے اپنا ہیٹ بھی اتار دیا۔

''اچھا، مریض کہاں ہے؟'' اس نے اونچی اور واجب التعمیل آواز میں پوچھا۔

6

پیش رسی

''آپ کے خیال میں ڈاکٹر اس سے کیا کہنے والا ہے؟'' کولیا نے جھٹ پٹ پوچھ لیا۔ ''کیا اس کی بوتھی قابل نفرت نہیں؟ مجھ سے ڈاکٹر برداشت نہیں ہوتے۔''

''ایلوشا کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرنے والی ہے۔ میرا خیال ہے یہ بات اب یقینی ہے۔'' ایلوشا نے غمگین لہجے سے کہا۔

''لنگے! تمام ڈاکٹر لنگے ہوتے ہیں! پھر بھی کراماز وف، مجھے خوشی ہے کہ میری آپ سے ملاقات ہو گئی۔ میں مدتوں سے آپ سے نیاز حاصل کرنے کا متمنی تھا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہماری ملاقات ان حالات میں ہوئی۔''

کولیا اس سے کہیں زیادہ دوستانہ، گرمجوش بات کرنے کا خواہش مند تھا لیکن اسے محسوس ہو رہا تھا کہ ایلوشا میں کوئی ایسی بات ہے جو اسے بے تکلف نہیں ہونے دے رہی۔ ایلوشا اس کی پریشانی بھانپ گیا، وہ مسکرایا اور اس نے دوستانہ انداز سے اس کا ہاتھ دبایا۔

''میں مدتوں سے آپ کا مداح چلا آ رہا ہوں کیونکہ آپ جیسی ہستی خال خال ہی نظر آتی ہے۔'' کولیا بڑبڑایا۔ وہ کھسیانا بھی ہو رہا تھا اور اسے اپنی بات کرنے میں الجھن بھی ہو رہی تھی۔
''میں نے سنا ہے آپ سرّیت پسند ہیں اور آپ خانقاہ میں قیام کر چکے ہیں۔ مجھے معلوم ہے آپ سرّیت پسند ہیں لیکن... میرے لیے یہ کوئی تردد کی بات نہیں۔ جب آپ کا واسطہ حقائق سے پڑے گا، تو آپ کو چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔ آپ جیسے لوگوں کا اور کوئی علاج ہے ہی نہیں۔''

''سرّیت پسند سے تمہاری کیا مراد ہے؟ اور مجھے چھٹکارا کس چیز سے مل جائے گا؟'' ایلوشا قدرے حیران ہو گیا تھا۔

''خیر — خدا اور اس قسم کی چیزوں سے۔''

''کیا؟ تم خدا کو نہیں مانتے؟''

''اس کے برعکس میرے پاس خدا کے خلاف کوئی بات نہیں۔ یہ درست ہے کہ خدا محض مفروضہ ہے... لیکن... میں مانتا ہوں کہ نظم... عالمی نظم وغیرہ... برقرار رکھنے کے لیے اس کا وجود ضروری ہے اور اگر وہ موجود نہ ہوتا، اس کا تراشنا ضروری ہو جاتا؛'' کولیا نے مزید کہا۔ اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا تھا۔

اچانک اس کے ذہن میں خیال آیا کہ ایلوشا اب سمجھے گا کہ ''میں علمیت بگھارنے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ میں اب بچہ نہیں رہا بلکہ 'بالغ' ہو گیا ہوں۔ میں اس کے سامنے بالکل نمائش نہیں کرنا چاہتا کہ میں کتنا عالم ہوں؛'' اس نے جھنجھلاتے ہوئے سوچا اور وہ اچانک غصے سے کھولنے لگا۔

''مجھے تسلیم کر لینا چاہیے کہ مجھے اس قسم کے بحث مباحثوں میں الجھنے کا کوئی شوق نہیں؛'' اس کے منہ سے تیزی سے نکل گیا۔ ''آپ کتنی ہی بحثیں کرتے رہیں لیکن آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آدمی خدا پر یقین نہ بھی رکھتا ہو، تو بھی وہ انسانوں سے محبت کر سکتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ بہرحال والتیر خدا کو نہیں مانتا تھا لیکن وہ انسانوں سے محبت کرتا تھا، کرتا تھا نا؟'' (''میں پھر وہی حرکت کر رہا ہوں؟'' اس نے دل میں سوچا۔)

''والتیر کا خدا پر یقین تھا لیکن کچا پکا، اور میرا خیال ہے کہ اسے انسانوں سے بھی کوئی خاص محبت نہیں تھی؛'' ایلوشا نرم و ملائم، دھیمے، پرتحمل اور فطری لہجے میں بات کر رہا تھا جیسے وہ اپنے کسی ہم عمر یا اپنے سے کہیں زیادہ عمر کے شخص سے مخاطب ہو۔

کولیا کو جس بات پر سب سے زیادہ حیرت ہوئی وہ یہ تھی کہ ایلوشا نے والتیر کے بارے میں جس رائے کا اظہار کیا تھا، وہ کچھ اس انداز سے کیا تھا جیسے اسے بظاہر اپنی رائے کے بارے میں پورا یقین نہ ہو اور نظر کچھ یوں آ رہا تھا جیسے وہ یہ معاملہ اس پر، ننھے کولیا پر، چھوڑ رہا ہو کہ وہ جو رائے چاہے قائم کر لے۔

''تم نے والتیر پڑھا ہے؟'' ایلوشا نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں، صحیح معنوں میں تو نہیں... لیکن میں نے 'کاندید' (15) کا ترجمہ ضرور پڑھا تھا اور یہ ترجمہ خاصا پرانا، بھدا اور بے حد مضحکہ خیز ہے...'' (''اور میں پھر شروع ہو گیا!'')

''تم اسے سمجھ گئے تھے؟''

''جی ہاں، ایک ایک بات... یعنی... آپ یہ کیوں سوچ رہے ہیں کہ میں اسے سمجھ نہیں پایا ہوں گا؟ یہ درست ہے کہ اس میں بہت سی گندی باتیں ہیں... ویسے مجھے معلوم ہے کہ یہ فلسفیانہ

دول ہے اور اسے ایک تصوّر کی ترویج کے لیے لکھا گیا تھا... " کولیا اب بالکل ہی ذہنی الجھاؤ کا شکار ہو چکا تھا اور اس کے سلسلۂ خیالات میں ربط ختم ہوتا جا رہا تھا۔ "کرامازوف، میں اتنا پکا سوشلسٹ ہوں کہ آپ میری اصلاح نہیں کر سکتے۔" اس نے کسی ظاہری وجہ کے بغیر اپنی بات ختم کر دی۔

"سوشلسٹ؟" الیوشا ہنس پڑا۔ "اس عمر میں؟ تم ابھی تیرہ سال ہی کے تو ہو؟ ٹھیک؟"

کولیا کو جھرجھری آ گئی۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ میں تیرہ نہیں چودہ سال کا ہوں، میں دو ہفتوں میں چودہ سال کا ہو جاؤں گا۔" وہ یوں بول رہا تھا جیسے وہ بہت جلدی میں ہو اور غصے کے باعث اس کے لیے اپنی باتوں میں ربط قائم رکھنا مشکل ہو رہا ہو۔ "دوسرے میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس کا میری عمر سے کیا تعلق ہے؟ اتنا تو آپ بھی مانیں گے کہ یہ میری عمر کا نہیں میرے عقائد کا مسئلہ ہے۔"

"جب تم بڑے ہو جاؤ گے تم خود سمجھ جاؤ گے کہ عمر کا عقائد پر کیا اثر پڑتا ہے۔ مجھے یہ بھی نظر آ رہا ہے کہ تم اپنے الفاظ استعمال نہیں کر رہے تھے۔" الیوشا نے پُرسکون اور محتاط انداز سے جواب دیا لیکن کولیا گرمی کھا گیا اور اس نے اس کی بات کاٹ دی۔

"معاف کیجیے، آپ صرف اطاعت اور سرّیت کے خواہش مند ہیں۔ مثلاً آپ کو متفق ہونا پڑے گا کہ عیسائیت نے صرف امیروں اور طاقتوروں کے ہاتھ مضبوط کیے ہیں تاکہ وہ نچلے طبقوں کو غلام بنائے رکھ سکیں۔ کیا یہ ٹھیک نہیں؟"

"اخ، مجھے معلوم ہے تم نے یہ بات کہاں پڑھی ہے۔" الیوشا نے قدرے بلند آواز میں کہا۔ "کوئی شخص لازماً تمھیں یہ سب کچھ سکھاتا اور تمہاری سوچ پر اثر انداز ہوتا رہا ہے۔"

"معافی چاہتا ہوں آپ کو اتنا یقین کیوں ہے کہ میں نے یہ لازماً کہیں پڑھا ہے؟ رہی یہ بات کہ کوئی شخص مجھے سکھاتا رہا اور میری سوچ پر اثر انداز ہوتا رہا ہے، تو میں یہ عرض کروں گا کہ مجھے کسی سے کچھ سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں اور سوچ میں خود سکتا ہوں۔ ویسے میں یسوع کے خلاف نہیں، وہ سرتاپا کریم النفس اور شفیق انسان تھے۔ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو وہ لازماً انقلابیوں میں شامل ہو جاتے اور وہ شاید کوئی اہم کردار بھی ادا کرتے... سچ پوچھیں تو وہ ضرور بالضرور کرتے۔"

"اچھا— تم نے یہ باتیں کہاں سے سیکھی ہیں؟ کس ہونق سے تمہارا واسطہ رہا ہے؟" الیوشا اونچی آواز سے بولا۔

"معافی چاہتا ہوں، لیکن آپ سچائی نہیں چھپا سکتے۔ یہ درست ہے کہ مجھے مسٹر رکیتن کے ساتھ گفتگو کرنے کے کافی مواقع ملتے رہے ہیں لیکن... کہا جاتا ہے کہ بڑے میاں بلنسکی(16) کے بھی یہی خیالات ہیں۔"

"بلنسکی؟ مجھے تو یاد نہیں۔ بلنسکی نے اس قسم کی بات کہیں نہیں لکھی۔"

"اگر لکھی نہیں تو بھی کیا فرق پڑتا ہے؟ کہا جاتا ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں اکثر کرتا رہتا تھا۔ میں نے یہ... خیر لعنت بھیجیں..."

"اور تم بلنسکی پڑھ چکے ہو؟"

دیکھیں... نہیں، صحیح پوچھیں تو نہیں۔ لیکن میں نے تاتانیا کے متعلق کہیں پڑھا تھا— وہ اونیگن (16) کے ساتھ کیوں نہ گئی؟"

"اونیگن کے ساتھ کیوں نہ گئی؟ یقیناً تم اس قسم کی باتیں... ابھی نہیں سمجھتے ہو گے؟"

"معافی چاہتا ہوں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاید مجھے وولژکا سموروف سمجھتے ہیں۔" کولیا نے جھنا کر ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "پھر بھی میں یہ عرض کروں گا کہ مجھے اس قسم کا انقلابی مت سمجھیں۔ مجھے اکثر رکیتن کی باتوں سے اتفاق نہیں ہوتا۔ اگر میں نے تاتانیا کا ذکر کیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں عورتوں کی آزادی کے حق میں ہوں۔ مجھے اعتراف ہے کہ عورت کم تر مخلوق ہے اور اسے لازماً اطاعت کرنا چاہیے۔ جیسا کہ نپولین نے کہا تھا Les femmes tricottent (عورتوں کا کام سلائی کڑھائی کرنا ہے)۔" کوئی خاص بات تھی کہ کولیا مسکرا دیا۔ "کم از کم اس معاملے میں مَیں اس نام نہاد عظیم آدمی سے پوری طرح متفق ہوں۔ مثلاً میرا یہ عقیدہ بھی ہے کہ امریکا میں جا بسنے کے لیے اپنے وطن کو چھوڑنا گھٹیا حرکت ہے— بلکہ گھٹیا سے بھی بڑھ کر احمقانہ حرکت ہے۔ اگر آدمی یہاں بنی نوع انسان کے لیے بہت کچھ کر سکتا ہو، پھر اسے امریکا جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ خاص طور پر اب جب کہ یہاں انتہائی بارور سرگرمیاں جاری ہیں۔ یہ ہے وہ جواب جو میں نے دیا تھا۔"

"خدایا! تم سے سوال پوچھا کس نے تھا اور تم نے جواب دیا کسے تھا؟ یقیناً تمہیں امریکا جانے کی دعوت ابھی نہیں ملی ہو گی؟"

"میں مانتا ہوں کہ بعض لوگوں نے مجھے یہ راہ سجھائی تھی لیکن میں نے انکار کر دیا۔ ویسے کرامازوف، یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہی رہنا چاہیے، کسی تیسرے کو اس کی بھنک تک نہیں پڑنا چاہیے، سنا آپ نے، اسے محض میرے اور آپ کے درمیان ہی رہنا چاہیے۔ مجھے محکمہ سوم (17) کے ہتھے چڑھنے اور چین برج کے قریب مار کھانے کا قطعاً شوق نہیں:

چین برج کے پاس ایک عمارت ہے
جسے میں کبھی بھول نہیں پاؤں گا۔ (18)

آپ کو یاد ہے؟ کیا زبردست بات ہے! ارے، آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟" [اگر اس الیوشا کو معلوم ہو گیا کہ مجھے اپنے باپ کی الماری میں 'Bell' کا (19) صرف یہی شمارہ ملا ہے اور میں نے اس موضوع کے بارے میں اور کچھ نہیں پڑھا تو پھر؟"] کولیا نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور وہ سرتاپا کانپ گیا۔

"ارے، میں ہنس نہیں رہا اور نہ مجھے ایک لمحے کے لیے یہ خیال آیا ہے کہ تم میرے سامنے غلط بیانی کر رہے ہو۔ میں نے جو یہ کہا ہے کہ تم غلط بیانی نہیں کر رہے تو ٹھیک ہی کہا ہے کیونکہ وائے حیف، جو کچھ تم نے کہا ہے، وہ بالکل صحیح ہے! خیر، اب مجھے بتاؤ تم نے پوشکن پڑھا ہے؟ مثلاً اس کا منظوم ناول 'یوجین اونیگن'؟ تمہیں معلوم ہے کہ تم ابھی ابھی تاتانیا کے متعلق گفتگو کر رہے تھے؟"

"نہیں، میں نے ابھی تک یہ کتاب نہیں پڑھی لیکن میں پڑھنا چاہتا ہوں۔ کرامازوف، میرے کوئی تعصبات نہیں۔ میں دونوں طرفین کی بات سننا چاہتا ہوں۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"کوئی خاص وجہ نہیں، بس یونہی خیال آ گیا۔"

"کرامازوف، یہ تو بتائیں کیا آپ کے خیال میں میں احمقانہ گفتگو اور حرکتیں کرتا رہا ہوں؟" کولیا کے منہ سے اچانک نکلا اور وہ الیوشا کے سامنے یوں تن کر کھڑا ہو گیا جیسے کہہ رہا ہو کر لو، جو کرنا ہے۔ "مجھ پر ایک عنایت کریں، لفظی ہیر پھیر سے کام نہ لیں، سیدھی طرح بات کریں۔"

"احمقانہ؟" الیوشا ہکا بکا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ "میں ایسا کیوں سوچوں؟ مجھے تو صرف اس بات کا ملال ہو رہا ہے کہ تم جیسے نفیس شخص نے، جو ابھی زندگی کی دہلیز پر کھڑا ہے، اس قسم کی بھیانک خرافات سے متاثر ہو کر اپنا حلیہ کیوں بگاڑ لیا؟"

"آپ میرے کردار کی فکر نہ کریں۔" کولیا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ غمازی کر رہا تھا کہ اسے اپنے آپ پر کچھ ضرورت سے زیادہ ہی ناز ہے۔ "اگر میں تشکیک پسند ہوں تو یونہی سہی۔ میں سرتاپا تشکیک پسند ہوں، اتنا تشکیک پسند جتنا کوئی شخص ہو سکتا ہے۔ ابھی ابھی آپ مسکرائے تھے اور مجھے خیال گزرا تھا..."

"ارے، میں تو بالکل ہی مختلف چیز پر مسکرایا تھا۔ سنو، میں جس بات پر مسکرا رہا ہوں، وہ یہ ہے: میں نے ہمارے جدید طلبا کے بارے میں ایک جرمن کا، جو روس میں قیام کر چکا تھا، مضمون پڑھا تھا۔ 'کسی روسی طالب علم کو فلکی نقشہ تھما دیں،' اس نے لکھا تھا، 'جس نے اس قسم کے نقشے کے بارے میں پہلے کبھی نہ سنا ہو اور وہ اس میں جا بجا اصلاح کر کے اگلے روز آپ کو واپس کر دے گا۔'

علم میں صفر لیکن شوخ چشمی میں مالا مال——روسی طلبا کے بارے میں وہ جرمن یہی کہنا چاہتا تھا۔"

"جی ہاں، یہ تو سو فیصد صحیح ہے!" کولیا اچانک قہقہے لگانے لگا۔ "بالکل صحیح، لفظاً بہ لفظاً صحیح۔ جرمن زندہ باد! لیکن اس حرامی جرمن کو اچھا پہلو نظر نہ آیا، آپ کا کیا خیال ہے؟ شوخ چشمی —— یہ کوئی اتنی بڑی برائی نہیں، حدود سے ذرا سا تجاوز ہے، جوانی میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے، بذات خود اس میں کوئی خاص خرابی نہیں —— بس تھوڑی سی اصلاح کی ضرورت ہے اور کچھ نہیں —— اس کے مقابلے میں جذبے کی آزادی ہے جس کا آغاز عملاً طفولیت سے ہی ہو جاتا ہے، اور اپنے خیالات اور عقائد پر قائم رہنے کی ہمت اور حوصلہ، نہ کہ ان کی طرح کی مریضانہ ذہنیت کہ جس رائے کو مصدقہ بنا کر پیش کیا جائے، اسے آنکھیں بند کر کے قبول کر لیا جائے اور غلاموں کی طرح اس پر عمل کرنے لگیں... بہر حال اس جرمن نے جو کچھ کہا ہے، ٹھیک ہی کہا ہے! زندہ باد جرمن! پھر بھی میں کہوں گا جرمنوں کے گلے گھونٹ دیے جانا چاہئیں۔ ممکن ہے وہ سائنس میں بہت ماہر ہوں لیکن ان کے گلے بہر حال گھونٹ دیے جانا چاہئیں..."

"ان کے گلے کیوں گھونٹ دیے جانا چاہئیں؟"

"خیر، میں مانتا ہوں کہ میں غالباً واہی تباہی بکے جا رہا ہوں۔ بعض اوقات میرا رویہ بالکل بچگانہ ہو جاتا ہے۔ جب مجھے کسی چیز کی خوشی ہوتی ہے تو میں جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہوں اور ہر قسم کی خرافات بکنے لگتا ہوں۔ لیکن سنیں، ہم یہاں فضول گپیں ہانکے جا رہے ہیں اور ادھر دیکھیں، معلوم ہوتا ہے وہ ڈاکٹر توقع سے زیادہ وقت صرف کر رہا ہے۔ شاید وہ 'خاتونِ خانہ' اور اس معذور نینوچکا کا بھی معائنہ کر رہا ہے، آخر اسے موقع جو مل گیا ہے۔ دیکھیں، مجھے وہ نینوچکا پسند ہے۔ جب میں آیا تھا تو اس نے اچانک میرے کان میں کہا تھا، 'تم پہلے کیوں نہ آئے؟' اور اس کی آواز میں کتنی ملامت جھلک رہی تھی! میرا خیال ہے وہ بے حد شفیق ہے اور اس کی حالت دیکھ کر مجھے ترس آنے لگتا ہے۔"

"ہاں، ہاں اب جبکہ تم یہاں بکثرت آیا جایا کرو گے، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس قسم کی ہستی ہے۔ تمہیں اس نوع کے لوگوں سے ملنے جلنے کی ضرورت ہے تاکہ تمہیں پتا چل سکے کہ چیزوں کی قدر کیسے کی جاتی ہے اور تم ان لوگوں سے محض میل ملاقات سے بہت کچھ سیکھ جاؤ گے،" الیوشا نے پُرجوش انداز سے کہا: "تمہارے لیے اپنے آپ کو تبدیل کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔"

"اف، مجھے کتنا افسوس ہو رہا ہے کہ میں اس سے پہلے کیوں نہ آیا اور اپنی اس کوتاہی پر میں اپنے آپ کو مسلسل کوس رہا ہوں،" کولیا نے تلخی سے کہا۔

"ہاں، یہ قابل افسوس بات ہے۔ تم نے خود دیکھ لیا ہے کہ تمہیں دیکھ کر بے چارہ لڑکا کتنا خوش

ہوا تھا اور تمہارے نہ آنے سے وہ کتنا پریشان تھا!''

''بہتر ہے آپ اس کا ذکر نہ کریں۔ آپ زخموں پر نمک چھڑک رہے ہیں۔ بہر حال مجھے اپنے کیے کی سزا مل چکی ہے۔ یہ میری نخوت پسندی — انا پرستانہ نخوت پسندی — اور دوسروں پر حکم چلانے کی گھٹیا خواہش تھی جس نے مجھے آنے سے روکے رکھا۔ دوسروں پر حکم چلا کر آدمی کو جو ادنیٰ مسرت حاصل ہوتی ہے، میں پوری کوشش کے باوجود اس سے ساری زندگی پیچھا نہ چھڑا سکا اور اس کا اسیر بنا رہا۔ کرامازوف، میں سمجھ چکا ہوں کہ میں کئی لحاظ سے بالکل لفنگا ہوں!''

''نہیں، تمہاری فطرت بہت خوب صورت اور کشش انگیز ہے۔'' الیوشا نے گرم جوشی سے کہا، ''لیکن اس میں قدرے کجی آ گئی ہے اور میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں کہ تم اس معصوم اور بے انجا اثر پذیر لڑکے کو اس طرح متاثر کرنے میں کیسے کامیاب ہوئے!''

''کیا آپ کا واقعی یہی مطلب ہے!'' کولیا نے بلند آواز سے کہا، ''اور ذرا سوچیں، جب سے میں یہاں آیا ہوں میں یہی سمجھتا رہا، بار بار یہی سمجھتا رہا کہ آپ مجھے احمق سمجھتے ہیں! کاش آپ کو معلوم ہوتا میں آپ کی رائے کی کتنی قدر کرتا ہوں!''

''کیا تم واقعی اتنے ہی تشکیک پسند ہو؟ تم اتنے نوعمر ہو! مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرا بھی یہی خیال تھا۔ جب تم یہاں کمرے میں باتیں کر رہے تھے، مجھے یہی گمان گزر رہا تھا کہ یہ لڑکا لازماً تشکیک پسند ہوگا۔''

''آپ کو واقعی یہی گمان گزرا تھا؟ آپ کتنے صاحب ادراک ہیں! کتنی جلدی سمجھ جاتے ہیں! میں شرط لگاتا ہوں کہ جب میں بیچ کا واقعہ سنا رہا تھا، تب بھی آپ اصل بات بھانپ گئے تھے۔ یہی وہ لمحہ تھا جب میں ذون کی لے رہا تھا اور اپنے آپ کو بڑا تیس مار خان بنا کر پیش کر رہا تھا تو میرے دل میں خیال آیا تھا کہ آپ سوچ رہے ہیں کہ مجھ سے بڑا احمق اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس پر ایک لمحے کے لیے مجھے آپ سے نفرت سی ہو گئی اور میں نے واقعی بڑی واہیات باتیں کرنا شروع کر دیں۔ اور پھر (اور یہ ابھی اور یہیں کی بات ہے) جب میں کہہ رہا تھا 'اگر خدا موجود نہیں، پھر اسے تراشنا پڑے گا،' تو مجھے خیال آیا تھا کہ میں اپنی علمیت کی نمائش کے لیے کچھ زیادہ ہی زور لگا رہا ہوں، خاص طور پر اس لیے بھی کیونکہ میں نے یہ جملہ ایک کتاب سے اٹھایا تھا۔ لیکن میں آپ سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں (اپنی علمیت کی) نمائش نخوت پسندی کی وجہ سے نہیں کر رہا تھا، پھر کس لیے؟ مجھے اس کا صحیح صحیح جواب معلوم نہیں... شاید خوشی کی وجہ سے۔ ہاں، مجھے واقعی یقین ہے کہ میں یہ خوشی کی وجہ سے کر رہا تھا... ویسے مجھے اقرار ہے کہ دوسروں پر اپنی خوشی ٹھونسنا نہایت ہی ذلیل اور شرم ناک حرکت ہے مجھے یہ بات معلوم ہے۔ لیکن اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ آپ مجھ سے نفرت

نہیں کرتے اور یہ سارا میرا وہم تھا۔ اف، کرامازوف، میں بے حد ناخوش ہوں، آزردہ ہوں۔ بعض اوقات میرے دل میں نہ جانے کیوں خیال آنے لگتا ہے کہ دنیا کا ہر شخص، ہر فرد میرا مذاق اڑا رہا ہے — اور پھر مجھے محسوس ہونے لگتا ہے جیسے میں ساری دنیا کو تہس نہس کرنے پر تل چکا ہوں۔''

''اور پھر تم اپنے گردوپیش کے لوگوں کے لیے عذاب جان بن جاتے ہو؟'' الیوشا مسکرا پڑا۔

''ہاں، میں اپنے گردوپیش کے لوگوں، خاص طور پر اپنی ماں کے لیے عذاب جان بن جاتا ہوں۔ کرامازوف، مجھے بتائیں: کیا میں اب مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہوں؟''

''دیکھو، اس بارے میں تو سوچو بھی مت، اس بارے میں بالکل ہی مت سوچو!'' الیوشا نے قدرے اونچی آواز سے کہا۔ ''ویسے مضحکہ خیز معلوم ہونے کا مطلب کیا ہے؟ کیا ایسے مواقع بار بار نہیں آتے جب ہر شخص مضحکہ خیز ہوتا ہے یا کم از کم نظر آتا ہے؟ مزید برآں تمام سمجھ دار لوگ اس بات سے بے حد خائف رہتے ہیں کہیں وہ مضحکہ خیز نظر نہ آنے لگیں اور یہی چیز انہیں آزردہ بنا دیتی ہے۔ مجھے حیرت تو صرف یہ ہے کہ تم اتنی چھوٹی عمر میں اسے محسوس کرنے لگے ہو حالانکہ برسبیلِ تذکرہ میں اسے بہت عرصے سے، صرف تمہیں میں نہیں اوروں میں بھی، دیکھ رہا ہوں۔ ان دنوں وہ بھی، جو بچوں سے بمشکل ذرا ہی بڑے ہوتے ہیں، اس میں مبتلا ہونے لگے ہیں۔ یہ تقریباً پاگل پن ہے۔ یہ شیطان ہے جس نے نخوت پسندی کا لبادہ اوڑھ لیا ہے اور اس نے پوری نسل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ تم بھی باقی لوگوں کی مانند ہو۔'' الیوشا نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ کی ہلکی سی رمق بھی نہیں تھی جس کے متعلق کولیا کو ایک لمحے کے لیے گمان گزرا تھا کہ یہ اس نے وہاں دیکھ لی ہے۔ ''یعنی تم بے شمار دوسرے لوگوں کی مانند ہو، حالانکہ تمہیں ان جیسا، باقی لوگوں جیسا، ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس اتنی سی بات ہے۔''

''اس حقیقت کے باوجود کہ ہر شخص ایسا ہی ہے!''

''ہاں، اس حقیقت کے باوجود کہ ہر شخص ایسا ہی ہے۔ تم اکیلے ہی ایسے نہیں ہو گے۔ دراصل تم ہر شخص جیسے نہیں ہو: تم نے گھٹیا افعال بلکہ مضحکہ خیز افعال کا بھی اعتراف کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی۔ آج کل ایسی چیزوں کا کون اعتراف کرتا ہے؟ کوئی بھی نہیں، اور لوگ اب اپنا محاکمہ کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ایسا، ہر شخص جیسا، مت بنو؛ خواہ تمہیں اکیلے اس موقف پر قائم رہنا پڑے اور تم واحد شخص ہو جو دوسروں سے مختلف ہے، پھر بھی ایسا مت بنو۔''

''بہت خوب! مجھے آپ کے بارے میں غلطی نہیں لگی تھی۔ آپ کے پاس دلاسا دینے کی طاقت ہے۔ اف کرامازوف، میں آپ کی جانب کتنا کھنچا جا رہا ہوں، میں کتنے عرصے سے آپ سے ملنے کے لیے بے قرار ہو رہا تھا! کیا آپ نے کبھی میرے متعلق سوچا ہے؟ آپ نے ابھی ابھی

کہا تھا کہ آپ میرے بارے میں سوچتے رہے ہیں، کہا تھا نا؟

''میں نے تمہارے بارے میں سنا تھا اور میں تمہارے متعلق سوچتا رہا ہوں... اگر تم نے یہ سوال اپنی نخوت پسندی کے سبب پوچھا ہے تو بھی فکر کی کوئی بات نہیں۔''

''کرامازوف، دیکھیں، ہماری یہ گفتگو اعلانِ محبت جیسی ہے۔'' کولیا نے قدرے کمزور لہجے اور دھنائی سے کہا، ''کیا یہ چیز مضحکہ خیز نہیں؟''

''بالکل مضحکہ خیز نہیں اور اگر یہ مضحکہ خیز ہوتی بھی، تو بھی فکر کی کوئی بات نہ ہوتی کیونکہ یہ اچھی ہے۔'' الیوشا نے شگفتگی سے کہا۔

''لیکن کرامازوف، آپ کو یہ ماننا ہوگا کہ آپ بھی میرے سامنے قدرے محجوب ہو رہے ہیں... مجھے یہ آپ کی آنکھوں میں صاف نظر آ رہا ہے۔'' کولیا قدرے مکاری سے لیکن کچھ کچھ خوشی سے مسکرایا۔

''محجوب؟'' کیسے؟''

''آپ شرما کیوں رہے ہیں؟ آپ کے گال گلابی کیوں ہو رہے ہیں؟''

''میں شرمایا تو تمہاری وجہ سے ہوں۔'' الیوشا ہنس پڑا اور اس کے چہرے کی رنگت واقعی قرمزی ہو گئی۔ ''لیکن ہاں، میں محجوب ہو رہا ہوں، خدا جانے کیوں، مجھے خود معلوم نہیں کہ کیوں...'' وہ بڑبڑایا۔ وہ تقریباً بوکھلا چکا تھا۔

''اس لمحے مجھے آپ سے کتنی محبت ہو رہی ہے، آپ کا کتنا احترام میرے دل میں موج زن ہو رہا ہے، صحیح صحیح اس لیے کیونکہ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کسی چیز سے محجوب ہیں! کیونکہ آپ میرے ہی جیسے ہیں۔'' کولیا نے زبردست جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ اس کے گال تمتما رہے تھے اور اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

''سنو، کولیا، برسبیلِ تذکرہ، کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم اپنی زندگی کے دوران میں واقعی بہت ناخوش رہو گے۔'' الیوشا نے خدا معلوم اچانک کیوں کہہ دیا۔

''مجھے معلوم ہے، مجھے معلوم ہے۔ نظر کچھ یوں آتا ہے جیسے آپ کو ہر چیز کا پیشگی علم ہو۔'' کولیا نے جھٹ پٹ اتفاق کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

''بہر حال مجموعی اعتبار سے تم زندگی کو بابرکت بناؤ گے۔''

''بالکل صحیح! ہرا! آپ تو پیغمبر ہیں! اوخ، کرامازوف، ہم ایک دوسرے کو سمجھ جائیں گے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے جس چیز سے سب سے زیادہ خوشی ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ برابری کا برتاؤ کرتے ہیں! لیکن ہم برابر نہیں ہیں، نہیں، ہم قطعاً برابر نہیں ہیں، آپ بلند تر ہیں! لیکن ہم ایک دوسرے کو سمجھ لیں گے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے میں گزشتہ پورے مہینے کے دوران میں اپنے آپ سے کہتا رہا ہوں، 'یا تو ہماری آپس میں بن جائے گی اور ہماری دوستی ہو جائے گی یا پھر ایک دوسرے کو دیکھتے ہی ہمارے دلوں میں کدورت آ جائے گی اور ہم قبر تک ایک دوسرے کے دشمن بنے رہیں گے۔'''

''چنانچہ اپنے آپ سے اس طرح کی باتیں کر کے تم مجھ سے محبت کرتے رہے۔'' الیوشا نے چہچہاتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں، میں آپ سے محبت کرتا رہا، محبت کرتا رہا اور آپ کے بارے میں خواب دیکھتا رہا! اور آپ کو یہ سب کچھ پیشگی کیسے معلوم ہوا؟ لیجیے، ڈاکٹر صاحب آ گئے۔ پتا نہیں وہ کیا کہیں گے؟ ذرا ان کا چہرہ تو دیکھیں!''

7

الیوشا

ڈاکٹر واپس جا رہا تھا۔ وہ اپنا سموری کوٹ اور سموری ہیٹ پہلے ہی پہن چکا تھا۔ وہ جھنجھلایا ہوا اور تقریباً خوف زدہ نظر آ رہا تھا جیسے اس سارے عرصے کے دوران میں اسے اندیشہ لاحق رہا ہو کہیں اسے چھوت نہ ہو جائے۔ اس نے استقبالیے میں چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور الیوشا اور کولیا کو خشم گین نگاہوں سے دیکھا۔ الیوشا نے دروازے میں سے اشارہ کیا اور وہ گاڑی، جو ڈاکٹر کو لائی تھی، باہری دروازے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ سناف کیپٹن ہیز ڈبز ڈاکٹر کے پیچھے پیچھے آیا اور اس کے سامنے خوشامدانہ انداز سے جھکتے ہوئے اسے آخری بات سننے سنانے کے لیے روک لیا۔ بے چارے کی شکل صورت سے صاف عیاں ہو رہا تھا کہ اسے سخت دھچکا لگا ہے، اس کی آنکھوں سے وحشت جھلک رہی تھی۔

''یوئر ایکسی لینسی، یوئر ایکسی لینسی، کیا یہ ممکن نہیں؟...'' اس نے اپنی بات کہنا شروع کی لیکن ادھوری چھوڑ دی۔ وہ مایوسی کے عالم میں اپنے ہاتھ تروڑ مروڑ رہا تھا اور ٹکٹکی باندھ کر ملتجیانہ انداز سے ڈاکٹر کو دیکھ رہا تھا جیسے اس کے ایک آخری لفظ سے بے چارے لڑکے کی سزائے موت منسوخ ہو جائے گی۔

''میں کیا کر سکتا ہوں؟ میں خدا تو نہیں ہوں؛'' ڈاکٹر نے اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے لیکن اپنے معمول کے متاثر کن لہجے سے کہا۔

''ڈاکٹر صاحب... یور ایکسی لینسی... کیا یہ جلد واقع ہو جائے گی، کتنے عرصے میں؟''

''کسی بھی وقت واقع ہو سکتی ہے؛'' ڈاکٹر نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے متین انداز سے کہا اور اپنی نگاہیں جھکاتے ہوئے وہ دہلیز پار کرنے اور اپنی گاڑی میں سوار ہونے کی تیاری کرنے لگا۔

''یور ایکسی لینسی... یسوع مسیح کا واسطا'' خوف و ہراس سے مغلوب شخص نے ایک بار پھر اسے روک لیا۔ ''یور ایکسی لینسی!... یقیناً... کیا اسے اب کوئی بھی چیز، کوئی بھی چیز نہیں بچا سکتی؟''

''اب معاملہ میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے؛'' ڈاکٹر نے غیر تحمل مزاجی سے کہا، ''لیکن، تاہم، ہم،'' وہ اچانک چپ ہو گیا۔ ''اگر تم... مریض کو... فوراً... بلا تاخیر (ڈاکٹر نے الفاظ بلا تاخیر، فوراً غصے سے ہی نہیں بلکہ کرختگی سے کہے کہ سٹاف کیپٹن لرز گیا) مثلاً... سا... ئرا... کوز... بھجوا سکو، تب... شاید... آب و ہوا اور حالات کی تبدیلی... کے سبب... کوئی اچھا نتیجہ برآمد ہو جائے...''

''سائیراکوز؟'' سٹاف کیپٹن کی چیخ نکل گئی۔ وہ ابھی تک پوری طرح نہیں سمجھ سکا تھا۔

''سائیراکوز—یہ تو سسلی میں ہے؛'' کولیا نے توضیح کرتے ہوئے بے حد بلند آواز میں کہا۔ ڈاکٹر نے اس پر اچٹتی سی نظر ڈالی۔

''اسے سسلی بھیج دوں! لیکن، جناب، یور ایکسی لینسی؛'' سٹاف کیپٹن نے بے چارگی سے کہا، ''آپ خود دیکھ چکے ہیں...'' اس نے یوں بازو لہراتے ہوئے کہا جیسے وہ اپنی جائے رہائش کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہو۔ ''میری پیاری بیوی، میرا کنبہ؟''

''اچھا! تمہارے کنبے کو سسلی جانے کی ضرورت نہیں، اس کی بجائے انہیں موسم بہار کے آغاز میں کوکیشیا بھیج دو... اپنی بیٹی کو کوکیشیا بھیج دو... اور اپنی بیوی کو بھی... اس کے گنٹھیا کا بھی... کوکیشیا کے... کسی معدنی چشمے کے پانی سے... علاج ہونا چاہیے... پھر وہاں سے... اسے سیدھے پیرس میں... ڈاکٹر لے... پلے... لیتر... کی نفسیاتی علاج گاہ... میں لے جاؤ۔ میں تمہیں تعارفی رقعہ دے دوں گا... شاید اس سے کچھ...''

''لیکن ڈاکٹر صاحب، ڈاکٹر صاحب... آپ دیکھ رہے ہیں؟'' سٹاف کیپٹن نے ایک بار پھر مایوسی کے عالم میں ہاتھ لہراتے ہوئے راہداری کی طویل برہنہ چوبی دیواروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''یہ میرا مسئلہ نہیں؛'' ڈاکٹر نے سرد مہری سے مسکراتے ہوئے کہا، ''میں نے تو محض تمہارے

سوال کے کہ آخری چارۂ کار کے طور پر کیا کیا جانا چاہیے، جواب میں اپنا پیشہ ورانہ مشورہ دیا تھا... جہاں تک... باقی امور کا... تعلق ہے... بدقسمتی سے میں...''

''نیم حکیم صاحب، پریشان نہ ہوں، میرا کتا آپ کو کاٹے گا نہیں؛'' کولیا نے خاصے بلند آہنگ لہجے سے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ ڈاکٹر بار بار پیریزوان پر، جو دروازے کے باہر کھڑا تھا، دزدیدہ نگاہیں ڈالتا رہا ہے۔ کولیا کی آواز میں غصہ جھلک رہا تھا۔ اس نے ڈاکٹر کی بجائے ''نیم حکیم'' کی ترکیب جان بوجھ کر استعمال کی تھی اور جیسا کہ اس نے بعد میں خود کہا، ''یہ میں نے اس کی بے عزتی کرنے کے لیے کہا تھا۔''

''کیا کہا؟'' ڈاکٹر نے اپنا سر جھٹک کر اوپر اٹھایا اور حیرت سے کولیا کو دیکھنے لگا۔ ''یہ کون ہے؟'' وہ یک بارگی الیوشا کی جانب متوجہ ہوا جیسے اس سے وضاحت طلب کر رہا ہو۔

''یہ پیریزوان کا مالک ہے، نیم حکیم صاحب، میں کون ہوں، اس بارے میں جاننے کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں؛'' کولیا نے بھنّا کر جواب دیا۔

''زوان؟'' (20) ڈاکٹر نے دہراتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ نہیں سکا تھا کہ ''پیریزوان'' کتے کا نام ہے۔

''اسے گھنٹی کی آواز سنائی تو دے جاتی ہے لیکن وہ یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ آواز آئی کہاں سے ہے۔ خدا حافظ، نیم حکیم صاحب، اب آپ سے سائیراکوز میں ملاقات ہوگی۔''

''یہ کون ہے، کون، کون؟'' ڈاکٹر نے تھوک کے چھینٹے اڑاتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر صاحب، یہ ایک مقامی سکول کا طالب علم ہے۔ بڑا شریر ہے۔ اس کی پروا نہ کریں؛'' الیوشا نے تیوری چڑھاتے ہوئے جلدی سے کہا۔ ''کولیا، اپنی زبان کو لگام دو!'' اس نے گلا پھاڑ کر کراسوتکن سے کہا۔ ''ڈاکٹر صاحب، آپ اس کی مطلق پروا نہ کریں؛'' اس نے اس مرتبہ پہلے کی نسبت قدرے زیادہ بے چین ہو کر کہا۔

''ارے کوڑوں کی سزا ملنی چاہیے، کوڑوں کی؛'' ڈاکٹر نے بے انتہا غیظ و غضب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا پاؤں فرش پر دے مارا۔

''لیکن نیم حکیم صاحب، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میرا پیریزوان اتنا بھی گیا گزرا نہیں، وہ اب بھی آپ کو کاٹ سکتا ہے؛'' کولیا کا چہرہ پیلا پڑ چکا تھا، اس کی آواز کانپ رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے۔ ''ایہ، میرے بچے، ادھر!''

''کولیا، اگر تم نے مزید ایک لفظ بھی کہا تو آئندہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں رہے گا!'' الیوشا نے غصے سے تملاتے ہوئے کہا۔

''نیم حکیم صاحب، پوری دنیا میں صرف ایک ہی شخص ہے جو نکولائی کراسوتکن پر حکم چلا سکتا ہے— اور وہ یہ اشراف زادہ ہے:'' کولیا نے الیوشا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ''یہی ہستی ہے جس کی میں اطاعت کرتا ہوں، خدا حافظ!''

وہ ایک طرف ہٹ گیا، اس نے دروازہ کھولا اور تیزی سے کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ پیریزوان اس کے پیچھے بھاگ گیا۔ ڈاکٹر کوئی پانچ سیکنڈ الیوشا کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا جیسے وہ ہوش وحواس کھو چکا ہو، پھر اچانک اس نے تھوکا اور اپنی گاڑی کی طرف چلنے لگا، ساتھ میں وہ بار بار کہے جا رہا تھا، ''حد ہو گئی، حد ہو گئی، حد ہو گئی!'' سٹاف کیپٹن اسے گاڑی میں بٹھانے کے لیے تیزی سے آگے بڑھا۔ الیوشا کولیا کے پیچھے پیچھے کمرے میں آ گیا۔ موخرالذکر پہلے ہی الیوشا کے بستر سے برابر جا کھڑا ہوا تھا۔ الیوشا نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا اور وہ اپنے باپ کو آوازیں دے رہا تھا۔ ایک منٹ بعد سٹاف کیپٹن بھی واپس آ گیا۔

''پاپا، پاپا، ادھر آ گئیں... ہم...'' الیوشا بے حد جوش میں آ چکا تھا لیکن صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کے لیے مزید بات کرنا ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔ اس نے اچانک اپنے دونوں بازو آگے بڑھائے اور جس قدر وہ بھینچ سکتا تھا، اس نے کولیا اور اپنے باپ دونوں کو بھینچ لیا، اس نے انہیں واحد ہم آغوش میں یکجا کر دیا اور خود ان کے ساتھ لپٹ گیا۔ سٹاف کیپٹن کا جسم تھرتھرانے لگا اور وہ بے آواز سسکیاں بھرنے لگا، کولیا کی ٹھوڑی اور ہونٹ لرزنے لگے۔

''پاپا، پاپا، آپ کی حالت دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے، پاپا!'' الیوشا نے بے بسی سے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''الیوشیچکا... میری جان...'' سٹاف کیپٹن ہکلانے لگا، ''ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں... تم ٹھیک ہو جاؤ گے... ہمیں کتنی خوشی ہو گی... ڈاکٹر صاحب...''

''اف، پاپا! مجھے معلوم ہے نئے ڈاکٹر صاحب نے میرے متعلق کیا کہا تھا، مجھے نظر آ گیا تھا:'' الیوشا نے با آواز بلند کہا اور اس نے ایک بار پھر دونوں کو اپنی آغوش میں بھینچ لیا اور اپنا چہرہ اپنے باپ کے کندھے میں چھپا لیا۔

''پاپا، روئیں مت... جب میری روح عالم بالا کو پرواز کر جائے، آپ کسی اور ننھے منے لڑکے کو اپنا بنا لیں... کسی اور کو... ان میں سے جسے چاہیں، چن لیں، اچھا سا چن لیں، اس کا نام الیوشا رکھ دیں اور میری بجائے اس سے محبت کریں...''

''دوست، چپ کرو... تم ٹھیک ہو جاؤ گے:'' کراسوتکن نے یک لخت تلملا کر کہا جیسے وہ سخت غصے میں ہو۔

''لیکن پاپا، مجھے مت بھولیں، مجھے کبھی مت بھولیں:'' الیوشا اپنی کہتا رہا۔ ''کبھی کبھی میری قبر پر حاضری دینے آ جایا کریں... ہاں، پاپا، مجھے ہمارے اس پتھر کے قریب دفن کریں جہاں ہم سیر کرنے جایا کرتے تھے، وہاں شام کو کراسوتکن کے ساتھ میرے پاس آیا کریں... پیریزوان کو بھی... میں اس کا انتظار کیا کروں گا... پاپا، پاپا!''

اس کی آواز بھرا گئی، تینوں چپ چاپ ایک دوسرے کے ساتھ چمٹے رہے۔ نینوچکا بھی اپنی کرسی پر گم صم بیٹھی آنسو بہا رہی تھی اور پھر اچانک ماں کو نظر آیا کہ سبھی رو رہے ہیں، تو وہ بھی زار زار رونے لگی۔

''الیوشیچکا، الیوشیچکا:'' وہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی۔

یکا یک کراسوتکن نے اپنے آپ کو الیوشا کی گرفت سے چھڑایا۔

''خدا حافظ، دوست، میری ماں لنچ پر میرا انتظار کر رہی ہو گی:'' اس نے جلدی سے کہا۔ ''مجھے بے حد افسوس ہے میں انہیں بتا کر نہیں آیا تھا، پریشانی سے ان کا دم خشک ہو رہا ہو گا... لیکن لنچ کے بعد میں سیدھا یہیں آ جاؤں گا۔ ساری سہ پہر اور شام یہیں گزاروں گا اور تمہیں بے شمار، بے شمار باتیں بتاؤں گا! میں پیریزوان کو بھی اپنے ساتھ لے آؤں گا، لیکن فی الحال میں پیریزوان کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا کیونکہ میری عدم موجودگی میں وہ یہاں بھونکتا رہے گا اور آپ لوگوں کے لیے خواہ مخواہ مصیبت بنا رہے گا، خدا حافظ!''

وہ استقبالیے میں بھاگ گیا۔ وہ رونا نہیں چاہتا تھا لیکن تمام تر کوشش کے باوجود اس کے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ الیوشا کو وہ زار و قطار روتے ہوئے ملا۔

''کولیا، تمہیں اپنا وعدہ پورا کرنا اور واپس آنا چاہیے ورنہ وہ بے حد پریشان ہو گا:'' الیوشا نے زور دیتے ہوئے کہا۔

''میں وعدہ کرتا ہوں! میں اپنے آپ کو کوس رہا ہوں کہ میں پہلے کیوں نہ آیا:'' کولیا روتے روتے بڑبڑایا۔ اب اسے اپنے آنسوؤں پر کوئی خفت نہیں ہو رہی تھی۔ عین اسی لمحے سٹاف کیپٹن عملاً دھماکے کے ساتھ کمرے سے برآمد ہوا۔ اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔ اس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ وہ دونوں نوجوانوں کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے بازو فضا میں اچھال دیے۔

''مجھے کوئی اچھا ننھا لڑکا نہیں چاہیے، مجھے ایک اور ننھا لڑکا نہیں چاہیے!'' وہ اپنے دانت کچکچاتے ہوئے بڑی بے بسی سے بڑبڑا رہا تھا: ''یروشلم، اگر میں تمہیں بھول جاؤں تو میری زبان میرے تالو سے چپک جائے (21)...''

وہ چپ ہو گیا جیسے اس کا گلا رُندھ گیا ہو اور اچانک بے بسی سے چوبی بنچ کے قریب اپنے گھٹنوں پر جھک گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں کس کر اپنا سر پکڑا اور سسکیاں بھرنے لگا، اس کے منہ سے بے معنی آوازیں نکل رہی تھیں لیکن وہ پوری کوشش کر رہا تھا کہ اس کی آواز کسی کے کانوں تک نہ پہنچ سکے۔ کولیا باہر گلی میں بھاگ گیا۔

''خدا حافظ، کراما زوف! آپ خود واپس آئیں گے یا نہیں؟'' اس نے غصے اور تلخی سے الیوشا سے کہا۔

''میں آج شام یقیناً یہاں آؤں گا۔''

''یہ یروشلم کا کیا معاملہ ہے؟ وہ کہنا کیا چاہتے تھے؟''

''یہ بائبل کا اقتباس ہے: 'اگر میں تجھے یاد نہ رکھوں، یروشلم'— یعنی اگر میں وہ سب کچھ بھول جاؤں جو مجھے عزیز ترین ہے، اگر میں اسے کسی بھی دوسری چیز کے لیے ترک کر دوں، خدا مجھے غارت کرے...''

''اتنا ہی کافی ہے، میں سمجھ گیا ہوں! آپ بھی لازماً واپس آئیں! پیریزوان، میرے بچے!'' اس نے اس مرتبہ کتے کو واقعی ڈانٹتے ہوئے آواز دی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔

گیارھویں کتاب

ایوان فیودرووِچ

1

گروشینکا کے ہاں

الیوشا گروشینکا سے ملنے کے لیے کیتھیڈرل سکوائر پر واقع سوداگر کی بیوہ مسز مارازووا کے مکان کی طرف چل پڑا۔ گروشینکا پہلے ہی اس صبح فینیا کے ذریعے اسے پیغام بھیج چکی تھی جس میں اس نے اصرار کیا تھا کہ وہ لازماً آئے اور اس سے ملے۔ الیوشا نے فینیا پر تابڑ توڑ سوال کیے تھے اور اس سے اسے معلوم ہوا تھا کہ اس کی مالکہ گزشتہ روز سے خاصی ڈری سہمی ہوئی ہے۔ متیا کی گرفتاری کے بعد کے دو مہینوں کے دوران میں وہ اپنی مرضی سے بھی اور متیا کے حکم پر بھی مسز مارازووا کے مکان پر بار ہا جا چکا تھا۔ متیا کی گرفتاری کے تقریباً تین دن بعد گروشینکا کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی تھی اور وہ تقریباً پانچ ہفتے صاحب فراش رہی تھی۔ ایک ہفتہ تو وہ اپنے بستر پر بے ہوش پڑی رہی تھی۔ اب اگرچہ وہ کوئی دو ہفتوں سے چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی تھی، اس کی شکل صورت خاصی تبدیل ہو گئی تھی، اس کی رنگت سنولا گئی تھی، اس کا وزن کم ہو گیا تھا اور وہ پہلے کی نسبت خاصی دبلی ہو گئی تھی۔ تاہم الیوشا کی نظروں میں اس کے خدوخال مزید پُرکشش ہو گئے تھے اور وہ جب بھی اس

سے ملنے آتا، اسے اس کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر اسے دیکھنے میں بہت لطف آتا تھا۔ اسے اس کی آنکھوں میں استقامت اور عزم صمیم جھلکتا نظر آتا۔ دکھائی کچھ یوں دیتا تھا جیسے وہ کسی روحانی بحران میں سے گزر چکی ہو اور اب اس میں سے ایک نئے، پُرسکون، غیر خوابانہ اور غیر متزلزل عزم کے ساتھ باہر آئی ہو۔ اب اس کی پیشانی پر ابروؤں کے مابین ایک مختصر عمودی لکیر نمودار ہو گئی تھی جس نے اس کے خوب صورت اور پُرکشش چہرے کو داخلی سوچ بچار کا ایک ایسا پہلو عطا کر دیا تھا پہلی نظر میں جس کے ڈانڈے سخت گیری کو چھوتے نظر آتے تھے۔ اس کی سابقہ غیر سنجیدگی اور لاأبالی پن کا اب کہیں نام و نشان تک نہیں رہا تھا۔ الیوشا کو یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی کہ ان تمام آفات کے باوجود جن کا یہ بدنصیب عورت نشانہ بنی تھی — کہ اس کا محبوب ایک ہولناک جرم کے الزام میں عین اس وقت گرفتار ہو گیا تھا جب ان کی سگائی ہونے والی تھی، خود اس پر جان لیوا بیماری کا حملہ ہوا تھا اور متیا کے سر پر تقریباً ناگزیر فیصلہ منڈلا رہا تھا — اس کی سابقہ پُرشباب شگفتگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس کی آنکھیں، جو پہلے ہر کسی کو للکارتی نظر آتی تھیں، اب وہ ایک قسم کی نرم و ملائم روشنی سے جگمگانے لگی تھیں جو شانتی سے ملتی جلتی تھی لیکن اب بھی جب کبھی اسے اپنی سابقہ ادھیڑ بن یاد آ جاتی — اس ادھیڑ بن میں نہ صرف یہ کہ کوئی تخفیف نہیں ہوئی تھی بلکہ اس میں مزید اضافہ ہو گیا تھا، یہی آنکھیں بعض اوقات شعلہ بار ہو جاتیں۔ اس ادھیڑ بن کا ہدف ہمیشہ کی طرح کاتریناایوانوونا تھی جسے گروشینکا اس وقت بھی جب وہ بستر مرض پر پڑی تھی اور اس کی کیفیت ہذیانی ہو رہی تھی، اپنے ذہن سے نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ الیوشا جانتا تھا کہ وہ متیا، زندانی متیا کی وجہ سے اس سے حد درجہ حسد کرتی ہے اور اس حقیقت کے باوجود کرتی ہے کہ کاتریناایوانوونا ایک مرتبہ بھی اسے ملنے قید خانے نہیں گئی تھی حالانکہ اس قسم کے مواقع کا کوئی فقدان نہیں تھا۔ ان تمام عناصر نے الیوشا کو ایک نازک مسئلے سے دوچار کر دیا تھا، یہ اس لیے بھی کیونکہ وہ واحد شخص تھا جس پر وہ کلی اعتماد کرتی تھی، جس سے وہ اپنے نہاں خانۂ دل کی بات بھی کہہ دیتی تھی اور جس کے مشورے کی وہ مسلسل جویا رہتی تھی، اس کے برعکس بعض اوقات خود الیوشا کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ گروشینکا سے کیا کہے یا کیا نہ کہے۔

جب وہ مکان پر پہنچا، وہ بے حد پریشان تھا۔ وہ گھر پر ہی موجود تھی؛ ویسے وہ اس روز متیا سے ملنے گئی تھی اور ملاقات کے بعد صرف ایک گھنٹہ قبل واپس آئی تھی۔ وہ اس کا استقبال کرنے کے لیے میز کے پیچھے کرسی سے جس شگفتہ پھرتی سے اچھلی، اس سے الیوشا نے فوراً یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ اس کا انتہائی بے صبری سے انتظار کر رہی ہو گی۔ میز پر تاش کے پتے پڑے تھے اور انہیں جس انداز سے بانٹا گیا تھا اس سے معلوم ہوتا تھا کہ "انتوں" (22) کا کھیل کھیلنے کی تیاری ہو رہی تھی۔ میز سے

کچھ فاصلے پر چرمی صوفے پر ایک قسم کا بستر بچھا دیا گیا تھا جس پر ماکسی موف لیٹا ہوا تھا۔ وہ ڈریسنگ گاؤن اور سوتی شبینہ ٹوپی پہنے ہوئے تھا، شکل صورت سے بیمار اور نحیف و نزار دکھائی دے رہا تھا تاہم وہ خوش گوار انداز سے مسکرا رہا تھا۔ تقریباً دو ماہ قبل جب وہ اس کے ساتھ مکرائی سے آیا تھا، مفلس و قلاش کوتاہ قامت بوڑھا اس کے گھر سے کہیں باہر نہیں گیا تھا۔ جب وہ اس روز بارش اور کیچڑ میں گزرتے واپس آئے تھے، اس کا بدن پوری طرح شرابور ہو چکا تھا، اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں وہ آتے ہی صوفے پر بیٹھ گیا اور نگاہیں گاڑ کر چپ چاپ گروشینکا کو دیکھنے لگا تھا، وہ مسکرا رہا تھا لیکن اس کی مسکراہٹ میں فروتنی اور التجا صاف پڑھی جا سکتی تھی۔ گروشینکا نے، جو اپنے کسی بھیانک غم و اندوہ میں کھوئی ہوئی تھی اور جو بخار میں مبتلا ہوتے ہی زرد اور بیمار لگنے لگی تھی، واپسی کے بعد تقریباً آدھ پون گھنٹے تک اسے تقریباً فراموش کیے رکھا — تاہم پھر اس کی نگاہ اچانک اس پر پڑی اور وہ اسے بڑے غور سے دیکھنے لگی: جواب میں وہ یوں مسکرایا جیسے وہ اپنی قابلِ رحم حالت پر قانع ہو چکا ہو۔ گروشینکا نے فینیا کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ ماکسی موف کے لیے کچھ کھانے کے لیے لے آئے۔ وہ سارا دن وہیں ڈٹا رہا اور اپنی جگہ سے شاید ہی کبھی اِدھر اُدھر ہلا ہو گا۔ جب اندھیرا چھا گیا اور دریچے بند کر دیے گئے، فینیا نے اپنی مالکہ (23) سے پوچھا:

"مس، ان صاحب کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا یہ رات واقعی یہیں گزاریں گے؟"

"ہاں، اس کا بستر صوفے پر بچھا دو۔" گروشینکا نے جواب دیا۔

اس پر تابڑ توڑ سوال کرنے کے بعد گروشینکا کو معلوم ہوا کہ اس کے پاس واقعی کوئی رہنے کی جگہ نہیں ہے اور وہ مزید کہنے لگا، "میرے محسن کالگانوف نے مجھے صاف صاف بتا دیا تھا کہ وہ دوبارہ میری شکل تک دیکھنا نہیں چاہتا اور اس نے مجھے پانچ روبل تھما دیے۔" "خیر، اب کیا ہو سکتا ہے: چاہو تو یہیں ٹھہر جاؤ۔" گروشینکا نے راضی برضا ہو کر فیصلہ کر دیا اور وہ اسے دیکھ کر یوں مسکرانے لگی جیسے اسے اس کی حالتِ زار پر بہت ترس آ رہا ہو۔ اس مسکراہٹ نے ماکسی موف کے دل پر گہرا اثر کیا، اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس کے ہونٹ کپکپانے لگے۔ تب سے دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنے والا بے گھر و بے زر آوارہ گرد گروشینکا ہی کے گھر میں مستقلاً ٹکا ہوا تھا۔ جب تک وہ صاحبِ فراش رہی، اس نے گھر سے ایک قدم بھی باہر نہ رکھا۔ فینیا اور اس کی ماں (24)، گروشینکا کی باورچن نے بھی اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوئی کوشش نہ کی، بلکہ وہ اسے کھانا کھلاتی اور صوفے پر اس کا بستر بچھاتی رہیں۔ بعد ازاں خود گروشینکا بھی اس سے مانوس ہو گئی اور جب کبھی وہ متیا سے مل کر واپس آتی اس نے (طبیعت ذرا سی بحال ہونے پر اس سے باقاعدگی سے ملنا شروع کر دیا تھا، پوری طرح صحت یاب وہ اس کے کہیں بہت بعد ہوئی تھی)، وہ "پیارے

بزرگ ماکسی موف" کے سامنے بیٹھ جاتی اور اس کے ساتھ ہر طرح کے معمولی امور کے متعلق باتیں شروع کر دیتی تاکہ وہ کچھ عرصے کے لیے اپنے غم و اندوہ کو بھول جائے اور اپنی افسردگی پر قابو پا لے۔ انکشاف یہ ہوا کہ بوڑھے کو اچھی کہانی بنانے اور سنانے کا فن آتا ہے اور یوں انجام کار وہ اس کی زندگی کا لازمی جزو بن گیا۔ گروشینکا الیوشا کے ماسوا شاید ہی کسی شخص سے میل ملاقات کرتی تھی اور وہ بھی روز نہیں آتا تھا اور جب آتا تھا تو زیادہ دیر ٹھہرتا نہیں تھا۔ اس عرصے میں معمر سوداگر دوست خطرناک طور پر بیمار ہو چکا تھا — اور جیسا کہ قصبے میں مشہور ہو چکا تھا، وہ "اپنی زندگی کی آخری سانسیں گن رہا" تھا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ وہ میتیا کے مقدمے کی سماعت شروع ہونے سے ایک ہفتہ قبل انتقال کر گیا۔ اپنی موت سے تین ہفتے قبل اس نے آخر کار اپنے بیٹوں کو ان کی بیویوں اور بچوں سمیت اوپر بلایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ بالائی منزل پر قیام کریں۔ جہاں تک گروشینکا کا تعلق ہے، بوڑھے سوداگر نے اپنے نوکروں چاکروں کو سختی سے تاکید کر دی کہ اب وہ اسے کسی صورت بھی اندر نہ آنے دیں اور اگر وہ اصرار کرے تو اسے صاف صاف بتا دیں، "آقا آپ کے لیے خوشیوں سے بھرپور لمبی عمر کی دعا کرتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ اب آپ کو انہیں بھول جانا ہو گا۔" تاہم گروشینکا تقریباً ہر روز اس کی خیریت دریافت کرتی رہی۔

"تو تم آ ہی گئے!" وہ تاش کے پتے پھینکتے اور الیوشا کا خیر مقدم کرتے ہوئے بولی۔ "اور یہ ماکسی موشکا مجھے یہ کہہ کہہ کر ڈراتا رہا ہے کہ تم غالباً کبھی نہیں آؤ گے۔ اخ، تمہیں دیکھ کر میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی! آؤ اور یہاں میز کے قریب بیٹھ جاؤ۔ کیا پیو گے — کافی؟"

"جی شکریہ" الیوشا نے میز کے قریب کرسی کھینچتے ہوئے کہا، "بھوک سے میرا برا حال ہو رہا ہے۔"

"فینیا، فینیا! کافی!" گروشینکا نے آواز دی۔ "گھنٹوں سے تمہارے لیے تیار پڑی ہے، اتنی گرم ہے پیو گے تو زبان جل جائے گی۔ اری فینیا، چند پائیاں بھی لے آنا مگر یہ بھی گرم گرم ہوں۔ الیوشا، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان پائیوں کی وجہ سے ہمارا زبردست جھگڑا ہو گیا تھا۔ میں آج انہیں اس کے لیے جیل لے گئی تھی۔ کیا تم مانو گے کہ اس نے انہیں اٹھا کر میرے منہ پر دے مارا اور کھانے سے صاف انکار کر دیا؟ وہ تو یہاں تک چلا گیا کہ ایک فرش پر پھینک دی اور اسے پاؤں تلے کچل ڈالا۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا، 'میں انہیں گارڈ کے پاس چھوڑے جا رہی ہوں۔ اگر تم نے انہیں شام تک نہ کھایا، خدا کرے تمہارا بغض تمہارا گلا گھونٹ دے!' میں نے یہ کہا اور واپس آ گئی۔ چنانچہ ہماری پھر ان بن ہو گئی ہے۔ تمہیں یقین آیا؟ میں جب بھی اس سے ملنے جاتی ہوں ہمارا جھگڑا ہو جاتا ہے۔"

گروشینکا یہ سب کچھ اضطراب کی حالت میں ایک ہی سانس میں کہہ گئی۔ ماکسی موف، جو اس کے لہجے پر خوف زدہ ہو گیا تھا، اب نگاہیں جھکا کر بے چینی سے مسکرانے لگا۔

"اس مرتبہ کس بات پر جھگڑا ہوا؟" الیوشا نے پوچھا۔

"مجھے اس کی قطعاً توقع نہیں تھی اور جب ہوا تو میں بالکل حیران رہ گئی۔ ذرا سوچو کس بات پر ہوا ہو گا۔ وہ میرے 'سابقہ' سے حسد کرتا ہے اور اس نے مجھ سے پوچھا، 'تم نے اسے اپنے پاس کیوں رکھا ہوا ہے اور اس کی یوں خدمت تواضع کیوں کرتی رہتی ہو؟ تم نے اسے اپنے پاس رکھا ہوا ہے، کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟' وہ حسد کرتا رہتا ہے۔ پچھلے ہفتے تو اس نے کوزما کو بھی نہ بخشا، اس سے بھی حسد کرنے لگا۔"

"لیکن اسے تمہارے افسر کے بارے میں تو سب کچھ معلوم تھا، تھا یا نہیں؟"

"بالکل معلوم تھا۔ میرے اور میرے 'سابقہ' کے مابین جو کچھ ہوا تھا، شروع سے لے کر آخر تک اسے ایک ایک بات کا علم ہے لیکن خدا جانے آج اسے کیا ہو گیا کہ وہ اچانک مجھے بے نقط سنانے لگا۔ اس نے جو جو کچھ کہا، مجھے تو اسے دہراتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ احمق کہیں کا! جب میں واپس آ رہی تھی، رکیتن اسے ملنے جا رہا تھا۔ ممکن ہے رکیتن میرے خلاف اس کے کان بھرتا رہا ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے؟" اس نے قدرے غیر حاضر دماغی سے مزید کہا۔

"وہ تم سے محبت کرتا ہے، وہ تم پر بری طرح فریفتہ ہے، اس لیے یہ سب کچھ کرتا ہو گا۔ لیکن فی الحال وہ بے حد پریشان ہے۔"

"ان حالات میں تو ہر کوئی ہو گا۔ اس کے مقدمے کی سماعت کل شروع ہو جائے گی۔ آج میں خاص طور پر اسے کل کے متعلق دلاسا دینے گئی تھی کیونکہ الیوشا، اب جو کچھ ہونے والا ہے مجھ میں تو اس کا تصور کرنے کا بھی حوصلہ نہیں! تم کہتے ہو وہ پریشان ہے، لیکن میرے متعلق کیا خیال ہے؟ میں کوئی کم پریشان ہوں؟ اور اسے بس اس پولستانی کی سوجھتی رہتی ہے! احمق کہیں کا! اب وہ ماکسی موشکا سے بھی حسد کرنے لگے گا!"

"میری بیوی بھی زبردست حاسد تھی،" ماکسی موف نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"واقعی!" گروشینکا اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی۔ "وہ کس سے حسد کرتی ہو گی؟"

"صفائی کرنے والی نوکرانیوں سے۔"

"ماکسی موشکا، بکواس بند کرو۔ یہ لطیفے سنانے کا وقت نہیں، تم مجھے غصہ دلا دو گے۔ اور ان پائیوں کو ندیدوں کی طرح مت دیکھو، یہ تمہیں نہیں ملیں گی، یہ تمہارے پیٹ کے لیے ٹھیک نہیں، اور یاد رکھو تمہیں شراب بھی نہیں ملے گی۔ اب تم میرے سر پر سوار ہو گئے ہو۔ تمہارے خیال میں میں

نے کوئی محتاج خانہ کھول رکھا ہے؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔
"میں آپ کی نوازشات کا اہل نہیں، میری کوئی حیثیت ہی نہیں،" ماکسی موف نے روانکھا ہو کر کہا۔ "بہتر ہے آپ اپنی فیاضیاں ان لوگوں پر لٹائیں جو مجھ سے زیادہ کارآمد ہیں۔"
"ارے ماکسی موشکا، ہر شخص کا کوئی نہ کوئی مصرف ہوتا ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ کون کس سے زیادہ کارآمد ہے۔ الیوشا، کاش یہ پولستانی کبھی میری زندگی میں نہ آیا ہوتا! اور آج تو وہ بھی چلا گیا ہے اور بیمار پڑ گیا ہے۔ میں اس سے ملنے گئی تھی۔ اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اسے بھی چند پائیاں بھیج دوں گی: میں نے پہلے تو نہیں بھیجی تھیں لیکن اب جب کہ میتیا نے مجھ پر الزام لگا دیا ہے کہ میں اسے بھیجتی رہتی ہوں، میں سوچ رہی ہوں چند بھیج ہی کیوں نہ دوں! میں یہ حرکت جان بوجھ کر کر رہی ہوں، ہاں، جان بوجھ کر کر رہی ہوں! اخ، فینیا، ادھر دیکھو، وہ خط پکڑے آ رہی ہے! بالکل ویسے ہی ہوا جیسے میں نے سوچا تھا! یہ اس پولستانی اور اس کے ساتھی کی طرف سے آیا ہے۔ وہ پھر روپیہ مانگ رہے ہیں!"

Pan موسیالووچ نے حسبِ معمول بہت طویل خط ارسال کیا تھا۔ اس میں ادھر اُدھر کی تو بہت باتیں کی گئی تھیں لیکن اصل بات اتنی تھی کہ اس میں تین روبل کا قرضہ مانگا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک رسید منسلک تھی جس میں اقرار کیا گیا تھا کہ روپیہ موصول ہو گیا ہے اور اسے تین ماہ کے اندر واپس کر دیا جائے گا۔ رسید پر Pan وربلیوسکی کے دستخط تھے۔ گروشینکا کو اپنے "سابقہ" سے پہلے ہی اس قسم کے متعدد خطوط مل چکے تھے اور ان سب کے ساتھ اسی طرح کی رسیدیں منسلک تھیں۔ یہ سلسلہ دو ہفتے قبل عین اس وقت شروع ہوا تھا جب گروشینکا اپنی بیماری سے صحت یاب ہو چکی تھی۔ تاہم وہ جانتی تھی کہ جب وہ بستر سے لگی پڑی تھی وہ اس کی عیادت کرنے آتے رہے تھے۔ پہلا خط بے حد طویل تھا۔ اسے خط لکھنے کے خاصے لمبے چوڑے کاغذ پر تحریر کیا گیا تھا اور اس پر خاصی بڑی خاندانی مہر ثبت تھی۔ یہ اتنا مبہم اور لفاظی سے بھرپور تھا کہ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ لکھنے والا چاہتا کیا ہے۔ گروشینکا نے اس کا صرف نصف پڑھنے کا تکلف کیا تھا اور پھر اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا تھا۔ ویسے بھی اس وقت وہ دوسرے مسائل میں گھری ہوئی تھی۔ اگلے روز پہلے خط کے تعاقب میں دوسرا آ ٹپکا۔ اس میں Pan موسیالووچ نے دو ہزار روبل کا قرضہ مانگا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے مختصر ترین مدت میں واپس کر دے گا۔ گروشینکا نے اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس کے بعد تو خطوط کا تانتا بندھ گیا، ہر روز ایک کے بعد دوسرا چلا آ رہا تھا: سب کے سب اسی طرح اکتا دینے کی حد تک طویل اور لفاظی سے بھرپور ہوتے تھے، تاہم جو رقم ادھار مانگی جاتی تھی، ہر خط کے ساتھ اس میں تخفیف ہوتی جا رہی تھی، دو ہزار سے یہ بتدریج سو پر، پھر پچیس پر، اور تب دس پر آ

گئی۔ آخر میں تو گروشینکا کو ایک ایسا خط موصول ہوا جس میں صرف ایک روبل کی درخواست کی گئی تھی اور اس کے ساتھ جو رسید منسلک تھی اس پر دونوں حضرات کے دستخط تھے۔ اس پر گروشینکا کو ان پر ترس آ گیا اور جب اندھیرا چھا گیا، وہ بھاگم بھاگ اپنے پولستانی کے پاس جا پہنچی۔ دونوں کی حالت انتہائی سقیم تھی، وہ بالکل کنگال ہو چکے تھے۔ ان کے پاس دھیلا تھا نہ پیسا، کھانا تھا نہ جلانے کی لکڑی نہ سگرٹ، وہ اپنا مالکۂ مکان کے مقروض ہو چکے تھے۔ انہوں نے کرائی میں میتیا سے جو دو سو روبل جیتے تھے، وہ کبھی کے پادر ہوا ہو چکے تھے۔ لیکن گروشینکا کو جس چیز پر حیرت ہوئی وہ یہ تھی کہ دونوں حضرات نے اس کا استقبال کچھ اس طور کیا جیسے وہ اپنے آپ کو اس سے برتر سمجھتے ہوں اور انہوں نے اس کے سامنے خود اعتمادی کا بھی زبردست مظاہرہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے مبالغہ آرائی سے بھرپور لمبی چوڑی تقریریں بھی ارشاد فرمائیں۔ گروشینکا کی ہنسی نکل گئی اور اس نے کچھ کہے بغیر اپنے "سابقہ" کے ہاتھ میں دس روبل تھما دیے۔ اس نے ہاہا ہا پھر اسے لطیفہ بنا کر میتیا کو سنا دیا۔ اس وقت میتیا نے ذرا سے بھی حسد کا عندیہ نہیں دیا تھا۔ اس کے بعد اللہ دے اور بندہ لے، دونوں پولستانی گروشینکا کی جان کو آ گئے اور ہر روز اسے ملتجیانہ خطوط بھیجنے لگے۔ وہ جواب میں انہیں انتہائی حقیر رقوم ارسال کرتی رہی۔ اور ذرا سوچیں اور سر دھنیں، اب میتیا حسد کرنے پر اتر آیا ہے!

"میں ملنے تو میتیا سے جا رہی تھی لیکن مجھ سے حماقت یہ سرزد ہوئی کہ میں راستے میں ایک سیکنڈ کے لیے اپنے سابق، اپنے پولستانی سے ملنے کے لیے رک گئی، آخر وہ واقعی بہت بیمار تھا۔" گروشینکا نے بے ربطی سے دوبارہ جلدی جلدی اپنا سلسلۂ کلام شروع کرتے ہوئے کہا، "میں نے یہ سب کچھ ہنسی مذاق میں میتیا کو بتا دیا۔ 'کیا تم تصور کر سکتے ہو،' میں نے کہا، 'میرے پولستانی دوست کا خیال ہے کہ اگر اسے میرے سامنے پُرانے گیت گانے اور اپنی گٹار بجانے کا موقع مل سکے تو میں جذبات کی رو میں بہہ جاؤں گی اور اس کے ساتھ شادی کر لوں گی؟' اس پر میتیا بھڑک اٹھا اور مجھ سے دشنام طرازی کرنے لگا... خیر، اگر اس نے یہی وتیرہ اپنائے رکھا، میں انہیں چند پائیاں بھیج ہی دوں گی! فینیا، وہ لڑکی کہاں ہے جسے انہوں نے یہاں بھیجا تھا۔ یہ پکڑو تین روبل، کاغذ میں ایک درجن پائیاں لپیٹو، دونوں چیزیں اس چھوکری کو تھما دو اور اس سے کہو کہ وہ انہیں ان تک پہنچا دے۔ اور الیوشا، میتیا کو یہ بتانا مت بھولنا کہ میں نے انہیں چند پائیاں بھیج دی ہیں۔"

"کچھ بھی ہو جائے میں بالکل نہیں بتاؤں گا،" الیوشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آہا، تو تمہارا خیال ہے اسے کوئی پروا ہے؟ وہ جان بوجھ کر حاسد ہونے کی اداکاری کر رہا ہے۔ حقیقتاً اسے ذرا بھی پروا نہیں،" گروشینکا نے تلخی سے کہا۔

"'اداکاری' سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" الیوشا نے پوچھا۔

"الیوشا، تم نرے گاؤدی ہو، بالکل ہو! اپنی تمام تر ذہانت کے باوجود تم اس معاملے کے متعلق کچھ بھی نہیں سمجھ پارہے! مجھے اس بات کا گلہ نہیں کہ وہ حاسد ہے، بلکہ اگر وہ حاسد نہ ہوتا میں بہت برا مانتی۔ میں ہوں ہی ایسی۔ میں حسد کا برا نہیں مانتی، خود مجھ میں سفاکی کی رمق موجود ہے، میں خود بھی حاسد ہو سکتی ہوں۔ میں برا تو تب مانوں گی اگر وہ مجھ سے محبت نہ کرے، بلکہ حاسد ہونے کا محض ڈراما کرتا رہے۔ اس کا خیال ہے میں اندھی ہوں، مجھے کچھ نظر نہیں آتا؟ پھر اچانک وہ مجھ سے کاتکا کا ذکر کرنے لگتا ہے۔ وہ کاتکا کی تعریفوں کے پل باندھنے لگتا ہے، کاتکا ایسی ہے، کاتکا ویسی ہے۔ وہ کہتا ہے، 'ذرا سوچو، کاتکا نے میرے لیے ماسکو سے ڈاکٹر منگوایا ہے اور اس نے میرا دفاع کرنے کے لیے ماسکو کے معروف ترین اور قابل ترین وکیل کی خدمات حاصل کی ہیں۔' اگر اس نے میرے منہ پر اس کی ستائش شروع کر دی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اس سے محبت کرنے لگا ہے۔ اس میں، اس آدمی میں رتی برابر شرم نہیں رہی! وہ جانتا ہے وہ غلطی پر ہے، اسی لیے وہ مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتا رہتا ہے، وہ مجھے باور کرانے کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ قصوروار میں ہوں اور وہ ہر چیز کا الزام مجھ پر دھرتا رہتا ہے۔ 'میرے آنے سے پہلے تمہارے پاس پولستانی تھا،' وہ بچے کے انداز سے کہتا ہے، 'چنانچہ کاتکا کے ساتھ میرے جو تعلقات ہیں، ان پر تمہیں جزبز ہونے کی ضرورت نہیں۔' تو بات یہ ہے وہ چاہتا ہے سارا الزام میں اپنے سر لے لوں۔ اس نے عمداً مجھ میں خامیاں ڈھونڈنا شروع کر دی ہیں، میں تمہیں بتائے دیتی ہوں وہ جان بوجھ کر میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ صرف میں..."

گروشینکا نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی، اپنا رومال آنکھوں پر رکھا اور زور زور سے سسکیاں بھرنے لگی۔

"اسے کاتریناایوانوونا سے کوئی محبت نہیں،" الیوشا نے بڑے محکم لہجے سے کہا۔

"خیر، اسے اس سے محبت ہے یا نہیں، میں خود بہت جلد معلوم کر لوں گی،" گروشینکا نے تہدید آمیز انداز سے کہا اور آنکھوں سے رومال اٹھا لیا۔ اس کی تیوریاں چڑھ چکی تھیں اور اس کے چہرے کی شکل بگڑ گئی تھی۔ الیوشا کو یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ اس کے چہرے کے تاثرات بہت جلد تبدیل ہو جاتے ہیں—— ایک لمحے وہ حلیم، منکسرالمزاج اور پُرسکون انداز سے مسرور و مطمئن دکھائی دیتی ہے لیکن اگلے ہی لمحے وہ اکھڑی اکھڑی، افسردہ اور کینہ پرور نظر آنے لگتی ہے۔

"کافی ہو چکیں یہ خرافات!" اس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا، "میں نے تمہیں جو یہاں بلایا ہے اس کی وجہ یہ بالکل نہیں تھی۔ الیوشا، جانِ من، کل کیا ہوگا؟ کل کے بارے میں تمہارا

کیا خیال ہے؟ بس یہی بات میرے دماغ پر آسیب بن کر سوار ہو چکی ہے! معلوم ہوتا ہے میں واحد ہستی ہوں جسے اس کی کچھ پروا ہے! میں اپنے گردوپیش نگاہ دوڑاتی ہوں اور دور تک مجھے ایک بھی شخص ایسا نظر نہیں آتا جسے اس کی ذرا بھی فکر ہو۔ مجھے امید ہے کم از کم تم اس بارے میں ضرور سوچتے ہو گے۔ کل اس کے مقدمے کی سماعت شروع ہو جائے گی۔ خدا کے لیے اتنا تو بتاؤ کہ وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ یہ قتل اس نے نہیں، نوکر نے کیا ہوگا، لازماً نوکر نے کیا ہوگا؟ خدایا! کیا اسے قربانی کا بکرا بنا دیا جائے گا؟ کوئی بھی اس کی حمایت نہیں کرے گا؟ انہوں نے نوکر سے پوچھ گچھ بھی نہیں کی یا کی ہے؟"

"ہاں، کی ہے۔ انہوں نے اسے سوالات کی کٹھالی میں سے گزارا ہے،" الیوشا نے تشویش ناک لہجے سے کہا، "لیکن وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ کام اس کا نہیں۔ اور اب تو وہ سخت بیمار ہے اور بستر پر پڑا ہے۔ وہ اس وقت سے، جب اس پر دورہ پڑا تھا، بیمار چلا آ رہا ہے۔ وہ واقعی بیمار ہے،" الیوشا نے مزید کہا۔

"خدایا! تم خود وکیل کے پاس کیوں نہیں جاتے اور اسے سب کچھ روبرو کیوں نہیں بتا دیتے؟ سنا ہے اسے تین ہزار روبل کی فیس دے کر سینٹ پیٹرز برگ سے بلایا گیا ہے۔"

"ہم —— ایوان، کاتریناایوانوونا اور میں —— تین ہزار ادا کر چکے ہیں اور کاتریناایوانوونا اپنی جیب سے دو ہزار روبل خرچ کر کے ماسکو سے ڈاکٹر لائی ہے۔ فیتیوکووچ مزید رقم کا بھی مطالبہ کر سکتا ہے لیکن مقدمے کی سارے روس میں اتنی شہرت ہو چکی ہے کہ تمام اخبارات اس کی خبروں سے بھرے رہتے ہیں۔ فیتیوکووچ نے اسے کسی دوسری چیز کے لیے نہیں بلکہ محض اپنا وقار بڑھانے اور شہرت و ناموری کمانے کے لیے اپنے ہاتھ میں لیا ہے کیونکہ یہ مقدمہ اور کچھ نہیں، کم از کم ہر روسی کی زبان پر تو آنے لگا ہے۔ کل میں خود اسے ملا تھا۔"

"اچھا! پھر کیا ہوا؟ کیا تم نے اس سے گفتگو کی تھی؟" گروشینکا نے بڑے اشتیاق سے دریافت کیا۔

"مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ اس نے بڑی توجہ سے سنا لیکن اس نے حقیقتاً خود کچھ نہیں کہا۔ اس نے صرف اتنا بتایا کہ وہ صفائی کے لیے تیاری کر چکا ہے۔ تاہم اس نے کہا کہ جو کچھ میں نے اسے بتایا ہے، وہ اس پر ضرور غور کرے گا۔"

"غور؟ لعنت ہے! یہ ہیں ہی سارے کے سارے لفنگے! اگر اسی قسم کے لوگوں نے اس کی وکالت کرنا ہے، پھر اس کے بری ہونے کا کوئی امکان باقی نہیں رہ جائے گا۔ یہ ڈاکٹر کا کیا قصہ ہے؟ وہ اسے کیوں بلا لائی ہے؟"

"ماہر گواہ کی حیثیت سے۔ وہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اس وقت متیا کی دماغی کیفیت صحیح نہیں اور جب اس نے قتل کا ارتکاب کیا تھا اس کا ذہنی توازن درست نہیں تھا، چنانچہ وہ اپنے افعال کا ذمے دار نہیں۔" الیوشا ملائمت سے مسکرا دیا۔ "صرف دمتری اس سے متفق نہیں۔"

"یہ سب تو ٹھیک ہے کہ اس نے اس کا قتل نہیں کیا!" گروشینکا نے اونچی آواز میں کہا۔ "وہ پگل ہو گیا تھا، بالکل پاگل ہو گیا تھا اور اس کا الزام مجھ پر، مجھ جیسی قابلِ نفرت عورت پر آتا ہے! لیکن اس نے اسے قتل نہیں کیا، بالکل نہیں کیا! ہر شخص یقین کرنا چاہتا ہے کہ قتل اسی نے کیا تھا۔ فینیا نے بھی اس کے خلاف گواہی دے دی۔ دکان کے کارندے، اس سرکاری ملازم اور شراب خانے میں موجود بھی لوگوں یہی کہا ہے کہ انہوں نے اسے دھمکیاں دیتے سنا تھا کہ وہ اپنے باپ کو قتل کر دے گا۔ سب لوگ، کسی استثنا کے بغیر، اس کے خلاف ہو چکے ہیں، بھی چلا چلا کر اس کے خون کا مطالبہ کر رہے ہیں۔"

"ہاں، اس کے خلاف شہادتیں بہت ٹھوس ہیں،" الیوشا نے مایوسی سے کہا۔

"اور وہ گریگوری، گریگوری واسیلی وچ، اپنی بات پر اڑا ہوا ہے، ذرا بھی اِدھر اُدھر ہونے کو تیار نہیں۔۔۔ بس یہی راگ الاپے جا رہا ہے کہ دروازہ کھلا تھا، اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ یہ اس کا بیان ہے اور وہ اس پر قائم ہے۔ میں خود اس سے ملنے اور بات کرنے گئی تھی۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوا بلکہ اس نے مجھے مغلظات سے بھی نوازا۔"

"ہاں، شاید میرے بھائی کے خلاف یہ مضبوط ترین شہادت ہے،" الیوشا نے کہا۔

"اور جہاں تک متیا کے پاگل ہونے کا تعلق ہے،" گروشینکا نے غیر معمولی طور پر پُرتشویش اور پُراسرار لہجے سے کہنے شروع کیا، "اب وہ یقیناً یہی نظر آتا ہے۔ الیوشینکا، تمہیں معلوم ہونا چاہیے میں اس معاملے کے بارے میں مدت سے تمہارے ساتھ بات کرنے کا ارادہ کر رہی تھی: میں روزانہ اس سے ملنے جاتی ہوں اور انوکھی بات یہ ہے، مجھے بالکل معلوم نہیں ہو پا رہا کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے۔ مجھے بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے: وہ آج کل کیا سوچ رہا، کیا کہہ رہا، کیا کر رہا ہے؟ میرا مطلب ہے جس انداز سے وہ گفتگو کرتا ہے مجھے اس کی مطلق سمجھ نہیں آتی۔ میں یہ سوچ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتی ہوں کہ وہ لازماً بہت گہری بات کہہ رہا ہوگا جو مجھ احمق عورت کے سر سے گزر جاتی ہے۔ اب اس نے اچانک کسی بچے۔۔۔ کسی بالک کا ذکر شروع کر دیا ہے، 'بالک بے چارہ کیوں ہے؟' مجھے وہ کہتا رہتا ہے: 'اس بالک کی خاطر مجھے لازماً سائبیریا جانا ہوگا! میں نے قتل نہیں کیا تھا لیکن میں سائبیریا ضرور جاؤں گا!' یہ سب کیا ہے، یہ بالک کون ہے؟ مجھے تو خاک سمجھ نہیں آ رہا۔ جب وہ اس قسم کی باتیں کر رہا تھا، میں رونے لگی۔ تمہیں معلوم ہی ہے کہ اس کا باتیں کرنے کا انداز

ایسا ہے کہ آدمی کو خواہ مخواہ رونا آ جاتا ہے۔ وہ خود بھی رو رہا تھا۔ میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ پھر اس نے اچانک مجھے چوم لیا اور اپنے ہاتھ سے میرے سر کے اوپر صلیب کا نشان بنانے لگا۔ الیوشا، یہ سب کیا ہے، کچھ تو بتاؤ، اس بالک کا چکر کیا ہے؟"

"اس میں لازماً رکیتن کا ہاتھ ہوگا، حال ہی میں وہ اس کے پاس باقاعدگی سے جانے لگا ہے،" الیوشا نے کہا، "تاہم اگر سوچا جائے۔۔۔ تو یہ چیز رکیتن کے کردار سے لگا کھاتی معلوم نہیں ہوتی۔ میں کل اسے ملنے نہیں جا سکا تھا مگر آج جاؤں گا۔"

"یہ رکیتن کا کام نہیں بلکہ یہ ایوان فیودرووچ ہے جو اس قسم کے خیالات اس کے دماغ میں ڈالتا رہتا ہے۔ وہ اسے ملنے جاتا رہتا ہے اور یہ سارا اسی کا کیا دھرا ہوگا۔۔۔" گروشینکا نے کہا اور وہ اچانک بالکل خاموش ہو گئی۔

الیوشا بھونچکا رہ گیا اور ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب ہے وہ اسے ملنے جاتا رہتا ہے؟ کیا وہ واقعی اسے ملنے جاتا ہے؟ متیا نے تو مجھے بتایا تھا کہ ایوان اسے ملنے بالکل نہیں آیا۔"

"اف ڈیئر۔۔۔ یہ بات میرے منہ سے کیسے نکل گئی؟ مجھ سے کیا حماقت سرزد ہو گئی؟ اپنا منہ کیوں بند نہ رکھ سکی؟" گروشینکا نے کھسیانی ہو کر کہا۔ اس کا چہرہ لالوں لال ہو گیا تھا۔ "دیکھو، الیوشا، اس بارے میں کسی سے ایک لفظ بھی نہ کہنا۔ ٹھیک؟ اب جب کہ میں نے بلی تھیلے سے باہر نکال ہی دی ہے تو میں تمہیں ساری حقیقت بتا دیتی ہوں: وہ اسے دو مرتبہ ملنے جا چکا ہے۔ پہلی مرتبہ تو وہ اپنی واپسی کے فوراً بعد چلا گیا تھا۔۔۔ تمہیں یاد ہی ہوگا کہ وہ کتنی عجلت میں ماسکو سے واپس آیا تھا اور یہ تب کی بات ہے جب میں ابھی بستر سے نہیں لگی تھی۔۔۔ اور دوسری مرتبہ وہ ایک ہفتہ قبل اسے ملنے گیا تھا۔ اس نے متیا سے کہا تھا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے وہ تمہیں، بلکہ کسی شخص کو بھی، اس بارے میں کچھ نہ بتائے۔ وہ چھپ چھپا کر اسے ملنے آیا تھا۔"

الیوشا اپنے خیالات میں مستغرق بیٹھا ہوا تھا، وہ اپنے ذہن میں کچھ سوچ رہا تھا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ اس خبر پر بالکل ہکا بکا رہ گیا ہے۔

"ایوان متیا کے مقدمے کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کرتا،" اس نے بالآخر آہستہ آہستہ کہا، "درحقیقت گزشتہ دو مہینوں کے دوران میں اس نے مجھ سے بہت ہی کم کلام کیا ہے اور جب کبھی میں اسے ملنے جاتا ہوں، مجھے یہی احساس ہوتا ہے کہ میں ناخواندہ مہمان ہوں، چنانچہ گزشتہ تین ہفتوں سے میں نے اس کے ساتھ کوئی میل جول نہیں رکھا۔ ہم۔۔۔ اگر وہ ایک ہفتہ پہلے اسے ملنے گیا تھا تب۔۔۔ گزشتہ ہفتے کے دوران میں متیا میں جو تبدیلی آئی ہے، اس سے اس کی

وضاحت ہو جاتی ہے۔"

"ہاں، تبدیلی تو آئی ہے!" گروشینکا نے جھٹ پٹ اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔ "ان کے پاس کوئی راز ہے، ان دونوں کے مابین کوئی راز کی بات ہے! متیا نے خود مجھے بتایا تھا کہ یہ راز کی بات ہے اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اتنا بڑا راز ہے کہ متیا کا ذہنی سکون غارت ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے وہ بہت شگفتہ خاطر ہوا کرتا تھا— یہ بات نہیں کہ اب وہ شگفتہ خاطر نہیں رہا— یہ تو تب، جب وہ اپنا سر کھجانے، کمرے میں چکر کاٹنے اور اپنے بالوں میں یہاں، کنپٹیوں کے آس پاس، انگلیاں پھیرنے لگتا ہے، مجھے احساس ہونے لگتا ہے کہ اسے کوئی چیز پریشان کر رہی ہے... مجھے یہ سمجھنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگتی... اس کے ماسوا وہ شگفتہ خاطر ہوتا ہے، وہ آج بھی شگفتہ خاطر تھا!"

"تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس کا مزاج برہم ہو رہا تھا؟"

"ہاں، اس کا مزاج برہم ہو رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ شگفتہ خاطر بھی تھا۔ وہ جھنجھلاتا ضرور ہے مگر صرف ایک سیکنڈ کے لیے، اور اس کے بعد وہ شگفتہ خاطر ہو جاتا ہے لیکن کچھ ہی دیر بعد پھر جھنجھلانے لگتا ہے۔ اور ایلیوشا، تمہیں معلوم ہونا چاہیے وہ مجھے حیران کرنے کی کوئی نہ کوئی صورت نکال ہی لیتا ہے۔ وہ اتنی کٹھن آزمائش میں سے گزر رہا ہے کہ اسے ذرا سا بہانہ درکار ہے اور وہ چہچہانے، کھلکھلا کر ہنسنے اور قہقہے لگانے لگتا ہے۔ اس کا رویہ بالکل بچوں کا سا ہے۔"

"ویسے کیا یہ واقعی سچ ہے کہ اس نے تمہیں یہ بتانے سے منع کر دیا تھا کہ ایوان اسے ملنے آیا تھا؟ کیا اس نے واقعی یہی کہا تھا، 'اس کا ذکر کسی سے مت کرنا؟'"

"یہ بالکل اسی کے الفاظ ہیں: 'اس کا ذکر کسی سے مت کرنا!' وہ یعنی متیا سب سے زیادہ تم سے خائف ہے۔ اس کا اس راز سے تعلق ہے، اس نے کہا تو یہی تھا— یہ راز کی بات ہے... ایلیوشا، ہنی ڈارلنگ، جاؤ اور خود معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ ان کے مابین کیا ہو رہا ہے، اور پھر واپس آؤ اور اس بارے میں مجھے بتاؤ!" گروشینکا نے پُرتشویش لہجے میں التجا کی۔ "میں جس مصیبت میں پھنسی ہوئی ہوں، مجھے اس سے نکالو۔ میں جاننا چاہتی ہوں میری قسمت میں کیا لکھا ہے۔ اسی لیے میں نے تمہیں بلایا تھا!"

"تمہارے خیال میں اس کا کسی وجہ سے تم سے تعلق بنتا ہے؟ اگر یہ بات ہے پھر وہ اس کے متعلق ہرگز کچھ نہیں بتائے گا بشرطیکہ وہ اسے چھپا کر رکھنا چاہتا ہو۔"

"مجھے معلوم نہیں۔ ممکن ہے وہ مجھے بتانا چاہتا ہو مگر اس کا حوصلہ نہ کر پاتا ہو۔ وہ مجھے متنبہ کرتا رہتا ہے 'میرے پاس راز ہے' وہ کہتا رہتا ہے مگر راز کیا ہے— بتاتا کچھ نہیں۔"

"تمہارے خیال میں یہ کیا ہو سکتا ہے؟"

"مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟ میرا تو بس یہی خیال ہے مجھے بیچ منجدھار میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ ان تینوں نے مل کر میرے خلاف کھچڑی پکائی ہے اور یہ سب اس کاتکا کی کارستانی ہے۔ کاتکا ہی اس کے پیچھے ہے، بالکل وہی ہے۔ 'کاتکا یہ ہے، کاتکا وہ ہے' وہ کہتا رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں کچھ نہیں، تمہارا بہت بہت شکریہ۔ یہ اس کا مجھے بتانے کا طریقہ ہے، اس کا مجھے خبردار کرنے کا انداز ہے۔ اس نے مجھ سے پنڈ چھڑانے کا تہیہ کر لیا ہے، یہ ہے ان کا سارا راز! یہ تینوں کے تینوں— میتکا، کاتکا اور ایوان فیوودرووچ— اس میں شامل ہیں۔ ایلیوشا، میں بہت مدت سے تم سے پوچھنے کا ارادہ کر رہی تھی: کوئی ایک ہفتہ ہوا، اس نے اچانک مجھ سے کہا، 'ایوان کو کاتکا سے محبت ہو گئی ہے'— کیونکہ وہ اکثر اسے ملنے جاتا رہتا ہے۔ اب بتاؤ، وہ سچ کہہ رہا تھا یا نہیں؟ مجھے دیانت داری سے جواب دو، میرا لحاظ مت کرو، میں پریشان نہیں ہوں گی۔"

"میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ ایوان کو کاتریناایوانوونا سے کوئی محبت نہیں، کم از کم میرا تو یہی خیال ہے۔"

"خیر، خود میرا بھی اس وقت یہی خیال تھا! وہ جھوٹی بچی باتیں کہہ کر میری آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتا تھا، بے غیرت، جھوٹا، اور کیا! اور وہ جس حسد کا ڈراما رچا رہا ہے، وہ تو محض بہانہ ہے تاکہ بعد میں مجھے مورد الزام ٹھہرا سکے۔ وہ اتنا بڑا احمق ہے کہ اس میں مکر فریب نام کو بھی نہیں، وہ اتنا دیانت دار ہے کہ اس کی پیشانی پر صاف پڑھا جا سکتا ہے... لیکن میں اسے دکھا دوں گی، واقعی دکھا دوں گی! 'تم سمجھتی ہو کہ ہلاک میں نے اسے کیا تھا، سمجھتی ہو نا؟' وہ مجھ سے کہتا رہتا ہے۔ وہ مجھ سے یہی کہتا رہتا ہے، مجھ سے، اب وہ اس کا الزام مجھ پر دھرتا رہتا ہے! خداوند رحم کرے! تم ذرا انتظار کرو، میں مقدمے کی سماعت کے دوران میں اس کاتکا کی بچی کو سبق سکھا دوں گی! مجھے معلوم ہے مجھے کیا کہنا ہے... میں مقدمے کی سماعت کے دوران میں ان کے سامنے سب کچھ اگل دوں گی!"

اور وہ ایک بار پھر زار زار رونے لگی۔

"گروشینکا، ادھر دیکھو،" ایلیوشا نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اتنا یقینا جانتا ہوں: اوّل، وہ تم سے محبت کرتا ہے، وہ دنیا کی کسی بھی چیز کے مقابلے میں تم سے کہیں زیادہ محبت کرتا ہے، صرف تم سے محبت کرتا ہے، کسی اور سے نہیں۔ میری بات کا اعتبار کرو، مجھے یہ معلوم ہے بالکل معلوم ہے، مجھ پر یقین کرو۔ دوم، میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں مجھے اس کے راز کی ٹوہ لگانے کی کوئی خواہش نہیں، لیکن اگر اس نے آج خود ہی مجھ پر اس کا انکشاف کر دیا، میں اسے صاف صاف بتا دوں گا کہ میں

اسے تم تک پہنچانے کا وعدہ کر چکا ہوں۔ پھر میں آج ہی واپس آؤں گا اور تمہیں بتا دوں گا۔ صرف... جس انداز سے میں دیکھتا ہوں، میں سمجھتا ہوں... کاتریناایوانوونا کا اس سے کوئی تعلق نہیں، اس راز کا تعلق بالکل ہی کسی اور چیز سے ہے۔ مجھے اس کا یقین ہو چکا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کاتریناایوانوونا سے کہیں بڑی چیز اس کے پیچھے ہے۔ خیر، اب خداحافظ!"

الیوشا نے گرم جوشی سے اس سے ہاتھ ملایا۔ گروشینکا ابھی تک رو رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس نے اس سے تسلی کے جو چند الفاظ کہے ہیں، اسے ان پر مطلق اعتبار نہیں آیا۔ تاہم اس نے اپنی روح پر سے پردہ ہٹا کر اور اپنے غم کا بوجھ ہلکا کر کے کم از کم اپنے آپ سے کچھ نہ کچھ بھلائی ضرور کر لی ہے۔ اسے اس حالت میں چھوڑ کر اسے تاسف ضرور ہو رہا تھا لیکن اسے جلدی جانا تھا، ابھی اسے بہت کچھ کرنا تھا۔

2

تکلیف رسیدہ پاؤں

اسے سب سے پہلے مادام خوخلاکووا کے ہاں جانا تھا اور اس نے وہاں پہنچنے میں اچھی خاصی جلدی دکھائی تاکہ اسے جن امور سے نپٹنا تھا، ان سے جلد از جلد نپٹ سکے اور پھر متیا سے ملنے کے لیے بھی وقت پر پہنچ سکے۔ مادام خوخلاکووا گزشتہ تین ہفتوں سے علیل تھی۔ پتا نہیں کیسے لیکن اس کا پاؤں سوج گیا تھا اور اگرچہ اس نے بستر پر لیٹنے سے تو احتراز کیا تھا، تاہم وہ اپنے ذاتی کمرے میں ڈھیلا ڈھالا ڈریسنگ گاؤن پہنے، جو باریک کپڑے کا ضرور بنا ہوا تھا لیکن جو خوش ذوقی اور شائستگی کے تمام تقاضے پورے کرتا تھا، صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے پڑی رہتی تھی۔ ایک سابق موقع پر الیوشا نے معصومانہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے دل میں کہا تھا: اپنی علالت کے باوجود مادام خوخلاکووا اپنے ملبوسات کی نمائش کرنے سے نہیں چوکتی ـــ بال باندھنے کے بجز کیلے فیتے، ربن، کلغیاں، ڈھیلے ڈھالے بلاؤز، کون سی چیز ہے جس کی کسر رہ گئی ہے۔ وہ ایسا کیوں کرتی تھی، اگرچہ وہ اس بارے میں قیاس آرائی کر سکتا تھا تاہم اس نے اپنے ان خیالات کو یہ کہہ کر جھٹک دیا کہ یہ محض الٹی سیدھی سوچ کی پیداوار ہیں۔ گزشتہ دو مہینوں کے دوران میں مادام خوخلاکووا جن لوگوں کی بڑھ

چڑھ کر خاطر مدارات کرتی رہی تھی، ان میں سول ملازم پرخوتین بھی شامل تھا۔ وہ اکثر آنے جانے لگا تھا۔ وہ نوجوان تھا اور بے شمار خواتین کی نظروں میں اپنی بیٹیوں کے لیے موزوں بر تھا۔ الیوشا چار روز سے یہاں نہیں آیا تھا اور اب جب کہ وہ آ گیا تھا، وہ سیدھا لیسے کے کمرے میں جانا چاہتا تھا۔ صرف ایک دن پہلے لیسے نے اپنی ملازم لڑکی کے ذریعے اسے پیغام بھیجا تھا جس میں اس نے اس سے پُرزور درخواست کی تھی کہ وہ "نہایت ہی اہم معاملے" کے سلسلے میں اس سے بلاتاخیر ملنے آئے۔ اس پیغام نے مختلف وجوہ سے اس کا تجسس ابھار دیا تھا۔ چنانچہ اب وہ خاص طور پر صرف اسے ملنے آیا تھا لیکن پیشتر اس کے کہ ملازم لڑکی اس کی آمد کے متعلق اطلاع دے سکتی، مادام خوخلاکووا کو کسی دوسرے ملازم کی وساطت سے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ وہ آ چکا ہے، چنانچہ اس نے اس سے جھٹ فرمائش کر ڈالی کہ وہ اس سے "صرف ایک سیکنڈ" ملنے کے لیے چلا آئے۔ الیوشا نے فیصلہ کر لیا کہ اس کے لیے غالباً بہترین راستہ یہی ہے کہ پہلے ماں کی درخواست پر عمل کر لیا جائے بصورتِ دیگر وہ جب تک لیسے کے پاس رہے گا، وہ لازماً بار بار مداخلت کرتی رہے گی اور یہ سلسلہ کبھی ختم ہونے کا نام نہیں لے گا۔ مادام خوخلاکووا صوفے پر خاص طور پُرکشش اور پُرتحریص لباس پہنے لیٹی ہوئی تھی اور صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ بے حد مضطرب ہے۔ اس نے الیوشا کا استقبال یوں کیا جیسے اسے دیکھ کر اسے دو جہان کی خوشیاں مل گئی ہوں۔

"تمہیں دیکھے مدتیں، بالکل مدتیں بیت چکی ہیں! ارے، کیا تم یقین کرو گے تمہیں یہاں آئے پورا ہفتہ گزر چکا ہے، نہیں، پورا ہفتہ نہیں، چار دن گزرے ہیں۔ جب تم پچھلی بار یہاں آئے تھے، اس روز بدھ تھا۔ تم لیسے سے ملنا چاہتے ہو؟ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں تم دبے پاؤں اس کے کمرے میں جانا چاہتے تھے تاکہ مجھے تمہارے قدموں کی چاپ سنائی نہ دے سکے۔ مائی ڈیئر، ڈیئر، الیکسی فیودرووچ، مجھے اس کے بارے میں کتنی پریشانی ہے۔ تاہم اس بارے میں ہم بعد میں بات کریں گے۔ اگرچہ یہ اہم ترین معاملہ ہے لیکن فی الحال اسے معرضِ تعویق میں ڈالا جا سکتا ہے۔ مائی ڈیئر الیکسی فیودرووچ، میں اپنی لیسے کو سراسر تمہاری تحویل میں دیتی ہوں۔ جب سے سٹارٹس زوسیما کا انتقال ہوا ہے ـــ خداوند، انہیں غریقِ رحمت کرے، (اس نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔) جب سے ان کا انتقال ہوا ہے، میں اب بھی تمہیں راہبوں کی سخت گیر ترین جماعت کا رکن تصور کرتی ہوں حالانکہ تم اپنے اس سوٹ میں بے حد پُرکشش نظر آ رہے ہو۔ ان علاقوں میں تمہیں اس قسم کا درزی کہاں سے مل گیا؟ لیکن نہیں، یہ اصل بات نہیں ہے، اس کے متعلق بعد میں گفتگو ہو سکتی ہے۔ میں بعض اوقات تمہیں جو الیوشا کہہ دیتی ہوں، اس فروگزاشت کے لیے میں معذرت خواہ ہوں، لیکن میں بوڑھی عورت ہوں اور اس قسم کی بھول چوک کی مجھے اجازت ہے۔"

اس نے عشوہ طراز انداز سے مسکراتے ہوئے کہا، "اسے بھی فی الحال کسی اور وقت کے لیے اٹھائے رکھا جا سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مجھے اصل بات بالکل نہیں بھلانا چاہیے۔ دیکھو، جونہی میں اصل موضوع سے اِدھر اُدھر بھٹکنے لگوں، مجھے فی الفور یاد دہانی کرا دو، صرف اتنا کہہ دو، 'اصل بات کے متعلق کیا خیال ہے؟' ہائے، اب مجھے کیسے معلوم ہو کہ اصل بات کیا ہے؟ جب سے لیسے اپنے وعدے سے — الیکسی فیودوروچ، اپنے بچگانہ وعدے سے، تمہارے ساتھ شادی کرنے کے وعدے سے — دست بردار ہوئی ہے، تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا، اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی، یہ ایک بیمار لڑکی کا، جس نے اپنی زندگی کا طویل عرصہ معذوروں کی کرسی پر گزارا ہے — ویسے خداوند کا شکر ہے کہ وہ اب چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی ہے — محض بچگانہ، چلبلا تخاطب تھا۔ یہ نیا ڈاکٹر، جسے کاتیا نے تمہارے بھائی کے لیے ماسکو سے بلایا ہے جو کل ...اف ڈیئر، ہاں کل! میں جب بھی کل کے بارے میں سوچتی ہوں، میرا جی چاہنے لگتا ہے کاش میں مر جاؤں! اس کا سبب محض اور محض میرا تجسس ہے... قصہ مختصر، یہ ڈاکٹر کل ہمیں ملنے آیا تھا اور اس نے لیسے کا معائنہ کیا تھا... میں نے پچاس روبل دے کر اسے بلایا تھا، لیکن میں جس معاملے کے بارے میں تم سے گفتگو کرنا چاہتی تھی، وہ یہ بھی نہیں ہے... تم دیکھ رہے ہو نا کہ میں موضوع سے بھٹکتی جا رہی ہوں۔ جو باتیں مجھے بعد میں کرنا تھیں، وہ جلد بازی میں پہلے کیے جا رہی ہوں۔ آخر مجھے اتنی جلدی کیا ہے؟ مجھے معلوم نہیں۔ میرے ہاتھ کوئی سرا آ ہی نہیں رہا۔ معلوم ہوتا ہے میرے دماغ میں ہر چیز گڈمڈ ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے اگر میں نے احتیاط نہ برتی تو تم اتنے بور ہو جاؤ گے، اتنے بور ہو جاؤ گے کہ تمہارے لیے یہاں بیٹھنا دشوار ہو جائے گا اور تم مجھ سے کوسوں دور بھاگ جاؤ گے، پھر مجھے تمہاری شکل دیکھنا بھی نصیب نہ ہوگا۔ اف میرے خدایا! ہم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہیں؟ لیکن پہلے کافی — یولیا، گلافیرا، کافی!"

الیوشا نے اس کا جلدی جلدی شکریہ ادا کیا اور اسے بتایا کہ وہ ابھی ابھی کافی پی کر آیا ہے۔

"کس کے ساتھ؟"

"اگرافینا الیکسانڈرووناً۔"

"کیا؟ اس عورت کے ساتھ؟ وہی تو عورت ہے جس نے سب کا بیڑا غرق کر دیا ہے، تاہم مجھے کچھ خاص معلوم نہیں۔ سنا ہے وہ اب سینٹ بن گئی ہے، اگرچہ میرا خیال ہے اس میں کچھ تاخیر ہو گئی ہے۔ اسے اس بارے میں بہت پہلے سوچنا چاہیے تھا جب اس کی ضرورت تھی، لیکن اب کیا فائدہ؟ الیکسی فیودوروچ، کچھ مت کہو، ایک لفظ بھی نہیں کیونکہ مجھے تم سے اتنا کچھ کہنا ہے کہ مجھے اندیشہ لاحق ہونے لگا ہے کہ میں شاید کچھ بھی نہیں کہہ پاؤں گی۔ یہ بھیانک مقدمہ... میں لازماً

وہاں جاؤں گی خواہ کہاروں کو مجھے اٹھا کر لے جانا پڑے، میں بہرحال تہیہ کر چکی ہوں، میں بیٹھ سکتی ہوں، میرے آس پاس میرے اپنے لوگ ہوں گے جو میرا خیال رکھیں گے اور تمہیں معلوم تو ہوگا ہی کہ میں گواہ ہوں؟ ضرور معلوم ہوگا۔ مجھے بہت کچھ کہنا ہے اور میں کہوں گی بھی۔ نہیں، مجھے واقعی معلوم نہیں کہ میں کیا کہوں گی۔ آدمی کو حلف اٹھانا پڑتا ہے، ٹھیک؟"

"ہاں، لیکن میرا خیال ہے آپ کی صحت اتنی اچھی نہیں کہ آپ وہاں جا سکیں۔"

"میں بیٹھ سکتی ہوں۔ ارے، تم میری گفتگو میں دخل در معقولات کر رہے ہو! یہ مقدمہ، یہ گھناؤنا جرم، سب لوگ سائبیریا چلے جائیں گے، دوسرے شادیاں کر لیں گے، اور یہ سب کچھ اتنی جلدی، اتنی جلدی ہو جائے گا، اور سب کچھ بدل رہا ہے، یہاں تک کہ آخر میں کچھ باقی نہیں بچے گا۔ سب بوڑھے ہو گئے ہیں اور قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں۔ مجھے کیا پروا ہے؟ میں تھک چکی ہوں۔ یہ کاتیا — Cette charmante personne (وہ پُرکشش لڑکی سہی)، مگر اس نے میری ساری امیدیں خاک میں ملا دی ہیں! اب وہ تمہارے ایک بھائی کے ساتھ سائبیریا چلی جائے گی، دوسرا اس کا تعاقب کرے گا اور کسی قریبی قصبے میں رہائش اختیار کرے گا، اور یوں یہ سب ایک دوسرے کے درپے آزار ہو جائیں گے۔ میں تو یہ سب سوچ سوچ کر ہی پاگل ہوئی جا رہی ہوں۔ لیکن اصل چیز پبلسٹی ہے۔ سینٹ پیٹرزبرگ اور ماسکو کے اخباروں میں یہ خبر لاکھوں مرتبہ چھپ چکی ہے۔ برسبیلِ تذکرہ، کیا تم سوچ بھی سکتے ہو کہ وہ میرے متعلق بھی الّم غلّم لکھ رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے تمہارے بھائی کی 'ڈیئر فرینڈ' (25) بنا دیا ہے۔ انہوں نے جو اصل الفاظ استعمال کیے ہیں، میرے لیے تو انہیں زبان پر بھی لانا ناممکن ہے۔ سوچو، تصور کرو!"

"ناممکن! آپ نے کہاں پڑھا تھا؟"

"دیکھو، غصہ مت کھاؤ، میں تمہیں دکھا دوں گی۔ یہ اخبار کل ہی آیا تھا اور میں نے اسے اس کے آتے ہی پڑھ لیا تھا۔ اس اخبار کا نام 'سینٹ پیٹرزبرگ گپز شپز' ہے۔ یہ نیا اخبار ہے، صرف اسی سال شروع ہوا ہے۔ مجھے گپ شپ سے بڑھ کر کوئی چیز پسند نہیں، چنانچہ میں نے اسے چندہ بھیج دیا اور اب دیکھو اس نے مجھے کس مصیبت میں پھنسا دیا ہے! میں کہتی ہوں اس میں ہے ہی کیا سوائے افواہوں اور گپوں کے! خود دیکھ لو، یہ رہا، پڑھ لو۔"

اور اس نے اپنے تکیے کے نیچے سے اخبار کا ایک ورق نکالا اور الیوشا کو تھما دیا۔

وہ محض پریشان ہی نہیں تھی بلکہ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کی لٹیا ہی ڈوب گئی ہے اور غالباً اس کے دماغ میں واقعی سب کچھ گڈمڈ ہو گیا تھا۔ اخبار کی خبر بالکل ویسی ہی تھی جیسی کہ عام طور پر ہوا کرتی ہے اور اسے پڑھ کر اسے واقعی شدید دھچکا پہنچا ہوگا، لیکن خوش قسمتی سے وہ اس موقع پر کسی

بھی چیز پر توجہ مرکوز کرنے کی اہل نہیں تھی اور غالب امکان یہی تھا کہ وہ اخبار کو بھی بھول جائے گی اور کسی بالکل ہی مختلف موضوع پر گفتگو شروع کر دے گی۔ الیوشا کو کافی عرصے سے معلوم تھا کہ خوفناک مقدمے کی خبر سارے روس میں پھیل چکی ہے اور "اف میرے خدایا، ان گزشتہ دو مہینوں کے دوران میں میں نے اپنے بھائی، عمومی اعتبار سے کرامازوفوں اور خود اپنے بارے میں کیسی کیسی سنسنی خیز اور ہنگامہ پرور خبریں پڑھی ہیں (ویسے بعض بالکل صحیح تھیں)۔ ایک اخبار میں تو یہاں تک لکھ دیا گیا تھا کہ اپنے بھائی کے ارتکاب جرم پر میں اتنا خائف ہو گیا تھا کہ میں نے ایک رسم میں راہبوں کی طرح اپنا سر منڈا دیا تھا اور کسی خانقاہ میں داخلہ لے لیا تھا۔ دوسرے اخبار میں اس کی تردید کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ سٹارتس زوسیما اور میں نے مل کر خانقاہ کا سیف توڑ ڈالا تھا اور اب ہم دونوں ہی خانقاہ سے مفرور ہو چکے ہیں۔"

اس نے پیٹرزبرگ کے "گپز شپز" میں جو خبر اب پڑھی، اس کا عنوان تھا: "سکوتو پریگوں یونسک (26) سے (بدقسمتی سے ہمارے چھوٹے سے قصبے کا یہی نام ہے، میں اب تک اس کا انکشاف کرنے سے احتراز کرتا رہا ہوں)— کرامازوف مقدمے کا پس منظر۔" خبر بالکل مختصر تھی اور اس میں مادام خوخلاکووا کا براہِ راست کوئی حوالہ نہیں تھا اور نہ اس میں دوسرے لوگوں کے نام گنوائے گئے تھے۔ اس میں صرف اتنا کہا گیا تھا کہ سنسنی خیز مقدمے کا نامزد ملزم، جس کی سماعت عنقریب شروع ہو جائے گی، فوج کا ریٹائرڈ کیپٹن ہے، وہ اپنے آپ کو ہم چو ما دیگرے نیست سمجھتا ہے، بیکار میں وقت ضائع کرنے کا عادی ہے اور زرعی غلامی کا حامی ہے۔ اس نے اپنی ساری زندگی عورتوں کو ورغلانے اور ان کے ساتھ صحبت کرنے میں گزاری ہے۔ "بعض عورتیں جو تنہائی اور بوریت کی زندگی سے تنگ آئی ہوئی ہیں،" اس سے خاص طور پر متاثر ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک بیوگی کے دن گزار رہی ہے لیکن اس کے شوق پورے نہیں ہو پاتے؛ وہ جو چاہتی ہے وہ اسے مل نہیں پاتا کیونکہ وہ اس حقیقت سے سمجھوتا نہیں کر پائی کہ اس کی جوانی قصۂ پارینہ بن چکی ہے اور اگرچہ وہ ایک بالغ بیٹی کی ماں ہے وہ ملزم کے عشق میں اس قدر اندھی ہو چکی ہے کہ اس نے جرم کے سرزد ہونے سے صرف دو گھنٹے پہلے عین موقع پر اسے اس شرط پر تین ہزار روبل کی پیشکش کر دی کہ وہ اس کے ساتھ سونا تلاش کرنے چلے۔ لیکن اس شیطان کے چیلے نے اپنے باپ کو قتل کرنے کو ترجیح دی کیونکہ اسے امید تھی کہ وہ اس کام کو کچھ اس طریقے سے سرانجام دینے میں کامیاب ہو جائے گا کہ کسی کو اس کا سراغ نہیں مل سکے گا اور یوں وہ سزا سے صاف بچ جائے گا، اسے رقم مفت ہاتھ آ جائے گی اور اس طرح اسے اپنی اس "مایوسی کی ماری" مداح اور چالیس سالہ بڑھیا کے ساتھ، جس کی دلکشیاں روز بروز ڈھلتی جا رہی ہیں، سائبیریا بھی نہیں جانے پڑے گا۔ جیسا کہ توقع کی جا سکتی

ہے اس مضمون کے آخر میں، جس میں بعض لوگوں کی خواہ مخواہ بھد اڑائی اور پگڑی اچھالی گئی تھی، نامہ نگار نے "عالی ظرفی" کا مظاہرہ کرتے ہوئے پدر کشی اور جاگیرداری نظام کی، جسے اب منسوخ کیا جا چکا ہے، لعنتوں کے خلاف اپنے غم و غصے کا اظہار کیا تھا۔ الیوشا نے خبر دلچسپی سے پڑھی اور ورق مادام خوخلاکووا کو واپس کر دیا۔

"پڑھ لیا تم نے؟ وہ یہ سب کچھ میرے متعلق لکھ رہے ہیں، یہ لازماً میرے متعلق ہی لکھا گیا ہوگا؟" وہ بھول پن سے بولے جا رہی تھی۔ "میں نے تقریباً ایک گھنٹہ قبل اسے سونا تلاش کرنے کی تجویز واقعی پیش کی تھی اور اب یہ 'چالیس سالہ بڑھیا کی روز بروز ڈھلتی دلکشیوں' میں تبدیل ہو گئی ہے۔ میں نے اس قسم کی بات کبھی نہیں سنی! یہ سازش ہے! میری دعا ہے کہ آسمانوں کا قادر مطلق اسے ان 'چالیس سالہ بڑھیا کی روز بروز ڈھلتی دلکشیوں' پر معاف کر دے جیسے کہ میں نے اسے معاف کر دیا ہے، لیکن تمہیں کوئی اندازہ ہے... کوئی اندازہ ہے کہ یہ جو کچھ ہوا ہے، اس میں ہاتھ کس کا ہے؟ تمہارے دوست رکیتن کا!"

"شاید،" الیوشا نے جواب دیا، "ویسے میں نے اس کے متعلق کچھ سنا نہیں۔"

"اسی کا ہے، اس میں 'شاید' واید کی کوئی گنجائش نہیں! میں نے اسے گھر سے باہر نکال دیا تھا۔ تم نے سارا قصہ سن لیا ہوگا؟"

"مجھے معلوم ہے آپ نے اس سے کہا تھا کہ وہ آئندہ آپ سے ملنے نہ آئے، لیکن صحیح صحیح کیوں... اس بارے میں میں نے کچھ نہیں سنا— کم از کم آپ کی زبان سے نہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے تم اس سے سن چکے ہو! خیر، کیا وہ میرے خلاف غصے سے جل بھن رہا ہے، بے حد پیچ و تاب کھا رہا ہے؟"

"جی ہاں، بالکل، لیکن اسے تاؤ تو ہر کسی پر آتا رہتا ہے۔ مگر آپ نے اسے نکالا کیوں تھا— اس بارے میں اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ ویسے بھی میری اس سے شاذ و نادر ہی ملاقات ہوتی ہے۔ اب ہم دوست نہیں رہے۔"

"اچھا، اگر یہ بات ہے پھر میں تمہیں سب کچھ بتا دیتی ہوں— کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی تو نہیں— میرا خیال ہے مجھے ایک بات کا صاف صاف اقرار کر لینا چاہیے کیونکہ اس میں میں قصوروار ٹھہرتی ہوں۔ مگر یاد رکھو یہ بات بالکل معمولی ہے، اتنی معمولی کہ اس کا ذکر کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ دیکھو، مائی ڈارلنگ الیوشا،" مادام خوخلاکووا نے اچانک قدرے چنچل انداز اختیار کر لیا اور اس کے ہونٹوں پر شیریں، اگرچہ پُراسرار، مسکراہٹ تھرتھرانے لگی، "سنو، مجھے شبہ ہے... الیوشا، میں معافی چاہتی ہوں، میں تمہارے ساتھ ایک ماں کی طرح گفتگو کر رہی ہوں...

اف، نہیں، نہیں، اس کے برعکس بالکل ایسے جیسے میں اپنے باپ کے ساتھ بات کرنا چاہوں گی... کیونکہ یہاں 'ماں' کا لفظ بالکل نہیں جچتا۔ خیر، یوں کہنا چاہیے کہ میں اس طرح گفتگو کروں گی جس طرح میں 'اعتراف' کے دوران میں فادر زوسیما سے بات کرنا چاہوں گی۔ تمام موازنوں میں سے یہ موزوں ترین ہے کیونکہ میں نے ابھی ابھی راہبوں کی سخت ترین جماعت کے رکن کے طور پر تمہارا نام لیا تھا ـــــ خیر، یہ بے چارہ نوجوان ـــــ تمہارا دوست رکیتن ـــــ میرے خدایا، میں اس نوجوان کے خلاف غصہ کھا ہی نہیں سکتی! میں اس سے ناراض تو ہوں، مجھے اس پر شدید غصہ بھی ہے لیکن اتنا زیادہ بھی نہیں، خیر، چھوڑو، جانے دو۔ یوں قصہ بہت طویل ہے لیکن مختصراً احوال یہ ہے: معلوم ہوتا ہے اس عاقبت نااندیش اور لاأبالی نوجوان کے، جس کی زندگی سنجیدگی سے خالی ہے، دماغ میں اچانک سودا سما گیا کہ اسے مجھ سے محبت ہو گئی ہے۔ مجھے اس کا احساس بعد میں، کہیں بعد میں، ہوا اور وہ بھی ایکا ایکی، تاہم جب اس معاملے کا آغاز ہوا، وہ میرے گھر میں قدرے کثرت سے آنے جانے لگا تھا، بلکہ درحقیقت تقریباً ہر روز ـــــ ویسے ہم پہلے ہی ایک دوسرے سے شناسا تھے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، مجھے اس کا کوئی سان گمان بھی نہیں تھا... پھر اچانک مجھ پر اس کا انکشاف ہو گیا اور مجھے بہت حیرت ہوئی کہ بعض ایسی باتیں میرے مشاہدے میں آنے لگی ہیں جن کے متعلق میں پہلے کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ تمہیں معلوم ہی ہے کہ کوئی دو ماہ قبل میرے گھر میں اس مہذب، شستہ اور عالی نسب نوجوان پیوتر الیچ پرخوتین کی، جو مقامی کونسل میں ملازمت کرتا ہے، آمدورفت شروع ہو گئی تھی، تم خود سیکڑوں مرتبہ اس سے مل چکے ہو اور تمہیں ماننا پڑے گا کہ وہ بہت سنجیدہ، لائق فائق اور سلجھا ہوا شخص ہے۔ وہ ہر روز تو نہیں، لیکن ہر تیسرے روز ضرور آتا ہے (اگر وہ روزانہ آنے لگے تو بھی کیا فرق پڑے گا؟)۔ مجھے عام طور پر نوجوانوں کی، جو ہمیشہ اچھے لباس میں ملبوس ہوں اور جو، الیوشا، تمہاری طرح ذہین، باصلاحیت مگر منکسرالمزاج ہوں، صحبت میں بیٹھ کر بہت خوشی محسوس ہوتی ہے۔ پرخوتین نے جو ذہن پایا ہے، اس سے وہ بالکل مدبر معلوم ہوتا ہے۔ وہ گفتگو اتنی تمیز اور سلیقے سے کرتا ہے کہ میں اس کی قائل ہو گئی ہوں اور اگر کوئی موقع آیا، میں اس کی سفارش کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گی۔ قرائن بتا رہے ہیں وہ مستقبل میں بہت بڑا سفارت کار بنے گا۔ اس بھیانک رات جب وہ مجھے ملنے آیا تھا، اس نے عملاً میری جان بچائی تھی۔ جہاں تک تمہارے دوست رکیتن کا تعلق ہے، وہ اپنے واہیات بوٹوں سمیت اندر آ جاتا ہے اور انہیں قالین پر رگڑتا رہتا ہے... قصہ مختصر، وہ ہر قسم کے اشارے کنائے کرنے لگا اور ایک مرتبہ تو اس نے کمال کر دیا کہ جب وہ رخصت ہو رہا تھا، اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اسے معمول سے زیادہ ہلانے جلانے اور بھینچنے لگا، مگر جونہی اس نے میرا ہاتھ بھینچا، مجھے اپنے پاؤں میں درد محسوس ہونے لگا۔ وہ میرے

گھر میں پہلے ہی پیوتر الیچ سے مل چکا تھا۔ کیا تمہیں یقین آئے گا کہ وہ اسے ہمیشہ چڑاتا اور اشتعال دلاتا رہتا تھا، اور پتا نہیں کیوں اسے خشم گین تیوروں سے دیکھتا رہتا تھا۔ میں ان دونوں کا بغور جائزہ لیتی رہتی تھی تاکہ مجھے معلوم ہو سکے کہ ان کی آپس میں کیسے نبھ رہی ہے۔ لیکن حقیقتاً میں اپنے دل کی گہرائیوں میں ہمیشہ خوب ہنس رہی ہوتی۔ خیر، ایک روز جب میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی، ـــــ نہیں، یوں کہنا چاہیے، میں بستر پر دراز ہو چکی تھی ـــــ خیر، تم خود تصور کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہو، میں اکیلی لیٹی ہوئی تھی کہ اچانک میخائیل ایوانووچ آ گیا اور کیا تم یقین کرو گے وہ میرے لیے اپنی ایک نظم لے کر آیا تھا، نہیں، یہ نظم کہاں تھی، صرف دو ہی مصرعے تھے ـــــ یہ نظم میرے پاؤں کے بارے میں تھی جس سے درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ میرا مطلب ہے اس نے دراصل اپنی نظم میں میرے پاؤں کی کیفیت بیان کی تھی۔ ٹھہرو، یہ دونوں مصرعے کچھ یوں تھے:

ایک چھوٹا سا، پیارا سا پاؤں (27)
اچانک ہی دکھنے لگا۔

یا اسی قسم کی کوئی چیز ـــــ مجھے شاعری وائری کبھی یاد نہیں رہتی ـــــ میں نے ان مصرعوں کو یہیں کہیں رکھا تھا ـــــ خیر میں بعد میں تمہیں دکھا دوں گی۔ یہ شعر بہت سحر انگیز تھا، بہت سحر انگیز بلکہ الوہی۔ کیا تمہیں معلوم ہے اس میں محض ننھے منے پاؤں کی تعریف ہی نہیں کی گئی بلکہ اس میں اور بھی بہت کچھ ہے، اس میں ایک اخلاقی سبق پنہاں ہے، یہ ایک الوہی خیال کا حامل ہے، صرف مجھے ہی یاد نہیں رہا کہ یہ اصل میں تھا کیا، بہرحال یہ اتنا اچھا اور خوب صورت ہے کہ کوئی بھی خاتون اسے اپنی البم کی زینت بنانے میں مطلق نہیں ہچکچائے گی۔ خیر، میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور یہ بات تو بالکل عیاں ہے کہ اس سے اس کی انا کی تسکین ہو گئی۔ ابھی میں اس کا پوری طرح شکریہ ادا بھی نہیں کر پائی تھی کہ پیوتر الیچ آ گیا۔ اس پر میخائیل ایوانووچ کی جھٹ پٹ بھویں تن گئیں، اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ منہ پھلا کر بیٹھ گیا۔ مجھے نظر آ رہا تھا کہ میخائیل ایوانووچ کسی چیز پر جھلا رہا ہے کیونکہ نظم کی خواندگی کے بعد وہ کچھ کہنا چاہتا تھا ـــــ لیکن الفاظ ابھی اس کے منہ میں ہی تھے کہ عین اسی لمحے پیوتر الیچ آ گیا اور اس نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ میں نے یہ نظم جھٹ پیوتر الیچ کو دکھا دی تاہم میں نے شاعر کا نام بتانے سے گریز کیا۔ ویسے مجھے پورا یقین تھا کہ وہ چشم زدن میں بھانپ گیا ہو گا لیکن وہ ماننے سے گریزاں تھا اور کہنے لگا کہ اسے اندازہ نہیں ہو سکا۔ وہ اس قسم کی حرکت عمداً کرتا ہے۔ وہ معاً کھلکھلا کر ہنس پڑا اور پھر نظم میں مین میکھ نکالنے لگا۔ 'واہیات!' اس نے کہا، 'یہ

نظم نہیں، تک بندی ہے اور تک بندی کی بھی کسی دینی ادارے کے طالب علم نے ہے۔' اور وہ یہ سب کچھ پورے اعتماد، کامل اعتماد سے کہہ رہا تھا۔ ادھر تمہارے دوست نے کیا کیا، بجائے اس کے کہ وہ اسے محض مذاق سمجھتا اور دانت نکال کر چپ ہو جاتا، وہ طیش میں آ گیا... خدایا! میں سوچنے لگی اب ان میں ہاتھاپائی ہو کر رہے گی۔ 'یہ میں نے لکھی تھی،' اس نے کہنا شروع کیا، 'میں نے اسے مذاق کے طور پر لکھا تھا کیونکہ میں دراصل شعر کہنا قدرے گھٹیا اور ذلیل کام سمجھتا ہوں... ورنہ نظم میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ تمہارے پوشکن کے لیے یادگار (28) تعمیر کرانے کے منصوبے بن رہے ہیں کیونکہ اس نے 'عورتوں کے پاؤں' پر نظمیں لکھی ہیں جبکہ میری نظم میں ایک پیغام مضمر ہے اور جہاں تک تمہارا تعلق ہے،' اس نے مزید کہا، 'تم تو ہو ہی رجعت پسند۔ تم میں،' اس نے کہا، 'انسانیت کی رتی بھی نہیں، آج کل کی روشن خیال فکر سے تم بالکل نابلد ہو اور رہی ترقی، وہ تمہیں چھو کر بھی نہیں گزری۔ تم،' اس نے کہا، 'کلرک ہو اور رشوتیں کھاتے ہو۔' اس مقام پر میں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا اور میں ان سے التجائیں کرنے لگی کہ وہ چپ ہو جائیں۔ اور یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ پیوتر الیچ کوئی ذراکل اور شرمیلو قسم کا آدمی نہیں، وہ ناک بھوں چڑھا کر اس کی گفتگو سنتا رہا اور پھر نہایت ہی مصنوعی طور پر شائستہ، شریفانہ اور معذرت خواہانہ لہجہ اپنا کر کہنے لگا، 'مجھے افسوس ہے کہ مجھے بالکل معلوم نہیں تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو جو کچھ میں نے کہا ہے، بالکل نہ کہتا، بلکہ میں اس کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا دیتا۔ شاعر،' اس نے مزید کہا، 'اتنے تنک مزاج ہوتے ہیں کہ ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتے...' مختصر یہ کہ اس کی باتیں طعن و تعریض سے بھرپور تو تھیں لیکن وہ ان کا اظہار نہایت شائستہ اور پُروقار انداز سے کر رہا تھا۔ اُس نے بعد ازاں مجھے بتایا کہ وہ اسے محض چڑا رہا تھا اور میرا خیال ہے وہ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔ چنانچہ میں وہاں بالکل اسی طرح ٹیک لگا کر بیٹھی رہی جس طرح کہ اب بیٹھی ہوں اور دل میں سوچتی رہی: اگر میں اپنے مہمان کو اس قدر بدتمیزی سے چیخنے چلانے پر باہر کا راستہ دکھا دوں تو کیا یہ وقار کے منافی حرکت تو نہیں ہو گی؟ اور کیا تم یقین کرو گے کہ میں اپنی آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی اور سوچے جا رہی تھی: یہ وقار کے منافی ہو گا یا نہیں ہو گا؟ معاملہ حد سے آگے جا چکا تھا، مجھے سخت کوفت ہو رہی تھی، میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور میں فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی: میں اس پر چیخوں چلاؤں یا نہ چیخوں چلاؤں؟ میرے اندر سے ایک آواز کہہ رہی تھی، 'چیخو، زور زور سے چیخو،' جبکہ دوسری آواز متنبہ کر رہی تھی، 'مت چیخو، مت چلاؤ!' اور جونہی یہ دوسری آواز بند ہوئی، میں نے یک لخت چیخ ماردی اور معاً بے ہوش ہو گئی۔ قدرتی طور پر وہاں بڑی کھلبلی مچ گئی۔ اچانک مجھے ہوش آ گیا اور میں اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ میں نے میخائیل ایوانووچ سے کہا، 'مجھے یہ کہنے میں مشکل تو بہت پیش آ رہی ہے لیکن کہے بغیر چارہ بھی نہیں۔ میری

آپ سے درخواست ہے: آپ آئندہ میرے گھر میں قدم رنجہ فرمانے کی زحمت نہ کیا کریں۔' اور میں نے رواداری میں اسے دروازہ دکھا دیا۔ اف، الیکسی فیودرووچ! اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے بدتمیزی کی تھی، میں سارا عرصہ اپنے آپ کو دھوکا دیتی رہی تھی، حقیقتاً مجھے اس پر کوئی غصہ نہیں تھا لیکن اچانک —— اصل نکتہ یہی ہے —— میرے دماغ میں یہ بات سما گئی تھی کہ اس قسم کا رویہ بالکل موزوں رہے گا... اور کیا تم یقین کرو گے کہ جو کچھ ہوا، بالکل صحیح انداز سے ہوا، اس میں قطعاً کوئی بناوٹ نہیں تھی۔ میرے تو آنسو بھی بہنے لگے تھے اور بعد ازاں میں کئی دن تک روتی رہی۔ پھر ایک روز لنچ کے بعد میں اس بارے میں ایکا ایکی سب کچھ بھول گئی۔ جب وہ آخری بار مجھے ملنے آیا تھا، اس کو دو ہفتے ہو گئے اور میں سوچنے لگی: کیا وہ واقعی کبھی دوبارہ واپس نہیں آئے گا؟ اور یہ زیادہ دن کی نہیں، صرف کل کی بات ہے اور اچانک شام کو "گپز شپز" پہنچ گیا۔ جو کچھ میں نے پڑھا، اس پر میری اندر کی سانس اندر اور باہر کی باہر رہ گئی —— خیر، اس کا لکھنے والا کون ہو سکتا ہے؟ لازماً خود اسی نے لکھا ہو گا؟ اس رات جب وہ گھر واپس گیا ہو گا، وہ میز پر بیٹھ گیا ہو گا اور —— اور یہ لکھ مارا ہو گا؟ پھر اس نے اسے اخبار والوں کو بھیج دیا ہو گا —— اور انہوں نے اسے چھاپنے میں کوئی ڈھیل نہ دکھائی۔ تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ دو ہفتے پہلے کی بات ہے۔ الیوشا، اف میرے خدایا، یہ میں کیا بھیانک باتیں کیے جا رہی ہوں، اور جو کچھ مجھے کہنا تھا، یہ وہ تو بالکل نہیں ہے۔ خدایا، الفاظ خود بخود میرے منہ سے نکلے جا رہے ہیں، میرا کوئی بس ہی نہیں چل رہا!"

"مجھے جلدی کرنا ہو گی ورنہ میں اپنے بھائی سے ملنے وقت پر نہیں پہنچ پاؤں گا،" الیوشا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"بالکل، بالکل! اس سے مجھے یاد آ گیا۔ سنو، یہ تحلیلی ذمے داری (29) کیا ہوتی ہے؟"

"'تحلیلی ذمے داری' سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"تمہیں معلوم ہی ہے، قانونی تحلیلی ذمے داری، اسے عارضی دیوانگی بھی کہا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص عارضی دیوانگی کا شکار ہو جائے اور اسی حالت میں وہ قتل کی واردات کر دے، تو کوئی خاص سزا نہیں ملتی اور وہ عموماً صاف بچ جاتا ہے۔ آدمی سے خواہ کیسا ہی جرم سرزد ہو گیا ہو —— وہ فوراً رہا ہو جاتا ہے۔"

"آپ کا صحیح صحیح مطلب کیا ہے؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ کاتیا —— وہ کتنی پیاری، کتنی من موہنی لڑکی ہے، وہ دل کو لبھا لینے والی دوشیزہ ہے، لیکن پوری کوشش کے باوجود میں آج تک یہ نہیں سمجھ سکی کہ اسے محبت کس سے ہے۔ وہ پچھلے دنوں مجھے ملنے آئی تھی لیکن میں اس سے کچھ بھی نہ اگلوا سکی۔ مزید برآں، آج کل ہمارے

مابین جو گفتگو ہوتی ہے وہ بالکل سطحی قسم کی ہوتی ہے۔ وہ مجھ سے کوئی کام کی بات نہیں کرتی، بس معمولی معمولی چیزیں پوچھتی رہتی ہے، مثلاً میری صحت کیسی ہے، میرے حال چال کیسے ہیں، وغیرہ۔ اس کے سوا وہ اور کچھ نہیں کہتی۔ پھر وہ جس لہجے میں بات کرتی ہے وہ بھی بہت اونچا اور زوردار ہوتا ہے... تب میں نے دل میں سوچا، وہ جو کرتی ہے کرتی رہے، مجھے کیا پروا ہے... ارے ہاں، میں تشکیلی ذمے داری کی بات کر رہی تھی!... چنانچہ پھر یہ ڈاکٹر پہنچ گیا... تم جانتے ہو کہ تم لوگوں نے ڈاکٹر کی خدمات حاصل کی ہیں، نہیں جانتے؟ مجھے یقین ہے تم لوگوں نے کی ہیں، اسی کی جو بتا سکتا ہے کہ کوئی شخص پاگل ہے یا نہیں، وہی جسے تم لوگوں نے بلایا ہے، میرا مطلب ہے کاتیا نے، تم نے نہیں۔ اس سب کچھ کے پیچھے اس کاتیا کا ہی ہاتھ ہے! خیر سنو، فرض کرو ہمارے پاس ایک شخص ہے۔ وہ ہر لحاظ سے اور مکمل طور پر صحیح الدماغ ہے۔ اچانک اس پر عارضی دیوانگی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ وہ پوری طرح جانتا ہے کہ وہ کون ہے، کیا کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود وہ عارضی طور پر دیوانگی کا شکار ہو سکتا ہے۔ اب دمتری فیودرووچ کو لو۔ وہ غالباً عارضی دیوانگی کا شکار ہو گیا تھا۔ یہ تو صرف تب، جب نئی عدالتیں قائم ہوئیں، انہیں اچانک معلوم ہوا کہ تشکیلی ذمے داری یا عارضی دیوانگی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ نئی عدالتوں کے قیام سے جہاں بہت سے دیگر فوائد حاصل ہوئے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ ڈاکٹر مجھے بھی ملنے آیا تھا اور اس نے مجھ سے اس رات کے واقعات کے بارے میں سوالات پوچھے تھے۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ سونے کی تلاش کا کیا قصہ تھا اور جب دمتری فیودرووچ مجھ سے باتیں کر رہا تھا، اس کی ذہنی کیفیت کیسی تھی۔ میں نے بتا دیا کہ وہ عارضی دیوانگی میں مبتلا معلوم ہوتا تھا کیونکہ اس نے آتے ہی 'روپیہ، روپیہ' چلانا شروع کر دیا تھا اور دوبار بار تقاضا کر رہا تھا: 'مجھے تین ہزار روبل دو، مجھے تین ہزار روبل دو!' پھر وہ چلا گیا اور اس نے قتل کی واردات کر ڈالی۔ 'میں اسے مارنا نہیں چاہتا،' اس نے کہا تھا، 'بالکل نہیں چاہتا۔' پھر وہ اچانک چلا گیا اور اس نے اپنے باپ کو قتل کر ڈالا۔ یہ عارضی دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے؟ بالکل یہی وجہ ہے کہ وہ اسے بے گناہ قرار دے دیں گے اور اسے بری کر دیں گے۔۔۔ اس نے اپنے اس ارادے کے خلاف جنگ کی تھی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا اور قتل کا ارتکاب کر ڈالا۔"

"مگر قتل اس نے نہیں کیا تھا!" الیوشا نے اسے قدرے کرختگی سے ٹوک دیا۔ تشویش اور بے صبری استقلال سے اس پر غالب آ رہی تھی۔

"مجھے معلوم ہے۔ یہ اس بوڑھے گریگوری کا کام ہے۔"

"گریگوری؟ آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟" الیوشا نے قدرے اونچی آواز سے کہا۔

"ہاں، یہ اسی گریگوری کا کیا دھرا ہے۔ جب وہ دمتری سے مار کھا چکا، وہ کچھ دیر وہیں لیٹا رہا،

پھر وہ لڑکھڑاتا ہوا اٹھا، اس نے دیکھا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے، وہ اندر چلا گیا اور اس نے فیودر پاولووچ کو ہلاک کر ڈالا۔"

"لیکن کیوں، کس لیے؟"

"عارضی دیوانگی۔ جب دمتری فیودرووچ نے اس کے سر پر چوٹ پہنچا کر اسے بے ہوش کر دیا تھا، وہ کچھ دیر وہیں پڑا رہا۔ جب اسے دوبارہ ہوش آیا، وہ عارضی دیوانگی میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اسی حالت میں وہ اندر چلا گیا اور اس نے قتل کی واردات کر ڈالی۔ اور اگر وہ کہتا ہے کہ قتل اس نے نہیں کیا تھا تو اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اسے کچھ یاد نہیں۔ ویسے قاتل اگر دمتری فیودرووچ ہوتا، تو بہتر ہوتا، کہیں بہتر ہوتا۔ درحقیقت قاتل وہی تھا حالانکہ میں کہہ چکی ہوں کہ یہ گریگوری تھا۔ ویسے غالب امکان یہی ہے کہ یہ دمتری فیودرووچ تھا اور بہتر بھی، کہیں بہتر بھی یہی ہوتا کہ قاتل وہ ہوتا۔ نہیں، میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ صورت بہتر ہوتی کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر بیٹا باپ کے قتل کا مرتکب ٹھہرتا۔۔۔ میں اس سے چشم پوشی برتنے کے قطعاً حق میں نہیں، اس کے برعکس میں چاہتی ہوں کہ بچوں کو اپنے والدین کا احترام کرنا چاہیے۔۔۔ پھر بھی بہتر یہی ہوتا کہ قاتل وہی (دمتری) ہوتا مگر اس صورت میں تمہیں پریشان ہونے اور آنسو بہانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کیونکہ اس نے اس کا قتل اس عالم میں کیا ہوگا کہ اسے پتا ہی نہیں ہوگا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور اگر اسے پتا ہوگا بھی، اسے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ اس پر کیا چیز غالب آ گئی ہے (جو اس سے یہ سب کچھ کرا رہی ہے)۔ ہاں، انہیں چاہیے کہ وہ اسے بری کر دیں؛ یہ بڑا نیکی اور انسانیت کا کام ہوگا، لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ نئی عدالتیں (30) کتنی فیاض اور دریا دل ہیں، مجھے ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا لیکن سننے میں آیا ہے کہ ایسا تو مدتوں سے ہو رہا ہے، چنانچہ جونہی کل مجھے اس کے متعلق اطلاعات ملیں، میں بہت حیران ہوئی، اتنی کہ میں فوراً تمہیں بلانا چاہتی تھی۔ اگر وہ بری ہو گیا، اسے عدالت سے سیدھا یہاں آنا اور ہمارے ساتھ ڈنر کرنا چاہیے۔ میں اپنے دوستوں کو بھی بلاؤں گی اور ہم سب مل کر نئی عدالتوں کا جام صحت پئیں گے۔۔۔ میرا خیال ہے ہمیں اس سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا، تم کیا کہتے ہو؟ بہرحال میں چونکہ بہت سے دوستوں کو بلا چکی ہوں گی، چنانچہ اگر کوئی گڑبڑ ہوئی بھی، اسے آسانی سے باہر نکالا جا سکے گا۔۔۔ اس کے بعد وہ کسی دوسرے قصبے میں ادنیٰ مجسٹریٹ یا اس قسم کی کسی دوسری اسامی پر فائز ہو سکتا ہے کیونکہ وہ لوگ جنہوں نے اس قسم کی مصیبت بھگتی ہو، بہترین جج بن سکتے ہیں۔ بہرحال آج کل کون سا شخص ہے جو عارضی دیوانگی میں مبتلا نہیں ہوتا؟ تم، میں، ہم سب اس کے شکار ہوتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں اگر مثالیں دینا شروع کر دی جائیں تو کبھی ختم ہونے کا نام نہیں لیں گی: اس شخص کو دیکھیں: بڑے آرام سے بیٹھا ہوا ہے اور مزے مزے کوئی

مشتبہ گیت گنگنا رہا ہے۔ اچانک اسے کسی چیز پر غصہ آ جاتا ہے، وہ اپنا پستول نکال لیتا ہے اور جو شخص سامنے آتا ہے اسے گولی مار دیتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ کچھ بھی نہیں، بس اسے معاف کر دیا جاتا ہے۔ کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا، میں نے اس قسم کے واقعہ کے متعلق پڑھا تھا، اور ڈاکٹر تھے کہ قطار اندر قطار چلے آ رہے تھے اور صفائی کے حق میں بیان پر بیان دیے جا رہے تھے۔ کون سی چیز ہے جس کی آج کل ڈاکٹر حمایت کرنے کے لیے تیار نہیں ہو جائیں گے؟ اب میری لیے ہی کو دیکھو، وہ بھی عارضی دیوانگی میں مبتلا ہے۔ اس نے کل اور پرسوں مجھے رُلا رُلا دیا تھا اور صرف آج مجھ پر اچانک منکشف ہوا کہ وہ تو عارضی دیوانگی میں مبتلا ہے۔ اف، لیسے نے مجھے کس قدر پریشان کر رکھا ہے! میرا خیال ہے وہ بالکل پاگل ہو گئی ہے۔ بھلا اس نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟ تمہیں اس نے بلایا ہے یا تم خود ہی منہ اٹھا کر چلے آئے ہو؟"

"ہاں، مجھے اس نے بلایا تھا اور اب میں اس کے پاس جا رہا ہوں،" الیوشا بڑے پُرعزم انداز سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اف میرے پیارے، میرے مہربان الیکسی فیودورووچ،" مادام خوخلاکووا نے اچانک آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے قدرے بلند آواز میں کہا، "اب ہم شاید اہم ترین بات پر پہنچ گئے ہیں۔ خدا شاہد ہے کہ میں نے لیسے کے معاملے میں تم پر پورا پورا اعتماد کیا ہے۔ اگر تم اس کے پاس جاتے ہو یا وہ اپنی ماں کو بتائے بغیر خفیہ طور پر تمہیں بلا بھیجتی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن جب معاملہ تمہارے بھائی ایوان فیودورووچ کا آتا ہے تو مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ لیسے کے معاملہ میں میں برضا و رغبت اس پر اعتبار نہیں کر سکتی حالانکہ میں اسے ایک ایسا نوجوان سمجھتی ہوں (اور اس لحاظ سے وہ بے بھی بہترین) جو خواتین کی عزت کے تحفظ کے لیے نہایت آسانی سے اپنی جان داؤ پر لگا سکتا ہے۔ پھر بھی مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ وہ ان بلائے لیسے سے ملنے چلا آیا اور مجھے اس بارے میں کچھ علم ہی نہیں تھا۔"

"کیا؟ کیا؟ کب؟" الیوشا کی زبان گنگ ہو گئی۔ وہ دوبارہ بیٹھ نہ سکا، بلکہ گم صم کھڑا رہا اور سنتا رہا۔

"میں اس بارے میں تمہیں سب کچھ بتا دیتی ہوں؛ غالباً یہی وہ وجہ ہے کہ میں نے تمہیں یہاں بلایا تھا ورنہ مجھے واقعی معلوم نہیں کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا تھا۔ خیر، جو کچھ ہوا وہ یہ ہے: جب سے ایوان فیودورووچ ماسکو سے واپس آیا ہے، وہ دو مرتبہ مجھے ملنے آ چکا ہے۔ پہلی بار تو وہ محض شائستگی کے تقاضے پورے کرنے آیا تھا اور دوسری بار وہ بالکل حال ہی میں آیا تھا، جب کاتیا میرے

ہاں آئی ہوئی تھی اور وہ اس لیے آیا تھا کیونکہ وہ معلوم کر چکا تھا کہ وہ یہیں ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی کہ وہ میرے گھر کا بار بار کیوں طواف کرتا ہے، خاص طور پر اس لیے بھی کیونکہ تمہارے پاپا کے بھیانک قتل کا جو معاملہ درپیش آیا ہے، اس کے سبب اس کی مصروفیات میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ ایک روز مجھے اچانک اطلاع ملی کہ وہ دوبارہ آیا تھا لیکن مجھے نہیں، لیسے سے ملنے ــــ یہ تقریباً چھ دن پہلے کی بات ہے۔ وہ آیا، کوئی پانچ منٹ ٹھہرا اور پھر واپس چلا گیا۔ مجھے اس بارے میں تین دن بعد معلوم ہوا اور وہ بھی گلافیرا کی زبانی، چنانچہ مجھے اس پر سخت دھچکا لگا۔ میں نے فوراً لیسے سے بازپُرس کی لیکن اس نے محض دانت نکوس دیے۔ وہ کہتی ہے اس کا خیال تھا میں سو رہی ہوں اور وہ اس کے کمرے میں محض اس لیے چلا گیا تاکہ وہ اس سے میری خیریت دریافت کر سکے۔ بہرحال ہوا یہی کچھ تھا۔ صرف لیسے، لیسے، اف خدایا، وہ مجھے کتنا پریشان کرتی رہتی ہے۔ ذرا تصور کرو کہ ایک رات اچانک ــــ یہ چار روز پہلے کی بات ہے جب تم پچھلی مرتبہ یہاں آئے تھے، تو تمہارے جانے کے فوراً بعد اسے یک بیک، آدھی رات کو ہسٹیریا کا دورہ پڑ گیا، وہ چیخ رہی تھی، چلا رہی تھی، بچوں کی طرح غصے سے کھول رہی تھی، اچھل رہی تھی! آخر مجھے ہسٹیریا کا دورہ کبھی کیوں نہیں پڑتا؟ اس پر اس قسم کا دورہ اگلے روز، پھر دو دن بعد اور ایک مزید کل پڑا۔ اور جو دورہ کل پڑا تھا، وہ عارضی دیوانگی کا تھا۔ اچانک وہ چیخ چیخ کر کہنے لگی، 'مجھے اس ایوان فیودورووچ سے نفرت ہے، میرا مطالبہ ہے کہ آپ اسے کبھی یہاں نہ آنے دیں! اس کے اس گھر پر آنے کی پابندی لگا دیں!' یہ سب کچھ اتنا غیر متوقع تھا کہ میں بے ہوش ہوتے ہوتے بچی، اور میں نے کہا، 'میں اس قسم کے نوجوان کو کیوں دھتکار دوں جو دوسری باتوں کے علاوہ اتنا عالم فاضل ہے اور جسے اتنے مصائب بھوگنا پڑے ہیں؟' کیونکہ ہمیں بہرحال یہ تسلیم کرنا ہی ہو گا کہ حالیہ ایام میں اسے جن مصائب میں سے گزرنا پڑا ہے، وہ اسے ناخوش ہی کر سکتے ہیں، کوئی خوشی ہم نہیں پہنچا سکتے۔ کیا تم میری اس رائے سے متفق نہیں ہو؟ جو کچھ میں نے کہا تھا اس پر وہ زبردست قہقہے لگانے لگی اور تم جانتے ہو اس کی یہ حرکت نہایت گستاخانہ تھی۔ خیر، میں نے دل میں کہا میں خوش ہوں کہ میں نے اسے ہنسا تو دیا چلو، اب اس کا ہسٹیریا ختم ہو جائے گا۔ ویسے میں خود بھی ایوان فیودورووچ کو اپنے گھر آنے سے روکنا اور اس سے وضاحت طلب کرنا چاہتی تھی کہ وہ میرے گھر میں میری اجازت کے بغیر یوں پُراسرار انداز سے کیوں آتا جاتا ہے۔ اور پھر آج لیسے یک لخت بیدار ہوئی اور یولیا پر برسنے لگی۔ کیا تم تصور کر سکتے ہو اس نے اسے تھپڑ بھی مار دیا۔ اس کی یہ حرکت بے حد شرمناک تھی کیونکہ میں اپنی خادماؤں کے ساتھ ہمیشہ نہایت شائستگی سے پیش آتی ہوں۔ انہیں 'مہربانی' اور

شکریہ جیسے الفاظ کہتی ہوں۔ پھر ایک گھنٹا بھی نہ گزرا تھا کہ وہ یولیا کے ساتھ معانقہ کرنے اور اس کے پاؤں چومنے لگی۔ اور اس نے مجھے پیغام بھیجا، 'میں آپ کے کمرے میں نہیں آؤں گی اور آئندہ آپ سے کبھی نہیں ملوں گی۔' پھر جب میں گھسٹتی گھسٹاتی خود اس کے کمرے میں گئی، وہ مجھ سے لپٹ گئی، اس نے اپنے بازو میری گردن میں حائل کر دیے، مجھے چومنے اور رونے لگی، اور اس کے بعد ایک لفظ بھی کہے بغیر مجھے پرے دھکیل دیا، چنانچہ مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ معاملہ کیا ہے۔ اب، میرے مہربان الیکسی فیوودرووچ، میری تمام امیدیں تم سے وابستہ ہیں اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اب میرا تمام مقدر تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ میں تم سے صرف اتنا کہہ رہی ہوں: لیسے کے پاس جاؤ اور اس سے سب کچھ اگلوانے کی کوشش کرو کیونکہ صرف تمہیں جانتے ہو کہ یہ کام کیسے کیا جانا چاہیے، پھر میرے پاس آؤ اور مجھے بتاؤ — مجھے، اس کی ماں کو، کیونکہ تم جانتے ہو کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا میں زندہ نہیں بچ سکوں گی، میں لازماً مر جاؤں گی یا بصورت دیگر میں گھر چھوڑ کر چلی جاؤں گی اور کبھی واپس نہیں آؤں گی۔ اب مجھ سے مزید برداشت نہیں ہوتا، میں بہت صابر و شاکر عورت ہوں لیکن صبر کی بھی کوئی حد ہوتی ہے اور پھر... پھر کیا ہوگا؟ اس کے متعلق تو مجھ میں سوچنے کا بھی حوصلہ نہیں۔ اخ، خداوندا، شکر ہے آخر پیوتر الیچ آ ہی گیا!" مادام خوخلاکووا نے پیوتر الیچ پرخوتین کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر اچانک شگفتگی سے کہا، "تم دیر سے آئے ہو، میں تمہاری کب سے منتظر تھی، خیر، اب آ گئے ہو تو بیٹھ جاؤ اور بتاؤ کہ کیا ہونے والا ہے؟ اس وکیل کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ کیا کہہ رہا ہے، الیکسی فیوودرووچ، تم کہاں جا رہے ہو؟"

"لیسے سے ملنے۔"

"ارے ہاں! اور جو کچھ میں نے تم سے کہا تھا، اسے بھولو گے تو نہیں؟ ہونہہ؟ یہ میرے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے، پتا نہیں کیا ہوگا!"

"اگر ہو سکا تو بالکل نہیں بھولوں گا، ویسے میں پوری کوشش کروں گا، آپ خاطر جمع رکھیں... فی الحال مجھے اجازت دیں کیونکہ اب میں اسے مزید انتظار میں نہیں رکھنا چاہتا۔" تیزی سے پیچھے ہٹتے ہوئے الیوشا بڑبڑایا۔

"جو جی چاہے کرو لیکن واپسی پر مجھ سے ضرور بالضرور مل کر جاؤ، بھولنا نہیں، میں اس ضمن میں کوئی اگر مگر نہیں سننا چاہتی ورنہ میں مر جاؤں گی!" مادام خوخلاکووا نے چلاتے ہوئے کہا لیکن الیوشا کمرے سے باہر نکل چکا تھا۔

3

آفت کی پڑیا

جب وہ لیسے کے کمرے میں داخل ہوا، وہ معذوروں کی اسی کرسی پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی جس میں تب اسے گھمایا پھرایا جاتا تھا جب وہ چلنے کے قابل نہیں تھی۔ اس نے اٹھنے یا سیدھی طرح بیٹھنے کی ذرا سی بھی کوشش نہ کی لیکن اس کی تیز اور باریک بین نگاہیں الیوشا کے جسم کو چھیدے جا رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں قدرے سوجی ہوئی تھیں اور اس کا چہرہ زرد اور قدرے سنولایا ہوا تھا۔ الیوشا یہ دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا کہ دو تین دنوں میں کتنی تبدیلی ہو چکی تھی، وہ پہلے کی نسبت لاغر بھی زیادہ نظر آ رہی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ بھی اس کی طرف نہ بڑھایا۔ اس کی لانبی، مہین انگلیوں کو، جو اس کے ڈریس پر بے حس و حرکت پڑی تھیں، چھونے کے لیے الیوشا کو نیچے جھکنا پڑا، اور وہ چپ چاپ اس کے بالمقابل بیٹھ گیا۔

"مجھے معلوم ہے تمہیں جیل پہنچنے کی جلدی ہے،" لیسے نے قدرے کرختگی سے کہا، "اور یہ کہ دو گھنٹوں سے اماں نے تمہیں اپنے پاس روکے رکھا ہے۔ ابھی ابھی وہ تمہیں میرے اور یولیا کے متعلق بتا رہی تھی۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" الیوشا نے پوچھا۔

"میں کنسوئیاں لے رہی تھی۔ تم مجھے یوں گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو؟ اگر میں کنسوئیاں لینا چاہوں تو ضرور لوں گی، یہ کوئی غلط حرکت نہیں۔ مجھے معذرت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"تم کسی چیز کی بابت پریشان ہو؟"

"بالکل نہیں۔ اس کے برعکس میں تو بہت خوش ہوں۔ ابھی ابھی میں اپنے آپ سے کہہ رہی تھی، پتا نہیں کتنویں مرتبہ، کہ یہ کتنی خوش قسمتی کی بات ہے کہ میں نے تمہیں ٹھکرا دیا اور یہ کہ میں اب تمہاری بیوی نہیں بنوں گی۔ تم شوہر بننے کے اہل نہیں — اگر میں تمہارے ساتھ شادی کر لیتی، پھر میں شاید کسی روز تمہیں رقعہ تھما کر اس شخص کے پاس بھیج دیتی جس سے تمہارے ساتھ شادی کرنے کے بعد مجھے محبت ہو جاتی، تو تم کوئی نا نکر نہ کرتے، بلکہ چپ چاپ اٹھتے اور رقعہ پہنچانے بھاگ کھڑے ہوتے، اور واپسی پر اس کا جواب بھی لے آتے۔ چالیس برس کی عمر میں تم میرے

قاصد کی حیثیت سے کام کر رہے ہوتے۔"

وہ دفعتہً کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔

"تمہاری ایک رگ میں کوٹ کوٹ کر کینہ بھرا ہوا ہے اور اس کے ساتھ ہی دوسری سراپا بھولپن سے پُر ہے۔" ایلوشا نے اس کی جانب مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے بھولی کیوں سمجھتے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تمہارے سامنے کھسیانی نہیں ہوتی۔ نہ صرف یہ کہ کھسیانی نہیں ہوتی بلکہ کھسیانی ہونا بھی نہیں چاہتی، خاص طور پر تمہارے سامنے، صرف تمہارے سامنے۔ ایلوشا، میں تمہارا احترام کیوں نہیں کرتی؟ مجھے تم سے جنون کی حد تک محبت ہے لیکن میں تمہارا احترام نہیں کرتی۔ اگر میرے دل میں تمہارا احترام ہوتا تو میں کھسیانی ہوئے بغیر تم سے اس قسم کی گفتگو نہ کر سکتی، تم ہی بتاؤ کر سکتی؟"

"بالکل۔"

"اور کیا تمہیں یقین ہے کہ میں تمہارے سامنے کھسیانی نہیں ہوتی؟"

"نہیں، بالکل نہیں۔"

لیسے ایک بار پھر پُر اضطراب انداز سے ہنس پڑی اور تیز تیز بولنے لگی:

"میں نے تمہارے بھائی دمتری فیودرووچ کو جیل میں کچھ مٹھائیاں بھجوائی ہیں۔ تمہیں معلوم ہے تم کتنے اچھے ہو! تم نے مجھے بلا تامل اور برضا و رغبت اپنے سے محبت نہ کرنے کی جو اجازت دی ہے، اس پر مجھے تم سے اور بھی محبت ہو گئی ہے۔"

"لیسے، تم نے آج مجھے کیوں بلایا تھا؟"

"میں تمہیں اپنی ایک شدید آرزو کے متعلق بتانا چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کوئی مجھے خوب ستائے، خوب تنگ کرے بلکہ میرے ساتھ سفاکانہ سلوک کرے ــــ مجھ سے شادی کرے، پھر میری ایسی کی تیسی کرے، مجھے دھوکا دے اور مجھے چھوڑ جائے۔ میں خوش نہیں رہنا چاہتی۔"

"کیا تم بدبختی پسند کرنے لگی ہو؟"

"ہاں، مجھے بدبختی کی شدید خواہش ہے۔ میں گھر کو آگ لگا کر بھسم کرنا چاہوں گی۔ میں سوچتی رہتی ہوں کہ میں کس طرح چوری چھپے اٹھ کر اسے نذرِ آتش کر سکتی ہوں کہ کسی کو پتا نہ چل سکے اور نہ کوئی مجھے دیکھ سکے۔ لوگ آگ بجھانے کی کوشش کریں گے لیکن آگ اتنی زبردست ہو گی کہ مزید بھڑکتی چلی جائے گی۔ اور میں وہاں کھڑی محض تماشا دیکھتی رہوں گی اور منہ سے ایک لفظ تک نہیں نکالوں گی۔ اُف، کتنی احمقانہ سوچ ہے! کتنا بور کرنے والی بھی!"

اس نے حقارت سے اپنا ہاتھ لہرا دیا۔

"تم کچھ زیادہ ہی امیر کبیر ہو۔" ایلوشا نے ملائمت سے کہا۔

"تمہارے خیال میں غریب ہونا بہتر رہے گا؟"

"بالکل۔"

"جب تمہارا یہ راہب زندہ تھا، تم اس کی باتیں کچھ زیادہ ہی سنتے رہے۔ جو کچھ تم نے ابھی ابھی کہا ہے، وہ بھی اسی کا کہا ہوا ہے اور یہ درست نہیں ہے۔ اگر میں امیر ہوتی اور باقی سب لوگ مفلس و قلاش، تو بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔ میں حلوا مانڈا کھاتی رہوں گی اور کسی کو کچھ نہیں دوں گی۔ مت کہو کچھ، اپنی زبان بند رکھو۔" اس نے تنبیہی انداز سے اپنا ہاتھ لہراتے ہوئے کہا حالانکہ ایلوشا نے اپنا منہ کھولا تک نہیں تھا۔ "تم مجھے یہ سب کچھ پہلے ہی بتا چکے ہو، مجھے ایک ایک بات زبانی یاد ہو گئی ہے اور یہ ساری باتیں محض بور کرنے والی ہیں۔ اگر میں غریب ہوئی تو میں کسی نہ کسی کی جان لے لوں گی ــــ اور اگر میں امیر ہوئی تو بھی میں کسی نہ کسی کو ہلاک کر دوں گی ــــ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہنے کا فائدہ؟ تم جانتے ہو کہ (فصلوں کی) کٹائی کے دنوں میں مجھے کھیتوں میں کام کرنا اور رائی کی فصل اکٹھا کرنا پسند ہے۔ میں تمہارے ساتھ شادی کر لوں گی اور تم مزارع، اصلی مزارع بن جاؤ گے۔ ہم ایک خچر خرید لیں گے۔ تمہیں یہ زندگی پسند ہو گی؟ تم کالگانوف کو جانتے ہو؟"

"ہاں۔"

"وہ ہمیشہ آوارہ گردی کرتا اور جاگتے میں بھی خواب دیکھتا رہتا ہے۔ وہ کہتا ہے: حقیقت کی دنیا میں رہنے کا فائدہ؟ جاگتے میں خواب دیکھنا بہتر ہے۔ آدمی انتہائی جوش آور اور مسرت بخش اشیا کے متعلق خواب دیکھ سکتا ہے جب کہ زندگی بور کرنے والی چیز ہے۔ اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی بہت جلد شادی ہو جائے گی، وہ مجھ سے اپنی محبت کا اعلان بھی کر چکا ہے۔ کیا تم لٹو گھما سکتے ہو؟"

"ہاں۔"

"خیر، وہ بالکل لٹو جیسا ہے۔ اسے چابی دے دو اور گھومنے کے لیے چھوڑ دو، اس کے بعد اس پر چابک برسانا شروع کر دو اور چابک پر چابک برساتے جاؤ۔ اگر میں نے اس سے شادی کر لی تو میں ساری زندگی اسے لٹو کی طرح گھماتی رہوں گی۔ تم میرے پاس بیٹھ کر کھسیانے تو نہیں ہو رہے؟"

"نہیں۔"

"تمہیں طیش تو بہت آ رہا ہو گا کہ میں مقدس اشیاء کے متعلق باتیں نہیں کر رہی؟ میں نیک اور پاک باز نہیں بننا چاہتی۔ میں سوچ رہی ہوں اگر آدمی اس دنیا میں بدترین گناہ کر بیٹھے، پتا نہیں اگلی دنیا میں اس کا کیا حشر ہو گا؟ مجھے یقین ہے تمہیں ضرور معلوم ہو گا۔"

''تمہارا محاکمہ خدا کرے گا۔'' ایلوشا نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہی تو میں چاہتی ہوں۔ میں وہاں حاضر ہوں گی، میرا محاکمہ ہوگا، مجھے ملامت کی جائے گی اور میں ان کے سامنے کھلکھلا کر ہنس پڑوں گی۔ ایلوشا، میں واقعی مکان کو، ہمارے اپنے مکان کو جلا کر بھسم کر دینا چاہتی ہوں۔ تمہیں ابھی تک یقین نہیں آیا؟''

''میرے یقین نہ کرنے کی وجہ؟ ایسے بچے واقعی موجود ہیں جو جب تقریباً بارہ سال کے ہو جاتے ہیں تو کسی نہ کسی چیز کو نذرِ آتش کرنے کی تمنا کرنے لگتے ہیں، وہ اپنی اس تمنا پر قابو نہیں پا سکتے۔ چنانچہ وہ ایک روز چپکے سے اٹھتے ہیں اور آتش زنی کی واردات کر گزرتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی بیماری ہے۔''

''یہ صحیح نہیں ہے، صحیح نہیں ہے! ممکن ہے ایسے بچوں ہوں لیکن میں ان کی بات نہیں کر رہی۔''

''تم نیکی اور بدی کو خلط ملط کر رہی ہو۔ یہ وقتی بحران ہے، شاید تمہاری سابقہ بیماری اس کی ذمے دار ہو۔''

''تو تم واقعی مجھ سے نفرت کرتے ہو، مجھے حقیر جانتے ہو، ٹھیک؟ بات صرف اتنی ہے کہ میں نیکی کرنا ہی نہیں چاہتی، میں بدی کرنا چاہتی ہوں اور اس کا میری بیماری سے کوئی تعلق نہیں۔''

''تم بدی کیوں کرنا چاہتی ہو؟''

تاکہ کہیں کچھ باقی نہ رہے۔ اخ، اگر کچھ بھی باقی نہ بچے تو کتنا اچھا ہوگا! ایلوشا، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بعض اوقات میرے دل میں خواہش منڈلانے لگتی ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ برے کام کروں، بڑھ چڑھ کر بداعمالیوں میں حصہ لوں اور طویل مدت تک چوری چھپے یہ حرکتیں کرتی رہوں تاآنکہ ایک روز بھانڈا پھوٹ جائے اور سب کو معلوم ہو جائے کہ میں کیا کر رہی ہوں۔ پھر ساری دنیا میرا گھیراؤ کر لے گی، وہ مجھ پر انگلیاں اٹھائے گی اور میں انہیں محض ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی رہوں گی۔ کتنا مزہ آئے گا! ایلوشا، اتنا مزہ کیوں آئے گا؟''

''اس کی کوئی خاص وجہ نہیں۔ بس آدمی کے دل میں کسی چیز کو ملیا میٹ کرنے یا تمہارے بقول جلا کر راکھ کر دینے کی خواہش مچلنے لگتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا رہتا ہے۔''

''میں محض باتیں نہیں بنا رہی، میں یہ کر گزروں گی۔''

''مجھے تم پر یقین ہے۔''

''تم نے جو یہ کہا ہے کہ تمہیں مجھ پر یقین ہے، اسی پر تو مجھے تم پر اتنا پیار آنے لگتا ہے۔ اور مجھے معلوم ہے تم جھوٹ نہیں بول رہے، بالکل نہیں بول رہے۔ لیکن تم شاید سوچ رہے ہو گے کہ میں یہ سب کچھ عمداً محض تمہارے چڑانے کے لیے، کہہ رہی ہوں؟''

''نہیں، میرا یہ خیال نہیں ہے... ویسے ہو سکتا ہے اس کی بھی کچھ رمق تم میں موجود ہو۔''

''ہاں، کچھ رمق۔ میں تمہارے منہ پر کبھی جھوٹ نہیں بولوں گی۔'' اس نے کہا۔ اس کی آنکھیں کچھ عجیب انداز سے جگمگا رہی تھیں۔

ایلوشا کو جس چیز نے سب سے زیادہ ہکا بکا کیا وہ لیسے کی سنجیدگی تھی۔ اس کے چہرے پر غیر سنجیدگی یا چھچھورپن کا نام و نشان تک نہیں تھا حالانکہ اب تک یہی ہوتا چلا آیا تھا کہ وہ اپنے انتہائی ''سنجیدہ'' لمحات میں بھی اپنی شگفتگی اور حسِ ظرافت کو کبھی نہیں بھولتی تھی۔

''یقیناً بعض ایسے لمحات آتے ہیں جب لوگوں کو جرم سے پیار ہو جاتا ہے۔'' ایلوشا نے پُرفکر لہجے سے کہا۔

''بجا فرمایا! صحیح کہا! تم میرے ہی خیالات کی ترجمانی کر رہے ہو۔ انہیں جرم سے پیار ہو جاتا ہے، واقعی ہو جاتا ہے، بلااستثناء سب کو ہو جاتا ہے اور ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ یہ محض 'لمحات' کا مسئلہ نہیں۔ تمہیں جان لینا چاہیے کہ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ان سبھوں نے ایکا ایکی جھوٹ بولنے کی سازش کر لی ہو اور تب سے مسلسل جھوٹ بولے جا رہے ہوں۔ سب کہتے یہی ہیں: ہمیں برائی پسند نہیں لیکن ان کے اندر جھانک کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ انہیں اس سے پیار ہوتا ہے۔''

''اور تم ابھی تک غیر مناسب کتابیں پڑھنے پر مصر ہو؟''

''ہاں۔ اماں انہیں پڑھتی رہتی ہے اور تکیے کے نیچے چھپا لیتی ہے۔ میں چوری چھپے جاتی ہوں اور انہیں اٹھا لاتی ہوں۔''

کیوں اپنا بیڑا غرق کر رہی ہو، تمہیں شرم نہیں آتی؟''

''میں اپنا بیڑا غرق کرنا چاہتی ہوں۔ یہاں ایک لڑکا رہتا ہے۔ وہ ریل کی پٹڑیوں کے مابین لیٹ جاتا ہے اور گاڑی کو اپنے اوپر سے گزر جانے دیتا ہے۔ کیا خوش قسمت لڑکا ہے! سنو، تمہارے بھائی کے خلاف اپنے باپ کو قتل کرنے کے الزام میں مقدمہ شروع ہو رہا ہے اور ادھر ہر ایرا غیرا اس بات پر کتنا خوش ہے کہ اس نے اپنے ہی باپ کو قتل کر دیا ہے۔''

''وہ اس لیے اس سے خوش ہیں کہ اس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تھا؟''

''ہاں، وہ خوش ہیں، سب لوگ بہت خوش ہیں۔ زبانی کلامی وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ بڑی بھیانک حرکت تھی لیکن ان کے دلوں کو ٹٹولو تو معلوم ہوگا کہ انہیں یہ چیز بہت پسند آئی ہے، مجھے خاص طور پر۔''

''تم نے لوگوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، اس میں تھوڑی بہت صداقت ضرور ہے۔'' ایلوشا نے نرمی سے کہا۔

''تم اس قسم کی باتوں کا اقرار کر رہے ہو! سوچو، یہ کیا ہو رہا ہے!'' لیسے نے جوشِ مسرت سے چلاتے ہوئے کہا۔ ''اور تم بنتے راہب ہو! واہ! الیوشا، تمہیں معلوم ہی نہیں، میں تمہارا کتنا احترام کرتی ہوں کیونکہ تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ مجھے ایک روز بڑا مضحکہ خیز خواب آیا تھا، میں تمہیں اس کے متعلق بتانا چاہتی ہوں: مجھے بعض اوقات اپنے خوابوں میں شیطان نظر آنے لگتے ہیں۔ رات کا عالم ہے۔ میں اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی ہوں۔ شمع جل رہی ہے۔ اچانک ہر جگہ شیطان ہی شیطان دکھائی دینے لگتے ہیں۔ انہوں نے ہر کونے کھدرے، میز کے نیچے، الغرض ہر جگہ جمگھٹا کر رکھا ہے۔ وہ دروازہ کھولتے ہیں۔ باہر ان کے بھائی بندوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے ہیں۔ وہ سب اندر آنا اور مجھ پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ اور وہ میرے قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں اور مجھے اپنی گرفت میں لینے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا رہے ہیں۔ اچانک میں صلیب کا نشان بنانے لگتی ہوں اور وہ سبھی کے سبھی سکڑ کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ ان پر خوف طاری ہے لیکن وہ واپس جانے پر رضامند نہیں۔ وہ دروازے کے قریب اور کونوں کھدروں میں کھڑے رہتے ہیں اور انتظار کرنے لگتے ہیں۔ اچانک مجھے یہ خواہش اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے کہ میں خداوند کو برا بھلا کہوں، اس پر وہ سبھی کے سبھی ہجوم در ہجوم تیزی سے میری طرف بڑھنے لگتے ہیں، وہ خوشی سے دیوانے ہوئے جا رہے ہیں اور ایک بار پھر مجھے اپنے شکنجے میں جکڑنا چاہتے ہیں۔ میں یک لخت ایک بار پھر صلیب کا نشان بنا دیتی ہوں — اور وہ سبھی کے سبھی دوبارہ پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ بڑی تفریح رہی، کتنا مزہ آیا!''

''مجھے بھی ایسا ہی خواب آیا کرتا تھا'' الیوشا نے کہا۔

''واقعی؟'' حیرت سے لیسے کی چیخ نکل گئی۔ ''الیوشا، سنو، ہنسو مت، یہ انتہائی اہم معاملہ ہے: کیا یہ ممکن ہے کہ دو اشخاص کو ایک ہی خواب آ جائے؟''

''ہاں، بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے۔''

''الیوشا، میں تمہیں بتائے دے رہی ہوں کہ یہ انتہائی اہم معاملہ ہے،'' لیسے نے، جو ابھی تک حیرت سے نڈھال تھی، اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''اہم چیز خواب نہیں بلکہ یہ بات ہے کہ تمہیں بھی وہی خواب آیا جو مجھے آیا تھا۔ تم مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بولتے، اب بھی مجھ سے جھوٹ مت بولو۔ کیا یہ صحیح ہے؟ تم میرا مذاق تو نہیں اڑا رہے؟''

''یہ صحیح ہے!''

لیسے کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور وہ پل دو پل کے لیے خاموش ہو گئی۔

''الیوشا، مجھ سے ملنا جلنا بند نہ کرنا۔ مجھ سے ملنے آتے رہا کرو، اکثر آتے رہا کرو'' اس نے

آخرکار ملتجیانہ لہجے سے کہا۔

''میں تمہیں ہمیشہ ملنے آتا رہوں گا، میں اپنی ساری زندگی تم سے ملنے آتا رہوں گا'' الیوشا نے محکم لہجے سے جواب دیا۔

''تم واحد شخص ہو جس سے میں اپنے دل کی بات کہہ سکتی ہوں،'' لیسے دوبارہ بولنے لگی۔ ''میں اپنے ساتھ اور تمہارے ساتھ دیانت داری برت سکتی ہوں۔ صرف تمہارے ساتھ اور اس پوری دنیا میں کسی بھی دوسرے شخص کے ساتھ نہیں۔ میں جتنی آسانی اور رضامندی کے ساتھ تمہارے سامنے مختلف باتوں کا اعتراف کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتی ہوں اتنی اپنے آپ سے بھی نہیں ہو پاتی۔ اور مجھے تمہارے سامنے کھسیان پت کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا، ذرا بھی نہیں، سمجھے؟ الیوشا، میں تمہارے سامنے کھسیانی کیوں نہیں ہوتی، ذرا بھی نہیں، کیوں؟ الیوشا، کیا یہ سچ ہے کہ یہودی ایسٹر کے ایام میں بچے اغوا کر لیتے ہیں اور انہیں بے دردی سے ہلاک کر دیتے ہیں؟''

''مجھے معلوم نہیں۔''

''میرے پاس یہاں ایک کتاب ہے جس میں میں نے ایک مقدمے کے بارے میں پڑھا ہے۔ ایک یہودی نے پہلے تو ایک چار سالہ لڑکے کے دونوں ہاتھوں کی ساری انگلیاں کاٹیں، پھر اسے دیوار کے ساتھ صلیب پر چڑھایا اور پھر اس کے جسم میں میخیں ٹھونک دیں، بالکل اسی طرح جس طرح (مسیح کے جسم میں) صلیب پر ٹھونکی گئی تھیں۔ اس نے بعد ازاں مقدمے کی سماعت کے دوران میں بتایا کہ لڑکے کی فوری موت واقع ہو گئی تھی، صرف چار گھنٹے لگے تھے۔ واقعی، فوری! اس نے مزید بتایا لڑکا اس دوران میں کراہتا رہا، کراہتا رہا اور وہ وہاں کھڑا اپنی صناعی کی داد دیتا رہا۔ کیا خیال ہے یہ اچھا نہیں تھا؟''

''اچھا؟''

''ہاں۔ بعض اوقات مجھے خیال آنے لگتا ہے کہ بچے کو مصلوب میں نے کیا تھا۔ وہ وہاں لٹک رہا ہے، کراہ رہا ہے اور میں مزے مزے سے بوتل بند اناس کھا رہی ہوں۔ مجھے بوتل بند اناس بے حد پسند ہے۔ تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟''

الیوشا اسے چپ چاپ دیکھتا رہا۔ اچانک اس کا زرد، سانولا چہرہ تڑ مڑ گیا اور اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے جب میں نے اس یہودی کے بارے میں پڑھا، میں ساری رات روتی رہی اور مطلق سو نہ سکی۔ میرے سامنے روتے بلکتے بچے کی — تم جانتے ہو چار سالہ بچے چیزیں سمجھتے ہیں — تصویر بنتی رہی اور پھر یہ بوتل بند اناس میرے دماغ میں گھس آیا اور میں پوری

کوشش کے باوجود اسے باہر نہ نکال سکی۔ صبح کو میں نے ایک خاص شخص کو رقعہ بھیجا کہ وہ لازماً مجھے ملنے آئے اور کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے۔ وہ آ گیا اور میں نے اسے لڑکے اور بوتل بند پھل کے بارے میں بتایا۔ میں نے اسے ایک ایک چیز، ایک ایک چیز بتا دی اور کہا: 'یہ اچھا تھا۔' وہ یک لخت کھلکھلا کر ہنسنے لگا اور بولا: 'واقعی یہ اچھا ہے۔' پھر وہ اٹھا اور چلا گیا۔ وہ صرف پانچ منٹ ٹھہرا تھا۔ تمہارے خیال میں وہ مجھ پر نفرین بھیج رہا ہوگا؟ الیوشا، کچھ کہو، کچھ تو کہو، کیا وہ مجھ پر نفرین بھیجتا ہے یا نہیں؟" وہ اپنی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کی آنکھیں جگمگا رہی تھیں۔

"یہ تو بتاؤ،" الیوشا نے قدرے پریشان ہو کر کہا، "اس شخص کو تم نے خود بلایا تھا؟"

"ہاں۔"

"تم نے اسے رقعہ بھیجا تھا؟"

"ہاں۔"

"اس سے خاص طور پر بچے کے متعلق پوچھنے کے لیے؟"

"نہیں، اس کے متعلق نہیں، بالکل نہیں۔ لیکن وہ جونہی اندر آیا، میں نے جھٹ پوچھ لیا۔ اس نے جواب میں قہقہہ لگایا، اٹھا اور واپس چلا گیا۔"

"اس شخص نے تمہارے ساتھ دیانت داری برتی تھی،" الیوشا نے نرمی سے کہا۔

"حالانکہ وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ وہ میرا مذاق اڑا رہا تھا، ٹھیک؟"

"نہیں، کیونکہ غالباً اسے خود بوتل بند اناس پر یقین تھا۔ لیسے، وہ خود بھی اس وقت شدید بیمار ہے۔"

"ہاں، اسے اس پر یقین تو ہے!" لیسے کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"اسے کسی سے نفرت نہیں،" الیوشا نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "بات صرف اتنی ہے وہ کسی شخص کا بھی یقین نہیں کرتا، پھر البتہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ہر شخص سے نفرت کرتا ہے۔"

"مجھ سمیت؟ مجھ سے بھی؟"

"ہاں، تم سے بھی۔"

"یہ تو اچھی بات ہے،" لیسے نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "جب وہ کھلکھلا کر ہنس چکا اور واپس چلا گیا، مجھے محسوس ہوا اگر کوئی شخص آپ سے نفرت کرے تو یہ اچھی ہی بات ہے۔ یہ اچھی بات تھی کہ لڑکے نے انگلیاں کٹوا لیں اور نفرت کروانا بھی اچھا ہے..."

اور سیدھے الیوشا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ اچانک کینہ پرور اور ہسٹیریائی انداز سے ہنسنے لگی۔

"کیا تمہیں معلوم ہے، الیوشا، کیا تمہیں معلوم ہے، کاش میں نے... الیوشا، مجھے بچا لو!" وہ یک دم اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی طرف لپکی اور اس کی گردن میں اپنے بازو حمائل کر دیے۔ "مجھے بچا لو، مجھے بچا لو!" وہ واویلا کیے جا رہی تھی۔ "جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے، تمہارے خیال میں میں نے کسی اور کو بتایا ہوگا؟ میں سچ، بالکل سچ بول رہی تھی، میں واقعی سچ بول رہی تھی! میں اپنے آپ کو ہلاک کر لوں گی کیونکہ میں ہر چیز سے بیزار ہو چکی ہوں! میں زندہ نہیں رہنا چاہتی کیونکہ ہر چیز مجھے بیزار کیے دے رہی ہے! میں ہر چیز، ہر چیز سے بیزار ہو چکی ہوں! الیوشا، تم مجھ سے قطعاً محبت نہیں کرتے، تمہیں مجھ سے رتی برابر محبت نہیں،" اس نے جنون کی کیفیت میں اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے واقعی محبت ہے!" الیوشا نے گرم جوشی سے کہا۔

"کیا تم میرے لیے آنسو بہاؤ گے، بہاؤ گے؟"

"بالکل بہاؤں گا۔"

"اس لیے نہیں کیونکہ میں تمہاری بیوی نہیں بننا چاہتی بلکہ صرف میرے لیے آنسو بہاؤ گے، صرف میرے لیے؟"

"بہاؤں گا۔"

"شکریہ۔ مجھے صرف تمہارے آنسوؤں کی ضرورت ہے۔ باقی بے شک مجھے تعذیب کے عمل میں گزارتے رہیں، مجھے پاؤں تلے روندتے رہیں، سب کے سب، ایک ایک، کسی استثنا کے بغیر، کیونکہ مجھے ان میں سے کسی سے بھی محبت نہیں۔ سنا تم نے، کسی سے بھی نہیں! در حقیقت مجھے سب سے نفرت ہے! الیوشا، جاؤ، تمہارے لیے اپنے بھائی کے پاس جانے کا وقت ہو گیا ہے!" اس نے اچانک الیوشا پر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی اور اس سے الگ ہو گئی۔

"میں تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا،" الیوشا نے کہا۔ وہ تقریباً ہراساں ہو چکا تھا۔

"جاؤ، اپنے بھائی کے پاس چلے جاؤ، بہت جلد جیل کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ جاؤ، یہ رہا تمہارا ہیٹ! میری طرف سے میتیا کا بوسہ لو۔ جاؤ، اب چلے بھی جاؤ!"

اور اس نے الیوشا کو قریب قریب دروازے کے باہر دھکیل دیا۔ وہ اسے اندوہناک پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔ اچانک اسے محسوس ہوا اس کے دائیں ہاتھ میں خط تھمایا جا رہا ہے۔ خط کیا تھا، چھوٹا سا رقعہ تھا جس کو خوب کس کر تہہ لگا کر بند کر دیا گیا تھا۔ اس نے تحریر پر سرسری سی نگاہ ڈالی اور پڑھا: "ایوان فیودورووچ کرامازوف کے لیے۔" اس نے عجلت سے لیسے کی جانب دیکھا۔ اس کے

چہرے پر تقریباً درشتی برسنے لگی تھی۔

"یہ اسے آج ہی پہنچا دو۔ اس بات کا خاص اہتمام کرو کہ یہ اسے ہر صورت آج ہی مل جائے!" اس نے اسے مجنونانہ انداز سے حکم دیتے ہوئے کہا اور سرتاپا کانپنے لگی۔ "آج، ابھی اور نہ میں زہر کھا لوں گی! انھیں یہاں بلانے کی یہ واحد وجہ تھی!"

اور اس نے دھماکے سے دروازہ بند کر لیا۔ چٹخنی چیختی چلاتی اوپر چڑھ گئی۔ الیوشا نے خط جیب میں ڈالا اور سیدھا نیچے چلا گیا۔ اس نے مادام خوخلاکووا سے بھی کوئی بات نہ کی، اسے اس کے متعلق کچھ یاد نہیں رہا تھا۔ جونہی الیوشا رخصت ہوا، لیسے نے چٹخنی اوپر اٹھائی، دروازہ ذرا سا کھولا، جھری میں انگلی ڈالی اور اپنا پورا زور لگا کر دروازہ دوبارہ زبردست دھماکے سے بند کر دیا۔ کوئی دس سیکنڈ بعد اس نے اپنی انگلی نکالی، آہستہ آہستہ اور دبے پاؤں اپنی کرسی کے قریب گئی اور گھور گھور کر اپنی خراش زدہ انگلی کو، جس کی رنگت سیاہ پڑ چکی تھی اور جس کے ناخن کے نیچے سے خون رسنے لگا تھا، دیکھنے لگی۔ اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے اور وہ تیزی سے بار بار اپنے آپ سے کہہ رہی تھی:

"کتیا، کتیا، کتیا، کتیا!"

4

حمد اور راز

نومبر کے دن ویسے بھی چھوٹے ہوتے ہیں، چنانچہ جب الیوشا نے جیل کی گھنٹی بجائی، اندھیرا چھانا شروع ہو چکا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اسے متیا سے ملاقات کی اجازت کسی مشکل کے بغیر مل جائے گی۔ ہمارا قصبہ دوسرے مقامات سے کوئی خاص مختلف نہیں۔ یہ درست ہے کہ ابتدائی پیشی کے بعد رشتے داروں اور چند دوسرے گنے چنے لوگوں کو متیا سے ملاقات کی اجازت بعض رسمی کارروائیاں کرنے کے بعد ہی ملتی تھی۔ اگرچہ بعدازاں ان رسمی کارروائیوں میں سرکاری طور پر تو کوئی نرمی نہیں کی گئی تھی تاہم کم از کم بعض اشخاص کے معاملے میں، جو متیا سے ملنے آتے تھے، قواعد میں نرمی ایک معمول کی بات سمجھی جانے لگی تھی اور معاملہ اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ جب ملاقاتیوں کے کمرے میں زیرحراست قیدی سے ملاقات ہو رہی ہوتی تو عملی طور پر نگرانی کرنے والے عملے کا ایک فرد بھی وہاں موجود نہ ہوتا۔ تاہم اتنی بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ جن لوگوں کو یہ استحقاق حاصل تھا، ان کی

تعداد بہت تھوڑی تھی اور یہ اشخاص صرف گروشینکا، الیوشا اور رکیتن تھے۔ چیف آف پولیس مائیکل مکاروویچ گروشینکا کے ساتھ رعایت برتنے پر مائل رہتا تھا۔ مکرائی میں معمر پولیس افسر نے اسے جس طرح ڈانٹا تھا، وہ اس کے ضمیر پر بوجھ بن چکا تھا اور اپنی اس زیادتی پر وہ اپنے آپ کو معاف کرنے پر قطعاً تیار نہیں تھا۔ بعدازاں جب اسے اس کے بارے میں تمام حقائق معلوم ہوئے، تو اس کے متعلق اس کی رائے بالکل تبدیل ہو گئی۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اگرچہ اسے پختہ یقین تھا کہ متیا خطاکار ہے، جونہی اسے حوالات میں بند کیا گیا، اس کے بارے میں اس کی سوچ نرم سے نرم تر ہوتی گئی۔ "شاید یہ شخص دل کا تو نیک ہے لیکن کثرت سے شراب نوشی کرنے اور بے قدغن زندگی بسر کرنے سے اس نے اپنے آپ کو تباہ کر لیا ہے۔" پہلے وہ اپنے دل میں اس کے خلاف جو گھن محسوس کرتا تھا، اب اس کی جگہ ترس نے لے لی تھی۔ جہاں تک الیوشا کا تعلق ہے، چیف آف پولیس اسے خاصے عرصے سے جانتا تھا اور اسے بے حد پسند کرتا تھا۔ رکیتن کا، جو گزشتہ چند ہفتوں کے دوران میں بار بار قیدی سے ملنے آنے لگا تھا، معاملہ یہ تھا کہ وہ چیف آف پولیس کی نوجوان نواسیوں کے قریب ترین دوستوں میں شمار ہوتا تھا اور اکثر ان کے گھر آتا جاتا رہتا تھا۔ علاوہ ازیں وہ جیل کے گورنر کے، جو اگرچہ جیل کے قواعد وضوابط کی سختی سے پابندی کرتا تھا لیکن اصلاً نہایت رحم دل شخص تھا، گھر میں پرائیویٹ ٹیوشن پڑھانے جایا کرتا تھا۔ الیوشا بھی جیل کے گورنر کو بہت مدت سے جانتا تھا اور گورنر کو اس کے ساتھ "پیچیدہ اور تجریدی" مسائل پر گفتگو کر کے بہت لطف آتا تھا۔ جہاں تک ایوان فیودوروویچ کا تعلق ہے، گورنر نہ صرف اس کا احترام کرتا تھا بلکہ اس کی شخصیت، خاص طور پر اس کی علمیت سے، مثبت طور پر مرعوب تھا حالانکہ خود اسے اپنے اچھا خاصا فلسفی ہونے کا زعم تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ وہ اپنے نتائج استدلال کے ذریعے خود مستنبط کرتا ہے۔ تاہم اسے الیوشا سے بے حد لگاؤ تھا۔ گزشتہ سال کے دوران میں معمر شخص کو اسفار محرفہ (31) میں پُرجوش دلچسپی پیدا ہو گئی تھی اور وہ اپنے نوجوان دوست کو باقاعدگی کے ساتھ اپنی تازہ ترین آرا اور تشریحات سے نوازتا رہتا تھا۔ وہ تو خانقاہ بھی آتا جاتا رہتا تھا اور گھنٹوں پادری راہبوں کے ساتھ بحثیں کرتا رہتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دنوں بھی، جب الیوشا کو جیل پہنچنے میں تاخیر ہو جاتی تھی، اسے صرف گورنر کی رہائش گاہ پر جانا پڑتا تھا اور اسے کسی مشکل کے بغیر اندر جانے کی اجازت مل جاتی تھی۔ مزید برآں جیل کے سبھی محافظ الیوشا کی موجودگی کے عادی ہو چکے تھے، اور رات کو جو عملہ ڈیوٹی پر آتا تھا، وہ اسے قطعاً تنگ نہیں کرتا تھا — انہیں بس اعلیٰ حکام کی طرف سے کلیرنس درکار ہوتی تھی۔ جب بھی کوئی ملاقاتی آتا، متیا کو اس کی کوٹھڑی سے اس کمرے میں پہنچا دیا جاتا جو خاص طور پر ملاقاتیوں کے لیے مخصوص تھا۔ جب اس مرتبہ الیوشا پہنچا، اس کی سیدھی رکیتن سے مڈھ بھیڑ ہو گئی جو

قیا سے ملاقات کے بعد رخصت ہوا چاہتا تھا۔ وہ دونوں اونچی آوازوں میں باتیں کر رہے تھے۔ قیا جب دروازے پر رکیتن کو خدا حافظ کہہ رہا تھا، وہ زور زور سے قہقہے لگا رہا تھا جبکہ رکیتن بظاہر چڑچڑا ہو رہا تھا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ رکیتن کو، خاص طور پر حال ہی میں، الیوشا کی موجودگی میں بڑی کوفت محسوس ہونے لگی تھی اور وہ اس سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتا تھا۔ وہ اس سے بات کرنے کے لیے شاید ہی کبھی رکتا ہوگا اور اس کے سلام کا بھی بمشکل ہی جواب دیتا تھا۔ اب جب اسے احساس ہوا کہ جو شخص ابھی ابھی اندر آیا ہے، وہ الیوشا ہے تو اس کی بھویں تن گئیں اور وہ نگاہیں پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگا جیسے وہ اپنے بھاری بھرکم اوور کوٹ کے، جس کا کالر پوستین کا بنا ہوا تھا، بٹن بند کرنے میں محو ہو۔ اس کے بعد اس نے معاً اپنی چھتری کی تلاش شروع کر دی۔

"مجھے اپنی کوئی چیز یہاں بھولنا نہیں چاہیے،" وہ محض کچھ کہنے کی خاطر بڑبڑا رہا تھا۔

"خیال رکھو کہیں دوسروں کی چیزیں بھی بھول جاؤ،" قیا نے اس پر فقرہ کستے ہوئے کہا اور فوراً ہی اپنے مذاق پر کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔ غصے سے رکیتن کا خون کھولنے لگا۔

"یہ کراما زوفوں کو بتاؤ، کسی غلاموں کے آقا کے بیٹے کو، مجھے نہیں!" اس نے تیزی و غضب سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں تو محض مذاق کر رہا تھا!" قیا نے اونچی آواز سے کہا۔ "اف، لعنت ہے! یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں،" اس نے الیوشا کی جانب متوجہ ہوتے اور اپنا سر رکیتن کی جانب ہلاتے ہوئے کہا جس نے کمرے سے باہر نکلنے میں ذرا بھی ڈھیل نہیں دکھائی تھی۔ "یہ ایک منٹ پہلے یہاں بیٹھا ہوا تھا، خوشی سے چہچہا رہا اور قہقہے لگا رہا تھا۔ اب اچانک پتا نہیں اس کے سر پر کیا بھوت سوار ہو گیا ہے کہ بدتمیزی پر اتر آیا ہے! اس نے تمہارے سلام کا جواب تک نہیں دیا۔ کیا تم دونوں میں یکا یک ان بن ہو گئی ہے؟ تم اتنی دیر سے کیوں آئے ہو؟ میں سارا دن بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کرتا رہا ہوں۔ خیر، کوئی فکر نہ کرو! جو وقت ضائع ہو گیا ہے، آؤ، اب اس کی تلافی کر لیتے ہیں۔"

"یہ اتنی کثرت سے کیوں آنے جانے لگا ہے؟ کیا تمہاری اس سے دوستی ہو گئی ہے؟" الیوشا نے اپنا سر اس دروازے کی جانب گھماتے ہوئے کہا جس میں سے رکیتن ابھی ابھی باہر گیا تھا۔

"دوستی، مائیکل کے ساتھ؟ نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ وہ تو بڑا گھٹیا اور چھچھورا آدمی ہے۔ وہ سمجھتا ہے میں لفنگا ہوں۔ اس میں تو مزاح کی بھی حس نہیں ــــ اس قسم کے لوگوں میں یہ بدترین خرابی ہوتی ہے۔ انہیں لطیفے کی کوئی سمجھ نہیں ہوتی۔ ان کی روحیں بالکل اسی طرح بنجر، بانجھ اور بجھی بجھی ہوتی ہیں جیسے کہ میری تھی جب مجھے یہاں لایا گیا تھا اور میں نے جیل کی دیواروں کو جواباً خود

مجھے گھور گھور کر تکتے دیکھا تھا۔ لیکن میں تمہیں اتنا بتائے دیتا ہوں کہ وہ بے وقوف ہرگز نہیں۔ الیکسی، خیر، میرا تو اب قصہ ختم سمجھو۔"

وہ بنچ پر بیٹھ گیا اور اس نے الیوشا کو بھی اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"ہاں، کل مقدمے کی سماعت شروع ہو جائے گی۔ پر قیا، تم امید بالکل ہی تو نہیں کھو بیٹھے؟" الیوشا نے ڈرتے جھجکتے پوچھا۔

"تم کیا کہہ رہے ہو؟" قیا نے بے دھیانی سے اس پر نظر ڈالی۔ "ارے، تمہاری مراد مقدمے سے ہے! لعنت بھیجو اس پر! اب تک ہم ہمیشہ مقدمے جیسے معمولی امور کے بارے میں گفتگو کرتے رہے ہیں اور دراصل جو بات اہم ترین ہے، میں نے اس کے متعلق ابھی تک ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ ہاں، کل مقدمے کی سماعت شروع ہو جائے گی، تاہم جب میں نے کہا تھا کہ میرا تو اب قصہ ختم سمجھو، تو میں مقدمے کی طرف اشارہ نہیں کر رہا تھا۔ بات یہ نہیں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرا سر کاٹ دیا جائے گا بلکہ مجھے اندیشہ یہ ہے کہ جو کچھ میرے اندر ہے، وہ ختم ہو رہا ہے، اس کا انجام قریب آ گیا ہے۔ یہ تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو کہ ناپسندیدگی تمہارے چہرے پر صاف پڑھی جا سکتی ہے۔"

"قیا، تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"خیالات، خیالات، بالکل یہی کچھ! اخلاقیات۔ اخلاقیات کیا ہوتی ہے؟"

"اخلاقیات؟" الیوشا نے حیران ہو کر دریافت کیا۔

"یہ کوئی سائنس ہے یا کچھ اور؟"

ہاں، ایک قسم کی سائنس... صرف... تاہم یہ کس قسم کی سائنس ہے، مجھے ماننا پڑے گا میں تمہیں سمجھا نہیں سکتا۔"

"رکیتن کو معلوم ہوگا۔ تمہیں رکیتن کی اتنی تعریف تو کرنا ہی ہوگی کہ وہ بہت کچھ جانتا اور سمجھتا ہے۔ لعنت ہو اس پر! وہ راہب نہیں بننا چاہتا۔ وہ سینٹ پیٹرز برگ جانے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ اس کا ارادہ وہاں بطور نقاد کسی اخبار کے ساتھ وابستہ ہونے کا ہے لیکن وہ عام سا نقاد نہیں ہوگا، بلکہ اس کے سامنے ایک مقصد ہوگا اور اس کی تحریریں ترقی پسندانہ رجحانات کی آئینہ دار ہوں گی۔ خیر، میرا خیال ہے وہ اپنے پیشے میں کامیاب ہو جائے گا اور خوب پھلے پھولے گا۔ خدایا، اس جیسے لوگ اپنے پیشے میں بہت ہوشیار ہوتے ہیں اور کامیاب ہو کر رہتے ہیں۔ لعنت ہو اخلاقیات پر! الیکسی، خدا کے بندے، میرا انجام قریب آ گیا ہے، بالکل آ گیا ہے! کسی بھی دوسرے شخص کی نسبت مجھے تم سے زیادہ پیار ہے۔ میں جب بھی تمہیں دیکھتا ہوں، میرا دل اچھلنے لگتا ہے۔ یہ لعنتی کارل بیچ نامی کون

تھا؟"
"کارل بیخ ناغ؟" الیوشا ایک بار پھر چونک گیا۔
"نہیں، کارل نہیں، ٹھہرو، مجھ سے چوک ہو گئی۔ کلود بیخ ناغ (32)۔ کون تھا وہ؟ ماہر کیمیا یا کیا؟"
"میرا خیال ہے وہ کسی قسم کا سائنس دان تھا،" الیوشا نے جواب دیا، "تاہم مجھے اقرار ہے کہ میں اس کے متعلق کوئی خاص نہیں جانتا۔ میں نے سنا ہے کہ وہ کوئی سائنس دان تھا لیکن اس کا تعلق کس سائنس سے تھا، یہ مجھے معلوم نہیں۔"
"اگر یہ بات ہے، پھر اس پر لعنت بھیجو، مجھے بھی کوئی خاص معلوم نہیں،" تمیا نے اس پر پھنکار بھیجتے ہوئے کہا۔ "غالب امکان یہی ہے کسی قسم کا لفنگا ہی ہوگا۔ یہ سب ہوتے ہی لفنگے ہیں۔ راکیتن بھی یہ (لفنگا) بننے میں کامیاب ہو جائے گا، وہ ان سب کا سرخیل بن جائے گا، وہ تمہارا ایک اور بیخ ناغ ہوگا۔ خدایا، بیخ ناغ، دنیا ان سے بھری پڑی ہے!"
"یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" الیوشا نے پوچھا۔
"وہ میرے متعلق لکھنا چاہتا ہے، وہ میرے مقدمے کے بارے میں مضمون لکھنا چاہتا ہے، وہ میرے کندھوں پر سوار ہو کر اپنی زندگی کا آغاز کرنا چاہتا ہے۔ وہ اسی لیے روز منہ اٹھائے مجھے ملنے چلا آتا ہے۔ اس نے یہ سب کچھ خود مجھے بتایا ہے۔ وہ تحریف کر کے اسے خاص نقطۂ نظر سے بیان کرنا چاہتا ہے، 'وہ قتل کا ارتکاب کیے بنا رہ ہی نہ سکا، وہ معاشرے کا نخچیر تھا،' علیٰ ہٰذا القیاس — اس نے مجھے اسی طرح بتایا تھا۔ وہ کہتا ہے اس میں ڈھکے چھپے انداز سے سوشلزم کا پرچار ہوگا۔ خیر، اس پر خدا کی پھٹکار۔ اگر وہ ڈھکے چھپے انداز سے کسی چیز کا پرچار کرنا چاہتا ہے تو اس سے کیا فرق پڑے گا، کسے اس کی پروا ہوگی! وہ ایوان کو پسند نہیں کرتا بلکہ سچ پوچھو تو اس سے نفرت کرتا ہے، اور وہ تمہارا بھی کوئی خاص شیدائی نہیں۔ پھر بھی میں اس سے اغماض برتنے کے حق میں نہیں کیونکہ وہ ذہین اور سمجھ دار ہے۔ ویسے اس میں کلام نہیں کہ اسے دون کی لینے اور شیخی بگھارنے کا بہت شوق ہے۔ میں نے ابھی ابھی اسے بتایا تھا، 'کرامازوف لفنگے نہیں، فلسفی ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح تمام سچے روسی فلسفی ہیں، اور رہے تم، ہو سکتا ہے تمہارے پاس کچھ علم ہو لیکن تم فلسفی نہیں ہو، تم زیادہ سے زیادہ ان گھڑ دیہاتی گنوار ہو۔' اس نے میری بات سنی اور محض کینہ توز انداز سے ہنس پڑا۔ اس پر میں نے کہا، 'De opinibus non est disputandum' (33)... میرا جملہ اتنا برا نہیں، ہو نہ؟ کلاسیکی زبان و ادب کے بارے میں میرا علم بس اتنا ہی ہے،" تمیا کھلکھلا کر ہنس پڑا۔
"لیکن بات کیا ہے؟ ابھی ابھی تم نے جو کہا تھا، 'میرا تو اب قصہ ختم سمجھو،' اس سے تمہارا صحیح

صحیح مطلب کیا ہے؟" الیوشا نے اس کی گفتگو میں مداخلت کرتے ہوئے کہا۔
"میرا اب قصہ ختم سمجھو، میں ایسا کیوں سمجھ رہا ہوں؟ ہمم — اگر تم معاملے کو مجموعی حیثیت سے دیکھو، میں یہ کہوں گا — مجھے خداوند کو کھو کر افسوس ہو رہا ہے، بس اس لیے!"
"خداوند کو کھو کر افسوس — یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"
"ذرا تصور کرو، یہ سب کچھ اعصاب میں ہے، سر میں، میرا مطلب ہے کہ یہ اعصاب دماغ میں ہیں (خدا ان کا بیڑا غرق کرے یہ بھی تو چھوٹے موٹے شیطان ہیں!)... یہ ایک طرح کی چھوٹی موٹی لہراتی، بل کھاتی دُمیں ہیں، ان اعصاب کی چھوٹی دمیں۔ خیر، انہیں محض قوت سے ادھر ادھر ہلنے کی ضرورت ہے... دیکھو نا، دوسرے الفاظ میں، اگر میں اپنی توجہ مرکوز کر کے کوئی چیز دیکھتا ہوں، اور وہ، میرا مطلب ہے چھوٹی دمیں، زور زور سے ادھر ادھر ہلنے لگتی ہیں، جونہی وہ ہلنے اور گھومنے لگتی ہیں، ایک شبیہ نمودار ہو جاتی ہے، فوراً تو نہیں، ایک پل بعد، شاید ایک سیکنڈ گزر جاتا ہے اور پھر وہ لمحہ آ جاتا ہے — نہیں، نہیں، لمحہ نہیں — لمحے پر لعنت بھیجو — ایک شبیہ، ایک اصل چیز یا واقعہ، یا یہ جو کچھ بھی ہے، لعنت ہو ان سب پر — پہلے میں دیکھتا ہوں اور اس کے بعد سوچتا ہوں... ان چھوٹی چھوٹی دموں کی وجہ سے، نہ کہ اس وجہ سے کہ میری ایک روح ہے یا میں کسی قسم کی شبیہ یا مشابہت ہوں، یہ سب بکواس ہے۔ الیوشا، میخائیل نے اس سب کچھ کی کل میرے سامنے وضاحت کی تھی اور اس پر میں بالکل ششدر رہ گیا تھا۔ الیوشا، سائنس بھی کیا شاندار چیز ہے! ایک نیا انسان وجود میں آ رہا ہے۔ اتنا تو میں سمجھتا ہوں... پھر بھی مجھے خداوند کو کھو کر افسوس ہو رہا ہے!"
"بہر حال یہ بھی اچھا آغاز ہے،" الیوشا نے کہا۔
"اس لیے کہ مجھے خداوند کو کھو کر افسوس ہو رہا ہے؟ میرے دوست، یہ کیمسٹری ہے، کیمسٹری! اس سے دامن بچایا نہیں جا سکتا۔ پادری صاحب، ایک طرف ہٹ جاؤ، کیمسٹری آ رہی ہے، اس کے لیے جگہ خالی کر دو! اگر تم میری رائے جاننا چاہتے ہو تو میں یہ کہوں گا راکیتن کو خدا سے کوئی محبت نہیں، میں حلفاً کہتا ہوں اسے خداوند سے قطعاً محبت نہیں! یہ ان سب کا تکلیف دہ ترین مشترکہ عیب ہے! لیکن وہ اس کا اقرار کرنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ مکر کرتے ہیں۔ 'کیا تم نقاد کی حیثیت سے سوچنے کا یہی انداز اپناؤ گے؟' میں نے اس سے پوچھا۔ 'خیر، یہ بالکل طے ہے کہ وہ مجھے اس پر کھلم کھلا عمل کرنے کی اجازت نہیں دیں گے' اور وہ ہنس پڑا۔ 'اگر خدا نہیں ہے اور اگلی زندگی نہیں ہے،' میں نے اس سے پوچھا، 'پھر انسان کا کیا بنے گا؟ اب جب کہ ہر کام کی اجازت مل گئی ہے، میرا خیال ہے۔ آدمی کا جو جی چاہے، وہ کر سکتا ہے؟' 'تمہیں معلوم نہیں تھا؟' اس

نے کہا اور ہنسنے لگا۔ 'ہوشیار آدمی جو جی چاہے، کر سکتا ہے۔' اس نے کہا، 'کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، وہ صاف بچ نکلتا ہے۔ ہوشیار آدمی کو معلوم ہوتا ہے کہ نظام کو کیسے اپنے مطلب کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، جبکہ تم۔' اس نے کہا، 'قتل کے مرتکب تو ہو گئے لیکن عین موقعہ پر پکڑے گئے اور اب جیل میں پڑے سڑ رہے ہو!' اس نے یہ مجھ سے کہا تھا! خنزیر کا تخم! العنتی! کوئی زمانہ تھا جب میں اس قسم کے لوگوں کو ٹھڈے مار کر باہر نکال دیتا تھا لیکن اب مجھے بیٹھنا اور ان کی باتیں سننا پڑتی ہیں۔ تم جانتے ہو وہ بجھ داری کی باتیں بھی بہت کر لیتا ہے۔ اور وہ اپنے جذبات کو تحریری شکل دینے کے فن سے بھی آشنا ہے۔ کوئی ایک ہفتہ ہوا اس نے مجھے اپنا کوئی مضمون سنانا شروع کر دیا۔ میں نے اس میں سے دو سطریں خاص طور پر نقل کر لیں۔ ٹھہرو، یہ رہیں وہ۔"

تیا نے اپنی واسکٹ کی جیب سے جھٹ پٹ کاغذ کا پُرزہ نکالا اور پڑھنے لگا:

"'اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی سب سے پہلے اپنی ذات کو اپنی حقیقت کے مخالف پلڑے میں رکھ دے۔' کچھ سمجھ میں آیا؟"

"نہیں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

وہ تیا کو بغور دیکھ رہا اور اس کی گفتگو تجسس سے سن رہا تھا۔

"سمجھ میں تو میری بھی نہیں آیا۔ بات بہت مبہم اور پیچ دار ہے لیکن کہی بہت پُرکاری سے گئی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا، 'آج کل سب اسی طرح لکھتے ہیں کیونکہ معاشرہ اسی کا مطالبہ کرتا ہے.... 'اسے معاشرے کی بہت فکر ہے۔ حرامی شاعری بھی کرتا ہے۔ اس نے مادام خوخلاکووا کے پاؤں پر بھی نظم لکھ ماری ہے۔ ہا، ہا، ہا!"

"میں نے اس بارے میں سنا ہے۔" الیوشا نے کہا۔

"تم نے؟ تم نے یہ تک بندی بھی سنی ہے؟"

"نہیں۔"

"میرے پاس اس کی نقل ہے۔ سنو، میں پڑھ کر سناتا ہوں۔ تمہیں معلوم نہیں اور میں نے تمہیں بتایا ہی نہیں۔ اس کے پیچھے ایک زبردست کہانی ہے۔ لفنگا کہیں کا! تین ہفتے ہوئے اس نے میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی تھی۔ 'تم نے احمقوں کی طرح اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا لیا ہے۔' اس نے مجھ سے کہا تھا، 'اور وہ بھی محض تین ہزار روبل کی خاطر جبکہ میں ڈیڑھ لاکھ پر چھاپا ماروں گا، میں ایک بیوہ سے شادی کروں گا اور سینٹ پیٹرزبرگ میں پتھر کا بہت بڑا مکان خریدوں گا۔' اور اس نے مزید کہا تھا کہ وہ مادام خوخلاکووا کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھا رہا ہے۔ 'دماغی طور پر وہ پہلے بھی کبھی تیز طرار نہیں رہی لیکن چالیس کی عمر کو پہنچ کر تو وہ بالکل ہی باؤلی ہو گئی ہے۔' اس نے مجھ سے

کہا تھا۔ 'وہ اتنی جذباتی ہے کہ تم یقین نہیں کر سکو گے۔ میں اس کی اسی کمزوری سے فائدہ اٹھاؤں گا اور اسے قابو میں لے آؤں گا۔ میں اس سے شادی کروں گا، اسے سینٹ پیٹرزبرگ لے جاؤں گا اور وہاں ایک اخبار چھاپنا شروع کر دوں گا۔' اور مادام خوخلاکووا کے نہیں بلکہ ڈیڑھ لاکھ روبل کے تصور سے اس کے منہ سے جس طرح رال بہنے لگی تھی، تم دیکھتے تو خوب لطف اندوز ہوتے۔ اور آخر کار مجھے اس کی باتوں پر یقین آ گیا، بالکل آ گیا۔ وہ بلا استثنا روز یہاں آ جاتا ہے۔ 'اس کی قوت مزاحمت روز بروز کمزور سے کمزور تر ہوتی جا رہی ہے۔' وہ مجھے بتاتا رہتا ہے اور جب وہ اس قسم کی گفتگو کرتا ہے، اس کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ پھر اچانک اسے بیک بینی و دو گوش باہر نکال دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی اسے زبردست ڈانٹ بھی کھانے کو ملی۔ دراصل وہ پیوتر ایلچ پرخوتین کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور مار کھا گیا۔ یہ پیوتر ایلچ بڑا دلیر آدمی ہے۔ خیر، یہ مادام خوخلاکووا ہے تو بڑی احمق عورت مگر اس نے ٹھڈے مار کر جس طرح رکیتن کو باہر نکالا ہے، اس پر میں اتنا خوش ہوا ہوں کہ اگر میرے بس میں ہوتا میں اس پر بوسوں کی بارش کر دیتا! خیر، جب وہ مجھے ملنے آ رہا تھا تو اس نے چلتے چلتے راستے میں یہ نظم کہہ دی۔ 'پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ میں نے عشقیہ نظم لکھ کر اپنے ہاتھ گندے کیے ہیں لیکن میں نے یہ کام ایک نیک مقصد کی خاطر کیا ہے۔ جب اس احمق عورت کی دولت میرے ہاتھ آ جائے گی، میں اسے عوام کی بھلائی کی خاطر استعمال کر سکوں گا۔' دیکھ رہے ہو نا یہ لوگ کتنے چالاک ہیں، عوام کی بھلائی کے نام پر یہ اپنی ذلیل حرکت کا بھی جواز ڈھونڈ نکالتے ہیں! 'اگر تم جاننا چاہتے ہو۔' اس نے کہا، "تو میں کہوں گا کہ میں نے یہ نظم لکھ کر پوشکن سے بھی بہتر کارنامہ سرانجام دیا ہے کیونکہ میں نے ایک مہمل نظم میں بھی ایک عام شہری کے دکھ درد کو سمو دیا ہے۔' وہ پوشکن کے متعلق کیا کہنا چاہتا تھا، میں وہ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ کاش یہ شخص واقعی باصلاحیت ہوتا اور محض عورتوں کے پاؤں کے بارے میں شاعری کرتا رہتا!... اپنی اس احمقانہ نظم پر وہ کیا دون کی لے رہا تھا! یہ لوگ انا کے مارے ہوئے ہیں، بالکل انا کے مارے ہوئے ہیں! 'میری محبوبہ کی اپنے پاؤں کے درد سے شفایابی پر'۔۔۔ نظم کا کیا عنوان سوجھا ہے اسے!۔۔۔ کیا مسخرہ شخص ہے!

ایک پیارا سا چھوٹا سا پاؤں،[34]
سوجا ہوا، لال، دُکھتا ہوا، پھر بھی پیارا!
طبیب آئے، آ کے مرہم لگا گئے،
لیکن پاؤں نے ٹھیک ہونے کا نام نہ لیا۔

لیکن اس کے پاؤں کا مجھے ڈر نہیں۔
یہ موضوع تو پوشکن کے مذاقِ سخن کے مطابق ہے۔
میں اس کے پاؤں کے بارے میں نہیں سر کے بارے میں فکرمند ہوں،
اس خیال سے کانپ اٹھتا ہوں کہ اس کی بذلہ سنجی رخصت ہونے کو ہے۔

عجیب بات ہے کہ اس کا پاؤں جوں جوں سوجتا جاتا ہے
اس کے ذہن کی براقی ماند پڑتی جاتی ہے۔
دعا گو ہوں کوئی ایسا علاج ہاتھ آئے
کہ اس کا پاؤں اور دماغ دونوں ٹھیک ہو جائیں۔

''خنزیر کا بچہ! اصلی خنزیر کا تخم! لیکن حرام زادے نے اپنے ذمے جو کام لیا تھا، اسے نبھایا خوب ہے! کیا شوخی ہے، کیا کاٹ ہے! عوام کی بھلائی کا تصور بھی گھسیڑ دیا ہے! جب اس عورت نے اسے دھکے دے کر باہر نکالا تھا وہ غصے سے پاگل ہو گیا تھا! انتقام کا جذبہ اس پر آسیب بن کر سوار ہو گیا تھا!''

''وہ اپنا انتقام پہلے ہی لے چکا ہے،'' الیوشا نے کہا۔
''اور الیوشا نے اسے جلدی جلدی اس مضمون کے بارے میں بتایا جو سینٹ پیٹرزبرگ کے ''گپز شیپ'' میں شائع ہوا تھا۔
''یہ بالکل وہی (رکیتن) ہے، وہی ہے!'' متیا نے بھویں سکیڑتے ہوئے اس سے اتفاق کا اظہار کیا۔ ''بالکل وہی ہے! یہ مضامین... ہاں، مجھے معلوم ہے... میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ گروشا کے بارے میں جو گند اچھالا گیا ہے... اور دوسری یعنی کاتیا کے بارے میں بھی... ہم!''
وہ اپنی سوچوں میں مستغرق کمرے میں چکر کاٹنے لگا۔
''متیا بھائی، میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا،'' الیوشا نے کچھ وقفے کے بعد کہا۔ ''کل کا دن تمہارے لیے بھیانک، بہت اہم ہوگا۔ کل تم الوہی محاکمے میں سے گزرو گے... اور مجھے یہ دیکھ کر سخت اچنبھا ہو رہا ہے کہ تم کمرے میں بے مقصد چکر کاٹ رہے ہو اور اہم امور پر گفتگو کرنے کی بجائے خدا جانے کیا کہے جا رہے ہو...''
''تمہیں اچنبھے میں پڑنے کی ضرورت نہیں،'' متیا نے پُرجوش انداز سے اسے ٹوکتے ہوئے کہا، ''تم نہیں چاہتے کہ میں اس بدبودار خنزیر کے بارے میں گفتگو کروں؟ بہت اچھا۔ قاتل کے متعلق؟

میں اس کے متعلق تم سے پہلے ہی کافی باتیں کر چکا ہوں۔ میں اس واہیات لساوتا کے واہیات حرامی بیٹے کے بارے میں مزید کچھ نہیں سننا چاہتا! خداوند خود اس سے سمجھ لے گا، تم خود دیکھ لو گے۔ نہیں اس کے متعلق مزید کچھ مت کہو!''
وہ گرم جوشی سے الیوشا کی جانب بڑھا اور اچانک اس کا بوسہ لے لیا۔ اس کی آنکھوں سے شرارے نکل رہے تھے۔
''رکیتن اسے کبھی سمجھ نہیں پائے گا،'' اس نے ایک قسم کے وجد میں آ کر کہا، ''لیکن تم سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے تم سے ملنے کی اتنی شدید آرزو تھی۔ میں طویل عرصے سے یہاں، ان پرانی دیواروں کے اندر، جن کا پلستر اکھڑ رہا ہے، تم سے کچھ کہنے کی خواہش کرتا رہا ہوں لیکن میں انتہائی اہم چیز کے بارے میں خاموش رہا— وقت صحیح نہیں معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتا، میں تمہارے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دینا چاہتا ہوں۔ الیوشا، گزشتہ دو ماہ سے مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میرے اندر نیا انسان جنم لے رہا ہے، میرے اندر انسان جنم لے چکا ہے! وہ میرے اندر مقید تھا اور اگر مجھ پر یہ ناگہانی افتاد نہ پڑتی، وہ کبھی باہر نہ آ سکتا۔ مجھے خوف آ رہا ہے! اگر مجھے اپنی زندگی کے اگلے بیس برس کانوں سے پتھریلی دھاتیں کاٹنے میں صرف کرنا پڑے، مجھے کوئی پروا نہیں ہوگی، مجھے اس سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا، اب میں کسی اور چیز سے کہیں زیادہ خوف زدہ ہوں: میرے لیے یہ تصور ہی سوہانِ روح اور ناقابلِ برداشت ہے کہ میرے اندر جس نئے انسان نے جنم لیا ہے، وہ مجھے چھوڑ جائے گا۔ جب آدمی کو زیرِ زمین کانوں میں دھکیل جاتا ہے وہاں اس کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہو سکتی ہے جو اسی کی طرح قاتل اور سزا یافتہ مجرم ہو۔ اس کے ساتھ آدمی کی دوستی ہو سکتی ہے کیونکہ وہاں بھی آدمی زندہ رہ سکتا، محبت کر سکتا اور رنج و محن میں سے گزر سکتا ہے! آدمی چاہے تو اس قسم کے سفاک مجرم کے یخ بستہ دل کو جیت سکتا ہے، اس میں نئی روح پھونک سکتا ہے۔ سال ہا سال اس کی خدمت کر سکتا ہے اور آخرکار اسے سیاہ کاریوں کی گہرائیوں سے گھسیٹ کر باہر روشنی میں لا سکتا ہے، اور اسے ایک اصیل و نجیب روح، مصائب آشنا ضمیر میں تبدیل کر سکتا ہے، اس پر واضح کر سکتا ہے کہ وہ ایک ایسی روح کا مالک ہے جو پُرشوکت اور پُروقار ہے، ایک ایسی روح جو مصائب کی بھٹی میں سے گزر چکی ہے اور اپنی انسانیت سے آگاہ ہو چکی ہے۔ یوں آدمی ایک فرشتہ صفت شخصیت کا احیا کر سکتا ہے، ایک نیا ہیرو وجود میں لا سکتا ہے! اس طرح کے لوگ بکثرت مل جاتے ہیں، وہ چند ایک نہیں، سیکڑوں ہیں اور ان کے گناہوں کے ہم سب ذمے دار ہیں۔ مجھے اس وقت 'بالک' کا خواب کیوں آیا؟ 'بالک' غریب کیوں ہے؟ اس لیے یہ مجھ پر انکشاف کی طرح وارد ہوا۔ یہی وہ 'بالک' ہے جس کی خاطر میں سائبیریا جا رہا ہوں کیونکہ ہم

سب ایک دوسرے کے گناہوں کے ذمے دار ہیں۔ سب 'بالکوں' کے لیے، کیونکہ چھوٹے بچے ہی 'بالک' نہیں ہوتے بلکہ معمر لوگ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ ہم سب وہی 'بالک' ہیں۔ میں ہر ایک کی خاطر ایذا بھگتوں گا کیونکہ سب کچھ کہے جانے اور کیے جانے کے بعد یہ حقیقت اپنی جگہ موجود رہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی تو ایسا ہونا چاہیے جو سب کی خاطر ایذائیں اور مصائب بھگتے۔ میں نے اپنے باپ کو قتل نہیں کیا تھا لیکن مجھے اپنی ایذا بھگتنا ہی ہو گی۔ مجھے اپنی صلیب قبول ہے۔ یہ سب کچھ مجھ پر یہاں — ان دیواروں کے اندر جن کا پلستر اکھڑ رہا ہے — منکشف ہوا۔ اور ان لوگوں کی تعداد کافی زیادہ ہے، یہ سیکڑوں تک پہنچتی ہے، وہ اپنی کدالوں اور ہتھوڑوں کے ساتھ زیر زمین کام کرتے ہیں۔ ارے ہاں، ہمارے پاؤں میں زنجیریں ہوں گی، ہمیں آزادی حاصل نہیں ہو گی لیکن ایک وقت ایسا آئے گا جب ہم مایوسی کی اتھاہ گہرائیوں سے باہر نکل آئیں گے اور دوبارہ مسرت کی بلندیوں کو چھو لیں گے جس کے بغیر آدمی زندہ نہیں رہ سکتا، خدا کا وجود باقی نہیں رہ سکتا کیونکہ مسرت خدا کی دین اور اس کا عظیم ترین عطیہ ہے... خدایا، جو انسان دعا مانگتے ہیں، ان کے درجات بلند فرما! میں خدا کے بغیر وہاں زمین کے نیچے کیسے زندہ رہ سکتا ہوں؟ رکیتن غلط کہتا ہے، بکواس کرتا ہے۔ اگر انہوں نے خدا کو روئے زمین سے نکال دیا ہم زیر زمین اس کا استقبال کریں گے۔ خدا کے بغیر سزا یافتہ مجرم زندہ رہ ہی نہیں رہ سکتا اور اس شخص کے لیے تو یہ اور بھی ناممکن ہے جس سے کوئی جرم سرزد نہ ہوا ہو اور پھر بھی اسے سزا مل گئی ہو! پھر ایک وقت ایسا آئے گا جب ہم، زیر زمین لوگ، مل جل کر خدا کی پُرمتانت حمد گائیں گے جو خوشی کا منبع ہے! تمام تعریفیں خدا کے لیے اور اس کی خوشی کے لیے ہیں۔ میں اس سے محبت کرتا ہوں!"

اپنی اس بے لگام اور بے ربط تقریر کے بعد متیا کی سانس تقریباً اکھڑنے لگی۔ اس کی رنگت پیلی پڑ گئی، اس کے ہونٹ کپکپانے لگے اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیل رواں ہو گیا۔

"میں تمہیں بتائے دے رہا ہوں کہ زندگی بہت شاندار چیز ہے،" اس نے از سر نو کہنا شروع کر دیا، "زندگی رواں دواں رہتی ہے، زمین کے نیچے بھی! الیوشا، تمہیں یقین نہیں آئے گا کہ میرے اندر زندہ رہنے کی کتنی شدید خواہش مچل رہی ہے۔ یہاں، ان دیواروں کے اندر، جن کا پلستر اکھڑ چکا ہے، مجھ میں زندگی کی کتنی زبردست آرزو موج زن ہو گئی ہے، مجھے اس کی کتنی آگہی حاصل ہو گئی ہے! رکیتن کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ سکے گی؛ وہ تو بس یہ سوچتا رہتا ہے کہ وہ مکان کیسے بنائے گا اور اسے کرایہ داروں سے کیسے بھرے گا؛ لیکن انتظار تو میں تمہارا کرتا رہا ہوں۔ اور رنج و محن کیا ہیں؟ میں ان سے نہیں ڈروں گا خواہ ان کا سلسلہ لامتناہی ہی کیوں نہ ہو جائے۔ میں اب بھی ان سے خائف نہیں — پہلے ضرور تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ مقدمے کی سماعت کے دوران میں شاید

کسی سوال کا بھی جواب نہ دوں؟... اور میرا خیال ہے کہ اب مجھ میں اتنی قوت آ گئی ہے کہ میں ہر چیز پر، تمام رنج و محن پر، غالب آ جاؤں گا تاکہ میں محض اتنا اپنے آپ سے کہہ سکوں — میں ہوں! موت خواہ ہزار زخم لگا کر مجھ کو اپنی گرفت میں لے لے — میں ہوں! مجھ پر اتنا تشدد کیا جائے کہ برداشت سے باہر ہو جائے — میں ہوں۔ میں خواہ قید خانے کی زیر زمین کوٹھڑی میں ہوں لیکن میں موجود ہوں، مجھے سورج نظر آتا ہے لیکن اگر مجھے سورج نظر نہ بھی آئے، مجھے معلوم ہے کہ یہ موجود ہے۔ اور یہ جان لینا کہ سورج موجود ہے — یہی ساری زندگی کا حاصل ہے۔ الیوشا، فرشتہ صفت الیوشا، یہ تمام فلسفے مجھے لے ڈوبیں گے، لعنت ہو ان سب پر! بھائی ایوان!..."

"ایوان بھائی کو کیا ہوا؟" الیوشا نے اسے ٹوکتے ہوئے پوچھا لیکن متیا اپنی ہی کہتا رہا۔ اس نے اس کی بات پر کوئی دھیان نہ دیا۔

"دیکھو، میرے دل میں اس قسم کے شکوک پہلے کبھی پیدا نہیں ہوئے تھے، لیکن وہ اس سارے عرصے کے دوران میں میرے اندر چھپے پڑے تھے۔ شاید اس کی صحیح صحیح وجہ یہ ہو کہ ان تمام خیالات نے میرے باطن میں طوفانی یلغار بپا تو کر رکھی تھی مگر مجھے ان کی آگہی نہ ہو پائی ہو، چنانچہ میں ڈٹ کر پیتا رہا، لوگوں سے لڑتا جھگڑتا رہا اور ہنگامے کھڑے کرتا رہا۔ میں انہیں اپنے اندر ہی دبانے، ان پر قابو پانے اور ان کی تالیف کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ ایوان بھائی رکیتن نہیں ہے، وہ اپنے باطن میں کوئی خیال چھپائے پھر رہا ہے۔ ہمارا بھائی ایوان سفنکس (35) ہے۔ وہ خاموش رہتا ہے اور یوں اپنا راز کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ لیکن مجھے خدا کے تصور نے اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یہ واحد چیز ہے جس نے مجھے واقعی اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ فرض کرو وہ موجود ہے؟ اگر رکیتن ٹھیک ہے کہ یہ تصور انسان کی اختراع ہے، پھر؟ کیونکہ اگر وہ (خدا) موجود نہیں، پھر انسان دنیا اور تمام مخلوق کا مالک ہے۔ خوب! لیکن سوال یہ ہے کہ وہ خدا کے بغیر نیکوکار کیسے بن سکتا ہے؟ میں بار بار اس (سوال) کی طرف پلٹتا رہتا ہوں۔ پھر وہ — میرا مطلب ہے انسان — محبت کس سے کرے گا؟ شکر کس کا ادا کرے گا؟ حمد کس کی گائے گا؟ رکیتن مضحکہ خیز ہے۔ رکیتن کہتا ہے آدمی کو بنی نوع انسان سے محبت کرنے کے لیے خدا کی ضرورت نہیں۔ کوئی برخود غلط اُلو کا پٹھا ہی اس قسم کا دعویٰ کر سکتا ہے، میری تو سمجھ میں ہی نہیں آ رہا کہ وہ اس قسم کی بات کر ہی کیسے سکتا ہے۔ رکیتن کے لیے یہ ٹھیک ہے، وہ اس طرح کی باتیں کر کے زندہ رہ سکتا ہے۔ 'تمہیں' آج اس نے مجھ سے کہا تھا، 'انسان کے شہری حقوق میں توسیع کے لیے جدوجہد کرنا چاہیے یا کم از کم اس چیز کے لیے کہ گوشت کی قیمت بڑھنے نہ پائے۔ فلسفہ بگھارنے کی نسبت بنی نوع انسان سے اپنی محبت جتانے کے لیے یہ سادہ ترین اور سیدھا ترین طریقہ ہے۔' اس کے استدلال میں جو منطقی مغالطہ تھا، میں

نے اس کی جانب اس کی توجہ دلائی۔ 'اگر خدا کا وجود نہ ہو اور تمہیں ایک دو روبل کمانے کی توقع ہو جائے' میں نے اس سے کہا، 'تو تم پہلے شخص ہو گے جو گوشت کی قیمت بڑھانے سے گریز نہیں کرے گا۔' وہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔ لیکن نیکی کیا ہے؟ ایلکسی، تم ہی مجھے بتاؤ۔ میں ایک چیز کو نیکی سمجھتا ہوں جب کہ چینی کسی دوسری چیز کو۔ چنانچہ ۔۔۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سارا معاملہ اضافی ہے؟ اضافی ہے؟ یا شاید اضافی نہیں ہے؟ خاصا پیچ دار سوال ہے۔ کوئی دوسرا خیال دل میں لا کر اپنے آپ کو دھوکا مت دو۔ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس سوال کی وجہ سے مجھ پر دو راتوں کی نیند حرام ہو گئی تھی تو تمہیں ہنسنا نہیں چاہیے۔ ایک بات، جس پر مجھے واقعی حیرانی ہوئی ہے، یہ ہے کہ جب لوگ اس بارے میں غور ہی نہیں کرتے، پھر وہ زندہ کیوں کر رہتے ہیں؟ شاید انتہائی معمولی چیزوں میں کھو کر! لیکن ایوان کا کوئی خدا نہیں ہے۔ اس کے اپنے خیالات ہیں۔ لیکن اس کے خیالات میری سمجھ سے بالاتر ہیں۔ تاہم وہ اپنا منہ بند رکھتا ہے، زیادہ بات نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے وہ (فری) میسن ہے۔ میں نے اس بارے میں اس سے پوچھا تھا ۔۔۔ مگر اس نے ایک لفظ تک نہ کہا۔ میں یہ خود اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا ۔۔۔ لیکن اس نے چپ شاہ کا روزہ رکھ لیا۔ چنانچہ کچھ حاصل نہ ہوا۔ صرف ایک مرتبہ اس نے لب کشائی کی تھی۔"

"کیا کہا تھا اس نے؟" ایلیوشا نے جھٹ پٹ پوچھ لیا۔

"میں نے اس سے کہا تھا، 'اگر یہ بات درست ہے تو پھر سب کچھ قانونی ہو جائے گا، ہر چیز کی کھلی چھٹی مل جائے گی۔' اسے میری بات پسند نہ آئی۔ اس کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں اور اس نے کہا، 'ہمارا پاپا فیودر پاولووچ کسی سؤر سے کم نہیں تھا لیکن اس کا استدلال درست تھا۔' میری زبان گنگ ہو گئی۔ اس نے بس یہی کہا تھا اور کچھ نہیں۔ وہ تو رکیتن سے بھی آگے نکل گیا۔"

"ہاں۔" ایلیوشا نے اس سے متفق ہوتے ہوئے کہا لیکن اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ "وہ تم سے ملنے کب آیا تھا؟"

"اس کے متعلق ہم بعد میں بات کریں گے، فی الحال میں تمہیں کچھ اور بتانا چاہتا ہوں۔ اب تک میں نے تمہارے ساتھ ایوان کے بارے میں کوئی خاص بات نہیں کی۔ جس قدر ممکن ہوا، میں اسے ٹالتا رہا۔ جب میرا یہ معاملہ ختم ہو جائے گا اور وہ اپنا فیصلہ سنا چکیں گے، میں تمہیں ایک دو باتیں، بلکہ سب کچھ بتا دوں گا۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کے متعلق سن کر تمہارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے... اور اس معاملے میں تم میرے منصف ہو گے۔ لیکن فی الحال اس بارے میں پوچھو بھی مت۔ تم کل کے مقدمے کے متعلق کچھ کہہ رہے تھے لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔"

"تم نے وکیل سے بات کی ہے؟"

"آہا، وکیل! مجھے جو کچھ معلوم تھا، سب اسے بتا چکا ہوں ۔۔۔ بڑا خوش خلق اور شیریں زبان ہے لیکن ہے بے حد مکری اور چالاک۔ ایک اور بیخ ناخ۔ جو کچھ میں نے کہا تھا، اسے اس کے ایک لفظ پر بھی اعتبار نہیں آیا ۔۔۔ ذرا سوچو، وہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا ہی کام ہے ۔۔۔ مجھے صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کا یہی خیال ہے۔ 'اگر یہ بات ہے' میں نے اس سے پوچھا، 'پھر آپ میرا دفاع کرنے کیوں تشریف لائے ہیں؟' یہ سب جہنم میں جائیں! انہوں نے ڈاکٹر بھی بلا لیا ہے، وہ مجھے پاگل ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان کی ایک نہیں چلنے دوں گا! خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے، کاترینا ایوانوونا اپنا 'فرض' نبھانے پر تلی ہوئی ہے۔ وہ جائز ناجائز ہر قسم کے ذرائع استعمال کرنے کا تہیہ کر چکی ہے۔" متیا نے تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کینہ پرور، سفاک کہیں کی! میں نے مکرائی میں اس کے بارے میں جو یہ کہا تھا کہ وہ 'انتہائی غصیلی عورت' ہے، اسے معلوم ہو چکا ہے! کسی نے اسے بتا دیا ہے۔ ہاں، میرے خلاف ریت کے تودوں کی طرح شہادتوں کا انبار لگتا جا رہا ہے۔ گریگوری اپنے بیان سے سرِمو انحراف کرنے کے لیے تیار نہیں۔ گریگوری دیانت دار ضرور ہے لیکن عقل سے پیدل ہے۔ بے شمار لوگ دیانت دار ہوتے ہیں کیونکہ عقل ان میں نام کو نہیں ہوتی۔ رکیتن جو نظریات گھڑتا رہتا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ گریگوری میرا دشمن ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اگر دوست کی بجائے دشمن ہوں تو زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اب میں کاترینا ایوانوونا کے متعلق بات کر رہا ہوں۔ ایک چیز سے مجھے خوف آ رہا ہے، اتنا خوف کہ میرا دم نکلا جا رہا ہے ۔۔۔ اور مجھے خوف جس بات کا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مقدمے کی سماعت کے دوران میں بیان دے دے گی کہ جب میں نے اسے چار ہزار پانچ سو روبل دیے تھے اس نے کس طرح جھک کر مجھے آداب(36) کیا تھا! وہ مجھے کوڑی کوڑی(37) لوٹا دے گی۔ اگر وہ قربانی نہ دے تو میرے حق میں بہتر رہے گا۔ سماعت کے دوران میں میری تذلیل کی جائے گی! لیکن میں اسے کسی نہ کسی طرح جھیل جاؤں گا۔ ایلیوشا میری طرف سے جاؤ، اس (کاترینا ایوانوونا) سے ملو اور اس سے کہو کہ وہ سماعت کے دوران میں اس کا ذکر نہ کرے۔ کیا؟ تم نہیں جا سکتے؟ خیر، کوئی بات نہیں۔ میں یہ بھی جھیل جاؤں گا۔ مجھے اس (کاترینا ایوانوونا) پر کوئی ترس نہیں آ رہا۔ اس نے خود ہی تیل کو دعوت دی تھی کہ وہ اسے مارے۔ اسے اپنے کیے کی بالکل صحیح سزا ملی ہے۔ ایلکسی، میں اپنی سنا کر رہوں گا۔" وہ ایک بار پھر تلخی سے مسکرایا۔ "صرف... صرف... گروشا کا کیا بنے گا، گروشا کا کیا بنے گا؟ اف خدایا! اسے یہ صلیب کیوں اٹھانا پڑی، ان مصائب کو کیوں بھگتنا پڑا؟" اس نے بلند آواز سے کہا۔ اس کی آواز تھرانے لگی تھی اور اس کی آنکھیں نم آلود ہو چکی تھیں۔ "یہ گروشا ہے جو

مجھے مایوسی کے غار میں دھکیلے جا رہی ہے۔ جب بھی مجھے اس کا خیال آتا ہے، میں مایوسی کی لپیٹ میں آ جاتا ہوں! وہ کچھ ہی دیر پہلے مجھے ملنے آئی تھی..."

"وہ مجھے بتا چکی ہے۔ وہ آج تمہارے بارے میں بہت پریشان تھی۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میری تند مزاجی مجھے لے ڈوبے گی۔ میں قدرے حاسد ہو گیا تھا! جب ہم ایک دوسرے کو خدا حافظ کہہ رہے تھے میں نے اپنے الفاظ واپس لے لیے تھے اور میں نے اسے چوما بھی تھا۔ لیکن میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اپنے کیے پر نادم ہوں۔"

"کیوں نہیں؟" ایلوشا نے قدرے اونچی آواز میں پوچھا۔

"میرے عزیز، میرے برخوردار، خدا نہ کرے تمہیں کبھی کسی عورت سے، جس سے تم محبت کرتے ہو، یہ کہنا پڑے کہ تم نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا ہے، تمہیں اس پر افسوس ہے! خاص طور پر تمام عورتوں میں سے اُس عورت سے جس سے تم محبت کرتے ہو، خواہ تم اس کے کتنے ہی بڑے خطاکار کیوں نہ ہو! کیونکہ، میرے عزیز دوست، عورت ایک بالکل ہی مختلف قسم کی چیز ہے، میری بات کا یقین کرو، میں ان کے متعلق ایک دو باتیں جانتا ہوں! ذرا کوشش کر کے تو دیکھو، اس کے سامنے اپنی خطا کا اقرار تو کرو اور اس سے کہو، 'میں تمہارا گنہگار ہوں، مجھے معاف کر دو، مجھے بخش دو'، اور تمہیں معلوم ہو گا کہ معاملہ ختم نہیں بلکہ اب شروع ہوا ہے! وہ اس طرح بات کا بتنگڑ بنائے گی کہ تمہیں معلوم ہی نہیں ہو پائے گا کہ تمہاری تذلیل ہو رہی ہے یا کیا ہو رہا ہے، وہ ایسے ایسے افسانے تراشے گی جن کا کوئی وجود ہی نہیں تھا، وہ چھوٹی سے چھوٹی بات تمہارے منہ پر دے مارے گی، ہر چیز یاد دلاتی رہے گی اور جب معاملہ بالکل ہی انتہا کو پہنچ جائے گا، پھر کہیں تمہاری معذرت قبول کرنے پر تیار ہو گی اور وہ بھی صرف اس صورت میں کہ تم خوش قسمت ہوئے! ان میں سے بہترین سے بہترین کا بھی یہی وتیرہ ہوتا ہے۔ وہ پیپے کی تہہ کو بھی کھرچ ڈالیں گی اور جو کچھ ہاتھ آئے گا، وہ تمہارے سر پر انڈیل دیں گی۔ میں تمہیں بتائے دے رہا ہوں کہ یہ سب کی سب اتنی ہی سفاک اور خونخوار ہیں، حتیٰ کہ وہ بھی جنہیں ہم فرشتہ صفت سمجھتے ہیں اور جن کے بغیر زندگی بالکل ناقابلِ تصور معلوم ہوتی ہے۔ دیکھو، میرے عزیز بھائی، تم میری یہ بات پلے باندھ سکتے ہو: ہر معقول اور خوش سلیقہ آدمی کو کسی نہ کسی عورت کی ایڑی تلے ہونا چاہیے۔ یہ میرا اعتقاد ہے، نہیں، اعتقاد نہیں — احساس ہے۔ مرد کو دریادلی سے فرماں برداری قبول کر لینا چاہیے، پھر اسے اس کی سابقہ خطائیں اور لغزشیں یاد نہیں دلائی جائیں گی۔ اس سے کسی ہیرو، بلکہ سیزر کی شہرت پر بھی کوئی حرف نہیں آئے گا۔ تاہم معافی بھی نہ مانگو، تم سے خواہ کچھ ہی کیوں نہ سرزد ہو گیا ہو، معذرت مت کرو! بس اس اصول کو یاد رکھو جو تمہارے بھائی متیا نے تمہیں سکھایا ہے جو ان عورتوں کی وجہ سے خود اپنا ستیاناس

کرا بیٹھا ہے۔ نہیں، میں گروشا سے معافی نہیں مانگوں گا، میں اس کی نظروں میں سُرخ رُو ہونے کا کوئی اور طریقہ ڈھونڈ لوں گا۔ میں اس کی پوجا کرتا ہوں، ایلکسی، میں اس کی پوجا کرتا ہوں! صرف اسے یہ چیز نظر نہیں آتی، اسے یقین ہی نہیں آتا کہ میں اس سے کافی محبت کرتا ہوں۔ وہ مجھے اذیتیں دیتی رہتی ہے، وہ اپنی محبت سے مجھے اذیتیں دیتی رہتی ہے! اب سب کچھ مختلف ہو گیا ہے! پہلے اس کے لعنتی اشتعال انگیز جسمانی پیچ و خم اور شہوانی حسن مجھے کسی کل چین نہیں لینے دیتا تھا لیکن اب میں نے اس کی روح اپنی روح میں جذب کر لی ہے اور اس کے ذریعے میں نے اپنے آپ کو انسان کے ڈھانچے میں ڈھال لیا ہے۔ کیا وہ ہمیں شادی کرنے کی اجازت دے دیں گے؟ اگر یہ اجازت نہ ملی، پھر میں تنگی کے عالم میں مر جاؤں گا۔ اس کے سوا میرے پاس اور کوئی چارۂ کار ہے ہی نہیں؛ میں ہر وقت مختلف چیزوں کے تصورات باندھتا رہتا ہوں... وہ میرے بارے میں تم سے کیا کہہ رہی تھی؟"

اس سے قبل گروشینکا نے جو کچھ ایلوشا سے کہا تھا، وہ اس نے لفظ بہ لفظ دہرا دیا۔ متیا چپ چاپ سنتا رہا، وہ ایک ایک تفصیل پر پوری توجہ دیتا رہا اور بعض نکات کی وہ بار بار توضیح کراتا رہا اور آخر میں بالکل مطمئن نظر آنے لگا۔

"چنانچہ میں جو حسد کرتا رہتا ہوں، اس پر وہ ناراض نہیں!" اس نے بلند آواز میں کہا۔ "کیا عورت ہے! 'خود مجھ میں سفاکی کا عنصر موجود ہے!' جب وہ اس طرح کی سفاکی کی نمائش کرتی ہیں، مجھے ان سے محبت ہونے لگتی ہے حالانکہ جب وہ میری وجہ سے ایک دوسری سے حسد کرنے لگتی ہیں تو مجھ سے ان کا یہ رویہ برداشت نہیں ہو پاتا، واقعی برداشت نہیں ہو پاتا! ہماری لازماً لڑائی ہو جائے گی۔ لیکن میں اس سے محبت کرتا رہوں گا، ہمیشہ محبت کرتا رہوں گا۔ کیا ہمیں شادی کی اجازت مل جائے گی؟ کیا مجرموں کو شادی کی اجازت مل جاتی ہے؟ اصل سوال یہی ہے۔ لیکن میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا..."

متیا بھویں سکیڑے کمرے میں چکر کاٹنے لگا۔ اندر قدرے اندھیرا چھا گیا۔ وہ اچانک بے حد پریشان ہو گیا۔

"راز، تو وہ کہتی ہے کہ کوئی راز ہے؟ وہ سمجھتی ہے ہم تینوں اس کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اور کاٹکا بھی ان سازشوں میں شامل ہے۔ نہیں، مائی ڈیئر گروشینکا، ایسی کوئی بات نہیں، تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، تم سے یہاں بھول ہوئی ہے، اپنے احمقانہ نسائی انداز سے بھول ہوئی ہے جیسی کہ عورتوں سے ہوتی رہتی ہے! میرے عزیز بھائی ایلوشا، بہت اچھا، میں تمہیں اپنا راز بتا دیتا ہوں!"

اس نے چاروں سمت نظریں گھما کر دیکھا، سمٹ کر ایلوشا کے بالکل قریب ہو گیا جو اس کے

سامنے کھڑا تھا اور بڑے پُراسرار انداز سے اس سے کانا پھوسی کرنے لگا حالانکہ اسے اتنی احتیاط کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس کی باتیں حقیقتاً کسی کو بھی سنائی نہیں دے سکتی تھیں۔ بوڑھا گارڈ کونے میں ایک بنچ پر اونگھ رہا تھا اور جو سپاہی باہر سنتریوں کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، ان کے کانوں تک آواز کے پہنچنے کا کوئی خاص امکان نہیں تھا۔

"میں اپنا پورے کا پورا راز تم پر منکشف کر دوں گا!" میتیا نے سرگوشی کی۔ "میں نے ویسے بھی تمہیں بتانا ہی تھا؛ تمہارا خیال ہے میں تمہارے بغیر کوئی فیصلہ کر سکتا ہوں؟ تم میرے لیے سب کچھ ہو۔ اگرچہ میرا خیال ہے کہ ایوان ہم سب سے برتر ہے لیکن میرے نزدیک تم فرشتہ خصال ہو۔ صرف تمہارا فیصلہ کسی اہمیت کا حامل ہوگا۔ ایوان کا نہیں، شاید تم ہم سب سے برتر ہو۔ دیکھو، یہ ضمیر کا ۔ اعلیٰ ترین ضمیر کا معاملہ ہے۔ راز اتنا اہم ہے کہ میں اس سے اکیلا نپٹ نہیں سکوں گا، اور جب تک تم اس پر غور و فکر نہیں کر لیتے اور اپنی رائے سے مجھے آگاہ نہیں کر دیتے، میں اسے ملتوی رکھوں گا۔ تاہم فیصلہ کرنے کا وقت ابھی آیا بھی نہیں کیونکہ ہمیں عدالت کے فیصلے تک انتظار کرنا ہو گا؛ تم میرے مقدر کا فیصلہ تب کرو گے جب سزا سنائی جا چکی ہوگی۔ فی الحال کچھ نہ کرو۔ میں اس کے متعلق سب کچھ تمہیں بتا دیتا ہوں؛ بس سنتے رہو لیکن تم اس سے متفق ہو یا نہیں، اس کے بارے میں کچھ مت کہو۔ بس ساکن کھڑے رہو اور اپنا منہ بند رکھو۔ میں تمہیں ایک ایک تفصیل تو نہیں بتاؤں گا بلکہ اس کے پیچھے جو خیال کارفرما ہے، صرف وہی منکشف کروں گا اور تم ایک لفظ بھی مت کہو۔ نہ کوئی سوال کرو نہ کوئی اشارہ ظاہر ہونے دو۔ قبول ہے؟ خدایا، ویسے میں تمہاری ان آنکھوں سے کیسے بچ سکوں گا؟ اگر تم زبان سے ایک لفظ بھی نہ کہو تو بھی تمہاری یہ آنکھیں مجھے سب کچھ بتا دیں گی۔ مجھے بس اسی کا خوف ہے! سنو، الیوشا، بھائی ایوان کہتا ہے مجھے یہاں سے فرار ہو جانا چاہیے۔ میں جزئیات بیان نہیں کروں گا۔ پوری منصوبہ بندی ہو چکی ہے، تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ فی الحال چپ رہو، ایک لفظ بھی مت کہو، اپنا فیصلہ مت سناؤ۔ میں گروشا کے ساتھ امریکا فرار ہو جاؤں گا۔ غالباً گروشا کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتا! ویسے فرض کرو گروشا کو میرے ساتھ جانے کی اجازت نہیں ملتی! کیا سزا یافتہ قیدیوں کو شادی کی اجازت ہوتی ہے؟ بھائی ایوان کہتا ہے کہ نہیں۔ اور میں گروشا کے بغیر اور محض کدال کے ساتھ زیر زمین کیسے جا سکتا ہوں؟ کدال سے تو میں اپنی ہی کھوپڑی چھوڑ لوں گا! لیکن اس کے بعد مسئلہ ضمیر کا ہے، میرے ضمیر کا کیا بنے گا؟ کیا مجھے مصیبتوں سے بھاگ جانا چاہیے؟ مجھے ایک نشان دکھائی دیا تھا لیکن میں نے اسے مسترد کر دیا؛ مجھے اپنے آپ کو مطہر بنانے کا موقع ملا تھا لیکن میں نے اس سے منہ موڑ لیا۔ ایوان کہتا ہے اگر نیت نیک ہو تو آدمی زیر زمین جھک مارنے کی نسبت امریکا میں زیادہ بھلائی کے کام کر سکتا ہے۔ خیر،

ہم نے زیر زمین جو حمد گانا تھی، وہ کہاں گائی جائے گی؟ رہا امریکا، تو امریکا کا مطلب مزید مسائل ہیں۔ مجھے یقین ہے امریکا میں بھی بڑی بدمعاشی ہوتی ہے۔ اور میں بھاگ کس چیز سے رہا ہوں؟ یہی نا کہ میں کہیں صلیب پر نہ چڑھا دیا جاؤں! الیکسی، میں جو تمہیں یہ سب کچھ بتا رہا ہوں اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ صرف تم میں، کسی اور میں نہیں، اس کے سمجھنے کی صلاحیت ہے۔ میں نے تم سے حمد کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، دوسروں کی نگاہوں میں وہ مہمل ٹھہرے گا، وہ اسے محض یاوہ گوئی محمول کریں گے، وہ کہیں گے کہ میرا دماغ چل گیا ہے یا یہ کہ میں بالکل احمق ہوں! لیکن میں نہ پاگل ہوا ہوں اور نہ میں احمق ہوں۔ ایوان بھی حمد کے متعلق سمجھتا ہے، واقعی سمجھتا ہے، لیکن وہ اس سلسلے میں بات نہیں کرتا، بس خاموش رہتا ہے۔ اسے حمد پر یقین نہیں۔ مت کہو کچھ، ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالو، جس طرح تم دیکھ رہے ہو اس سے میں سمجھ گیا ہوں کہ تم پہلے ہی کسی فیصلے پر پہنچ چکے ہو! مہربانی کرو اور فیصلہ سنانے سے گریز کرو، مجھ پر ترس کھاؤ، میں گروشا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، جب تک مقدمے کی سماعت ختم نہیں ہو جاتی، انتظار کرو۔"

میتیا چپ ہو گیا، وہ یوں گھور گھور کر دیکھ رہا تھا جیسے اس کا واقعی دماغ چل گیا ہو۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے الیوشا کو شانوں سے کس کر پکڑ رکھا تھا اور اس کی پُراشتیاق، مضطرب نگاہیں الیوشا کی آنکھوں کے اندر گھسی جا رہی تھیں۔

"سزا یافتہ قیدیوں کو شادی کی اجازت ہوتی ہے؟" اس نے ملتجیانہ آواز میں تیسری مرتبہ دہرایا۔

الیوشا پر اس کی گفتگو کا گہرا اثر ہوا تھا اور وہ سرتاپا تھرتھرانے لگا تھا۔ اس نے جو کچھ سنا تھا، اس پر وہ ششدر رہ گیا تھا۔

"مجھے ایک بات بتاؤ:" اس نے کہا، "کیا ایوان بھائی نے اس پر بہت زیادہ اصرار کیا تھا اور ویسے یہ خیال سوجھا کسے تھا؟"

"اسے۔ یہ اسی کی سوچ تھی۔ وہ شد و مد سے اصرار کر رہا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھنے کا بھی تکلف نہ کیا، بس حکم صادر کر دیا۔ اسے پختہ یقین تھا کہ وہ مجھ سے جو کچھ کہے گا، میں آنکھیں بند کر کے اس کی تعمیل کر دوں گا حالانکہ میں نے اپنا دل اسی طرح کھول کر رکھ دیا تھا جیسا کہ تمہارے سامنے کیا ہے اور میں نے اسے حمد کے بارے میں بھی بتایا تھا۔ اس نے مجھے بتا دیا ہے کہ وہ سارے انتظامات کس طرح کرے گا، وہ تمام ضروری معلومات جمع کر چکا ہے، لیکن ان کے متعلق بعد میں بات ہوگی۔ اس کے سر میں سودا سما گیا ہے کہ مجھے فرار ہو جانا چاہیے۔ اصل چیز روپیہ ہے: اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے فرار ہونے کے لیے دس ہزار روبل اور امریکا پہنچنے کے لیے

بیس ہزار روبل فراہم کر دے گا۔ وہ یہ بھی کہتا ہے: '' ہم دس ہزار روبل کے عوض، تمہیں آسانی سے فرار کرا سکیں گے۔''

''اور اس نے واقعی تم سے یہ کہا تھا کہ مجھے کچھ نہ بتایا جائے؟'' ایلیوشا نے ایک بار پھر دریافت کیا۔

''کسی صورت میں بھی نہیں، کسی کو بھی نہیں، خاص طور پر تمہیں تو بالکل نہیں! اسے غالباً اندیشہ ہے کہ تم میرا ضمیر بن کر میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ گے۔ تم جو جی چاہے کرو، لیکن خدا کے لیے اسے کبھی مت بتانا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں!''

''تم ٹھیک کہتے ہو،'' ایلیوشا نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا، ''اس قسم کا فیصلہ عدالت کے فیصلے سے پہلے نہیں کیا جا سکتا۔ مقدمہ ختم ہو جانے کے بعد تم خود فیصلہ کر سکو گے! تب تم اپنے اندر نیا انسان دریافت کر لو گے، اور فیصلہ وہ کرے گا۔''

''نیا انسان یا بیچ ناخ جو بیچ ناخ قسم کا فیصلہ کرے گا! کیونکہ اگر سچائی فاش ہو گئی میں خود اتنا ہی ذلیل و حقیر ہو جاؤں گا جتنا کہ بیچ ناخ تھا:'' میتیا تلخی سے مسکرا دیا۔

''لیکن بھائی، کیا تمہیں بری ہونے کی واقعی کوئی اُمید نہیں رہی؟''

میتیا نے اپنے کندھے اُچکائے اور نفی میں سر ہلا دیا۔

''ایلیوشا، میرے عزیز دوست، اب تمہارے جانے کا وقت ہو گیا ہے!'' اس نے اچانک تیزی سے کہا۔ ''صحن سے وارڈن کے بولنے کی آواز آ رہی ہے اور وہ کسی بھی لمحے یہاں آ سکتا ہے۔ پہلے ہی خاصی دیر ہو چکی ہے۔ ملاقات کا وقت کبھی کا ختم ہو چکا ہے۔ مجھ سے جلدی جلدی معانقہ کرو، مجھے بوسہ دو، میرے لیے دعائے خیر کرو، میرے سر پر صلیب کا نشان بناؤ کیونکہ کل مجھے اپنی صلیب اٹھانا ہے...''

وہ ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے اور انہوں نے ایک دوسرے کے بوسے لیے۔

''اور ہمارا ایوان، وہ بھی خوب آدمی ہے،'' میتیا نے اچانک کہا، ''ایک طرف وہ مجھے فرار ہونے پر اکساتا ہے اور دوسری طرف یقین کرتا ہے کہ قتل میں نے کیا تھا۔''

اس کے ہونٹوں پر اداس اور زبردستی کی مسکراہٹ نمودار ہو گئی۔

''کیا تم نے اس سے پوچھا تھا اسے واقعی یہ یقین ہے؟'' ایلیوشا نے دریافت کیا۔

''نہیں، میں نے پوچھا نہیں تھا۔ میں پوچھنا چاہتا تھا لیکن پوچھ نہ سکا، مجھ میں اتنا حوصلہ ہی نہیں تھا۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے، میں اس کی آنکھوں میں پڑھ سکتا تھا۔ خیر، خدا حافظ!''

انہوں نے ایک بار پھر ایک دوسرے کے جلدی جلدی بوسے لیے اور ایلیوشا کمرے سے تقریباً

باہر نکل چکا تھا کہ میتیا نے اچانک اسے واپس بلا لیا۔

''میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ، اس طرح — ہاں، یہ ٹھیک ہے۔''

اور اس نے ایک بار پھر ایلیوشا کو کس کر کندھوں سے پکڑ لیا۔ یک لخت اس کا چہرہ بے حد پیلا پڑ گیا اور نیم تاریکی میں نمایاں معلوم ہونے لگا۔ اس کے ہونٹ تڑ مڑ گئے، اس کی نگاہیں ایلیوشا کے جسم کو چھیدنے لگیں۔

''ایلیوشا، مجھے بالکل اسی طرح سچ بتاؤ جیسے تم خدا کے سامنے کھڑے ہو کر بتاتے ہو: کیا تمہیں یقین ہے کہ اسے میں نے ہلاک کیا تھا یا تمہیں یقین ہے کہ اس کی ہلاکت کا ذمے دار میں نہیں ہوں؟ تمہارا یقین کس بات پر ہے: اسے میں نے ہلاک کیا تھا یا نہیں؟ مجھے پوری سچائی بتاؤ، مجھ سے جھوٹ مت بولو!'' اس نے جوشیلی آواز میں چیختے ہوئے کہا۔

کچھ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ایلیوشا کا جسم جھولنے لگا ہو اور اسے اپنے دل میں درد کی ٹیس محسوس ہوئی۔

''خدا کے لیے چپ ہو جاؤ، یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟'' وہ بڑبڑایا، وہ بالکل بوکھلا گیا تھا۔

''پوری سچائی، ساری کی ساری، مجھ سے جھوٹ مت بولو!'' میتیا نے اپنی بات دہرائی۔

''مجھے ایک سیکنڈ کے لیے بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ قاتل تم ہو،'' لرزتی آواز میں الفاظ یک لخت اس کے منہ سے برآمد ہونے لگے اور اس نے اپنا دایاں ہاتھ یوں اوپر اٹھایا جیسے وہ خدا سے استمداد کر رہا ہو کہ وہ شہادت دے کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ میتیا کا پورا چہرہ وفورِ مسرت سے کھل اٹھا۔

''شکریہ!'' اس نے کہا۔ اس نے منہ سے الفاظ یوں نکالے جیسے بے ہوشی کے بعد اس کی سانس دوبارہ بحال ہو گئی ہو۔ ''تم نے مجھے نئے سرے سے زندگی دی ہے... کیا تم یقین کرو گے کہ مجھے اب تک تمہیں پوچھنے سے خوف آ تا رہا ہے؟ ذرا سوچو، مجھے تم سے پوچھتے خوف محسوس ہوتا رہا ہے! خیر، اب تم جاؤ، جاؤ! تم نے مجھے کل کا سامنا کرنے کا حوصلہ دیا ہے۔ خداوند تمہارا بھلا کرے! جاؤ! تمہیں ایوان سے محبت کرنا چاہیے!'' یہ الفاظ بے اختیار میتیا کے منہ سے نکل گئے۔

ایلیوشا چشم نم رخصت ہو گیا۔ میتیا نے جس محتاط انداز سے اس سے گفتگو کی تھی اور خود اس کی — ایلیوشا کی — ذات پر جس بے اعتمادی کا اظہار کیا تھا، اس سے ایلیوشا پر یہ منکشف ہوا کہ اس کے حرماں نصیب بھائی کی روح مایوسی اور غم و اندوہ کی جس اتھاہ گہرائی میں جا چکی ہے، اس کا اسے اس سے پہلے کبھی سان گمان تک نہیں ہوا تھا۔ انتہائی عمیق اور بے پایاں رحم کے احساس نے اچانک اسے اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا اور آنکھ جھپکنے میں اسے بالکل نڈھال کر دیا۔ اس کے

دریدہ قلب میں ناقابلِ برداشت حد تک درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ "ایوان سے محبت کرو!" قتیا کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔ اور وہ ایوان سے ملنے جارہا تھا۔ صبح ہی سے اس کے دل میں اس سے ملاقات کرنے کی تمنا انگڑائیاں لینے لگی تھی۔ ایوان نے اسے قتیا سے کم پریشانی میں مبتلا نہیں کر رکھا تھا اور اب موخرالذکر کے ساتھ روبرو مکالمہ کرنے کے بعد وہ ایوان کے متعلق اور بھی خائف ہو گیا تھا۔

5

تم نہیں! تم نہیں!

جس راستے سے وہ ایوان کی طرف جارہا تھا، اس پر وہ مکان واقع تھا جس میں کاتریناایوانووناربائش پذیر تھی۔ کھڑکی سے روشنی آرہی تھی۔ اس کے قدم رک گئے اور اس نے اندر جانے کا فیصلہ کرلیا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ جس قسم کا دن کل طلوع ہو رہا ہے، عین ممکن ہے کہ اس سے ایک شام پہلے، عین اس وقت، ایوان بھی یہیں موجود ہو۔ اس نے گھنٹی بجائی اور اندر چلا گیا۔ چینی لال ٹین کی مدھم روشنی میں اسے کوئی شخص زینے سے نیچے اترتے دکھائی دیا اور جب وہ مزید آگے گیا، اس نے اپنے بھائی کو پہچان لیا۔ بظاہر یہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ابھی ابھی کاتریناایوانووناسے مل کر آیا ہے اور اب واپس جارہا ہے۔

"ارے، یہ صرف تم ہو،" ایوان فیودرووچ نے خشک لہجے سے کہا۔ "خیر، خداحافظ۔ تم اسے ملنے آئے ہو؟"

"ہاں۔"

"اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو اس قسم کی کوئی کوشش نہ کرتا۔ وہ پہلے ہی بہت پریشان ہو رہی ہے اور تم اس کی پریشانیوں میں مزید اضافہ کردو گے۔"

"بالکل نہیں!" اوپر سے ایک دروازے میں سے اونچی آواز سنائی دی جسے تیزی سے کھولا گیا تھا۔ "الیکسی فیودرووچ، کیا تم ان سے مل کر آرہے ہو؟"

"ہاں، میں نے ابھی ابھی اس سے ملاقات کی ہے۔"

"کیا انہوں نے مجھے کوئی پیغام بھیجا ہے؟ الیوشا، اندر آجاؤ اور ایوان فیودرووچ، تمہیں بھی

مزید ایک آدھ سیکنڈ کے لیے رک جانا چاہیے۔ کچھ سنا تم نے؟"

اس کی آواز اتنی پرتحکم اور رعب دار تھی کہ ایوان فیودرووچ انکار نہ کر سکا اور وہ ذرا سا بھی تامل کیے بغیر الیوشا کے پیچھے پیچھے اوپر چلا گیا۔

"وہ دروازے پر کان لگائے سن رہی تھی!" وہ جھنجھلاہٹ کے عالم میں منہ ہی منہ میں بڑبڑایا لیکن اس نے جو کچھ کہا تھا، وہ الیوشا نے سن لیا تھا۔

"اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں اپنا کوٹ پہنے رہوں گا،" ایوان فیودرووچ نے کمرے میں داخل ہونے پر کہا۔ "اگر تمہیں برا نہ لگے تو میں بیٹھوں گا بھی نہیں، بس کھڑا رہوں گا۔ میں صرف ایک منٹ ٹھہروں گا، اس سے زیادہ بالکل نہیں۔"

"الیکسی فیودرووچ، بیٹھو گے نہیں؟" کاتریناایوانوونا نے کہا لیکن وہ خود کھڑی رہی۔ گزشتہ دنوں کے دوران میں اس میں بظاہر کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں خطرناک عزائم جھلک رہے تھے۔ الیوشا نے بعدازاں یاد کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس لمحے وہ غیرمعمولی طور پر خوب صورت نظر آرہی تھی۔

"تو انہوں نے مجھے بتانے کے لیے تم سے کیا کہا تھا؟"

"صرف ایک بات،" الیوشا نے سیدھے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا، "کہ آپ کو جوکھم میں نہیں پڑنا چاہیے اور پہلی ہی ملاقات کے دوران میں (یہاں اس کی زبان قدرے لڑکھڑانے لگی)... اُس، قصبے میں... آ۔آ۔آپ دونوں کے مابین جو کچھ بیتا تھا، اس کا ذکر عدالت میں نہ کریں..."

"آخ!" اس نے تلخی سے مسکراتے اور قطع کلامی کرتے ہوئے کہا، "ان کا مطلب ہے کہ جب انہوں نے مجھے رقم دی تھی اور میں نے انہیں گھٹنوں پر جھک کر آداب کیا تھا؟ پتا نہیں وہ خوف زدہ مجھ سے ہیں یا اپنے آپ سے؟ تمہارا کیا خیال ہے؟ جب وہ کہتے ہیں میں جوکھم میں نہ پڑوں، تو اس سے ان کی مراد کیا ہے؟ کیا وہ مجھے جوکھم سے بچانا چاہتے ہیں یا خود کو؟ الیکسی فیودرووچ، کچھ تو کہو۔"

الیوشا اسے بغور دیکھ رہا اور اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تمہیں بھی اور اپنے آپ کو بھی،" اس نے ملائمت سے کہا۔

"میں سمجھی!" اس نے جس انداز سے یہ الفاظ کہے، معلوم ہوتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر انہیں پرکدورت بنا رہی ہے اور پھر یکایک اس کا چہرہ لالوں لال ہو گیا۔ "الیکسی فیودرووچ، تم ابھی تک مجھے جان نہیں پائے،" اس نے تہدید آمیز انداز سے کہا، "ویسے میرا خیال ہے کہ میں خود بھی اپنے

آپ کو نہیں جانتی... کل جب میں عدالت میں گواہی دینے کے لیے پیش ہوں گی، اس کے بعد
غالباً تم مجھ سے کسی قسم کا تعلق برقرار رکھنا پسند نہیں کرو گے۔"

"مجھے یقین ہے تم اپنی گواہی ایمانداری سے دو گی۔" ایلیوشا نے کہا۔ "اصل اہمیت صرف اسی چیز کی ہے۔"

"عورتیں اکثر غلط بیانیاں کرتی رہتی ہیں۔" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "صرف ایک گھنٹہ قبل میرا خیال تھا کہ میں اس ظالم عفریت سے... اس بدذات سے... کسی قسم کا تعلق برقرار رکھنے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ نہیں کر سکوں گی... لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ میں غلطی پر تھی، میرے نزدیک وہ اب بھی انسان ہے! کیا وہ واقعی اس کا مرتکب ہوا تھا؟ ہوا تھا؟" وہ ہسٹیریائی انداز سے چلا چلا کر کہنے لگی اور تیزی سے گردن گھما کر ایوان فیودرووچ کو دیکھنے لگی۔

پلک جھپکنے میں ایلیوشا کو اندازہ ہو گیا کہ اس کی اپنی آمد سے صرف ایک منٹ قبل وہ بالکل یہی سوال ایوان فیودرووچ سے پوچھ چکی تھی اور محض ایک بار نہیں، بلکہ سو بار، اور یہ کہ ان کی گفتگو کا اختتام تُو تُو میں میں پر ہوا تھا۔

"میں سمردیاکوف سے ملنے گئی تھی... ایوان، یہ تم تھے، تم، جس نے مجھے قائل کیا تھا کہ اپنے باپ کو قتل انہوں نے کیا ہے۔ میں نے یہ بات محض اس لیے تسلیم کر لی کیونکہ یہ تم نے کہی تھی۔" اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ وہ ابھی تک ایوان فیودرووچ سے مخاطب تھی۔ موخرالذکر زیرِ دتی مسکرانے لگا۔

ایلیوشا اس بے تکلف ایوان پر چونک گیا۔ اسے تو کبھی شبہ بھی نہیں ہوا تھا کہ ان دونوں کے مابین اس نوع کی بے تکلفی ہو گی۔

"خیر، میرا خیال ہے اتنا ہی کافی ہے۔" ایوان نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں جا رہا ہوں — میں کل پھر آؤں گا۔" وہ واپس مڑا اور سیدھا زینے کی جانب چل پڑا۔ کاترینا ایوانوونا نے ایلیوشا کے دونوں ہاتھوں کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا۔

"اس کے پیچھے جاؤ!" اس نے تاکیدی انداز سے سرگوشی کی۔ "اسے ایک منٹ بھی تنہا نہ چھوڑو۔ وہ پاگل ہے۔ تمہیں معلوم نہیں وہ پاگل ہو چکا ہے؟ وہ بخار، ایک قسم کے اعصابی بخار میں مبتلا ہے، ڈاکٹر نے مجھے بتایا تھا! جاؤ، اس کا پیچھا کرو..."

ایلیوشا نے جست لگائی اور سر پر پاؤں رکھ کر ایوان فیودرووچ کے پیچھے بھاگ پڑا۔ موخرالذکر گھر سے پچاس قدم سے زیادہ دور نہیں گیا تھا۔

"کیا چاہتے ہو؟" ایوان فیودرووچ نے یہ اندازہ کرتے ہوئے کہ ایلیوشا اس سے آ ملا چاہتا

ہے، پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس نے تمہیں بتایا ہو گا کہ تم میرا پیچھا کرو کیونکہ میں پاگل ہو چکا ہوں۔ مجھے یہ سب کچھ زبانی یاد ہو چکا ہے۔" اس نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

"یہ کہ تم پاگل ہو گئے ہو، اس بارے میں اس کی سوچ غلط ہے، تاہم اس کا یہ خیال درست ہے کہ تم بیمار ہو، میں ابھی ابھی وہاں، اس کے مکان میں، تمہارے چہرے کا بغور جائزہ لیتا رہا ہوں۔ ایوان، تم واقعی بیمار دکھائی دے رہے ہو۔"

ایوان چلتا رہا۔ ایلیوشا نے اس کا پیچھا جاری رکھا۔

"الیکسی فیودرووچ، تمہیں معلوم ہے لوگ پاگل کیوں ہوتے ہیں؟" ایوان نے کچھ ایسے لہجے سے پوچھا جس سے یہ عندیہ ملتا تھا کہ اس کی سابقہ ساری جھنجھلاہٹ مفقود ہو چکی ہے اور اب وہ انتہائی ایماندارانہ تجسس کا اظہار کر رہا ہے۔

"نہیں، مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میرا خیال ہے پاگل پن کی ایک سے زیادہ قسمیں ہوتی ہیں۔"

"مگر تمہارے خیال میں آدمی اپنے آپ کو پاگل ہوتے دیکھ سکتا ہے؟"

"میرا خیال ہے آدمی اس قسم کی چیز حقیقتاً واضح طور پر نہیں دیکھ سکتا۔" ایلیوشا نے حیران ہو کر جواب دیا۔

ایوان ایک دو لمحوں کے لیے چپ ہو گیا۔

"اگر تم مجھ سے گفتگو کرنا چاہتے ہو۔" اس نے معاً کہا۔ "پھر اتنی مہربانی کرو کہ موضوع تبدیل کر دو۔"

"آج، پیشتر اس کے کہ میں بھول جاؤں، میں تمہیں ایک خط دینا چاہتا ہوں۔" ایلیوشا نے معذرت خواہانہ انداز سے کہا اور اس نے جیب سے لیسے کا خط نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔

وہ ابھی ابھی گلی کے لیمپ کے قریب پہنچے تھے۔ ایوان نے جھٹ پٹ تحریر پہچان لی۔

"ارے، یہ تو اس ننھی آفت کی پُڑیا کا ہے!" وہ تلخ انداز سے ہنس پڑا۔ اس نے لفافہ کھولے بغیر اسے ٹکڑے ٹکڑے پُرزے پُرزے کر دیا اور فضا میں اچھال دیا۔ پُرزے چاروں طرف بکھر گئے۔

"ابھی سولہ سال کی ہوئی نہیں اور 'اپنے آپ کو پیش کر رہی ہے'!" اس نے نفرت سے ناک سکیڑتے ہوئے کہا اور آگے چلتا رہا۔

"'اپنے آپ کو پیش کر رہی ہے' سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" ایلیوشا نے اونچی آواز سے پوچھا۔

"سب جانتے ہیں آوارہ عورتیں اپنے آپ کو کیسے پیش کرتی ہیں۔"

"ایوان، تمہارا یہ مطلب نہیں ہو سکتا، بالکل نہیں ہو سکتا!" ایلیوشا کو سخت دھچکا لگا تھا اور وہ

بڑے جوش وخروش سے لیے کا دفاع کرنے لگا۔ "وہ تو محض بچی ہے اور آپ بچی پر کیچڑ اچھال رہے ہیں! وہ بیمار ہے، وہ کچھ زیادہ ہی بیمار ہے، غالباً وہ اپنا ذہنی توازن بھی کھوتی جا رہی ہے.... میرے پاس اس کا خاتمہ تک پہنچانے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا.... درحقیقت مجھے توقع تھی کہ تم کچھ کہو گے.... کوئی ایسی بات جس سے اس کا تحفظ ہو سکے۔"

"میرے پاس تمہیں بتانے کو کچھ نہیں۔ اگر وہ بچی ہے تو؟ میں اس کی آنا نہیں۔ ایلکسی، اپنی زبان بند رکھو۔ مزید بک بک مت کرو۔ میں تو اس بارے میں سوچ بھی نہیں رہا۔"

وہ پل دو پل کے لیے خاموش ہو گئے۔

"اب وہ ہدایت کے لیے ساری رات خداوند کی عبادت کرتی رہے گی۔" اس نے اچانک غصیلی اور تیخ آواز میں دوبارہ کہنا شروع کر دیا۔ "کہ کل اسے عدالت میں کیا کہنا چاہیے۔"

"تم.... تمہارا مطلب کاتریناایوانوونا سے ہے؟"

"ہاں، کیا اسے متیکا کو چھڑانا چاہیے یا اسے سزا دلانے میں مددگار بننا چاہیے؟ وہ عبادت کرتی رہے گی تاکہ اسے روشنی مل سکے۔ دیکھو، وہ ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر پائی، اسے اپنے خیالات مجتمع کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ وہ یہ بھی چاہتی ہے میں اس کی آنا بن جاؤں، اسے لوریاں دے دے کر سلاتا رہوں!"

"بھائی، کاتریناایوانوونا تم سے محبت کرتی ہے۔" ایلوشا نے غم ناک لہجے سے کہا۔

"شاید۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"وہ اذیت میں مبتلا ہے۔ پھر تم اس سے.... بعض اوقات.... ایسی باتیں کیوں کہتے رہتے ہو جن سے اس کے دل میں اُمید کی کرن پھوٹنے لگتی ہے؟" ایلوشا نے نرم ولطیف لہجے سے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھو، میں نے تم سے جو اس قسم کی بات کہی ہے، میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں اور مجھے امید ہے کہ تم مجھے اس پر معاف کر دو گے مگر میں اتنا جانتا ہوں تم اسے امید دلاتے رہتے ہو۔"

"جو کچھ کیا جانا چاہیے تھا، میں وہ کرنے کے لیے اپنے آپ کو مجبور نہ کر سکا! مجھے اس سے تمام تعلقات منقطع کر لینا چاہئیں تھے اور اسے صاف صاف بتا دینا چاہیے تھا لیکن میں اس کی ہمت نہ کر سکا!" ایوان نے جھنجھلا کر کہا۔ "جب تک قتل کے مقدمے کی سماعت ختم نہیں ہو جاتی، یہ معاملہ معرض تعویق میں رکھنا پڑے گا۔ اگر میں اب تعلقات توڑ لیتا ہوں، وہ محض مجھے نیچا دکھانے کے لیے کل عدالت میں ایسا بیان دے دے گی جو اس لفنگے کو مجرم ٹھہرانے میں ممد ثابت ہو گا کیونکہ وہ اس سے نفرت کرتی ہے اور وہ جانتی ہے کہ وہ اس سے نفرت کرتی ہے۔ یہ سب کچھ جھوٹ کا دفتر

ہے، جھوٹ صرف جھوٹ، اور کچھ نہیں۔ دیکھو، فی الحال جب تک میں اس کے ساتھ تعلقات منقطع نہیں کرتا، وہ اُمید کرتی رہے گی اور اس عفریت کو تباہی کے غار میں نہیں دھکیلے گی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ جس مصیبت میں وہ پھنسا ہوا ہے، میں اسے اس میں سے نکالنے کا کتنا آرزومند ہوں۔ پتا نہیں یہ ملعون مقدمہ کب ختم ہو گا؟"

"قتل" اور "عفریت" کے الفاظ اذیت ناک انداز سے ایلوشا کے دل میں گونجتے رہے۔

"لیکن وہ دمتری کو تباہی کے غار میں کیسے دھکیل سکتی ہے؟" اس نے ایوان کے الفاظ پر غور کرتے ہوئے کہا۔ "آخر وہ صحیح صحیح کیا کہے گی جس سے متیا کو مجرم ٹھہرانے میں مدد مل سکے گی؟"

"تمہیں پوری کہانی معلوم نہیں۔ اس کے قبضے میں متیا کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک خاص دستاویز ہے جس سے بلاشک وشبہ ثابت ہو جائے گا کہ ابا کو اسی نے قتل کیا تھا۔"

"یہ ناممکن ہے!" ایلوشا نے چیختے ہوئے کہا۔

"ناممکن کیوں؟ میں خود یہ دستاویز پڑھ چکا ہوں۔"

"ایسی کوئی دستاویز موجود نہیں!" ایلوشا نے پُرزور انداز سے کہا۔ "موجود ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ وہ قاتل نہیں۔ ابا کا قتل اس نے نہیں کیا، قاتل وہ نہیں!"

ایوان فیودرووچ اچانک ساکت کھڑا ہو گیا۔

"پھر تمہارے خیال میں قاتل کون ہے؟" اس نے اپنی آواز میں ایک قسم کی لاتعلقی پیدا کرتے ہوئے غیر جذباتی انداز سے کہا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ کون۔" ایلوشا نے نرم مگر محکم لہجے سے کہا۔

"کون؟ کیا تمہارا اشارہ اس مرگی کے مارے پاگل شخص کے بارے میں لغو کہانی کی طرف ہے؟ کیا تمہاری مراد سمردیاکوف ہے؟"

ایلوشا کو اچانک محسوس ہوا کہ وہ سرتاپا کانپ رہا ہے۔

"تم کو معلوم ہے کہ کون۔" اس کے منہ سے یہ الفاظ بے چارگی کے عالم میں نکل گئے۔ اسے یوں لگا جیسے اس کا گلا گھٹ رہا ہو۔

"پھر کون، کون؟" ایوان نے تقریباً آگ بگولا ہو کر کہا۔ اس کا سارا ضبط وسکون ایک پل میں زائل ہو گیا تھا۔

"میں صرف اتنا جانتا ہوں۔" ایلوشا نے تقریباً سرگوشی کے انداز میں اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا، "قتل جس شخص نے بھی کیا ہو، وہ بہرحال تم نہیں تھے۔"

"میں نہیں تھا۔ 'میں نہیں تھا' سے تمہارا مطلب کیا ہے؟" ایوان نے ہکا بکا ہو کر پوچھا۔

"جس شخص نے ابا کو قتل کیا تھا، وہ تم نہیں تھے، تم نہیں تھے،" الیوشا نے محکم انداز سے اپنی بات دہراتے ہوئے کہا۔ گفتگو میں طویل وقفہ آ گیا۔

"مجھے معلوم ہے یہ قتل میں نے نہیں کیا تھا! کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟" ایوان نے مدھم، زرد مسکراہٹ سے کہا۔

اس نے نگاہیں گاڑ کر الیوشا کی جانب دیکھا۔ وہ دونوں ایک بار پھر کسی سٹریٹ روشنی کے نیچے کھڑے تھے۔

"نہیں، ایوان، میں پاگل نہیں ہوا۔ تم خود مجھ سے متعدد بار کہہ چکے ہو کہ قاتل تم ہو۔"

"میں نے کب کہا تھا؟" ایوان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

"میں تو ماسکو میں تھا... میں نے یہ کب کہا تھا؟"

"گزشتہ دو بھیانک مہینوں کے دوران میں جب تم تنہا ہوتے تھے، تم یہ متعدد بار اپنے آپ سے کہتے رہے ہو۔" الیوشا اپنی اسی پُرسکون، نپی تلی آواز میں کہتا رہا۔ لیکن اب وہ یوں بول رہا تھا جیسے اس پر وجد کی کیفیت طاری ہو چکی ہو یا وہ کسی ناقابلِ تسخیر قوت کی گرفت میں آ چکا ہو۔ "اپنے آپ کو الزام دیتے رہے ہو اور اپنے آپ سے اقرار کرتے رہے ہو کہ تمہارے سوا کوئی دوسرا شخص قاتل نہیں ہے۔ لیکن یہ تم نہیں تھے جس نے انہیں قتل کیا تھا، تم غلطی پر ہو، قاتل تم نہیں، سنا تم نے؟ قاتل تم نہیں! مجھے خداوند نے بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں بتا سکوں۔"

وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ خاموشی پورا ایک منٹ جاری رہی۔ دونوں کھڑے تھے اور ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانک رہے تھے۔ دونوں کی رنگت بالکل پیلی پڑ چکی تھی۔ اچانک ایوان سرتاپا کانپنے لگا اور اس نے الیوشا کو بھینچ کر کندھوں سے پکڑ لیا۔

"تم وہاں تھے؟ تھے یا نہیں؟" اس نے دانت کچکچاتے ہوئے پھنکارتے ہوئے کہا۔ "جب وہ آیا تم اس رات میرے کمرے میں تھے... مان لو، اقرار کر لو... تم نے اسے دیکھا تھا، دیکھا تھا یا نہیں؟"

"تم کس کے متعلق گفتگو کر رہے ہو؟... متیا کے؟" الیوشا نے بوکھلا کر کہا۔

"نہیں، اس کے متعلق نہیں، لعنت ہو اس عفریت پر!" ایوان نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ وہ آپے سے باہر ہوا جا رہا تھا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا وہ مجھے ملنے آتا رہا ہے؟ تمہیں کیسے پتا چلا؟ بتاؤ، بتاؤ!"

"یہ وہ کون ہے؟ مجھے نہیں معلوم تم کس کے متعلق بات کر رہے ہو۔" الیوشا بڑبڑایا۔ اب وہ خاصا خوف زدہ ہو چکا تھا۔

"ہاں، تمہیں معلوم ہے، بالکل معلوم ہے... ورنہ تم کیسے...؟ تمہیں معلوم ہو ہی نہیں سکتا تھا۔" لیکن اس نے اچانک اپنے آپ کو روک لیا۔ وہ وہاں کھڑا تھا اور بظاہر کچھ سوچ رہا تھا۔ عجیب و غریب مسکراہٹ نے اس کے ہونٹ ٹیڑھے میڑھے کر دیے۔

"بھائی،" الیوشا نے کپکپاتی آواز میں دوبارہ گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا، "میں نے جو کچھ کہا ہے اس لیے کہا ہے کیونکہ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ میں جو کچھ کہوں گا، تم اس پر اعتبار کر لو گے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ تم نہیں تھے کیونکہ میں چاہتا تھا کہ تم اپنی باقی ماندہ زندگی ان الفاظ کو یاد رکھو۔ تم میری بات سن رہے ہو؟ — اپنی ساری باقی ماندہ زندگی کے دوران میں۔ یہ خداوند تھا جس نے مجھے تم سے ان الفاظ کو کہنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ میں نے کہہ دیا، اب بے شک اس کا نتیجہ یہ نکلے کہ تم اس کے بعد ہمیشہ مجھ سے نفرت کرتے رہو..."

لیکن معلوم ہوتا تھا کہ ایوان فیودوروِچ نے اپنا سکون مکمل طور پر دوبارہ حاصل کر لیا ہے۔

"الیکسی فیودوروِچ،" اس نے سردمہرانہ مسکراہٹ سے کہا، "میں پیغمبروں اور مصروعوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔ خدا کے پیغمبروں کو تو بالکل ہی نہیں اور تم یہ بات اچھی طرح جانتے ہو۔ آج کے بعد میں تمہارے ساتھ کسی قسم کا تعلق واسطہ نہیں رکھنا چاہتا اور میرا خیال ہے یہ مقاطعہ ہمیشہ برقرار رہے تو بہتر ہو گا۔ مجھ پر اتنی مہربانی کرو کہ مجھے اسی چوک میں چھوڑ جاؤ — فوراً اور ابھی۔ بہرحال تمہیں جانا بھی اُدھر ہی ہے۔ اور خیال رکھو خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے آج رات میرے ٹھکانے کے قریب بھی نہ پھٹک سکو! کیا میری بات تمہارے پلے پڑ گئی ہے؟"

وہ واپس مڑا اور پُرعزم قدم اٹھاتے ہوئے اپنی راہ ہو لیا، اس نے ایک بار بھی مڑ کر پیچھے نہ دیکھا۔

"بھائی،" الیوشا نے اسے پکارتے ہوئے کہا، "اگر آج رات تمہیں کچھ ہوا، سب سے پہلے مجھے یاد کر لینا!..."

لیکن ایوان نے کوئی جواب نہ دیا۔ الیوشا سٹریٹ لیمپ کے نیچے چوک میں کھڑا رہا جہاں تک کہ ایوان اندھیرے میں آنکھوں سے بالکل اوجھل ہو گیا۔ پھر وہ واپس مڑا اور اس نے گلی میں آہستہ آہستہ چلتے اپنی رہائش گاہ کا رُخ کر لیا۔ وہ اور ایوان مختلف عمارتوں میں مقیم تھے: دونوں میں سے کوئی بھی فیودر پاولووِچ کے خالی مکان میں قیام کرنے پر تیار نہیں تھا۔ الیوشا نے قصبے کے ایک خاندان سے ایک سجا سجایا کمرا کرائے پر لے لیا تھا۔ ایوان فیودوروِچ کچھ فاصلے پر ایک شاندار مکان کے، جو کسی کھاتے پیتے سول ملازم کی بیوہ کی ملکیت تھا، ایک حصے میں فراخ اور آرام دہ کمروں میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے اپنے مختلف کام کرانے کے لیے صرف ایک ملازمہ رکھی ہوئی تھی۔ وہ بوڑھی

تھی، کانوں سے مطلق بہری تھی اور گٹھیا نے اسے تقریباً مفلوج بنا رکھا تھا۔ وہ شام کو چھ بجے ہی سو جاتی تھی اور اگلے روز صبح چھ بجے بیدار ہوتی تھی۔ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ گزشتہ دو مہینوں کے دوران میں ایوان فیودوروچ حیرت انگیز طور پر خود مکتفی ہو چکا تھا۔ وہ چاہتا بھی یہی تھا کہ اس کے امور میں کوئی مداخلت نہ کی جائے اور اسے بالکل تنہا چھوڑ دیا جائے۔ جس کمرے میں وہ رہتا تھا، اس کی صفائی ستھرائی بھی وہ خود ہی کرتا تھا اور اس نے دوسرے کمروں کا استعمال تقریباً ترک کر دیا تھا۔ گھر کے بیرونی گیٹ پر پہنچنے کے بعد وہ گھنٹی پر ہاتھ رکھ چکا تھا کہ رک گیا۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ ابھی تک غیظ و غضب سے کانپ رہا ہے۔ اس نے ایکا ایکی ہاتھ گھنٹی سے اٹھا لیا، زمین پر تھوکا، واپس مڑا اور تیزی سے قصبے کی دوسری جانب چل پڑا۔ اس کا رُخ ایک بالکل ہی چھوٹے، شکستہ حال چوبی مکان کی طرف تھا جو اس کے اپنے مکان سے تقریباً دو ورسٹ دور تھا اور جس میں فیودر پاولووچ کی سابقہ ہمسائی ماریا کوندراتیونا مقیم تھی۔ یہ وہی ماریا کوندراتیونا تھی جو فیودر پاولووچ کی زندگی میں اس کے باورچی خانے میں سوپ لینے آیا کرتی تھی اور جسے ان دنوں سمردیاکوف گانے گا کر اور گٹار بجا کر سنایا کرتا تھا۔ وہ اپنا پُرانا مکان بیچ چکی تھی اور اب اپنی ماں کے ساتھ ایک ایسے مکان میں مقیم تھی جو مکان کے نام پر تہمت تھا، یہ مکان کم تھا اور جھونپڑا زیادہ۔ فیودر پاولووچ کی موت کے بعد سمردیاکوف بھی، جس کی صحت گرتی جا رہی تھی اور جو ہر لحمہ موت کے قریب تر ہوتا جا رہا تھا، ان کے ہاں اٹھ آیا تھا۔ کسی اچانک اور ناقابلِ مقاومت مجبوری کے تحت اب ایوان فیودوروچ اسی سے ملنے آ رہا تھا۔

6

سمردیاکوف سے پہلی ملاقات

ماسکو سے اپنی واپسی کے بعد ایوان فیودوروچ تیسری مرتبہ سمردیاکوف سے گفتگو کرنے جا رہا تھا۔ قتل کے بعد اس نے اپنی واپسی کے پہلے ہی روز اس سے ملاقات اور بات چیت کی تھی۔ دوسری مرتبہ وہ دو ہفتے بعد اس سے ملنے گیا تھا۔ تاہم دوسری ملاقات کے بعد اس نے اس کے ہاں آنا جانا ترک کر دیا تھا، چنانچہ اب انہیں ملے ایک مہینے سے اوپر گزر چکا تھا اور دریں اثنا ایوان فیودوروچ کے کانوں تک سمردیاکوف کے بارے میں کوئی خبر نہیں پہنچی تھی۔ ایوان فیودوروچ اپنے باپ کی

موت کے کہیں پانچ دن بعد ماسکو سے واپس پہنچ سکا تھا، چنانچہ وہ اس کی میت کا دیدار نہیں کر سکا تھا کیونکہ تجہیز و تکفین اس کے لوٹنے سے ایک روز پہلے ہو چکی تھی۔ وہ جلدی واپس کیوں نہ آ سکا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ اگرچہ الیوشا اسے بذریعہ تار اطلاع دینا چاہتا تھا مگر اسے اس کا پتا معلوم نہیں تھا۔ اس نے کاترینا ایوانوونا سے مدد چاہی۔ وہ بھی صحیح پتے سے لاعلم تھی، یوں اس نے یہ سوچ کر تار اپنی بہن اور خالہ کے پتے پر ارسال کر دیا کہ ماسکو میں اپنے قیام کے دوران میں ایوان فیودوروچ ان کے ہاں ایک آدھ چکر تو لگائے گا ہی، مگر وہ ان کے ہاں اپنی آمد کے صرف چوتھے روز جا سکا۔ تاہم تار پڑھنے کے بعد وہ پوری عجلت سے واپس آ گیا۔ اپنی واپسی کے بعد اس نے جس شخص سے سب سے پہلے ملاقات کی، وہ الیوشا تھا اور اس کے ساتھ گفتگو کے دوران میں وہ یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ وہ میتیا پر قتل کا شبہ کرنے سے بھی انکاری ہے اور مسلسل سمردیاکوف کو قصوروار ٹھہرائے جا رہا ہے۔ اس کی یہ رائے قصبے کے باشندوں کی عام رائے کے بالکل الٹ تھی۔ چیف آف پولیس اور وکیل استغاثہ سے ملنے اور شہادتوں اور گرفتاری کی تفصیلات معلوم کرنے کے بعد وہ الیوشا کے نکتہ نظر پر اور بھی ہکا بکا ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ الیوشا جو اس قسم کا ہمدردانہ رویہ اپنائے ہوئے ہے، اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ وہ بھائی کی حیثیت سے میتیا سے بے حد محبت کرتا ہے، اسی لیے وہ اس پر رحم کھا رہا ہے اور اس کی سلامتی کے لیے فکرمند ہو رہا ہے۔

اپنے بھائی دمتری فیودوروچ کے متعلق ایوان فیودوروچ کے احساسات کیا تھے، چلتے چلتے ہم چند الفاظ میں انہیں بھی بیان کر دیتے ہیں تاکہ یہ معاملہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔ سچی بات یہ ہے اسے اس کے ساتھ ہرگز کوئی محبت نہیں تھی، اسے بعض اوقات اس پر ترس ضرور آتا تھا لیکن اس ترس میں بھی زبردست نفرت شامل تھی جس کے ڈانڈے تقریباً کراہت سے جا ملتے تھے۔ اسے میتیا کی شکل صورت، شخصیت بلکہ ہر بات غیر دلکش اور بھونڈی نظر آتی۔ کاترینا ایوانوونا کو اس کے ساتھ جو محبت تھی، اسے تو وہ بالکل ہی حقارت کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ تاہم اپنی واپسی کے پہلے ہی روز وہ میتیا سے ملنے جیل پہنچ گیا تھا اور مؤخرالذکر کے جرم کے بارے میں اسے پہلے ہی جو پختہ یقین تھا، اس سے ملاقات کے بعد بجائے اس کے کہ اس میں دراڑیں پڑتیں، وہ پختہ تر ہو گیا۔ اسے اپنا بھائی بے حد پریشان اور زبردست ہیجان میں مبتلا نظر آیا۔ میتیا باتیں تو بہت کر رہا تھا لیکن اس کا دماغ حاضر نہیں تھا، وہ پہلے ایک موضوع چھیڑتا اور پھر اچانک کوئی دوسرا موضوع شروع کر دیتا، وہ سمردیاکوف کو دوشی ٹھہرا رہا تھا اور بار بار بوکھلا جاتا تھا۔ وہ سب سے زیادہ ان تین ہزار روبلوں کے متعلق باتیں کر رہا تھا جن کے بارے میں اس کا دعویٰ تھا کہ یہ اس کے باپ نے اس (کے ترکے) سے "چرا" لیے تھے۔ "یہ میرا روپیہ تھا، میرا ہے،" میتیا اصرار کر رہا تھا، "اگر میں نے اسے چرایا ہے تو

بھی اس پر میرا حق بنتا ہے۔" اس کے خلاف جو الزامات عائد کیے گئے تھے، وہ انہیں جھٹلاتا نہیں تھا اور اگر وہ بعض حقائق کی توضیح اس طرح کرتا بھی جس سے اسے فائدہ پہنچ سکتا، تو بھی وہ یہ توضیح کچھ اس بے ربط اور احمقانہ انداز سے کرتا کہ سارا اثر زائل ہو جاتا اور یوں معلوم ہونے لگتا جیسے وہ ایوان یا کسی بھی دوسرے شخص کے سامنے اپنے آپ کو حق بجانب قرار دینا ہی نہیں چاہتا۔ اس کے برعکس وہ آناً فاناً غصے میں آ جاتا، اپنے خلاف الزامات کو بڑی حقارت سے مسترد کر دیتا، دوسروں کو برا بھلا کہنے لگتا اور خواہ مخواہ جوش میں آ جاتا۔ جہاں تک دروازے کے کھلے ہونے کے بارے میں گریگوری کی گواہی کا تعلق ہے، وہ بس تحقیر آمیز انداز سے ہنسنے لگتا اور کہتا: "یہ شیطان کی کارستانی ہو گی۔" مگر وہ اس حقیقت کی کوئی مربوط توجیہہ نہ پیش کر سکا۔ اس پہلی ملاقات میں اس نے منہ پھٹ انداز سے یہ کہہ کر ایوان فیودرووچ کی بھی ناراضگی مول لے لی کہ جن لوگوں کا یہ دعویٰ ہو کہ "ہر چیز جائز ہے، انہیں مجھ پر شبہہ اور جرح کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔" مجموعی طور پر اس موقع پر ایوان فیودرووچ کے ساتھ اس کا رویہ انتہائی غیر دوستانہ تھا۔ تبھی تو اس ملاقات کے بعد ایوان فیودرووچ سیدھا سمردیاکوف سے ملنے چلا گیا تھا۔

جب وہ ریل گاڑی پر ماسکو سے پلٹ واپس آ رہا تھا، اس نے راستے ہی میں سمردیاکوف اور اس کے ساتھ اپنی اس آخری گفتگو کے بارے میں، جو اس کی قصبے سے روانگی سے ایک رات پیشتر اس سے ہوئی تھی، سوچنا شروع کر دیا تھا۔ اسے بے شمار باتیں پریشان کر رہی تھیں، بے شمار چیزیں مشتبہ معلوم ہو رہی تھیں۔ لیکن تحقیقاتی مجسٹریٹ کے سامنے اپنا حلفیہ دینے کے دوران میں اس نے اس گفتگو کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب تک اس کی سمردیاکوف سے ملاقات نہیں ہو جاتی وہ انتظار کرے گا۔ موخرالذکر اب قصبے کے ہسپتال میں تھا۔ ایوان فیودرووچ کے پُراصرار سوالوں کے جواب میں ڈاکٹر ہرزن سٹوب اور ڈاکٹر وارنسکی نے، جن سے وہ ہسپتال میں ملا تھا، اسے بتایا تھا کہ سمردیاکوف پر واقعی مرگی کا دورہ پڑا تھا، اس کے متعلق کسی شبہے کی گنجائش نہیں اور وہ تب بالکل ہکا بکا رہ گئے جب اس نے پوچھا، "کیا وہ قتل کے روز (دورے کا) بہانہ تو نہیں کر رہا تھا؟" انہوں نے اسے سمجھایا کہ دورہ غیر معمولی شدت کا تھا، کئی دنوں تک وقفوں وقفوں سے بار بار پڑتا رہا تھا اور حالت یہ ہو گئی تھی کہ مریض کی زندگی کو واقعی خطرہ لاحق ہونے لگا تھا، اور مسلسل علاج کے بعد صرف اب یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ زندہ رہے گا۔ ڈاکٹر ہرزن سٹوب نے مزید کہا، "یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کتنا عرصہ زندہ رہے گا، تاہم یہ عرصہ مختصر نہیں بلکہ خاصا طویل ہو گا، تاہم اس کا ذہن قدرے ماؤف رہے گا۔" جب ایوان فیودرووچ نے تحکمانہ انداز سے پوچھا، "اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اب پاگل ہو چکا ہے؟" تو دونوں ڈاکٹروں نے جواب دیا، "اسے

صحیح معنوں میں تو پاگل نہیں قرار دیا جا سکتا تاہم بعض ایسی علامات ضرور موجود ہیں جو معمول سے ہٹ کر ہیں۔" یہ خلافِ معمول چیزیں کیا ہیں، ایوان فیودرووچ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ خود انہیں معلوم کرے گا۔ ہسپتال میں اسے سمردیاکوف سے ملنے کی اجازت فوراً مل گئی جو ایک بغلی وارڈ میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے قریب ایک اور بستر تھا جس پر کوئی مقامی تاجر قابض تھا۔ اس تاجر کا جسم جلندھر کی وجہ سے پھول کر کپّا ہو چکا تھا اور وہ بے حد کمزور ہو گیا تھا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ چند دنوں کا مہمان ہے، چنانچہ وہ کسی طور پر بھی ان کی گفتگو میں مخل نہیں ہو سکتا تھا۔ جب سمردیاکوف کی نظر ایوان فیودرووچ پر پڑی، وہ گھبرا گیا اور بے اختیاری سے کھیسیں نکالنے لگا۔ کم از کم ایوان فیودرووچ کا پہلا تاثر یہی تھا لیکن اس کا دورانیہ صرف ایک منٹ رہا، اس کے برعکس باقی گفتگو کے دوران میں اسے سمردیاکوف کے پُرسکون رویے پر اچھی خاصی حیرت ہوئی۔ جونہی ایوان فیودرووچ کی نگاہ اس پر پڑی، اسے پختہ یقین ہو گیا کہ اس کی حالت واقعی بہت تشویش ناک ہے: وہ کمزور تھا، باتیں بہت آہستہ آہستہ کر رہا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ اسے اپنی زبان ہلانے میں اچھی خاصی دقت پیش آ رہی ہے؛ وہ بے حد لاغر ہو چکا تھا اور یرقان کا مریض دکھائی دے رہا تھا۔ ملاقات کے پورے بیس منٹوں کے دوران میں وہ سر درد اور اپنے تمام اعضا میں درد کی شکایت کرتا رہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا سوکھا سڑا، خشت نما چہرہ بالکل سکڑ گیا ہے۔ کہاں تو یہ عالم تھا کہ اس کے سر پر پورے بالوں کا گچھا تھا جنہیں وہ پچھلی جانب سنوارے رکھتا تھا مگر اب حالت یہ ہو گئی تھی کہ ان کی خاصی بڑی تعداد جھڑ چکی تھی، صرف چند ایک باقی رہ گئے تھے جو یا تو سیدھے کھڑے تھے یا اس کی کنپٹیوں پر الجھے پڑے تھے۔ مگر اس کی نیم بند آنکھ، جو کسی چیز کی جانب اشارہ کرتی نظر آ رہی تھی، اُسی پُرانے سمردیاکوف کی یاد دلا رہی تھی، "کسی سمجھدار آدمی سے گفتگو کرنا ہمیشہ دلچسپ ہوتا ہے،" ایوان فیودرووچ کو معاً یاد آ گیا۔ وہ بستر کی پائنتی ایک سٹول پر بیٹھ گیا۔ سمردیاکوف نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو بستر پر ٹھیک ٹھاک انداز سے لٹایا مگر اس نے گفتگو کا آغاز نہ کیا، اس نے اپنی زبان بند رکھی اور کسی قسم کا تجسس بھی ظاہر نہ ہونے دیا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟ مجھ سے بات کر سکتے ہو؟" ایوان فیودرووچ نے پوچھا، "تھک تو نہیں جاؤ گے؟"

"بالکل نہیں،" سمردیاکوف کمزور آواز میں بڑبڑایا۔ "حضور، آپ کو واپس آئے کافی دن ہو گئے ہوں گے؟" اس نے شفقت برتتے ہوئے کہا جیسے وہ کسی مہمان کی، جو کھسیانا ہو رہا ہو، حوصلہ افزائی کر رہا ہو۔

"میں آج ہی واپس آیا تھا... یہاں کے الجھے ہوئے حالات سلجھانے کے لیے۔"

سمردیاکوف نے آہ بھری۔

"تم یوں آہیں کیوں بھر رہے ہو؟ یقیناً تمہیں اس بارے میں سب کچھ معلوم تھا؟" ایوان

فیودوروچ نے منہ پھٹ انداز سے پوچھا۔

سمردیاکوف اتراتا ایک دو لمحے خاموش رہا۔

"حضور، مجھے کیوں معلوم نہ ہوتا؟ صاف نظر آ رہا تھا یہ ہو کر رہے گا۔ تاہم مسئلہ صرف یہ ہے

مجھے کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ معاملہ اس حد تک پہنچ جائے گا؟"

"معاملہ اس حد تک پہنچ جائے گا، کیا مطلب ہے تمہارا؟ مسئلے کو ٹالنے کی کوشش نہ کرو

ادھر اُدھر کی مت ہانکو۔ تم نے تو یہاں تک پیشگوئی کر دی تھی کہ جب تم تہہ خانے میں اترو گے تمہیں

دورہ پڑ جائے گا، کی تھی یا نہیں؟ تم نے تہہ خانے کا ذکر خاص طور پر کیا تھا۔"

"آپ تھانے میں پولیس والوں کو اس بارے میں بتا چکے ہیں؟" سمردیاکوف نے بڑے

پرسکون تجسس سے پوچھا۔

ایوان فیودوروچ کو غصہ آ گیا۔

"نہیں، میں نے انہیں ابھی تک تو نہیں بتایا لیکن بتاؤں گا ضرور۔ تمہیں بے شمار باتوں کی

وضاحت کرنا ہو گی اور میرے دوست، میں تمہیں یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ تم میرے ساتھ کوئی چکر

نہیں چلا سکو گے۔"

"حضور، جب آپ اور خداوند تعالیٰ میری واحد امید ہیں، میں آپ کے ساتھ چکر کیوں چلانا

چاہوں گا؟" سمردیاکوف نے اسی کامل سکون سے کہا، اس نے صرف وقتی طور پر اپنی آنکھیں بند کر

لی تھیں۔

"پہلی بات تو یہ ہے" ایوان فیودوروچ نے اپنی بات شروع کرتے ہوئے کہا، "مجھے معلوم

ہے کہ مرگی کے دورے کی پیشگوئی کرنا ناممکن ہے۔ میں ادھر اُدھر سے پوچھ گچھ کر چکا ہوں، چنانچہ

مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ دورہ کس روز پڑے گا، کس وقت پڑے گا، اس کی کوئی

پیشگوئی نہیں کی جا سکتی، پھر تم نے مجھے کس طرح دن اور وقت دونوں بتا دیے؟ اور اس پر طرہ یہ کہ تم

نے یہاں تک کہہ دیا کہ یہ تہہ خانے کی سیڑھیوں پر پڑے گا۔ تمہیں پیشگی کیسے معلوم ہو گیا تھا کہ

دورہ عین وہیں پڑے گا، اور تم سیڑھیوں سے نیچے گر پڑو گے، اگر تم نے جان بوجھ کر دورے کا

ڈھونگ نہیں رچایا، پھر یہ سب کچھ کیسے ہوا؟"

"حضور، بات یہ ہے کہ مجھے ہر روز کئی مرتبہ نیچے تہہ خانے میں جانا پڑتا تھا" سمردیاکوف نے

اپنے الفاظ چبا چبا کر کہا، "میں پچھلے سال بالکل اسی طرح ایک کی چوبی سیڑھیوں سے گرا تھا۔ یہ

بالکل طے ہے کہ دورے کے دن اور وقت کے بارے میں کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی لیکن آدمی کا

ہاتھا تو ٹھنک سکتا ہے؟"

"لیکن تم نے تو دن اور وقت کی پیش گوئی کر دی تھی!"

"حضور، یہاں کے ڈاکٹر میری مرگی کے بارے میں آپ کو ساری تفصیلات فراہم کر دیں

گے، ان سے پوچھ لیں میرا دورہ بالکل صحیح تھا یا جعلی، اور جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس موضوع

کے متعلق کچھ نہیں کہوں گا۔"

"اور تہہ خانہ؟ تم نے اس کے متعلق پیشگی کیسے بتا دیا؟"

"آپ تہہ خانے کی رٹ کیوں لگائے جا رہے ہیں! جب میں اس روز نیچے تہہ خانے میں

گیا، میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اب کیا ہو گا۔ مجھ پر زبردست خوف سوار ہو چکا تھا اور میں

جو اتنا خوف زدہ تھا، تو حضور، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ تو تشریف لے جا چکے تھے، یوں میں آپ کی

پناہ سے محروم ہو گیا تھا اور دنیا میں ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جس کی طرف میں استمداد کے لیے

رجوع کر سکتا۔ جب میں نیچے تہہ خانے میں جا رہا تھا، میں سوچتا جا رہا تھا، دورہ اب پڑا کہ اب

پڑا۔ یہ لازماً پڑے گا اور مجھے اپنی گرفت میں لے لے گا — میں گر پڑوں گا یا نہیں؟ میرے دل

میں اس قسم کے شکوک و شبہات سر اٹھا رہے تھے اور میں ان سے پیچھا چھڑا نہیں پا رہا تھا۔ اور چنانچہ

اسی حیص بیص کی کیفیت میں میں اس تشنج کی لپیٹ میں آ گیا جو مرگی کے دورے سے قبل مجھ کو

ہمیشہ اپنی گرفت میں لے لیتی ہے... چنانچہ حضور، ہوا وہی جس کا مجھے ڈر تھا... میں نیچے گر پڑا۔ میں

انہیں سب کچھ بتا چکا ہوں، اس گفتگو کے بارے میں بھی جو صدر دروازے پر وقوعہ سے ایک رات

پہلے میرے اور آپ کے مابین ہوئی تھی جب میں نے آپ کو تہہ خانے کے متعلق بتایا تھا اور یہ بھی

کہا تھا کہ میں کتنا خوف زدہ ہوں — میں نے یہ سب کچھ تفصیل سے ڈاکٹر ہرزن سٹوب اور

مجسٹریٹ نکولائی پارفینووچ کو بتا دیا ہے اور وہ اسے مقدمے کے تحریری ریکارڈ میں درج کر چکے ہیں

اور یہاں ہسپتال کے ڈاکٹر مسٹر وارنسکی انہیں مطلع کر چکے ہیں کہ وہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ

میرے دورے کی وجہ بالکل یہی ہے — یعنی خوف، یہ پریشانی کہ میں گروں گا یا نہیں۔ اور ہوا بھی

بالکل اسی طرح۔ اور حضور، انہوں نے یہی کچھ قلم بند کیا تھا کہ چونکہ مجھ پر خوف سوار تھا، اس لیے یہ

ہونا ہی تھا۔"

سمردیاکوف یوں ہانپنے لگا جیسے وہ بالکل نڈھال ہو چکا ہو۔

"تو تم یہ سب کچھ اپنے حلفی بیان میں کہہ چکے ہو؟" ایوان فیودوروچ نے قدرے سٹپٹا کر کہا۔

وہ تو اسے یہ دھمکی دے کر کہ وہ ان کی باہمی گفتگو کو منکشف کر دے گا، اسے خاص طور پر ڈرانا چاہتا

تھا لیکن یہاں تو معاملہ ہی دوسرا تھا، وہ سب کچھ پہلے ہی بتا چکا تھا۔

''حضور،'' سمردیاکوف نے غیر مصالحانہ انداز سے کہا، ''اگر وہ لکھتے ہیں تو لکھتے رہیں، میں کیوں ڈروں؟ میں نے انہیں جو کچھ بتایا ہے بالکل سچ بتایا ہے۔''

''صدر دروازے پر ہماری جو گفتگو ہوئی تھی، وہ تم نے انہیں لفظ بہ لفظ بتا دی ہے؟''

''نہیں حضور، لفظ بہ لفظ تو نہیں۔''

کیا تم نے انہیں بتایا تھا کہ تم نقلی دورے کا ڈھونگ رچا سکتے ہو جیسا کہ اس روز تم نے ڈون کی لیتے ہوئے مجھ سے کہا تھا؟''

''نہیں، حضور، میں نے یہ بھی نہیں بتایا تھا۔''

''کیا تم مجھے اتنا بتاؤ گے کہ تم کیوں چاہتے تھے کہ میں چرماشنیا چلا جاؤں؟''

''حضور، مجھے اندیشہ تھا آپ ماسکو چلے جائیں گے اور چرماشنیا اس کے مقابلے میں بہرحال کہیں زیادہ نزدیک ہے۔''

''تم نے خود مجھے ترغیب دی تھی کہ میں چلا جاؤں، خواہ کہیں جاؤں، بس چلا جاؤں اور میں جتنا زیادہ دور جاؤں گا، اتنا ہی بہتر ہوگا۔ تم نے یہ بھی کہا تھا، 'آپ خواہ مخواہ کسی پھڈے میں نہ پڑیں۔''

''حضور، یہ تو میں نے محض اس لیے کہا تھا کیونکہ میری آپ سے دوستی ہے، میں آپ کا ارادت مند ہوں اور چونکہ میرا ماتھا ٹھنک گیا تھا کہ اس مکان میں کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا——— کوئی واقعہ، کوئی حادثہ، اس لیے مجھے آپ کی، آپ کی سلامتی کی فکر لاحق ہو گئی تھی، اگر سچ پوچھیں تو بات دراصل یہ تھی کہ مجھے آپ کی نسبت اپنی کہیں زیادہ فکر تھی اور اسی لیے میں نے آپ سے عرض کیا تھا، 'کسی پھڈے میں نہ پڑیں۔' حضور، اس سے میرا مطلب آپ کو خبردار کرنا تھا کہ مکان میں کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے، آپ ہوشیار رہیں، کہیں نہ جائیں اور اپنے باپ کی حفاظت کریں۔''

''احمق کے بچے، تمہیں زیادہ کھل کر بات کرنا چاہیے تھی!'' ایوان فیودرووچ نے دفعتاً غصے سے لال بھبوکا ہو کر کہا۔

''حضور، میں اس وقت زیادہ کھل کر کیسے بات کر سکتا تھا؟ میں نے جو کچھ کہا تھا، محض اس لیے کہا تھا کیونکہ مجھے خوف لاحق ہو رہا تھا۔ ادھر مجھے اندیشہ ہو رہا تھا کہ میری بات سن کر آپ کہیں خفا ہی نہ ہو جائیں۔ مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ دمتری فیودرووچ کوئی نہ کوئی جھگڑا کھڑا کر دے گا یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آئے اور روپیہ اٹھا کر چلتا بنے کیونکہ اس کا بہرحال یہی خیال تھا کہ یہ اس کا جائز حق ہے، لیکن یہ کسے معلوم ہو سکتا تھا کہ اس کا انجام اس قسم کے بھیانک قتل پر ہوگا؟ میں سمجھتا تھا

کہ موقع ملتے ہی وہ چوری چھپے آئے گا، آقا نے اپنے گدے کے نیچے جو تین ہزار کی رقم چھپائی ہوئی ہے، اسے اٹھائے گا اور واپس چلا جائے گا، لیکن حضور، اصلاً کیا ہوا؟ وہ آیا اور انہیں ہلاک کر گیا۔ اور حضور والا، یہ ایک ایسی انہونی تھی کہ کوئی اس کے متعلق قیاس نہیں لگا سکتا تھا۔''

''جب تم خود کہتے ہو کہ کوئی بھی اس غیر متوقع وقوعے کے بارے میں قیاس نہیں لگا سکتا تھا، پھر تم یہ توقع کیوں باندھ رہے ہو کہ مجھے اس کے متعلق قیاس لگا لینا چاہیے تھا۔ تم مسئلے کو الجھانے کی کوشش کیوں کر رہے ہو؟'' ایوان فیودرووچ نے سوچتے ہوئے کہا۔

''حضور، آپ قیاس لگا سکتے تھے کیونکہ میں آپ سے ماسکو کی بجائے چرماشنیا جانے کی التجا کر رہا تھا۔''

''میں اس سے کیسے قیاس لگا سکتا تھا؟''

معلوم ہوتا تھا سمردیاکوف تھک چکا ہے اور وہ ایک بار پھر ایک دو منٹ کے لیے خاموش ہو گیا۔

''حضور، آپ اس سیدھی سادھی حقیقت سے قیاس لگا سکتے تھے کہ میں آپ کو ماسکو نہیں، چرماشنیا بھجوا رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کہیں بہت دور چلے جائیں کیونکہ یہاں سے ماسکو کا فاصلہ بے حد طویل ہے اور اگر دمتری فیودرووچ کو معلوم ہو جاتا کہ آپ کہیں قریب ہی ہیں، تو یہ چیز اس کے عزائم میں رکاوٹ بن جاتی اور وہ یہ حرکت نہ کرتا۔ کیونکہ اگر ضرورت پیش آتی تو آپ، حضور، بہت تیزی سے واپس آ سکتے تھے اور میرا بھی تحفظ کر سکتے تھے کیونکہ دوسری باتوں کے علاوہ میں نے آپ کو اسی لیے گریگوری واسیلی وچ کی بیماری کے متعلق بتایا تھا اور اپنے اس خدشے کا اظہار بھی کیا تھا کہ مجھ پر دورہ پڑ سکتا ہے۔ آقا سے دروازہ کھلوانے کے سلسلے میں جو سگنل مقرر کیا گیا تھا، میں آپ کو اسی کے متعلق ہی نہیں، بلکہ یہ بھی بتا چکا تھا کہ دمتری فیودرووچ مجھ سے یہ راز اگلوا چکا ہے، چنانچہ میں نے سوچا کہ آپ ان تمام باتوں سے یہ قیاس لگا لیں گے کہ وہ کچھ نہ کچھ کر کے ہی رہے گا، اس سے آپ کو یہاں مزید ٹھہرنے کی ترغیب مل جائے گی اور آپ ماسکو تو کیا، چرماشنیا جانے کا ارادہ بھی ترک کر دیں گے۔''

''اگرچہ اس کی باتیں سن کر گھن آنے لگتی ہے،'' ایوان فیودرووچ نے سوچا، ''لیکن ان میں ربط پایا جاتا ہے: پھر ڈاکٹر ہرزن سٹوب نے یہ کیوں کہا تھا کہ اس کے دماغ میں خلل آ گیا ہے؟''

''تم مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہو، ملعون کہیں کے!'' اس نے غصے سے اونچی آواز سے کہا۔

''حضور، مجھے یہ ماننے میں کوئی باک نہیں کہ اس وقت میرا خیال تھا آپ سب کچھ بھانپ

گئے ہیں؟" سمردیاکوف نے بالکل معصوم بنتے ہوئے جوابی وار کیا۔

"اگر میں بھانپ گیا ہوتا تو میں کہیں نہ جاتا، یہیں ٹھہرا رہتا۔" ایوان فیودرووچ نے ایک بار پھر غصے سے لال پیلا ہوتے ہوئے چلا کر کہا۔

"خیر... حضور... اخ... میرا تو یہی خیال تھا کہ آپ بھانپ گئے ہیں اور یہاں سے محض اس لیے جانا چاہتے ہیں کیونکہ آپ اوکھلی میں اپنا سر نہیں دینا چاہتے، یہ کہ آپ خوف زدہ ہو گئے ہیں اور محض اپنی کھال بچانے کے لیے یہاں سے فرار ہو رہے ہیں۔"

"تو تمہارا خیال ہے سب لوگ تمہاری ہی طرح بزدل ہیں، ہونہہ؟"

"حضور، جان کی امان پاؤں تو عرض کروں گا کہ میرا خیال تھا آپ بالکل مجھ جیسے ہیں۔"

"ہاں، تم ٹھیک کہتے ہو مجھے قیافہ لگا لینا چاہیے تھا۔" ایوان نے بے چین ہو کر کہا۔ "درحقیقت میں نے قیافہ لگا بھی لیا تھا کہ تم ضرور کسی شرارت پر تلے ہوئے ہو... کیونکہ تم سے کسی خیر کی توقع کرنا عبث ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ تم جھوٹ بولتے رہے ہو، اور ایک بار پھر جھوٹ بول رہے ہو۔" اس نے اچانک کوئی چیز یاد کرتے ہوئے چلا کر کہا۔ "تمہیں یاد ہے تم کس طرح میرے ڈبے کے قریب آئے تھے اور تم نے مجھ سے کہا تھا: 'کسی ذہین آدمی کے ساتھ بات کرنا ہمیشہ دلچسپ ہوتا ہے'؟ چنانچہ جس انداز سے تم میری تعریف کر رہے تھے، اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ تم مجھ پر بہت خوش تھے اور تمہیں اس بات کی بھی خوشی تھی کہ میں ٹھہر نہیں رہا بلکہ جا رہا تھا۔"

سمردیاکوف نے کئی بار آہ بھری۔ معلوم ہوتا تھا اس کے چہرے کی رنگت قدرے لوٹ آئی ہے۔

"حضور، اگر میں خوش تھا۔" اس نے چھینک مارتے ہوئے کہا، "تو اس کی وجہ محض یہ تھی کہ آپ ماسکو کی بجائے چرماشنیا جانے پر رضامند ہو گئے تھے کیونکہ، آپ جو چاہیں کہیں، یہ کم از کم اتنا دور نہیں (جتنا کہ ماسکو ہے)۔ اور میرے جن الفاظ کا آپ حوالہ دے رہے ہیں، وہ میں نے اس لیے نہیں کہے تھے کیونکہ میں آپ سے خوش تھا، وہ تو میں نے اس لیے کہے تھے کیونکہ میں آپ کو ملامت کرنا چاہتا تھا، مگر آپ صحیح مطلب سمجھ ہی نہ سکے۔"

"ملامت، کیسی ملامت؟"

"کیونکہ، حضور، یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ کے والد صاحب کی زندگی خطرے میں ہے، آپ انہیں بیچ منجدھار چھوڑ کر چلتے بنے۔ حضور، اگر آپ ٹھہر جاتے تو آپ میرا بھی تحفظ کر سکتے تھے کیونکہ اب صورت حال یہ بن گئی ہے کہ پولیس جب چاہے، مجھے اس معاملے میں گھسیٹ سکتی اور مجھ پر ان تین ہزار روبلوں کی چوری کا الزام لگا سکتی ہے۔"

"جہنم میں جاؤ!" ایوان فیودرووچ نے اسے دوبارہ کوستے ہوئے کہا۔ "ایک سیکنڈ، کیا تم نے مجسٹریٹ اور وکیل استغاثہ کو سگنل اور دستکوں کے متعلق بتایا تھا؟"

"میں نے انہیں ہر چیز، جیسی بھی تھی، بتا دی تھی۔"

ایوان ایک بار پھر دل ہی دل میں حیران رہ گیا لیکن اس مرتبہ اس نے اپنی حیرانی کو چہرے پر ظاہر نہ ہونے دیا۔

"اگر اس وقت مجھے کسی چیز کا شبہ ہوا بھی۔" اس نے دوبارہ بات شروع کرتے ہوئے کہا، "تو صرف یہ کہ تم کوئی نہ کوئی چکر چلانے پر تلے ہوئے ہو۔ میں یہ تو مان سکتا تھا کہ ممکن ہے دمتری قتل کا ارتکاب کر بیٹھے، لیکن یہ بات کہ وہ چوری بھی کرے گا — اس وقت میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آئی تھی... مگر جہاں تک تمہارا تعلق ہے، میں یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار تھا کہ تم سے ہر قسم کی کج روی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ تم نے خود مجھے بتایا تھا کہ تم دورے کا ڈھونگ رچا سکتے ہو... تم نے یہ کیوں کہا تھا؟"

"میرا خیال ہے یہ میری حماقت تھی۔ حضور، اپنی پوری زندگی کے دوران میں میں نے جعلی دورے کا کبھی ڈھونگ نہیں رچایا۔ حضور، میں نے آپ کے سامنے یہ بات محض شیخی بگھارنے کے لیے کہی تھی... یہ بڑی بڑی حماقت تھی۔ حضور، اس وقت میں آپ کو واقعی پسند کرنے لگا تھا اور جو کچھ میرے دل میں تھا، اس کا آپ کے سامنے صاف صاف اظہار کر رہا تھا۔"

"میرا بھائی تم پر کھلے بندوں قتل اور چوری کے الزامات لگا رہا ہے۔"

"حضور، وہ بالکل لگائے گا، اس کے پاس اور رہ ہی کیا گیا ہے؟" سمردیاکوف نے تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور اس کے خلاف اتنی شہادتوں کا جو انبار لگ گیا ہے، اس کے بعد اس کی بات مانے گا بھی کون؟ حضور، گریگوری نے دیکھا تھا کہ دروازہ کھلا ہے، اس ثبوت کے بعد وہ اس کی بات کیسے تسلیم کر سکتے ہیں۔ خیر، میری تو بہرحال یہی دعا ہے کہ خداوند اسے معاف کرے! اسے محض اپنی چمڑی بچانے کی فکر ہے..."

وہ چپ ہو گیا اور پھر جیسے اسے اچانک کسی چیز کا احساس ہو گیا ہو، اس نے مزید کہا:

"دیکھیں، حضور، ایک بار پھر یہ وہی پرانا قصہ دہرایا جا رہا ہے: وہ سارا الزام مجھ پر دھرنے کی کوشش کر رہا ہے، وہ کہتا ہے قتل کا ارتکاب میں نے کیا ہے — میں یہ سب کچھ پہلے بھی سن چکا ہوں۔ حضور، اب آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر مرگی کا کوئی دورہ نہیں پڑا تھا، میں نے اس کا محض ڈھونگ رچایا تھا۔ لیکن سوال یہ ہے: اگر میں نے آپ کے والد صاحب کو قتل کرنے کا واقعی کوئی منصوبہ بنایا ہوتا تو کیا میں آپ کو پیشگی بتا سکتا تھا کہ میں دورے کا ڈھونگ رچا سکتا ہوں؟ اگر میں

نے آپ کے والد صاحب کو ٹھکانے لگانے کا واقعی کوئی منصوبہ بنایا ہوتا تو میں نے اتنی بے وقوفی کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا کہ اس قسم کی معلومات پیشگی منکشف کر دیتا اور وہ بھی کسی اور کے نہیں بلکہ اس کے اپنے بیٹے کے سامنے۔ حضور، آپ ہی بتائیں! کیا میں ایسا کر سکتا تھا؟ کیا حضور کو اس کا کوئی احتمال نظر آتا ہے؟" قطعاً نہیں، حضور، اس کے برعکس اس کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب ہمارے مابین جو گفتگو ہو رہی ہے، خداوند کے ماسوا کسی کو اس کی کانوں کان خبر نہیں ہو سکتی؛ چنانچہ اگر آپ اس کی تفصیلات وکیل استغاثہ اور نکولائی پارفینووچ کو بتا دیں تو مجھ پر بڑا احسان فرمائیں گے کیونکہ اس طریقے سے آپ اسے میرے دفاع کے لیے استعمال کریں گے اور کہہ سکیں گے کہ کون سا ایسا مجرم ہو گا جو اتنا احمق ہو گا کہ اس قسم کی معلومات کا پیشگی انکشاف کر دے؟ عقل یہ بات تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو ہی نہیں سکتی۔"

"سنو،" ایوان فیودرووچ نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو چکا اور سمردیاکوف کے آخری استدلال سے بے حد متاثر ہو چکا تھا۔ "سنو، مجھے تم پر مطلق شبہ نہیں اور سچ پوچھو، مجھے تم پر الزام لگانا مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے... اس کے برعکس میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے میرے تمام شکوک رفع کر دیے ہیں۔ اب میں جا رہا ہوں مگر دوبارہ واپس آؤں گا۔ فی الحال خدا حافظ! میری دعا ہے تم جلد از جلد صحت یاب ہو جاؤ۔ تمہیں کچھ چاہیے تو نہیں۔"

"حضور، آپ کی پیشکش کا شکریہ۔ مارفا اگناتیونا مجھے بھولی نہیں۔ وہ حسب معمول مجھ پر بڑی شفقت کرتی رہتی ہے اور میری ہر ضرورت پورا کر دیتی ہے۔ نیک دل لوگ مجھے ہر روز ملنے آتے رہتے ہیں۔"

"خیر، خدا حافظ! چلتے چلتے تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ تم نقلی دورے کا جو ڈھونگ رچا سکتے ہو، میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہوں گا اور تمہیں بھی یہی مشورہ دوں گا کہ اس کا ذکر کسی سے بھی مت کرو۔" اس نے اچانک کہا لیکن کیوں کہا، اس کی وجہ کوئی نہ بتائی۔

"حضور، میں بالکل سمجھتا ہوں۔ اگر آپ انہیں اس کے متعلق کچھ نہیں بتائیں گے، تو میں بھی اس گفتگو کے بارے میں، جو اس وقت ہم دونوں کے مابین صدر دروازے پر ہوئی تھی، اپنا منہ بند رکھوں گا اور کسی سے بھی کچھ نہیں کہوں گا۔"

ایوان فیودرووچ تیزی سے باہر نکل گیا لیکن اس نے غلام گردش میں بمشکل دس قدم ہی اٹھائے ہوں گے کہ اسے احساس ہوا کہ سمردیاکوف کے آخری جملے میں کوئی توہین آمیز پہلو شامل تھا۔ پہلے تو اسے خیال آیا کہ وہ ابھی اور اسی وقت واپس جائے لیکن یہ سوچ صرف ایک لمحہ رہی، اس نے اسے اپنے دل میں یہ کہہ کر جھٹک دیا: "یہ بڑی واہیات حرکت ہو گی!" اور وہ تیز قدموں

چلتا ہسپتال سے باہر نکل گیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسے بڑا اطمینان محسوس ہو رہا تھا حالانکہ ہونا اس کے برعکس چاہیے تھا — اور صحیح تر بات یہ ہے کہ وہ مطمئن محض اس لیے تھا کیونکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ مجرم سمردیاکوف نہیں، بلکہ اس کا اپنا بھائی متیا ہے۔ ایسا کیوں تھا، وہ اس وقت اس کی وجہ دریافت نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اصلاً اسے اس لمحے اپنے جذبات کا تجزیہ کرنے سے گھن محسوس ہو رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ تیزی سے کوئی چیز بھول جانا چاہتا ہے۔

اس کے بعد اگلے چند دنوں کے دوران میں جب متیا کے خلاف مزید شہادتیں اس کے علم میں آئیں، اسے موخر الذکر کے مجرم ہونے کا کامل یقین ہو گیا۔ پرخوتین، شراب خانے کے مالکوں اور گاہکوں، پلاٹینکوفوں کی دکان کے کارندوں اور کرائی کے گواہوں کا تو ذکر ہی کیا، بعض دیگر لوگوں کی بھی — مثلاً فینیا اور اس کی ماں کی — جو اگرچہ فی نفسہ بے حد غیر اہم اور معمولی تھے — گواہی بے حد زوردار تھی... تفصیلات خاص طور پر اسے مجرم ثابت کرتی نظر آ رہی تھیں۔ تفتیشی مجسٹریٹ اور وکیل استغاثہ کو "خفیہ" سگنل کی کہانی اتنی ہی اہم معلوم ہو رہی تھی جتنی کہ دروازے کے کھلے ہونے کے متعلق گریگوری کی گواہی۔ ایوان فیودرووچ کے استفسار کے جواب میں گریگوری کی بیوی مارفا اگناتیونا نے اسے صاف صاف بتا دیا تھا کہ سمردیاکوف ساری رات ان کے کمرے میں پارٹیشن کے پیچھے پڑا رہا تھا۔ "ہمارے اور اس کے بستروں کے مابین تین قدم کا بھی فاصلہ نہیں تھا۔" اور اگرچہ وہ خود تو گھوڑے بیچ کر سوئی رہی تھی، پھر بھی رات کے دوران میں اس کی کئی مرتبہ آنکھ کھلی تھی اور وہ اپنے کانوں سے اسے کراہتے سنتی رہی تھی۔ "وہ ساری رات کراہتا رہا تھا اور اس کا کراہنا کبھی بند نہیں ہوا تھا۔"

ایوان فیودرووچ کی ڈاکٹر ہرزن سٹوب سے بھی گفتگو ہوئی تھی اور اس نے اس کے سامنے اپنے شکوک کا اظہار بھی کیا تھا، یعنی سمردیاکوف حقیقتاً پاگل نہیں تھا، صرف بیمار تھا۔ اس معمر ڈاکٹر کے چہرے پر معمولی سی مسکراہٹ آئی اور اس نے ایوان فیودرووچ سے کہا، "تمہیں معلوم ہے اب وہ کیا کر رہا ہے؟" اور خود ہی اپنے سوال کا جواب دینے لگا، "فرانسیسی الفاظ کا رٹا لگا رہا ہو گا۔ کسی نے فرانسیسی الفاظ روسی رسم الخط میں اس کی نوٹ بک میں لکھ دیے ہیں جو اس کے تکیے کے نیچے دھری رہتی ہے!" اور وہ ہنس پڑا۔

انجام کار ایوان فیودرووچ نے اپنے تمام شکوک طاق نسیان پر رکھ دیے۔ جب بھی اس کا دھیان اپنے بھائی دمتری کی طرف جاتا، اسے گھن سی ہونے لگتی۔ لیکن عجیب بات یہ تھی کہ الیوشا ہٹیلے انداز سے اصرار کیے جا رہا تھا کہ قاتل دمتری نہیں بلکہ "غالب احتمال" یہی ہے کہ سمردیاکوف ہے۔ ایوان فیودرووچ الیوشا کی رائے کی ہمیشہ قدر کرتا رہا تھا، چنانچہ وہ اس کے رویے پر الجھن میں پڑ

گیا۔ ایک اور عجیب بات یہ تھی کہ بظاہر یہی نظر آتا تھا کہ الیوشا اس کے ساتھ متیا کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا اور اس نے اس موضوع کو خود کبھی نہیں چھیڑا تھا، بس ایوان کے سوالوں کے جواب اپنے پر اکتفا کرتا رہا تھا۔ ایوان فیودرووچ نے اس بات کا خاص طور پر مشاہدہ کیا تھا۔

برسبیل تذکرہ، اس وقت ایک بالکل ہی مختلف مگر غیر متعلق معاملے نے اس کی توجہ کو منتشر کر رکھا تھا اور وہ معاملہ یہ تھا: وہ جب سے ماسکو سے واپس آیا تھا، شروع دن ہی سے وہ کاترینا ایوانووونا کا اس قدر دیوانہ ہو چکا تھا کہ اس میں اپنے اس شدید اور غیر عقلی جذبے کی مقاومت کی تاب نہیں رہی تھی۔ ایوان فیودرووچ کے اس نئے جذبے کی، جس نے اس کی باقی ماندہ زندگی پر گہرا اثر ڈالا تھا، تفصیل بیان کرنے کا یہاں کوئی موقع نہیں۔ یہ ایک بالکل ہی مختلف کہانی، ایک نئے ناول کی بنیاد فراہم تو کر سکتا ہے لیکن میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ میں اسے کبھی لکھ سکوں گا۔ پھر بھی میں اب یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب ایوان فیودرووچ نے، جیسا کہ میں تحریر کر چکا ہوں، الیوشا کی معیت میں کاترینا ایوانووونا کے گھر کی جانب جاتے ہوئے کہا تھا، "مجھے کوئی دلچسپی نہیں،" تو وہ اس وقت صریحاً بھیانک جھوٹ بول رہا تھا۔ وہ اس کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو چکا تھا۔ ویسے یہ بات درست ہے کہ بعض اوقات اسے اس سے اتنی نفرت ہو جاتی تھی کہ اس کا جی چاہنے لگتا کہ وہ گلا گھونٹ کر اسے ہلاک کر دے۔ اس کی متعدد وجوہ تھیں: متیا کے ساتھ جو واردات گزری تھی، اس پر کاترینا ایوانووونا کو اتنا زبردست صدمہ پہنچا تھا کہ وہ ایوان فیودرووچ کی واپسی پر لپک کر یوں اس کے بازوؤں میں چلی گئی تھی جیسے وہ واحد شخص ہو جو اس کا نجات دہندہ بن سکتا تھا۔ اس کی توہین ہوئی تھی، اس کے دل کو چوٹ پہنچی تھی اور اس کی تذلیل ہوئی تھی۔ اے لو، ادھر ایک بار پھر وہی آدمی منظر پر نمودار ہو گیا تھا جو کبھی جی جان سے اس سے پیار کرتا تھا — اُف، وہ اس بات سے خوب اچھی طرح آگاہ تھی — اور جس کے قلب و دماغ کی متعدد خوبیوں کی وہ بے حد معترف تھی۔ لیکن چونکہ وہ ایک ایسی خاتون تھی جو اعلیٰ اخلاقی اصولوں پر عمل پیرا رہتی تھی، اور جس نے کسی کے سامنے جھکنا نہیں سیکھا تھا، اس نے اپنے آپ کو اپنے اس چاہنے والے کے کاملاً سپرد کرنے سے گریز کیا حالانکہ ترغیبات بہت تھیں: ایوان کی شخصیت اس کے لیے بہت پُرکشش تھی اور وہ اس سے محبت بھی کرامازوفوں کے مخصوص بے قید اور پُرجوش جذبے سے کرتا تھا۔ اسے تو دراصل یہ پچھتاوا مسلسل ذہنی اذیت دیتا رہتا تھا کہ وہ متیا سے بے وفائی کی مرتکب ہوئی ہے۔ اور جن لمحات کے دوران میں اس کا ایوان سے پُرشور جھگڑا ہوتا تھا (اور یہ جھگڑا اکثر ہوتا رہتا تھا)، وہ اسے یہ سب کچھ صاف صاف بتا دیتی تھی۔ اور الیوشا کے ساتھ گفتگو کے دوران میں ایوان فیودرووچ نے جس "جھوٹ کے پلندے" کی طرف اشارہ کیا تھا، اس کی حقیقت دراصل یہی تھی۔ بہرحال کچھ بھی

ہو، ان کے باہمی تعلقات میں متعدد کذب بیانیاں در آئی تھیں اور کسی بھی دوسری چیز کی نسبت وہ ان پر زیادہ جھنجھلاتا رہتا تھا۔ فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔ باقی باتیں بعد میں بیان ہوں گی۔

وہ اپنی ادھیڑبن میں اس قدر کھو چکا تھا کہ وقتی طور پر وہ بھول ہی گیا کہ سمردیاکوف نام کا کوئی شخص بھی موجود ہے۔ تاہم پہلی ملاقات کے دو ہفتے بعد وہی عجیب و غریب خیالات دوبارہ سر اٹھانے اور اسے پہلے کی طرح پریشانی میں مبتلا کرنے لگے۔ وہ مسلسل اپنے آپ سے سوال کرتا رہتا: "آخر کیا وجہ تھی کہ اپنی روانگی سے ایک رات قبل میں اپنے باپ، فیودر پاولووچ کے گھر میں چوروں کی طرح سیڑھیوں کے پاس بار بار جاتا اور یہ سن گن لینے کی کوشش کرتا رہا کہ نیچے میرا باپ کیا کر رہا ہے؟ پھر بعد ازاں جب میں نے یہ سب کچھ یاد کیا تو مجھے گھن کیوں محسوس ہوئی؟ اگلے روز سڑک پر سفر کے دوران میں مجھے پشیمانی کیوں محسوس ہوئی تھی؟ اور ماسکو پہنچ جانے کے بعد میں نے اپنے آپ سے یہ کیوں کہا تھا، 'میں لفنگا ہوں؟'" اور اب اسے خیال آیا کہ ان اذیت ناک سوچوں اور جس طریقے سے وہ اس کے قلب و دماغ پر حاوی ہو رہی تھیں، اس کے باعث وہ شاید کاترینا ایوانووونا کو بھی بھولتا جا رہا ہے۔ اور عین اسی وقت اس کی گلی میں الیوشا سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے جھٹ اسے روک لیا اور اچانک اس سے پوچھنے لگا:

"تمہیں وہ وقت یاد ہے جب ڈنر کے بعد دمتری اچانک آ دھمکا تھا اور ابا پر حملہ آور ہو گیا تھا اور اس کے بعد میں نے تمہیں صحن میں بتایا تھا کہ 'میرا خواہش کرنے کا حق' محفوظ ہے؟ مجھے بتاؤ: اس وقت میں ابا کی موت کا خواہش مند تھا یا نہیں؟"

"میرا خیال ہے تم تھے:" الیوشا نے نرمی سے جواب دیا۔

"خیر، تم ٹھیک کہہ رہے ہو اور اس قسم کی بات بوجھنے کے لیے آدمی کا نابغۂ روزگار ہونا ضروری نہیں۔ لیکن کیا تمہیں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ میرا اصل مطلب یہ تھا: کتا کتے کا بیری ہوتا ہے، چنانچہ اگر کتا کتے کو کھاتا ہے تو کھا جائے، جان چھوٹے گی یعنی میرا صحیح صحیح مطلب یہ تھا کہ اگر دمتری ابا کو مارنا چاہتا ہے تو بے شک مار دے بلکہ جتنی جلدی مارے گا، اتنا ہی بہتر ہو گا... بلکہ اس کام میں میں خود ہاتھ بٹانے اور مدد دینے کو تیار تھا؟"

الیوشا کی رنگت قدرے پیلی پڑ گئی اور وہ خاموشی سے اپنے بھائی کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

"خدارا مجھے بتاؤ، کچھ تو کہو!" ایوان نے بلند آواز میں کہا۔ "میں جاننا چاہتا ہوں تم اس وقت کیا سوچ رہے تھے۔ مجھے سچائی چاہیے، مجھے سچائی بتاؤ!"

وہ زور زور سے سانس لے رہا اور ہانپ رہا تھا۔ اسے الیوشا کا جواب سن کر تو غصہ آنا ہی تھا مگر الیوشا کو ابھی کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا تھا کہ وہ غصے سے کھولنے لگا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس

غصے کو دبانے کی بھی کوشش کرنے لگا۔

''میں معافی کا خواستگار ہوں لیکن میں نے سوچا یہی تھا،'' الیوشا نے سرگوشی کی لیکن وہ ایک بھی مزید لفظ کہے بغیر خاموش ہو گیا۔ اس نے اتنا بھی نہ کیا کہ اتنا ہی کہہ دیتا کہ حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ اس قسم کی سوچ ذہن میں آ سکتی تھی۔

''شکریہ'' ایوان نے ترت جواب دیا اور الیوشا کو وہیں چھوڑ کر اپنی راہ ہو لیا۔

اس کے بعد الیوشا کے مشاہدے میں آیا کہ اس کے بھائی نے ایکا ایکی اس سے نمایاں انداز سے پہلو بچانا اور کترانا شروع کر دیا ہے بلکہ اسے یہ تک محسوس ہونے لگا کہ وہ اس سے نفرت کرنے لگا ہے اور یوں اس نے خود بھی اس کے ہاں آنا جانا ترک کر دیا۔ لیکن خود ایوان فیودوروچ اس ملاقات کے فوراً بعد گھر جائے بغیر سیدھا سمردیاکوف کے پاس چلا گیا۔

7

سمردیاکوف سے دوسری ملاقات

دریں اثنا سمردیاکوف نے ہسپتال سے فارغ خطی لے لی تھی۔ ایوان فیودوروچ کو اس کے نئے پتے کا علم تھا — وہی شکستہ حال، چھوٹا سا چوبی مکان جو دو کمروں پر مشتمل تھا جن کے درمیان راہداری بنی ہوئی تھی۔ ماریا کوندراتیونا اور اس کی ماں ان میں سے ایک کمرے میں منتقل ہو چکی تھیں؛ دوسرا کمرا اکیلے سمردیاکوف کی تحویل میں تھا۔ خدا جانے اسے کن شرائط کے تحت ان کے ساتھ رہائش اختیار کرنے کی اجازت ملی تھی، وہ انہیں کرایہ ادا کرتا تھا یا مفت رہتا تھا، کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ بعد میں لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ وہ وہاں ماریا کوندراتیونا کے منگیتر کی حیثیت سے منتقل ہوا تھا اور فی الحال کوئی کرایہ ادا نہیں کرتا تھا۔ ماں بیٹی دونوں اس کا بے حد احترام کرتی تھیں اور اسے اپنے سے برتر گردانتی تھیں۔

ایوان فیودوروچ نے دستک دی اور جب دروازہ کھلا، وہ راہداری میں داخل ہو گیا۔ ماریا کوندراتیونا کے اشارے پر وہ بائیں طرف مڑ گیا اور سیدھا ''بہترین'' کمرے میں پہنچ گیا جو سمردیاکوف کے قبضے میں تھا۔ اس کمرے میں ٹائلوں کا سٹوو تھا جس سے خاصی مقدار میں حرارت خارج ہو رہی تھی۔ دیواروں کی تزئین آسمانی رنگ کے کاغذ سے کی گئی تھی، تاہم یہ مانے بغیر چارہ

نہیں کہ سارا کاغذ کٹا پھٹا ہوا تھا اور اکھڑ رہا تھا۔ اس کے نیچے شگافوں میں کل چٹے اتنی کثیر تعداد میں موجود تھے کہ ان کی سرسراہٹ مسلسل سنائی دیتی رہتی تھی۔ فرنیچر نہ ہونے کے برابر تھا اور جو تھا اس سے صرف بنیادی ضروریات پوری ہو سکتی تھیں: دیواروں کے ساتھ دو بنچ اور میز کے پاس دو کرسیاں پڑی تھیں۔ میز اگرچہ سادہ لکڑی کی تھی مگر یہ گلابی، خانے دار میز پوش سے ڈھکی ہوئی تھی۔ دونوں چھوٹی چھوٹی کھڑکیوں کی چوکھٹوں پر ایک ایک گملا رکھا ہوا تھا جس میں جیرینیم کے پودے لگے ہوئے تھے۔ کونے میں الیقونوں کا ڈبا دھرا تھا جس میں الیقونے سجے ہوئے تھے۔ میز پر ایک چھوٹا سا شکستہ حال سماوار کھڑا تھا اور ایک ٹرے پڑی تھی جس پر دو پیالیاں رکھی ہوئی تھیں۔ لیکن سمردیاکوف پہلے ہی کچھ چائے پی چکا تھا اور اس نے سماوار کی آگ بجھ جانے دی تھی... وہ خود میز کے سامنے بنچ پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک کاپی پر پین سے جلدی جلدی کچھ لکھ رہا تھا۔ پاس ہی سیاہی کی دوات اور آہنی شمع دان، جس میں ایک چربی کی موم بتی تھی، دھرے ہوئے تھے۔ سمردیاکوف کے خدوخال دیکھ کر ایوان فیودوروچ نے جھٹ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ اپنی بیماری سے شفایاب ہو چکا ہے۔ اس کا چہرہ بھرا بھرا ہوا تھا اور اس پر تازگی ٹپک رہی تھی۔ اس نے اپنے بال نہایت سلیقے سے کنپٹیوں سے پچھلی جانب سنوارے ہوئے تھے۔ اس نے بھڑکیلا گاؤن، جس میں اون بھری ہوئی تھی، پہن رکھا تھا۔ تاہم یہ اتنا بوسیدہ ہو چکا تھا کہ اس کے دھاگے چھٹنے لگے تھے اور وہ قدرے اُدھڑا اُدھڑا نظر آ رہا تھا۔ اس کی ناک پر چشمہ تھا جو ایوان فیودوروچ نے اسے پہلے کبھی پہنے نہیں دیکھا تھا۔ اس معمولی سی بات نے ایوان کی جھنجھلاہٹ میں مزید اضافہ کر دیا، ''کیا منحوس آدمی ہے، تو اب یہ عینک بھی پہننے لگا ہے!'' سمردیاکوف نے اپنی نگاہیں آہستہ آہستہ اوپر اٹھائیں اور اپنے چشمے میں سے اپنے ملاقاتی کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا، پھر ایک بھی لفظ کہے بغیر اس نے اپنا چشمہ اتارا اور نیم ایستادہ ہو گیا، لیکن کسی احترام کے جذبے کے تحت قطعاً نہیں بلکہ کاہلی سے جیسے وہ احترام کا کم سے کم مظاہرہ کر رہا ہو، تاہم کچھ اس انداز سے کہ کسی کو اس پر یہ اعتراض کرنے کا موقع نہ مل سکے کہ وہ بدتمیزی کر رہا ہے۔ ایوان فیودوروچ یہ سب کچھ پلک جھپکنے میں بھانپ گیا: اس نے سب کچھ دیکھ اور سمجھ لیا تھا — مگر سمردیاکوف نے اسے دیکھا جس انداز سے تھا، اس کا اس نے خاص طور پر مشاہدہ کیا تھا — سمردیاکوف کا یہ انداز فیصلہ کن طور پر مخاصمانہ تھا جیسے اس کی آمد پر اسے کوئی خوشی نہ ہوئی ہو بلکہ اس سے یہ مترشح ہو رہا تھا جیسے اس نے اسے اپنے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت دے کر اس پر بڑی کرم فرمائی کی ہو۔ ''اوہ'' وہ کہتا دکھائی دے رہا تھا، ''تم پھر آ گئے! ہم نے ایک دوسرے سے جو کچھ کہنا تھا، وہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں، تو پھر اب یہاں کیا لینے آ گئے ہو؟'' ایوان فیودوروچ کو اپنے غصے کو قابو میں رکھنے کے لیے بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

"یہاں تو اچھی خاصی گرمی ہے!" اس نے کہا۔ وہ ابھی تک کھڑا تھا اور اس نے اپنے کوٹ کے بٹن بھی نہیں کھولے تھے۔

"حضور، آپ اپنا کوٹ اتار کیوں نہیں دیتے؟" سمردیاکوف نے مشورہ دیا۔

ایوان فیودروورچ نے اپنا کوٹ اتار دیا اور اسے بنچ پر پھینک دیا۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے کرسی پکڑی، اسے تیزی سے گھسیٹ کر میز کے قریب کیا اور بیٹھ گیا۔ سمردیاکوف کسی نہ کسی طور اس سے پہلے ہی بنچ پر بیٹھنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

"پہلی بات تو یہ ہے: کیا ہم یہاں اکیلے ہیں؟" ایوان فیودروورچ نے جھٹ پوچھ لیا۔ اس کا لہجہ خاصا درشت تھا۔ "ہماری باتوں کی آوازیں ان کے کانوں تک تو نہیں پہنچیں گی؟"

"حضور، کوئی کچھ نہیں سنے گا۔ آپ خود دیکھ سکتے ہیں، بیچ میں راہداری ہے۔"

"دوست، ذرا یہ تو بتاؤ جب میں پچھلی مرتبہ ہسپتال سے واپس جا رہا تھا تو تم نے یہ کیا بکواس کی تھی کہ اگر میں نے تمہارے مرگی کے جعلی دورے کے متعلق اپنی زبان بند رکھی تو تم مجسٹریٹ کو اس گفتگو کے سارے نکات نہیں بتاؤ گے جو ہم دونوں کے مابین صدر دروازے کے قریب ہوئی تھی؟ تمہارا اشارہ کس طرف تھا؟ سارے نکات سے تمہارا مطلب کیا تھا؟ تم مجھے دھمکی دے رہے تھے؟ تمہارا خیال ہے میں نے تمہارے ساتھ کوئی ساز باز کی تھی کہ میں تم سے خائف ہو گیا ہوں؟"

ایوان فیودروورچ نے یہ سب کچھ انتہائی غصے کے عالم میں کہا، وہ عمداً یہ عندیہ دے رہا تھا کہ وہ بلا تخیر اصل بات کی طرف آنا چاہتا ہے اور اپنے سارے پتے میز پر رکھ رہا ہے۔ سمردیاکوف کی آنکھیں بغض و خباثت سے چمکنے لگیں اور بائیں تو یوں پھڑک رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو، "تو تم اپنے سارے پتے میز پر رکھنا چاہتے ہو، رکھ دو، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اس نے جواب دینے میں کوئی وقت ضائع نہ کیا، تاہم وہ بول معمول کے مطابق آہستہ آہستہ رہا تھا اور سوچ بچار کرتا نظر آ رہا تھا۔

"حضور، میرا مطلب کیا تھا، میں نے کیا کہا تھا، کیوں کہا تھا، اگر آپ سننا ہی چاہتے ہیں تو سنیں، میں آپ کو جتانا چاہتا تھا کہ آپ جانتے تھے کہ آپ کے باپ کو قتل کر دیا جائے گا اور اپنے اس علم کے باوجود آپ انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر چلتے بنے۔ میں نے آپ سے جو یہ وعدہ کیا تھا کہ میں اس بارے میں حکام کو کچھ نہیں بتاؤں گا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ لوگ ناگزیر طور پر آپ کے جذبات یا کسی بھی دوسری چیز کے متعلق کوئی بری رائے قائم کریں۔"

اگرچہ سمردیاکوف گفتگو غیر عاجلانہ انداز سے کر رہا تھا اور بظاہر اسے اپنے اوپر پورا ضبط حاصل تھا، پھر بھی اس کے لہجے سے کسی درشت اور پُراسرار چیز کی، کسی کینہ ور اور گستاخانہ طور پر اشتعال انگیز چیز کی، غمازی ہو رہی تھی۔ وہ بڑی ڈھٹائی سے ایوان فیودروورچ کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا اور

ایک لمحے کے لیے تو موخرالذکر اپنا ضبط کھو بیٹھا۔

"کیا؟ کیا کہا تم نے؟ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا؟"

"بالکل نہیں، حضور، میرا دماغ بالکل ٹھکانے ہے۔"

"تو کیا تم مجھے یہ سمجھا رہے ہو کہ مجھے قتل کا علم تھا؟" ایوان فیودروورچ نے چیختے ہوئے کہا اور اس نے پوری قوت سے میز پر مکا دے مارا۔ جب تم نے 'کسی بھی دوسری چیز' کا ذکر کیا تھا تو اس سے تمہارا مطلب کیا تھا؟ خنزیر کے تخم، بولو، جواب دو۔"

سمردیاکوف چپ رہا اور گستاخانہ انداز سے ایوان فیودروورچ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔

"بدمعاش، لفنگے، بولو، بتاؤ یہ 'دوسری چیز' کیا ہے؟" موخرالذکر دھاڑا۔

"حضور، یہ جو میں نے ابھی ابھی 'کسی دوسری چیز' کہا ہے، اس سے میرا مطلب یہ تھا کہ اس وقت غالباً آپ کی بھی یہی شدید خواہش تھی کہ آپ کے والد صاحب مر جائیں۔"

ایوان فیودروورچ اپنی نشست سے اچھل پڑا اور اس نے اپنی پوری طاقت سے اس کے کندھے پر مکا دے مارا۔ چنانچہ وہ پچھلی جانب لڑھک گیا اور دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے چہرے پر آنسوؤں کا سیلاب امنڈ آیا اور وہ کہنے لگا: "حضور، آپ کو ایک کمزور آدمی پر ہاتھ اٹھاتے شرم آنا چاہیے!" اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے غلیظ، نیلے خانوں والے سوتی رومال سے اپنا منہ ڈھانپ لیا اور چپکے چپکے سسکیاں بھرنے لگا۔ تقریباً ایک منٹ گزر گیا۔

"اتنا ہی کافی ہے! رونا دھونا بند کرو،" ایوان فیودروورچ نے دوبارہ بیٹھتے ہوئے بڑے بارعب انداز سے کہا "میرا صبر مت آزماؤ۔"

سمردیاکوف نے چیتھڑا منہ سے ہٹا لیا۔ اس کے جھریوں دار چہرے کی ہر لکیر سے اس حملے کی عکاسی ہو رہی تھی جس کا وہ ابھی ابھی نشانہ بنا تھا۔

"چنانچہ، بدبخت، تمہارا خیال تھا دمتری کی طرح میں بھی اپنے باپ کو قتل کرنا چاہتا تھا، ہونہہ؟"

"حضور، تب آپ کیا سوچ رہے تھے مجھے معلوم نہیں تھا،" سمردیاکوف نے بسورتے ہوئے کہا، "اور جب آپ گیٹ میں سے اندر جا رہے تھے، میں نے آپ کو صحیح صحیح محض اس لیے روکا تھا کیونکہ میں اسی نکتے کے بارے میں آپ کی سوچ دریافت کرنا چاہتا تھا۔"

"تم دریافت کرنا چاہتے تھے کہ میں کیا سوچ رہا تھا؟ کس چیز کے بارے میں؟"

"حضور، صحیح صحیح بالکل اسی نکتے کے بارے میں: کیا آپ اپنے باپ کو جلد از جلد اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے تھے یا نہیں؟"

ایوان فیودروروچ کو جس بات پر سب سے زیادہ غصہ آیا وہ ضدی انداز سے سمردیاکوف کا گستاخانہ لہجہ تھا جو وہ ترک کرنے پر تیار نہیں تھا۔

"اسے قتل کسی اور نے نہیں، تم نے کیا تھا!" اس نے اچانک اونچی آواز سے کہا۔

سمردیاکوف پُرحقارت انداز سے مسکرانے لگا۔

"اور کوئی جانے نہ جانے، لیکن حضور، آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قتل میں نے نہیں کیا تھا۔ آپ جیسے ذہین آدمی سے مجھے ہرگز یہ توقع نہیں تھی کہ وہ اشارتاً بھی اس کا ذکر کرے گا۔"

"پھر لعنت ہو تم پر، تمہیں مجھ پر اس قسم کی چیز کا شبہ کیوں ہوا تھا؟"

"جیسا کہ، حضور، آپ کو پہلے ہی معلوم ہے محض خوف کی وجہ سے۔ اس وقت حالات جس نہج پر جا رہے تھے، ان میں میری حالت یہ ہو گئی تھی کہ مجھے ہر ایک پر شبہ ہونے لگا تھا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ مجھے آپ کے خیالات کی بھی ٹوہ لگانا چاہیے کیونکہ اگر آپ بھی تب وہی چاہتے تھے جو آپ کا بھائی چاہتا تھا، پھر میں نے سوچا کہ جب یہ معاملہ اختتام کو پہنچے گا، میرا سر بھی اوکھلی میں آ سکتا ہے۔"

"لیکن تم نے یہ بات دو ہفتے قبل تو نہیں کہی تھی۔"

"حضور، جب میں ہسپتال میں آپ سے گفتگو کر رہا تھا، تو میرا مطلب بالکل یہی تھا، لیکن میں نے کھل کر کچھ اس لیے نہیں کہا تھا کیونکہ میرا خیال تھا آپ چونکہ ذہین آدمی ہیں، خود ہی سمجھ گئے ہوں گے اور نہیں چاہتے ہوں گے کہ میں کھلم کھلا تفصیلات میں وقت ضائع کرتا پھروں۔"

"واقعی؟ بیڑا غرق! لعنت ہو تم پر! پر یہ تو بتاؤ، میں اصرار کرتا ہوں کہ مجھے اس کا جواب دو: میں اس قسم کا گھٹیا خیال تمہارے کمینے دماغ میں کیسے ابھار سکتا تھا اور مجھے اس کی ضرورت کیا تھی؟"

"آپ کی مراد قتل سے ہے؟ خیر، حضور، آپ خود یہ کام کبھی نہیں کر سکتے تھے خواہ صرف اتواروں پر مشتمل پورا مہینہ ہی کیوں نہ گزر جاتا اور آپ چاہتے بھی نہیں تھے لیکن آپ اتنا ضرور چاہتے تھے کہ یہ کام کوئی دوسرا انجام دے دے۔ جی، حضور، آپ بالکل یہی چاہتے تھے۔"

"کیسے سکون اور اطمینان سے کہے جا رہا ہے۔ لعنت ہو اس پر! لیکن مجھے اس کی ضرورت کیا تھی؟ آخر کیا وجہ تھی کہ میں اس کی خواہش کرنے لگا؟"

"کیا مطلب ہے، حضور، آپ کا؟ آخر آپ کو اس کی ضرورت کیوں پیش آ گئی؟ تو پھر، حضور، ترکے میں اپنے حصے کے بارے میں آپ کا خیال ہے؟" سمردیاکوف نے پُرزور، بلکہ قدرے منتقمانہ لہجے سے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "حضور، اتنا تو بہرحال طے ہے کہ اپنے باپ کی موت کی صورت میں آپ تینوں کو چالیس ہزار فی کس بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ کی ملنے کی توقع تھی

لیکن حضور، اگر آپ کا باپ اس عورت، اس اگرافینا الیکساندروونا سے شادی کر لیتا، تو وہ نکاح کے فوراً بعد اس کا سارا سرمایہ اپنے نام منتقل کرا لیتی۔ حضور، وہ بڑی ہوشیار عورت ہے، اس نے کچی گولیاں نہیں کھیلیں اور یوں آپ تینوں کو اپنے باپ کے انتقال پر پھوٹی کوڑی تک نہ ملتی۔ اور شادی کوئی دور نہیں تھی، کیا خیال ہے؟ بس اتنی سی تو دیر تھی: مادام اگر اپنی چھنگلیا بھی اٹھا دیتی، وہ چپ چاپ اس کے پیچھے پیچھے گرجے پہنچ جاتا۔"

ایوان فیودروروچ نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو قابو میں رکھا۔

"بہت اچھا!" اس نے آخرکار کہا، "تم نے خود دیکھ لیا ہے میں غصے سے اچھلا نہیں، میں نے تم پر حملہ نہیں کیا، میں نے تمہاری جان لینے کی کوشش نہیں کی۔ جو کچھ تمہیں کہنا ہے، کہتے رہو۔ تو تمہارے خیال کے مطابق میرا بھائی دمتری میرے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھا، میں اس پر انحصار کر رہا تھا۔"

"حضور، آپ اس پر انحصار کرنے کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے تھے؟ بہرحال آپ جانتے تھے کہ اگر وہ قتل کا مرتکب ہو جاتا ہے، وہ اپنے وراثتی حقوق، عہدے اور املاک سے محروم ہو جائے گا، اسے دیس نکالا مل جائے گا اور اسے کالے پانی یعنی سائبیریا بھیج دیا جائے گا۔ چنانچہ، حضور، اگر آپ کے باپ کا قتل ہوتا ہے، تو اس کا حصہ بھی آپ کے اور آپ کے بھائی الیکسی فیودروروچ میں برابر برابر تقسیم ہو جائے گا، چنانچہ اب آپ دونوں کو چالیس چالیس ہزار نہیں، بلکہ ساٹھ ساٹھ ہزار روبل ملیں گے۔ چنانچہ، حضور، آپ یقیناً دمتری فیودروروچ پر انحصار کر رہے ہوں گے!"

"مجھے تمہارے ہاتھوں کیا کچھ نہیں بھگتنا پڑ رہا! اب میرا صبر و تحمل بالکل جواب دینے لگا ہے! سنو، احمق کی اولاد، اگر میں نے اس وقت کسی پر انحصار کیا ہوتا تو وہ دمتری نہ ہوتا بلکہ تم ہوتے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت مجھے محسوس بھی یہی ہوا تھا... میرا ماتھا ٹھنکنے لگا تھا کہ تم ضرور کوئی گھٹیا حرکت کرو گے... مجھے... مجھے یہ تاثر اچھی طرح یاد ہے!"

"اور اس وقت، حضور، مجھے بھی محسوس ہوا تھا کہ آپ مجھ پر انحصار کر رہے ہیں،" سمردیاکوف نے طنزیہ انداز سے مسکراتے ہوئے کہا، "چنانچہ آپ کے باپ کو میری جانب سے جو خطرہ ہو سکتا تھا، آپ نے اس کے بارے میں اپنی آنکھیں بند کر لیں کیونکہ، حضور، اگر آپ کو میرے متعلق کوئی شبہ تھا اور اس کے باوجود آپ نے یہاں سے چلے جانا مناسب سمجھا تو اس کا صاف صاف مطلب یہی ہے کہ آپ دراصل مجھ سے کہہ رہے تھے، 'تم چاہو تو میرے باپ کو ہلاک کر دو، میں تمہیں روکوں گا نہیں!'"

"حرام زادے، لفنگے! تو تم یہ سوچ رہے تھے!"

"اور، حضور، یہ سب کچھ چرماشنیا کے معاملے کی وجہ سے تھا۔ اُف، خدایا! آپ کے والد

صاحب آپ کی منتیں کرتے رہے کہ آپ چرماشنیا جائیں لیکن آپ نے ان کی ایک نہ مانی اور ماسکو جانے پر تلے رہے۔ اور پھر میرے محض ایک لفظ کہنے پر آپ اچانک وہاں جانے پر رضامند ہو گئے! اور، حضور، آپ کو اس وقت چرماشنیا جانے پر رضامند ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر آپ کے پاس ماسکو کی بجائے چرماشنیا جانے کی کوئی اور وجہ نہیں تھی سوائے اس کے کہ اس کی تجویز میں نے پیش کی تھی، پھر یہ بات عقل کو بھاتی ہے کہ آپ لازماً توقع کر رہے ہوں گے کہ میں کچھ کر گزروں گا۔"

"نہیں، میں قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے اس قسم کی توقع قطعاً نہیں کی تھی،" ایوان دانت پیستے ہوئے چلایا۔

"حضور، آپ اس سے انکار کیسے کر سکتے ہیں؟ اس کے برعکس میں نے جو کچھ کہا تھا، اس کی پاداش میں اپنے باپ کے بیٹے ہونے کے ناتے آپ کو چاہیے تھا کہ آپ مجھے گرفتار کرا دیتے، جی بھر کر میری دھنائی کرتے اور اگر یہ نہیں کرنا چاہتے تھے تو وہیں کھڑے کھڑے کم از کم میرے بوتھے پر تھپڑ ہی مار دیتے یا میرے کان مروڑ دیتے۔ حضور، آپ نے ان میں سے کچھ بھی نہ کیا، آپ کو ذرا سا بھی غصہ نہ آیا اور آپ نے میرے مشورے کو، یہ جیسا کیسا بھی تھا، ضمیر کی ذرا سی بھی خلش محسوس کیے بغیر اپنے پلے باندھ لیا اور جھٹ پٹ چرماشنیا چل پڑے۔ حضور، میں معافی چاہتا ہوں آپ کی یہ حرکت بالکل غلط اور احمقانہ تھی کیونکہ آپ کو یہیں ٹھہرنا اور اپنے باپ کی حفاظت کرنا چاہیے تھا۔ چنانچہ مجھے اپنے نتائج اخذ کرنا پڑے... اس کے علاوہ میں کر بھی کیا سکتا تھا؟"

ایوان فیودوروچ تیوریاں چڑھائے اور گھٹنوں پر دونوں مٹھیاں کس کر بھینچے بیٹھا تھا۔

"ہاں، مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں نے مکا مار کر تمہارے دانت نہیں توڑے،" اس نے تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس وقت تمہیں تھانے لے جانے کا کوئی فائدہ نہ ہوتا، میری بات کا اعتبار کون کرتا اور پھر میں تم پر الزام کس بات کا لگاتا؟... تاہم میں تمہاری ٹھکائی اچھی طرح کر سکتا تھا... کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس وقت میرے ذہن میں اس قسم کا کوئی خیال ہی نہ آیا۔ اگرچہ دوسروں کو مارنا پیٹنا منع ہے، پھر بھی میں تمہارا بھرکس نکال سکتا تھا۔"

سمرویاکوف اسے کچھ اس طور دیکھ رہا تھا جیسے اسے بہت خوشی ہو رہی ہو۔

"عام حالات میں،" اس نے اسی ضرورت سے زیادہ فخریہ اور جارحانہ لہجے سے کہا جو وہ تب اپنایا کرتا تھا جب وہ فیودر پاولووچ کی میز کے نزدیک کھڑے ہو کر گریگوری واسیلی وچ کو اشتعال دلانے اور مذہب کے بارے میں تکرار کرنے کے لیے استعمال کرتا تھا، "عام حالات میں قانون واقعی دوسروں کے دانت توڑنے کی ممانعت کرتا ہے اور اب لوگ اس قسم کی حرکت کرتے بھی نہیں

لیکن، حضور، غیر معمولی حالات میں نہ صرف یہاں بلکہ پوری دنیا میں، اور تو اور جمہوریہ فرانس کے جمہوری ترین اشخاص بھی بالکل اسی طرح ایک دوسرے کی ٹھکائی کرتے رہتے ہیں جس طرح آدم اور حوا کے زمانے سے ہوتا چلا آ رہا ہے اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس کلیے سے صرف آپ ہی مستثنیٰ ہیں کیونکہ آپ نے غیر معمولی حالات میں بھی مجھے ہاتھ تک لگانے کی جرأت نہ کی، حضور!"

"یہ تم نے فرانسیسی گرامر کیوں سیکھنا شروع کر دی ہے؟" ایوان فیودوروچ نے اپنی گردن نوٹ بک کی جانب گھماتے ہوئے کہا جو میز پر پڑی تھی۔

"حضور، کیوں نہ سیکھوں؟ میں اپنی تعلیمی حالت بہتر بنانا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے مجھے کسی روز یورپ کے ان علاقوں میں جانے کا موقع مل جائے جو ہم سے زیادہ خوشحال ہیں۔"

"سنو، عفریت کی اولاد،" ایوان فیودوروچ کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اور وہ سرتاپا کپکپا رہا تھا، "میں تمہاری الزام تراشیوں سے خائف نہیں اور تم جو جی چاہے، انہیں میرے خلاف بتا سکتے ہو۔ میں نے اب تک مار مار کر تمہارا جو کچومر نہیں نکالا تو اس کی واحد وجہ یہ ہے کیونکہ مجھے شبہ ہے کہ قتل کا ارتکاب تم نے کیا تھا اور میں پوری کوشش کروں گا کہ تمہیں عدالت میں گھسیٹ لیا جائے۔ میں تم سے نپٹ لوں گا!"

"حضور، اگر آپ اپنی زبان نہ کھولیں، تو میرے خیال میں یہی آپ کے حق میں بہتر رہے گا۔ کیونکہ جب میں بالکل بے گناہ ہوں، پھر آپ مجھ پر الزام کس چیز کا لگا سکیں گے اور آپ کی بات کا اعتبار کون کرے گا؟ حضور، اگر آپ نے کوئی حرکت کی، تو میں انہیں سب کچھ بتا دوں گا کیونکہ مجھے اپنا دفاع کرنا ہوگا، ٹھیک؟"

"تمہارا خیال ہے میں تم سے خائف ہوں؟"

"حضور، میں نے ابھی ابھی جو کچھ کہا ہے، ممکن ہے عدالت کے حکام اس پر اعتبار نہ کریں، لیکن عام لوگ کر لیں گے اور پھر حضور، آپ کی بَت اُتر جائے گی۔"

"چنانچہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ 'ذہین آدمی سے گفتگو کرنا ہمیشہ دلچسپ ہوتا ہے' کو دوبارہ دہرایا جا رہا ہے۔" ایوان فیودوروچ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"حضور، آپ بالکل ٹھیک سمجھے ہیں۔ چنانچہ بیوقوفی نہ کریں۔"

ایوان فیودوروچ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ غصے سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس نے اپنا کوٹ پہنا اور سمرویاکوف سے مزید کچھ کہے بلکہ اس پر ایک نظر بھی ڈالے بغیر گھر سے باہر نکل گیا۔ شام کی تازہ ہوا نے اس کا دماغ صاف کر دیا۔ چاند پورے جوبن پر تھا اور خوب چمک رہا تھا۔ خیالات اور محسوسات کا بھیانک سلسلہ قطار در قطار اس کے ذہن میں چلا آ رہا تھا اور کسی ڈراؤنے خواب کی طرح اس کی روح

پرآسیب بن کر سوار ہو گیا تھا۔ "کیا اب مجھے جانا اور سمردیاکوف کے خلاف شکایت کرنا چاہیے؟ لیکن میں اس پر الزام کیا لگاؤں گا؟ حقیقتاً وہ بے گناہ ہے۔ اگر میں نے اس پر الزام لگایا، وہ جھٹ جوابی وار کرے گا اور مجھے ملزم ٹھہرا دے گا۔ دراصل میں نے چرماشنیا جانے کا عزم ہی کیوں باندھا تھا؟ کس لیے؟ کس لیے؟" ایوان فیودروو‌ چ نے اپنے آپ سے پوچھا، "ہاں، البتہ یہ درست ہے کہ مجھے کسی چیز کی توقع تھی اور وہ ٹھیک کہتا ہے..." اور اس نے لاتعداد ویں مرتبہ یاد کیا کہ اپنے باپ کے ہاں آخری شب وہ کس طرح سیڑھیوں کے قریب کھڑا کنسوئیاں لینے کی کوشش کرتا رہا تھا لیکن یہ یاد اتنی تکلیف دہ تھی کہ وہ چلتے چلتے یوں رک گیا جیسے کسی نے اس کے دل میں چھرا گھونپ دیا ہو۔ "ہاں، تب میں بالکل یہی توقع کر رہا تھا، یہ سچ ہے! مجھے جس چیز کی آرزو تھی وہ بالکل یہی تھی، میں پورے دل سے چاہتا تھا کہ قتل ہو جائے! میں چاہتا تھا یا نہیں چاہتا تھا؟... مجھے سمردیاکوف کو جان سے مارنا ہوگا! اگر اب مجھ میں سمردیاکوف کو ہلاک کرنے کا حوصلہ پیدا نہ ہوا، پھر زندہ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں!..." اپنے گھر جائے بغیر ایوان فیودروو‌چ نے کاترینا ایوانوونا کی رہائش گاہ کا رُخ کیا جو اس کی آمد پر خوف زدہ ہو گئی؛ وہ بالکل پاگل نظر آ رہا تھا۔ اس نے سمردیاکوف کے ساتھ اپنی ساری گفتگو اس کے سامنے دہرا دی، یہاں تک کہ معمولی سے معمولی تفصیل بھی بیان کر دی۔ وہ اسے شانت کرنے کی پوری کوشش کرتی رہی لیکن اسے اطمینان نہ ہو سکا، وہ کمرے میں آگے پیچھے چکر کاٹتا اور اوٹ پٹانگ بے ربط انداز سے باتیں کرتا رہا۔ آخرکار وہ بیٹھ گیا، اس نے اپنی کہنیاں میز پر اور سر اپنے ہاتھوں پر رکھا اور یہ عجیب و غریب اعلان کرنے لگا:

"اگر قاتل دمتری نہیں بلکہ سمردیاکوف ہے، پھر میں بھی اس جرم میں برابر کا شریک ہوں کیونکہ شہ تو میں نے ہی اسے دی تھی۔ کیا میں نے اسے شہ دی تھی؟ ابھی میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر قاتل دمتری نہیں، بلکہ قتل کا مرتکب وہ ہوا ہے، پھر یقیناً میں بھی قاتل ہوں!"

یہ سن کر کاترینا ایوانوونا بغیر کچھ کہے اٹھ کر کھڑی ہو گئی، اپنی لکھنے کی میز کے قریب گئی، ایک ڈبے کا ڈھکن کھولا جو اس پر رکھا ہوا تھا، ایک کاغذ کا پُرزہ نکالا اور اسے ایوان فیودروو‌چ کے سامنے رکھ دیا۔ یہ کاغذ کا پُرزہ وہی دستاویز تھی جس کے متعلق بعد ازاں ایوان فیودروو‌چ الیوشا سے کہے گا: "یہ دمتری کے جرم کا غیر مبہم ثبوت ہے۔" یہ دراصل وہ خط تھا جو متیا نے نشے کی حالت میں اس شام کاترینا ایوانوونا کے نام لکھا تھا جب اس کی راستے میں الیوشا سے ملاقات ہوئی تھی۔ اور یہ وہی شام تھی جب الیوشا کاترینا ایوانوونا کے ہاں سے تب واپس خانقاہ جا رہا تھا جب گروشینکا کاترینا ایوانوونا کی توہین کر کے اپنے گھر جا چکی تھی۔ الیوشا سے مڈبھیڑ کے بعد متیا سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتا گروشینکا کے ہاں چلا گیا تھا۔ یہ تو معلوم نہیں کہ اس کی گروشینکا سے ملاقات ہو سکی تھی یا نہیں، تاہم وہ اس رات

"ستولیچنی گرات" ضرور گیا تھا اور وہاں اس نے اس قدر شراب پی کہ اسے اپنے گردوپیش کا قطعاً کوئی ہوش نہ رہا۔ جب وہ نشے میں مدہوش تھا، اس نے مے خانے والوں سے کاغذ قلم طلب کیا اور ایک ایسی دستاویز تحریر کر دی جو بعد میں اس کے لیے بے حد اہم نتائج کی حامل ثابت ہوئی۔ یہ جنونی، ژولیدہ، اور بے ربط — قصہ مختصر "خمار آلود" خط تھا۔ اس خط کا نفسِ مضمون اس گفتگو سے مشابہ تھی جو نشے میں دھت وہ شخص کرتا ہے جب وہ گئی رات گھر واپس آتا ہے اور غیر معمولی جوش و جذبے سے اپنی بیوی یا گھر کے کسی دوسرے فرد کو بتاتا ہے کہ اس کی کس طرح توہین ہوئی ہے اور کس لفنگے کے ہاتھوں ہوئی ہے، اس کے برعکس وہ خود کتنا اچھا آدمی ہے اور وہ اس لفنگے کی کس طرح ایسی تیسی کر دے گا — اور اس بے ربط اور پُرجوش انداز سے بکتے جھکتے وہ میز پر زور زور سے مکے مارنے اور اپنے خمار آلود آنسو بہانے لگتا ہے۔

شراب خانے والوں نے اسے جو کاغذ دیا، وہ معمولی، سستا اور میلا کچیلا تھا۔ اس کی پشت پر کسی کا بل تحریر تھا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ متیا کو اپنی مخمور حالت میں کاغذ پر جگہ کافی معلوم نہیں ہوئی تھی اور اس نے اپنی تحریر نہ صرف حاشیوں تک بلکہ کاغذ کی دوسری جانب پہلے سے لکھے گئے الفاظ پر بھی پھیلا دی تھی۔ خط کا مضمون حسب ذیل ہے:

دشمنِ جان کاتیا،

کل مجھے کچھ روپیہ مل جائے گا اور میں تمہیں تمہارے تین ہزار روبل واپس کر دوں گا، اور اے بے حد غصیلی اور تنک مزاج عورت، خدا حافظ، اور ہاں، میری محبت کو بھی خدا حافظ! آؤ، ہم یہ قصہ ختم کر دیں! میں جن لوگوں کو جانتا ہوں، کل میں ان میں سے ایک ایک کے پاس جاؤں گا اور اگر مجھے ان سے کچھ نہ مل سکا تو میں اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں اپنے باپ کے ہاں جاؤں گا، اس کا سر کچل ڈالوں گا اور اس کے تکیے کے نیچے سے روپیہ نکال لوں گا بشرطیکہ ایوان جا چکا ہو۔ میں تمہارے تین ہزار ہر صورت میں تمہیں لوٹا دوں گا خواہ مجھے سائبیریا ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ جہاں تک تمہارا تعلق ہے میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں! میں تمہارے سامنے اپنی ناک رگڑتا ہوں کیونکہ میں تمہارے ساتھ زیادتی کا مرتکب ہوا ہوں۔ مجھے معاف کر دو! نہیں، بہتر یہ ہے تم مجھے معاف نہ کرو۔ نہ کرنے میں ہی تمہاری اور میری بھلائی ہے! تمہاری محبت سے نمک کی کانیں بہتر ہیں کیونکہ میں کسی اور سے محبت کرتا ہوں۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہے اور بہت اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے کہ وہ کس قسم کی عورت ہے، چنانچہ تم مجھے معاف کر بھی کیسے سکتی ہو! جس نے میرا حق مارا ہے، اسے میں زندہ نہیں چھوڑوں گا! میں مشرق کی طرف چلا جاؤں گا اور ہر شخص سے قطع تعلق کر لوں گا۔

اس سے بھی، کیونکہ تم ہی نہیں، وہ بھی مجھے سولی پر لٹکائے رکھتی ہے۔ الوداع، خدا حافظ!

پس تحریر: کینے کو تو میں تمہیں کوسنے دے رہا ہوں اور تم پر پھٹکار بھیج رہا ہوں لیکن حقیقتاً تمہاری پوجا کرتا ہوں۔ مجھے یہ اپنے دل میں سنائی دیتی ہے۔ ایک تار باقی رہ گیا ہے اور وہ مرتعش ہوتا رہتا ہے۔ بہتر تھا یہ دل دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتا۔ میں اپنے آپ کو ہلاک کرلوں گا لیکن پہلے میں کتے کو ٹھکانے لگاؤں گا۔ میں اس سے تمہارے لیے تین ہزار لے کر ہی رہوں گا۔ میں تمہاری نگاہوں میں لفنگا تو بن سکتا ہوں لیکن چور نہیں کہلا سکتا۔ تین ہزار کی توقع رکھو۔ کتے کے گدے کے نیچے گلابی ربن ہے۔ چور میں نہیں۔ چور کو تو میں ماروں گا۔ کاتیا، دمتری کو حقارت کی نظروں سے نہ دیکھو: وہ چور نہیں، قاتل ہے! اس نے اپنے باپ کو قتل کیا ہے اور اسے خود کو بھی لازماً نابود کرنا ہوگا تاکہ اسے تمہاری نفرت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اور تمہارے ساتھ محبت نہ کرنا پڑے۔

پس پس تحریر: میں تمہارے پاؤں کو بوسہ دیتا ہوں۔

پس پس پس تحریر: کاتیا، دعا کرو مجھے کسی اور سے رقم مل جائے۔ پھر میرے ہاتھ اس کے خون سے رنگے نہیں جائیں گے لیکن اگر ان سے نہیں ملتی، میں اس سے حاصل کر کے رہوں گا۔ مجھے موت کے گھاٹ اتار دو۔

تمہارا غلام اور دشمن
د۔ کرامازوف

جب ایوان خط پڑھ چکا، وہ قائل ہو چکا تھا۔ چنانچہ قاتل اس کا اپنا بھائی ہی تھا، سمردیاکوف نہیں تھا۔ اور اگر سمردیاکوف قاتل نہیں تھا، پھر اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ، ایوان، بھی قاتل نہیں تھا۔ اس خط نے اس کی نظروں میں اچانک غیر مبہم مفہوم کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔ اس کے نزدیک اب متیا کی تقصیر میں کوئی مزید شبہ نہیں رہ گیا تھا۔ اس کے ساتھ اسے یہ بھی گمان تک نہیں ہوا تھا کہ متیا نے سمردیاکوف کے ساتھ مل کر اس قتل کا ارتکاب کیا ہوگا؛ یہ مفروضہ حقائق کے ساتھ لگا کھاتا ہی نہیں تھا۔ ایوان کی پوری تسلی ہو چکی تھی۔ اگلے روز جب اسے سمردیاکوف اور اس کے طعنے یاد آئے، اسے محض حقارت محسوس ہوئی۔ چند دنوں کے بعد تو اسے حیرانی بھی ہونے لگی کہ اس نے اس قسم کے شکوک و شبہات سے اپنے آپ کو خواہ مخواہ اذیت میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ متیا تو اس قابل بھی نہیں کہ اس کے خلاف حقارت کا ہی اظہار کیا جائے، چنانچہ اس نے اسے فراموش کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس طرح ایک مہینہ گزر گیا۔ اب وہ کسی سے بھی سمردیاکوف کے بارے میں کچھ نہیں پوچھتا تھا لیکن ایک دو مرتبہ اسے سرراہے معلوم ہوا تھا کہ وہ بہت بیمار ہے اور اس کے

حواس ٹھکانے نہیں۔ ''وہ کسی روز لازماً پاگل ہو جائے گا!'' نوجوان ڈاکٹر وارونسکی نے اس کے متعلق کہا تھا، اور ایوان کو اس کی یہ بات یاد رہی۔

اس مہینے کے آخری ہفتے اسے خود اپنی طبیعت بہت ناساز محسوس ہونے لگی۔ کاترینا ایوانوونا نے جس ڈاکٹر کی خدمات حاصل کی تھیں، اور جو مقدمے کی سماعت شروع ہونے سے پہلے ماسکو سے آ چکا تھا، اس سے وہ پہلے ہی مل چکا تھا۔ عین اسی وقت کاترینا ایوانوونا کے ساتھ اس کے تعلقات میں دراڑیں پڑنا شروع ہو گئی تھیں۔ وہ دو دشمن تھے جو ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ کاترینا ایوانوونا پر بار بار متیا کی پرجوش محبت کے دورے پڑتے رہتے تھے، ان کی میعاد بے شک بہت مختصر ہوتی تھی لیکن ان کی نوعیت بے حد شدید ہوتی تھی۔ اس کا یہ رویہ ایوان کو پاگل بنا دیتا تھا۔ اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر اسے محسوس ہوتا رہتا تھا کہ متیا کے خلاف اس کی نفرت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے، تاہم وہ خوب سمجھتا تھا کہ اس کی اس نفرت کا باعث کاترینا ایوانوونا کے ''دورے'' نہیں، بلکہ سچ پوچھیں تو وہ اس سے محض اس لیے نفرت کرتا تھا کیونکہ (اس کے اپنے خیال کے مطابق) اس نے ان کے باپ کو قتل کیا تھا! وہ خود بھی اس بات سے بخوبی آگاہ تھا۔ تاہم اس نے مقدمے کی سماعت سے دس روز پہلے متیا سے ملاقات کی تھی اور اسے فرار کا منصوبہ سمجھایا تھا۔۔۔ یہ وہ منصوبہ تھا جس پر وہ بظاہر پیشتر ہی کافی غور و فکر کر چکا تھا۔ اس نے یہ قدم کیوں اٹھایا تھا، اس کی بڑی وجہ اپنی جگہ تو تھی ہی، لیکن اس کے علاوہ ایک اور وجہ بھی تھی۔۔۔ سمردیاکوف نے اس پر جو یہ الزام لگایا تھا کہ اگر متیا کا جرم ثابت ہو گیا تو اس سے اس کے یعنی ایوان کے پاؤ بارہ ہو جائیں گے کیونکہ اس صورت میں اسے اور الیوشا کو چالیس چالیس کی بجائے ساٹھ ساٹھ ہزار روبل مل جاتے۔ اس الزام نے اس کے دل پر اتنا گہرا گھاؤ لگایا تھا جس کا مندمل ہونا مشکل نظر آتا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ متیا کے فرار کا اہتمام کرنے کے سلسلے میں اپنے حصے میں سے تیس ہزار روبل کی قربانی دے دے گا۔ اس روز قید خانے سے واپسی پر اس کا دل بے حد ملول و غمگین اور اس کا دماغ ژولیدگی کا شکار ہو چکا تھا۔ اسے اچانک محسوس ہونے لگا کہ وہ متیا کو محض اس لیے فرار نہیں کرانا چاہتا تھا کہ اس سے وہ تیس ہزار روبل کی قربانی دے کر اپنے گھاؤ کا مداوا کر سکے گا بلکہ اس کی ایک اور وجہ بھی تھی۔ ''میں یہ اس لیے تو نہیں کر رہا کیونکہ اصلاً میں بھی اتنا ہی خطاوار ہوں جتنا کہ وہ ہے؟'' وہ سوچتا۔ کوئی چیز جو پوری طرح اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، اندر ہی اندر اس کی روح کو کھائے جا رہی تھی۔ اس سے بھی بدتر بات یہ تھی کہ اس گزشتہ مہینے کے دوران میں اس کے پندار کو زبردست زک پہنچی تھی، تاہم اس کے متعلق مزید باتیں بعد میں بیان کی جائیں گی...

جب وہ الیوشا کے ساتھ اپنی گفتگو کے بعد اپنی رہائش گاہ پر واپس پہنچا، اس نے اپنا ہاتھ

دروازے کی گھنٹی بجانے کے لیے اس پر رکھا ہی تھا کہ اس نے اچانک سردیاکوف کے ہاں جانے اور اس سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے یہ فیصلہ اس لیے کیا کیونکہ اس کے نہاں خانۂ دل میں یکا یک غصے اور نفرت کی آگ بھڑکنے لگی تھی۔ کاترینا ایوانوونا الیوشا کے سامنے جس طرح اس پر چیخی تھی، وہ اسے یک لخت یاد آ گیا تھا۔ "یہ تم تھے، صرف تم، جس نے مجھے قائل کیا تھا کہ قاتل وہ، میتیا، ہے!" جب ایوان کو یہ سب کچھ یاد آیا، وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے کبھی اسے قائل کرنے اور یقین دلانے کی کوشش نہیں کی تھی کہ قاتل میتیا ہے، بلکہ اس کے برعکس جب وہ سردیاکوف سے ملاقات کے بعد واپس آیا تھا، تو وہ کاترینا ایوانوونا کے سامنے اس کی تفصیلات بیان کرتے وقت خود اپنے آپ پر شبہ کا اظہار کرتا رہا تھا۔ واقعہ تو یہ ہے کہ یہ وہ تھی جس نے اسے وہ "دستاویز" پیش کی تھی اور اس کے بھائی کو ملزم ٹھہرایا تھا! اب وہ اچانک اعلان کرنے لگی تھی: "میں خود سردیاکوف سے مل کر آئی ہوں!" وہ وہاں کب گئی تھی، ایوان کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ میتیا کی خطا کے متعلق قائل نہیں ہوئی! اور جب وہ سردیاکوف سے ملی تھی تو سردیاکوف نے اس سے کیا کہا ہوگا؟ اس نے صحیح صحیح اسے کیا بتایا ہوگا؟ اس کے دل میں غصے کا طوفان اٹھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آدھ گھنٹا پہلے وہ اس سے جو کچھ کہہ رہی تھی، وہ اس پر احتجاج کیوں نہ کر سکا۔ اس نے گھنٹی سے ہاتھ اٹھا لیا اور تیزی سے سردیاکوف سے ملنے چل پڑا۔ "اس مرتبہ شاید میں اسے ہلاک کر دوں گا!" اس نے تیز تیز چلتے ہوئے سوچا۔

8

سردیاکوف سے تیسری اور آخری ملاقات

ابھی اس نے نصف راستہ ہی طے کیا ہوگا کہ تند و تیز، خشک ہوا، جو ازیں پیشتر اس صبح چلتی رہی تھی، دوبارہ سر اٹھانے لگی۔ زبردست برف باری کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔ برف باریک اور خشک تھی۔ یہ زمین پر گرتی تو تھی لیکن وہاں ٹھہر نہیں پاتی تھی کیونکہ تند و تیز ہوا اسے جھٹ پٹ اچھال دیتی اور یوں بچ مچ کا برفانی طوفان شروع ہو گیا۔ قصبے کے اس علاقے کی گلیوں میں، جہاں سردیاکوف رہائش پذیر تھا، روشنیوں کے کوئی خاص کھمبے نہیں تھے۔ ایوان فیودوروچ اندھیرے میں چل رہا تھا اور محض جبلت کے سہارے راستہ ڈھونڈتا جا رہا تھا۔ اس کے سر میں درد ہو رہا تھا اور اس

کی کنپٹیاں اذیت ناک انداز سے پھڑک رہی تھیں۔ اسے اپنی کلائیوں میں تشنج محسوس ہوئی۔ جب وہ ماریا کوندراتیونا کے غلیظ اور خستہ حال مکانچے کے قریب پہنچا، اس کی مڈبھیڑ ایک شراب کے نشے میں غرق شخص سے ہو گئی۔ وہ شخص بالکل اکیلا تھا، اس کی قامت کوتاہ تھی، شکل صورت سے کوئی کسان معلوم ہوتا تھا اور اس نے گھر پر بنے ہوئے کپڑے کا کوٹ پہن رکھا تھا جس پر جگہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ وہ لڑکھڑاتا، ڈگمگاتا جا رہا تھا۔ وہ بڑبڑا رہا اور گالیاں بکے جا رہا تھا۔ پھر اس نے اچانک مغلظات کا سلسلہ بند کر دیا اور نشے میں اونچی آواز سے گانے لگا۔

پاٹر[38] چلا گیا وانکا
اس کے واپس آنے کا مجھ سے انتظار نہ ہوگا!

لیکن وہ دوسرے مصرعے پر بار بار رک جاتا، کسی کو دوبارہ بے نقط سنانے لگتا اور ایک بار پھر وہی شعر گنگنانے لگتا۔ ابھی ایوان فیودوروچ کو شعوری طور پر اس کی موجودگی کی آگہی نہیں ہو پائی تھی کہ اس کے دل میں اس کے خلاف نفرت جاگنے لگی جس میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور پھر اسے اچانک اس نفرت کا احساس ہونے لگا۔ اس کے دل میں اس کسان کو گھونسا مارنے اور اسے نیچے گرانے کی زبردست خواہش پیدا ہو گئی۔ عین اسی لمحے وہ ایک دوسرے کے برابر آ چکے تھے اور کسان، جو نشے کے عالم میں ڈگمگا رہا تھا، بڑے زور سے ایوان کے ساتھ ٹکرا گیا۔ موخر الذکر کا پارہ چڑھ گیا اور اس نے آتش غضب سے مغلوب ہو کر اسے دھکا دے دیا۔ کسان پچھلی جانب لڑکھڑایا اور تاش کے پتوں کی طرح کیچڑ میں جا گرا۔ اس کے منہ سے "آہ" نکلی اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔ ایوان لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے قریب گیا، وہ پشت کے بل لیٹا ہوا تھا، اپنے ہوش و حواس کھو چکا تھا اور بالکل بے حس و حرکت پڑا تھا، "اس کی تو قلفی جم جائے گی اور شاید اس کا دم بھی نکل جائے!" ایوان نے سوچا اور سردیاکوف کے گھر کی جانب چل پڑا۔

ماریا کوندراتیونا ہاتھ میں موم بتی پکڑے راہداری میں اس کا استقبال کرنے کے لیے دوڑ پڑی اور اس سے سرگوشیوں میں کہنے لگی، "جناب، پاول فیودوروچ (یعنی سردیاکوف) کی طبیعت سخت خراب ہے، یہ بات نہیں کہ وہ بستر سے لگ گیا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے اس کا دماغ ٹھکانے نہیں رہا۔ جناب، وہ کچھ نہیں پیتا، وہ تو چائے پینے سے بھی انکار کر دیتا ہے۔"

"تشدد پر تو نہیں اُتر آتا؟" ایوان فیودوروچ نے منہ پھٹ انداز سے پوچھا۔

"بالکل نہیں، اس کے برعکس وہ بہت چپ چاپ رہتا ہے۔ صرف اتنا کریں اس سے زیادہ

باتیں نہ کریں...'' ماریا کوندراتیونا نے التجا کی۔

ایوان فیودورووچ نے دروازہ کھولا اور اندر چلا گیا۔ کمرے میں اتنی ہی گرمی تھی جتنی تب تھی جب وہ پہلی مرتبہ یہاں آیا تھا، لیکن اسے کمرے میں متعدد تبدیلیاں نظر آئیں۔ دیوار کے ساتھ جو بنچ پڑے تھے، ان میں سے ایک اٹھا لیا گیا تھا اور اس کی جگہ نقلی مہاگنی کا پرانا دیوان رکھ دیا گیا تھا جس پر چمڑا چڑھا ہوا تھا۔ اس پر بستر بنا دیا گیا تھا جس پر قابل قبول حد تک صاف ستھرے سفید تکیے رکھے ہوئے تھے۔ سمردیاکوف ابھی تک وہی ڈریسنگ گاؤن پہنے دیوان پر بیٹھا ہوا تھا۔ دیوان کے قریب ایک میز پڑی تھی، چنانچہ کمرے میں بہت بھیڑ ہو گئی تھی— میز پر ایک ضخیم کتاب رکھی ہوئی تھی۔ اس کا سرورق زرد رنگ کا تھا۔ سمردیاکوف اسے پڑھ نہیں رہا تھا، معلوم ہوتا تھا کہ وہ بس بیٹھا ہوا ہے اور کچھ نہیں کر رہا۔ اس نے ایوان فیودورووچ کا استقبال یوں کیا کہ خاموشی سے کافی دیر تک اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا؛ بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ اس کی آمد پر اسے کوئی خاص تعجب نہیں ہوا۔ اس میں بہت بڑی تبدیلی آ چکی تھی، وہ کہیں زیادہ لاغر ہو چکا تھا اور پہلے سے بھی زیادہ سانولا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں اور ان کے نیچے نیلے حلقے بنے ہوئے تھے۔

''تو تم واقعی بیمار ہو!'' ایوان فیودورووچ نے رکتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا اور اپنا کوٹ بھی نہیں اتاروں گا۔ یہاں کوئی بیٹھنے کی جگہ ہے؟''

وہ چلتے چلتے میز کی دوسری جانب چلا گیا، ایک کرسی گھسیٹی اور اس پر بیٹھ گیا۔

''تم مجھے یوں کیوں دیکھے جا رہے ہو، کچھ کہو گے نہیں؟ مجھے صرف ایک سوال پوچھنا ہے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک مجھے اس کا جواب نہیں ملتا، میں یہاں سے جاؤں گا نہیں۔ کیا مس کاترینا ایوانوونا یہاں آئی تھیں؟''

سمردیاکوف کافی دیر تک خاموش رہا اور بدستور ٹکٹکی باندھ کر ایوان فیودورووچ کو دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اس نے کچھ اس قسم کا اشارہ کیا جیسے وہ ایوان فیودورووچ سے جان چھڑانا چاہتا ہو اور اس نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

''تمہیں کیا ہوا؟'' ایوان فیودورووچ نے ڈانٹتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔''

'''کچھ نہیں' کا مطلب؟''

''ہونہہ، وہ یہاں تشریف لائی تھیں، لیکن یہ آپ کا معاملہ نہیں۔ حضور، مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔''

''نہیں، میں نہیں جاؤں گا! مجھے بتاؤ وہ یہاں کب آئی تھیں؟''

''حضور، مجھے ان کے بارے میں کچھ بھی یاد نہیں رہا۔'' سمردیاکوف نے پُر حقارت انداز سے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ایوان فیودورووچ کا سامنا کرنے کے لیے اپنا سر گھمایا، اور اس کے بعد اپنے چہرے پر وہی مجنونانہ غیظ و غضب سجاتے ہوئے، جس کے ساتھ اس نے ایک ماہ قبل گزشتہ ملاقات کے دوران میں اسے دیکھا تھا، شعلہ بار نگاہوں سے اسے تکنے لگا۔

''بیمار میں نہیں، آپ نظر آ رہے ہیں، آپ کا چہرہ پچکا ہوا ہے اور آپ کی رنگت پیلی پڑ چکی ہے۔ حضور، آپ پہلے جیسے رہے ہی نہیں۔'' اس نے ایوان سے کہا۔

''میری صحت کی فکر نہ کرو، بس سوال کا جواب دو۔''

''حضور، آپ کی آنکھیں اتنی پیلی کیوں پڑ گئی ہیں، ان کی سفیدی بالکل زرد ہو گئی ہے۔ آپ اپنے آپ کو ذہنی اذیت دیتے رہے ہیں؟ آپ واقعی اپنے آپ کو ذہنی اذیتیں دیتے اور پریشانیوں میں مبتلا کرتے رہے ہیں۔''

وہ تحقیر آمیز انداز سے مسکرایا اور پھر اچانک کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔

''سنو، میں تمہیں بتا چکا ہوں میں جواب لیے بنا نہیں جاؤں گا۔'' ایوان فیودورووچ نے گلا پھاڑ کر کہا۔ وہ غصے سے بالکل باؤلا ہونے لگا تھا۔

''آپ بار بار مجھے کیوں تنگ کرنے آ جاتے ہیں، حضور، میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ آپ مجھے کیوں اذیتیں دیتے چلے جا رہے ہیں؟'' سمردیاکوف نے پُر ملال انداز سے کہا۔

''لعنت ہو تم پر! مجھے تمہاری ذرہ برابر پروا نہیں۔ بس میرے سوال کا جواب دے دو اور میں چلا جاؤں گا۔''

''میرے پاس آپ کے لیے کوئی جواب نہیں۔'' سمردیاکوف نے دوبارہ نظریں جھکا لیں۔

''میں تمہیں یقین دلاتا ہوں میں تم سے جواب اگلوا لوں گا!''

''حضور، آخر آپ اتنا طیش کیوں کھا رہے ہیں؟'' سمردیاکوف نے اچانک اپنی نگاہیں اس پر گاڑ دیں، ان میں اس مرتبہ اتنی حقارت نہیں تھی جتنی کہ ایک طرح کی کراہت تھی۔ ''اس لیے کہ سماعت کل شروع ہو رہی ہے، ٹھیک کیا نا عرض میں نے؟ حضور، ذرا ٹھنڈے ہو جائیں، آپ کا تو کچھ نہیں بگڑے گا! حضور، گھر تشریف لے جائیں، آرام سے بستر پر لیٹ جائیں، جی بھر کر پوری رات سوئیں اور کسی چیز کا خوف نہ کھائیں۔''

''مجھے تمہاری سمجھ نہیں آ رہی... مجھے کل کس چیز کا خوف ہو گا؟'' ایوان فیودورووچ نے کہا۔ وہ ہکا بکا ہو رہا تھا اور پھر اچانک کسی بھیانک خوف نے اسے اپنے آہنی شکنجے میں کس لیا۔ سمردیاکوف اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔

"آپ... مجھ... نہیں... پارے؟" اس نے پُرملامت انداز سے اپنے الفاظ کھینچتے ہوئے کہا۔ "حضور، میں سوچ رہا ہوں ذہین و فطین آدمی کو اس قسم کا مزاحیہ ڈراما رچا کر کیا لطف ملتا ہے؟"

ایوان فیوودروچ اسے چپ چاپ دیکھتا رہا۔ دوسری باتوں کے علاوہ یہ اس کا لہجہ تھا جو معمول سے بالکل ہٹ کر تھا — اور یہ لہجہ غیر متوقع اور ناقابل یقین طور پر اس قدر متکبرانہ اور پُرجسارت تھا کہ اس کے اس سابقہ تجربے نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا ہوگا کہ وہ اس قسم کا انداز گفتگو اپنا سکتا ہے جس سے وہ اب اس سے مخاطب ہو رہا تھا۔ اس نے گزشتہ مرتبہ اس قسم کا لہجہ یقیناً اختیار نہیں کیا تھا۔

"میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ آپ کو کسی چیز کا خوف نہیں ہونا چاہئے، میں آپ کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا۔ آپ کے خلاف قطعاً کوئی ثبوت نہیں۔ آپ کے ہاتھ کیوں کانپ رہے ہیں؟ آپ اپنی انگلیاں کیوں ساکن نہیں رکھ سکتے؟ حضور، گھر تشریف لے جائیں، اسے قتل آپ نے نہیں کیا تھا۔"

ایوان فیوودروچ پر لرزہ طاری ہوگیا۔ اسے الیوشا یاد آ گیا تھا۔

"مجھے معلوم ہے قاتل میں نہیں..." اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"حضور، آپ کو معـ... لوم ہے، ہے؟" سمردیاکوف نے ایک بار پھر اس پر جھپٹتے ہوئے کہا۔

ایوان فیوودروچ اچھل کر کھڑا ہوگیا اور اس نے اسے کندھوں سے پکڑ لیا۔

"خنزیر کی اولاد، مجھے سب کچھ بتاؤ، سب کچھ بتاؤ۔"

سمردیاکوف ذرا بھی مضطرب نہ ہوا۔ وہ اسے محض مجنونانہ نفرت کے ساتھ نگاہیں گاڑ کر دیکھتا رہا۔

"حضور، آپ نے خود ہی بیل کو مارنے کی دعوت دی ہے — آپ جاننا ہی چاہتے ہیں تو سنیں — حضور، جس شخص نے قتل کیا تھا وہ آپ تھے؛" اس نے سفاکانہ انداز سے سرگوشی کی۔

ایوان دھڑام سے کرسی پر گر پڑا جیسے کوئی بات ابھی ابھی اس کی سمجھ میں آئی ہو۔ وہ پُربغض انداز سے مسکرایا۔

"تم ابھی تک وہی پرانا راگ الاپے جا رہے ہو، ہونہہ؟ تم وہی کچھ دہرا رہے ہو جو تم نے پچھلی بار کہا تھا؟"

"ہاں، اور آپ پچھلی مرتبہ بخوبی سمجھ گئے تھے اور حضور، اب بھی سمجھ رہے ہیں۔"

"میں جو کچھ سمجھ پایا ہوں، وہ صرف یہ ہے کہ تم پاگل ہو۔"

"تو آپ ابھی تک اپنی ضد پر قائم ہیں، اسے ترک کرنے کے لیے تیار نہیں، ہونہہ؟ اس وقت

اس چار دیواری کے اندر صرف ہم دونوں ہیں، کوئی تیسرا شخص موجود نہیں، پھر غلط بیانیاں کر کے ایک دوسرے کو دھوکا کیوں دیں اور یہ مزاحیہ ڈراما کیوں رچائیں؟ حضور، یا اب بھی آپ سارا الزام مجھی کو دینا چاہتے ہیں — اور وہ بھی میرے منہ پر؟ حضور، صحیح بات یہ ہے قتل آپ نے اسے کیا تھا، اصل قاتل آپ ہیں، حضور، میں تو آپ کے ہاتھوں میں محض کٹھ پتلی تھا، آپ کا وفادار ملازم لیرز (39) تھا، اور میں نے یہ کام محض آپ کے کہنے پر کیا تھا۔"

"تو یہ حرکت تم نے کی تھی؟ اسے ہلاک کرنے والے تم ہو؟" ایوان فیوودروچ نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا۔

معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز دھماکے سے اس کے دماغ میں پھٹ گئی ہے، وہ کپکپانے لگا اور اس کے جسم پر ٹھنڈے پسینے پھوٹنے لگے۔ اس مرتبہ سمردیاکوف ہکا بکا ہو کر اسے دیکھنے لگا، غالباً اسے آخرکار یقین ہو گیا تھا کہ ایوان فیوودروچ ڈراما نہیں کر رہا، بلکہ صحیح معنوں میں خوف زدہ ہو چکا ہے۔

"حضور، آپ کو واقعی کچھ نہیں معلوم؟" اس نے چہرے پر ٹیڑھی میڑھی مسکراہٹ سجاتے ہوئے کچھ اس انداز سے کہا جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو۔

ایوان فیوودروچ اسے دیکھتا رہا؛ کچھ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نے اس کی زبان کھینچ لی ہو۔

پاٹر چلا گیا وانکا،
اس کے واپس آنے کا مجھ سے انتظار نہ ہوگا—

یہ الفاظ اچانک اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔

"تمہیں کیا معلوم ہے؟ میرا خیال ہے یہ سب کچھ خواب ہے، تم جو میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہو، وہ تم نہیں ہو، کوئی بھوت ہے،" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"حضور، یہاں کوئی بھوت ووت نہیں ہے، صرف ہم دونوں ہیں یا ایک خاص تیسرا شخص۔ اس بات میں قطعاً کوئی شبہ نہیں کہ یہ تیسرا ہم دونوں کے بین بیچ میں موجود ہے۔"

"کون ہے یہ؟ کون ہے یہاں؟ یہ تیسرا کون ہے؟" ایوان فیوودروچ دہشت زدہ ہو چکا تھا۔ اس نے چاروں طرف نظریں گھمائیں اور یہ دیکھنے کے لیے جلدی جلدی ہر کونے کا جائزہ لیا کہ کہیں اور شخص واقعی موجود تو نہیں۔

"حضور، یہ تیسرا خدا ہے، خود پروردگار، رب جلیل، ہمارے پاس، بالکل یہاں۔ اسے تلاش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، وہ آپ کو دکھائی نہیں دے گا۔"

"جب تم کہتے ہو کہ قاتل تم ہو تو تم جھوٹ بول رہے ہوتے ہو۔" ایوان فیودرووچ نے خوف و پریشانی سے چلاتے ہوئے کہا۔ "یا تو تم پاگل ہو گئے ہو یا مجھے ذہنی اذیت پہنچا رہے ہو جیسے تم نے پچھلی مرتبہ کیا تھا!"

پہلے کی طرح سمردیاکوف ذرا بھی مضطرب نہ ہوا بلکہ اسے محض متجسس نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ وہ خائف تو بالکل نہیں تھا، تاہم وہ اپنی بداعتمادی پر قابو نہیں پا رہا تھا؛ اس کا اب بھی یہی خیال تھا کہ ایوان فیودرووچ کو "سب کچھ" معلوم ہے اور وہ محض بہانہ کر رہا ہے کہ اسے کچھ معلوم نہیں تاکہ وہ "سارا الزام مجھ پر دھر سکے اور وہ بھی میرے منہ پر۔"

"ایک منٹ، حضور،" اس نے آخرکار نحیف آواز میں کہا۔ اس نے یک لخت اپنی بائیں ٹانگ میز کے نیچے سے نکالی اور اپنی پتلون اوپر چڑھانے لگا۔ ٹانگ پر لمبی سفید جراب لپٹی ہوئی تھی اور اس نے پاؤں میں سلیپر پہن رکھا تھا۔ سمردیاکوف نے دھیرے دھیرے اپنا گیٹس (Garter) (40) اتارا اور اپنی انگلیاں جراب کے اندر نیچے تک گھسیڑ دیں۔ ایوان فیودرووچ اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا، اچانک اس پر خوف اور لرزہ طاری ہو گیا اور وہ کانپنے لگا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو" اس نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا، وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا، پچھلی جانب لڑکھڑایا اور اس کی پشت اتنے زور سے دیوار سے ٹکرائی کہ یوں نظر آنے لگا جیسے وہ وہاں ساہول کی ڈوری کی طرح لٹک گیا ہو۔ خوف و دہشت نے اس طور سے اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا کہ وہ ایک انچ بھی اپنی جگہ سے ہل نہ سکا اور تحیر سمردیاکوف کو تکنے لگا۔ موخرالذکر نے اس کے خوف و دہشت کو قطعی نظر انداز کر دیا اور اپنی جراب میں کچھ ٹٹولتا رہا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ کسی چیز کو اپنی گرفت میں لینے اور اسے باہر نکالنے کی کوشش کر رہا ہے۔ آخرکار وہ اس کے قابو آ ہی گئی اور وہ اسے باہر کھینچنے لگا۔ ایوان فیودرووچ نے دیکھا کہ یہ چند کاغذات ہیں یا کاغذات کا چھوٹا سا پلندا ہے۔ سمردیاکوف نے اسے باہر کھینچ لیا اور میز پر رکھ دیا۔

"حضور، یہ رہا!" اس نے دھیمی آواز سے کہا۔

"کیا؟" ایوان فیودرووچ نے کپکپاتے ہوئے پوچھا۔

"حضور، مہربانی فرما کر خود ہی دیکھ لیں،" سمردیاکوف نے اسی دھیمی آواز میں کہا۔

ایوان فیودرووچ میز کے قریب گیا، اس نے پلندا اٹھایا اور اسے کھولنے لگا، لیکن اس نے اچانک اپنی انگلیاں پیچھے کھینچ لیں جیسے انہوں نے کسی کراہت انگیز، خوف ناک بچھو کو چھو لیا ہو۔

"حضور، آپ کی انگلیاں تو یوں کانپ رہی ہیں جیسے وہ تشنج کی لپیٹ میں آ گئی ہوں،" سمردیاکوف نے حاشیہ آرائی کی اور آہستہ آہستہ خود پلندا کھولنے لگا۔ بیرونی لپٹے ہوئے کاغذ کے اندر سو سو روبلوں کی تین گڈیاں تھیں۔

"حضور، یہاں پوری رقم ـــــ تین ہزار کی تین ہزار ـــــ موجود ہے۔ آپ کو اسے گننے کی ضرورت نہیں۔ اسے اٹھا لیں،" اس نے انگلی سے رقم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایوان فیودرووچ سے کہا۔

ایون فیودرووچ دھم سے کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"تم نے، تم نے... اپنی جراب سے... مجھے ڈرا ہی دیا تھا،" اس نے عجیب انداز سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ کو واقعی ابھی تک معلوم نہیں تھا؟" سمردیاکوف نے دوبارہ پوچھا۔

"نہیں، مجھے معلوم نہیں تھا۔ اب تک میں یہی سمجھتا رہا کہ یہ دمتری کا فعل ہے۔ بھائی، بھائی، اف!" اس نے اچانک اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں چھپا لیا۔ "سنو، کیا تم نے اکیلے اسے قتل کیا تھا؟ میرے بھائی کے بغیر یا میرے بھائی کے ساتھ مل کر۔"

"صرف آپ کے ساتھ مل کر، حضور! حضور، میں نے اسے آپ کے ساتھ مل کر ہلاک کیا تھا۔ حضور، دمتری فیودرووچ بالکل بے گناہ ہے۔"

"بہت اچھا، بہت اچھا... میرے متعلق ہم بعد میں بات کریں گے۔ میری یہ کپکپی ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی... مجھ سے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا جا رہا۔"

"حضور، آپ تو بہت بہادری دکھایا کرتے تھے، آپ کہا کرتے تھے، 'ہر چیز جائز ہے' اور اب آپ اتنے خوف زدہ نظر آ رہے ہیں،" سمردیاکوف یوں بڑبڑایا جیسے وہ ہکا بکا ہو گیا ہو۔ "حضور، آپ لیمونیڈ پینا پسند کریں گے؟ میں ابھی ابھی کچھ منگوائے لیتا ہوں۔ یہ آدمی کو تازہ دم کر دیتا ہے۔ پہلے ہمیں صرف انہیں چھپانا ہوگا، حضور۔"

اور اس نے ایک بار پھر نوٹوں کی گڈیوں کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ اٹھا، دروازے کی طرف جاتا، ماریا کوندراتیونا کو بلاتا اور اسے کہنا چاہتا تھا کہ وہ کچھ لیمونیڈ لے آئے لیکن پھر وہ کسی ایسی چیز کی تلاش میں نگاہیں ادھر ادھر گھمانے لگا جس سے رقم کو ڈھانپا جا سکتا تاکہ ماریا کوندراتیونا کی نظر اس پر نہ پڑ سکے۔ جب اسے اور کچھ دکھائی نہ دیا، اس نے اپنا رومال اٹھا لیا لیکن جب اسے احساس ہوا کہ یہ بہت میلا ہو چکا ہے، اس نے زرد سرورق والی کتاب اٹھا لی جو میز پر پڑی تھی اور اسے نوٹوں کی گڈیوں کے اوپر رکھ دیا۔ کتاب کا نام "سینٹ آئزک شامی کے مواعظ" (41) تھا۔ ایوان فیودرووچ کی نگاہ اس پر پڑ چکی تھی اور وہ اس کا عنوان پڑھ چکا تھا۔

"مجھے لیمونیڈ وغیرہ نہیں چاہئے،" اس نے کہا، "میرے متعلق ہم بعد میں بات کریں گے۔ بیٹھ جاؤ اور بتاؤ کہ تم نے یہ کیا کیسے؟ مجھے سب کچھ بتاؤ۔"

"آپ کم از کم اپنا کوٹ تو اتار دیں، ورنہ آپ کا پسینہ بہنے لگے گا۔"

اور ایوان فیودروچ نے کچھ اس انداز سے اپنا کوٹ اتارا جیسے اسے ابھی ابھی اس کی موجودگی سے آگہی ہوئی ہو اور اپنی نشست سے اٹھے بغیر اس نے اسے بنچ پر پھینک دیا۔

"مجھے بتاؤ، مہربانی کر کے مجھے بتاؤ!"

وہ بالکل پُرسکون نظر آ رہا تھا۔ اسے واقعی یقین ہو چلا تھا کہ اب سمردیاکوف اسے سب کچھ بتا دے گا۔

"اس بارے میں کہ یہ کیسے کیا گیا، حضور؟" سمردیاکوف نے آہ بھری۔ "یہ انتہائی فطری انداز سے کیا گیا تھا، حضور، بالکل اسی طرح جیسے آپ نے فرمایا تھا..."

"میں نے کیا کہا تھا، اس کے متعلق ہم بعد میں بات کریں گے،" ایوان نے ایک بار پھر اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔ اب کے وہ چلا نہیں رہا تھا لیکن وہ اپنے الفاظ ادا بالکل واضح انداز سے کر رہا تھا اور بظاہر معلوم ہو رہا تھا کہ اس نے دوبارہ اپنے جذبات پر قابو پا لیا ہے۔ "مجھے صحیح صحیح بتاؤ تم نے یہ کیسے کیا۔ بالکل شروع سے بیان کرو۔ کچھ بھی نہ چھوڑو — مجھے تفصیلات بتاؤ۔ یہ اہم بات ہے — تفصیلات۔ میں تم سے التجا کرتا ہوں۔"

"آپ یہاں سے چلے گئے اور میں، حضور، تہ خانے کی سیڑھیوں سے نیچے گر پڑا..."

"تم پر دورہ پڑا رہا تھا یا تم بہانہ کر رہے تھے؟"

"بالکل، حضور، میں نے بہانہ ہی کیا تھا۔ میں سارا وقت بہانہ کرتا رہا۔ حضور، میں بڑی دل جمعی سے سیڑھیوں سے اترا اور بالکل نیچے پہنچ گیا۔ میں بڑے سکون سے لیٹ گیا اور لیٹے لیٹے میں چیخنے چلانے لگا۔ اور جب تک مجھے اٹھا کر باہر نہ لے جایا گیا، میں چیختا چلاتا رہا۔"

"صرف ایک منٹ! اس سارے عرصے کے دوران میں، بلکہ اس کے بعد بھی اور ہسپتال میں بھی، تم محض بہانہ کرتے رہے؟"

"بالکل نہیں، حضور۔ اگلی صبح، جب ابھی مجھے ہسپتال نہیں پہنچایا گیا تھا، مجھ پر واقعی خوفناک دورہ پڑ گیا، سالوں سے مجھ پر جو دورے پڑتے رہے تھے، یہ ان میں سے بدترین تھا۔ میں واقعی بے ہوش ہو رہا تھا۔"

"بہت اچھا، بہت اچھا! آگے چلو۔"

"حضور، مجھے پارٹیشن کے پیچھے بستر پر لٹا دیا گیا بالکل اسی طرح جس طرح کہ میرا خیال تھا کہ مجھے لٹا دیا جائے گا کیونکہ اس سے پہلے جب بھی مجھ پر دورہ پڑتا تھا، مارفا اگناتیونا مجھے اپنے کمرے میں رات کے لیے پارٹیشن کے پیچھے لٹا دیا کرتی تھی۔ میری پیدائش کے دن سے ہی دونوں میاں بیوی مجھ پر بہت مہربان رہے ہیں۔ میں رات بھر کراہتا رہا لیکن بہت دھیمے دھیمے۔ میں ابھی

تک آپ کے بھائی دمتری فیودروچ کی آمد کا منتظر تھا۔"

"کیا مطلب؟ کیا تمہیں توقع تھی کہ وہ تمہارے پاس آئے گا؟"

"میرے پاس کیوں؟ مجھے توقع تھی کہ وہ مکان میں ضرور آئے گا، بلکہ مجھے یقین تھا کہ وہ اسی رات آئے گا۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ جب میں اسے کہیں دکھائی نہیں دوں گا اور مکان کے اندر جو کچھ ہو رہا ہو گا، اس کے پاس اسے جاننے کا اور کوئی ذریعہ نہیں، وہ جب آئے گا لازماً باڑ کو پھلانگ کر ہی آ سکے گا (اور باڑ پر چڑھنے کا ہنر اسے آتا ہی تھا) اور جو کچھ وہ کرنے کا ارادہ لے کر آئے گا، کر گزرے گا۔"

"اگر وہ نہ آتا تو؟"

"پھر، حضور، کچھ بھی نہ ہوتا۔ اس کے بغیر مجھے کچھ کرنے کا حوصلہ ہی نہ ہوتا۔"

"بہت اچھا، بہت اچھا... چبا چبا کر نہ بولو۔ جو کہنا ہے ٹھیک طرح سے کہو۔ اہم بات یہ ہے — کوئی چیز چھوٹنے نہ پائے۔"

"حضور، مجھے توقع تھی وہ فیودر پاولووچ کو ہلاک کر دے گا... مجھے اس کا پورا یقین تھا کیونکہ میں نے یہ خیال اسے سجھا دیا تھا... کئی دن پہلے... خاص طور پر اس لیے کیونکہ اسے سگنل کا علم تھا۔ گزشتہ چند دنوں سے اس کے دماغ میں جو شکوک و شبہات پل رہے تھے، غیظ و غضب کا جو لاوا پک رہا تھا، اس کے پیشِ نظر اس کا مکان کے اندر داخل ہونے کے لیے سگنل کا استعمال کرنا بالکل یقینی تھا، قطعی لازم تھا۔ اور مجھے، حضور، اسی کی توقع تھی۔"

"ایک منٹ،" ایوان نے اسے ٹوکا، "اگر اس نے اسے ہلاک کیا ہوتا، وہ رقم بھی اٹھا کر لے جاتا۔ تم نے لازماً سوچا ہو گا کہ وہ عین مین یہی کرے گا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر تمہارے ہاتھ کیا آتا۔"

"لیکن، حضور، رقم اسے کبھی مل ہی نہیں سکتی تھی۔ یہ تو میں نے اسے بتایا تھا کہ یہ گدّے کے نیچے پڑی ہے مگر یہ بات صحیح نہیں تھی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ پہلے یہ گولک میں پڑی رہتی تھی۔ پھر میں نے فیودر پاولووچ کو سجھایا — کیونکہ پوری دنیا میں میں واحد شخص تھا جس پر اسے اعتبار تھا — کہ جس لفافے میں یہ رقم ہے، اسے کونے میں ایقونوں کے پیچھے چھپا دیا جائے کیونکہ کسی کے مطلق وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکے گا کہ یہ وہاں رکھی ہوئی ہے، خاص طور پر اس صورت میں کہ آنے والا بہت جلدی میں ہو۔ چنانچہ، حضور، لفافہ اس کے کمرے کے کونے میں ایقونوں کے پیچھے چھپا دیا گیا۔ اسے گدّے کے نیچے رکھنا نری پُری حماقت ہوتی، وہ کم سے کم اسے گولک میں رکھتا اور تالا لگا دیتا۔ ویسے اب ساری دنیا کو یقین ہو چکا ہے کہ یہ گدّے ہی کے نیچے تھی۔ حضور، عام لوگوں

کی یہ سوچ بالکل احمقانہ ہے۔ چنانچہ، حضور، اگر دمتری فیودوروچ نے قتل کا ارتکاب کیا ہوتا اور اسے ملتا بھی کچھ نہ، وہ یا تو دم دبا کر بھاگ جاتا، اسے خفیف سے خفیف ترین آواز اور آہٹ سے خوف آنے لگتا جیسا کہ قاتلوں کے ساتھ ہمیشہ ہوتا چلا آ رہا ہے یا پھر وہ گرفتار ہو جاتا۔ یوں میرا کام سہل ہو جاتا، میں اسی رات یا اگلی صبح چپکے سے جاتا، ایقونوں کے عقب سے رقم اٹھاتا اور سارا الزام دمتری فیودوروچ پر دھر دیتا۔ مجھے ہمیشہ امید رہی کہ میں اس میں کامیاب رہوں گا۔"

"لیکن اگر وہ اسے ہلاک نہ کرتا، صرف مار کٹائی پر اکتفا کرتا، پھر؟"

"حضور، اگر وہ اسے ہلاک نہ کرتا، پھر یہ بات طے ہے کہ میں بھی رقم اٹھانے کا حوصلہ نہ کرتا اور یوں بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا۔ لیکن یہ بھی تو ممکن تھا کہ وہ اسے مار مار کر بے ہوش کر دیتا۔ یہ صورت حال بھی میرے حق میں جاتی، مجھے اتنا تو موقع مل ہی جاتا کہ میں کھسک کر اندر چلا جاتا، رقم اٹھا لیتا اور بعد میں فیودر پاولووچ کے کان میں ڈال دیتا کہ رقم اسی شخص نے اڑائی ہو گی جس نے اس پر حملہ کیا تھا۔"

"ٹھہرو.... میرے دماغ میں سب کچھ گڈمڈ ہو رہا ہے۔ تو بات یہ ہوئی کہ قاتل بہرحال دمتری فیودوروچ ہی تھا، اور تم نے صرف رقم اڑائی تھی؟"

"نہیں، حضور، قتل اس نے نہیں کیا تھا۔ ارے ہاں، اگر میں چاہوں تو میں اب بھی یہ کہہ سکتا ہوں کہ قاتل وہی ہے.... لیکن اب میں آپ کے سامنے جھوٹ نہیں بولنا چاہتا کیونکہ.... جیسا کہ بالکل واضح ہے.... اگر آپ واقعی ابھی تک کچھ نہیں سمجھے اور مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش نہیں کر رہے تاکہ معلوم یہی ہو کہ خطاکار میں ہوں.... تاہم جب سب باتوں کو پیش نظر رکھا جائے، خطاکار میں نہیں، حضور، آپ ہی قرار پائیں گے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ (اس رات) قتل کی واردات ہو گی اور آپ نے اس کی ذمے داری مجھے سونپی تھی مگر یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی آپ (موقع سے) چلے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ میں آج شام کسی شک وشبے کی گنجائش کے بغیر آپ پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ اس واردات میں اصل مجرم آپ ہیں، بھلے قتل میں نے کیا تھا لیکن میں محض شریک جرم تھا۔ اور، حضور، قانونی طور پر قاتل آپ ہی ٹھہرتے ہیں!"

"میں؟ میں قاتل کیسے ہوا؟ اُف خدایا!" بے اختیار ایوان کے منہ سے نکلا۔ وہ یہ بھول چکا تھا.... کہ اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ اپنی شمولیت کے بارے میں وہ گفتگو کے صرف آخر میں ہی کوئی بات کرے گا۔ لیکن اب اس کے لیے اپنے آپ کو روکنا دشوار ہو گیا اور وہ بولتا ہی چلا گیا۔ "تم ابھی تک چرماشنیا کی لکیر پیٹے جا رہے ہو؟ ٹھہرو، یہ تو بتاؤ اگر تم نے میرے چرماشنیا جانے کو رضامندی سمجھا تھا، پھر تمہیں میری منظوری کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اب اس کی کیا وضاحت کرو گے؟"

"حضور، مجھے معلوم تھا کہ اگر مجھے آپ کی منظوری حاصل ہو گئی، پھر آپ واپسی پر ان تین ہزار روبلوں کی گمشدگی پر کوئی واویلا نہیں کریں گے خواہ حکام کو کسی وجہ سے شبہ ہی کیوں نہ ہو جائے کہ اصل مجرم دمتری فیودوروچ نہیں، میں ہوں یا کم از کم اس کا شریک جرم ہوں؛ اس کے برعکس آپ مجھے دوسروں سے بچائیں گے.... اور اپنا ترکہ وصول کرنے کے بعد آپ مجھے میری باقی زندگی کے دوران میں کچھ نہ کچھ رقوم ادا کرتے رہیں گے کیونکہ آپ کو جو ترکہ ملنا تھا، وہ آخر میری وجہ ہی سے تو ملنا تھا جب کہ اگر وہ اگرافینا الیکسانڈرووناسے شادی کرنے میں کامیاب ہو جاتا، آپ کے ہاتھ پلے دمڑی بھی نہ آتی۔"

"اخاہ، تو تمہارا خیال تھا کہ اس کے بعد تم ساری زندگی مجھے بلیک میل کر سکو گے!" ایوان فیودوروچ نے غراتے ہوئے کہا۔ "لیکن اگر میں چرماشنیا نہ گیا ہوتا اور میں نے تمہارے خلاف پولیس کو شکایت کر دی ہوتی، پھر؟"

"حضور، آپ میری شکایت کس بات کی کرتے؟ یہی نا کہ میں آپ کو چرماشنیا جانے کے لیے قائل کر رہا تھا؟ حضور، یہ بالکل بے معنی اور لغو بات ہے۔ ویسے بھی ہماری گفتگو کے بعد یہ آپ کی اپنی مرضی پر منحصر تھا کہ آپ جاتے یا نہ جاتے۔ اگر آپ نہ جاتے، بلکہ یہیں ٹھہرے رہتے، پھر کچھ نہ ہوتا۔ مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ نہیں چاہتے کہ کچھ ہو اور یوں میں نے کچھ بھی نہ کیا ہوتا۔ لیکن چونکہ آپ نے چلے جانا ہی مناسب سمجھا تھا، اس کا مطلب یہ بنتا تھا کہ آپ مجھے یقین دلا رہے تھے کہ آپ میرے بارے میں پولیس کو شکایت کرنے کا حوصلہ نہیں کریں گے اور اگر میں نے تین ہزار کی رقم پار کر دی تو آپ کو کوئی ملال نہیں ہو گا۔ بہرحال بعد میں آپ میرے خلاف شکایت کر ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ میں نے انہیں سب کچھ بتا دینا تھا۔ میں انہیں یہ تو نہ بتاتا کہ میں نے رقم چرائی یا اسے ہلاک کیا ہے—— میں انہیں اس قسم کی کوئی بات بالکل نہ بتاتا—— بلکہ ان سے کہتا کہ آپ نے مجھے اسے ہلاک کرنے اور رقم اٹھانے کی ترغیب دی تھی مگر میں نے آپ کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ حضور، یہی وجہ ہے کہ مجھے آپ کی منظوری کی ضرورت پیش آ گئی تھی تاکہ بعد میں آپ مجھ پر انگلی نہ اٹھا سکیں کیونکہ آپ کے پاس کوئی ثبوت ہی نہ ہوتا، جب کہ میں انہیں یہ بتا کر کہ آپ کو اپنے باپ کی موت کی کتنی شدید تمنا تھا، آپ کو سخت مشکل میں پھنسا سکتا تھا—— اور میں آپ سے حلفاً کہتا ہوں کہ میں یہ کام بالکل کر گزرتا—— عام لوگ میرے دعوے کو صحیح مان لیتے اور آپ ساری زندگی ان کی نفرت کا نشانہ بنے رہتے۔"

"چنانچہ میری خواہش یہی تھی، میں چاہتا تھا کہ وہ مر جائے۔ تم مجھ سے یہی منوانا چاہتے ہو؟" ایوان فیودوروچ نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"جی حضور، اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ آپ بالکل یہی چاہتے تھے، اور اپنی ان کہی اور ذہنی بھی رضامندی سے آپ نے اپنی اس خواہش کو مجھے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی اجازت دے دی۔" سمردیاکوف نے غیر مصالحانہ انداز سے ایوان فیودورووچ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ بہت کمزور اور ناتواں ہو چکا تھا، دھیمی آواز میں گفتگو کر رہا تھا اور اس کا لہجہ چغلی کھا رہا تھا کہ وہ تھک چکا ہے لیکن اس کے باطن میں کوئی چیز تھی جو اسے بولنے پر اکسائے جا رہی تھی۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی منصوبے پر عمل کر رہا ہے۔ ایوان فیودورووچ کو اس کا احساس ہو رہا تھا۔

"بولتے جاؤ،" اس نے کہا، "مجھے بتاؤ اس رات کیا ہوا تھا۔"

"اس رات کے متعلق؟ بہت اچھا، حضور! تو لیں، سنیں۔ میں بستر پر لیٹا ہوا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھے آقا کے چیخنے کی آواز سنائی دی ہو۔ گریگوری مجھ سے پہلے ہی اٹھ چکا اور باہر جا چکا تھا۔ اچانک اس نے چیخنا چلانا اور واویلا کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد کامل سکوت طاری ہو گیا اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا دکھائی دینے لگا۔ میں وہاں محض لیٹا ہوا تھا، انتظار کر رہا تھا، میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں بالآخر اٹھ کھڑا ہوا اور حضور، باہر چلا گیا ـــ میں نے دیکھا کہ آقا کے کمرے کی بائیں جانب کی کھڑکی کھلی ہوئی ہے اور میں نے اس طرف چند قدم اٹھائے، حضور، یہ سننے اور دیکھنے کے لیے کہ وہ زندہ سلامت ہے، وہاں بیٹھا ہے یا کیا کر رہا ہے؟ پھر میں نے آقا کو پاؤں گھسیٹ گھسیٹ کر چلتے پھرتے اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے سنا، چنانچہ میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ ابھی زندہ سلامت ہے، 'آہا!' میرے منہ سے نکلا۔ میں کھڑکی کے قریب گیا اور آقا کو آواز دی۔ 'یہ میں ہوں،' میں نے کہا اور اس نے کہا، 'وہ یہاں آیا تھا، بالکل یہاں، وہ بھاگ گیا ہے!' اس سے اس کی مراد دمتری فیودورووچ تھا۔ تو حضور، وہ وہاں گیا تھا۔ 'اس نے گریگوری کو مار ڈالا ہے۔' 'کہاں؟' میں نے سرگوشی کی۔ 'ادھر، وہاں باغیچے کے کونے میں،' آقا نے بھی سرگوشیوں میں بتایا۔ 'ٹھہریں،' میں نے کہا۔ میں جائزہ لینے کے لیے کونے میں چلا گیا اور بے دھیانی میں گریگوری واسیلی وچ سے ٹکرا گیا جو دیوار کے قریب پڑا تھا۔ وہ لہولہان ہو چکا تھا اور ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔ چنانچہ صاف ظاہر تھا کہ دمتری فیودورووچ وہاں گیا تھا اور یہی وہ موقع تھا جب میں نے فیصلہ کر لیا، تہیہ کر لیا کہ میں مزید حیص بیص نہیں کروں گا اور فوراً کر گزروں گا کیونکہ گریگوری واسیلی وچ بھلے ابھی تک زندہ ہو، وہ جب تک وہاں بے ہوش پڑا ہے وہ کچھ نہیں دیکھ سکے گا۔ صرف ایک خطرہ تھا، حضور ـــ مجھے اندیشہ تھا کہیں ماریا اگناتیونا اچانک جاگ نہ جائے۔ میں اس وقت اس چیز سے آگاہ تو تھا لیکن اس وقت میرے ذہن پر بھوت سوار ہو چکا تھا اور میرے لیے اپنے آپ کو روکنا ممکن نہیں تھا۔ میں دوبارہ آقا کی کھڑکی کے قریب گیا اور

اس سے کہا، 'وہ یہاں ہے، وہ یہاں ہے، اگرافینا الیکسانڈروونا آ گئی ہے اور آپ کا پوچھ رہی ہے۔' اور حضور، میری بات سن کر اس کا سارا جسم دودھ پیتے بچے کی طرح کانپنے لگا۔ "یہاں" سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ کہاں؟' وہ بڑبڑا رہا تھا، حقیقتاً اسے ابھی تک یقین نہیں آیا تھا۔ 'وہ وہاں ہے،' میں نے کہا، 'ادھر کھڑی ہے، دروازہ کھولیں!' اس نے کھڑکی میں سے مجھے دیکھا؛ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرا یقین کرے یا نہ کرے، چنانچہ اسے دروازہ کھولنے کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا؛ وہ ڈر رہا تھا ـــ میرا خیال ہے اسے مجھ سے بھی ڈر محسوس ہونے لگا تھا۔ اور یہ بات ہے تو بڑی مضحکہ لیکن اچانک مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اس کی نگاہوں کے عین سامنے کھڑکی پر مقررہ تعداد میں دستک دے کر سگنل دے دوں کہ گروشینکا آ گئی ہے اور چنانچہ میں نے سگنل دے دیا۔

"جب میں نے اسے زبانی اطلاع دی تھی، اسے اعتبار نہیں آیا تھا لیکن جونہی میں نے کھڑکی پر دستک دی وہ جھٹ دروازہ کھولنے کے لیے لپکا۔ اس نے اسے کھول دیا۔ میں نے اندر داخل ہونے کی کوشش کی لیکن وہ وہاں میرا راستہ روکے کھڑا تھا۔ 'وہ کہاں ہے، وہ کہاں ہے؟' وہ مجھے دیکھے اور سرتاپا کانپے جا رہا تھا۔ 'خیر،' میں نے سوچا، 'اگر یہ مجھ سے اتنا ہی خائف ہے، پھر آثار اچھے نہیں؛' یعنی میرے چہرے پر اس خیال سے ہوائیاں اڑنے لگیں کہ شاید وہ مجھے اندر نہ آنے دے یا کسی کو پکارنے لگے یا ماریا اگناتیونا بھاگتی دوڑتی ادھر آ جائے یا کچھ اور وقوع پذیر ہو جائے۔ خیر، مجھے پوری طرح یاد نہیں کہ میں اس وقت کیا سوچ رہا تھا۔ اس کے سامنے کھڑے کھڑے میرے چہرے کا رنگ اڑ چکا ہو گا۔ میں نے اس سے زیر لب کہا، 'وہ ادھر ہے، کھڑکی کے قریب، آپ کو نظر نہیں آ رہی؟' 'جاؤ، اور اسے لے آؤ، جاؤ نا اور اسے لے آؤ،' اس نے جواب دیا۔ 'وہ ڈر رہی ہے،' میں نے کہا، 'آپ کی چیخم چھاڑ سے وہ ڈر گئی ہے اور جھاڑیوں میں چھپ گئی ہے۔ آپ جائیں اور اپنے سٹڈی روم سے اسے خود ہی آواز دیں۔' وہ سٹڈی روم کی طرف بھاگ پڑا اور کھڑکی میں موم بتی رکھ کر چلانے لگا، 'گروشینکا، گروشینکا، تم کہاں ہو؟' وہ چلا تو رہا تھا لیکن کھڑکی میں سے باہر جھانکنے کو تیار نہیں تھا اور نہ خوف کے مارے مجھے چھوڑنے کو کیونکہ وہ مجھ سے بہت زیادہ ڈر گیا تھا اور مجھے چھوڑنے کا حوصلہ نہیں پا رہا تھا۔ 'وہ وہاں ہے،' میں نے کہا (میں کھڑکی کے بالکل قریب چلا گیا اور اس میں سے جھک کر باہر کی طرف جھانکنے لگا)، 'ادھر، ان جھاڑیوں میں، وہ آپ پر ہنس رہی ہے، آپ کو نظر نہیں آئی؟' اچانک اس نے میری بات کا اعتبار کر لیا اور وہ کپکپانے لگا ـــ حضور، وہ اس کے عشق میں بالکل پاگل ہو گیا تھا ـــ اس نے کھڑکی میں سے اپنا سر باہر جھکا دیا۔ میں نے آہنی پیپر ویٹ پر ہاتھ ڈالا جو اس کی میز پر پڑا تھا ـــ آپ نے لازماً دیکھا ہو گا، اس کا وزن کسی صورت بھی تین پاؤنڈ سے کم نہیں ہو گا ـــ میں نے اسے اٹھایا اور عین اس کی چندیا پر

دے مارا۔ اس کے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔ وہ بس فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ میں نے دوسری اور پھر تیسری ضرب لگائی۔ تیسری ضرب پر مجھے محسوس ہوا کہ میں نے اس کی کھوپڑی توڑ دی ہے۔ وہ اچانک پچھلی جانب گر پڑا۔ اس کا چہرہ اوپر کی جانب تھا اور بالکل لہولہان ہو رہا تھا۔ میں نے اپنے سراپے کا جائزہ لیا کہ کہیں خون کا کوئی چھینٹا اڑ کر میرے جسم پر تو نہیں پڑ گیا۔ میں نے پیپرویٹ پونچھا، میز پر رکھا، ایقونوں کے پیچھے گیا، لفافے سے رقم نکالی، لفافہ اور ربن فرش پر پھینکا اور سرتاپا کانپتا باغیچے میں چلا گیا۔ میں سیدھا سیب کے درخت کے پاس پہنچا جس کا تنا کھوکھلا ہے — آپ کو اس کے متعلق معلوم ہے — اسے میں نے مدتوں سے مخصوص کر رکھا تھا۔ اس میں عرصے سے کپڑے کا ٹکڑا اور کاغذ تیار پڑا تھا۔ میں نے ساری رقم پہلے کاغذ میں اور پھر کپڑے میں لپیٹی اور اسے درخت کے شگاف کے اندر دھکیل دیا۔ اور حضور، یہ رقم وہاں دو ہفتوں سے زیادہ مدت تک پڑی رہی؛ میں نے اسے تب نکالا جب میں ہسپتال سے واپس آ چکا تھا۔ خیر، اپنا کام پورا ہو جانے پر میں واپس چلا گیا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ اندر سے میں بے حد خوف زدہ ہو چکا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اگر گریگوری واسیلی وچ واقعی مر گیا، پھر حالات میرے لیے حقیقتاً خراب ہو جائیں گے۔ لیکن اگر وہ بچ گیا اور اس کی صحت بحال ہو گئی پھر معاملہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا کیونکہ وہ گواہی دے گا کہ دمتری یہاں آیا تھا اور یوں یہ اس بات کا واضح اشارہ ہو گا کہ قتل اس نے کیا ہے اور رقم بھی وہی چرا لے گیا ہے۔ پھر میں بے یقینی اور بے قراری کی ملی جلی کیفیت میں کراہنے لگا کہ جس قدر جلد ممکن ہو مارفا اگناتیونا کو جگا دوں۔ آخرکار وہ اٹھ کھڑی ہوئی، پہلے تو وہ بھاگتی بھاگتی میری طرف آئی۔ پھر اسے اچانک احساس ہوا کہ گریگوری واسیلی وچ وہاں موجود نہیں اور وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ پھر مجھے اس کے باغیچے میں چیخنے چلانے کی آوازیں سنائی دیں۔ اور حضور، یوں یہ سلسلہ ساری رات چلتا رہا اور مجھے اطمینان محسوس ہونے لگا۔"

وہ چپ ہو گیا۔ ایوان فیودرووچ بالکل دم سادھے اسے سنتا رہا تھا، وہ نہ تو اپنی جگہ سے ہلا تھا اور نہ اس نے اپنی نظریں سمردیاکوف کے چہرے سے ہٹائی تھیں۔ اس کے برعکس سمردیاکوف اپنی کہانی کے دوران میں صرف کبھی کبھار اپنی نگاہ ایوان فیودرووچ پر ڈال لیتا تھا مگر بیشتر وقت وہ کسی دوسری جانب دیکھتا رہا تھا۔ جب وہ اپنی کہانی ختم کر چکا، صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ خود بھی مضطرب ہے اور وہ زور زور سے ہانپ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے۔ تاہم یہ قیاس آرائی کرنا ناممکن تھا کہ اسے کوئی ندامت تھی یا نہیں۔

"ذرا ٹھہرو،" ایوان فیودرووچ نے سوچتے ہوئے کہا، "اس دروازے کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ اگر اس نے یہ محض تمہارے لیے کھولا تھا، پھر گریگوری اس سے پہلے اسے کھلا ہوا کیسے دیکھ سکتا

تھا؟ کیونکہ بہرحال گریگوری نے اسے تمہارے وہاں جانے سے پہلے دیکھا ہو گا۔"

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ایوان فیودرووچ نے اپنا یہ سوال اتنے پُرسکون اور کچھ اس قسم کے خوش خلق انداز سے پوچھا تھا کہ اگر کسی شخص نے عین اس وقت ان کے کمرے کا دروازہ کھولا ہوتا اور انہیں ایک نظر دیکھا ہوتا، تو وہ یقیناً نتیجہ اخذ کرتا کہ وہ دونوں وہاں بیٹھے کسی معمولی اگرچہ دلچسپ معاملے کے بارے میں پُرامن اور دوستانہ انداز سے گفتگو کر رہے ہیں۔

"حضور، جہاں تک دروازے اور گریگوری واسیلی وچ کے اس دعوے کا تعلق ہے کہ اس نے اسے کھلا دیکھا تھا، تو یہ اس کا محض وہم ہے،" سمردیاکوف نے خشک اور طنزیہ لہجے سے جواب دیا۔ "حضور، میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ وہ آدمی نہیں، ضدی خچر ہے؛ اس نے دیکھا وکھا کچھ نہیں تھا، بس اس کا وہم ہے کہ دروازہ کھلا تھا اور آپ اسے قائل نہیں کر سکتے کہ دوسری صورت بھی ہو سکتی ہے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ یہ بات اس کے ذہن پر مرتسم ہو گئی کیونکہ اس سے یہ امر یقینی ہو گیا ہے کہ انجام کار دمتری فیودرووچ کو مجرم قرار دے دیا جائے گا۔"

"سنو،" ایوان فیودرووچ نے یوں کہا جیسے وہ ایک بار پھر پٹڑی سے اتر گیا ہو اور سمجھنے کی کوشش کرتا رہا ہو۔ "سنو، ابھی میں تم سے باتیں تو بہت سی پوچھنا چاہتا ہوں لیکن مجھے یاد نہیں رہتا کہ مجھے کیا پوچھنا تھا... بس بھولتا رہتا ہوں اور پٹڑی سے اترتا رہتا ہوں... ارے ہاں، مجھے صرف اتنا بتاؤ: تم نے لفافہ کھولا کیوں اور فرش پر پھینکا کیوں تھا؟ تم سب کچھ، لفافہ اور باقی چیزیں، اپنے ساتھ کیوں نہ لے گئے؟... جب تم مجھے ان کے متعلق بتا رہے تھے تو مجھے خیال گزرا کہ تم لفافے کا ذکر یوں کر رہے ہو جیسے اس سے نپٹنے کا یہی صحیح طریقہ تھا؟... لیکن اصل بات کیا تھی، میں سمجھ نہیں پایا..."

"حضور، میں نے جو کچھ کیا، اس کی معقول وجہ تھی۔ اگر وہ شخص مثلاً مجھ جیسا، تمام حالات سے آگاہ ہوتا، اسے اس بارے میں سب کچھ معلوم ہوتا، تو وہ لازماً رقم پہلے ہی دیکھ چکا ہوتا اور غالباً لفافے میں بھی اس نے یہ خود ہی ڈالی ہوتی، پھر اس نے لفافے کو بند ہوتے اور اس پر پتا لکھے جاتے دیکھا ہوتا۔ حضور، پھر اگر اس نے قتل کا ارتکاب کیا ہوتا، اسے ارتکابِ جرم کے بعد لفافہ کھولنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ وہ اتنی جلدی میں تھا اور اسے یقینی طور پر یہ بھی معلوم تھا کہ رقم لفافے میں ہی ہے؟ قطعاً نہیں تھی! فرض کریں کہ قتل میں نے ہی کیا تھا، میں کیا کرتا؟ میں تو یہ سوچتا بھی نہ کہ لفافہ کھولنے کی ضرورت ہے بلکہ میں اسے جھٹ پٹ جیب میں ڈال لیتا اور وہاں سے چمپت ہو جاتا۔ لیکن جہاں تک دمتری فیودرووچ کا تعلق ہے، اس کے لیے صورتِ حال مختلف تھی۔ اسے لفافے کی موجودگی کا علم سنی سنائی باتوں سے ہوا تھا، اس نے اپنی آنکھوں سے اسے کبھی نہیں دیکھا

تھا، چنانچہ اگر اس نے مفروضہ طور پر اسے گدے کے نیچے سے اٹھایا ہوتا، وہ یہ دیکھنے کے لیے کہ اس میں رقم موجود ہے بھی یا نہیں، یقیناً اسے موقع پر ہی کھول لیتا، ٹھیک؟ اور وہ یہ سوچے بغیر کہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسی شہادت چھوڑے جا رہا ہے جو اسے قصوروار ثابت کر سکتی ہے، وہ لفافہ وہیں پھینک کر چلتا بنتا کیونکہ وہ عادی چور نہیں، اس نے زندگی میں کبھی کوئی چیز نہیں چرائی، پیدائش کے اعتبار سے وہ طبقہ اشراف کا فرد ہے اور حضور، اگر اس نے اس مرتبہ چوری کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو حقیقتاً اس کا یہ فعل چوری کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ وہ محض اپنی وراثت پر اپنا حق جتا رہا تھا کیونکہ وہ ہر کہہ ومہ کو بتاتا رہا تھا بلکہ تعلّی بھی بگھارتا رہا تھا کہ جس چیز پر اس کا حق بنتا ہے وہ اسے فیودر پاولووچ سے حاصل کر کے ہی رہے گا۔ جب سرکاری وکیل مجھ پر جرح کر رہا تھا میں نے اس نکتے کو کچھ اس انداز سے منہ سے نکل جانے دیا جیسے مجھے احساس ہی نہ ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ چنانچہ حضور، وہ یہی سمجھے گا کہ یہ اس کی اپنی سوچ کا نتیجہ ہے۔ ویسے ہوا بھی یہی، جو بات میں نے اشاروں کنایوں میں کہی تھی، اس پر اس کی واقعی رال بہنے لگی...''

''کیا تم واقعی یہ جتانا چاہتے ہو کہ تم نے یہ سب کچھ وہاں بیڈروم میں سوچا تھا؟'' ایوان فیودرووچ نے بالکل ہکا بکا ہو کر کہا۔ وہ ایک بار پھر سمردیاکوف کو خوف و دہشت کے عالم میں دیکھ رہا تھا۔

''چھوڑیں حضور، آدمی کو یہ سب کچھ عین موقع پر کیسے سوجھ سکتا ہے؟ ان تمام باتوں پر پیشگی غور و فکر کر لیا گیا تھا۔''

''خوب... بہت خوب، اگر یہ بات ہے پھر لازماً شیطان نے تمہاری مدد کی ہو گی!'' ایوان فیودرووچ نے قدرے اونچی آواز سے کہا۔ ''نہیں، تم احمق بالکل نہیں ہو، تم میرے خیال سے کہیں زیادہ چالاک اور ہوشیار ہو...''

وہ بظاہر اس واضح ارادے کے ساتھ اٹھ کر کھڑا ہو گیا کہ چل پھر کر اپنی ٹانگیں ذرا سیدھی کر سکے۔ اس پر کامل پژمردگی طاری ہو چکی تھی۔ لیکن چونکہ بیچ میں میز پڑی تھی اور اسے میز اور دیوار کے درمیان بے حد تنگ جگہ میں پہنچنے کے لیے میز کے اوپر سے جانے کی ضرورت تھی، وہ جہاں تھا وہیں ایک آدھ بار آگے پیچھے مڑا اور دوبارہ بیٹھ گیا۔ چونکہ وہ اپنی ٹانگوں کی اکڑاہٹ دور نہیں کر سکا تھا، غالباً اسی وجہ سے وہ کچھ چڑچڑا ہو چلا تھا، چنانچہ وہ تقریباً پہلے ہی کی طرح اچانک مجنونانہ انداز سے گلا پھاڑ کر کہنے لگا:

''بدبخت، نامراد، ناشاد، ذلیل، پاجی، سنو! یقیناً اتنا تو تم بھی سمجھ گئے ہو گے کہ اگر میں نے ابھی تک تمہیں جان سے نہیں مارا تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو تاکہ تم نے جو جو کچھ کیا ہے، کل تم اس کی پوری تفصیل عدالت میں بیان کر سکو اور خدا گواہ ہے،'' ایوان

فیودرووچ نے آسمان کی جانب نظریں اٹھاتے ہوئے کہا، ''شاید میں بھی قصوروار تھا، شاید میں مخفی طور پر اپنے باپ... اپنے باپ کی موت کی... واقعی آرزو کر رہا تھا مگر میں تمہارے سامنے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس طرح قصوروار نہیں تھا جس طرح کہ تم سوچ رہے ہو اور غالباً میں نے تمہاری حوصلہ افزائی تو بالکل ہی نہیں کی۔ نہیں، نہیں، میں نے تمہاری کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی! تاہم میں پھر بھی عدالت میں اپنے ہی خلاف گواہی دوں گا، میں نے فیصلہ کر لیا ہے! میں وہاں سب کچھ، سب کچھ بتا دوں گا۔ لیکن کٹہرے میں ہم دونوں — تم اور میں اکٹھے کھڑے ہوں گے! اور تم عدالت میں میرے متعلق جو چاہو، کہو، جو چاہو گواہی دو — میں سب قبول کر لوں گا اور میں تم سے مطلق خوف نہیں کھاؤں گا؛ تم جو کچھ کہو گے میں اس کی تصدیق و تائید کر دوں گا! لیکن تمہیں بھی عدالت کے سامنے اعتراف کرنا ہو گا! تمہیں کرنا چاہیے، لازماً کرنا چاہیے۔ ہم اکٹھے گواہی دیں گے! بالکل یہی ہو گا!''

ایوان فیودرووچ نے یہ سب بڑے گمبھیر اور زوردار انداز سے کہا اور اس کی شعلہ بار نگاہوں سے صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کا واقعی یہی ارادہ ہے۔

''آپ کی طبیعت ناساز ہے، مجھے صاف نظر آ رہا ہے۔ حضور، آپ کی طبیعت واقعی ناساز ہے۔ حضور، آپ کی آنکھیں زرد ہو رہی ہیں،'' سمردیاکوف نے کہا۔ اس کے لہجے میں طنز کا شائبہ تک نہیں تھا بلکہ اس میں ایک قسم کا ترحم جھلک رہا تھا۔

''ہم اکٹھے گواہی دیں گے،'' ایوان فیودرووچ نے اپنی بات دہراتے ہوئے کہا، ''اور اگر تم میرا ساتھ نہیں دو گے، پھر بھی فکر کی کوئی بات نہیں، میں اکیلا ہی حلفی بیان دے دوں گا۔''

سمردیاکوف ایک لحظہ خاموش رہا۔ وہ بظاہر سوچ رہا تھا۔

''حضور، اس قسم کی کوئی بات نہیں ہو گی اور آپ حلفی بیان نہیں دیں گے،'' اس نے کچھ ایسے لہجے سے کہا کہ اس کی تردید کرنا ناممکن معلوم ہونے لگا۔

''تم مجھے سمجھ ہی نہیں پا رہے،'' ایوان فیودرووچ نے آواز بلند کرتے ہوئے پُرملامت انداز سے کہا۔

''اگر آپ نے سب کچھ کا اعتراف کر لیا تو آپ کو کچھ زیادہ ہی شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔ اور مزید برآں، اس کا حاصل کچھ نہیں ہو گا، بالکل کچھ نہیں ہو گا کیونکہ، حضور، میں بلاتاخیر صاف انکار کر دوں گا کہ میں نے آپ سے اس قسم کی کوئی بات کہی تھی اور بتاؤں گا کہ یا تو آپ کسی عارضے میں مبتلا ہیں (اور حقیقتاً معلوم بھی کچھ یہی ہوتا ہے) یا یہ کہ آپ کو اپنے بھائی پر ترس آ رہا ہے اور اس کی خاطر آپ اپنی قربانی دے رہے ہیں اور میرے خلاف آپ نے جو باتیں کہی ہیں وہ محض آپ کے ذہن کی اختراع ہیں کیونکہ آپ نے مجھے کبھی انسان سمجھا ہی نہیں، مجھے تو آپ پرکاہ سے بھی کم اہمیت دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ کی بات کا یقین کون کرے گا اور آپ کے پاس ثبوت کیا ہے،

ذرا سا بھی ثبوت؟"

"سنو، تم نے محض مجھے قائل کرنے کے لیے یہ رقم اٹھائی تھی؟"

سمردیاکوف نے کتاب بعنوان "آئزک شامی" اٹھالی جو نوٹوں کی گڈیوں کے اوپر پڑی تھی اور اسے ایک طرف رکھ دیا۔

"آپ یہ رقم لے جائیں،" اس نے آہ بھری۔

"میں اسے بالکل لے جاؤں گا! لیکن تم یہ مجھے کیوں دے رہے ہو جب کہ تم نے اسے حاصل کرنے کے لیے اُسے قتل کیا تھا؟" ایوان فیودرووچ نے ہکا بکا ہو کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"حضور، مجھے اس کی بالکل ضرورت نہیں،" سمردیاکوف نے ہکلاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اپنا ہاتھ حتمی انداز سے ہلا دیا، "پہلے میرا خیال تھا کہ اگر میرے پاس رقم ہو تو میں ماسکو میں یا اس سے بھی بہتر کسی غیر ملک میں نئے سرے سے زندگی کا آغاز کر سکوں گا۔ میں نے یہ خیال آپ ہی سے لیا تھا کیونکہ آپ ہی نے مجھے سکھایا تھا کہ 'ہر چیز جائز ہوتی ہے' — کیونکہ، حضور، آپ اس قسم کی باتیں بہت کیا کرتے تھے — کیونکہ اگر الحی والقیوم خدا نہیں، پھر نیکی نام کی کوئی چیز نہیں اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ اس کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ آپ کا مطلب واقعی یہی ہوتا تھا۔ بہرحال میں یہی سمجھتا تھا۔"

"تو تم نے یہ نتیجہ خود اخذ کیا تھا؟" ایوان نے خشک اور طنزیہ لہجے سے پوچھا۔

"حضور، آپ کی رہنمائی میں۔"

"اب جب کہ تم یہ رقم واپس کر رہے ہو، میرا خیال ہے تم نے خدا پر یقین کرنا شروع کر دیا ہو گا؟"

"نہیں، حضور، میں یقین نہیں کرتا،" سمردیاکوف نے سرگوشی کی۔

"پھر اسے اپنے پاس کیوں نہیں رکھ لیتے؟ واپس کیوں کر رہے ہو؟"

"میں کافی کچھ بھگت چکا ہوں... حضور، یہ کسی کام کی نہیں!" سمردیاکوف نے اپنا ہاتھ یوں ہلایا جیسے وہ اپنی قسمت پر قانع ہو چکا ہو۔ "آپ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ ہر چیز جائز ہے، پھر حضور، اب آپ کیوں پریشان ہیں؟ آپ تو عدالت میں جانے اور خود اپنے خلاف حلفی بیان دینے پر آمادہ ہو گئے تھے... بات صرف اتنی ہے کہ حقیقتاً ایسا ہو گا نہیں! آپ حلفی بیان دیں گے نہیں!" سمردیاکوف نے بڑے محکم لہجے اور اعتماد سے اپنی بات دہرائی۔

"تم دیکھ لو گے،" ایوان فیودرووچ نے کہا۔

"یہ ناممکن ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ حضور، آپ حد سے زیادہ ذہین و فطین ہیں۔ آپ کو

روپیہ بہت پیارا ہے، میں جانتا ہوں اور حضور، آپ کو عزت بھی بہت پیاری ہے کیونکہ آپ بہت خود پسند ہیں اور آپ کو اپنے اوپر بہت ناز ہے، آپ کو عورتیں، خوبصورت عورتیں، بہت بھاتی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ کو پُرسکون اور آرام دہ زندگی بہت پسند ہے، آپ کو دوسروں کی اردل میں رہنا، ان کی چاکری اور خوشامد کرنا قطعاً پسند نہیں — اور یہ آپ کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ آپ اس طرح عدالت میں اپنی تذلیل کرا کر اپنی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تباہ نہیں کرنا چاہیں گے۔ حضور، فیودر پاولووچ کے تمام بیٹوں میں سے آپ سب سے زیادہ اس سے مشابہ ہیں، آپ بھی اسی روح کے مالک ہیں جیسی اس کی تھی، بالکل ہیں۔"

"تم احمق نہیں ہو،" ایوان فیودرووچ نے یوں کہا جیسے یہ بات اسے ابھی ابھی سوجھی ہو۔ اس کا چہرہ لالوں لال ہو گیا۔ "میں سوچا کرتا تھا کہ تم احمق ہو، نہیں، تم احمق نہیں ہو۔ اب تم نے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ لیا ہے،" ایوان فیودرووچ نے سمردیاکوف کو مختلف انداز سے دیکھتے ہوئے حاشیہ آرائی کی۔

"حضور، یہ محض آپ کا تکبر تھا جس نے آپ کو یہ سوچنے پر اکسایا کہ میں احمق ہوں۔ حضور، یہ رقم لے لیں۔"

ایوان فیودرووچ نے نوٹوں کی تینوں گڈیاں اٹھائیں اور کاغذ وغیرہ اتارے بغیر انہیں اسی طرح جیب میں اڑس لیا۔

"میں انہیں کل عدالت میں دکھاؤں گا،" اس نے کہا۔

دکھائیں، ضرور دکھائیں، لیکن کسی کو بھی آپ کی بات پر اعتبار نہیں آئے گا۔ حضور، سب جانتے ہیں اب آپ کے پاس کافی روپیہ ہے — چنانچہ سب یہی سمجھیں گے کہ آپ نے اسے اپنے گلّے سے نکالا ہو گا اور اسے عدالت میں لے آئے ہوں گے۔"

ایوان فیودرووچ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"میں پھر کہتا ہوں کہ میں نے تمہیں جو جان سے نہیں مارا، محض اس لیے نہیں مارا ہے کیونکہ کل مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ اس بات کو پلّے باندھ لو اور کسی صورت میں بھی نہ بھولو۔"

"حضور، پھر آگے آئیں اور میرا گلا گھونٹ دیں۔ میں برا نہیں مانتا، مجھے ابھی مار ڈالیں،" سمردیاکوف نے اچانک عجیب و غریب لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ پھر وہ اسے اس طرح دیکھنے لگا جو بہت نرالا معلوم ہوتا تھا۔ "حضور، آپ میں تو اس کی بھی ہمت نہیں!" اس نے تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ میں کچھ بھی کرنے کا حوصلہ نہیں، حالانکہ حضور، آپ پہلے بہت بہادر بنا کرتے تھے!"

"کل تک انتظار کرو!" ایوان فیودرووچ نے چلّاتے ہوئے کہا اور واپس جانے کے لیے اپنی جگہ سے چل پڑا۔

"ٹھہریں... مجھے یہ ایک بار پھر دکھا دیں۔"

ایوان فیودوروچ نے جیب سے کاغذی نوٹ نکالے اور اس کے سامنے کر دیے۔ سمردیاکوف تقریباً دس سیکنڈ انہیں دیکھتا رہا۔

"خیر، اب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔" اس نے اسے الوداعی اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ایوان فیودوروچ!" اس نے اچانک پیچھے سے چلا کر آواز دی۔

"کیا چاہتے ہو؟" ایوان فیودوروچ نے، جو پہلے ہی باہر جا چکا تھا، دوبارہ واپس آتے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ، حضور!"

"کل ملاقات ہوگی!" ایوان فیودوروچ نے دوبارہ چلا کر کہا اور گھر سے باہر نکل گیا۔

برفانی طوفان ابھی تک جاری تھا۔ وہ پہلے چند قدم خاصی تیز رفتاری سے چلتا رہا اور پھر اچانک ڈگمگانے لگا۔ "یہ کوئی جسمانی چیز ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے سوچا۔ کچھ یوں تھا جیسے ایک نوع کی مسرت اس کی روح میں داخل ہو گئی ہو۔ اسے اپنے اندر ایک قسم کے لامتناہی عزم صمیم کا احساس ہوا! یہ عدم فیصلے کا اختتام تھا جو بالکل حالیہ دنوں میں ان کی جان مسلسل ضیق میں ڈالے ہوا تھا۔ فیصلہ ہو چکا تھا! "اور اب کوئی چیز اسے تبدیل نہیں کر سکتی۔" اس نے وفور مسرت سے سوچا۔ عین اسی لمحے وہ بے دھیانی میں اتفاقاً کسی چیز سے ٹکرا گیا اور بڑی مشکل سے گرتے گرتے بچا۔ وہ رک گیا اور اس نے نیچے اپنے پاؤں پر نظر ڈالی۔ اسے یک لخت اس ناٹے کسان کی شکل دکھائی دی جس کو اس نے سمردیاکوف کی طرف جاتے ہوئے مار کر گرا دیا تھا۔ وہ ابھی تک وہیں پڑا تھا، وہ بے ہوش تھا اور کوئی حرکت نہیں کر رہا تھا۔ برف پہلے ہی اس کا چہرہ تقریباً ڈھانپ چکی تھی۔ ایوان فیودوروچ نے یک دم اسے اٹھایا اور گھما کر اپنے شانے پر ڈال لیا۔ اسے اپنی دائیں جانب ایک جھونپڑی نما مکان میں روشنی دکھائی دی۔ وہ اس طرف بڑھا، اس نے دروازے پر دستک دی اور جس شخص نے دروازہ کھولا، اس سے درخواست کرنے لگا کہ وہ اس کوتاہ قامت کسان کو تھانے پہنچانے میں اس کی مدد کرے۔ اس نے اس سے وعدہ کیا کہ وہیں کھڑے کھڑے وہ اسے انعام کے طور پر تین ڈالر دے گا۔ وہ شخص تیار ہو گیا اور باہر آ گیا۔ میں یہ بیان نہیں کروں گا کہ ایوان فیودوروچ کس طرح کسان کو اٹھا کر تھانے لے جانے میں کامیاب ہوا جہاں اس نے مطالبہ کیا کہ اس شخص کا فوراً کسی ڈاکٹر سے معائنہ کرایا جائے۔ اس مقصد کی خاطر اس نے دل کھول کر چندہ دیا تاکہ "اخراجات ادا کیے جا سکیں۔" میں صرف اتنا کہوں گا کہ اس معاملے کو انجام تک پہنچانے میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف ہو گیا۔ لیکن ایوان فیودوروچ بہت خوش تھا۔ اس کے خیالات بھٹک رہے اور برق رفتاری سے آ جا رہے تھے۔

"اگر میں نے کل کے بارے میں اتنے واضح انداز سے فیصلہ نہ کیا ہوتا۔" اس نے اچانک مسرت سے سرشار ہو کر سوچا۔ "تو میں نے اس شخص کی مدد کرنے میں ایک گھنٹہ نہ ضائع کیا ہوتا، میں محض آگے بڑھ جاتا اور کبھی یہ سوچ کر اپنے آپ کو ہلکان نہ کرتا کہ وہ سردی کی تاب نہ لاتے ہوئے مر چکا ہے یا ابھی تک اس کی سانس چل رہی ہے... پس ثابت ہوا کہ میں اپنا معروضی انداز سے تجزیہ کر سکتا ہوں۔" اس نے اور بھی زیادہ اطمینان سے سوچا۔ "اور ان کا خیال ہے کہ میرا دماغ چل گیا ہے، میں پاگل ہو گیا ہوں!"

اپنی رہائش گاہ پر پہنچنے کے بعد وہ اچانک رک گیا۔ اسے اکا اکی ایک نئی بات سوجھ گئی تھی: "کیا مجھے ابھی اور اسی وقت وکیل استغاثہ کے پاس جانا اور اسے سب کچھ بتا دینا چاہیے؟" مکان کی جانب واپس مڑتے ہوئے اس نے یہ مسئلہ اس طرح سلجھایا: "ہم یہ سب کچھ کل اکٹھے بتائیں گے!" اس نے اپنے آپ سے زیر لب کہا، یہ بات عجیب ضرور معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ پلک جھپکنے میں اس کی تمام مسرت، اس کا تمام اطمینان کافور ہو گیا۔ جب اس نے اپنے کمرے میں پاؤں رکھا، اسے اچانک یوں لگا جیسے کسی برفیلے ہاتھ نے اس کے دل کو اپنی گرفت میں بھینچ لیا ہو، جیسے کسی یاد نے یا اس سے بڑھ کر کسی بھیانک اور اذیت ناک چیز کی یاد دہانی نے، جو عین اس لمحے اس کے کمرے میں موجود تھی اور پہلے ہی سے موجود رہی تھی، اسے جکڑ لیا ہو۔ وہ بے اختیار تھکے ماندے انداز سے صوفے پر گر گیا۔ معمر عورت کمرے میں سماوار پہنچا گئی۔ اس نے چائے بنائی لیکن اسے چھوا نہیں۔ اس نے بڑھیا کو اگلی صبح تک چھٹی دے دی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا اور وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ اسے محسوس ہوا کہ اس کی طبیعت خراب ہو رہی ہے اور وہ جسمانی طور پر کمزور ہو گیا ہے۔ اسے اونگھ آنے لگی تھی لیکن اسے بے کلی ہونے لگی وہ اٹھا اور نیند بھگانے کے لیے کمرے میں چکر لگانے لگا۔ بعض لمحات ایسے بھی آئے جب اسے محسوس ہونے لگتا کہ اس پر ہذیانی کیفیت طاری ہونے لگی ہے۔ لیکن فی الحال اسے علالت کے بارے میں قطعاً کوئی تشویش نہیں ہو رہی تھی۔ دوبارہ بیٹھنے کے بعد وہ وقتاً فوقتاً ادھر ادھر نظریں گھمانے لگا جیسے اسے کسی چیز کی تلاش ہو۔ یہ سلسلہ کچھ دیر جاری رہا۔ آخرکار اس کی نگاہ ایک مقام پر مرکوز ہو گئی۔ ایوان فیودوروچ مسکرا دیا مگر اس کے چہرے پر غصیلی تمتماہٹ چھا گئی۔ وہ کافی دیر تک اپنی جگہ بیٹھا رہا اور اپنی نگاہیں اس مقام پر، جہاں صوفہ دیوار کے ساتھ پڑا تھا، مرکوز کر کے بغور دیکھتا رہا۔ بظاہر وہاں کوئی چیز تھی جس پر اسے جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی، کوئی چیز اسے پریشان کر رہی، اذیت دے رہی تھی۔

9

شیطان۔ ایوان فیودروِوچ کا بھیانک خواب

میں ڈاکٹر تو نہیں ہوں، تاہم مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اب میرے لیے ایوان فیودروِوچ کی علالت کی نوعیت پر کچھ روشنی ڈالنا انتہائی ضروری ہو گیا ہے۔ اصل بات تو بعد میں ہو گی، تاہم پیش از وقت میں ایک بات کہوں گا کہ وہ اس رات "ہذیان ارتعاشی"(42) میں مبتلا ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا جس نے بعد ازاں اس کے تمام (جسمانی و ذہنی) نظام کو اپنی لپیٹ میں لے لینا اور اس پر حاوی ہو جانا تھا۔ اس کا یہ نظام کافی عرصے سے اس مرض کے خلاف ناکام جدوجہد میں مصروف چلا آ رہا تھا۔ اگرچہ میں طب کے بارے میں کچھ خاص نہیں جانتا تاہم میں اتنا ضرور کہنے کا خطرہ مول لوں گا کہ اس نے اپنی زبردست قوتِ ارادی کو بروئے کار لاتے ہوئے امکانی طور پر اپنی علالت کی شروعات کو کچھ عرصے کے لیے لازماً ٹال دیا تھا اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اسے یہ امید بھی رہی ہو گی کہ کسی روز وہ اس پر بالکل ہی قابو پا لے گا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی صحت ٹھیک نہیں اور اس کی پُرزور خواہش یہی تھی کہ وہ کسی نہ کسی طور علالت سے پہلو بچا لے، خاص طور پر ایک ایسے وقت پر، ایسے لمحات پر جو بہت قریب آ رہے تھے اور جنہوں نے اس کی زندگی میں بے حد اہم ثابت ہونا تھا جب اس نے عدالت میں پیش ہونا، جرأت اور اولوالعزمی سے گواہی دینا اور "اپنے قلب و دماغ میں اپنے آپ کو حق بجانب" ثابت کرنا تھا۔

بہرحال اس سے پہلے ایک روز وہ اس ڈاکٹر کی خدمت میں حاضر ہو چکا تھا جسے کاترینا ایوانوونا نے ترنگ میں آ کر ماسکو سے بلایا تھا۔ اس کے مرض کی علامات کے متعلق سننے اور خود اس کا معائنہ کرنے کے بعد ڈاکٹر اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ کسی قسم کے ذہنی عارضے میں مبتلا ہے اور جب ایوان فیودروِوچ نے، اگرچہ بادلِ ناخواستہ ہی سہی، بعض حقائق کا اعتراف کر لیا تو اسے کسی قسم کی حیرانی نہیں ہوئی۔ "تمہاری جو حالت ہے، اس میں عموماً انسان واہموں کا شکار ہوتا ہی رہتا ہے۔" اس نے فتویٰ صادر کر دیا۔ "ویسے ہم تمہارا بغور معائنہ کریں گے۔ تمہیں مزید ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اپنا علاج شروع کرا دینا چاہیے ورنہ اندیشہ یہ ہے کہ تمہاری حالت مزید بگڑ جائے گی۔" تاہم ایوان فیودروِوچ نے ڈاکٹر کے سمجھدارانہ مشورے پر عمل کرنا ضروری نہ سمجھا۔ "میں ابھی تک چل پھر رہا ہوں اور فی الحال مجھ میں کافی سکت ہے۔ اگر میری حالت واقعی سقیم ہو گئی، پھر یہ دوسرا معاملہ ہو گا، ویسے تب علاج کے لیے کافی وقت میسر ہو گا۔" اس نے فیصلہ کر لیا اور اس

مسئلے کو اپنے ذہن سے نکال دیا۔

چنانچہ اب وہ صوفے پر بیٹھا ہوا تھا، اسے تقریباً آگہی ہو چکی تھی کہ اس کا دماغ ماؤف ہو رہا ہے اور جیسا کہ میں پہلے تحریر کر چکا ہوں وہ نگاہیں گاڑے سامنے کی دیوار کے ساتھ رکھے صوفے پر کسی چیز کو دیکھ رہا تھا۔ اسے یوں نظر آ رہا تھا جیسے وہاں کوئی شخص بیٹھا ہو۔ خدا ہی جانتا ہو گا کہ یہ شخص کون تھا اور کہاں سے آ ٹپکا تھا کیونکہ جب ایوان فیودروِوچ سمردیاکوف سے ملنے کے بعد واپس آیا اور کمرے میں داخل ہوا تھا، یہ شخص یہاں موجود نہیں تھا، مگر اب اچانک وہاں بیٹھا دکھائی دینے لگا تھا۔ وہ ایک خاص قسم کا Gospodin(43) یا کسی خاص نوع کے روسی اشرافیہ کا فرد تھا۔ اب وہ جوان نہیں رہا تھا بلکہ جیسا کہ فرانسیسی کہتے ہیں qui frisait la cinguantaine—— یعنی پچاس کو چھو رہا تھا۔ اس کا سر خوب صورت اور بال لانبے، گھنے اور سیاہ تھے، تاہم اب ان میں کہیں کہیں سفیدی جھلکنے لگی تھی۔ اس کی داڑھی صاف ستھری، چھوٹی اور نوکیلی تھی۔ اس نے ایک طرح کا بھورا سوٹ زیبِ تن کر رکھا تھا۔ بظاہر یہ کسی اچھے درزی کے ہاتھ کا سلا ہوا تھا لیکن دو تین سال پہنے جانے کے بعد اس کی حالت خاصی خستہ ہو رہی تھی اور اس کا فیشن بھی جاتا رہا تھا۔ دوسرے الفاظ میں یہ بالکل اسی انداز کا کوٹ تھا جسے دو سال قبل طرح دار، جامہ زیب، کھاتے پیتے نوجوان پہنا کرتے تھے لیکن اب اسے چھوڑ چکے تھے۔ اس کے کالر، کف، اس کا سکارف جیسا گلوبند، غرضیکہ ہر چیز ایسی تھی جسے نوجوانوں کو پہننا بہت مرغوب ہوتا ہے مگر قریب سے جائزہ لینے کے بعد انکشاف ہوتا تھا کہ کالر اور کف میلے ہو چکے ہیں اور دبیز گلوبند بری طرح گھس چکا ہے۔ مہمان کی دھاری دار پتلون قامت پر پوری تو تھی لیکن تھی وہ تنگ اور اس کا رنگ خاصا پھیکا پڑ چکا تھا، اور اب یہ بھی رواج باہر ہو چکی تھی۔ اور اس نے سر پر جو نرم سفید ہیٹ پہن رکھا تھا وہ سال کے اس حصے کے لیے بالکل ہی غیر موزوں تھا۔ قصہ مختصر، اسے دیکھ کر یہ تاثر ابھرتا تھا کہ یہ شخص ہے تو اشراف زادہ مگر مفلس بیگ بن چکا ہے۔ یہ اشراف زادہ ان سابقہ کاہل الوجود زمینداروں اور جاگیرداروں کے طبقے کا فرد معلوم ہوتا تھا جو زرعی غلاموں کے زمانے میں اچھی زندگی گزارتے تھے۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ یہ شخص Beau Monde (بانکوں کی دنیا) اور اعلیٰ طبقوں کی محفلوں میں اٹھتا بیٹھتا رہا ہے، کسی زمانے میں اس کے بااثر اور بارسوخ لوگوں کے ساتھ تعلقات تھے جنہیں وہ شاید اب تک برقرار رکھے ہوئے تھا لیکن عنفوانِ شباب کی عشرت کوشیوں اور زرعی غلامی کے نظام کی حالیہ اصلاحات نے اسے بتدریج مفلس بنا دیا تھا اور وہ ایک اعلیٰ قسم کے Comme il faut (طفیلی یا لیموں نچوڑ) میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اب وہ کبھی ایک اور کبھی کسی دوسرے دوست کی عنایات کا طلب گار رہتا تھا اور وہ لوگ اسے محض اس لیے اپنے ہاں پناہ دیتے رہتے تھے کیونکہ وہ فطرتاً آرام طلب اور ملنسار شخص تھا

اور اس لیے بھی کیونکہ وہ بہرحال ایک معزز شخص تھا جسے دعوتوں میں کسی قسم کی شرمندگی کے احساس کے بغیر بلایا جا سکتا تھا خواہ باقی مدعوین کا تعلق کتنے ہی اونچے طبقے سے کیوں نہ ہو۔ تاہم اسے بٹھایا بہرحال میز کی آخری نشستوں پر جاتا تھا۔ اس قسم کے طفیلی اور میل جول کے فن سے آگاہ شرفاء جنہیں اچھی کہانی سنانے کا ہنر بھی آتا تھا، جو بوقت ضرورت تاش کے کسی کھیل میں چوتھے کھلاڑی بن سکتے تھے، جنہیں کوئی بھی کام کرنے سے، جو انہیں تفویض کیا جائے، سخت عار محسوس ہوتی ہو، عام طور پر غیر وابستہ ہوتے ہیں — وہ یا تو کنوارے یا پھر رنڈوے ہوتے ہیں، ان میں سے بعض کے شاید بچے بھی ہوتے ہوں گے لیکن ان کی پرورش ہمیشہ کسی دور دراز علاقے میں کسی خالہ، پھوپھی یا ایسی ہی کسی دوسری رشتے دار کے گھر ہو رہی ہوتی ہے لیکن یہ شرفا مہذب حلقوں میں ان رشتے داروں کے نام تک زبان پر نہیں لاتے جیسے انہیں اس قسم کی قرابت داریوں پر خفت محسوس ہوتی ہو۔ یہ شرفاء دھیرے دھیرے اپنے بچوں سے دور ہونے لگتے ہیں، انہیں کرسمس، نام دن، جنم دن یا ایسے ہی کسی اور تہوار پر ان کے کبھی کبھار تہنیتی خطوط مل جاتے ہیں اور بعض اوقات یہ خود بھی ان خطوط کے جواب دے دیتے ہیں۔ (ایوان فیودرووچ کے) اس غیر متوقع مہمان کے چہرے بشرے سے صحیح معنوں میں دوستی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا لیکن اگر موقع کا تقاضا ہو تو وہ دوستی اور ملنساری کا لبادہ اوڑھنے کے لیے تیار معلوم ہوتا تھا۔ مہمان کی کلائی پر گھڑی تو کوئی نہیں تھی لیکن اس نے کالے ربن پر کچھوے کے خول کی لمبی کمانی کا چشمہ ضرور لگا رکھا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی میں سونے کی بھاری بھرکم مرصع انگوٹھی تھی جس میں سستا سا اوپل (opal) جڑا ہوا تھا اور نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ ایوان فیودرووچ نے اس شخص کے ساتھ کلام کرنا مناسب خیال نہ کیا اور وہ منہ پھلائے چپ چاپ بیٹھا رہا۔ مہمان انتظار کرتا رہا۔ وہ وہاں بالکل کسی طفیلی کی طرح بیٹھا ہوا تھا جو اپنے میزبان کے ساتھ چائے پینے کے لیے اپنے کمرے سے آیا ہو اور کسر نفسی سے اپنا منہ بند کیے ہوئے ہو کیونکہ میزبان اپنی کسی ادھیڑبن میں مصروف ہے اور سوچ کے عالم میں اس کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ رہی ہیں، تاہم میزبان جب بھی چاہے، وہ اسے اپنے ساتھ دوستانہ گفتگو کرنے کے لیے تیار پائے گا۔ اچانک اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے۔

''دیکھیں،'' اس نے ایوان فیودرووچ سے مخاطب ہو کر کہا، ''معافی چاہتا ہوں۔ میں آپ کو صرف یاد دہانی کرانا چاہتا تھا۔ آپ کاتریناایوانوونا کے متعلق پوچھ گچھ کرنے کے لیے سمردیاکوف کے پاس گئے لیکن کچھ معلوم کیے بغیر ہی واپس آ گئے، چنانچہ میرا خیال ہے آپ باتوں باتوں میں اس بارے میں بھول گئے ہوں گے...''

''ارے ہاں!'' ایوان اچانک پھٹ پڑا اور اس کے چہرے پر تکدر کے آثار ہویدا ہو گئے،

''مجھے یاد ہی نہیں رہا... بہرحال اب یہ معاملہ اہم نہیں رہا، یہ کل تک معرض تعویق میں ڈالا جا سکتا ہے،'' وہ زیر لب بڑبڑایا۔ ''اور جہاں تک تمہارا تعلق ہے،'' اس نے جھنجھلاتے ہوئے اپنے مہمان سے مخاطب ہو کر کہا، ''مجھے یاد دہانی کرانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ جلد یا بدیر یہ لازماً مجھے یاد آ جاتی کیونکہ بالکل یہی تو چیز ہے جو میرے لیے ذہنی اذیت کا باعث بنی ہوئی ہے۔ آخر تمہیں مداخلت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس لیے تاکہ میں یہ مان لوں کہ اس کی یاد دہانی تم نے کرائی تھی اور میں خود اسے یاد نہیں کر سکا تھا؟''

''آپ کو ماننے کی کوئی ضرورت نہیں،'' اس اشراف زادے نے خوش خلق انداز سے مسکراتے ہوئے کہا، ''ایسی بات کو ماننے کا کوئی فائدہ نہیں جس کے ماننے کو آپ کا جی راضی نہ ہو۔ علاوہ ازیں، جہاں تک اعتقاد کا تعلق ہے۔ بڑے سے بڑا ثبوت، خاص طور پر مادی ثبوت، کسی کام نہیں آ سکتا۔ توما (44) اس لیے ایمان نہیں لایا تھا کیونکہ اس نے یسوع کو (دوبارہ) زندہ ہوتے دیکھ لیا تھا بلکہ اس لیے کیونکہ وہ ازیں پیشتر ہی ایمان لانا چاہتا تھا۔ مثلاً ارواح کے معتقدین کو لیں... مجھے ان کے خلاف کوئی شکایت نہیں بلکہ میں تو ان کا دلدادہ ہوں... وہ سمجھتے ہیں وہ دین کی بڑی خدمت کر رہے ہیں کیونکہ شیاطین دوسری دنیا سے انہیں اپنے سینگ دکھاتے ہیں۔ 'یہ اس بات کا ثبوت ہے،' وہ کہتے ہیں، 'اور ثبوت بھی مادی کہ دوسری دنیا موجود ہے۔' دوسری دنیا اور مادی ثبوت، واہ کیا بات ہے! بہرحال، اگر شیطان کا وجود ثابت کر بھی دیا جائے، تو کیا اس سے خدا کی موجودگی بھی ثابت ہو جائے گی؟ میں عینیت پسندوں کی کسی جماعت کا رکن بننا چاہتا ہوں، مگر اس میں میں حزب مخالف کا کردار ادا کرنا پسند کروں گا: 'میں حقیقت پسند ہوں،' میں کہوں گا، 'مادہ پرست نہیں، ہی، ہی، ہی!'''

''سنو،'' ایوان فیودرووچ نے اچانک اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا، ''معلوم ہوتا ہے اس وقت میری کیفیت بالکل ہذیانی ہوتی جا رہی ہے... اس میں قطعاً کوئی شبہ نہیں کہ میں ہذیانی کیفیت میں سے گزر رہا ہوں... چنانچہ تم جو بکواس کرنا چاہو، کرتے رہو، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا! تم مجھے اس طرح مشتعل نہیں کر سکو گے جس طرح تم نے پچھلی مرتبہ کیا تھا۔ بات صرف اتنی ہے کہ مجھے کسی چیز کی شرمندگی ہو رہی ہے... میں کمرے میں گھومنا پھرنا چاہتا ہوں... بعض اوقات تم مجھے نظر نہیں آتے بلکہ تمہاری آواز بھی سنائی نہیں دیتی، بالکل ویسے ہی جیسے پچھلی مرتبہ ہوا تھا لیکن تم گھما پھرا کر جو باتیں کر رہے ہو، میں ان کے متعلق ہمیشہ قیاس آرائی کر سکتا ہوں کیونکہ وہ شخص جو گفتگو کر رہا ہے، وہ تم نہیں ہو بلکہ خود میں ہوں! بات صرف اتنی ہے کہ مجھے یاد نہیں آ رہا گزشتہ بار میں سو رہا تھا یا میں نے واقعی تمہیں دیکھا تھا۔ میں ٹھنڈے پانی میں تولیہ بھگو رہا اور اس بے سود امید میں اسے اپنے سر کے گرد لپیٹ رہا ہوں کہ تم غائب ہو جاؤ گے۔''

ایوان فیودرووچ کونے میں چلا گیا، اس نے ایک تولیہ اٹھایا اور اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا دیا، اور پھر اپنے سر کے گرد گیلا تولیہ لپیٹے کمرے میں چکر کاٹنے لگا۔

"مجھے خوشی ہے کہ ہم نے فوراً ہی بے تکلفانہ انداز سے گفتگو کرنے کی راہ ڈھونڈ لی ہے،" مہمان نے حاشیہ آرائی کی۔

"احمق!" ایوان ہنس پڑا۔ "میں تمہارے ساتھ تکلف کیوں برتوں، تمہیں اجنبی کیوں سمجھوں؟ اس وقت میری طبیعت بالکل ہشاش بشاش ہے، بس سر میں معمولی سا درد ہے... صرف اتنی مہربانی کرو کہ گزشتہ بار کی طرح فلسفہ بگھارنے کی کوشش مت کرو۔ اگر تم یہاں سے دفع نہیں ہو سکتے، کم از کم باتیں تو دلچسپ کرو ـــــ بہرحال تمہاری اوقات کیا ہے، محض لیموں نچوڑ ہی تو ہو، چنانچہ مجھے تازہ ترین گپ شپ، افواہیں اور سکینڈل سناؤ۔ میں بھی کیا بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں! لیکن میں تم سے خائف نہیں ہوں، بالکل نہیں ہوں! میں تمہیں قطعاً موقع نہیں دوں گا کہ تم مجھے ڈرا دھمکا سکو ـــ وہ مجھے پاگل خانے لے جانے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے!"

"آپ کہتے ہیں میں لیموں نچوڑ ہوں، C,st charmant (45)، لیموں نچوڑا! جی ہاں، میں بالکل لیموں نچوڑ ہوں۔ آپ مجھے اس سے زیادہ بہتر لفظوں میں بیان کر ہی نہیں سکتے تھے۔ ویسے بھی اگر میں لیموں نچوڑ نہیں، تو پھر ہوں کیا؟ چلتے چلتے اتنا عرض کیے دیتا ہوں کہ میں آپ کی باتیں دھیان سے سنتا رہا ہوں اور مجھے ذرا سی حیرت ہوئی ہے۔ خدایا! مولا! معلوم ہوتا ہے آپ مجھے اپنے تخیل کی پیداوار کی بجائے آہستہ آہستہ سچ مچ کوئی حقیقی چیز سمجھنے لگے ہیں جیسا کہ آپ نے پچھلی مرتبہ بالاصرار کہا تھا..."

"بالکل غلط۔ میں ایک پل کے لیے بھی یہ تسلیم نہیں کرتا کہ تم حقیقتاً موجود ہو،" ایوان نے غصے سے بل کھاتے ہوئے کہا۔ "تم جھوٹ ہو، تم میرا عارضہ ہو، تم بھوت ہو، پریت ہو۔ بات صرف اتنی ہے کہ مجھے معلوم نہیں تم سے چھٹکارا کیسے پاؤں، چنانچہ یہ چیز میری سمجھ میں آ رہی ہے کہ مجھے کچھ عرصے کے لیے تمہیں برداشت کرنا ہوگا۔ تم واہمہ ہو۔ تم میری اپنی ہی ذات کی تجسیم ہو، لیکن تم میری ذات کا محض جزو ہو... میرے خیالات اور احساسات کا احمق ترین اور بدترین جزو۔ اس لحاظ سے تم مجھے دلچسپ بھی معلوم ہو سکتے ہو بشرطیکہ میرے پاس تمہارے اوپر ضائع کرنے کے لیے وقت ہو..."

"میں آپ سے بصد احترام درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنی غلطی کی نشان دہی کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں: چند گھنٹے قبل جب سٹریٹ لائٹ کے نیچے آپ کو الیوشا پر غصہ آیا تھا تو آپ اس سے چیخ چیخ کر کہنے لگے تھے: 'یہ تمہیں اس سے معلوم ہوا ہوگا۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ میرے پاس آتا ہے؟' جب آپ وہ کہہ رہے تھے تو آپ دراصل میرے متعلق سوچ رہے تھے، ٹھیک کہا نا میں نے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے ایک انتہائی مختصر عرصے کے لیے ہی سہی، لیکن آپ نے میرا وجود تسلیم ضرور کر لیا تھا، اس کا یقین کر لیا تھا،" اشراف زادے نے ملائمت سے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ تو محض وقتی انسانی کمزوری تھی... لیکن میں تمہارے وجود پر یقین نہیں کر سکتا۔ مجھے نہیں معلوم کہ گزشتہ بار میں جاگ رہا تھا یا سو رہا تھا۔ شاید تب میں تمہارے بارے میں صرف خواب دیکھ رہا تھا اور میں نے تمہیں حقیقتاً بالکل نہ دیکھا ہو..."

"پھر آپ اس سے، الیوشا سے، اتنی سختی سے کیوں پیش آئے تھے؟ وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ میرا خیال ہے ستارتس زوسیما کے سلسلے میں مجھے اس سے معذرت کرنا ہوگی۔"

"بکواس بند کرو، گندے، غلیظ چمچے! الیوشا کو بیچ میں مت گھسیٹو!" ایوان دوبارہ ہنس پڑا۔

"آپ بیک وقت مغلظات کی بوچھار کر رہے ہیں اور ہنس بھی رہے ہیں ـــــ یہ تو بڑی اچھی علامت ہے۔ سرِراہے میں بھی عرض کر دوں کہ گزشتہ بار کی نسبت اس مرتبہ میرے ساتھ آپ کا رویہ کہیں زیادہ دوستانہ اور شائستہ ہے، ایسا کیوں ہے مجھے معلوم ہے: آپ کا وہ عظیم فیصلہ..."

"اس فیصلے کے بارے میں اپنی زبان بند رکھو،" ایوان نے آگ بگولا ہو کر کہا۔

"میں سمجھ گیا، پوری طرح سمجھ گیا۔ C,est charmant, c,st noble ۔ آپ کل اپنے بھائی کا دفاع کرنے اور خود قربانی کا بکرا بننے کے لیے عدالت میں پیش ہو رہے ہیں، C,est chevaleresque۔" (46)

"اپنی بکواس بند کرو ورنہ میں تمہیں ٹھوکر مار کر باہر نکال دوں گا!"

"ایک لحاظ سے مجھے بہت خوشی ہوگی کیونکہ مجھے میرا مقصد حاصل ہو جائے گا: اگر آپ نے مجھے ٹھوکریں مارنا شروع کر دیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کو میرے وجود کا یقین ہو گیا ہے کیونکہ ٹھوکریں کسی بھوت کو نہیں ماری جا سکتیں، ٹھیک؟ خیر، مذاق چھوڑیں، میرے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ چاہیں تو بے شک مجھے بے نقط سناتے رہیں لیکن اگر مجھ جیسی ہستی سے بھی ذرا شائستگی سے پیش آئیں، تو آپ کا کچھ نہیں بگڑے گا، 'احمق، گندے، غلیظ چمچے' ـــــ سوچیں یہ کس قسم کی زبان ہے!"

"جب میں تمہیں برا بھلا کہتا ہوں تو دراصل میں آپ اپنے کو ہی برا بھلا کہتا ہوں!" ایوان دوبارہ ہنس پڑا۔ "تم کوئی اور نہیں، میں ہی ہو، میری اپنی ذات ہو، صرف چہرہ مختلف ہے۔ تم بالکل وہی کچھ کہہ رہے ہو جو میں سوچ رہا ہوں... اور تم امکانی طور پر مجھے کوئی ایسی بات نہیں بتا سکتے جو

میرے لیے نئی ہو!"

"اگر ہمارے خیالات میں یکسانیت ہے تو اس کا سہرا محض میرے سر بندھتا ہے۔" اشراف زادے نے بڑی شفقت اور ملائمت سے کہا۔

"تم میرے صرف بدترین اور اس سے بھی بڑھ کر احمق ترین خیالات کا انتخاب کرتے ہو۔ تم احمق اور ان گھڑت ہو۔ تم پرلے درجے کے احمق ہو۔ نہیں، میں تمہیں برداشت نہیں کر سکتا! اف خدایا! میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟" ایوان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"میرے دوست، آپ جو چاہیں کہیں، میں بہرحال اشراف زادہ بننا اور کہلوانا پسند کرتا ہوں۔" مہمان نے کچھ اس انداز سے کہنا شروع کیا جیسے وہ کوئی بہت اہم شخصیت ہو اور اسے اپنی اس شخصیت پر ناز ہو۔ اس کا یہ انداز بالکل وہی تھا جو کسی بچے لیموں نچوڑ کا ہوتا ہے جو شروع سے ہی متکبرانہ اور صلح جویانہ رویہ اختیار کر لیتا ہے۔ "میں قلاش ہوں اور... مجھے قطعاً یہ دعویٰ نہیں کہ میں کوئی خاص طور پر دیانت دار آدمی ہوں لیکن... عام طور پر لوگ میرے متعلق یہی سمجھتے اور مانتے ہیں کہ میں افتادہ (fallen) فرشتہ ہوں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی کہ میں کبھی فرشتہ کیسے ہو سکتا تھا۔ اور اگر کبھی تھا تو یہ بہت مدتوں پہلے کی بات ہوگی اور اگر میں اپنی اس حیثیت کے بارے میں بھول گیا ہوں تو میں معافی کا سزاوار ہوں۔ اب جس واحد چیز کی میں قدر کرتا ہوں وہ میری شہرت ہے کہ میں معزز شخص ہوں اور جس قدر ممکن ہو، میں بہترین زندگی بسر کرنے اور دوسروں کے ساتھ پسند خاطر رویہ اپنانے کی کوشش کرتا ہوں، اور میں پورے خلوص سے لوگوں سے پیار کرتا ہوں — چنانچہ میرے متعلق جو کچھ کہا جاتا ہے، اس کا بیشتر حصہ افترا پردازی پر مشتمل ہوتا ہے! اور جب مجھے وقتاً فوقتاً آپ لوگوں کے بیچ کچھ وقت گزارنے کا موقع ملتا ہے، میری زندگی کچھ نہ کچھ اصلیت کا روپ دھار لیتی ہے اور جو چیز مجھے سب سے زیادہ پسند ہے، وہ یہی ہے۔ ویسے آپ کی طرح میں بھی التباس کا شکار ہوتا رہتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ مجھے آپ کی دنیوی حقیقت سے پیار ہے۔ یہاں ہر چیز کا واضح خاکہ کھینچ دیا جاتا ہے، فارمولوں اور اقلیدس کی شکلوں میں بیان کر دی جاتی ہے لیکن جہاں تک ہمارا تعلق ہے، ہمارے ہاں کوئی بھی چیز واضح نہیں، بلکہ ایک قسم کی غیر معیّن حسابی مساوات ہے! یہاں میں چل پھر سکتا ہوں اور خواب دیکھ سکتا ہوں۔ مجھے خواب دیکھنا پسند ہے — علاوہ ازیں، میں روئے زمین پر توہم پرست بن جاتا ہوں — مہربانی فرمائیں اور ہنسیں مت۔ عین ممکن یہی وہ چیز ہے جو مجھے بے حد پسند ہے — یعنی مجھے توہم پرست بننے کا موقع مل جاتا ہے۔ یہاں میں بالکل آپ کی عادات اختیار کر لیتا ہوں: مجھے عوامی حماموں میں جانے کا شوق ہو گیا ہے۔ کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ میں وہاں جا کر بہت محظوظ ہوتا ہوں؟ مجھے وہاں تاجروں اور

پادریوں کے ساتھ بھاپ میں بیٹھنا بہت پسند ہے۔ میرا پسندیدہ ترین خواب یہ ہے کہ میری کسی تاجر کی عظیم جثیم اڑھائی سو پاؤنڈ وزنی بیوی کی شکل میں تجسیم ہو جائے، میری یہ حالت ہمیشہ برقرار رہے، اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہ آئے اور میں ان تمام باتوں میں یقین کرتا رہوں جن میں وہ کرتی ہے۔ میں خداوند کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا آدرش یہ ہے کہ مجھے گرجے کے اندر جانے اور پورے خلوص کے ساتھ وہاں موم بتی جلانے کا موقع مل جائے۔ پھر میرے مصائب و آلام اور آزمائشوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ مزید برآں، یہاں جس طرح کے طبی علاج ہوتے ہیں، میں ان کا بھی شیدائی ہو گیا ہوں۔ ایک بار بہار کے موسم میں چھوٹی چیچک پھوٹ پڑی۔ میں بچوں کے ہسپتال میں چلا گیا اور وہاں میں نے اپنے آپ کو ٹیکا لگوا لیا — آپ سوچ بھی نہیں سکتے اس روز مجھے کتنی خوشی ہوئی تھی: میں نے اپنے سلاف بھائیوں (47) کے لیے دس روبل چندہ دے دیا... آپ سن نہیں رہے۔ آپ جانتے ہیں کہ آج آپ کی طبیعت بالکل ٹھیک نہیں۔" اشراف زادہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا۔ "مجھے معلوم ہے کل آپ اس ڈاکٹر سے ملنے گئے تھے... چنانچہ اب آپ کا کیا حال ہے؟ ڈاکٹر نے آپ کو کیا بتایا تھا؟"

"احمق کہیں کا!" ایوان نے بھنا کر کہا۔

"اس کے برعکس آپ کتنے ذہین و فطین ہیں۔ کیا آپ پھر مجھے مطعون کر رہے ہیں؟ میں یہ کسی ہمدردی کے جذبے کے تحت نہیں بلکہ محض گفتگو کا سلسلہ برقرار رکھنے کے لیے پوچھ رہا ہوں۔ آپ کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ گٹھیا پھر تنگ کرنے لگا ہے..."

"احمق کہیں کا!" ایوان نے ایک بار پھر دہرایا۔

"لیجیے، آپ پھر شروع ہو گئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ پچھلے سال مجھ پر گٹھیا کا اتنا زبردست حملہ ہوا کہ میں آج تک بھول نہیں پایا۔"

"شیطان اور گٹھیا میں مبتلا ہو جائے؟ یہ بھی خوب رہی۔"

"کیوں نہیں، آپ دیکھ نہیں رہے کہ میں کبھی کبھی انسانی بھیس بنا لیتا ہوں؟ اگر میں یہ بھیس بناتا ہوں، پھر مجھے اس کے نتائج بھی بھگتنا ہوں گے۔ میں شیطان ہوں (48) اور میرے لیے کوئی بھی انسانی چیز اجنبی نہیں۔"

"Satanas sum et nihil humani... شیطان کے منہ سے اتنا برا نہیں!"

"مجھے خوشی ہے کہ میں نے آخرکار آپ کو محظوظ کر ہی دیا۔"

"خدایا، یہ تم نے کہیں مجھ سے تو نہیں لیا؟" ایوان اچانک یوں رک گیا جیسے اس پر بجلی گر پڑی ہو۔

C,est du nouveau, n'est-ce pas?" (49) اس مرتبہ میں ایمانداری سے کام لوں گا اور تمہارے سامنے وضاحت کر دوں گا۔ سنیں، بعض اوقات جب آدمی محوِ خواب ہوتا ہے، خاص طور پر تب جب اسے کوئی ڈراؤنا خواب آ رہا ہو (بدہضمی یا اسی قسم کی کسی دوسری چیز کے سبب)، اسے ایسے ایسے صناعی کے شاہکار، ایسی ایسی پیچیدہ اور اصلی حقیقتیں، ایسے ایسے واقعات یا واقعات کا پورا سلسلہ نظر آنے لگتا ہے جو اس قسم کے پلاٹ میں گندھے ہوتے ہیں، جو اس نوعیت کی محیرالعقول تفصیلات سے پُر ہوتا ہے کہ اس میں انسانی روح کی بلند ترین پرواز سے لے کر قمیص کے آخری بٹن تک ہر چیز کا ذکر آ جاتا ہے کہ میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ خود لیو طالسطائی (50) بھی انہیں گھڑنے تراشنے میں اپنے آپ کو بے بس پاتا۔ اور ہاں، چلتے چلتے یہ بھی بتاتا چلوں کہ صرف ادیب ہی ایسے خواب نہیں دیکھتے بلکہ تنگ بندوں، سرکاری ملازموں، پادریوں، صحافیوں جیسے عام لوگ بھی یہ کام کرتے رہتے ہیں.... درحقیقت ساری چیز ایک نہایت مشکل مسئلہ پیش کر دیتی ہے: ایک مرتبہ ایک وزیر نے میرے سامنے اعتراف کیا تھا کہ اسے اپنے بہترین خیالات نیند کے دوران میں سوجھتے ہیں۔ خیر، یہی صورت حال اب بھی درپیش ہے۔ اگرچہ میں حقیقت نہیں، صرف واہمہ (hallucination) ہوں تاہم جیسا کہ ڈراؤنے خواب میں ہوتا ہے، میں ایسی ایسی باتیں کہہ جاتا ہوں جو بالکل اچھوتی ہوتی ہیں، جو پہلے آپ کو کبھی نہیں سوجھی ہوتیں، چنانچہ میں محض آپ کے خیالات کی جگالی کرنے پر اکتفا نہیں کرتا لیکن اس کے باوجود میں آپ کا صرف ڈراؤنا خواب ہوتا ہوں، اس کے سوا اور کچھ نہیں۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہارا اصل مقصد مجھے باور کرانا ہے کہ تم کوئی ڈراونے خواب نہیں بلکہ تمہارا ایک اپنا آزاد وجود ہے۔ اور اب تم خود تسلیم کر رہے ہو کہ تم خواب ہو۔"

"میرے دوست، آج میں نے ایک خاص طریقہ اپنایا ہے جس کی توضیح میں بعد میں کروں گا۔ ٹھہریں، میں کہہ کیا رہا تھا؟ ارے ہاں، مجھے زکام ہو گیا تھا، لیکن یہاں آپ کی رہائش گاہ میں نہیں بلکہ وہاں...."

"وہاں کہاں؟ مجھے اتنا بتاؤ: کیا تمہارا ارادہ یہاں لمبے عرصے کے لیے قیام کرنے کا ہے؟ تم یہاں سے جاتے کیوں نہیں؟" ایوان نے تقریباً بے بسی سے کہا۔

اس نے کمرے میں ٹہلنا بند کر دیا، وہ صوفے پر بیٹھ گیا، اس نے ایک بار پھر اپنی کہنیاں میز پر رکھ دیں اور کس کر سر ہاتھوں میں پکڑ لیا۔ اس نے گیلا تولیہ نوچ ڈالا اور غصے سے ایک طرف پھینک دیا۔ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔

"آپ کے اعصاب جواب دے رہے ہیں، اسی لیے آپ چڑچڑے ہو رہے ہیں،"

اشراف زادے نے کچھ اس انداز سے حاشیہ آرائی کی جیسے یہ بات اتفاقاً اس کے منہ سے نکل گئی ہو، تاہم اس کا لہجہ دوستانہ تھا۔ "آپ تو اس بات پر بھی جھنجھلا رہے ہیں کہ مجھے زکام کیوں ہو گیا ہے، لیکن سچ پوچھیں یہ بالکل فطری انداز سے ہوا تھا۔ میں ٹیل کوٹ، سفید ٹائی اور دستانے پہنے بھاگم بھاگ ایک سفارتی تقریب میں شریک ہونے جا رہا تھا جس کا اہتمام سینٹ پیٹرزبرگ میں ایک اشراف زادی نے اپنے گھر میں کیا تھا جو اپنے شوہر کے لیے وزارت حاصل کرنے کا تہیہ کر چکی تھی۔ میں اس وقت خدا جانے کہاں تھا اور مجھے یہاں زمین پر پہنچنے کے لیے پورے بیرونی خلا میں سفر کرنا پڑا... ویسے مجھے اس سفر میں کوئی خاص وقت صرف نہیں کرنا پڑتا، میں ایک پل میں یہاں پہنچ سکتا ہوں حالانکہ سورج کی روشنی بھی آٹھ منٹ سے کم نہیں لیتی، ادھر آپ میرا تصور کریں، میں ٹیل کوٹ اور واسکٹ میں ملبوس تھا جس کے سامنے کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ جہاں تک روحوں کا تعلق ہے، سردی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی مگر جب آپ انسانی شکل اختیار کر لیتے ہیں، پھر... خیر، قصہ مختصر، مجھ سے بے وقوفی ہو گئی اور میں (کھلے بٹنوں سمیت) چل پڑا اور آپ جانتے ہی ہیں کہ وہاں، بیرونی خلا میں، بادلوں سے اوپر کھلی فضاؤں میں، اثیر میں، 'افلاک سے اوپر ان پانیوں کے بیچ میں' (51)، کتنا پالا پڑتا ہے!... میں نے کیا کہہ دیا؟ 'پالا'، آپ حقیقتاً اسے پالا نہیں کہہ سکتے، ذرا تصور کریں، نقطۂ انجماد سے ڈیڑھ سو درجے نیچے! دیہاتی لڑکیاں ایک چھوٹا سا کھیل کھیلتی ہیں: جب درجۂ حرارت نقطۂ انجماد سے تیس درجے نیچے گر جاتا ہے، وہ کسی نوخیز اور ناتجربے کار چھوکرے کو گھیرتی ہیں اور اسے کلہاڑی پر زبان پھیرنے کی دعوت دیتی ہیں۔ وہ بے چارہ ان کے جھانسے میں آ جاتا ہے لیکن جونہی اپنی زبان دھات پر رکھتا ہے وہ وہیں جم جاتی ہے اور جب وہ گاؤدی اپنی زبان کھینچنے کی کوشش کرتا ہے تو اس سے خون رسنے لگتا ہے۔ اور یہ تب ہوتا ہے جب درجۂ حرارت نقطۂ انجماد سے صرف تیس درجے نیچے ہو۔ ذرا سوچیں، جب درجۂ حرارت نقطۂ انجماد سے ڈیڑھ سو درجے نیچے گر جائے، پھر کیا حشر ہوتا ہوگا۔ آپ نے اپنی انگلی سے کلہاڑی کو چھوا نہیں کہ آپ کو معلوم ہوا نہیں کہ آپ کی انگلی آپ کے ہاتھ پر رہی ہی نہیں —— یعنی اگر کلہاڑی جیسی چیز وہاں مل سکے...."

"کیا کلہاڑی وہاں موجود ہو سکتی ہے؟" ایوان نے اچانک بے دھیانی سے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے سے نفرت ٹپک رہی تھی۔

وہ پوری کوشش کر رہا تھا کہ وہ اپنے ہذیان کے اس اظہار پر یقین نہ کرے اور اپنی عقل وخرد سے بالکل ہی ہاتھ نہ دھو بیٹھے۔

"کلہاڑی؟" مہمان نے حیرانی سے پوچھا۔

''ہاں، وہاں کلہاڑی کا کیا بنے گا؟'' ایوان فیودورووچ نے اکھڑ اور پُراصرار ہٹ دھرمی سے پوچھا۔

''خلا میں کلہاڑی کا کیا بنے گا؟ Quelle idee(52)۔ اگر بہت اونچی چلی گئی تو میرے خیال میں یہ کسی سیارے کی طرح زمین کے گرد گھومنے لگے گی۔ ماہرینِ فلکیات کلہاڑی کے طلوع و غروب کا اندازہ کرنے بیٹھ جائیں گے۔ گاتسوک (53) اپنی تقویم میں اس کا اندراج کر لے گا، بس، یہی کچھ ہوگا۔''

''تم نرے احمق ہو، سرتاپا احمق!'' ایوان نے جھلاتے ہوئے کہا۔ ''اگر تم نے غلط بیانیاں ہی کرنی ہیں، تو کم از کم کچھ ذہانت سے تو کرو، ورنہ میں کچھ نہیں سنوں گا۔ تم مجھے حقیقت پسندی سے شکست دینا چاہتے ہو، تم مجھے قائل کرنا چاہتے ہو کہ تم موجود ہو لیکن میں ماننا ہی نہیں چاہتا کہ تم موجود ہو! میں اس کا یقین نہیں کروں گا۔''

''میں غلط بیانی نہیں کر رہا، جو کچھ کر رہا ہوں وہ سب صحیح ہے؛ بدقسمتی سے صداقت تقریباً ہمیشہ بے کیف ہوتی ہے۔ مجھے نظر آ رہا ہے کہ آپ مجھ سے کسی عظیم بلکہ پُرشکوہ چیز (54) کی توقع کر رہے ہیں۔ یہ ہے تو افسوس ناک بات، پر میں وہی دے سکتا ہوں جس کی مجھ میں سکت ہے...''

''فلسفہ مت بگھارو، گدھے کی اولاد!''

''میرا دایاں پہلو مفلوج ہو چکا ہے، میرے لیے سانس لینا دشوار ہو رہا ہے اور میں مسلسل کراہ رہا ہوں، ایسے میں میں فلسفہ آرائی خاک کروں گا! میں ہر قسم کے ڈاکٹروں سے مل چکا ہوں، وہ تشخیص میں تو بڑے ماہر ہیں، وہ آپ کے مرض کی ایک ایک علامت گنوا دیں گے لیکن وہ آپ کا علاج نہیں کر سکتے۔ اتفاق سے میری ملاقات طب کے ایک انتہائی جوشیلے طالب علم سے ہو گئی۔ 'اگر تمہارا انتقال ہو جائے،' اس نے مجھ سے کہا تھا، 'تمہیں کم از کم اتنا تو معلوم ہوگا کہ تمہاری موت کس مرض سے ہوئی تھی!' پھر انہیں ہر مریض کو سپیشلسٹوں کے پاس بھیجنے کا زبردست شوق ہے۔ 'ہم،' وہ کہتے ہیں، 'آپ کی صرف تشخیص کر سکتے ہیں لیکن تمہیں فلاں یا فلاں سپیشلسٹ کے پاس جانا پڑے گا، علاج تمہارا وہی کرے گا۔' میں تمہیں بتائے دے رہا ہوں کہ پُرانی طرز کے ڈاکٹر، جو مریض کے تمام عوارض کا علاج کر دیتے تھے، اب بالکل مفقود ہو گئے ہیں اور صرف سپیشلسٹ باقی رہ گئے ہیں جو اخباروں میں اشتہار چھپواتے اور اپنا پراپیگنڈا کرتے رہتے ہیں۔ اگر آپ کی ناک میں تکلیف ہے تو وہ آپ کو پیرس بھیج دیں گے، جہاں، وہ آپ کو بتاتے ہیں، 'ناک کا یورپی سپیشلسٹ پریکٹس کرتا ہے۔' آپ پیرس پہنچ جاتے ہیں، یورپی سپیشلسٹ آپ کی ناک کا معائنہ کرتا ہے اور فرماتا ہے، 'میں صرف دائیں نتھنوں (55) کا علاج کر سکتا ہوں، بائیں نتھنوں کا علاج میرا کام نہیں۔ جب تم میرے علاج سے فارغ ہو جاؤ، میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم سیدھے ویانا چلے جاؤ۔ وہاں ایک سپیشلسٹ بائیں نتھنوں کا علاج کرتا ہے۔ یوں جب تم اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ گے، تمہارا علاج مکمل ہو جائے گا۔' میں کیا کر سکتا تھا؟ میں نے خاندانی اور عوامی ٹوٹکوں کا سہارا لیا اور ایک جرمن ڈاکٹر نے مجھے تلقین کی کہ مجھے اپنے جسم پر کسی حمام میں شہد اور نمک کی مالش کرانا چاہیے۔ ان عوامی حماموں میں جانے کے لیے آدمی کو بس بہانہ درکار ہوتا ہے، چنانچہ میں بھی چلا گیا اور ان چیزوں سے جسم پر مالش کرائی۔ لیکن خاک فائدہ نہ ہوا۔ مایوسی کے عالم میں میں نے میلان کے کاؤنٹ متائی (56) کے نام خط لکھا۔ اس نے مجھے اپنی کتاب اور چند قطرات بھجوا دیے۔ اب میں کیا عرض کروں، بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ میں نے خواہ مخواہ تکلیف اٹھائی۔ اور ذرا سوچو، مجھے افاقہ کس چیز سے ہوا، ہوف (57) کے جوہرِ شیر سے! اسے میں نے اتفاقاً خرید لیا تھا۔ میں نے اس کی صرف ڈیڑھ بوتل پی اور میں فضا میں کدکڑے مارنے لگا۔ بالکل معجزاتی علاج تھا۔ میں اتنا ممنون تھا کہ میں نے اخبارات میں 'تشکر' کا اشتہار چھپوانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور یہاں ایک نئی کہانی شروع ہو جاتی ہے۔ کسی بھی اخبار نے میرا اشتہار چھاپنے کی ہامی نہ بھری۔ 'یہ بڑا رجعت پسندانہ اقدام ہوگا؛' انہوں نے مجھے سمجھایا، 'کسی بھی شخص کو اس کا یقین نہیں آئے گا۔ le diable n'existe pointe (58)۔ چھپوانا ہی ہے تو بغیر نام کے چھپواؤ۔' مگر سوال یہ ہے اگر شکریے کے اشتہار میں شکریہ ادا کرنے والے کا نام نہیں ہوگا، پھر یہ کسی قسم کا شکریہ ہوگا؟' میں کلرکوں کے ساتھ مذاق کرتا رہا۔ 'آج کل خدا پر یقین کرنا غیر فیشن ایبل ہو گیا ہے؛' میں ان سے کہتا، 'مگر میں تو شیطان ہوں، مجھ پر یقین کرنا قابلِ قبول ہونا چاہیے۔' 'ہم تمہاری بات سمجھتے ہیں،' وہ جواب دیتے، 'شیطان پر کسے یقین نہیں؟ پھر بھی اشتہار چھاپنا ناممکن ہے کیونکہ اس سے اخبار کی ساکھ خراب ہو جائے گی۔ ہاں، اگر تم اسے بطور لطیفہ چھپوانا چاہو تو دوسری بات ہے، کیا خیال ہے؟' خیر، میں انہیں جواب دیتا، 'یہ کوئی مزے دار چٹکلا نہیں۔' چنانچہ انہوں نے اسے شائع نہ کیا۔ اور آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب بھی مجھے یہ واقعہ یاد آتا ہے، مجھے ذہنی طور پر سخت تکلیف پہنچتی ہے۔ اور معاشرے میں میرا جو مقام ہے اس کے پیشِ نظر کسی کو یقین ہی نہیں آتا کہ مجھ میں تشکر جیسے نفیس جذبات ہو سکتے ہیں۔''

''تم پھر فلسفہ بگھارنے لگے ہو؟'' ایوان نے غراتے ہوئے کہا۔

''خدا نہ کرے! لیکن بعض اوقات بندہ شکایت کیے بنا رہ ہی نہیں سکتا۔ میں ایک ایسی ہستی ہوں جس کے خلاف حد سے زیادہ افترا پردازی کی گئی ہے۔ آپ مجھے گھڑی گھڑی بتا رہے ہیں کہ میں احمق ہوں۔ اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں، اس سے صرف یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ابھی بالکل

نوجوان ہیں۔ میرے دوست، اصل بات جو اہم ہوتی ہے، وہ یہ نہیں کہ آپ ذہین کتنے ہیں۔ مجھے قدرت نے پُرشفقت اور بشاش بشاش فطرت سے نوازا ہے۔ 'میں بیچ میل ناکوں (59) اور اس قسم کی دوسری چیزوں میں حصہ لے چکا ہوں۔' معلوم ہوتا ہے آپ مجھے سفید بالوں والا خلیستا کوف (60) بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ لیکن میرے مقدر میں اس سے کہیں بڑے کام کرنا لکھا ہے۔ کسی ماقبل تاریخ کے فرمان کے تحت، جسے میں آج تک سمجھ نہیں پایا، مجھے 'انکار' کا کامل نمونہ بنانے کے لیے منتخب کر لیا گیا لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ میں صحیح معنوں میں مشفق و مہربان اور انصاف پسند ہوں اور میں 'انکار' کے لیے قطعاً موزوں نہیں ہوں۔ لیکن نہیں، مجھے جانا اور انکار کرنا پڑتا ہے کیونکہ انکار کے بغیر تنقید وجود میں نہیں آ سکتی اور جس جریدے میں تنقید کا سیکشن نہ ہو، وہ اچھا جریدہ کہلانے کا حق دار نہیں بن سکتا۔ اگر تنقید کا وجود نہ رہے، پھر ہوشعناؤں (61) کے سوا اور کچھ باقی نہیں بچے گا۔ لیکن انسان محض ہوشعناؤں کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتا۔ ان ہوشعناؤں کو شکوک کی کٹھالی — اور اس قسم کی تمام دیگر اشیا میں سے گزارنا پڑتا ہے۔ بہرحال میں اس طرح کے جھمیلوں میں نہیں پڑتا۔ یہ دنیا میں نے تخلیق نہیں کی تھی اور نہ اس کی ذمے داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ مجھے تو محض قربانی کا بکرا بنایا گیا ہے اور مجھے تنقید کے سیکشن میں اپنا حصہ ڈالنے پر مجبور کر دیا گیا، اور اس کا نتیجہ زندگی کی صورت میں برآمد ہوا۔ ہم سب اس مضحکہ خیز ناٹک کو خوب سمجھتے ہیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، میں کھلم کھلا اور کسی قسم کی لگی لپٹی رکھے بغیر یہ مطالبہ کرتا رہتا ہوں کہ مجھے نیست و نابود کر دیا جائے۔ جواب ملتا ہے، 'نہیں، تمہیں نیست و نابود نہیں کیا جا سکتا، تمہیں زندہ رہنا پڑے گا کیونکہ تمہارے بغیر کچھ نہیں بچے گا۔ اگر دنیا میں ہر کام عقل کے مطابق سرانجام پانے لگے، کبھی کچھ بھی ظہور پذیر نہیں ہو سکے گا۔ تمہارے بغیر زندگی اہم واقعات سے خالی رہے گی، یوں کام نہیں چلے گا، کچھ نہ کچھ ظہور پذیر ہوتے رہنا چاہیے۔' اور چنانچہ نہ چاہتے ہوئے بھی میں کچھ نہ کچھ کرنے پر مجبور ہوں تاکہ واقعات پیش آتے رہیں اور میں حکم کے تحت بے عقلی اور بدنظمی کو ہوا دیتا رہوں۔ اپنی مسلّمہ اور غیر مشکوک ذہانت کے باوجود لوگ اس مضحکہ خیز تماشے کو سنجیدہ چیز سمجھتے رہتے ہیں۔ یہی ان کا المیہ (ٹریجڈی) ہے۔ خیر، وہ مصائب تو بھوگتے ہی ہیں... تاہم وہ زندہ رہتے ہیں، وہ خیالوں میں نہیں، حقیقت میں زندہ ہوتے ہیں؛ کیونکہ دکھ ہی سے زندگی عبارت ہے۔ اگر دکھ نہ ہو، پھر شکوہ کہاں سے آئے گا؟ ہر چیز ایک واحد، غیر مختتم مذہبی عبادت میں تبدیل ہو جائے گی، یہ مقدس تو بن جائے گی لیکن یہ قدرے اکتاہٹ پیدا کرنے والی بھی ہو گی۔ خیر، اور میرے متعلق کیا خیال ہے؟ میں ریاضی کی کسی غیر معیّن مساوات میں x ہوں — میں ایک قسم کا بھوت ہوں جو تمام آغازات اور اختتامات کھو چکا ہے اور انجام کار اتنا بھی بھول چکا ہے کہ اس کا نام کیا ہے۔ آپ

ہنس رہے ہیں... نہیں، آپ ہنس نہیں رہے' آپ ایک بار پھر غصہ کھا رہے ہیں۔ آپ ہمیشہ غصے سے تلملاتے رہتے ہیں، آپ ہمیشہ یہ خواہش کرتے رہے ہیں کہ ہر چیز منطق کے اصولوں پر پوری اترے لیکن میں جو کچھ پہلے کہہ چکا ہوں، اس کا پھر اعادہ کرتا ہوں کہ میں اپنی فلک الافلاک کی زندگی، اپنے مراتب اور اعزازات ترک کرنے کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ مجھے کسی تاجر کی اٹھارہ سٹون وزن جیتی جاگتی بیوی کی جُون میں آنے اور خداوند کے نام پر گرجے میں موم بتیاں جلانے کا موقع مل سکے۔"

"تو تمہیں خدا پر بھی اعتقاد نہیں؟" ایوان کینہ توز انداز سے ہنس پڑا۔

"میں کیسے بیان کروں، کاش کہ آپ سنجیدہ ہو سکیں یعنی..."

"خدا ہے یا نہیں ہے؟" ایوان نے ایک بار پھر شدت سے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

"اخ، تو آپ سنجیدہ ہیں؟ مائی ڈیر فیلو، خدا کی قسم، مجھے معلوم نہیں، مجھے واقعی معلوم نہیں۔ لیں، دیکھ لیا، میں نے کہہ دیا ہے۔"

"تمہیں معلوم نہیں، پھر بھی تمہیں خدا نظر آتا ہے؟ نہیں، نہیں، تمہارا اپنا کوئی آزادانہ وجود نہیں۔ تم کچھ نہیں ہو، تم میں ہو، تم صرف میری ذات ہو، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں! تم ناشخص ہو، محض میرے تخیل کی تخلیق!"

"یہ کہنا بالکل صحیح ہو گا کہ ہم دونوں کا فلسفہ ایک ہی ہے۔ Je pense donc je suis(62) — میں سوچتا ہوں چنانچہ میں موجود ہوں — اس کا مجھے یقین ہے۔ جہاں تک میرے اردگرد موجود باقی چیزوں کا — ان تمام دنیاؤں، خدا، بلکہ خود شیطان کا بھی — تعلق ہے، وہ مجھ پر ثابت نہیں کی جا سکیں، کیا یہ سب کچھ فی نفسہٖ موجود ہے یا یہ میری ہی ذات کا مخروج ہے، میری ذات کا منطقی ارتقا ہے جس کا ازل سے اپنا وجود چلا آ رہا ہے... لیکن میں اپنی تقریر ختم کرنے میں جلد بازی کر رہا ہوں کیونکہ مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ آپ میری پٹائی کرنے کے لیے کمربستہ ہو رہے ہیں۔"

"میں چاہتا ہوں تم مجھے کوئی پُرلطف کہانی سناؤ!" ایوان نے پُرملال لہجے سے کہا۔

"اتفاق سے مجھے ایک کہانی یاد آ گئی ہے، یہ دلچسپ بھی ہے اور اس کا تعلق اس موضوع سے بھی بنتا ہے جس پر ہم گفتگو کر رہے ہیں؛ صحیح معنوں میں یہ کہانی نہیں بلکہ اسطورہ ہے۔ آپ مجھے برا بھلا کہہ رہے ہیں کیونکہ مجھ میں اعتماد کا فقدان پایا جاتا ہے۔ آپ کہتے ہیں، 'تم دیکھتے تو ہو لیکن تم یقین نہیں کرتے۔' مگر، میرے دوست، صرف میں ہی ایسا نہیں، ہم سب ژولیدہ فکری کا شکار ہو رہے ہیں اور صرف آپ کی سائنس کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ جب بات محض ایٹموں، حواس خمسہ اور

ہو سراربو تک محدود تھی، ہر چیز معقول اور مربوط نظر آتی تھی۔ ایٹم دنیائے قدیم (63) میں بھی موجود تھے۔ پھر ہم نے سنا کہ انسان نے کیمیائی سالمے (molecules)، 'مادۂ حیات' (protoplasm) اور ایلیس جانے کیا کچھ دریافت کر لیا ہے ــــ اس پر ہمارے ہاں شور وغوغا بپا ہو گیا، گرما گرم بحثیں ہونے لگیں اور ہم ژولیدہ فکر ہونے لگے۔ سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ توہمات اور جھوٹی سچی افواہوں کو فروغ ملنے لگا ــــ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم بھی افواہوں کے اتنے ہی دلدادہ ہیں جتنے کہ آپ ہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی ہیں۔ اور آخر میں نوبت مخبری تک پہنچ گئی۔ [یہ مت بھولیں کہ ہمارے ہاں بھی ایک ایسا محکمہ (64) موجود ہے جہاں 'خفیہ اطلاعات' موصول کی جاتی ہیں۔] تو آپ نے دیکھ لیا نا کہ ہمارے ہاں اس غیر معقول اسطورے کا آغاز ہمارے قرونِ وسطیٰ ــــ آپ کے نہیں، ہمارے ــــ سے ہوتا ہے اور تاجروں کی اٹھارہ اٹھارہ ستون وزنی بیویوں کے سوا ہمارے ہاں بھی کوئی اس پر یقین نہیں کرتا، اور میں ایک بار پھر کہوں گا کہ اس اسطورے کا آغاز آپ کے نہیں، ہمارے قرونِ وسطیٰ سے ہوتا ہے۔ جو کچھ یہاں آپ کے پاس ہے، وہاں ہمارے پاس بھی ہے، ہمارے رازوں میں سے یہ بھی ایک راز ہے، اور میں اس کا انکشاف آپ کے سامنے اس لیے کر رہا ہوں کیونکہ آپ میرے دوست ہیں حالانکہ اس کا افشا کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ اب جنت کے بارے میں ایک لیجنڈ (تاریخی طور پر غیر مستند قصہ/کہانی) پیشِ خدمت ہے۔ کہانی کچھ اس طرح چلتی ہے۔ کسی زمانے میں یہاں زمین پر ایک مفکر اور فلسفی رہتا تھا۔ وہ ہر چیز کو (65) ــــ قوانین، ضمیر، مذہب اور سب سے اہم حیات بعد ممات ــــ ماننے سے انکار کرتا رہتا تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا، اسے توقع تھی کہ اسے صرف موت اور ظلمت کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن ہوا کیا، اسے اپنے سامنے حیات بعد ممات پھیلی نظر آئی۔ وہ ہکا بکا رہ گیا اور غصے سے لال پیلا ہونے لگا۔ 'یہ تو میرے عقائد کے بالکل برعکس ہے،' اس کے منہ سے نکلا۔ اس پر اسے جھٹ مستوجبِ سزا قرار دے دیا گیا۔ دیکھو، میں وہی کچھ بتا رہا ہوں جو میں نے سنا ہے۔ یہ محض لیجنڈ ہے۔ ویسے اسے جو سزا سنائی گئی، اس کے مطابق اسے تاریک خلا میں کواڈریلین (66) کلومیٹر پیدل چلنا تھا (یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ ہم کلومیٹر کا پیمانہ سرکاری طور پر اختیار کر چکے ہیں)، اور جب اس کا کواڈریلین کلومیٹر کا سفر مکمل ہو گیا، اس پر جنت کے دروازے کھول دیے گئے اور اس کی ہر خطا معاف ہو گئی...''

''تمھاری دنیا میں اس کواڈریلین کے علاوہ اور کون کون سی ایذائیں دی جاتی ہیں؟'' ایوان نے عجیب قسم کے جوشیلے پن سے پوچھا۔

''کیسی ایذائیں؟ اُف، مجھ سے مت پوچھیں۔ پہلے تو ہر قسم کی ہوتی تھیں لیکن اب ہم اخلاقی

ایذاؤں، ضمیر کی کسک اور چبھن اور اس قسم کی دوسری فضولیات کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ اس کے لیے بھی ہم آپ کے، 'آپ کی 'اخلاقی معیاروں میں نرمی' (66-الف) کے ممنون ہیں۔ اور فائدہ کسے ہوا؟ صرف بے ضمیروں کو، کیونکہ جن لوگوں کے ضمیر ہی نہیں انہیں ضمیر کی کسک کیا محسوس ہو گی؟ اس کے برعکس نفیس و شستہ اور معزز اشخاص، جو ابھی تک ضمیر اور عزت و شرف کے مالک ہیں، سر کھانے میں رہے ہیں... زمین تیار کیے بغیر اصلاحات نافذ کرنے کا یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے، اور اصلاحات بھی وہ جن میں غیر ملکی دساتیر اور رسوم کی نقالی کی گئی ہو ــــ اس سے فائدہ تو کچھ نہیں ہوتا، الٹا نقصان ہی ہوتا ہے! جہنم کی پرانی طرز کی آگ کہیں بہتر تھی۔ خیر، چنانچہ یہ فلسفی، جسے کواڈریلین کلومیٹر پیدل چلنے کی سزا سنائی گئی تھی، اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اس نے ایک دو پل اپنے گرد و پیش پر نظر دوڑائی اور پھر سڑک پر لیٹ گیا: 'میں آگے نہیں جانا چاہتا، میں اصولی طور پر انکار کرتا ہوں!' کسی روشن خیال روسی دہریے کی روح میں پیغمبر یونس کی روح آمیز کر دیں جو تین دن اور تین رات وہیل مچھلی کے پیٹ میں بسورتے رہے تھے تو حاصل جمع وہ مفکر ہو گا جو سڑک پر لیٹا ہوا تھا۔''

''وہ لیٹا کس چیز پر تھا؟''

''خیر، میرا خیال ہے اس کے پاس لیٹنے کے لیے کچھ نہ کچھ تو ہو گا ہی۔ آپ یہ بات پوری سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں، کہیں مذاق تو نہیں کر رہے؟''

''واہ واہ، کیا تیز طرار شخص ہو گا!'' ایوان نے اسی عجیب و غریب جوش و خروش سے گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ اب وہ ایسے متجسس انداز سے کان لگا کر سن رہا تھا جس کی خود اسے کوئی توقع نہیں تھی۔ ''خیر، بولتے جاؤ۔ کیا وہ اب تک وہیں لیٹا ہوا ہے؟''

''سچ پوچھیں، تو نہیں۔ وہ وہاں تقریباً ایک ہزار سال لیٹا رہا، پھر اٹھا، اور وہاں سے چل پڑا۔''

''احمق، گدھا کہیں کا!'' ایوان نے پُر اضطراب انداز سے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ اپنے خیالات مجتمع کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا۔ ''آدمی ابد تک وہاں لیٹا رہے یا کواڈریلین درست کا فاصلہ پیدل طے کرنے میں لگا رہے ــــ میرا خیال ہے نتیجہ دونوں صورتوں میں ایک ہی نکلے گا، کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ اتنا فاصلہ طے کرنے میں اسے کوئی ایک ارب سال تو درکار ہوں گے ہی، کیا خیال ہے؟''

''کہیں زیادہ۔ میرے قریب کہیں کاغذ پنسل نہیں ورنہ میں حساب کر کے بتا دیتا۔ بہرحال اسے وہاں پہنچنے میں خاصا وقت لگا اور کہانی کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔''

'''وہاں پہنچنے' سے تمہارا مطلب کیا ہے؟ اور اسے یہ فاصلہ طے کرنے کے لیے ایک ارب

سال کہاں سے مل گئے؟"

"آپ کے ساتھ گڑبڑ یہ ہے کہ آپ صرف موجودہ زمانے کی اصطلاحات میں سوچتے رہتے ہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ یہ زمین ایک ارب مرتبہ اپنا چولا بدل چکی ہو، کبھی یہ نیست و نابود ہو جاتی رہی ہو گی، کبھی اسے برفانی دور کا مقابلہ کرنا پڑتا رہا ہو گا اور یہ بالکل یخ بستہ ہو جاتی رہی ہو گی، کبھی اس میں بڑے بڑے شگاف رونما ہو جاتے رہے ہوں گے، کبھی یہ ریزہ ریزہ ہو کر بالکل دھول بن جاتی رہی ہو گی، کبھی یہ ٹوٹ پھوٹ کر ان عناصر کی شکل اختیار کر لیتی ہو گی جن پر یہ مشتمل ہے، کبھی یہ ان پانیوں میں منقلب ہو جاتی رہی ہو گی جو فضائے بسیط کے اوپر موجود ہیں، پھر دوبارہ اس کی ہیئت تبدیل ہو گئی ہو گی اور یہ دم دار سیارے کا روپ دھار لیتی رہی ہو گی، یہ سیارے سے دوبارہ سورج اور سورج سے دوبارہ زمین کی شکل اختیار کر لیتی رہی ہو گی—— تبدیلی کا یہ چکر غالباً لاتعداد مرتبہ دہرایا جاتا رہا ہو گا—— اور بالکل ایک ہی انداز سے، چھوٹی سی چھوٹی جزئیات سمیت۔ اور یہ سارا معاملہ انتہائی غیر دلچسپ ہے..."

"خیر، بولتے رہو، پر یہ تو بتاؤ کہ جب وہ وہاں پہنچا، پھر کیا ہوا؟"

"جب اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے گئے اور ابھی بمشکل دو سیکنڈ گزرے ہوں گے—— یاد رکھیں اس کی گھڑی کے مطابق (ویسے میرا خیال ہے، اس کے پاس گھڑی رہ ہی کہاں گئی ہو گی، وہ تو اس دوران میں تحلیل ہو کر اپنے بنیادی اجزاء میں تبدیل ہو چکی ہو گی) بمشکل دو سیکنڈ گزرے ہوں گے کہ وہ چلا چلا کر کہنے لگا کہ ان دو سیکنڈوں کے دوران میں کواڈریلین تو کیا، آدمی کواڈریلین ضرب کواڈریلین طاقت کواڈریلین کا فاصلہ بھی طے کر سکتا ہے! قصہ مختصر، وہ 'ہوشعنا' کے نعرے بلند کرنے لگا اور یوں آسمان سر پر اٹھانے لگا کہ شروع میں بعض شریف النفس مفکرین نے اس کے ساتھ مصافحہ کرنے سے بھی انکار کر دیا؛ وہ کچھ زیادہ ہی عجلت سے قدامت پسندی کی گود میں جا گرا تھا۔ یہ ہے آپ کا روسی مزاج اور کردار! میں پھر کہتا ہوں کہ یہ (واقعہ، جو میں نے آپ کو سنایا ہے) محض لیجنڈ ہے۔ یہ جیسی کیسی بھی ہے، میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ تمام موضوعات کے بارے میں اسی قسم کے خیالات آج کل وہاں مروج ہو چکے ہیں۔"

"میں نے تمہاری چوری پکڑ لی ہے!" ایوان نے تقریباً بچگانہ مسرت سے چہچہاتے ہوئے باآواز بلند کہا جیسے اسے اچانک کوئی چیز یاد آ گئی ہو۔ "یہ کواڈریلین کلومیٹر کی جو کہانی تم نے مجھے سنائی ہے، خود میری تراشی ہوئی ہے! تب میری عمر سترہ سال تھی اور میں ماسکو کے ایک ہائی سکول کا طالب علم تھا... میں نے اسے تراشا اور اپنے ایک دوست کو سنایا تھا۔ اس دوست کا نام کاروف۔ کن تھا... یہ کہانی معمول سے اتنی زیادہ ہٹ کر ہے کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ میں نے اسے کہیں پڑھا یا سنا

ہو گا۔ میں اسے بھول چکا تھا لیکن یہ غیر شعوری طور پر مجھے یاد رہی تھی۔ یہ تم نے نہیں بلکہ خود میں نے اپنے آپ کو یاد دلائی تھی! بالکل ایسے جیسے آدمی کو ہزاروں چیزیں، بعض اوقات غیر شعوری طور پر، یاد آتی رہتی ہیں خواہ وہ پھانسی گھر ہی کی طرف جا رہا ہو... مجھے یہ ایک خواب میں یاد آئی تھی۔ وہ خواب تم ہو! تم محض خواب ہو اور تمہارا اپنا کوئی وجود نہیں!"

"جس شدومد سے آپ مجھے مسترد کر رہے ہیں،" اشراف زادے نے ہنستے ہوئے کہا، "اس سے اندازہ لگانے کے بعد مجھے یقین ہو چلا ہے کہ آپ میرے وجود پر یقین رکھتے ہیں۔"

"بالکل نہیں، سویں حصے کے برابر بھی نہیں!"

"لیکن آپ ہزارویں حصے کے برابر تو یقین کرتے ہی ہیں۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ ہومیو پیتھک ادویات کی خوراکیں طاقت ور ترین ہوتی ہیں۔ چھوڑیں، مان لیں کہ آپ کو مجھ پر یقین ہے، چلیں، زیادہ نہیں، ہزارویں حصے کے برابر ہی سہی۔"

"ایک منٹ کے لیے بھی نہیں!" ایوان نے طیش کھاتے ہوئے کہا۔ "پھر بھی میں تم پر یقین کرنا چاہتا ہوں،" اس نے عجیب انداز سے مزید کہا۔

"آہا! یہ تو اعتراف ہوا! لیکن میں نیک فطرت اور مشفق ہستی ہوں اور میں یہاں بھی تمہاری کچھ مدد کرنا چاہتا ہوں۔ سنو، چوری میں نے آپ کی پکڑی تھی نہ کہ آپ نے میری! میں نے عمداً آپ کو آپ ہی کی کہانی سنائی تھی جو آپ بھول چکے تھے اور سنائی اس لیے تھی تاکہ آپ کو مجھ پر بالکل ہی یقین نہ رہے۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو! تم یہاں کیوں آئے ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ تم مجھے یقین دلانا چاہتے ہو کہ تم موجود ہو۔"

"بالکل صحیح۔ لیکن تذبذب، بے چینی، اضطراب، یقین اور عدم یقین کے مابین کشمکش—— یہ تمام چیزیں بعض اوقات آپ جیسے باضمیر شخص کے لیے اتنی اذیت ناک ہوتی ہیں کہ وہ آپ کو خودکشی پر مجبور کرنے کے لیے کافی ہوتی ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ آپ مجھ میں خفیف سا یقین رکھتے ہیں، میں نے آپ کو یہ کہانی سنا کر آپ کو خود اپنے پر مکمل عدم یقین کرنے پر آمادہ کر لیا۔ میں آپ کو باری باری یقین اور عدم یقین کی خوراک پلاتا رہتا ہوں۔ میں یہ کیوں کرتا ہوں، میرے پاس اس کی وجوہ ہیں۔ جناب، یہ تازہ ترین طریقہ ہے۔ جب آپ مجھ پر یقین کرنا چھوڑ دیں گے، تو یہ آپ ہوں گے جو مجھے قائل کرنے کی کوشش کریں گے کہ میں خواب نہیں ہوں، بلکہ میں حقیقتاً موجود ہوں؛ میں آپ کو جانتا ہوں۔ پھر میں اپنا مقصد حاصل کر چکا ہوں گا۔ اور میرا مقصد جلیل القدر ہے۔ میں آپ کے اندر اعتقاد کا ننھا سا بیج بو دوں گا اور یہ بڑھ کر اوک کی طرح کے تناور درخت

میں تبدیل ہو جائے گا۔۔۔ ایک ایسا تناور درخت کہ اس پر بیٹھے بیٹھے آپ 'تارک الدنیا بزرگوں اور پاک دامن بیبیوں' (67) کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان میں شامل ہونے کی شدید آرزو کرنے لگیں گے کیونکہ مخفی طور پر آپ دل کی گہرائیوں سے یہی چاہتے ہیں کہ نجات حاصل کرنے کی غرض سے آپ صحراؤں میں تپسیا کریں، ٹڈیوں پر گزارہ کریں اور اپنے آپ کو ریت کے ٹیلوں پر گھسیٹے پھریں۔"

"چنانچہ تم، لفنگے، بدمعاش، تو تم یہ سارے پاپڑ میری روح کی نجات کے لیے بیل رہے ہو؟"

"بعض اوقات ہر ہستی کو نیک کام کرنا ہی پڑتا ہے۔ لیکن آپ غصے سے لال پیلے ہو رہے ہیں، مجھے صاف نظر آ رہا ہے!"

"مسخرے، کیا تم نے کبھی ان لوگوں کو بھی ورغلانے کی کوشش کی ہے جو ٹڈیاں کھا کر من و تن کا رشتہ برقرار رکھتے ہیں، جو ستر ستر سال صحراؤں میں تپسیا کرتے رہتے ہیں اور جن کو کائی نے ڈھانپ لیا ہوتا ہے؟"

"میرے عزیز دوست، میں نے اس کے سوا کیا ہی کیا ہے! اس قسم کی روح کے لیے ساری دنیا، بلکہ تمام دنیاؤں کو تیاگا جا سکتا ہے کیونکہ یہ ایسا موتی ہے جس کی کوئی قیمت نہیں لگائی جا سکتی؛ بعض اوقات اس قسم کی ایک روح کا مول ستاروں کی پوری کہکشاں کے برابر ہوتا ہے۔۔۔ اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ ہمارا اپنا حساب اور اپنے پیمانے ہوتے ہیں۔ اس قسم کی جیت بیش بہا ہوتی ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان میں سے بعض تارک الدنیا دانش کے اعتبار سے تمہارے ہمسر ہوتے ہیں حالانکہ تم یہ بات نہیں مانتے۔ (لیکن تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے کیا فرق پڑتا ہے!) وہ بیک وقت اعتقاد اور تشکیک کی ایسی لاانتہاؤں کا تصور باندھ سکتے ہیں کہ سچ پوچھیں تو یوں نظر آنے لگتا ہے جیسے 'سر کے بل گرنے سے' جیسا کہ اداکار گربونوف (68) کہتا ہے، 'بس بال بال ہی بچ پاتے ہیں۔'"

"پھر تم (ٹانگوں میں) دم دبا کر بھاگے یا نہیں؟"

"میرے دوست،" مہمان نے بڑے طمطراق سے کہا، "بعض اوقات (ٹانگوں میں) دم دبا کر بھاگ جانا دم کے بالکل نہ ہونے سے کہیں بہتر ہوتا ہے جیسا کہ حال ہی میں ایک بیمار مارکوئیس نے (وہ لازماً کسی سپیشلسٹ کے زیر علاج ہوگا) اپنے روحانی یسوعی فادر کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا تھا۔ میں وہاں موجود تھا، اور جو کچھ وہاں ہو رہا تھا بے حد پُرلطف تھا۔ 'مجھے میری دم واپس کر دیں،' اس نے پادری سے کہا اور اپنی چھاتی پیٹنے لگا۔ 'میرے بیٹے،' پادری نے ٹال مٹول کرتے ہوئے کہا، 'ہر چیز مشیت ایزدی کے قوانین کے مطابق، جو عام انسانوں کے فہم و

ادراک سے بالا ہوتے ہیں، انجام تک پہنچتی ہے اور بعض اوقات کوئی عظیم تباہی غیر مرئی انداز سے غیر معمولی فوائد کا باعث بن جاتی ہے۔ اگر سخت گیر مقدر نے تمہیں تمہاری دم سے محروم کر دیا ہے تو تمہارے لیے خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ تمہاری باقی ماندہ زندگی کے دوران میں تمہیں کوئی شخص یہ طعنہ نہیں دے سکے گا کہ تم اپنی دم اپنی ٹانگوں کے بیچ دبا لیتے ہو۔' 'مقدس باپ، اس سے کوئی ڈھارس نہیں بندھتی،' مارکوئیس نے بے بسی سے کہا، 'مجھے بے شک گدھے کی دم لگا دی جائے، لیکن اگر یہ مناسب جگہ پر رہے، میں ساری زندگی اطمینان سے گزار دوں گا اور مجھے کوئی شکایت نہیں ہو گی۔' 'میرے بیٹے،' پادری نے آہ بھرتے ہوئے کہا، 'ہمیں ساری برکتیں بیک وقت نہیں مانگ لینا چاہئیں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم نے مشیت ایزدی کے خلاف شکوے شکایتیں شروع کر دی ہیں حالانکہ اس نے اس بری حالت میں بھی تمہیں تمہارے حال پر نہیں چھوڑا کیونکہ اگر تم یہ دعویٰ کرنے لگے جیسے کہ تم نے ابھی ابھی کیا ہے کہ اگر تمہیں دم لگا دی جائے بے شک یہ گدھے ہی کی کیوں نہ ہو، تو تم باقی زندگی اطمینان سے گزار دو گے، تو تمہاری یہ خواہش بالواسطہ طور پر پوری کی جا چکی ہے کیونکہ اپنی دم گنوا کر تم اپنی ساری زندگی گدھے کی دم ہی تو لگا کر پھرتے رہو گے...'"

"خدایا، کیا احمقانہ گفتگو ہو رہی ہے!" ایوان نے چلاتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست، میرا مقصد آپ کو صرف ہنسانا اور خوش کرنا تھا لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بالکل سچی یسوعی موشگافی ہے، اور میں یہ بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو واقعہ میں نے ابھی ابھی آپ کو سنایا ہے، وہ بالکل اسی طرح پیش آیا تھا جس طرح میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ بالکل حال کا واقعہ ہے اور اس نے مجھے حد پریشان کیے رکھا۔ جب وہ بدقسمت نوجوان اپنے گھر پہنچا، اس نے اسی رات اپنے آپ کو گولی مار کر ختم کر دیا، میں بالکل آخر دم تک اس کے ساتھ رہا تھا... جہاں تک ان اعترافی کرسیوں کا تعلق ہے جن پر بیٹھ کر یسوعی پادری اعترافات سنتے ہیں، میری زندگی کے ان لمحات کے دوران میں، جب مجھے زبردست بوریت محسوس ہونے لگتی ہے، میں ان کے آس پاس منڈلانے لگتا ہوں اور خوب محظوظ ہوتا ہوں۔ یہاں میں ایک اور مثال پیش کرتا ہوں۔ یہ واقعہ صرف چند روز پیشتر آیا تھا۔ ایک سنہری بالوں والی نوجوان دوشیزہ، جس کی عمر صرف بائیس سال تھی، فرانس کے علاقے نارمنڈی میں ایک بوڑھے پادری کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ حسن و جمال کا مرقع تھی، کیا جسم تھا، بالکل انار کی پنکھڑی تھی۔۔۔ اس کے حسنِ جہاں سوز کو دیکھ کر بہتوں کے ہوش و حواس زائل ہو جاتے تھے۔ وہ آئی، نیچے جھکی اور جالی میں سے سرگوشیوں میں پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے لگی۔ 'کیا بات ہے، بیٹی، کیا تم سے دوبارہ کوئی لغزش ہو گئی ہے؟' پادری نے قدرے اونچی آواز سے کہا۔ 'اف، Sancta Maria (69)، یہ میں

کیا سن رہا ہوں! پھر وہی شخص، ہونہہ؟ یہ سلسلہ کب سے جاری ہے؟ تمہیں شرم نہیں آتی؟'' Ah, mon pere(70)؛ پاپئن پشیمانی کے آنسو بہاتے ہوئے جواب دیتی ہے؛ 'Ca lui fait tant de plaisir et a moi si peu de peine!'(71) ذرا سوچیں، کیا کرارا جواب ہے! اس پر میں بھی دنگ رہ گیا اور (گھبرا کر) پیچھے ہٹ گیا۔ یہ فطرت کی پکار تھی یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ معصومیت سے بھی بہتر تھا۔ میں نے وہیں کھڑے کھڑے اس کا گناہ معاف کر دیا اور واپس جانے کے لیے مڑا، لیکن مجھے تقریباً فوراً ہی رکنا پڑا۔ میرے کانوں سے پادری کی آواز ٹکرانے لگی تھی۔ وہ دوشیزہ سے اسی شام ملاقات کا وقت طے کر رہا تھا۔ بوڑھے پادری کا ایمان چٹان کی طرح مضبوط تھا لیکن پلک جھپکنے میں موم کی طرح پگھل گیا! فطرت بھی کیا چیز ہے! وہ اپنا رنگ دکھانے آ گئی تھی۔ یہ آپ اپنی ناک ایک بار پھر کیوں سکیڑ رہے ہیں؟ کیا آپ کو دوبارہ غصہ آ گیا ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا آپ کو خوش کرنے کے لیے کیا کہوں...''

''مجھے تنہا چھوڑ دو، تم بار بار نظر آنے والے ڈراؤنے خواب کی طرح میرے دماغ کا کچومر نکالے دے رہے ہو۔'' ایوان نے بے حد رنجیدہ ہو کر کہا۔ وہ اپنے ہی خیالی پیکر کے سامنے لاچار و بے بس ہو چکا تھا۔ ''میں تم سے تنگ آ چکا ہوں۔ میں اس اذیت کو مزید برداشت نہیں کر سکتا۔ تم سے چھٹکارا پانے کے لیے میں کچھ بھی دینے کو تیار ہوں!''

''میں آپ کو بار بار بتا رہا ہوں کہ آپ اپنے مطالبات میں اعتدال پیدا کریں۔ مجھ سے 'ہر عظیم اور پرشکوہ چیز' کا تقاضا نہ کریں۔'' اشراف زادے نے اسے قائل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ مجھ سے واقعی اس لیے ناراض ہیں کہ میں آپ کے سامنے اس سادہ اور رعونت سے پاک بھیس میں کیوں آیا ہوں حالانکہ مجھے آپ کے خیال کے مطابق 'برق و رعد کی معیت میں' بھڑکیلے سرخ ملبوسات اور جگمگاتے پروں کے ساتھ آنا چاہیے تھا۔ اس سے آپ کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے: اولاً آپ کا جمالیاتی احساس اور ثانیاً آپ کا پندار مجروح ہوا ہے۔ آپ اپنے آپ سے پوچھ رہے ہیں کہ آپ جیسے عظیم انسان کے سامنے بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس شیطان آنے کی جرأت کیسے کر سکتا ہے؟ ہاں، آپ میں ابھی تک اس رومانیت کی کچھ رمق موجود ہے جس کی بلنسکی(72) نے اتنی بھد اڑائی تھی۔ نوجوان، اس کا کوئی مداوا نہیں ہو سکتا۔ کچھ دیر پہلے جب میں تمہارے پاس آنے کی تیاری کر رہا تھا تو مجھے خیال آیا تھا کہ مجھے مذاق کے طور پر کسی ریٹائرڈ سٹیٹ کونسلر کا بھیس بنا لینا چاہیے جو قفقاز میں خدمات سرانجام دے چکا ہو اور جس کے سینے پر آفتاب و شیر(73) والی تصویر کا تمغہ سجایا جا چکا ہو مگر میں اس سے باز رہا کیونکہ مجھے معلوم تھا اگر میں کم از کم قطبی ستارے(73) یا شعریٰ(73) کی بجائے آفتاب و شیر کا تمغہ آویزاں کر کے آ گیا تو

آپ میرا مار مار کر بھرکس نکال دیں گے۔ اور آپ ہیں کہ بار بار یہی تکرار کیے جا رہے ہیں کہ میں احمق ہوں۔ لیکن، خدا کی قسم، مجھے یہ کوئی دعویٰ نہیں کہ میں آپ جتنا ذہین ہوں۔ جب میفسٹوفلیز فاؤسٹ(74) کے سامنے آیا تھا تو اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ چاہتا صرف بدی ہے لیکن کرتا صرف نیکی ہے۔ خیر، یہ تو اس کا معاملہ ہے، لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے، میں اس کے بالکل الٹ ہوں۔ ممکن ہے کہ ساری دنیائے فطرت میں میں واحد ہستی ہوں جو صداقت کی علم بردار ہے اور جو صحیح معنوں میں نیکی کی خواہش مند ہے۔ میں وہاں موجود تھا جب مصلوب کلام اپنے بازوؤں میں اس لٹیرے کی روح اٹھائے، جسے اس کی دائیں جانب مصلوب کیا گیا تھا، آسمان کی طرف بلندیاں سر کرنے لگا تھا۔ اور میں نے کرّ و بیاں کی، جو 'ہوشعنا' کے نعرے لگا رہے اور حمدیں گا رہے تھے، مسرت سے سرشار اور پرافتخی ہوئی آوازیں اور اعلیٰ ترین طبقے کے ملائکہ کے غایت انبساط کی گونج دار کھنک سنی تھی جس نے افلاک اور تمام مخلوق کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور میں ان تمام چیزوں کی، جو مقدس ہیں، قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں سرود خوانوں کی جماعت میں شامل ہونا اور باقیوں کے ساتھ مل کر 'ہوشعنا' کا نعرہ بلند کرنا چاہتا تھا۔ نعرہ میرے سینے سے نکل چکا تھا، میرے ہونٹوں پر آ چکا تھا... اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ میں بے حد حساس ہوں اور فنی اثرات سے بہت جلد متاثر ہو جاتا ہوں۔ لیکن عقل سلیم نے ــــ اخ، مجھ میں جتنی بھی صفات ہیں، ان میں یہ سب سے زیادہ قابل افسوس ہے ــــ مجھے روکے رکھا اور مجھے مناسب حدود کے اندر پابند کر دیا۔ یوں تحریص کا لمحہ گزر گیا! 'اگر میں تحریص میں آ جاتا اور ہوشعنا پکارنے لگتا،' میں نے اسی وقت سوچا، 'تو اس کا نتیجہ کیا برآمد ہوتا؟ یہ ہوشعنا مجھے کہاں پہنچا دیتا؟' روئے زمین کی تمام روشنیاں جھٹ پٹ بجھ جاتیں، ہر چیز ظلمت کی لپیٹ میں آ جاتی اور سب کچھ اپنے انجام کو پہنچ جاتا۔ چنانچہ محض اپنی ذمے داری اور اپنے سماجی مرتبے کا اندازہ کرتے ہوئے مجھے محسوس ہونے لگا کہ میرا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنے نیکی کے اضطراری جذبے کو کچل ڈالوں اور اپنی ملعون سرگرمیاں جاری رکھوں۔ نیکی کا سہرا سراسر کسی دوسرے کے سر بندھ جاتا ہے اور تمام برے کام میرے کھاتے میں پڑ جاتے ہیں لیکن میں کسی دوسرے کا اعزاز چھیننا نہیں چاہتا، میں شیخی باز نہیں ہوں۔ چنانچہ ساری مخلوق میں صرف مجھے ہی یہ سزا کیوں ملی ہے کہ ہر بھلا آدمی مجھ پر پھٹکار کرتا رہے بلکہ جسمانی طور پر بھی مجھے ٹھوکریں مارتا رہے؟ کیونکہ جب کبھی میں انسانی بھیس اختیار کرتا ہوں مجھے اس قسم کے نتائج بھگتنا ہی پڑتے ہیں۔ دیکھیں، مجھے معلوم ہے کہ اس میں کوئی راز ہے لیکن دنیا کی پوری دولت کے عوض بھی کوئی مجھے اس راز سے آگاہ کرنے کو تیار نہیں کیونکہ اگر یہ مجھ پر کھل گیا تو عین ممکن ہے کہ میں بھی اچانک 'ہوشعنا' کا نعرہ بلند کر دوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کائنات کی اہل منفی علامت یک لخت غائب ہو جائے گی اور ساری دنیا

میں نظم قائم ہو جائے گی۔ اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اگر ایک مرتبہ ایسا ہو گیا، پھر ہر چیز کا، یہاں تک کہ اخبارات و جرائد کا بھی خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ اس صورت میں انہیں کون خریدنا پسند کرے گا؟ تاہم میں جانتا ہوں کہ انجام کار میں بھی صورتِ حال سے سمجھوتا کر لوں گا اور اپنے حصے کی کواڈریلین کلومیٹر کی مسافت طے کر لوں گا اور راز دریافت کر لوں گا۔ مگر جب تک ایسا نہیں ہو جاتا، بادل ناخواستہ ہی سہی، میں اپنا کام کرتا رہوں گا: میں ہزاروں کو تباہی کے غار میں دھکیلتا رہوں گا تاکہ ایک کو بچایا جا سکے۔ مثلاً محض ایک راست باز شخص ایوب کو، جس کی خاطر انہوں نے قدیم ترین زمانے میں مجھ سے سنگ دلانہ انداز سے غداری کی تھی، پھانسنے کے لیے کتنی ہی روحوں کو تباہ و برباد کرنا اور کتنی ہی نیک شہرت کی حامل ہستیوں کو بدنام کرنا پڑا؟ جب تک راز طشت از بام نہیں ہو جاتا، میرے لیے دو ہی صداقتیں ہیں: ایک تو وہاں ان کی ہے جو فی الحال میری رسائی سے باہر ہے اور دوسری میری اپنی ہے۔ اور ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ ان دونوں میں سے بہتر کون سی ہے... آپ سو گئے ہیں؟"

"تو اور کیا کروں؟" ایوان نے کراہتے ہوئے کہا۔ "ہر وہ چیز، جو میری فطرت کا احمقانہ ترین جزو ہے، ہر وہ چیز جس کا مجھے مدتوں پہلے تجربہ ہو چکا ہے، ہر وہ چیز جس میں مَیں خوب غور و فکر کر چکا ہوں اور جسے بیکار سمجھ کر ایک طرف پھینک چکا ہوں، تم اسے میرے سامنے یوں پیش کر رہے ہو جیسے وہ بالکل نئی اور اچھوتی ہو!"

"اف خدایا، میں نے ایک بار پھر آپ کو ناراض کر دیا! ادھر میں سمجھ رہا تھا کہ میں جس ادیبانہ اسلوب سے گفتگو کر رہا ہوں، اس سے آپ کو اپنا گرویدہ بنا لوں گا۔ میں نے افلاک پر 'ہوشعنا' کے نعروں کو جس خوب صورت اور دلفریب انداز سے پیش کیا تھا، میرے خیال میں وہ قابلِ تحسین تھا! آپ کا کیا خیال ہے؟ اب آپ نے ہائنے (75) کے اسلوب میں طنزیہ لہجہ اختیار کر لیا ہے۔ ٹھیک کہا نا میں نے؟ آپ کیا فرماتے ہیں؟"

"نہیں، میں اس قسم کا کاسہ لیس کبھی نہیں رہا، پتا نہیں میرے دماغ نے تم جیسا کاسہ لیس کیسے سوچ لیا؟"

"میرے دوست، میں ایک انتہائی شیریں مقال اور پُرکشش روسی اشراف زادے کو جانتا ہوں، وہ نوجوان ہے، عالم فاضل ہے، اسے ادب اور فن کارانہ اشیا (objects d'art) سے بہت لگاؤ ہے۔ اس نے ایک نظم بعنوان 'محتسبِ اعلیٰ' لکھی ہے۔ اس نظم کو پڑھنے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ شاعر کی حیثیت سے اس کا مستقبل بہت شاندار ہے۔"

"'محتسبِ اعلیٰ' کا نام تک اپنی زبان پر لانے کی ہمت نہ کرو۔" ایوان نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ وہ اس قدر کھسیانا ہو گیا تھا کہ اس کا چہرہ بیر بہوٹی کی طرح سرخ ہو گیا۔

"خیر، 'جغرافیائی اتھل پتھل' (76)، کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا زبردست نظم ہے!"

"اپنی زبان کو لگام دو ورنہ میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔"

"آپ مجھے مار ڈالیں گے؟ نہیں، معافی چاہتا ہوں لیکن میں اپنی سنا کر ہی رہوں گا۔ میں یہاں یہی تو لطف اٹھانے آیا تھا۔ مجھے اپنے جوشیلے نوجوانوں کے خواب خوب بھاتے ہیں، یہ سب زندگی کی شدید آرزو میں کپکپاتے رہتے ہیں! جب آپ گزشتہ موسم بہار میں یہاں آنے کی تیاری کر رہے تھے، تب آپ نے اپنے آپ سے کہا تھا، 'یہ نئے لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ ہر چیز نیست و نابود کر سکتے ہیں اور آدم خوری کی طرف واپس جا سکتے ہیں۔ احمق کہیں کے! انہوں نے مجھ سے مشورہ کیوں نہ کیا؟ میرے خیال میں کسی چیز کو نیست و نابود کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف ایک کام کیا جائے اور وہ یہ ہے کہ انسانوں کے ذہنوں سے خدا کا تصور نکال دیا جائے۔ ہمیں اپنی تحریک کا آغاز اسی نکتے سے کرنا چاہیے! ہاں، ہمیں یہیں سے ابتدا کرنا چاہیے—— ارے عقل کے اندھو، تمہاری کھوپڑیوں میں کوئی بات کیوں نہیں آتی! جب بنی نوع انسان یک زبان خدا کو مسترد کر دیں گے (اور مجھے یقین ہے کہ ارضیاتی تبدیلیوں کے جلو میں یہ تبدیلیاں بھی لازماً ظہور پذیر ہوں گی)، تب زندگی کے بارے میں پُرانا نقطۂ نظر اور سب سے بڑھ کر پوری کی پوری سابقہ اخلاقیات اپنے آپ منہدم ہو جائے گی اور آدم خوری کی ضرورت ہی نہیں پیش آئے گی، یوں ایک نئے عہد کا آغاز ہو جائے گا۔ زندگی سے وہ سب کچھ حاصل کرنے کے لیے، جو یہ دے سکتی ہے، انسان متحد ہو جائیں گے لیکن وہ یہ کام محض اس دنیا میں بہجت و مسرت کے حصول کے لیے کریں گے۔ انسان الوہی، دیوپیکر فخر کے جذبے کے ساتھ روحانی بلندیوں کو چھو لے گا اور انسانی دیوتا (man-god) وجود میں آ جائے گا۔ اپنی قوتِ ارادی اور اپنی سائنس کے بل بوتے پر انسان مسلسل فطرت کو تسخیر کرتا رہے گا اور ایک دن اس پر مکمل فتح پا لے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ ایک ایسے سرور اور لذت سے آشنا ہو جائے گا جو اس سماوی فرحت و انبساط کی نعم البدل بن جائے گی جس کے پہلے وہ خواب دیکھا کرتا تھا۔ ہر کہ و مہ پر یہ راز منکشف ہو جائے گا کہ وہ فانی ہے، حیات بعد ممات کوئی چیز نہیں اور وہ موت کو کسی دیوتا کی طرح بڑے اطمینان، سکون اور فخر سے گلے لگا لے گا۔ اس کا پندار اسے احتجاج کرنے سے روکے رکھے گا کہ زندگی محض چند روزہ ہے، بلکہ وہ زندگی کی ناپائیداری کو ہنسی خوشی قبول کر لے گا، اور وہ کسی صلے کی توقع کے بغیر اپنے ساتھی انسانوں کے ساتھ محبت کرنے لگے گا۔ محبت زندگی کے صرف ایک لمحے کو مطمئن کر پائے گی لیکن اس کی ناپائیداری کا محض شعور اس کے شعلوں کو اسی شدت سے بھڑکا دے گا جس طرح کہ یہ اب موت کے بعد ابدی محبت کی امید میں

برپا ہوتی رہتی ہے... 'وغیرہ وغیرہ۔ اا جواب! واہ، کیا بات ہے!'"

ایوان اپنے ہاتھ اپنے کانوں پر رکھے بیٹھا تھا، وہ گھور گھور کر فرش کو دیکھ رہا تھا اور سرتاپا کانپ رہا تھا۔ آواز سنائی دیتی رہی۔

"اب سوال یہ ہے، میرے نوجوان مفکر نے سوچا، کیا اس قسم کے عہد کا کبھی آغاز ہو سکے گا؟ اگر جواب ہاں میں ہے، پھر سب مسئلے حل ہو جاتے ہیں اور بنی نوع انسان اپنا مقصد حاصل کر لیں گے، لیکن انسان کی کہنہ حماقت کی وجہ سے اس میں ایک ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ لگ سکتا ہے، چنانچہ ہر اس شخص کو، جو پہلے ہی سچائی سے آگاہ ہے، یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے، اپنی زندگی ترتیب دے لے اور اپنے لیے خود نئے اصول اور ضابطے وضع کر لے۔ ان معنوں میں اسے 'ہر چیز کی اجازت ہے۔' اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ اگر اس قسم کا عہد کبھی نہیں آتا اور چونکہ خدا اور لافنا پذیری کا ویسے بھی کوئی وجود نہیں، نئے انسان کو اجازت ہوگی کہ وہ انسانی دیوتا بن جائے خواہ اس قسم کا کام کرنے والا وہ روئے زمین پر واحد شخص ہو اور ہاں یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ اپنی نئی حیثیت میں ضرورت پڑنے پر وہ بلا روک ٹوک ان تمام سابقہ اخلاقی قیود کو، جن کے اندر وہ انسان نما غلامانہ زندگی بسر کرتا رہا تھا، پھلانگ سکتا ہے۔ خدا کے لیے قانون جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی! خدا جہاں بھی قدم رکھتا ہے، وہ جگہ اس کی ملکیت بن جاتی ہے! جہاں میں قدم رکھتا ہوں، وہ اہم ترین مقام بن جائے گی — وہاں 'ہر چیز کی اجازت ہوگی'؛ چلیں، قصہ ختم! واہ، کیا خوب صورت بات ہے، مگر اس میں ایک خرابی ہے۔ اگر آپ جرم و گناہ کی زندگی بسر کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہوں، پھر سچائی کی اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن میرا خیال ہے کہ ہمارا جدید زمانے کا روسی شخص اسی قسم کا انسان ہے۔ وہ سچائی پر اتنا فریفتہ ہو چکا ہے کہ وہ اس کی منظوری کے بغیر کسی کو دھوکا دینے یا لوٹنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔"

مہمان کی گفتگو جاری رہی۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ اپنی ہی خطابت کے زور پر بولے جا رہا ہے، اس کی آواز بلند سے بلندتر ہوتی جا رہی تھی اور وہ وقفے وقفے سے اپنے میزبان کو طنزیہ نظروں سے دیکھنے لگتا تھا؛ لیکن وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اچانک ایوان نے میز پر رکھے گلاس پر جھپٹا مارا، اٹھایا اور مقرر پر دے مارا۔ "Ah mais c'est bete enfin!" (77) مؤخرالذکر صوفے سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے کپڑوں سے پانی کے قطرے جھاڑتے ہوئے بلند آواز سے کہا، "آپ کو لوتھر کی دوات (78) یاد آ گئی ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ میں بھوت ہوں لیکن بھوتوں پر کون گلاس پھینکتا ہے؟ — یہ تو بالکل بچگانہ حرکت ہے! آپ جانتے ہیں مجھے اسی کا ڈر تھا۔ آپ بن یوں رہے تھے جیسے آپ میری بات سن ہی نہیں رہے حالانکہ اس سارے عرصے کے دوران میں آپ کان لگا کر سب کچھ سنتے رہے ہیں۔"

اچانک کھڑکی پر مسلسل زوردار دستک ہونے لگی۔ ایوان اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"دستک سنی آپ نے؟ بہتر ہے آپ دروازہ کھول دیں،" مہمان نے کہا۔ "یہ آپ کا بھائی الیوشا ہے۔ میں آپ کو اتنا بتا سکتا ہوں کہ وہ آپ کے لیے کوئی عجیب اور غیر متوقع خبر لے کر آ رہا ہے!"

"مکار، دغاباز، چپ ہو جاؤ! مجھے تم سے پہلے ہی معلوم تھا کہ یہ الیوشا ہے۔ مجھے کھد بد ہو رہی تھی کہ وہ آئے گا اور یہ بات تو بالکل طے ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی خبر لے کر ہی آئے گا؛ وہ بے مقصد منہ اٹھا کر نہیں چلا آئے گا!" ایوان نے مسرت سے جھومتے ہوئے کہا۔

"پھر جلدی کریں، دروازہ کھولیں اور اسے اندر آنے دیں۔ باہر زبردست برفانی طوفان چل رہا ہے اور وہ بہرحال آپ کا بھائی ہے۔ Monsieur, sait-il le temps qu'il fait? C est a na pas mettre un chien dehors—.(79)

دستک جاری رہی۔ ایوان کھڑکی کی جانب بھاگنا چاہتا تھا، لیکن اسے اچانک کچھ یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کے پاؤں وہیں جکڑ گئے ہوں۔ اس نے اپنی جکڑ بندی توڑنے کے لیے پورا زور لگا دیا مگر کچھ حاصل نہ ہوا اور وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہل سکا۔ کھڑکی پر دستک کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور وہ بلند سے بلندتر ہوتی جا رہی تھی۔ آخرکار وہ اپنے بندھن توڑنے میں کامیاب ہو گیا اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے پاگلانہ انداز سے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں۔ دونوں موم بتیاں عملاً پوری طرح جل چکی تھیں، وہ گلاس جو اس نے ابھی ابھی اپنے ملاقاتی پر دے مارا تھا، وہیں میز پر پڑا تھا اور اس کے سامنے کوئی شخص نہیں بیٹھا ہوا تھا۔ کھڑکی پر جو دستک ہو رہی تھی، اگرچہ وہ خاصی زوردار تھی لیکن وہ اس سے کہیں زیادہ دھیمی تھی جتنی کہ اسے اپنے خواب میں معلوم ہوئی تھی — درحقیقت یہ خاصی محتاط تھی۔

"نہیں، یہ خواب نہیں تھا — میں قسم کھا کر کہتا ہوں یہ خواب نہیں تھا، یہ سب کچھ واقعی ظہور پذیر ہوا تھا!" ایوان فیودورووچ نے چلاتے ہوئے کہا۔ وہ تیزی سے کھڑکی کی طرف لپکا اور اس نے اسے کھول دیا۔

"الیوشا، میں نے تمہیں یہاں آنے سے منع کیا تھا!" اس نے خشم ناک لہجے سے چلاتے ہوئے کہا۔ "تم چاہتے کیا ہو؟ جلدی کہو! میں نے کہا نا کہ جلدی کہو! کچھ سنا تم نے؟"

"ایک گھنٹا ہوا سمردیاکوف نے گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کر لی،" الیوشا نے باہر سے جواب دیا۔

"ادھر پورچ میں سے آؤ، میں دروازہ کھولتا ہوں۔" ایوان نے کہا اور وہ الیوشا کے لیے دروازہ کھولنے چل پڑا۔

10

"یہ اس نے کہا تھا!"

الیوشا اندر آ گیا اور اس نے ایوان فیودرووچ کو مطلع کیا کہ کوئی ایک گھنٹا قبل ماریا کوندراتیونا بھاگتی بھاگتی اس کے پاس آئی تھی اور بتا گئی تھی کہ سمردیاکوف نے خودکشی کر لی ہے۔ "میں تو محض سماوار اٹھانے کمرے میں گئی تھی اور وہ وہاں دیوار پر کھونٹی کے ساتھ لٹک رہا تھا۔" جب الیوشا نے اس سے دریافت کیا کہ آیا اس نے پولیس کو اطلاع کر دی ہے تو اس نے جواب دیا، "میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا، میں تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتی سیدھی آپ کے پاس آئی ہوں اور راستے میں کہیں رکی بھی نہیں۔" الیوشا نے بتایا کہ وہ بے حد پریشان دکھائی دے رہی تھی اور سرتاپا بید مجنوں کی طرح کانپ رہی تھی۔ جب الیوشا اس کے ساتھ بھاگتا اس کے گھر پہنچا، اسے سمردیاکوف وہاں لٹکا ہوا نظر آیا۔ میز پر ایک رقعہ پڑا تھا اور اس پر لکھا ہوا تھا: "میں اپنی مرضی سے اپنی زندگی ختم کر رہا ہوں اور کسی بھی دوسرے شخص کو مجرم نہ ٹھہرایا جائے۔" الیوشا نے رقعہ دوبارہ وہیں میز پر رکھ دیا جہاں یہ پہلے پڑا تھا۔ وہاں سے وہ سیدھا چیف آف پولیس کے پاس پہنچا اور اس نے سارا ماجرا اس کے گوش گزار کر دیا۔ "وہاں سے میں سیدھا تمہارے ہاں آ گیا ہوں۔" الیوشا نے ایوان کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا اور اپنی بات ختم کر دی۔ جب تک وہ گفتگو کرتا رہا تھا اس نے اپنی نظریں اس کے چہرے سے ہٹائی نہیں تھیں جیسے وہ وہاں کچھ دیکھ کر ٹھٹک گیا ہو۔

"بھائی،" اس نے اچانک اپنی گفتگو دوبارہ شروع کرتے اور اپنی آواز قدرے بلند کرتے ہوئے کہا، "میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں! تم مجھے یوں دیکھ رہے ہو جیسے تم میری بات سمجھ ہی نہیں سکے ہو۔"

"تم نے بہت اچھا کیا کہ یہاں آ گئے،" ایوان نے سوچتے ہوئے کہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی الیوشا نے اس کے متعلق جو کہا تھا وہ اس نے سنا ہی نہیں۔ "لیکن کیا تمہیں معلوم تھا کہ مجھے معلوم تھا کہ وہ پھانسی پر لٹک گیا ہے؟"

"تمہیں کس نے بتایا تھا؟"

"پتا نہیں کس نے بتایا تھا، لیکن مجھے معلوم تھا۔ کیا واقعی مجھے معلوم تھا؟ ہاں، اس نے مجھے بتایا تھا۔ وہ ابھی ابھی مجھے بتا رہا تھا..."

ایوان کمرے کے وسط میں کھڑا تھا، وہ بعینہٖ کچھ اس انداز سے بول رہا تھا جیسے اس کا دماغ کچھ اور سوچنے میں مصروف ہو اور اس کی نگاہیں فرش پر جمی ہوئی تھیں۔

"وہ کون ہے؟" الیوشا نے غیر ارادی طور پر ادھر ادھر نظریں گھماتے ہوئے کہا۔

"وہ کھسک گیا ہے۔"

اس نے سر اوپر اٹھایا اور ملائمت سے مسکرانے لگا۔

"وہ تم سے ڈر گیا تھا ــــ تم جیسی فاختہ سے۔ تم 'خالص فرشتے (80)' ہو۔ دمتری تمہیں فرشتہ کہتا ہے۔ فرشتہ... ملاءِ اعلیٰ کا وجد آفرین مسرت سے بھرپور بے ساختہ نعرہ! ملاءِ اعلیٰ کون ہے۔ شاید یہ پوری کہکشاں ہے۔ اور عین ممکن ہے کہ پوری کہکشاں بھی ایک قسم کا سالمہ (molecule) ہی ہو... تمہیں معلوم ہے ایک کہکشاں کا نام شیرو آفتاب ہے؟"

"بھائی، تم بیٹھ جاؤ!" الیوشا نے خوف زدہ ہو کر کہا۔ "خدا کے لیے صوفے پر بیٹھ جاؤ۔ تم ہذیانی ہو رہے ہو۔ آرام کے لیے اپنا سر اس تکیے پر ٹکا دو۔ سر پر لپیٹنے کے لیے تولیہ چاہیے؟ اس سے بھی کچھ آرام مل سکتا ہے۔"

"ہاں، مجھے تولیہ پکڑا دو، ادھر کرسی پر پڑا ہے۔ کچھ دیر قبل میں نے وہاں رکھا تھا۔"

"وہاں نہیں ہے۔ خیر، فکر نہ کرو، مجھے معلوم ہے یہ کہاں ملے گا، یہ رہا!" الیوشا نے کہا۔ اسے کپڑے سکھانے کے سٹینڈ پر ایک صاف ستھرا، تہہ شدہ اور ابھی تک غیر استعمال شدہ تولیہ مل گیا تھا۔ ایوان عجیب نگاہوں سے تولیہ دیکھنے لگا۔ معلوم ہوتا تھا اس کی یادداشت اچانک واپس آ گئی ہے۔

"ٹھہرو!" اس نے صوفے پر نیم ایستادہ ہوتے ہوئے کہا۔ "میں نے ابھی ابھی ایک گھنٹا قبل یہی تولیہ وہاں سے اٹھایا تھا اور اسے گیلا بھی کیا تھا۔ میں نے کچھ دیر اسے سر پر لپیٹے رکھا تھا اور پھر یہیں نیچے پھینک دیا تھا... یہ سوکھ کیسے گیا؟ یہاں اور کوئی تولیہ تو تھا ہی نہیں۔"

"آپ یہ تولیہ سر پر لپیٹے رہے تھے؟" الیوشا نے پوچھا۔

"ہاں، اور میں ایک گھنٹا قبل یہاں گھوم رہا تھا... یہ موم بتیاں اتنی جلدی کیوں ختم ہو گئی ہیں؟ وقت کیا ہے؟"

"تقریباً بارہ۔"

"نہیں، نہیں، نہیں!" ایوان نے اچانک چلاتے ہوئے کہا۔ "یہ خواب نہیں تھا! وہ یہاں آیا

تھا، وہ وہاں اس صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب تم کھڑکی پر دستک دے رہے تھے، میں نے اسے گلاس سے نشانہ بنایا تھا... وہ والا... لیکن، ٹھہرو، ایک منٹ، میں اس سے پہلے سو چکا تھا، لیکن یہ خواب نہیں ہے۔ ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے۔ دیکھو، الیوشا، مجھے اب خواب آنے لگے ہیں — لیکن یہ خواب نہیں ہوتے۔ میں سو نہیں رہا ہوتا۔ میں کمرے میں گھوم پھر رہا ہوتا ہوں، باتیں کر رہا ہوتا ہوں اور دیکھ رہا ہوتا ہوں — اور میں سو رہا ہوتا ہوں۔ مگر وہ یہاں بیٹھا ہوا تھا — وہ یہاں... اس صوفے پر... بیٹھا ہوا تھا۔ وہ پورا احمق ہے، اوّل درجے کا احمق۔" ایوان اچانک ہنس پڑا اور کمرے میں چکر کاٹنے لگا۔

"احمق کون ہے؟ بھائی، تم کس کی بات کر رہے ہو؟" الیوشا نے فکرمندی سے پوچھا۔

"شیطان کی! اس نے میرے ہاں آنا شروع کر دیا ہے۔ اگر تین مرتبہ نہیں تو کم از کم دو مرتبہ وہ ضرور یہاں آ چکا ہے۔ وہ مجھے ڈانٹ ڈپٹ رہا اور لعنت ملامت کر رہا تھا کیونکہ اس کے دعوٰی کے مطابق میں نے اسے عام سا شیطان سمجھا تھا، حالانکہ وہ ابلیس تھا جو رعد و برق کی جلو میں شعلے برساتے پروں کے ساتھ آتا ہے۔ مگر وہ ابلیس نہیں ہے، وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ فریبیا اور دھوکے باز ہے۔ وہ محض عام سا سال خوردہ شیطان ہے — نمائش پسند، گھٹیا، معمولی شیطان۔ وہ عوامی حماموں میں جاتا ہے۔ اگر تم کسی طرح اس کے کپڑے اتار سکو تو تمہیں یقیناً اس کی دم — چھوٹے بالوں والے طاقت ور اور عظیم الجثہ ڈنمارکی کتے جیسی لمبی، چکنی اور ہموار دم، گز بھر لمبی، بھوری — دکھائی دے جائے گی... الیوشا، تمہاری تو قلفی جم گئی ہو گی؟ تم برفانی طوفان میں سے گزر کر آئے ہو، چائے پیو گے؟ کیا؟ سردی ہو رہی ہے، واقعی؟ اس بڑھیا کو بلاؤں کہ کچھ چائے بنا دے؟ "C'est a ne pas mettre un chien dehors... (یہ اتنا خراب ہے کہ اس میں کتے کو بھی باہر نہیں بھیجا جا سکتا۔)

الیوشا تیزی سے واش بیسن کی طرف لپکا، اس نے تولیہ تر کیا اور ایوان کو نیچے بیٹھنے کے لیے آمادہ کر لیا۔ اس نے تولیہ اس کے سر پر رکھا اور وہ خود بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"اس سے قبل تم مجھے لیسے کے متعلق کیا بتا رہے تھے؟" ایوان ایک بار پھر شروع ہو گیا۔ وہ بسیار گو ہو رہا تھا۔ "میں لیسے کو پسند کرتا ہوں۔ میں نے اس کے متعلق تم سے خواہ مخواہ بری بری باتیں کہہ دی تھیں۔ درحقیقت وہ صحیح نہیں تھیں۔ میں اسے پسند کرتا ہوں... میری پریشانی یہ ہے کہ کاتیا کل کیا بیان دے گی، کسی بھی دوسری چیز کی نسبت مجھے اس کی سب سے زیادہ پریشانی ہے۔ مستقبل کے بارے میں۔ وہ کل مجھے ٹھکرا دے گی اور مجھے یوں پاؤں تلے مسل ڈالے گی جیسے میں آدمی نہ ہوا، ریت کا ذرہ ہوا۔ وہ سمجھتی ہے میں میتیا کا بیڑا غرق کرنے پر تُلا ہوا ہوں کیونکہ میں اس

سے حسد کرتا ہوں۔ ہاں، وہ بالکل یہی سمجھتی ہے! لیکن بات یہ نہیں ہے۔ کل صلیب تو ہو گی لیکن پھانسی نہیں۔ نہیں، میں اپنے آپ کو پھانسی پر نہیں لٹکاؤں گا۔ الیوشا، کیا تم جانتے ہو کہ میں کبھی خودکشی نہیں کر سکتا؟ کیا تمہارے خیال میں مجھ میں اس کا حوصلہ نہیں؟ میں بزدل ہوں، ذرا کل ہوں؟ نہیں، میں بزدل نہیں ہوں۔ بات صرف اتنی ہے کہ مجھ میں زندہ رہنے کی شدید تڑپ ہے! مجھے کیسے معلوم ہوا کہ سمردیاکوف نے خودکشی کر لی ہے؟ ہاں اس نے مجھے بتایا تھا کہ..."

"کیا تمہیں واقعی یقین ہے کہ یہاں کوئی بیٹھا ہوا تھا؟" الیوشا نے پوچھا۔

"ہاں، وہاں، اس صوفے پر، کونے میں۔ تم ہوتے تو اسے ڈرا اور بھگا سکتے تھے۔ اب جو وہ بھاگا ہے، درحقیقت تمہیں سے ڈر کر بھاگا ہے۔ جونہی تم پہنچے وہ غائب ہو گیا۔ الیوشا، مجھے تمہارا چہرہ بہت پسند ہے۔ تمہیں معلوم تھا کہ مجھے تمہارا چہرہ بہت پسند ہے؟ لیکن وہ — الیوشا، وہ میں ہوں، خود میں۔ وہ میرے اندر کی ہر اس چیز کا مظہر ہے جو گھٹیا، ذلیل اور نفرت انگیز ہے! ہاں، میں 'رومان پسند' ہوں — ہاں، یہ بات اسی نے بھانپی اور مجھے بتائی تھی... حالانکہ یہ ایک اور غلیظ جھوٹ ہے۔ وہ انتہا درجے کا احمق ہے، لیکن وہ اس سے فائدہ اٹھانا جانتا ہے۔ وہ عیار ہے، لومڑی کی طرح عیار۔ وہ جانتا تھا کہ مجھے طیش کیسے دلایا جا سکتا ہے۔ وہ مجھے کچوکے لگاتا اور طعنے دیتا رہا کہ میں اسے جانتا ہوں اور اس پر یقین رکھتا ہوں۔ اس نے مجھے اپنی باتیں سننے پر مجبور کر دیا اور میں کان لگا کر سنتا رہا۔ اس نے مجھے اُلو بنا دیا جیسے میں کوئی نوخیز احمق چھوکرا ہوں۔ پھر بھی مجھے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس نے مجھے خود میرے متعلق بہت کچھ بتایا۔ ایسی ایسی باتیں جن کا میں خود اپنی ذات کے سامنے کبھی اقرار نہ کرتا۔ الیوشا، تم جانتے ہو، تمہیں معلوم ہے؟" اس نے انتہائی گمبھیر اور رازدارانہ لہجے سے کہا، "میں چاہوں گا کہ وہ میرا چولا نہ چھوڑے، وہی رہے جو وہ ہے!"

"تم بالکل تھک چکے ہو؟" الیوشا نے ہمدردانہ انداز سے اپنے بھائی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس نے مجھے طعنے دیے، مجھے اشتعال دلایا! اور سنو، وہ بے انتہا چالاک ہے۔ بڑی عیاری سے کہتا ہے: 'ضمیر؟ ضمیر کیا چیز ہے؟ اسے تو میں خود گھڑتا بناتا ہوں۔ پھر میں اتنا ناخوش کیوں رہتا ہوں، پشیمان کیوں ہوتا رہتا ہوں؟ عادت کی وجہ سے۔ انسان کی سات ہزار سالہ آفاقی عادت کی وجہ سے۔ جب ہم اپنی عادات سے پیچھا چھڑا لیں گے، ہم دیوتا بن جائیں گے۔' یہ اس نے کہا تھا! اس نے!"

"یہ اس نے کہا تھا، تم نے تو نہیں، تم نے تو نہیں!" الیوشا نے اپنے بھائی پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا۔ اس کے لیے ضبط کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ "خیر، جانے دو اسے، دفع کرو اسے، بھول جاؤ

اے۔ اسے ہر وہ چیز اپنے ساتھ لے جانے دو جس پر اب تم لعنت بھیجتے ہو، اور اسے کبھی واپس آنے کا موقعہ نہ دو۔''

''ہاں، وہ بد ہے، کینہ پرور ہے۔ وہ میرا مذاق اڑا رہا تھا۔ ایلوشا، وہ گستاخ اور دریدہ دہن تھا۔'' ایوان نے شدید غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔ ''اس نے مجھ پر بہتان باندھے، مجھ پر ہزار طرح کی تہمتیں لگائیں، اس نے جھوٹ بولے اور وہ بھی میرے منہ پر — خود میرے متعلق۔ 'اوخ، آپ کوئی نیکی کا کام کرنے والے ہیں! آپ اعلان کرنے والے ہیں کہ اپنے باپ کا قتل آپ ہی نے کیا تھا، یہ کہ نوکر نے آپ ہی کی شہہ پر اسے ہلاک کیا تھا...'''

''بھائی،'' ایلوشا نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا، ''چپ کرو، اپنے آپ کو سنبھالو۔ انہیں قتل تم نے نہیں کیا تھا۔ یہ درست نہیں۔''

''یہ سب کچھ اس نے کہا تھا۔ اس نے۔ اور وہ جانتا ہے۔ 'آپ بہت بڑی نیکی کا کام کرنے والے ہیں حالانکہ آپ کو نیکی پر یقین ہی نہیں — یہی چیز آپ کو اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہے، کھوکھلا کیے جا رہی ہے، ایذا پر ایذا پہنچائے جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے آپ اتنے منتقم مزاج ہو رہے ہیں...' اس نے یہی کچھ مجھے میرے متعلق بتایا تھا اور وہ جانتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے...''

''یہ تم کہہ رہے ہو، وہ نہیں!'' ایلوشا نے افسردگی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا، ''اور تمہیں معلوم ہی نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ تم ہذیانی ہو رہے ہو، اپنے آپ کو خواہ مخواہ اذیت میں مبتلا کر رہے ہو!''

''نہیں، اسے معلوم تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ 'کل آپ کو آپ کا پندار وہاں لے جائے گا،' اس نے کہا تھا۔ 'آپ عدالت میں کھڑے ہو جائیں گے اور آپ کہیں گے: ''اسے ہلاک میں نے کیا تھا۔ میری بات سن کر آپ لوگ دہشت زدہ ہونے کا ڈھونگ کیوں رچا رہے ہیں؟ آپ حضرات جھوٹ موٹ کا ڈراما رچا رہے ہیں۔ مجھے آپ لوگوں کے رویے سے گھن آ رہی ہے، مجھے آپ کی جعلی دہشت سے نفرت ہو رہی ہے۔''' یہ تھا جو اس نے میرے متعلق کہا تھا اور پھر اس نے اچانک مزید اضافہ کرتے ہوئے کہا: 'آپ جانتے ہی ہیں کہ آپ کی دلی آرزو کیا ہے۔ آپ چاہتے ہیں (آپ کی بات سن کر) لوگ آپ کی تعریف کریں، آپ پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسائیں اور کہیں: ''واہ، کیا بات ہے! ہے تو مجرم اور قاتل لیکن عزائم کتنے نیک ہیں! — اپنے بھائی کو (سزا سے) بچانا چاہتا ہے، اس لیے جرم اپنے سر لے رہا ہے!''' ''ایلوشا، یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے!'' ایوان نے اچانک چلاتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے۔ ''میں قطعاً نہیں چاہتا کہ نکے کے لوگ میری تعریف کریں، مجھے سر پر چڑھائیں! ایلوشا، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ اس

کا ایک اور جھوٹ تھا۔ مجھے اس پر اتنا طیش آیا کہ میں نے اس پر گلاس کھینچ مارا اور وہ اس کے بدصورت اور مکروہ چہرے سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔''

''بھائی، قصہ تھوک دو اور اسے بھول جاؤ،'' ایلوشا نے اس سے التجا کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں، اسے ایذائیں پہنچانا آتا ہے، وہ ظالم ہے، سنگ دل ہے،'' ایوان ایلوشا کی بات پر توجہ دیے بغیر اپنی کہتا رہا۔ ''مجھے ہمیشہ خوب معلوم ہوتا تھا کہ وہ کیوں آتا ہے۔ 'بہت اچھا،' اس نے کہا تھا، 'آئیں، ہم فرض کر لیتے ہیں کہ آپ اپنے پندار کی خاطر عدالت میں پیش ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں لیکن آپ کو اب بھی یہی امید ہے کہ پولیس سمردیاکوف کے خلاف کچھ نہ کچھ شہادت ڈھونڈ نکالے گی، اس کی بنیاد پر عدالت اسے مجرم قرار دے دے گی اور اسے سائبیریا میں قید بامشقت بھگتنے کی سزا سنا دے گی، پھر متیا کو بری کر دیا جائے گا اور آپ کو صرف اخلاقی طور پر قصوروار ٹھہرایا جائے گا (سنا تم نے؟ وہ جب یہ کہہ رہا تھا، ہنس رہا تھا) اور دوسرے آپ کی واہ واہ کریں گے۔ لیکن سمردیاکوف مر چکا ہے، اس نے پھانسی لے لی ہے، ایسے میں صرف آپ کی گواہی پر عدالت میں کون یقین کرے گا؟ تاہم آپ اس کے باوجود وہاں پیش ہوں گے، آپ لازماً پیش ہوں گے، آپ پیش ہونے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ بتائیں، آپ پیش کیوں ہونا چاہتے ہیں؟' ایلوشا، یہ بڑی سنگین اور ڈراؤنی صورت حال ہے۔ میں اس قسم کے سوالات کی تاب نہیں لا سکتا۔ مجھ سے اس طرح کے سوالات پوچھنے کی کس میں ہمت ہے؟''

''بھائی،'' ایلوشا نے اس کی بات میں مداخلت کرتے ہوئے کہا، دہشت سے اس کا اپنا دل دہلا جا رہا تھا لیکن اسے امید بھی تھی کہ وہ اسے ہوش و حواس میں لانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ''میرے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ تم سے سمردیاکوف کی موت کے بارے میں گفتگو کیسے کر سکتا تھا جب کہ کسی کو بھی اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں تھا اور اتنے تھوڑے وقت میں کسی کو کچھ معلوم ہو کیسے سکتا تھا؟''

''اس نے مجھے واقعی اس بارے میں بتایا تھا،'' ایوان نے اپنی بات پر ہٹ دھرمی سے قائم رہتے ہوئے کہا۔ وہ یہ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھا کہ کسی قسم کے شک و شبہے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ ''اگر تم جاننا ہی چاہتے ہو تو میں یہ کہوں گا کہ اس نے اس کے ماسوا اور کوئی بات کی ہی نہیں تھی۔ 'اگر آپ کو نیکی پر یقین ہوتا تو معاملہ اتنا گھمبیر نہ ہوتا،' یہ الفاظ اس کے ہیں۔ اور اس نے مزید کہا تھا، 'اگر انہیں آپ کی بات کا یقین نہیں آتا، تو یہ ان کا معاملہ ہے۔ جہاں تک آپ کا تعلق ہے آپ اصول کی خاطر وہاں جا رہے ہیں۔ لیکن آپ بھی اپنے باپ فیودر پاولووچ کی طرح سؤر ہیں، آپ کو نیکی سے کیا لینا دینا؟ اگر آپ کی قربانی سے کسی کی بھلائی نہیں ہوتی، پھر وہاں پیش

ہونے کے لیے کوشش کرنے کا فائدہ؟ اور وہ بھی اس صورت میں جب آپ کو خود معلوم نہ ہو کہ آپ وہاں کیوں پیش ہونا چاہتے ہیں! آپ کیوں پیش ہونا چاہتے ہیں، یہ جاننے کے لیے آپ بہت کچھ دینے کو تیار ہو جائیں گے! اور کیا آپ نے پیش ہونے کا واقعی تہیہ کر لیا ہے؟ نہیں، آپ ابھی تک صحیح معنوں میں کوئی فیصلہ نہیں کر پائے! آپ ساری رات یہاں بیٹھے رہیں گے اور سوچتے رہیں گے کہ آپ کو پیش ہونا چاہیے یا نہیں۔ لیکن بہرحال آپ پیش ہوں گے ضرور بالضرور اور آپ جانتے ہیں کہ آپ پیش ہوں گے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپ خواہ کوئی بھی فیصلہ کر لیں، فیصلے کا انحصار آپ پر نہیں ہوگا۔ آپ اس لیے پیش ہوں گے کیونکہ آپ میں نہ پیش ہونے کا حوصلہ ہی نہیں ــــ آپ میں اس کا حوصلہ کیوں نہیں، اس کا جواب آپ خود تلاش کریں اور سمجھ لیں کہ یہ ایک معما ہے جسے آپ نے حل کرنا ہے!' اس نے یہ کہا، اٹھا اور چلا گیا۔ جب وہ چلا گیا، تو تم آ گئے۔ الیوشا، اس نے مجھے بزدل کہا تھا! Le mot de l enigme (معمے کا جواب یہ ہے کہ) میں بزدل ہوں! اور اس نے یہ بھی کہا تھا: 'فضاؤں میں پرواز کرنا مجھ جیسے عقابوں کا کام نہیں!' اس نے بالکل یہی کہا تھا! اور سمردیاکوف نے بھی کچھ ایسی ہی بات کہی تھی۔ مجھے اسے لازماً ہلاک کرنا ہوگا۔ کاتیا مجھے حقیر جانتی اور مجھ سے نفرت کرتی ہے اور مجھے یہ بات پورے ایک مہینے سے معلوم ہے اور اب لیسے بھی مجھے حقیر جاننے اور مجھ سے نفرت کرنے لگے گی! 'آپ اس لیے گواہی دینے کے لیے پیش ہونا چاہتے ہیں تاکہ لوگ آپ کی تحسین کر سکیں' ــــ یہ سفاکانہ جھوٹ ہے! اور الیوشا، تم بھی مجھے حقیر جانتے اور مجھ پر نفریں بھیجتے ہو۔ اب مجھے پھر تم سے نفرت ہونے لگی ہے۔ رہا وہ وحشی قاتل، مجھے اس سے بھی نفرت ہے۔ میں اس عفریت کو بچانا نہیں چاہتا۔ اگر وہ سائبیریا کی کسی جیل میں سڑتا ہے تو سڑتا رہے! مجھے کیا! ذرا سوچو، اب وہ مناجات الاپنے لگا ہے، چہ خوب! کل میں وہاں جاؤں گا، بھری عدالت میں کھڑا ہو جاؤں گا اور ان کے مونہوں پر تھوک دوں گا، ان سب کے مونہوں پر!''

وہ جنون کے عالم میں اچھل کر کھڑا ہو گیا، اس نے تولیہ ایک طرف پھینک دیا اور دوبارہ کمرے میں چکر کاٹنے لگا۔ الیوشا نے وہ الفاظ یاد کیے جو ایوان نے اس سے پہلے کہے تھے، ''کچھ یوں معلوم ہونے لگتا ہے جیسے میں سوتے میں جاگ رہا ہوں... میں چلتا پھرتا ہوں، باتیں کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں، لیکن میں سویا ہوا ہوتا ہوں۔'' معلوم ہوتا تھا کہ عین ممکن یہی چیز اب رونما ہو رہی ہے۔ الیوشا اس کے پاس ٹھہرا رہا۔ اسے خیال آیا کہ اسے بھاگ کر جانا اور ڈاکٹر کو بلا لانا چاہیے مگر اسے اپنے بھائی کو اکیلے چھوڑتے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ وہاں کوئی بھی تو نہیں تھا جس کی تحویل میں وہ اسے دے جاتا۔ بالآخر ایوان بتدریج اپنے ہوش کھونے لگا۔ وہ اب بھی باتیں کیے جا رہا تھا،

لگاتار بولے جا رہا تھا لیکن اب اس کی باتوں میں ربط ختم ہوتا جا رہا تھا۔ وہ تو اپنے الفاظ بھی صحیح انداز سے ادا کرنے سے قاصر ہوتا جا رہا تھا۔ پھر وہ اچانک ساکت کھڑا ہو گیا اور اس کی ٹانگیں زور زور سے لڑکھڑانے لگیں۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ نیچے گرتا، الیوشا نے اسے تھام لیا۔ وہ اسے بستر کی جانب لے جانے لگا اور ایوان نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ الیوشا نے کسی نہ کسی طرح اس کے فالتو کپڑے اتارے اور اسے بستر پر لیٹنے میں مدد دی۔ وہ خود وہاں لگ بھگ دو گھنٹے بیٹھا رہا۔ مریض گہری نیند سو گیا، اب وہ بالکل ہل جل نہیں رہا تھا اور اس کی سانس ٹھیک طرح چل رہی تھی۔ الیوشا نے ایک تکیہ اٹھایا اور کپڑے اتارے بغیر دوسرے صوفے پر لیٹ گیا۔

جب نیند سے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں، اس نے دعا کی اور ایوان کے لیے دعا کی۔ وہ ایوان کے مرض کی نوعیت سمجھنے لگا تھا۔ ''متکبر فیصلے ــــ فعال ضمیر کی اذیتیں!'' خدا، جس پر اسے یقین نہیں تھا، اور صداقت اس کی روح پر غالب آ رہے تھے جو ابھی تک جھکنے پر راضی نہیں تھی۔ ''ہاں،'' الیوشا کو تکیے پر سر رکھتے وقت خیال آیا، ''ہاں، چونکہ سمردیاکوف مر چکا ہے، ایوان کی گواہی پر کسی کو بھی یقین نہیں آئے گا، تاہم وہ ضرور جائے گا اور گواہی دے گا!'' الیوشا ملائم انداز سے مسکرا پڑا۔ ''جیت خدا کی ہوگی!'' اس نے سوچا۔ ''وہ یا تو صداقت کی روشنی میں اوپر اٹھ جائے گا اور یا پھر... ایسا کام کرنے پر جس پر اسے یقین نہیں، اپنے آپ سے اور تمام دوسرے لوگوں سے انتقام لیتا لیتا نفرت کی آگ میں جل کر بھسم ہو جائے گا،'' الیوشا نے تلخی سے دل میں مزید کہا اور ایک بار پھر ایوان کے لیے دعا کرنے لگا۔

بارھویں کتاب

عدالتی سہو

1
دوررَس اورتباہ کن نتائج کا حامل دن

جن واقعات کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے، ان کے اگلے روز صبح دس بجے ہماری ضلعی عدالت کا اجلاس طلب کیا گیا اور دمتری کرامازوف کے مقدمے کی سماعت شروع ہوگئی۔

میں ابتدا ہی میں کسی اگرمگر کے بغیر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ سماعت کے دوران میں عدالت میں جو کچھ ہوا، میں اس کی پوری تفصیل بیان کرنے کے لیے اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا بلکہ میں تو یہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ واقعات عین مین اسی ترتیب سے پیش آئے تھے جس طرح میں نے انہیں یہاں تحریر کیا ہے۔ میں اب اس خیال کا حامی ہوں کہ اگر ایک ایک تفصیل کا ذکر کرنا اور ہر چیز کو مناسب انداز سے بیان کرنا مقصود ہو تو پوری کتاب، اور وہ بھی بے حد ضخیم، درکار ہوگی۔ چنانچہ اگر میں صرف انہی باتوں کو قلم بند کروں جنہوں نے مجھے ذاتی طور پر متاثر کیا تھا اور جو خاص طور پر میرے حافظے سے چمٹی رہ گئی تھیں، تو مجھے امید ہے کہ میرے قارئین کوئی شکایت نہیں کریں گے۔ ممکن ہے میں نے انتہائی اہم چیزوں کو غیر متعلق چیزوں کے ساتھ گڈمڈ کر دیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے بعض انتہائی اہم پہلوؤں کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا ہو... تاہم مجھے احساس ہے کہ کوئی

عذر نہ پیش کرنا ہی بہتر ہے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھوں گا اور قارئین خود سمجھ جائیں گے کہ میں یہی کچھ کر سکتا تھا، اس سے زیادہ نہیں۔

لیکن آپ کو عدالت کے کمرے میں لے چلنے سے پہلے میں اس چیز کا ذکر کرنا چاہوں گا جس نے اس روز مجھے خاص طور پر ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ آپ یقین رکھیں اچنبھا صرف مجھے ہی نہیں ہوا بلکہ جیسا کہ بعد میں کھلا، سبھی کو اس پر سخت حیرت ہوئی تھی۔ بات دراصل یہ تھی: سب کو معلوم تھا کہ اس مقدمے میں بے شمار اشخاص کو دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ ہر شخص بے چین ہو رہا تھا کہ سماعت کب شروع ہو گی اور یہ کہ گزشتہ دو مہینوں کے دوران میں اس پر بہت بحثیں ہو چکی تھیں، طرح طرح کے مفروضے باندھے گئے تھے، رنگا رنگ قیاس آرائیاں کی گئی تھیں اور یہ کہ انجام کار فیصلہ کیا ہو گا، اس کے متعلق بھی ہر شخص اپنی صوابدید کے مطابق رائے دیتا رہا تھا۔ اور یہ بھی ہر شخص کے علم میں تھا کہ اس مقدمے کے پورے روس میں گھر گھر چرچے ہونے لگے ہیں، تاہم ان تمام باتوں کے باوجود کسی کو بھی، جب تک سماعت کا دن نہ آ پہنچا، اندازہ نہ ہو سکا کہ اس نے نہ صرف ہمارے قصبے میں بلکہ ملک کے تمام علاقوں میں کتنا زبردست جوش و خروش پیدا کر دیا ہے۔ اس روز صرف ہمارے صوبے کے صدر مقام سے ہی نہیں بلکہ روس کے دوسرے صوبوں کے شہروں اور قصبوں، حتیٰ کہ سینٹ پیٹرزبرگ اور ماسکو سے بھی لوگ کارروائی دیکھنے کے لیے پہنچ گئے۔ نوواردوں میں بڑے بڑے وکیلوں، سربرآوردہ ہستیوں اور اعلیٰ طبقے کی نامی گرامی خواتین کی بھی خاصی بڑی تعداد شامل تھی۔ داخلے کے پاس دیکھتے ہی دیکھتے بڑے اشتیاق سے اچک لیے گئے۔ زیادہ ممتاز اور سرکردہ شرفا کی نشستوں کے لیے عدالتی بنچ کے عقب میں خاص انتظامات کیے گئے۔ وہاں خصوصی نشستوں کی پوری قطار لگا دی گئی اور یہ ایک ایسی چیز تھی جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی گئی تھی۔ خواتین خاص طور پر بہت بڑی تعداد میں آئی تھیں۔ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ حاضرین کی کم از کم نصف تعداد خواتین پر مشتمل تھی، وہ مقامی قصبے سے ہی نہیں بلکہ دوسرے علاقوں سے بھی آئی تھیں۔ مختلف قصبوں اور شہروں سے جو وکیل تشریف لائے تھے، ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ان کے بٹھانے کے لیے نشستیں دستیاب نہیں تھیں کیونکہ سب پاس تقسیم ہو چکے تھے، لوگ منت سماجت کر کے لے گئے تھے یا محفوظ کرا گئے تھے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ڈائس کے پیچھے کمرے کے بالکل آخری سرے پر رکاوٹیں کھڑی کر کے ایک عارضی جنگلا بنا دیا گیا تھا جس میں باہر سے آنے والے تمام وکیلوں کو دھکیل دیا گیا۔ جگہ بچانے کے لیے اس جنگلے سے تمام کرسیاں اٹھا دی گئیں اور وہاں جو شخص بھی گھسا، کھڑے ہونے پر مجبور ہو گیا، پھر بھی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ پوری سماعت کے دوران میں کندھے سے کندھا چھلتا رہا اور خود وکیل بھی اپنے آپ کو خوش قسمت تصور کر رہے تھے کہ انہیں کم از

کم کھڑے ہونے کے لیے تو جگہ مل گئی ہے۔

گیلری پر جن خواتین کا قبضہ تھا، ان میں سے بعض، خاص طور پر وہ جو دور دراز سے آئی تھیں، خوب بنی ٹھنی ہوئی تھیں، تاہم اکثریت نے اپنے روزمرہ کے ملبوسات پہن رکھے تھے۔ ان کے چہروں سے ہسٹیریائی، پُرجوش، تقریباً مریضانہ تجسس کا اظہار ہو رہا تھا۔ ان خواتین میں، جو وہاں اکٹھی ہو گئی تھیں، ایک بات خاص طور پر نظر آئی اور یوں اس کا ذکر کرنا نہایت ضروری ہے (اور بعد میں متعدد مشاہدوں کے بعد اس کی تصدیق بھی ہو گئی) کہ وہ تقریباً ساری کی ساری یا کم از کم ان کی بھاری اکثریت میتیا کی حامی تھی اور چاہتی تھی کہ میتیا کو بری کر دینا چاہیے—— غالباً اس کی بڑی وجہ اس کی یہ شہرت تھی کہ وہ عورتوں کے دل جیتنا جانتا تھا۔ عدالت میں موجود خواتین جانتی تھیں کہ دو حریف عورتیں گواہوں کے کٹہرے میں کھڑی ہوں گی۔ کاترینا ایوانوونا خاص طور پر ہر ایک کی دلچسپی اور توجہ کا مرکز بن گئی تھی۔ اس کے متعلق ہر طرح کی غیر معمولی کہانیاں سنائی جاتی تھیں، حالانکہ میتیا مبینہ طور پر جرم کا مرتکب ہو چکا تھا، کاترینا ایوانوونا اس کے باوجود اس سے شدید محبت کرتی تھی اور اس کی اس محبت کے بارے میں محیر العقول داستانیں تراشی اور بیان کی جاتی تھیں۔ اس کی ہیکڑی اور نخوت کو خاص طور پر زیر بحث لایا جاتا تھا (وہ قصبے میں شاذ ہی کسی کے گھر جاتی تھی، وہ اسے اپنے عزو وقار کے منافی سمجھتی تھی) اور اس کے "اشرافوں کے ساتھ روابط" پر بہت زور دیا جاتا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ وہ حکام سے درخواست کرنا چاہتی ہے کہ اسے مجرم کی ہمراہی میں سائبیریا جانے اور وہاں کانوں کے آس پاس اس کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ کاترینا ایوانوونا کی رقیب گروشینکا کی عدالت میں پیشی کا بھی اسی جوش و خروش سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ خواتین اذیت ناک تجسس کے ساتھ اس لمحے کی منتظر تھیں جب دونوں رقیبوں کا—— غیور و خوددار اور نوجوان اشراف زادی اور مقامی "داشتہ"—— عدالت میں آمنا سامنا ہو گا... چلتے چلتے یہ بھی بتاتا چلوں کہ وہ کاترینا ایوانوونا کی نسبت گروشینکا کو زیادہ بہتر طور پر جانتی تھیں۔ وہ موخرالذکر سے، جو "فیودر پاولووچ اور اس کے بدقسمت بیٹے کا بیڑا غرق کرنے کا باعث بنی تھی"، پہلے ہی واقف تھیں اور بلا استثنا سبھی اس امر پر حیرت کا اظہار کر رہی تھیں کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ باپ بیٹا دونوں ہی "ایک انتہائی معمولی چھوکری پر، جو کوئی خاص طور پر خوب صورت اور پُرکشش بھی نہیں ہے،" مر مٹے۔

قصہ مختصر، افواہوں کا بازار گرم ہو چکا تھا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ صرف ہمارے قصبے کے متعدد خاندانوں میں میتیا کے بارے میں تُو تُو مَیں مَیں ہونے لگی تھی۔ اس پورے الم ناک واقعے کے بارے میں متضاد رائے رکھنے پر بے شمار خواتین کا اپنے شوہروں کے ساتھ زبردست جھگڑا ہوتا

رہتا تھا۔ چنانچہ یہ بات بالکل فطری تھی کہ ان جھگڑوں کے نتیجے کے طور پر جب یہ خاوند عدالت کے کمرے میں آئے تو ملزم کے ساتھ ان کا رویہ نہ صرف غیر دوستانہ بلکہ صریحاً معاندانہ بھی تھا۔ بہر حال بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ خواتین کے مقابلے میں تمام مرد واضح طور پر ملزم کے خلاف تھے۔ آدمی کو ایسے چہرے اچھی خاصی تعداد میں نظر آ سکتے تھے جن پر خفگی اور سخت گیری ٹپک رہی تھی، بلکہ بعض سے تو مکمل مخاصمت کا اظہار ہو رہا تھا۔ یہ سچ ہے کہ میتیا نے قصبے میں اپنے قیام کے دوران میں بعض اشخاص کو ذاتی طور پر کسی نہ کسی طرح ناراض کرنے کا اہتمام کر لیا تھا۔ تاہم تماشائیوں میں چند ایسے لوگ بھی موجود تھے جو اس سارے معاملے سے خوب محظوظ ہوئے تھے اور انہیں اس چیز سے قطعاً کوئی سروکار نہیں تھا کہ میتیا پر کیا بیتتی ہے، لیکن خود مقدمے میں ان کی دلچسپی برقرار تھی۔ اس کے انجام کے بارے میں سبھی متجسس تھے اور مردوں کی اکثریت اس خیال کی حامی تھی کہ ملزم کو سزا ملنا چاہیے— غالباً وکیل ان میں شامل نہیں تھے۔ انہیں مقدمے کے اخلاقی پہلوؤں کی تو کوئی پروا نہیں تھی، البتہ متعلقہ قانونی دلائل ضرور ان کی توجہ کے مرکز تھے۔

سبھی حاضرین اس بات پر بے حد خوش تھے کہ روس کا مشہور و معروف وکیل فیتیو کووچ عدالت میں پیش ہو رہا ہے۔ اس کی مہارت کی ایک دنیا معترف تھی اور وہ کسی سنسنی خیز مقدمے میں بطور وکیل صفائی پہلی مرتبہ کسی دور دراز قصبے میں آیا تھا۔ وہ جب بھی بطور وکیل صفائی کسی مقدمے کی پیروی کرتا تھا، تو اس مقدمے کی شہرت ملک کے طول و عرض میں پھیل جاتی تھی اور وہ لوگوں کو طویل مدت تک یاد رہتا تھا۔ ہمارے وکیل استغاثہ اور عدالتی بنچ کے سربراہ کے بارے میں بھی متعدد دلچسپ کہانیاں زبان زدِ خاص و عام ہو چکی تھیں۔ کہا جا رہا تھا کہ وکیل استغاثہ کی فیتیو کووچ کا سامنا کرنے کے تصور سے ہی جان فنا ہو رہی ہے، یہ کہ وہ دونوں پُرانے حریف ہیں اور ان کی اس حریفانہ چشمک کا آغاز تبھی ہو گیا تھا جب وہ سینٹ پیٹرزبرگ میں اپنے پیشے میں نئے نئے داخل ہوئے تھے اور یہ کہ ہمارا حساس اور یہ خود غلط اپولیت کیریلووچ، جسے اس بات پر شدید قلق تھا کہ سینٹ پیٹرزبرگ کے ایام کے دوران میں اس کی صلاحیتوں کی پوری قدر نہیں کی گئی تھی، کراما زوف کا مقدمہ ملنے پر بے حد جوش میں آ چکا تھا اور اسے امید پیدا ہو چلی تھی کہ اس سے اس کی زوال پذیر شہرت کو نئی زندگی مل جائے گی۔ اور یہ بھی سننے میں آ رہا تھا کہ فیتیو کووچ واحد شخص ہے جس سے وہ خائف ہے۔ تاہم یہ افواہ کہ وکیل استغاثہ فیتیو کووچ کا سامنا کرنے سے گھبراتا تھا، کاملاً صحیح نہیں تھی۔ ہمارا وکیل استغاثہ ان لوگوں میں نہیں تھا جو خطرے کا سامنا ہونے پر لرزہ بر اندام ہو جاتے تھا۔ اس کے برعکس اس کا شمار ان اشخاص میں کیا جا سکتا ہے کہ صورت حال جتنی زیادہ بگڑتی ہے، ان کا عزم اتنا ہی زیادہ مضبوط اور مستحکم ہونے لگتا ہے۔ مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا وکیل

استغاثہ قدرے جلد باز اور انتہائی حساس تھا۔ وہ بعض مقدمات کی تیاری میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا تھا اور ان کی یوں دل و جان سے پیروی کرتا تھا جیسے اس کی ساری شہرت اور مقسوم کا انحصار سراسر انہی کے فیصلے پر ہو۔ اس کے اس رویے پر اس کا خوب مذاق اڑایا جاتا تھا کیونکہ ہمارے وکیل استغاثہ کا یہی وہ "وصف" تھا جس نے اس کی شہرت کو قدرے داغ دار بنا دیا تھا۔ اس پر اس قسم کی جو انگشت نمائی کی جاتی تھی، اگرچہ اس کا دائرہ بہت وسیع تو نہیں تھا، پھر بھی عدالتی نظام میں وہ جس معمولی عہدے پر فائز تھا، اس کے پیش نظر یہ پھر بھی خاصا بڑا تھا۔ اسے نفسیات سے جو زبردست شغف تھا، اس کا خاص طور پر ٹھٹھا اڑایا جاتا تھا۔ میرے خیال میں یہ سب لوگ غلطی پر تھے۔ ہمارا وکیل استغاثہ اپنے طرز فکر اور طرز عمل دونوں میں اس سے کہیں زیادہ سنجیدہ تھا جتنا کہ لوگ اسے سمجھتے تھے۔ بات صرف اتنی تھی کہ یہ شخص، جو اکثر گوناگوں امراض کا شکار ہوتا رہتا تھا، بڑا بدقسمت واقع ہوا تھا کیونکہ اپنے قانونی پیشے کے آغاز سے لے کر آج تک اسے اپنی صلاحیتیں جتانے کا موقع نہیں مل سکا تھا اور یوں اس کے متعلق لوگوں میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی تھیں، وہ ان کا ازالہ نہیں کر سکا تھا۔

جہاں تک عدالتی بنچ کے سربراہ کا تعلق ہے، اس کے بارے میں صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ وہ پڑھا لکھا اور کریم النفس شخص تھا۔ وہ اپنے کام کی نوعیت اچھی طرح سمجھتا تھا اور ہمارے زمانے کے جدید ترین اور انتہائی ترقی پسندانہ خیالات سے آگاہ رہتا اور ان کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ وہ خوددار بلکہ قدرے نخوت پسند ضرور تھا مگر اسے اپنے پیشے میں آگے بڑھنے کا کوئی خاص شوق نہیں تھا۔ اسے اپنی زندگی میں سب سے بڑی فکر یہ رہتی تھی کہ لوگ اسے ترقی پسندانہ خیالات کا حامی سمجھتے ہیں یا نہیں۔ ان باتوں کے علاوہ وہ خاصی بڑی جائیداد کا مالک تھا اور اس کے بااثر اور بارسوخ اشخاص کے ساتھ روابط تھے۔ جیسا کہ بعد میں منکشف ہوا، اسے کراما زوف کے مقدمے میں دلچسپی تو ضرور تھی لیکن صرف عمومی لحاظ سے۔ وہ مقدمے کو محض مقدمہ سمجھ کر اس میں دلچسپی لے رہا تھا— اس کا خیال تھا کہ اسے ہمارے معاشرتی حالات کی پیداوار سمجھا جانا چاہیے، ہمارے روسی کردار کی مثال گردانا جانا چاہیے، وغیرہ وغیرہ، یا پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کے مضمرات کیا ہوں گے۔ جہاں تک خود مقدمے کی الم ناک تفصیلات اور اس میں ملزم سے لے کر دوسرے اشخاص تک کا تعلق ہے جن کا کسی نہ کسی حیثیت سے اس سے تعلق بنتا تھا، ان کے بارے میں اس کا رویہ خاصا لاتعلقانہ اور معروضی تھا۔ اور ہونا بھی غالباً یہی چاہیے تھا۔

ججوں کی آمد سے کہیں پہلے عدالت کا کمرا پوری طرح بھر چکا تھا۔ ہمارے قصبے کی عدالت کا کمرا خاصا لمبا چوڑا ہے۔ اس کی چھتیں اونچی ہیں اور اس میں آواز صاف سنائی دیتی ہے۔ ججوں

کے، جو ڈائس پر بیٹھے ہوئے تھے، دائیں جانب جیوری کے ارکان کے لیے ایک میز اور دو قطاروں میں رکھی ہوئی کرسیاں تھیں۔ بائیں جانب ملزم اور اس کا وکیل بیٹھے ہوئے تھے۔ جہاں جج تشریف فرما تھے، وہاں سے کچھ ہی دور کمرے کے درمیان میں ایک اور میز پڑی تھی جس پر مقدمے سے متعلق اشیا (81) رکھی ہوئی تھیں: فیودر پاولووچ کا خون آلود سفید ریشمی ڈریسنگ گاؤن، ہلاکت خیز پیتل کا موسل جس کے ساتھ مبینہ طور پر جرم کا ارتکاب کیا گیا تھا، متیا کی قمیص جس کی آستین پر خون کے دھبے تھے، اس کا فراک کوٹ جس کی عقبی جیب پر خون کے دھبے تھے جس میں اس نے اس وقت اپنا رومال ٹھونسا تھا، خود رومال جو خون سے تر ہو گیا تھا مگر اب بے رنگ ہو چکا تھا، متیا کا پستول جس میں پرخوتین کے ہاں گولی بھری گئی تھی اور جس کے ساتھ اس کا خودکشی کرنے کا ارادہ تھا اور جسے مکرائی میں تریفون بوریچ نے آنکھ بچا کر اس کی جیب سے نکال لیا تھا، لفافہ جس پر گروشینکا کا نام تحریر تھا اور جس میں مبینہ طور پر اس کے لیے تین ہزار روبل رکھے گئے تھے، گلابی رنگ کا باریک ربن جس سے لفافہ باندھا گیا تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد اشیا تھیں جو مجھے یاد نہیں رہیں۔ کچھ فاصلے پر ایک عارضی رکاوٹ کے پیچھے ہال کے بڑے حصے میں عام لوگوں کے لیے کرسیاں تھیں۔ رکاوٹ کی اگلی جانب ان گواہوں کی متعدد کرسیاں تھیں جو اپنی شہادتیں تو پہلے ہی دے چکے تھے لیکن جن کا عدالت میں موجود ہونا ضروری تھا۔

دس بجے سربراہ، ایک مجسٹریٹ اور ایک اعزازی جسٹس آف پیس پر مشتمل عدالتی بنچ اندر داخل ہوا۔ روایت کے مطابق وکیل استغاثہ ان کے عین پیچھے پیچھے آیا۔ پچاس سالہ سربراہ بھاری بھرکم، مضبوط اور گٹھے ہوئے جسم کا مالک تھا لیکن اس کا قد اوسط درجے سے چھوٹا تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ قدرے سانولا تھا۔ اس کے سیاہ بالوں میں سفیدی جھلکنے لگی تھی مگر انہیں کاٹ تراش کر بالکل مہین بنا دیا گیا تھا — اس کے جسم پر پٹکا تھا مگر یہ کس اعزاز کی نمائندگی کر رہا تھا مجھے یاد نہیں رہا۔ بشمول میرے ہر شخص نے دیکھا کہ وکیل استغاثہ کی رنگت غیر معمولی طور پر پیلی پڑ چکی ہے، بلکہ وہ تقریباً سانولی نظر آ رہی تھی۔ درحقیقت معلوم ہوتا تھا کہ اس کا چہرہ اچانک راتوں رات پہلے کی نسبت کہیں زیادہ مہین ہو چکا ہے حالانکہ جب میں نے ایک دو روز پیشتر اسے دیکھا تھا، وہ بالکل معمول کے مطابق نظر آ رہا تھا۔ عدالت کے سربراہ نے کارروائی کا آغاز کرنے سے پہلے دربان سے جیوری کے ارکان کے متعلق دریافت کیا آیا وہ آ چکے ہیں...

تاہم مجھے نظر آ رہا ہے کہ میں اس انداز سے اپنی کہانی کا سلسلہ آگے بڑھانے سے قاصر ہوں محض اس لیے کیونکہ بعض باتیں مجھے ٹھیک طرح سے سنائی نہ دے سکیں، بعض میں ٹھیک طرح سے سمجھ نہ سکا اور بعض میں بالکل بھول چکا ہوں، اور جیسا کہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، سب سے بڑی

وجہ یہ ہے کہ وہاں جو کچھ کہا گیا یا ظہور پذیر ہوا، میرے پاس حقیقتاً اتنا وقت ہے نہ جگہ کہ میں اسے لفظ بہ لفظ نقل کر سکوں یا بعینہٖ بیان کر سکوں۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ فریقین یعنی استغاثے اور صفائی کے وکیلوں نے جیوری کے بہت کم نامزد ارکان کو مسترد کیا۔ تاہم وہ بارہ کے بارہ، جنہیں منتخب کیا تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہیں: ان میں چار مقامی سول ملازم، دو تاجر، چھ کسان یا عام شہری باشندے تھے۔ مقدمے کی کارروائی کا آغاز ہونے سے بہت پہلے ہی ہمارے قصبے کے باسیوں، خاص طور پر خواتین نے اچنبھے کے عالم میں پوچھنا شروع کر دیا تھا: "کیا یہ درست ہے کہ اس قسم کے پیچیدہ، لاینحل اور نفسیاتی طور پر اہم مقدمے کا فیصلہ، جس کا نتیجہ دور رس اور تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے، چند کلرکوں اور اس سے بھی بدتر چند کسانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے؟ کسان کو تو چھوڑیں، عام کلرک کی بھی سوجھ بوجھ کیا ہے؟" اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ چاروں کے چاروں کلرک، جو جیوری میں شامل ہو گئے تھے، معمولی اور ادنیٰ درجے کے ملازم تھے، ان کے سروں کے بال سفید ہو چکے تھے (صرف ایک قدرے کم عمر دکھائی دیتا تھا)، انہیں ہمارے معاشرے میں، جہاں سے وہ یوں توں کر کے اپنی روزی کماتے تھے، کوئی جانتا تک نہیں تھا اور انہیں اعلیٰ طبقوں تک کبھی رسائی حاصل نہیں ہو سکے گی۔ غالباً ان کی بیویاں بھی بوڑھی ہو چکی ہوں گی۔ ان کے بچوں کی بھی پوری پلٹن ہو گی اور وہ شاید ننگے پاؤں اِدھر اُدھر بھاگتے پھرتے ہوں گے۔ وہ اپنے فارغ اوقات کا بیشتر حصہ اِدھر اُدھر تاش کھیلنے میں صرف کرتے ہوں گے اور یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ انہوں نے زندگی بھر کوئی کتاب پڑھنا تو درکنار، اسے ہاتھ تک نہیں لگایا ہو گا۔ جہاں تک دونوں تاجروں کا تعلق ہے، اگرچہ وہ دونوں ہی خاصے بارعب معلوم پڑ رہے تھے لیکن وہ عجیب انداز سے کم گو اور غیر فعال ہونے کا تاثر دے رہے تھے — ان میں سے ایک نے داڑھی مونچھ صفاچٹ کرا رکھی تھی اور اس نے جرمن فیشن کے ملبوسات پہن رکھے تھے۔ دوسرے کی ننھی منی سفید داڑھی تھی اور وہ اپنی گردن میں سرخ ربن پر کسی قسم کا تمغہ آویزاں کیے ہوئے تھا۔ شہری باشندوں اور دیہاتی کسانوں کے متعلق بتانے کی کوئی خاص بات نہیں۔ ہمارے قصبے سکوتوپریگونیفسک کے باشندے صرف نام کے شہری باشندے ہیں، وہ اصلاً دیہاتی ہیں اور ان میں سے بعض تو اب تک زمینوں پر ہل چلاتے ہیں۔ ان میں سے دو جرمن وضع کے کپڑوں میں ملبوس تھے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ وہ باقی چاروں کی نسبت کہیں زیادہ غلیظ اور بھلے دکھائی دے رہے تھے۔ چنانچہ یہ خیال لازماً ذہن میں آ سکتا ہے جیسا کہ مثلاً انہیں پہلی نظر دیکھتے ہی میرے دل میں آیا تھا: "اس قسم کی ٹولی کو اس مقدمے کی کیا تفہیم ہو سکتی ہے؟" تاہم ان کے گھمبیر اور خشم آگین چہروں کو دیکھ کر آدمی پر ایک مرتبہ تو عجیب و غریب قسم کا رعب بیٹھ جاتا تھا۔

آخرکار عدالت کے سربراہ نے اعلان کیا کہ سابقہ بلحاظ عہدہ کونسلر (82) فیودر پاولووچ کے قتل کے مقدمے کی کارروائی کا آغاز کیا جاتا ہے —— صحیح صحیح اس نے کیا الفاظ استعمال کیے تھے، مجھے یاد نہیں رہے۔ مدعا علیہ کو پیش کرنے کا حکم دے دیا گیا اور دربان اپنی معیت میں اسے اندر لے آیا۔ کمرے میں مکمل خاموشی چھا گئی: کوئی شخص سوئی گرا دیتا تو اس کی آواز بھی سنائی دے جاتی۔ جو باقی لوگ وہاں موجود تھے، میں ان کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جہاں تک میرا اپنا تعلق ہے متیا کو دیکھ کر میری طبیعت سخت منغض ہوئی۔ بدترین بات یہ تھی کہ وہ بالکل نیا کوٹ پہن کر چھیل چھبیلوں کی طرح عدالت میں داخل ہوا تھا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے آرڈر دے کر ماسکو میں اپنے سابقہ درزی سے، جو ابھی تک اس کا ماپ سنبھالے ہوئے تھا، اس مقدمے کے لیے بالکل نیا فراک کوٹ سلوایا تھا۔ وہ سیاہ رنگ کے بالکل نئے پیٹنٹ چرمی دستانے اور نہایت عمدہ قمیص پہنے ہوئے تھا۔ وہ عین سیدھ میں دیکھتا اپنے معمول کے لیے لیے ڈگ بھرتا اندر آیا اور انتہائی لاابالی انداز سے اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے وکیل صفائی مشہور و معروف فیتیو کووچ آیا اور اس کے نظروں کے سامنے آتے ہی پورے کمرے میں دبی دبی سی ہلچل پیدا ہو گئی۔ اس کا قد دراز، جسم لاغر، ٹانگیں لمبی اور حسین، انگلیاں بے حد لانبی، پتلی اور زرد، داڑھی مونچھ صفاچٹ، سر کے بال خاصے چھوٹے لیکن سلیقے سے بنے ہوئے اور ہونٹ باریک تھے جو بعض اوقات اس طرح ترچھے ہو جاتے کہ محسوس ہونے لگتا کہ ان پر مسکراہٹ سے ملتی جلتی کوئی چیز نمودار ہو گئی ہے۔ وہ کوئی چالیس سال کا معلوم ہو رہا تھا۔ اس کا چہرہ خوش نما بن سکتا تھا بشرطیکہ اس کی آنکھیں —— جو چھوٹی چھوٹی، بے آب و تاب اور غیر معمولی طور پر اس قدر ایک دوسری کے قریب تھیں کہ انہیں جدا کرنے والی واحد چیز اس کی لمبی بے حد باریک ناک ہی تھی —— ذرا مختلف ہوتیں۔ قصہ کوتاہ، اس کا چہرہ عجیب و غریب انداز سے کسی پرندے کے چہرے سے مشابہ تھا اور دیکھنے والے کو خاصا پریشان کر دیتا تھا۔ وہ نیلا کوٹ پہنے اور سفید ٹائی لگائے ہوئے تھا۔

عدالتی بنچ کے سربراہ نے متیا سے اس کے نام، عہدے وغیرہ کے متعلق جو ابتدائی سوالات پوچھے، وہ مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ متیا ان کے جوابات پھرتی سے دیتا رہا، لیکن اتنے زیادہ اونچے لہجے سے کہ خود سربراہ عدالت بھی ٹھٹک گیا، وہ ناپسندیدگی سے اپنا سر ہلاتا اور حیرت سے اسے دیکھنے لگتا۔ اس کے بعد جن لوگوں کو عدالت نے گواہوں اور ماہروں کی حیثیت سے بلایا تھا، ان کی فہرست پڑھ کر سنائی گئی۔ فہرست کافی طویل تھی۔ چار گواہ غیر حاضر تھے —— مائی اوسف پیرس سدھار گیا تھا لیکن جانے سے پہلے وہ ابتدائی تحقیق کے دوران میں اپنا بیان قلم بند کرا گیا تھا۔ مادام خوخلاکووا اور جاگیردار ماکسی موف علیل تھے۔ رہا سمردیاکوف، وہ اچانک فوت ہو گیا تھا۔ اس وقوعے

کے بارے میں پولیس نے عدالت کو اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ اس کی موت کی خبر نے حاضرین میں ہلچل پیدا کر دی اور کانا پھوسیاں ہونے لگیں۔ بیشتر لوگ ابھی تک اس کی بعید از قیاس خودکشی کے بارے میں لاعلم تھے۔ تاہم عدالت کے کمرے میں جس چیز نے صحیح معنوں میں سنسنی پیدا کی، وہ متیا کا ردعمل تھا۔ جونہی سمردیاکوف کی موت کی خبر سنائی گئی، وہ اپنی نشست سے اٹھا اور نہایت ہی اونچی آواز میں بولا:

"کتے کا پلا اپنے صحیح انجام کو پہنچ گیا!"

اس کا وکیل جس طرح اس کی جانب لپکا اور عدالت نے جس طرح اسے تنبیہ کی کہ اگر اس نے اس قسم کی حرکت دوبارہ کی تو اس کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی، مجھے اب تک خوب یاد ہے۔ موافقت میں اپنا سر ہلاتے ہوئے اور رک رک کر، لیکن بظاہر کسی قسم کی پشیمانی کی علامت دکھائے بغیر، متیا نے متعدد بار اپنے وکیل سے کہا۔

"بہت اچھا، بہت اچھا! بس زبان ذرا لغزش کھا گئی! آئندہ ایسا نہیں ہوگا!"

فطری طور پر اس چھوٹے سے واقعے سے جیوری کے ارکان اور تماشائیوں کی نگاہوں میں متیا کی نیک نامی میں کوئی اضافہ نہ ہوا۔ اس کی اصل فطرت بے نقاب اور اس کا اندر باہر آشکار ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب عدالت کے کلرک نے فرد جرم پڑھ کر سنائی تو لوگوں کے ذہنوں میں اس کے متعلق پہلے ہی ایک خاص نوع کا تاثر قائم ہو چکا تھا۔

فرد جرم مختصر مگر جامع تھی۔ ملزم کے خلاف صرف بڑے بڑے الزامات ہی پڑھ کر سنائے گئے۔ تاہم مجھ پر اس کا زبردست اثر ہوا۔ کلرک نے فرد جرم بلند، گونج دار اور غیر مبہم آواز میں پڑھی تھی۔ اس کو سننے کے بعد یوں معلوم ہونے لگا جیسے سارے الم ناک وقوعے کا خاکہ ایک بار پھر تیقن انداز سے اور ہلاکت خیز اور سفاک روشنی میں ہر کسی پر منکشف ہو گیا ہے۔ مجھے یاد ہے جونہی کلرک نے خواندگی ختم کی، اس کے معاً بعد سربراہ عدالت نے اونچی اور بارعب آواز میں متیا سے پوچھا:

"قیدی، اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہو یا انکار؟"

متیا اچانک اپنی نشست سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"جہاں تک بکثرت شراب نوشی اور فسق و فجور کا تعلق ہے، میں ان جرائم کا اقبال کرتا ہوں،" اس نے بے حد ہیجانی لہجے میں کہا۔ "میں یہ بھی اقبال کرتا ہوں کہ میں آرام پسند، نکھٹو اور ہنگامہ آرا شخص ہوں، اور خواہ مخواہ جھگڑے مول لیتا رہتا ہوں۔ لیکن عین اس وقت جب میں اپنی زندگی کا نیا ورق پلٹنا چاہتا تھا اور ہمیشہ کے لیے اچھا انسان بننے کی آرزو کرنے لگا تھا، قسمت نے مجھے زبردست پٹخنی دے دی۔ تاہم جہاں تک اس بڈھے شیطان، میرے باپ اور دشمن کا تعلق ہے، میں اس کی

ہلاکت کا قطعاً ذمے دار نہیں۔ مجھ سے نہ تو اسے قتل کرنے اور نہ اسے لوٹنے کا جرم سرزد ہوا ہے۔
نہیں، بالکل نہیں۔ میں نے قطعاً کوئی جرم نہیں کیا اور نہ امکانی طور پر مجھے مجرم قرار دیا جا سکتا ہے۔
دمتری کرامازوف لفنگا تو ہو سکتا ہے لیکن چور ہرگز نہیں!"

چیخ چیخ کر اپنا یہ بیان دینے کے بعد وہ بیٹھ گیا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ سرتاپا کانپ رہا ہے۔ سربراہ عدالت ایک بار پھر اس کی جانب متوجہ ہوا اور اس نے اسے متنبہ کیا کہ اسے صرف ان سوالوں کے جواب دینا چاہئیں جو اس سے پوچھے جائیں اور اسے غیر متعلق ہسٹیریائی چیخم چھاڑ سے گریز کرنا چاہیے۔ چلتے چلتے اتنا بتاتا چلوں کہ مدعا علیہ کے بھائیوں کو حلف اٹھائے بغیر گواہی دینے کی اجازت دے دی گئی۔ جب پادری اور سربراہ عدالت گواہوں کو جتا چکے کہ انہیں سچ بولنا چاہیے اور سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہنا چاہیے، انہیں بیٹھنے کو کہا گیا۔ تاہم جس قدر ممکن ہوا، انہیں ایک دوسرے سے الگ بٹھایا گیا۔ پھر انہیں ایک ایک کر کے کٹہرے میں بلایا گیا۔

2

خطرناک گواہ

استغاثے اور صفائی کے گواہوں کو مختلف زمروں میں کس نے تقسیم کیا تھا، سربراہ عدالت نے یا کسی اور نے؟ مجھے معلوم نہیں۔ (ویسے میرا گمان ہے سربراہ عدالت نے ہی کیا ہو گا۔) انہیں درحقیقت کس ترتیب سے بلایا جانا مقصود تھا، اس کا فیصلہ کس نے کیا تھا، میں اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا۔ میں فرض کر لیتا ہوں کہ سب سے پہلے کس نے پیش ہونا تھا اور اس کے بعد کس نے، اس کی واضح ترتیب بنائی گئی ہو گی۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ استغاثے کے گواہوں کو سب سے پہلے طلب کیا گیا تھا۔ یہاں میں ایک بار پھر عرض کیے دیتا ہوں کہ گواہوں سے جو سوالات کیے گئے، میرا انہیں یہاں لفظ بہ لفظ دہرانے کا کوئی ارادہ نہیں۔ مزید برآں، یہاں میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں، وہ بعد میں بالکل بے ضرورت اور فالتو ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ استغاثے اور صفائی دونوں کے وکیلوں نے اپنی تقریروں میں مقدمے کے تمام حقائق اور عدالت میں پیش شدہ شہادتوں کا خلاصہ اپنی مخصوص مہارت کے ساتھ بالکل واضح اور غیر مبہم انداز سے پیش کر دیا تھا۔ میں نے ان دونوں فاضلانہ تقریروں کے بعض حصے لفظ بہ لفظ تحریر کر لیے تھے اور میں انہیں مناسب موقع پر یہاں

نقل کر دوں گا۔ میں یہاں ایک غیر معمولی اور بالکل ہی غیر متوقع واقعے کا ذکر بھی کروں گا جو جیوری کے سامنے آخری تقریروں سے ذرا ہی پہلے اچانک رونما ہوا تھا اور جو ال زیب پر نحوست اور تباہ کن انداز سے مقدمے کے انجام پر اثر انداز ہوا تھا۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ سماعت کے بالکل ابتدائی مراحل ہی میں ہر شخص پر واضح ہو گیا تھا کہ عدالت میں جو شہادتیں پیش کی جا رہی ہیں، ان کی روشنی میں صفائی کے مقابلے میں استغاثے کا مقدمہ کہیں زیادہ مضبوط ہے۔ اس کا احساس تو تبھی سب کو ہونے لگا تھا جب عدالتی کمرے کی کشیدہ فضا میں حقائق منکشف ہونے اور ایک نقطے پر مرکوز ہونے لگے تھے جس سے اس بھیانک قتل کی پوری شدت منظر عام پر آنے لگی تھی۔ ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ شروع ہی سے ہر شخص پر عیاں ہونے لگا تھا کہ اس مقدمے کے بارے میں کوئی دو آراء نہیں ہو سکتیں، شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں، اور سچ پوچھیں تو سب کا یہی خیال تھا کہ حقائق کو چھانتے پھٹکنے اور ان کا جائزہ لینے کی کوئی ضرورت ہی نہیں، وہ خود بول رہے ہیں، ان کا جائزہ محض رسمی کارروائی ہے، ورنہ مدعا علیہ مجرم ہے، صریحاً مجرم ہے، بلا شک و شبہ مجرم ہے۔ میرا تو یہ بھی خیال ہے کہ ان خواتین کو بھی، جو اس پُرکشش، پُر اعتماد اور بانکے چھیلے مدعا علیہ کو بری ہوتے دیکھنے کی شدید تمنا کر رہی تھیں، بلا استثنا یہ یقین ہو چکا تھا کہ وہ مجرم ہے۔ میں تو یہاں تک کہنے کو تیار ہوں کہ اگر اس کے جرم کے بارے میں ذرا سے بھی شبے کی گنجائش ہوتی تو انہیں سخت مایوسی ہوتی کیونکہ اگر اسے بری کر دیا جاتا تو مقدمے کے اختتام پر جو سنسنی پھیلی، اس میں کمی واقع ہو جاتی۔ اگرچہ یہ بات بہت عجیب معلوم ہوتی ہے، تاہم حقیقت یہی ہے کہ خواتین کو آخری لمحے تک پختہ یقین تھا کہ اسے بری کر دیا جائے گا۔ "وہ مجرم ضرور ہے،" وہ کہتی نظر آ رہی تھیں، "لیکن آج کل جو نئے نئے خیالات اور نئے نئے رجحانات فروغ پا رہے ہیں اور لوگ انہیں صحیح تسلیم کرتے جا رہے ہیں، ان کے پیش نظر اسے انسان دوستی کے نام پر بری کر دیا جائے گا۔" علیٰ ہذا القیاس۔ درحقیقت یہی وہ وجہ ہے کہ وہ اتنے جوش و خروش سے جوق در جوق یہاں آئی تھیں۔ اس کے برعکس مرد حضرات کو اس معرکے سے زیادہ دلچسپی تھی جو وکیل استغاثہ اور نامی گرامی فیتیو کووچ کے مابین برپا ہونا تھا۔ وہ سب حیرت کے عالم میں اپنے آپ سے اور ایک دوسرے سے بھی پوچھ رہے تھے کہ فیتیو کووچ جیسے عبقری نے ایک ایسے مقدمے میں کیوں ہاتھ ڈالا ہے جس میں اس کے جیتنے کا کوئی امکان نہیں کیونکہ وہ پہلے ہی ہارا جا چکا ہے؟ چنانچہ وہ پوری توجہ اور انہماک سے اس کے طریق استدلال کا قدم بہ قدم جائزہ لیتے رہے۔

لیکن جہاں تک خود فیتیو کووچ کا تعلق ہے، وہ آخری وقت تک، اپنی اختتامی تقریر تک، ان کے لیے بالکل معما بنا رہا۔ تجربے کار اشخاص کو گمان ہونے لگا کہ اس کے پاس اپنی کوئی حکمت عملی

ہے، اس کا اپنا کوئی منصوبہ ہے، اپنا کوئی واضح مقصد ہے، مگر یہ مقصد کیا تھا، عملی طور پر اس کے متعلق قیاس آرائی کرنا ناممکن تھا۔ لیکن اسے اپنی صلاحیتوں پر جو اعتماد تھا، جو بھروسا تھا، وہ ہر ایک کو صاف نظر آرہا تھا۔ مزید برآں، ہر شخص یہ دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا کہ اگرچہ اسے یہاں آئے زیادہ سے زیادہ تین دن ہوئے تھے لیکن لگتا یہی تھا کہ اس نے اس مختصر عرصے میں "مقدمے کی باریک سے باریک تفصیلات اور جزئیات کا پوری طرح مطالعہ کرلیا ہے اور اس نے حیرت انگیز طور پر اس کے تمام پہلوؤں کو اپنی مٹھی میں سمیٹ لیا ہے۔" بعد ازاں لوگ مزے لے لے کر بیان کیا کرتے تھے کہ ضرورت پڑنے پر وہ استغاثے کے تمام گواہوں کو کس طرح بیوقوف ثابت کر دیتا اور انہیں بالکل بوکھلا دیتا تھا، یہی نہیں بلکہ اہم ترین نکتہ یہ تھا کہ وہ ان کی اخلاقی شہرت کو نہایت آسانی سے داغ دار کر دیتا اور یوں ان کی شہادت کو مشکوک ٹھہرا دیتا تھا۔ عام طور پر یہ باور کیا جاتا تھا کہ وہ یہ کام چیلنج سمجھ کر کر رہا تھا، اپنی قانونی سوجھ بوجھ اور ذکاوت کی نمائش کے لیے کر رہا تھا، کوئی قانونی نکتہ جیتنے کی کوشش کے پیش نظر کر رہا تھا یا پھر وہ یہ جتانا چاہتا تھا کہ وہ مسلمہ قانونی طریقوں میں سے کسی کو بھی پس پشت نہیں ڈال رہا۔ تاہم ہر شخص کو یقین ہو چکا تھا کہ وہ گواہوں پر کتنے ہی چھینٹے اڑا لے، انہیں کتنا ہی ذلیل کرلے، انجام کار اپنی ان کوششوں سے اسے کوئی فیصلہ کن فائدہ حاصل نہیں ہوگا، اور اس بات کو وہ غالباً دوسروں کی نسبت زیادہ بہتر طور پر جانتا تھا۔ ویسے نظر یہی آرہا تھا کہ اس نے اپنی کوئی حکمت عملی محفوظ کر رکھی ہے، اس کے پاس کوئی خفیہ ہتھیار ہے جسے وہ فی الحال چھپانے پر تلا ہوا ہے لیکن جسے وہ اچانک صحیح موقع پر استعمال کرے گا۔ مگر چونکہ اسے اپنی طاقت کا احساس تھا، وہ دریں اثنا بلی چوہے کا کھیل کھیل رہا تھا۔

چنانچہ مثال کے طور پر جب فیودر پادلووچ کے سابق ملازم گریگوری واسیلی وچ نے "باغ کے کھلے دروازے" کے متعلق ضرر رساں شہادت دی، جونہی وکیل صفائی کی اس پر جرح کرنے کی باری آئی وہ جھٹ اس پر جھپٹ پڑا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ گریگوری واسیلی وچ عدالت میں بڑے سکون، تقریباً باوقار انداز میں پیش ہوا تھا۔ وہ نہ تو عدالتی کروفر کے رعب میں آیا تھا اور نہ اتنے زیادہ لوگوں کی موجودگی سے گھبرایا تھا جو توجہ سے اس کا بیان سن رہے تھے۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا، پورے اعتماد کے ساتھ کہہ رہا تھا جیسے وہ اپنے وکیل سے نہیں، بلکہ اپنی بیوی مارفا اگناتیونا کے ساتھ خلوت میں باتیں کر رہا ہو، غالباً فرق صرف اتنا تھا کہ یہاں اس کا انداز گفتگو نسبتاً پُراحترام تھا۔ اسے متزلزل کرنا ناممکن تھا۔ وکیل صفائی نے پہلے تو اس پر سوالوں کی بوچھار کر دی، وہ اس سے پے درپے کرامازوف خاندان کے بارے میں پوچھے جا رہا تھا۔ یوں اس خاندان کی واضح تصویر ہر شخص کے سامنے آ گئی۔ لوگ سن رہے اور دیکھ رہے تھے کہ گواہ سیدھا سادھا آدمی ہے، ہیرا پھیری

کے فن سے ناآشنا ہے اور ہر چیز غیر متعصبانہ اور غیر جانب دارانہ انداز سے بیان کر رہا ہے۔ اگرچہ وہ اپنے مرحوم آقا کو نہایت ہی احترام کے ساتھ یاد کر رہا تھا، تاہم اس نے یہ کہنے سے گریز نہ کیا کہ مرحوم اپنی زندگی میں متیا کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ کرتا رہا تھا اور یہ کہ اس نے "اپنے بچوں کی مناسب دیکھ بھال اور تربیت نہیں کی تھی۔ اگر میں موجود نہ ہوتا،" اس نے متیا کے بچپن کے سالوں کا ذکر کرتے ہوئے مزید کہا، "تو ننھے بچے کو جوئیں اور پسو زندہ کھا جاتے۔ اور باپ نے اپنے بیٹے کو اس کی ماں کے ترکے سے ناجائز طریقوں سے محروم کر کے کوئی اچھا کام نہیں کیا تھا۔"

"تاہم جب وکیل استغاثہ نے اس سے یہ سوال کیا: "تم جو یہ دعویٰ کر رہے ہو کہ فیودر پادلووچ نے جائیداد کے تصفیے کے سلسلے میں اپنے بیٹے سے دھوکا کیا تھا، تو اس کی وجوہ کیا تھیں؟" حاضرین یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ اس نے کوئی ٹھوس حقائق پیش کرنے سے تو گریز کیا ہے، مگر اصرار یہی کیے جا رہا ہے کہ بیٹے کے ساتھ جو "تصفیہ" طے پایا تھا، وہ "نادرست" تھا اور یہ کہ "سچی بات یہ ہے کہ ابھی بیٹے کے مزید ہزاروں روبل باپ کے ذمے تھے۔"

ضمناً میں یہاں یہ بتاتا چلوں کہ یہ سوال کہ آیا فیودر پادلووچ نے متیا کو دھوکے سے اس کے ترکے سے محروم کیا تھا، وکیل استغاثہ بڑے تسلسل اور شد و مد کے ساتھ تمام گواہوں سے، جن میں ایلیوشا اور ایوان فیودرووچ بھی شامل تھے، پوچھتا رہا تھا، تاہم ان میں سے کوئی بھی خاطر خواہ جواب نہیں دے سکا تھا۔ سب لوگ بڑے اصرار سے اسے حقیقت بنا کر تو پیش کرتے رہے تھے، مگر ان میں سے کوئی بھی ایسا ثبوت پیش نہ کر سکا جو ذرا سا بھی قابل قبول ہوتا۔ اس کے بعد گریگوری نے دسترخوان کا وہ منظر بیان کیا جب دمتری فیودرووچ اچانک آ دھمکا تھا اور اس نے اپنے باپ کی پٹائی کر ڈالی تھی، اس کے ساتھ ہی وہ یہ دھمکی بھی دے گیا تھا کہ وہ پھر آئے گا اور اسے ہلاک کر کے ہی ٹلے گا۔ اس پر عدالت میں موجود تمام لوگوں پر افسردگی طاری ہوگئی، خاص طور پر اس لیے بھی کیونکہ بوڑھا ملازم اپنی کہانی نہایت سکون سے سنا رہا تھا، اس کا بیان مختصر مگر جامع تھا، اس کا انداز بے شک اس کا خاص اپنا تھا مگر وہ جو کچھ کہہ رہا تھا، اس میں ایک لفظ بھی فالتو نہیں تھا، اور اسی چیز نے حاضرین کے دلوں پر گہرا اثر کیا۔ جہاں تک متیا کے خود اس کے اپنے اوپر حملے کا تعلق ہے جب اس نے اس کے سر پر موسل مار کر اسے نیچے گرا دیا تھا، تو اس کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کہا، "میرے دل میں اس کے خلاف کوئی عناد نہیں اور میں مدتوں پہلے اسے معاف کر چکا ہوں۔" مرحوم سمردیاکوف کا ذکر کرتے ہوئے اس نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور کہا کہ اس شخص میں بعض صلاحیتیں تو تھیں لیکن اصلاً وہ احمق تھا، اپنی بیماری کے ہاتھوں پریشان رہتا تھا، اور بدترین بات یہ تھی کہ وہ کافر تھا اور خدا کو نہیں مانتا تھا، اور یہ کہ اسے خدا پر جو یقین نہیں تھا، تو اس کی ذمے داری

فیودر پاولووچ اور اس کے مجھلے بیٹے ایوان فیودرووچ پر عائد ہوتی ہے کیونکہ اس قسم کی باتیں وہی اسے سکھاتے تھے۔ تاہم اس نے بڑے جوش اور ولولے سے بتایا کہ سمردیاکوف ایماندار تھا اور کہا کہ ایک دفعہ آقا کی کچھ رقم کہیں گر پڑی تھی، وہ سمردیاکوف کو مل گئی، اس نے یہ رقم اپنی جیب میں ڈالنے کی بجائے آقا کو لوٹا دی تھی جس پر مؤخرالذکر نے خوش ہو کر اسے "بطور انعام ایک اشرفی عنایت کی تھی۔" اور اس کے بعد وہ اس پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کرنے لگا تھا۔ تاہم اپنے اس دعویٰ پر کہ باغ کا دروازہ کھلا تھا، وہ اڑیل ٹٹو کی طرح ڈٹا رہا۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ اس نکتے پر اس پر اتنی لمبی چوڑی جرح کی گئی کہ اب مجھے اس کا بیشتر حصہ یاد ہی نہیں آ رہا۔

آخرکار وکیل صفائی نے جرح کا کام سنبھال لیا اور اس نے چھوٹتے ہی اس سے اس لفافے کے بارے میں دریافت کیا جس میں فیودر پاولووچ نے "مبینہ طور پر" ایک خاص شخص کے لیے تین ہزار روبل رکھے تھے۔ "کیا تم نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا — آخر تم اتنے سال اپنے مالک کے اتنے قریب رہے تھے؟" اس پر گریگوری نے جواب دیا، "میں نے نہ تو لفافہ دیکھا تھا اور نہ کسی سے اس میں رکھی رقم کے بارے میں کبھی کچھ سنا تھا۔ میں نے تو اب یہاں اس کا ذکر آنے پر اس کی موجودگی کے بارے میں کچھ سنا ہے۔" فیتیوکووچ لفافے کے متعلق سوال اسی تسلسل اور استقلال کے ساتھ ہر گواہ سے پوچھتا رہا جس طرح وکیل استغاثہ جائیداد کی تقسیم کے بارے میں پوچھتا رہا تھا۔ اور اسے بھی ہر ایک سے ایک ہی جواب ملا — بہت سوں نے اس کے متعلق سنا ضرور تھا، لیکن حقیقتاً کسی نے بھی اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا نہیں تھا۔ شروع ہی سے سب نے بھانپ لیا تھا کہ وکیل صفائی اس سوال پر خاص زور دے رہا ہے۔

فیتیوکووچ نے اچانک اور غیر متوقع طور پر اپنا پینترا بدلتے ہوئے کہا، "جیسا کہ ہمیں ابتدائی تفتیش سے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اُس رات سونے سے پہلے کمر کے درد سے نجات پانے کے لیے کسی قسم کا مرہم یا شاید مالش کی کوئی دوا استعمال کی تھی، اگر تم برا نہ مانو تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس مرہم یا مالش کی دوا کے اجزائے ترکیبی کیا تھے؟"

گریگوری کافی دیر تک خالی خالی نظروں سے اپنے مستفسر کو دیکھتا رہا اور کچھ وقفے کے بعد بڑبڑایا:

"اس میں کچھ سانج (83) تھا۔"

"صرف سانج؟ تمہیں اور کوئی چیز یاد نہیں؟"

"کچھ پلانٹین (84) بھی۔"

"اور شاید کالی مرچ؟" فیتیوکووچ نے دلچسپی لیتے ہوئے استفسار کیا۔

"ہاں، کچھ کالی مرچ بھی تھی۔"

"خوب، خوب، خوب! اور تم نے ان چیزوں پر انڈیلا کیا تھا؟ میرا خیال ہے وہ ووڈکا ہی ہو گی۔"

"نہیں جناب، خالص الکحل۔" (85)

عدالت میں ہنسی کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"واقعی؟ چنانچہ ان سب اشیا کی خالص الکحل میں آمیزش کی گئی تھی؟ جب تم کمر پر اس آمیزے کی مالش کرا چکے، تم نے الکحل کی باقی ماندہ بوتل پی نہیں لی تھی؟ اور اس کے ساتھ تم نے ایک خاص مقدس دعا نہیں پڑھی تھی جو صرف تمہیں اور تمہاری شریک حیات کو معلوم تھی؟ بتاؤ، میں صحیح کہہ رہا ہوں؟"

"جی، جناب۔"

"تم نے یہ خالص الکحل کتنی پی تھی؟ تقریباً کتنی مقدار میں، ایک گلاس، دو گلاس، ڈیڑھ گلاس؟"

"تقریباً ایک پورا گلاس۔"

"پورا گلاس! تمہیں یقین ہے کہ یہ ڈیڑھ گلاس نہیں تھا؟"

گریگوری خاموش رہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس پر کوئی چیز عیاں ہونے لگی ہے۔

"خالص الکحل کا ڈیڑھ گلاس — کیا بات ہے! اتنی خالص الکحل پیٹ میں انڈیلنے کے بعد تو تمہیں جنت کے دروازے بھی کھلے نظر آ سکتے تھے، باغ کا دروازہ بے چارہ کیا چیز ہے؟"

گریگوری چپ سادھے کھڑا رہا۔ کمرۂ عدالت میں ایک بار پھر ہنسی گونجنے لگی۔ سربراہ عدالت اپنی نشست پر کسمسا کر رہ گیا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ باغ کا دروازہ کھلا تھا؟" فیتیوکووچ نے ترس کھائے بغیر مزید در مزید گہرائی میں جاتے ہوئے کہا، "یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب تم نے اپنے تئیں دروازہ کھلا دیکھا ہو، تم حقیقتاً نیند میں ہو؟"

"جناب، تب میں کھڑا تھا۔"

"اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تم نیند میں نہیں تھے؟" (اب کے ہنسی کی آوازیں زیادہ دیر تک گونجتی رہیں۔)

"اگر اس وقت تم سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا، مثلاً تم سے پوچھا جاتا یہ کون سا سال ہے، تو کیا تم جواب دے سکتے تھے؟"

"جناب، میرا خیال ہے مجھے معلوم نہیں۔"

"اجی چھوڑو، کیوں انجان بن رہے ہو! خیر، اب بتاؤ اس وقت کون سا سال چل رہا ہے۔ یعنی مسیح کی پیدائش کو کتنے سال بیت چکے ہیں؟"

گریگوری وہاں بالکل بوکھلایا ہوا کھڑا تھا اور جس شخص نے اس کا ناک میں دم کر رکھا تھا، اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھے جا رہا تھا۔ یہ بات حقیقتاً بڑی عجیب دکھائی دے رہی تھی کہ بظاہر اسے واقعی معلوم نہیں تھا کہ یہ کون سا سال ہے۔

"پھر شاید تم یہ تو بتا سکتے ہو کہ تمہارے ہاتھ پر کتنی انگلیاں ہیں؟"

"جناب، میں اپنی مرضی کا مالک نہیں، دوسروں کا محتاج ہوں۔" گریگوری نے اچانک اونچی اور صاف آواز میں کہا۔ "حضور، اگر آپ میرا مذاق اڑانے پر تلے ہوئے ہیں تو مجھے برداشت کرنا ہی ہوگا۔"

معلوم ہوتا تھا کہ گریگوری کا جواب سن کر فیتیو کووچ قدرے بھونچکا رہ گیا ہے، لیکن اس موقع پر سربراہ عدالت نے مداخلت کی اور اس نے وکیل کو سرزنش کرتے ہوئے اسے یاد دلایا کہ اسے زیادہ بامحل سوال کرنا چاہئیں۔ وکیل صفائی نے کوئی اعتراض نہ کیا، وہ باوقار انداز سے جھکا اور بولا کہ وہ مزید سوال نہیں پوچھنا چاہتا۔ تاہم اس کا مقصد حل ہو گیا تھا۔ جیوری کے ارکان اور عام حاضرین دونوں ہی کے ذہنوں میں بار بار ستانے والے یہ شکوک ابھار دیے گئے تھے کہ آیا ایک ایسے شخص کی گواہی پر اعتبار کیا جا سکتا ہے جسے شاید کسی خود ساختہ نام نہاد دوا کے زیر اثر "جنت کے دروازے" دکھائی دے سکتے ہیں اور مزید برآں جسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ یہ کون سا سال ہے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ گریگوری گواہوں کے کٹہرے سے باہر نکلتا، ایک اور وقوعہ پیش آ گیا۔ سربراہ عدالت نے مدعاعلیہ کی جانب متوجہ ہو کر اس سے پوچھا، "ابھی ابھی جو گواہی دی گئی ہے، تمہیں اس کے متعلق کچھ کہنا ہے؟"

"اس نے جو کچھ کہا ہے، دروازے کے ماسوا سب سچ ہے۔" میتیا نے باآواز بلند کہا۔ "میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ یہ میری جوئیں نکالتا رہا تھا۔ بڑے میاں اپنی ساری زندگی دیانت داری سے کام کرتے رہے ہیں اور یہ میرے باپ کے اتنے ہی وفادار تھے جتنے کہ سات سو پوڈل(86) ہو سکتے ہیں۔"

"مدعاعلیہ، اپنے الفاظ کا انتخاب احتیاط سے کرو۔" عدالت نے اسے سخت گیر لہجے سے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں پوڈل نہیں ہوں۔" گریگوری نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"پھر میں پوڈل سہی، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" میتیا نے گلا پھاڑتے ہوئے کہا۔ "اگر اسے اس سے دکھ پہنچا ہے، پھر میں معافی کا خواستگار ہوں۔ میں نے اس کے ساتھ وحشیانہ اور سنگ دلانہ سلوک کیا ہے۔ اس بڑھے ایسپ (87) کے ساتھ بھی میرا رویہ سنگ دلانہ تھا۔"

"ایسپ؟ ایسپ کون؟" سربراہ عدالت نے ایک بار پھر سخت گیر لہجے سے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"اوغ، پائیرو(88)... میرا باپ، فیودر پاولووچ۔"

سربراہ عدالت کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تاہم اس نے سخت ترین اور پُرزور ترین لہجے سے اسے متنبہ کیا کہ وہ اپنے الفاظ کے انتخاب میں زیادہ احتیاط کا مظاہرہ کرے:

"اپنے ججوں کی نگاہوں میں تم اپنے آپ کو خود ہی نقصان پہنچا رہے ہو۔"

وکیل صفائی نے گواہ رکیتن پر بھی جرح کرنے میں اُسی مہارت کا ثبوت دیا۔ مجھے یہاں بتا دینا چاہیے کہ رکیتن استغاثے کے اہم ترین اور قابل قدر ترین گواہوں میں سے ایک تھا۔ انکشاف یہ ہوا کہ اسے سب کچھ معلوم ہے، حیران کن حد تک بہت زیادہ معلوم ہے۔ وہ سب سے مل چکا تھا، سب کچھ دیکھ چکا تھا، سب سے گفتگوئیں کر چکا تھا، اسے فیودر پاولووچ اور دوسرے کرامازوفوں کی زندگیوں کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل تھیں۔ یہ درست ہے کہ جہاں تک اُس لفافے کا تعلق ہے جس میں تین ہزار روبل رکھے ہوئے تھے، اس نے اس کے بارے میں صرف میتیا سے زبانی سنا تھا۔ دوسری جانب اس نے ان حرکتوں کا ذکر تفصیل سے کیا جو میتیا "ستولچنی گرات" نام کے مے خانے میں کرتا رہا تھا۔ اس نے اس کے وہ تمام الفاظ اور اشارے دہرائے جو اس کی شہرت کو داغ دار بنا سکتے تھے۔ اس نے شاف کیپٹن سنگریوف "جھانویں" کا قصہ بھی سنایا۔ جب معاملہ اس خاص نکتے پر پہنچا کہ جائیداد کا بٹوارا کرتے ہوئے فیودر پاولووچ نے میتیا کے ساتھ فریب کیا تھا یا نہیں، تو رکیتن بھی کوئی کارآمد بات نہ بتا سکا اور محض پُرحقارت انداز کی عمومی باتیں ہی کہہ سکا۔ "کون کہہ سکتا ہے کہ قصوروار کون ہے۔" اس نے اعلان کیا، "یا یہ معلوم کر سکتا ہے کہ کون کس کا مقروض تھا، خاص طور پر جب یہ پہلو پیش نظر رکھا جائے کہ کرامازوف مالی معاملات میں بالخصوص بدنظمی اور بدسلیقگی کا مظاہرہ کرتے رہتے تھے اور یوں کوئی بھی شخص انہیں صحیح طور پر سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔" اس نے مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جرم کے پورے المیے کی اصل وجہ زرعی غلامی کے نظام کی پیدا کردہ وہ عادات ہیں جو ذہنوں اور دلوں میں رچ بس چکی ہیں یا اس کا سبب وہ روس ہے جو مناسب اداروں کے فقدان کی وجہ سے بدنظمی اور مصائب کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ قصہ مختصر جو کچھ وہ کہنے کے لیے مرا جا رہا تھا اسے وہ سب کچھ کہنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی تھی۔ اس مقدمے

نے رکیتن کو اپنی صلاحیتوں کی نمائش کرنے اور دوسروں پر ان کا سکہ جمانے کا اولین موقع فراہم کر دیا تھا۔ وکیل استغاثہ کو معلوم تھا کہ گواہ زیرِ بحث جرم کے بارے میں کسی جریدے کے لیے مضمون تیار کر رہا ہے اور اس نے بعد ازاں اپنی تقریر میں اس کے بعض خیالات کا حوالہ بھی دیا (اس کے متعلق ہم بعد میں بات کریں گے) جس کا صاف مطلب یہ بنتا تھا کہ وہ اس مضمون اور اس کے مندرجات سے آگاہ تھا۔ گواہ نے جو تصویر تراشی تھی وہ ضرر رساں اور آدمی کو افسردہ بنا دینے والی تھی، اور یوں اس نے "استغاثے کا مقدمہ" مضبوط بنانے اور ملزم کا جرم ثابت کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس نے اپنی گواہی کے دوران میں مانگے تانگے کے نہیں بلکہ اپنے اچھوتے خیالات جس انداز اور جس بلندیٔ فکر کے ساتھ پیش کیے تھے، عمومی طور پر عام لوگوں پر اس کا گہرا اثر پڑا۔ دو تین مرتبہ تو برجستہ تالیاں بھی بجائی گئیں، خاص طور پر تب جب وہ زرعی غلامی کے نظام اور اس ابتری کا ذکر کر رہا تھا جس نے پوری مملکتِ روس کو مصیبت میں ڈال رکھا تھا۔ تاہم رکیتن چونکہ ابھی نوجوان تھا اور تجربے کار نہیں تھا، اس سے ایک معمولی سی غلطی ہو گئی جس کا وکیل صفائی نے بھرپور فائدہ اٹھانے میں کوئی ڈھیل نہ دکھائی۔ وہ جانتا تھا کہ (اپنی گواہی کے دوران میں) اسے زبردست کامیابی ملی ہے اور جس اخلاقی برتری کے مقام تک پہنچنے کی اسے جو آرزو تھی، وہ پوری ہو چکی ہے، مگر یہ چیز اس کے دماغ کو چڑھ گئی، چنانچہ جب اس سے گروشینکا کے متعلق بعض سوال پوچھے گئے، وہ لغزش کھا گیا اور اس نے بلا سوچے سمجھے قدرے تحقیر آمیز انداز سے اگرافینا الیکساندرووناکو "تاجر ساموسونوف کی داشتہ" کہہ دیا۔ بعد ازاں اپنے ان الفاظ کو واپس لینے کے لیے وہ کچھ بھی دینے کو تیار ہو جاتا حالانکہ فیتیوکووچ نے اپنی جرح کے دوران میں اسے پھانسنے کے لیے بالکل انہی الفاظ کو اچک لیا تھا۔ اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا کیونکہ رکیتن کے کبھی خواب و خیال میں بھی نہیں آیا تھا کہ فیتیوکووچ نے اتنے مختصر عرصے میں مقدمے کا اتنی تفصیل اور باریک بینی سے مطالعہ کر لیا ہوگا۔

"کیا آپ براہِ مہربانی اس امر کی تصدیق کرنا گوارا فرمائیں گے،" وکیل صفائی نے، جب اس کی سوال پوچھنے کی باری آئی، انتہائی پُرتپاک بھی اور تعظیمی بھی، مسکراہٹ سے کہا، "کیا آپ وہی مسٹر رکیتن ہیں جن کے ایک کتابچے بعنوان 'جنت نصیب، فردوس مکانی فادر زوسیما کی داستانِ حیات' کو مجھے حال ہی میں پڑھنے کی سعادت اور مسرت حاصل ہوئی ہے — اس کتابچے کو حال ہی میں اسقف (بشپ) کے دفتر نے شائع کیا ہے، اسے نہایت نفاست اور احترام سے اسقف کے نام منسوب کیا گیا ہے اور یہ نہایت عمیق مذہبی خیالات سے بھرپور ہے؟"

"میں نے اسے چھپوانے کے لیے تحریر نہیں کیا تھا..." رکیتن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ وہ اچانک دم بخود ہو گیا تھا اور کچھ یوں نظر آنے لگا تھا جیسے وہ کسی بات پر قدرے شرمسار ہو۔ "اس کی

اشاعت بعد میں عمل میں آنا تھی۔"

"اوہ، بہت خوب، بہت اعلیٰ! میرا خیال ہے کہ آپ جیسا مفکر کسی بھی معاملے کے بارے میں انتہائی غیر جانبدارانہ نقطۂ نظر اختیار کر سکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسے شاید ایسا کرنا بھی چاہیے۔ عالی مقام اسقف کی سرپرستی کے طفیل آپ کے انتہائی قابلِ قدر کتابچے کی وسیع پیمانے پر تشہیر ہوئی ہے، یہ بے شمار لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ گیا ہے اور مجموعی اعتبار سے اچھے خاصے منافع کا باعث بنا ہے۔ لیکن مجھے آپ سے جو جاننے کا زبردست تجسس ہے، وہ یہ ہے: آپ نے ابھی ابھی کہا تھا کہ مس سوہتلووا کے ساتھ آپ کے قریبی تعلقات تھے، کہا تھا یا نہیں؟" (یہاں قارئین کو یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ گروشینکا کا خاندانی نام سوہتلووا تھا۔ مجھے اس کا علم صرف سماعت کے دوران میں ہوا۔)

"میرے جن لوگوں کے ساتھ تعلقات ہیں، ان سب کے اعمال کا ذمے دار مجھے نہیں ٹھہرایا جا سکتا!" رکیتن نے بھڑکتے ہوئے کہا۔ غصے سے اس کا چہرہ بالکل سرخ ہو گیا تھا۔ "میں نوجوان ہوں... بہرحال جن لوگوں سے کسی نہ کسی سبب آدمی کی ملاقات ہو جاتی ہے، ان سب کے اعمال کی ذمے داری اس پر نہیں ڈالی جا سکتی۔"

"میں سمجھ گیا ہوں، بالکل سمجھ گیا ہوں!" فیتیوکووچ نے کچھ اس طور بلند لہجے سے کہا جیسے وہ خود بھی کھسیانا ہو رہا ہو اور بظاہر معذرت کرنے کے لیے بے چین ہو۔ "کسی بھی دوسرے نوجوان کی طرح آپ کو بھی کسی نوجوان اور خوبصورت عورت سے میل جول بڑھانے میں دلچسپی ہو سکتی ہے جس کی خاطر مدارات کرنے کے لیے اس قصبے کے بلند ترین مقام کے حامل نوجوانوں کو بھی کوئی تامل نہ ہو لیکن... میں صرف ایک نکتے کی وضاحت چاہتا ہوں: ہمیں بتایا گیا ہے کہ تقریباً دو ماہ قبل مس سوہتلووا سب سے چھوٹے کرامازوف یعنی الیکسی فیودرووچ کے ساتھ متعارف ہونے کے لیے سخت بے قراری کا اظہار کر رہی تھی اور — یہ انتہائی اہم بات ہے — یہ کہ اسے اس کے راہبوں کے لباس میں اس کے محض پاس لانے کے لیے اس نے آپ کو عین موقع پر پچیس روبل دینے کا وعدہ کیا تھا۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، یہ اُس شام کی بات ہے جس کا انجام اس الم ناک واقعے کی صورت میں ہوا تھا جو موجودہ مقدمے کا باعث بنا ہے۔ آپ الیکسی کرامازوف کو مس سوہتلووا کے پاس لے تو گئے تھے — مگر سوال یہ ہے: کیا آپ نے معاوضے کے طور پر مس سوہتلووا سے پچیس روبل وصول کیے تھے؟ میں چاہتا ہوں کہ آپ عدالت کو اس سوال کا جواب دیں۔"

"وہ محض مذاق تھا... سمجھ میں نہیں آتا آپ کو اس میں دلچسپی کیوں ہے۔ میں نے محض دل لگی کے طور پر رقم لی تھی... میرا پکا ارادہ تھا کہ میں اسے بعد میں واپس کر دوں گا..."

''چنانچہ آپ نے یہ رقم لے لی۔ اور ہمیں یہ حقیقت تسلیم کر لینا چاہیے کہ آپ نے اسے آج تک واپس نہیں کیا۔ ٹھیک؟''

''آپ بالکل فضول بات کر رہے ہیں؛'' رکیتن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا، ''میں اس قسم کے سوالوں کے جواب نہیں دے سکتا... رہی رقم، میں یہ بہرحال واپس کر دوں گا۔''

اس موقع پر سربراہ عدالت نے مداخلت کی لیکن وکیل صفائی نے اعلان کر دیا کہ اسے مسٹر رکیتن سے کوئی مزید سوال نہیں پوچھنا ہے۔ رکیتن کٹہرے سے باہر آ گیا، اس کی شہرت قدرے داغ دار ہو چکی تھی۔ اپنی تقریر میں اس نے اخلاقی برتری کا جو سکہ بٹھایا تھا، اب اس پر خراشیں پڑ چکی تھیں اور فیتیوکووچ، جس کی نگاہیں اس کا تعاقب کر رہی تھیں، عام لوگوں سے کہتا معلوم ہو رہا تھا، ''خوب، یہ ہیں استغاثے کے گواہ جن پر آپ انحصار کر رہے ہیں...'' مجھے یاد ہے کہ متیا اس موقع پر بھی مداخلت کیے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ رکیتن نے جس لہجے میں گروشینکا کا ذکر کیا تھا، اس پر وہ بہت پیچ و تاب کھاتا رہا تھا اور اس نے اچانک اپنی نشست پر بیٹھے بیٹھے چلا کر کہہ دیا، ''بیچ ناخ!'' اور جب رکیتن پر جرح ختم ہو گئی اور سربراہ عدالت نے مڑ کر دیکھا کہ شاید وہ کچھ کہنا چاہتا ہو تو متیا نے بلند آواز سے کہا۔

''یہ مجھ سے جیل میں قرضے مانگنے آتا رہا ہے! قابلِ نفرت بیچ ناخ! اسے محض اپنا پیشہ بنانے اور نام کمانے کی فکر ہے اور اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے یہ جائز ناجائز ذرائع اختیار کرنے کے لیے تیار رہتا ہے! اسے تو خدا پر بھی اعتقاد نہیں، اور اس نے واجب التعظیم بشپ سے بھی دھوکا کیا ہے!''

یہ درست ہے کہ اہانت آمیز زبان استعمال کرنے پر ایک بار پھر متیا کی سرزنش کی گئی لیکن اب رکیتن کا اعتبار بالکل اٹھ گیا تھا۔ سٹاف کیپٹن سنگریوف کا حال بھی کچھ اچھا نہ رہا مگر اس کی وجہ بالکل ہی مختلف تھی۔ وہ عدالت میں جو لباس پہن کر پیش ہوا، وہ غلیظ اور بوسیدہ تھا، اس کے بوٹ گرد سے اٹے ہوئے تھے اور پوری احتیاط اور پیشگی ''ریہرسل'' کے باوجود وہ بالکل مدہوش تھا۔ اسے متیا کے ہاتھوں جو ذلت برداشت کرنا پڑی تھی، اس کے بارے میں جب اس سے سوال کیا گیا تو اس نے اچانک جواب دینے سے انکار کر دیا۔

''خداوند اس کا حامی و ناصر ہو۔ الیوشیکا نے مجھ سے کہا تھا کہ میں کچھ نہ کہوں۔ اس کا صلہ مجھے خداوند دے گا۔''

''تم سے کس نے کہا تھا کہ کچھ نہ بتاؤ؟ تم کس شخص کا حوالہ دے رہے ہو؟''

''الیوشیکا کا، اپنے ننھے منے بیٹے کا! 'ڈیڈی، ڈیڈی، اس شخص نے واقعی آپ کی تذلیل کی تھی!' اس نے مجھ سے پتھر کے قریب کہا تھا۔ اب وہ موت کے منہ میں جا رہا ہے...''

سٹاف کیپٹن ایکا ایکی تھرانے، سسکیاں بھرنے اور پھر کھلم کھلا رونے لگا۔ وہ فرش پر سربراہ عدالت کے قدموں میں گر گیا۔ اسے عجلت سے باہر پہنچا دیا گیا جب کہ حاضرین کا ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا۔ وکیل استغاثہ جو تاثر بٹھانا چاہتا تھا، وہ زائل ہو گیا تھا۔

اس کے برعکس وکیل صفائی ہر ممکن داؤ پیچ بروئے کار لاتا رہا۔ اسے مقدمے کی باریک سے باریک ترین جزئیات کا جو علم تھا، وہ اس سے حاضرین کو بار بار حیران کرتا رہا۔ مثلاً ہوٹل کے مالک تریفون بوریسووچ کے بیان نے حاضرین کو بے حد متاثر کیا تھا اور اس کا بیان سراسر متیا کے خلاف جاتا تھا۔ وکیل استغاثہ کے سوالوں کے جواب میں تریفون بوریسووچ نے جلدی جلدی اپنی انگلیوں پر حساب کیا اور دعویٰ کیا تھا: ''جب متیا پہلی بار میرے ہوٹل میں آیا تھا تو اس نے کسی صورت میں بھی تین ہزار روبل سے کم خرچ نہیں کیے ہوں گے اور اگر کیے ہوں گے تو بھی مجموعی رقم تین ہزار سے ذرا ہی کم بنے گی۔ اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس نے صرف خانہ بدوش لڑکیوں پر جو رقم لٹائی تھی، وہ حد و حساب سے باہر ہے! جہاں تک ہمارے واہیات کسانوں کا تعلق ہے، اس نے انہیں محض آدھا آدھا روبل دینے پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ ہر ایک کو بیس بیس روبل کے نوٹ تھما دیے تھے، اس سے ایک کوڑی کم نہیں۔ اور جو رقم چوری ہوئی تھی، وہ گنی ہی نہیں جا سکتی کیونکہ اس نے اپنے پیچھے کوئی رسید تو چھوڑی نہیں تھی، چنانچہ جب یہ اپنی پونجی اندھا دھند لٹا رہا تھا، ہم اسے یعنی چور کو کیسے پکڑ سکتے تھے؟ میں آپ کو صاف صاف بتائے دے رہا ہوں کہ ہمارے کسان نرے چور ہیں، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں، انہیں اپنی روحوں کی نجات کی قطعاً کوئی فکر نہیں۔ آہ، اس متیا نے ہماری دیہاتی چھوکریوں پر جو رقم بہائی، خدایا، اس سے ان کے تو راتوں رات وارے نیارے ہو گئے اور اب وہ دولت میں کھیل رہی ہیں۔ جی جناب، اس سے پہلے ان کے پاس قسم کھانے کو بھی کوئی کوپک نہیں تھا۔ جی، میں بالکل سچ عرض کر رہا ہوں۔''

قصہ مختصر، اسے اخراجات کی ایک ایک تفصیل یاد تھی۔ چنانچہ یہ نظریہ کہ متیا نے اس کے اپنے بقول صرف پندرہ سو روبل خرچ کیے تھے اور باقی رقم تھیلی میں سنبھال لی تھی، ناقابلِ قبول بنتا جا رہا تھا۔ ''میں نے اپنی آنکھوں سے یہ رقم دیکھی تھی۔ آپ سمجھتے ہیں جب مجھے کوئی رقم نظر آتی ہے میں اپنے ذہن میں اس کا تخمینہ نہیں لگا سکتا؟'' تریفون بوریسووچ زوردار انداز سے اپنی کہتا رہا۔ وہ ''حکام'' کی نگاہوں میں سرخرو ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

جب وکیل صفائی نے جرح شروع کی، اس نے اس کی شہادت جھٹلانے کی مطلق کوئی کوشش نہ کی اور حاضرین کی توقع کے بالکل برعکس اس واقعے کا ذکر کرنے لگا جب متیا اپنی گرفتاری سے ایک

ماہ قبل پہلی مرتبہ ٹکرائی گیا تھا۔ تب کوچوان تموفائی اور ایک کسان نے، جس کا نام ایکم تھا، ہوٹل کی غلام گردش سے سو روبل کا نوٹ اٹھایا تھا جسے متیا نے نشے کی حالت میں وہاں گرا دیا تھا۔ کوچوان اور کسان نے وہ نوٹ ہوٹل کے مالک کے حوالے کر دیا تھا جس نے انہیں ان کی دیانت کے عوض ایک ایک روبل دیا تھا۔ "کیا تم بتا سکتے ہو تم نے سو روبل کا یہ نوٹ مسٹر کرامازوف کو واپس کیا تھا یا نہیں؟" تریفون بوریسووچ نے اس سوال سے کنی کترانے کی پوری کوشش کی لیکن بالآخر اسے تسلیم کرنا ہی پڑا کہ اسے سو روبل کا نوٹ دیا گیا تھا، لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے مزید کہا، "میں نے دیانت داری سے ہر چیز وہیں اور اسی وقت دمتری فیودروویچ کو لوٹا دی تھی، لیکن چونکہ اس وقت اس پر اچھا خاصا نشہ طاری ہو چکا تھا، اسے غالباً یہ سب یاد بھی نہیں رہا ہو گا۔" تاہم چونکہ وہ کوچوان اور کسان کی شہادت سے پہلے یہ ماننے سے صاف انکار کر چکا تھا کہ اسے سو روبل کا کوئی نوٹ ملا تھا، اس کے اس دعوئی پر کہ اس نے نیم مدہوش متیا کو اس کا نوٹ واپس کر دیا تھا، خاصے شک وشبے کا اظہار کیا گیا۔ چنانچہ استغاثے کے جو گواہ انتہائی خطرناک تصور کیے جا سکتے تھے، ان میں سے ایک شک وشبے کی فضا میں کٹہرے سے رخصت ہوا؛ اس کی شہرت کو زبردست زک پہنچ چکی تھی۔

یہی حال پولستانیوں کا ہوا جو بڑے اعتماد اور آن بان سے اندر آئے تھے۔ انہوں نے پہلے تو گلے پھاڑتے ہوئے کہا: اوّل، وہ "امپراطور کے ملازم" ہیں۔ دوم، pan متیا نے ان کی عزت اور غیرت کا سودا کرنے کے لیے انہیں تین ہزار روبل کی پیشکش کی تھی۔ سوم، انہوں نے خود اس کے پاس خاصی بڑی رقم دیکھی تھی۔ pan مُوسیالووچ نے اپنے جوابات کا آغاز اپنی گفتگو میں متعدد پولستانی الفاظ کی آمیزش کرتے ہوئے کیا مگر جب اسے خیال گزرا کہ سربراہ عدالت اور وکیل استغاثہ کی نظروں میں اس کی وقعت بہت بڑھ گئی ہے، وہ ضبط کی تمام حدود پار کر گیا اور گفتگو بھی مکمل طور پر پولستانی زبان میں کرنے لگا۔ لیکن فیتیوکووچ ایک کائیاں تھا، اس نے انہیں بھی اپنے جال میں پھنسا لیا۔ تریفون بوریسووچ نے، جسے شہادت کے لیے دوبارہ بلا لیا گیا تھا، اگر مگر کرنے کی بہتیری کوشش کی، تاہم اس کی ایک نہ چلی اور انجام کار اسے تسلیم کرتے ہی بن پڑی کہ pan وربلیوسکی نے تاش کی اس گڈی کو، جو اسے فراہم کی گئی تھی، اپنی گڈی سے بدل دیا تھا اور یہ کہ pan موسیالووچ نے پتے بانٹتے ہوئے ایک پتا جان بوجھ کر روک لیا تھا۔ جب کالگانوف کی باری آئی، تو اس نے بھی اس کی تصدیق کر دی اور دونوں پولستانی اپنی اچھی خاصی گت بنوا کر قہقہوں کے مابین رخصت ہو گئے۔

عملی طور پر استغاثے کے سبھی انتہائی خطرناک گواہوں کے ساتھ بعینہٖ یہی کچھ ہوا۔ فیتیوکووچ ان سب کی اخلاقی شہرت کے پرخچے اڑانے میں کامیاب ہو گیا تھا اور جب وہ کٹہرے سے باہر

نکلے، ان کے حصے میں اچھی خاصی رسوائی آ چکی ہوتی۔ وکیل اور وہ لوگ، جو عادتاً مقدموں کی کارروائیاں دیکھنے جاتے ہیں، اس پر اپنی حیرت کا اظہار کیے بنا نہ رہ سکے لیکن پھر بھی ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے موکل کی بریت کے لیے وہ اس عمل سے کون سے مثبت نتائج حاصل کرنے کی توقع کر رہا ہے کیونکہ میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ عدالت میں موجود بھی لوگ اس خیال کے حامی تھے کہ استغاثہ کا موقف اتنا مضبوط ہے کہ اسے کسی طور بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی صداقت الم ناک طور پر اظہر من الشمس ہوتی جا رہی ہے۔ تاہم "عظیم جادوگر" جس خود اعتمادی کا اظہار کر رہا تھا، اس سے ہر ایک پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی جا رہی تھی کہ اسے قطعاً کسی قسم کی گھبراہٹ یا پریشانی نہیں۔ وہ دیکھ رہے تھے اور انتظار کر رہے تھے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ وہ سینٹ پیٹرزبرگ سے اتنی دور یونہی نہیں چلا آیا ہو گا اور نہ وہ خالی ہاتھ واپس جائے گا۔

3

طبّی شہادت اور ایک پاؤنڈ اخروٹ

طبّی شہادت سے ملزم کو کوئی خاص فائدہ حاصل نہ ہوا۔ جیسا کہ بعد ازاں منکشف ہوا، خود فیتیوکووچ نے بھی اس سے کوئی خاص امید وابستہ نہیں کی تھی۔ اس شہادت کو درحقیقت کاتریناایوانوونا کے اصرار پر اکٹھا کیا گیا تھا جس نے ماسکو کے ایک نامی گرامی ڈاکٹر کو محض اس مقدمے کے سلسلے میں بلایا تھا۔ یہ درست ہے کہ صفائی کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا تھا بلکہ، اگر قسمت یاوری کرتی، تو اسے بڑی حد تک کچھ نہ کچھ فائدہ ہی پہنچ سکتا تھا۔ آخری نتیجہ قدرے خندہ آفرین تھا اور اس کی وجہ محض یہ تھی کہ ڈاکٹروں کی آراء میں اختلاف تھا۔ طبّی پینل ماسکو کے نامی گرامی ڈاکٹر، ہمارے مقامی ڈاکٹر ہرزن ستوب اور نوجوان فزیشن وارونسکی پر مشتمل تھا۔ آخری دونوں استغاثے کے عام گواہوں (89) کی حیثیت سے بھی پیش ہوئے۔

ماہر کی حیثیت سے جس شخص کو سب سے پہلے بلایا گیا، وہ ڈاکٹر ہرزن ستوب تھا۔ اس کی عمر ستر سال، کاٹھی مضبوط، قد درمیانہ اور سر کے بال سفید تھے جن کے بیچ میں کچھ حصہ گنجا تھا۔ مقامی حلقوں میں اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا اور اس کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔ وہ دیانت دار اور

باضمیر ڈاکٹر، قابلِ تحسین شخص اور دلدادۂ مذہب تھا۔ وہ یا تو کسی قسم کا ہرن ہوٹر یا موراوی برادر(90) تھا ــــ دونوں میں کیا تھا، مجھے اب یاد نہیں رہا۔ وہ ہمارے قصبے میں کافی عرصے سے آباد تھا اور اس کا طرزِ عمل غیر معمولی طور پر پُروقار تھا۔ وہ ہمدرد، پُرشفقت اور انسان دوست شخص تھا، غریبوں اور کسانوں کا علاج مفت کرتا تھا، ان کے تنگ و تاریک مکانوں اور جھونپڑیوں میں خود جاتا اور انہیں ادویات خریدنے کے لیے رقوم بھی دیتا لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اپنی ضد میں خچر کی طرح پکا تھا۔ ایک مرتبہ کوئی خیال اس کے دماغ میں گھر کر لیتا، پھر اسے تبدیل کرانا ناممکن ہو جاتا۔ برسبیلِ تذکرہ، قصبے میں چرچا ہونے لگا تھا کہ ماسکو کے ڈاکٹر کو پہنچے بمشکل دو یا تین دن گزرے ہوں گے کہ اس نے ڈاکٹر ہرزن سٹوب کی پیشہ ورانہ اہلیت کے بارے میں نہایت نازیبا کلمات کہہ دیے۔ صورتِ حال یہ تھی کہ اگرچہ ماسکو کا ڈاکٹر مشورے کے لیے پچیس روبل سے کم وصول نہیں کرتا تھا، ہمارے قصبے کے بعض باسیوں کو اس کی آمد پر دلی خوشی ہوئی تھی، انہیں اس کی فیس ادا کرنے پر کوئی دکھ نہیں ہوتا تھا اور اس کا مشورہ حاصل کرنے کے لیے وہ اس کے پاس بھاگم بھاگ آتے رہتے تھے۔ ویسے پہلے ان تمام مریضوں کا علاج ڈاکٹر ہرزن سٹوب کرتا رہا تھا۔ اب نامی گرامی ڈاکٹر قصبے میں گھومتا پھرتا اور اوّل الذکر کے طریقِ کار پر کھلم کھلا نکتہ چینی کرتا رہتا تھا۔ انجام کار جب وہ مریض کے گھر پہنچتا، وہ اس سے چھوٹتے ہی پوچھتا، "ہونہہ، یہ تمہارے ساتھ گڑبڑ کون کرتا رہا ہے؟ ہرزن سٹوب؟ ہا، ہا!" ڈاکٹر ہرزن سٹوب تک یہ باتیں پہنچتی رہتی تھیں اور اب تینوں ڈاکٹر شہادت دینے کے لیے یکے بعد دیگرے عدالت میں حاضر ہو گئے تھے۔

ڈاکٹر ہرزن سٹوب نے آتے ہی صاف صاف کہہ دیا، "اس بات کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں، یہ فی نفسہٖ عیاں ہے کہ ملزم کی ذہنی صلاحیتیں معمول سے ہٹ کر ہیں (یعنی بعض صورتوں میں وہ جس قسم کا رویہ اختیار کرتا ہے، عام لوگ نہیں کرتے)۔ اس کی وجوہ کیا ہیں، انہیں بیان کرنے کے بعد (میں یہاں انہیں نظر انداز کر رہا ہوں) اس نے مزید کہا، "یہ کہ اس کا رویہ معمول سے ہٹ کر ہوتا ہے، نہ صرف اس کے متعدد سابقہ اعمال سے ثابت ہو جاتا ہے بلکہ اس کے اس طرزِ عمل سے بھی عیاں ہے جس کا مظاہرہ اس نے ابھی ابھی عدالت میں کیا ہے۔" جب اس سے کہا گیا کہ ملزم نے ابھی ابھی جس طرزِ عمل کا مظاہرہ کیا ہے، وہ اس کی وضاحت کرے، تو معمر ڈاکٹر نے اپنی پوری پیشہ ورانہ دیانت داری بلکہ سادگی سے کہا، "ملزم جس انداز سے کمرۂ عدالت میں داخل ہوا تھا، وہ غیر معمولی تھا اور اس کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر وہ غیر متوقع اور عجیب بھی تھا۔ چاہیے تو یہ تھا (اور ہمیں توقع بھی یہی تھی) کہ اندر آنے کے بعد وہ بائیں جانب دیکھتا جہاں خواتین رونق افروز ہیں کیونکہ وہ صنفِ نازک کا بے حد مداح ہے۔ مگر حقیقتاً کیا ہوا؟ وہ فوجیوں کی طرح لمبے لمبے ڈگ

بھرتا آیا اور دائیں بائیں دیکھے بغیر آنکھیں سیدھی گاڑے آگے ہی آگے چلتا گیا، حالانکہ اسے تو سوچتے جانا چاہیے تھا کہ خواتین اس کے بارے میں کیا کہہ رہی ہوں گی!" ڈاکٹر نے اپنی مخصوص اور عجیب و غریب زبان استعمال کرتے ہوئے اپنی بات ختم کر دی۔ میں یہاں مزید اتنا ضرور کہوں گا کہ وہ روسی زبان بڑی روانی اور تیزی سے بول رہا تھا لیکن اس کے تمام جملوں کا اختتام کچھ اس طرح ہوتا تھا جیسے وہ روسی نہیں، جرمن بول رہا ہو لیکن اسے اس سے کسی قسم کی پریشانی لاحق نہیں ہو رہی تھی کیونکہ وہ اپنی پوری زندگی کے دوران میں اپنی روسی کو مثالی بلکہ "خود روسیوں کی روسی" سے بھی بہتر تصور کرتا رہا تھا اور اسے روسی کہاوتوں کے حوالے دینے کا بھی بڑا شوق تھا کیونکہ وہ روسی کہاوتوں کو دنیا کی بہترین کہاوتیں قرار دیتا تھا اور سمجھتا تھا کہ جذبات و خیالات کا اظہار ان سے بہتر انداز میں ممکن ہی نہیں۔ یہاں مجھے اس بات کا بھی ذکر کر دینا چاہیے کہ اپنی روز مرہ کی گفتگو کے دوران میں اغلباً اپنی غیر حاضر دماغی کی وجہ سے وہ اکثر انتہائی معمولی الفاظ بھول جاتا تھا حالانکہ وہ ان سے بہت اچھی طرح آگاہ ہوتا تھا مگر کسی وجہ سے وہ اچانک اس کے ذہن سے نکل جاتے تھے اور کوشش کے باوجود اس کی گرفت میں نہیں آتے تھے۔ ضمناً یہ بھی عرض کر دیتا ہوں کہ وہ روسی الفاظ ہی نہیں بھولتا تھا، بلکہ جب وہ جرمن زبان میں گفتگو کرتا تھا تب بھی یہی صورتِ حال پیش آتی تھی۔ وہ جب بھی اس قسم کی مشکل میں پھنستا، وہ اپنے چہرے کے سامنے یوں ہاتھ ہلانے لگتا جیسے وہ کھوئے ہوئے لفظ کی بازیافت میں مصروف ہو اور جب تک وہ اس کے حافظے میں نہ آ جاتا کوئی شخص بھی اسے اپنی گفتگو جاری رکھنے پر آمادہ نہیں کر سکتا تھا۔ جب اس نے کہا کہ ملزم سے یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ جب وہ کمرۂ عدالت میں داخل ہوگا، وہ خواتین پر ایک آدھ نظر ضرور ڈالے گا، تو حاضرین میں کھسر پھسر ہونے لگی اور دبی دبی ہنسی کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ہمارے قصبے کی تمام خواتین معمر ڈاکٹر کی بڑی مداح تھیں اور وہ جانتی تھیں کہ پوری عمر کنوارا رہنے کے باوجود اس نے پاکیزہ اور بے عیب زندگی گزاری ہے اور وہ عورتوں کو مثالی اور بلند تر مخلوق تصور کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی غیر متوقع بات ہر شخص کو انتہائی عجیب محسوس ہوئی۔

جب ماسکو کے ڈاکٹر کی شہادت دینے کی باری آئی تو اس نے بڑے اکھڑ مگر پُراعتماد انداز سے تصدیق کر دی کہ اس کے خیال کے مطابق مریض کی ذہنی حالت بگڑ چکی ہے بلکہ "درحقیقت بہت زیادہ بگڑ چکی ہے۔" اس نے "ذہنی خلل" اور "جنون" کے متعلق لمبی چوڑی اور عالمانہ تقریر کی اور استدلال کیا کہ تمام دستیاب معلومات کے مطابق ملزم لاریب اپنی گرفتاری سے کئی روز پیشتر سے عارضی دیوانگی میں مبتلا چلا آ رہا تھا، چنانچہ اگر اس سے جرم سرزد ہوا ہے تو غیر ارادی طور پر اور نادانستگی میں ہوا ہے، اگر وہ اس سے آگاہ تھا تو بھی جس مریضانہ انگیخت نے اسے اپنی گرفت میں

لے لیا تھا، وہ اس کے خلاف مدافعت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ لیکن عارضی دیوانگی کے علاوہ ڈاکٹر کو **mania** کی علامات بھی دریافت ہوئی تھیں جو اس کے خیال کے مطابق اسے مکمل دیوانگی کی طرف لے جا رہی تھیں۔ (نوٹ: میں یہ باتیں اپنے الفاظ میں بیان کر رہا ہوں جبکہ ڈاکٹر نے اپنے نقطۂ نظر کا اظہار عالمانہ طبی اصطلاحات کے ذریعے کیا تھا۔) "اس کے تمام افعال عقل سلیم اور منطق کے خلاف جا رہے تھے۔" اس نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں ان چیزوں کا — یعنی اصل جرم اور یہ پورا المیہ — ذکر نہیں کر رہا جو میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی تھیں (صرف ان باتوں کو بیان کر رہا ہوں جو میرے مشاہدے میں آئی ہیں)۔ پرسوں بھی، جب میری اس سے ملاقات ہوئی تھی، اپنی گفتگو کے دوران میں وہ جس انداز سے مجھے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا، اس کی توضیح ممکن نہیں۔ وہ بالکل غیر متوقع طور پر اور کاملاً غیر مناسب انداز سے ہنسنے یا قہقہے لگانے لگتا، تسلسل کے ساتھ اور غیر عقلی طریق سے جھنجھلاہٹ کا اظہار کرنے لگتا، اور وہ عجیب ناخ، 'اخلاقیات' اور ان سے ملتے جلتے الفاظ، جو بے محل ہی نہیں غیر موزوں بھی تھے، استعمال کرتا رہا۔" لیکن ڈاکٹر کی رائے کے مطابق ملزم کی دیوانگی کی بڑی علامت یہ تھی کہ وہ ان تین ہزار روبلوں کے متعلق، جن کے بارے میں اس کا دعویٰ ہے کہ وہ اس سے دھوکے سے ہتھیا لیے گئے تھے، ڈھنگ سے بات کرنے سے قاصر ہے بلکہ جب بھی ان کا ذکر آتا ہے کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کرنے لگتا ہے حالانکہ جب اسے اپنی دیگر شکایتیں اور آلام یاد آتے ہیں، وہ خاصے مربوط انداز سے گفتگو کرتا ہے۔ پوچھ گچھ کے دوران میں جب بھی تین ہزار روبلوں کا موضوع زیر بحث آتا، اس پر ہمیشہ ایک قسم کی عارضی دیوانگی طاری ہو جاتی حالانکہ اس کے بارے میں عام رائے یہی ہے کہ وہ روپے پیسے کے معاملے میں بے غرض، فراخ دل اور فیاض واقع ہوا ہے۔

"جہاں تک میرے فاضل رفیق کار کی رائے کا تعلق ہے،" ماسکو کے ڈاکٹر نے اپنی تقریر کے آخر میں سرسری طور پر کہا، "کہ ملزم سے یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ کمرۂ عدالت میں داخل ہونے کے بعد سیدھ میں دیکھنے کی بجائے کم از کم ایک نظر خواتین پر ضرور ڈالے گا، میں اس کے متعلق صرف اتنا کہوں گا کہ یہ نتیجہ لغو اور غیر سنجیدہ ہی نہیں، بنیادی طور پر غلط بھی ہے۔ اگرچہ میں اس بات سے متفق ہوں کہ کمرۂ عدالت میں داخل ہونے کے بعد، جہاں اس کی قسمت کا فیصلہ سنایا جائے گا، ملزم کو ٹکٹکی باندھ کر سیدھ میں نہیں دیکھنا چاہیے تھا۔ اس کے اس رویے کی توجیہہ یوں کی جا سکتی ہے کہ یہ اس امر کی علامت ہے کہ اس کی ذہنی کیفیت درست نہیں ہے۔ پھر بھی میری نپی تلی رائے یہ ہے کہ ذہنی کیفیت درست نہ ہونے کے باوجود اس سے یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ بائیں جانب

خواتین پر ایک نظر ڈالنے کی بجائے مخالف سمت میں یعنی دائیں جانب دیکھے گا تاکہ اس کی نگاہوں کا اپنی وکیل کی نگاہوں سے سامنا ہو سکتا جس کی وکالت اس کے لیے واحد امید کی نمائندگی کرتی ہے اور جس کی مہارت پر اس کی ساری قسمت کا دارومدار ہے۔" ڈاکٹر نے فیصلہ کن اور دوٹوک انداز سے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے اپنی تقریر ختم کر دی۔

مگر یہ ڈاکٹر وارونسکی تھا، جو شہادت کے لیے پیش تو سب سے آخر میں ہوا تھا مگر اس نے غیر متوقع طور پر ایک ایسا استنباط پیش کر دیا جس نے اس کے دونوں پیش رو فاضل ماہرین کے نقطۂ نظر میں اختلاف کو خاص طور پر مزاحیہ رنگ دے دیا۔ اس کے خیال کے مطابق ملزم بالکل صحیح الدماغ تھا — اور درحقیقت اب تک ہے۔ "اور رہی یہ بات کہ وہ گرفتاری کے وقت اعصابی اور پُراضطراب کیفیت میں سے گزر رہا تھا، تو اس کی توجیہہ متعدد ظاہر و عیاں باتوں سے کی جا سکتی ہے — اس کا حسد، حد سے بڑھا ہوا غصہ، طویل مے نوشی اور مدہوشی، یہی اس کیفیت کا موجب بن سکتی تھیں مگر اس کی یہ اعصابی کیفیت کسی طرح بھی کسی خاص 'ذہنی خلل' کی علامت نہیں بن سکتی تھی جس کا حوالہ یہاں دیا گیا ہے۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کمرۂ عدالت میں داخل ہونے کے بعد ملزم کو کدھر دیکھنا چاہیے تھا، دائیں، بائیں یا سامنے، تو میں یہ عرض کروں گا کہ میرے ناقص خیال میں اسے سیدھ میں ہی دیکھنا چاہیے تھا۔ (جیسا کہ درحقیقت اس نے کیا بھی)، جہاں سربراہ عدالت اور بنچ کے باقی ارکان بیٹھے ہوئے تھے۔ اپنے اس فعل سے اس نے یہ ثابت کر دیا کہ اس خاص وقت وہ بالکل صحیح الدماغ تھا۔" نوجوان فزیشن نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔ اس نے اپنی "ناقص رائے" قدرے جوش و جذبے سے پیش کی تھی۔

"شاباش، ڈاکٹر صاحب، آپ نے تو کمال ہی کر دیا!" متیا نے اپنی نشست پر بیٹھے بیٹھے چلا کر کہا، "آپ بالکل صحیح فرما رہے ہیں!"

ویسے متیا کو مزید کچھ کہنے سے روک دیا گیا لیکن نوجوان ڈاکٹر کے خیالات کا ججوں اور عام لوگوں دونوں پر ہی فیصلہ کن اثر پڑا، کیونکہ، جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا سب لوگ اس کے ہم خیال تھے۔ ضمناً ڈاکٹر ہرزن شٹوب نے، جسے اب ایک عام گواہ کی حیثیت سے شہادت دینے کے لیے بلایا گیا تھا، اچانک اور غیر متوقع طور پر متیا کے ساتھ بھلائی کر دی۔ ہمارے قصبے میں طویل عرصے سے مقیم باشندے کی حیثیت سے، جو کئی سالوں سے کرامازوف خاندان کو جانتا تھا، اس نے متعدد ایسی باتیں کہہ دیں جو استغاثے کے لیے بڑی دلچسپی کا باعث بنیں اور پھر اچانک ہی، جیسے اسے ابھی ابھی کوئی چیز یاد آ گئی ہو، اس نے مزید کہا:

"یہ بدقسمت نوجوان بدرجہا بہتر مقدر کا مالک بن سکتا تھا کیونکہ جب یہ بچپن کے مراحل میں

سے گزر رہا تھا، تب بھی اور اس کے بعد بھی دل کا بڑا نرم رہا ہے۔ مجھے معلوم ہے وہ دوسراں کے ساتھ بڑی ہمدردی اور شفقت سے پیش آتا رہا ہے۔ مگر روسی کہاوت کہتی ہے: 'اگر کسی شخص کا دماغ اچھا ہو تو یہ بڑی احسن بات ہے، لیکن اگر کوئی عقل مند آدمی اس کے ساتھ آ ملے، تو یہ اور بھی اچھی بات ہو گی کیونکہ اس صورت میں دماغ ایک نہیں، دو ہوں گے...'"

"ایک کی نسبت دو دماغ بہتر ہوتے ہیں،" وکیل استغاثہ نے اس کی مدد کرتے ہوئے کہا۔ وہ بہت بے چین ہو رہا تھا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بوڑھے ڈاکٹر کو آہستہ آہستہ اور گھما پھرا کر بات کرنے کی عادت ہے اور وہ اس چیز کی قطعاً پروا نہیں کرتا کہ اس کا اس کے سننے والوں پر کیا اثر پڑ رہا ہے اور وہ ان کے صبر و تحمل کا کتنا بھاری امتحان لے رہا ہے۔ اس کے برعکس اسے اپنی بھاری بھرکم، بے کیف لیکن بزعم خویش پُرلطف جرمن بذلہ سنجی پر بڑا ناز تھا اور وہ دل ہی دل میں اس سے خوب حظ اٹھاتا تھا۔ آخر اسے "ظریفانہ" باتوں کی نمائش کرنے کا شوق جو تھا۔

"ارے ہاں، میں تو بھی یہی کہہ رہا تھا،" اس نے بڑے اشتیاق سے وکیل استغاثہ کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔ "ایک دماغ اچھا ہوتا ہے لیکن دو دماغ کہیں بہتر ہوتے ہیں۔ اس بے چارے کو کسی دوسرے دماغ سے مستفید ہونے کا موقع نہ مل سکا اور اس نے اپنا دماغ... ذرا ٹھہریں، اس نے اپنے دماغ کے ساتھ کیا کیا یا اسے کیا کرنے دیا؟ کیا... خیر، مجھے صحیح لفظ بھول گیا ہے... نہیں مجھے یاد آ گیا ہے، ja, spazieren۔"

"آپ کا مطلب ہے، 'بھٹک جانے دیا؟'"

"ہاں، بھٹک جانے دیا، میرا بالکل یہی مطلب تھا۔ اس کا دماغ اصل مقام سے بھٹک گیا اور انجام کار اتنا دور چلا گیا جہاں یہ بالکل کھو گیا۔ تاہم یہ نوجوان ہے شریف النفس اور حساس۔ مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب یہ ابھی بالکل بچہ تھا تب یہ اپنے باپ کے عقبی صحن میں ادھر ادھر کلیلیں کرتا پھرتا رہتا تھا، اس کا کوئی ساتھی ہوتا تھا نہ سنگی، پاؤں ننگے ہوتے تھے اور پتلون صرف ایک بٹن پر ٹنگی ہوتی تھی۔"

اس دیانتدار معمر شخص کے لہجے سے گہری شفقت جھلکنے لگی تھی۔ فیتیو کووچ کے کان کھڑے ہو گئے جیسے اسے توقع ہونے لگی ہو کہ اب اس کے کوئی نہ کوئی کام کی بات رونما ہو جائے گی اور وہ ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"ارے ہاں، اس وقت میں ابھی جوان تھا... میں... خیر... تب میری عمر تقریباً پینتالیس سال تھی اور میں تازہ تازہ یہاں آیا تھا۔ جب میں نے اس ننھے منے بچے کو پہلی مرتبہ دیکھا، مجھے اس پر بڑا ترس آیا اور میں سوچنے لگا کہ مجھے اس کے لیے ایک پاؤنڈ... کیا کہتے ہیں اسے؟...

کس چیز کا پاؤنڈ... خیر، آپ جانتے ہی ہوں گے۔ ڈاکٹر ایک بار پھر ہاتھوں سے اشارے کرنے لگا۔ "یہ درختوں پر اگتی ہے، اسے توڑا جاتا ہے اور ہر کس و ناکس کو تحفے میں دیا جاتا ہے..."

"سیب؟"

"ارے نا— ہیں، نا۔ ہیں! ایک پاؤنڈ، ایک پاؤنڈ! سیب درجن کے حساب سے بیچے جاتے ہیں، پاؤنڈ کے حساب سے نہیں... یہ بہت کثرت سے ہوتی ہے اور حجم کے اعتبار سے سیب سے بہت چھوٹی... منہ میں رکھیں اور دانتوں سے توڑ لیں...!"

"اخروٹ!"

"بالکل، 'اخروٹ'، میرا عین مین یہی مطلب تھا،" ڈاکٹر نے بالکل اسی طرح غیر جذباتی انداز سے کہا جیسے اسے صحیح لفظ ڈھونڈنے میں بالکل کوئی مشکل پیش نہ آئی ہو۔ "اور میں نے اسے ایک پاؤنڈ اخروٹ خرید دیے کیونکہ اس سے پہلے کسی نے کبھی اس کے لیے ایک پاؤنڈ اخروٹ نہیں خریدے تھے۔ میں نے اپنی انگلی اٹھائی اور اس سے کہا، 'چٹر، Gott der Vater'، یہ ہنس پڑا اور میرے الفاظ دہرانے لگا، 'Gott der Vater', 'Gott der Sohn' یہ دوبارہ ہنسا اور اپنی توتلی زبان میں بولا: 'Gott der Sohn' — 'Gott der Heilige Geist'(91) یہ ایک بار پھر ہنسا اور جتنے اچھے طریقے سے کہہ سکتا تھا، کہنے لگا: "Gott der Vater","Gott der Sohn", "Gott der Geilige Geist," چنانچہ میں وہاں سے چلا آیا۔ دو دن بعد میرا پھر ادھر سے گزر ہوا اور یہ اپنی مرضی سے مجھ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا: 'انکل، 'Gott der Vater, Gott der Sohn' - واحد چیز جو اسے یاد نہیں رہی تھی، یہ تھی: 'Gott der Heilige Geist' لیکن میں نے اسے یاد دلا دی اور مجھے ایک بار پھر اس پر ترس آ گیا۔ مگر کچھ دنوں بعد اسے کہیں اور بھیج دیا گیا اور مجھے دوبارہ اس کی شکل دکھائی نہ دی۔ اور یونہی تیئیس سال گزر گئے۔ میرے بال سفید ہو چکے تھے۔ ایک صبح میں اپنے کلینک میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک نوجوان، جس کا شباب پورے جوبن پر تھا، اندر آیا۔ میں اسے پہچان نہ سکا۔ اس نے اپنی انگلی اٹھائی اور ہنستے ہوئے بولا، "Gott der Heilige Geist," "Gott der Sohn"، "Gott der Vater" ۔ میں ابھی ابھی آیا ہوں۔ آپ نے ایک مرتبہ مجھے جو ایک پاؤنڈ اخروٹ دیے تھے میں ان کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں۔ مجھے پوری زندگی کبھی کسی نے ایک پاؤنڈ اخروٹ نہیں دیے۔ آپ واحد شخص ہیں جس نے مجھ پر یہ مہربانی فرمائی تھی۔' پھر مجھے اپنی جوانی کا پُرمسرت زمانہ اور صحن میں ننگے پاؤں بھاگتا بے چارہ لڑکا یاد آ گیا۔ میرے دل پر گہرا اثر ہوا اور میں نے کہا۔ 'تم شکرگزار جوان ہو کیونکہ میں نے تمہارے بچپن میں تمہیں جو ایک پاؤنڈ اخروٹ خرید کر دیے تھے، وہ تم نے ساری عمر یاد رکھے۔' اور میں اس سے بغل گیر ہو گیا اور اس کے

حق میں دعائے خیر کی۔ اور مجھے رونا آ گیا۔ بظاہر وہ ہنس رہا تھا، لیکن آنسو اس کی آنکھوں سے بھی ٹپکنے لگے تھے... کیونکہ جہاں رونا ضروری ہوتا ہے، وہاں روسی اکثر ہنسنے لگتا ہے۔ اس کے آنسو بہ رہے تھے، مجھے صاف نظر آ رہے تھے مگر اب، وائے افسوس... "

"میرے نیک دل جرمن، میرا دل اب بھی رو رہا ہے، میرے معزز اور پیارے بزرگوار، میں اب بھی رو رہا ہوں:" متیا نے اپنی نشست پر بیٹھے بیٹھے اچانک چلا کر کہا۔

ویسے کچھ بھی ہو، بہرحال اس چھوٹے سے واقعے نے عام حاضرین پر خاصا موافق روعمل پیدا کیا۔ لیکن جس چیز نے متیا کے حق میں صحیح معنوں میں فضا سازگار کی وہ کاترینا ایوانوونا کی گواہی تھی جس کا میں ایک آدھ لمحے میں ذکر کروں گا۔ جب a de'charge (92) گواہ — یعنی وہ گواہ جنہیں صفائی نے طلب کیا تھا — کٹہرے میں پیش ہونے لگے، تب مجموعی طور پر محسوس ہونے لگا کہ پانسا پلٹ گیا ہے اور قسمت کی دیوی اچانک متیا پر مسکرانے اور مہربان ہونے لگی ہے — اور یہ چیز انتہائی غیر معمولی تھی — کیونکہ خود وکیل صفائی کو بھی اس کی توقع نہیں تھی۔ لیکن کاترینا ایوانوونا سے پہلے الیوشا نے شہادت دی اور اسے اچانک ایک ایسی بات یاد آ گئی جو استغاثے کے مقدمے کے ایک انتہائی اہم نکتے کی تردید کرتی نظر آ رہی تھی۔

4
قسمت متیا پر مسکراتی ہے

اور یہ چیز خود الیوشا کے لیے بھی زبردست حیرت کا موجب بنی۔ اسے بطور گواہ طلب ضرور کیا گیا تھا مگر اس کے لیے حلف اٹھانا ضروری نہیں تھا (93) اور مجھے یاد ہے کہ فریقین نے بالکل آغاز ہی سے اسے نہایت مشفقانہ اور ہمدردانہ برتاؤ کا مستحق سمجھا تھا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ نیک نامی اپنی جلو میں لے کر آیا ہے۔ الیوشا نے بڑے سکون و تحمل سے گواہی دی اور اس عرصے کے دوران میں اس نے اپنے جذبات کو اپنے اوپر قطعاً حاوی نہ ہونے دیا، تاہم اس کے منہ سے جو لفظ بھی نکلا تھا، اس سے صاف عیاں ہو جاتا تھا کہ اسے اپنے بھائی کے ساتھ شدید ہمدردی ہے۔ ایک خاص سوال کا جواب دیتے ہوئے اس نے اپنے بھائی کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا کہ وہ غالباً جلد باز ہے، اسے غصہ بھی بہت آتا ہے اور وہ اکثر جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ شریف النفس، بلند

طبع، خوددار اور عالی ظرف ہے، بلکہ اگر ضرورت پیش آئے تو وہ قربانی دینے کے لیے بھی تیار ہو جاتا ہے۔ تاہم اس نے تسلیم کیا کہ متیا کو گروشینکا سے جو شدید محبت تھی اور اس معاملے میں اس کی اپنے باپ کے ساتھ جو رقابت تھی، اس نے آخر میں اسے ایک ایسی صورت حال میں پھنسا دیا تھا جو ناقابل برداشت تھی۔ مگر اس نے نہایت خفگی سے اس رائے کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا کہ اس کا بھائی ڈاکے کی نیت سے اپنے باپ کو قتل کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود اسے اتنا ضرور تسلیم کرنا پڑا کہ تین ہزار روبل کی رقم، جسے متیا اپنا جائز ترکہ سمجھتا تھا اور جس سے اس کے باپ نے اسے غیر قانونی طریقے سے محروم کر دیا تھا، کسی نہ کسی طور اس کے لیے خبط بن چکی تھی اور اگرچہ اسے کسی صورت بھی حریص قرار نہیں دیا جا سکتا تھا، یہ بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ جب بھی اس تین ہزار روبل کی رقم کا ذکر آتا تھا، وہ غصے سے کھولنے لگتا تھا۔ جہاں تک وکیل استغاثہ کے الفاظ میں ان دونوں خواتین کے — یعنی گروشینکا اور کاتیا — مابین رقابت کا تعلق ہے، اس نے اس کا جواب کچھ اس انداز سے دیا جیسے وہ اس سے کنی کترانا چاہتا ہو اور ایک دو سوالوں کے جواب دینے سے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔

"کیا آپ کے بھائی نے کبھی آپ کو بتایا تھا کہ وہ اپنے باپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر رہا ہے؟" وکیل استغاثہ نے سوال کیا۔ "اگر آپ جواب نہیں دینا چاہتے تو بے شک نہ دیں، کوئی مجبوری نہیں ہے:" اس نے مزید کہا۔

"اس نے براہ راست کبھی یہ بات نہیں کہی تھی۔"

"ہونہہ! شاید بالواسطہ کہا ہو؟"

"اس نے ایک مرتبہ مجھ سے اباّ سے اپنی ذاتی نفرت کا ذکر کیا تھا اور یہ کہ اسے اندیشہ تھا کہ کسی نازک لمحے... شدید مایوسی یا شدید نفرت کے عالم میں... وہ اسے قتل کرنے پر اتر آئے۔"

"یہ بات آپ نے کب سنی تھی... آپ کو اس کا یقین آ گیا تھا؟"

"میرا خیال ہے مجھے یہ کہنا ہی پڑے گا کہ ہاں، مجھے یقین آ گیا تھا۔ تاہم مجھے پختہ اعتماد تھا کہ اس کی فطرت کا اچھا پہلو نازک لمحات پر اس کی دست گیری کرے گا اور ہوا بھی واقعی یہی کیونکہ ابا کے قتل میں کوئی اور شخص تو ملوث ہو سکتا ہے، میرا بھائی ہرگز نہیں:" الیوشا نے کچھ ایسے محکم اور بلند آہنگ لہجے سے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا کہ اس کی گونج پورے کمرے میں سنائی دی۔ جس طرح میدان جنگ میں بگل کی آواز سن کر گھوڑا متوحش ہو جاتا ہے، کچھ ویسا ہی حال وکیل استغاثہ کا ہوا اور وہ اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ جس پُرخلوص انداز سے اپنے تیقن کا اظہار کر رہے

ہیں، میں اسے شک کی نگاہوں سے نہیں دیکھتا اور میں کسی اعتبار سے بھی آپ کے اس جذبے کی یہ توضیح کر کے معاملے کو گڑبڑانا نہیں چاہتا کہ اس کے پیچھے آپ کی اپنے بھائی سے محبت بول رہی ہے۔ اس پورے الم ناک وقوعے کے متعلق، جو آپ کے خاندان میں رونما ہوا، آپ کا جو نقطۂ نظر ہے، اس سے ہم ابتدائی تفتیش کے وقت سے ہی آگاہ ہیں۔ میں آپ سے اپنی رائے چھپانا نہیں چاہوں گا کہ آپ کا نقطۂ نظر انتہائی طور پر ذاتی نقطۂ نظر ہے اور استغاثہ نے جو دوسری شہادتیں جمع کی ہیں، ان کی یہ صریحاً تردید کرتا ہے۔ اس لیے میں آپ سے بالاصرار تقاضا کروں گا کہ وہ کون سے عناصر ہیں جنہوں نے بالآخر آپ کو یہ نتیجہ اخذ کرنے پر آمادہ کیا ہے کہ آپ کا بھائی بے گناہ ہے اور یہ کہ مجرم درحقیقت کوئی بالکل ہی مختلف شخص ہے جس کا آپ نے ابتدائی تفتیش کے دوران میں نام بھی لیا تھا؟"

"میں نے ابتدائی تفتیش کے دوران میں محض سوالوں کے جواب دیے تھے،" الیوشا نے سکون اور ملائمت سے جواب دیا، "میں نے از خود سمردیاکوف پر الزام لگانے کا کوئی جتن نہیں کیا تھا۔"

"تاہم آپ نے اس کا نام لیا تو تھا، جی؟"

"محض اس لیے کیونکہ میرا بھائی دمتری پہلے ہی مجھ سے اس کا ذکر کر چکا تھا۔ مجھے کامل یقین ہے کہ میرا بھائی بے گناہ ہے۔ اور چونکہ قتل کا ارتکاب اس نے نہیں کیا تو اس سے لازماً نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اس کا مرتکب..."

"سمردیاکوف؟ لیکن لازماً سمردیاکوف ہی کیوں؟ اور آپ کو کامل یقین کیوں ہے کہ آپ کا بھائی بے گناہ ہے؟"

"میں اپنے بھائی پر یقین کیے بنا رہ ہی نہیں سکتا۔ مجھے معلوم ہے وہ مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔ میں اس کا چہرہ دیکھ کر بتا سکتا تھا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔"

"محض چہرہ؟ کیا آپ کے پاس محض یہی ثبوت ہے؟"

"میرے پاس اور کوئی ثبوت نہیں۔"

"اور جہاں تک سمردیاکوف پر آپ کے الزام کا تعلق ہے، آپ کے پاس اپنے بھائی کے دعوئی اور اس کے چہرے کے تاثرات کے علاوہ اور کوئی ثبوت نہیں؟"

"نہیں، میرے پاس اور کوئی ثبوت نہیں۔"

اس موقع پر وکیل استغاثہ نے اس سے سوال پوچھنے کا سلسلہ بند کر دیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ الیوشا کے جوابات نے حاضرین کو بہت مایوس کیا ہے۔ مقدمے کی سماعت شروع ہونے سے پہلے سارے قصبے میں سمردیاکوف کے متعلق چرچے گوئیاں ہونے لگی تھیں؛ کسی نے کچھ سنا تھا، کسی نے کسی چیز کی

طرف اشارہ کیا تھا۔ کہا جانے لگا تھا کہ الیوشا کے ہاتھ کوئی غیر معمولی ثبوت آ گیا ہے جس سے اس کا بھائی بے گناہ اور ملازم مجرم قرار پاتا تھا، مگر جب اس کی ضرورت پیش آئی، کسی قسم کی شہادت سامنے نہ آئی، صرف اخلاقی یقین کا سہارا لیا گیا اور یہ چیز بالکل فطری تھی کیونکہ وہ بہرحال ملزم کا بھائی تھا۔

اب فیتیوکووچ نے اپنی جرح کا آغاز کیا۔ جب اس نے الیوشا سے پوچھا کہ ملزم نے اسے صحیح صحیح کب بتایا تھا کہ اسے اپنے باپ سے نفرت ہے اور یہ کہ وہ اپنے باپ کو ہلاک کر دے گا، اور کیا اس نے المیے کے رونما ہونے سے پہلے آخری ملاقات میں اس سے یہ باتیں کہی تھیں؟ تو یوں لگا جیسے اسے اچانک جھرجھری آ گئی ہو، جیسے ابھی ابھی اسے کچھ یاد آ گیا ہو اور وہ کوئی بات سمجھ گیا ہو۔

"مجھے ایک بات ابھی ابھی یاد آئی ہے، میں اسے تقریباً بھول چکا تھا، اس وقت مجھ پر اس کی پوری اہمیت واضح نہیں ہوئی تھی لیکن اب..."

اور الیوشا نے بڑی مسرت سے یاد کیا — کیونکہ معلوم واقعی یہی ہوتا تھا کہ جو چیز اس کے ذہن میں آئی ہے وہ اسے اچانک، ابھی ابھی، سوجھی ہے — کہ اس شام خانقاہ کی جانب جاتے ہوئے اس کی راستے میں درخت کے قریب میتیا سے جو آخری ملاقات ہوئی تھی، اس کے دوران میں میتیا نے اپنی چھاتی — "سینے کا اوپر کا حصہ" — پیٹتے ہوئے اسے متعدد بار بتایا تھا کہ اس کے پاس اپنی عزت بحال کرانے کے ذرائع ہیں اور یہ ذرائع عین اس کے سینے کے اوپر پڑے ہیں... اس وقت میرے ذہن میں خیال آیا تھا کہ یہ جس انداز سے اپنی چھاتی پیٹ رہا ہے، اس سے شاید یہ اپنے دل کی طرف اشارہ کرنا اور بتانا چاہتا ہے کہ اس کا دل بہت مضبوط ہے، اسے اس سے تقویت مل سکتی ہے جو اس کی اس بدنامی سے بچنے میں مدد کر سکتی ہے جس کا خطرہ اس کے سر پر منڈلا رہا ہے اور جس کا اسے مجھ سے بھی اعتراف کرنے کا یارا نہیں۔ یہاں میں اتنا ضرور کہوں گا کہ اس وقت میرے ذہن میں سوچ آئی تھی کہ وہ ابا کا ذکر کر رہا ہے اور محض اس تصور ہی سے کانپنے لگا ہے کہ اگر وہ ابا کے ہاں گیا اور اس پر حملہ کر بیٹھا، تو اس کی کتنی بدنامی ہو گی۔ جب وہ مجھ سے گفتگو کر رہا تھا، اس کا ہاتھ بار بار سینے کے اوپری حصے کی طرف اٹھ جاتا تھا۔ چنانچہ، جیسا کہ مجھے اب یاد آ رہا ہے، اس لمحے بجلی کے کوندے کی طرح میرے دل میں خیال گزرا کہ دل تو سینے کے اس حصے میں ہوتا ہی نہیں، یہ تو نیچے ہوتا ہے لیکن جس جگہ کی طرف یہ اشارے کر رہا ہے وہ عین یہاں، اس کی گردن سے ذرا ہی نیچے ہے۔ وہ بار بار انگلی اٹھاتا اور ادھر اشارے کرتا رہا۔ مجھے تسلیم ہے اس وقت مجھے خیال آیا تھا کہ یہ بالکل احمقانہ حرکت کر رہا ہے۔ مگر اب سوچتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ حقیقتاً یہ عین ممکن ہے کہ وہ اس تھیلی کی جانب اشارہ کر رہا ہو جس میں اس نے پندرہ سو روبل رکھے

ہوئے تھے...!"

"الیوشا، تم بالکل صحیح کہہ رہے ہو!" متیا نے اپنی نشست پر بیٹھے بیٹھے اچانک چلا کر کہا۔ "میں بالکل یہی کر رہا تھا، تم صحیح کہہ رہے ہو!"

فیتیو کووچ تیزی سے اس کی جانب لپکا اور اس سے التجا کرنے لگا کہ وہ اپنی جگہ چپ بیٹھا رہے، اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی پوری توجہ الیوشا پر مرکوز کر دی اور اس پر سوالات کی بوچھار کر دی۔ ادھر الیوشا کو جو کچھ ابھی ابھی یاد آیا تھا، اس پر اس کا حوصلہ بڑھ چکا تھا اور وہ بڑے جوش و خروش سے اپنے نظریے کی وضاحت کرنے لگا یعنی غالب امکان یہی تھا کہ متیا جس چیز کو اپنی ذلت اور بدنامی قرار دے رہا تھا، وہ یہی حقیقت تھی کہ پندرہ سو روبل قبضے میں ہونے کے باوجود، جن کا وہ کاترینا ایوانوونا کا مقروض تھا، اور جنہیں، اگر وہ چاہتا، تو بہت آسانی سے لوٹا سکتا تھا، اس نے انہیں نہ لوٹانے کا فیصلہ کر لیا تھا، یہی نہیں، وہ انہیں بالکل ہی ایک اور مقصد کے لیے استعمال کرنے کا تہیہ کر چکا تھا—— اور وہ مقصد گروشینکا کے ساتھ فرار ہونا تھا بشرطیکہ وہ اس کے ساتھ چلنے پر رضامند ہو جائے...

"یہی بات ہے، بالکل یہی بات ہے،" الیوشا نے اچانک زبردست جوش میں آتے ہوئے اونچی آواز میں کہا، "جب وہ بالاصرار اور بار بار کہہ رہا تھا کہ اس کے پاس اپنی بدنامی کا کم از کم نصف داغ دھونے کے ذرائع ہیں (اس نے لفظ 'نصف' کی گردان متعدد مرتبہ کی تھی)، تو اس کی مراد یہی پندرہ سو روبل تھے جو اس نے تھیلی میں سیئے ہوئے تھے، لیکن بدقسمتی سے اس کے اپنے بقول اس کی قوتِ ارادی اتنی کمزور ہے کہ وہ اپنے فیصلے پر عمل نہ کر سکا!"

"اور آپ کو واضح اور غیر مبہم طور پر یاد ہے کہ اس نے اپنے ہاتھ سے چھاتی سے اوپر کی جانب اشارہ کیا تھا؟" فیتیو کووچ نے کھوج لگانے کی کوشش میں بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"مجھے واقعی یاد ہے کیونکہ اس وقت میرے ذہن میں خیال آیا تھا: یہ اتنی اونچائی کی طرف کیوں اشارے کر رہا ہے حالانکہ دل تو بہت نیچے ہے؟ اس وقت اس کی یہ حرکت مجھے بالکل احمقانہ معلوم ہوئی تھی... ہاں، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت مجھے اس کی یہ حرکت احمقانہ معلوم ہوئی تھی... چونکہ اس کی یہ حرکت مجھے احمقانہ معلوم ہوئی تھی، اسی لیے مجھے یہ یاد رہ گئی۔ میں اسے بھول کیوں گیا، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی! یہ لازماً تھیلی ہی تھی جس کی طرف یہ تب اشارے کر رہا تھا، دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنے ان اشاروں کے ذریعے وہ مجھے جتانا چاہتا تھا کہ اگر وہ چاہے، تو پندرہ سو روبل واپس کر سکتا ہے لیکن وہ کرے گا نہیں! اور جب اسے مکرائی میں گرفتار کیا گیا، تب بھی اس نے بانگِ دہل یہی کہا تھا—— مجھے معلوم ہے کہ اس نے وہاں یہ بات کہی تھی

کیونکہ کسی شخص نے مجھے اس بارے میں بتایا تھا—— اس نے چلا چلا کر کہا تھا کہ یہ اس کی پوری زندگی کی شرم ناک ترین حرکت ہے، یعنی اس بات کے باوجود کہ اس کے پاس کاترینا ایوانوونا کا نصف قرض (لفظ 'نصف' پر دھیان دیں) واپس کرنے کے وسائل ہیں اور اس کے ذہن میں اس کے اپنے چور ہونے کا جو تاثر قائم ہو چکا ہے، وہ اسے زائل کرا سکتا ہے، وہ جانتا ہے کہ وہ یہ رقم واپس نہیں کرے گا کیونکہ اس میں اسے واپس کرنے کا حوصلہ ہی نہیں، یوں اس نے رقم اپنے پاس رکھ کر اپنی اور اس (کاترینا ایوانوونا) کی نگاہوں میں چور بننے کو ترجیح دی۔ اس قرض کو واپس نہ کر کے خدا معلوم اسے کس کس ذہنی اذیت میں سے گزرنا پڑا ہوگا!" الیوشا نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

قدرتی طور پر وکیل استغاثہ اس معاملے پر چپ نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے الیوشا سے کہا کہ جو کچھ ہوا، وہ ایک بار پھر اسے پورے کا پورا دہرائے اور اس نے متعدد مرتبہ بالاصرار پوچھا: "جب ملزم اپنی چھاتی پر ہاتھ مارتا تھا، تو کیا اس کا واقعی یہ مطلب تھا کہ وہ کسی چیز کی طرف اشارہ کرنا چاہتا تھا؟ کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ محض بے خیالی میں چھاتی پر دوہتڑ مار دیتا ہو اور اس سے زیادہ کچھ نہ کر رہا ہو؟" اس نے دریافت کیا۔

"یہ دوہتڑ نہیں تھا!" الیوشا نے قدرے اونچی آواز میں کہا، "یقینی طور پر یہ اس کی انگلیاں تھیں جن سے وہ اشارے کر رہا تھا اور یہاں وہ بہت اونچائی پر انگلیاں مار کر اشارے کر رہا تھا... لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ مجھ سے یہ بات اب تک بھولی کیوں رہی؟"

سربراہِ عدالت متیا کی جانب متوجہ ہوا اور اس سے پوچھنے لگا، "ابھی ابھی جو کچھ کہا گیا ہے، کیا تمہیں اس پر کوئی تبصرہ کرنا ہے؟"

"یہ جو کچھ کہہ رہا ہے، بالکل ویسے ہی ہوا تھا،" متیا نے تصدیق کرتے ہوئے کہا۔ "میں واقعی رقم کی طرف اشارے کر رہا تھا، یہ میری گردن میں لٹک رہی تھی۔ میں نے واپس کرنے کی بجائے اسے جس طرح اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا، وہ واقعی شرم ناک حرکت تھی، جی ہاں، شرم ناک حرکت تھی اور مجھے اس سے انکار نہیں کہ یہ میری پوری زندگی کی ذلیل ترین حرکت تھی!" متیا نے چلاتے ہوئے کہا، "میں اسے واپس کر سکتا تھا اور مجھے اسے واپس کر دینا چاہیے تھا مگر میری ڈھٹائی دیکھیں، میں نے اسے اپنے پاس رکھ چھوڑا اور یوں میں کاتیا کی نگاہوں میں چور بننے کو ترجیح دے بیٹھا۔ اس سلسلے میں شرم ناک ترین بات یہ تھی کہ مجھے پیشگی ہی خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ میں اسے واپس نہیں کر سکوں گا! الیوشا ٹھیک کہتا ہے! شکریہ، الیوشا!"

یہاں الیوشا پر جرح ختم ہو گئی۔ اہم اور قابلِ توجہ نکتہ یہ تھا کہ اس سے ایک ایسی حقیقت نمودار

ہو گئی تھی جسے بطور ثبوت پیش کیا جا سکتا تھا۔ یہ درست ہے کہ یہ بہت معمولی ثبوت تھا بلکہ ثبوت کا محض شائبہ تھا، تاہم مبہم طور پر ہی سہی، اس سے اتنا ضرور ظاہر ہو جاتا تھا کہ تھیلی واقعی موجود تھی اور اس میں پندرہ سو روبل بھی تھے اور یہ کہ جب مکرائی میں اس نے دعویٰ کیا تھا کہ پندرہ سو روبل اس کے اپنے ہیں تو اس نے کوئی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ الیوشا خوش تھا اور اس کے گال تمتما رہے تھے۔ ہدایت کے مطابق وہ گواہوں کے کٹہرے سے نکلا اور اس نشست پر بیٹھ گیا جو اس کے لیے مخصوص تھی۔ وہ کافی دیر تک اپنے آپ سے پوچھتا رہا، "میں یہ بات بھول کیسے گیا؟ ایسا کیوں ہوا؟ اور پھر اچانک مجھے یہ یاد کیسے آ گئی؟"

اب گواہی دینے کی باری کاترینا ایوانوونا کی تھی۔ جونہی وہ گواہوں کے کٹہرے میں داخل ہوئی، معلوم ہونے لگا جیسے عدالت میں بھونچال آ گیا ہو۔ خواتین نے اپنے ہاتھ اپنے **lorgnettes** (94) اور اوپیرا گلاسز کی جانب بڑھائے، مرد اپنی نشستوں پر کسمسانے لگے اور بعض اسے اچھی طرح دیکھنے کے لیے اپنی جگہوں سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ بعد ازاں سبھی بڑھ چڑھ کر دعویٰ کرتے رہے کہ جونہی وہ کٹہرے میں آئی، میتیا کا رنگ بالکل فق ہو گیا تھا۔ وہ سرتاپا سیاہ لباس میں ملبوس شرماتے لجاتے، تقریباً عاجزانہ انداز سے اس نشست کی طرف بڑھی جو گواہوں کے لیے مخصوص کر دی گئی تھی۔ اس کے چہرے سے اس کے اندرونی اضطراب کا اندازہ لگانا ناممکن تھا مگر اس کی سیاہ، غزالی اور افسردہ آنکھوں میں عزمِ صمیم جھلک رہا تھا۔ یہاں اس بات کا لازماً ذکر کر دینا چاہیے کہ بعد ازاں متعدد اشخاص نے بڑے وثوق سے کہا کہ اس لمحے وہ غیر معمولی طور پر خوب صورت نظر آ رہی تھی۔ اس کا لہجہ نرم و ملائم تھا مگر اس کی آواز اتنی صاف تھی کہ سارے کمرے میں با آسانی سنی جا رہی تھی۔ اس کا انداز گفتگو محکم اور پُرسکون تھا — یا کم از کم وہ اسے محکم اور پُرسکون بنانے کی کوشش ضرور کر رہی تھی۔ سربراہِ عدالت نے نہایت محتاط اور انتہائی پُراحترام انداز سے سوال پوچھنے کا سلسلہ شروع کیا جیسے وہ "بعض امور" کو زیرِ بحث لانے سے خائف ہو اور جن مصائب کی چکی میں وہ پس رہی تھی، ان کا اسے اچھی طرح احساس ہو۔ مگر جب سوال پوچھے جانے لگے تو کاترینا ایوانوونا نے جو بات سب سے پہلے کہی، وہ یہ تھی کہ وہ ملزم کی تب تک منگیتر تھی جب تک "انہوں نے خود مجھے چھوڑ نہیں دیا..." اس نے ملائمت سے کہا۔ جب اس سے ان تین ہزار روبلوں کے متعلق دریافت کیا گیا جو اس لیے میتیا کے سپرد کیے گئے تھے کہ وہ انہیں اس (کاترینا ایوانوونا) کے رشتے داروں کو بھیج دے گا، تو اس نے نہایت جچے تلے اور پختہ لہجے میں کہا، "میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ سیدھے ڈاک خانے چلے جائیں، تاہم عین اس وقت بھی مجھے مبہم سا احساس تھا کہ وہ مالی مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں... میں نے انہیں تین ہزار روبل کی رقم یہ سوچ

کر دی تھی کہ اگر وہ چاہیں تو بے شک ایک آدھ مہینا منی آرڈر نہ کریں۔ بعض ازاں انہیں اس قرض کے بارے میں اتنا تردّد کرنے کی ضرورت نہیں تھی..."

میں ہر سوال کو تفصیل سے بیان نہیں کر رہا بلکہ اس کی شہادت کے محض اہم نکات پیش کر رہا ہوں۔

"مجھے ہمیشہ یہ پختہ یقین رہا تھا کہ جونہی انہیں اپنے والد صاحب سے رقم ملی، وہ بلا تاخیر تین ہزار روبل کا منی آرڈر بھیج دیں گے۔" اس نے سوالوں کے جواب میں اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، "میں ان کی دریا دلی اور دیانت داری کی... کامل دیانت داری کی... ہمیشہ قائل رہی ہوں۔ خود انہیں اس امر کا ہمیشہ پختہ یقین رہا ہے کہ انہیں اپنے والد صاحب سے تین ہزار روبل اور مل جائیں گے اور یہ اپنے اس یقین کا مجھ سے متعدد بار ذکر کر چکے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کا اپنے والد صاحب سے جھگڑا چل رہا ہے اور مجھے ہمیشہ یقین رہا ہے کہ اب بھی یقین ہے کہ ان کے والد صاحب نے ان سے زیادتی کی تھی۔ انہوں نے اپنے والد صاحب کے خلاف جو بھی دھمکیاں دی ہیں، مجھے وہ یاد نہیں۔ انہوں نے — کم از کم میری موجودگی میں — ان دھمکیوں کے بارے میں کبھی کچھ نہیں کہا۔ اگر یہ اس وقت میرے پاس آتے تو میں ان بد بخت تین ہزار روبلوں کے بارے میں، جن کے یہ میرے مقروض تھے، ان کی فوراً تسلی کرا دیتی اور کہہ دیتی کہ یہ خاطر جمع رکھیں اور خواہ مخواہ فکر نہ کریں، مگر انہوں نے تب میرے ہاں آنا ہی چھوڑ دیا تھا... اور میری اپنی ... میری اپنی پوزیشن ایسی ہو گئی تھی ... کہ میں ان سے یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ یہ میرے ہاں تشریف لائیں اور مجھ سے ملیں... بہرحال:" اس نے اچانک اپنے لہجے کو پُرعزم بناتے ہوئے کہا، "اس قرضے کے بارے میں مجھے ان سے تقاضا کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ انہوں نے ایک مرتبہ مجھے تین ہزار سے بھی زیادہ کی رقم ادھار دی تھی اور میں نے تب یہ رقم قبول کر لی تھی حالانکہ مجھے قطعاً معلوم نہیں تھا کہ میں یہ رقم کبھی واپس کر بھی سکوں گی یا نہیں..."

وہ جس لہجے سے گفتگو کر رہی تھی، اس سے یہ عندیہ ملتا تھا جیسے وہ للکار رہی ہو۔ اب اس پر جرح کرنے کی باری فیتیوکووچ کی تھی۔

"کیا یہ تب کی بات ہے جب تم دونوں کے باہمی تعلقات ابھی شروع نہیں ہوئے تھے، جب تم ابھی اس قصبے میں نہیں آئی تھیں؟" فیتیوکووچ نے فوراً امکانی فائدہ بھانپتے اور سنبھل سنبھل کر قدم آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا [میں چلتے چلتے بتا دوں کہ اگرچہ کاترینا ایوانوونا نے خود اسے خاص طور پر جنت پیٹرزبرگ سے بلایا تھا، تاہم وہ ان پانچ ہزار روبلوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا جو میتیا نے اس زمانے میں اسے دیے تھے اور نہ اسے اس کے اس عاجزانہ سلام (95) کے بارے میں

کچھ معلوم تھا جو وہ شکریے کے طور پر اسے بجالائی تھی۔ وہ یہ راز اس سے چھپا گئی تھی! اور اس کا یہ رویہ بڑا حیرت انگیز تھا! چنانچہ نہایت اعتماد سے یہ مفروضہ قائم کیا جا سکتا ہے کہ آخری لمحے تک وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ آیا وہ عدالت میں اس واقعے کا ذکر کرے گی یا نہیں، معلوم ہوتا تھا کہ وہ شاید اسی قسم کے وجدانی لمحے کا انتظار کر رہی تھی۔]

نہیں، میں اس لمحے کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اس نے سب کچھ — پورے کا پورا واقعہ بشمول عاجزانہ سلام، جس کے متعلق تیا نے الیوشا کو بتایا تھا، اس سارے معاملے کے اسباب اور اپنے باپ کے حالات — سب کچھ بیان کر دیا اور صاف صاف بتا دیا کہ وہ تیا سے ملنے کیوں گئی تھی۔ تاہم خود تیا نے اس کی بہن کو جو یہ تجویز پیش کی تھی، "رقم ادھار لینا ہو تو کاترینا ایوانوونا کو میرے پاس بھیج دو۔" اس نے اس کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہا، اشارتاً بھی نہیں، وہ بڑی فراخ دلی سے اس بات کو چھپا گئی اور اس نے بے دھڑک اس امر کا اقرار کر لیا کہ وہ کسی دوسرے کے کہنے پر نہیں، بلکہ اپنی مرضی سے اس نوجوان فوجی افسر کے پاس گئی تھی... تاکہ وہ اس سے کچھ رقم ادھار مانگ سکے۔ اس کے اس انکشاف کا حاضرین پر زبردست اثر پڑا۔ جب میں ہمہ تن گوش ہو کر سن رہا تھا، مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی ہو۔ کمرے میں سکوتِ مرگ طاری تھا کیونکہ ہر شخص کی پوری کوشش تھی کہ ایک بھی لفظ سننے سے نہ رہ جائے۔ یہاں جو کچھ ہو رہا تھا، اس کا کسی کو سان گمان تک نہیں تھا۔ اس قسم کے تحکم پسند، من تیا اور پُر جسارت انداز سے متکبر دوشیزہ کے منہ سے اس طرح کی بے لاگ شہادت، اس طرح کی قربانی، اس طرح کے ایثار کی بمشکل توقع کی جا سکتی تھی۔ اور کس مقصد کے لیے؟ کس (شخص) کے لیے؟ اس شخص کی خاطر جس نے اس سے بے وفائی اور زیادتی کی تھی، اس کے لیے کچھ کرنے کے لیے، خواہ یہ کتنا ہی معمولی قرار دیا جائے، تاکہ اس کے حق میں موافق تاثر قائم کر کے اس کی رہائی کی راہ ہموار کی جا سکے! اور جب ایک فوجی افسر کے کردار کا یہ پہلو سامنے آیا کہ اس نے اپنے آخری پانچ ہزار روبل — روئے زمین پر اپنی کل جمع جتھا — ایک معصوم دوشیزہ کے، جس نے اس کو نہایت احترام سے جھک کر سلام بھی کیا تھا، حوالے کر دیے تھے تو حاضرین کو بے حد متاثر کیا جا سکتا، ان کے دل جیتے جا سکتے اور ان کی ہمدردیاں حاصل کی جا سکتی تھیں لیکن... میرا دل بری طرح دھڑکنے اور کانپنے لگا! مجھے محسوس ہونے لگا کہ اس کا اثر الٹا پڑنے کا اندیشہ لاحق ہو گیا ہے، تہمت انگیز اور کینہ پرور افواہوں کے پھیلنے کا راستہ ہموار ہو گیا ہے اور حقیقتاً ہوا بھی یہی! لوگوں کی زبانیں قینچی کی طرح چلنے لگیں، سارا قصبہ بدطینت انداز سے ہنسنے اور ٹھٹھا اڑانے لگا۔ ہر شخص یہی ہانکے جا رہا تھا کہ نوجوان دوشیزہ نے جو کہانی سنائی ہے، وہ غالباً پوری کی پوری صحیح نہیں، خاص طور پر اس کا یہ حصہ کہ مفروضہ طور پر نوجوان فوجی افسر نے

اسے "یونہی" جانے دیا تھا اور وہ بھی مبینہ طور پر احترام سے جھک کر اسے سلام کرنے کے بعد۔ اشاروں کنایوں میں کہا یہ جا رہا تھا کہ یہاں کوئی بات "حذف" کر دی گئی ہے۔ اور ہماری انتہائی قابل احترام خواتین دعویٰ کر رہی تھیں کہ اگر کوئی چیز حذف نہیں کی گئی، جو کچھ کہا گیا ہے، سب کا سب درست ہے، پھر بھی وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ "لڑکی نے جو کچھ کیا، خواہ اپنے باپ کی عزت بچانے کی خاطر ہی کیا ہو، وہ صحیح تھا۔" اور یہ کیسے ہوا کہ کاترینا ایوانوونا جیسی دوشیزہ، جو اتنی ذہانت، اتنی فہم و فراست کی مالک ہے، یہ پیشگی اندازہ لگانے میں ناکام رہی کہ اس قسم کی افواہیں لازماً جنم لیں گی؟ اسے لازماً پیشگی اندازہ ہو گیا ہو گا مگر اس کے باوجود اس نے سب کچھ منکشف کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیوں؟ یہ درست ہے کہ کہانی کی صداقت کے بارے میں اس انداز کی کینہ توز اور پُر خباثت قیاس آرائیاں صرف بعد میں وجود میں آنا شروع ہوئی تھیں اور فوری طور پر اس کا نتیجہ بہت خوشگوار نکلا تھا، ہر شخص بے حد متاثر ہوا تھا۔ جہاں تک ججوں کا تعلق ہے، وہ کاترینا ایوانوونا کا بیان چپ چاپ نہایت احترام سے سن رہے تھے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کچھ کچھ کھسیانے بھی ہو رہے تھے۔ وکیل استغاثہ نے اس معاملے کے بارے میں مزید ایک لفظ بھی پوچھنا گوارا نہ کیا۔ فیتیوکووچ نے اسے (کاترینا ایوانوونا کو) خاصا جھک کر سلام کیا۔ آہ، وہ تقریباً فاتحانہ انداز سے اپنی گردن بلند کر سکتا تھا! ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کی جا چکی تھی: یہ کہ ایک شخص جو اتنا وسیع الظرف ہے کہ نیک کام کے لیے پانچ ہزار روبل پر مشتمل اپنی آخری پونجی بھی دے سکتا ہے، اس پر الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ رات کے اندھیرے میں جاتا ہے، اپنے باپ کو ہلاک کرتا ہے اور اس کے تین ہزار روبل چرا لیتا ہے — یہ کیسے ممکن ہے؟ دونوں باتوں میں زبردست تضاد پایا جاتا ہے۔ اگر اور کچھ نہیں تو بھی فیتیوکووچ کم از کم ڈاکے کے الزام کو تو خارج کرا سکتا ہے۔ اچانک مقدمے نے نیا رخ اختیار کر لیا تھا۔ تیا کے لیے ہمدردی کے جذبات پیدا ہونے لگے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ کاترینا ایوانوونا کے بیان کے دوران میں وہ اچھل کر کھڑا ہو جاتا تھا، لیکن بالآخر وہ بے اختیار اپنی کرسی پر دوبارہ بیٹھ جاتا تھا اور اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں چھپا لیتا تھا۔ تاہم جب وہ اپنا بیان ختم کر چکی، وہ اپنے ہاتھ اس کی جانب پھیلا کر یاس انگیز اور بھرائے ہوئے لہجے میں کہنے لگا:

"کاتیا، یہ تم نے میرے ساتھ کیا کر دیا ہے، کیوں کر دیا ہے؟"

اور وہ زور زور سے سسکیاں بھرنے لگا جن کی آواز سارے کمرۂ عدالت میں سنائی دے رہی تھی۔ تاہم اس نے فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا اور دوبارہ چلّا کر بولا:

"اب میرے لیے کوئی امید نہیں رہی!"

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے دانت بھینچ لیے، اپنے بازو سینے پر لپیٹ لیے اور بالکل

ساکت ہو کر بیٹھ گیا۔ کاترینا ایوانوونا کمرۂ عدالت میں موجود رہی اور اپنی مخصوص نشست پر بیٹھ گئی۔ اس کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی اور وہ فرش پر نظریں گاڑے ہوئے تھی۔ جو لوگ اس کے قریب تھے، بعد میں یاد کر کے بتاتے رہے کہ وہ کافی دیر تک یوں کپکپاتی رہی تھی جیسے بخار میں مبتلا ہو چکی ہو۔ اب باری گروشینکا کی تھی۔

میں بہت جلد اس سانحے کا ذکر کروں گا جو اس قدر غیر متوقع طور پر ظہور پذیر ہوا کہ غالباً تیا کی تباہی کا اصل سبب بن گیا۔ کیونکہ باقی تمام لوگوں کی طرح مجھے بھی یقین ہو چکا تھا — اور بعد میں تمام وکیلوں نے بھی اس نکتے سے اتفاق کیا تھا — کہ اگر ایک خاص واقعہ پیش نہ آتا تو ملزم کو سزا بے شک ہو جاتی مگر وہ نسبتاً بہت ہلکی ہوتی۔ یہ واقعہ کیا تھا، میں اس کا ذکر ابھی ذرا ہی دیر بعد کروں گا۔ فی الحال میں چند الفاظ گروشینکا کے بارے میں کہنا چاہوں گا۔

گروشینکا سرتاپا سیاہ لباس میں ملبوس کمرۂ عدالت میں داخل ہوئی، اس نے اپنی خوب صورت اور بے عیب سیاہ شال اپنے کندھوں پر لپیٹ رکھی تھی۔ وہ ہلکے پھلکے، بے آواز قدم اٹھاتی، قدرے جھولتے ہوئے جیسا کہ بعض اوقات بھرے بھرے اجسام کی مالک عورتوں کے ساتھ ہوتا ہے، ڈائس کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ دائیں بائیں نگاہیں ڈالے بغیر ٹکٹکی باندھ کر سیدھے سربراہِ عدالت کو دیکھ رہی تھی۔ میرے خیال میں وہ اس وقت بے حد خوب صورت نظر آ رہی تھی، اور اس کی رنگت قطعاً پیلی نہیں تھی جیسا کہ بعد ازاں بعض خواتین نے دعویٰ کیا تھا۔ وہ تو یہ بھی کہتی تھیں کہ اس کے چہرے سے سخت گیری اور کینہ ٹپک رہا تھا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ محض مضطرب تھی اور ہمارے ہوس ناک اور غلیظ خیالات کے دلدادہ عوام کی تحقیر آمیز طور پر تجسس ٹکٹکی کے نیچے بہت بے چینی محسوس کر رہی تھی۔ وہ خوددار فطرت کی مالک تھی جو یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ کوئی اسے حقارت کی نظر سے دیکھے۔ وہ اس قسم کے لوگوں میں شامل تھی جنہیں جونہی شبہ ہونے لگتا ہے کہ انہیں حقیر سمجھا جا رہا ہے، تو وہ فوراً غصے سے کھولنے لگتے ہیں اور جارحانہ انداز اختیار کر لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک حقیقت یہ بھی تھی کہ وہ ڈراکل تھی اور اپنے اس ڈراکل پن پر اسے اندر ہی اندر شرمندگی ہوتی رہتی تھی، چنانچہ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ اس کا لہجہ کھد بدرا تھا۔ وہ کبھی غصے میں آ جاتی، کبھی اس کے اندازِ گفتگو سے حقارت ٹپکنے لگتی، کبھی وہ جان بوجھ کر جارحانہ لہجہ اپنا لیتی اور اس کے بعد دل کی گہرائیوں سے اور پورے خلوص کے ساتھ اپنی ملامت آپ کرنے لگتی، خود ہی اپنی سرزنش شروع کر دیتی۔ بعض اوقات وہ اس طرح بولنے لگتی جیسے وہ سر کے بل کسی اتھاہ گہرائی میں گرتی جا رہی ہو: "خواہ کچھ ہی ہو جائے، میں بہرحال اپنی کہہ کر ہی رہوں گی..." جہاں تک مرحوم فیودر پاولووچ کے ساتھ اس کے تعلقات کا تعلق ہے، اس نے بڑے اکھڑ انداز سے کہا، "یہ نری بکواس ہے۔ اگر

وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا تو اس میں میرا کیا قصور تھا؟" اور ایک منٹ بعد اس نے مزید کہا، "ایک لحاظ سے سارا قصور میرا ہی ہے، میں ان دونوں کا — بڑے میاں کا اور اس کا — مذاق اڑاتی رہی اور یوں میں نے دونوں ہی کو تباہی کے غار میں دھکیل دیا۔ جو کچھ ہوا، سب میری وجہ سے ہوا۔" ایک موقع پر غیر متوقع طور پر ساموسوف کا نام بھی آ گیا۔ "لوگ اپنے کام سے کیوں کام نہیں رکھتے؟" اس نے جھٹ پٹ ارادتاً منہ پھٹ اور بے رحمانہ انداز اپناتے ہوئے بھنا کر کہا۔ "وہ میرے محسن تھے، انہوں نے تب مجھے پناہ دی جب میں ننگے پاؤں اِدھر اُدھر مارے مارے پھر رہی تھی، جب خود میرے گھر والوں نے مجھے گھر سے باہر نکال دیا تھا۔" سربراہ عدالت نے، اگرچہ شائستگی سے، اسے یاد دلایا کہ اسے محض سوالوں کے جواب دینا چاہئیں اور غیر ضروری تفصیلات سے گریز کرنا چاہیے۔ گروشینکا کا چہرہ سرخ ہو گیا اور غصے سے اس کی آنکھیں شعلے برسانے لگیں۔

"نہیں، میں نے رقم والا لفافہ نہیں دیکھا تھا، میں نے اس 'بدآدمی' سے صرف سنا تھا کہ فیودر پاولووچ کے پاس کوئی لفافہ ہے جس کے اندر تین ہزار روبل بند ہیں۔ میرے نزدیک یہ سب نری بکواس تھی۔ میں نے صرف قہقہہ لگانے پر اکتفا کیا، میرا وہاں جانے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں تھا..."

"تم نے ابھی ابھی 'بدآدمی' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس سے تمہاری مراد کون شخص تھا؟" وکیل استغاثہ نے پوچھا۔

"فیودر پاولووچ کا بچہ سمردیاکوف، جس نے پہلے تو اپنے آقا کو قتل کیا اور پھر گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کر لی۔"

بہرحال اس سے فوراً پوچھا گیا کہ وہ کن وجوہ پر عمداً اس قسم کا الزام لگا رہی ہے اور انکشاف یہ ہوا کہ اس کے پاس قطعاً کوئی وجہ نہیں۔

"یہ بات خود دمتری فیودرووچ نے مجھے بتائی تھی اور دمتری فیودرووچ وہ شخص ہے جس کی بات کا آپ حضرات کو اعتبار کر لینا چاہیے۔ اگر آپ میری رائے پوچھتے ہیں تو میں یہ کہوں گی کہ سارا قصور اس بدذات (96) کا ہے، وہی اس (تیا) کی تباہی کی ذمے دار ہے، سارا سانحہ اسی کی وجہ سے پیش آیا ہے، بالکل یہی صحیح بات ہے!" گروشینکا نے مزید کہا۔ وہ عملاً نفرت سے کانپ رہی تھی اور اس کی آواز میں بغض و عناد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

اس سے سوال کیا گیا کہ اس کا اشارہ کس طرف ہے۔

"اس نوجوان خاتون، کاترینا ایوانوونا کی طرف۔ اس نے اس وقت مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی، اس نے مجھے کھلونا دے کر بہلانے کی کوشش کی تھی۔ بڑی مکار عورت ہے۔ اسے لفظ

نشرم" کے معنی تک نہیں آتے، یہی تو ساری مصیبت ہے..."

اس موقع پر سربراہ عدالت نے اسے ٹوک دیا اور اسے سختی سے تنبیہ کی کہ وہ معتدل زبان استعمال کرے۔ لیکن حاسد عورت کا غیظ و غضب ایسا تھا کہ وہ تمام حدود پھلانگنے کے لیے تیار تھی، اگر ضرورت پڑتی تو وہ سر کے بل اتھاہ گہرائی میں بھی چھلانگ لگانے سے گریز نہ کرتی...

"مکرائی گاؤں میں گرفتاری کے دوران میں سب لوگوں نے تمہیں دوسرے کمرے سے باہر بھاگتے اور چلا چلا کر کہتے سنا تھا۔" وکیل استغاثہ نے کہا، "'میں ہر چیز کی مجرم ہوں، ہم دونوں اکٹھے سائبیریا جائیں گے۔' کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس وقت تمہیں بھی یقین تھا کہ اپنے باپ کو اسی نے ہلاک کیا تھا؟"

"تب میرے جذبات کیا تھے، مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔" گروشینکا نے جواب دیا۔ ہر شخص چلا چلا کر اعلان کر رہا تھا کہ اس نے اپنے باپ کو ہلاک کر دیا ہے اور مجھے محسوس ہوا کہ یہ میرا قصور ہے، اس نے میری وجہ سے اسے ہلاک کیا ہے۔ لیکن جونہی اس نے کہا کہ یہ بے گناہ ہے، مجھے جھٹ پٹ یقین آ گیا، میں اب بھی اس کی بات کا یقین کرتی ہوں اور تاحیات کرتی رہوں گی۔ یہ ان لوگوں میں سے نہیں جو جھوٹ بولتے ہیں۔"

اب فیتیو کووچ نے اس پر جرح کی۔ برسبیل تذکرہ بتا دوں کہ اس نے اس سے رکیتن اور ان پچیس روبلوں کے بارے میں سوال پوچھا تھا جو "الیکسی فیودرووچ کرامازوف کو تمہارے پاس لانے کے صلے میں" اسے ادا کیے جانا تھے۔

"اگر اس نے روپیہ وصول کر لیا تھا، تو اس میں حیران ہونے کی کون سی بات ہے؟" اس نے پُرحقارت بغض سے دانت نکوستے ہوئے کہا۔ "وہ ہمیشہ میرے پاس پیسے مانگنے آتا رہتا تھا۔ بعض اوقات اسے مہینے میں تیس روبل تک مل جاتے تھے اور وہ اکثر و بیشتر اس رقم کو یونہی ضائع کر دیتا تھا۔ ویسے اگر وہ میرے پاس نہ آتا، تو بھی اس کے پاس کھانے پینے کی اشیاء کی کوئی کمی نہ ہوتی۔"

"تم رکیتن کے ساتھ جو فیاضانہ سلوک کرتی رہتی تھیں، اس کی وجہ کیا تھی؟" اس حقیقت کے باوجود کہ جج کے چہرے سے بے چینی کا اظہار ہونے لگا تھا، فیتیو کووچ نے پوچھ ہی لیا۔

"وہ میرا خلیرا ہے۔ میری اور اس کی مائیں بہنیں ہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ وہ مجھ سے ہمیشہ التجا کرتا رہتا تھا کہ میں اس رشتے کے بارے میں یہاں کسی کو بھی کچھ نہ بتاؤں۔ اسے مجھ سے بہت شرم آتی تھی۔"

یہ نئی اطلاع سب کے لیے نہایت حیرانی کا باعث بنی کیونکہ اب تک پورے قصبے میں بلکہ خانقاہ میں بھی کسی شخص کو، یہاں تک کہ متیا کو بھی، اس بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ رکیتن پر گھڑوں

پانی پڑ گیا اور کہا جاتا ہے کہ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے اس کا رنگ شرم کے مارے چقندر کی طرح سرخ ہو گیا تھا۔ کمرۂ عدالت میں داخل ہونے سے پہلے ہی گروشینکا کو کسی طرح معلوم ہو چکا تھا کہ وہ متیا کے خلاف گواہی دے چکا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اس قدر غصے میں آ گئی تھی۔ رکیتن کی پوری کی پوری تقریر، جس میں نیک خواہشات اور جذبات کا اظہار کیا گیا تھا اور جس میں زرعی غلامی کے نظام اور روس کی سیاسی بدنظمی پر کڑی تنقید کی گئی تھی، عام لوگوں کی نظروں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی اہمیت کھو بیٹھی اور اس کی حیثیت پرکاہ کے برابر نہ رہ گئی۔ فیتیو کووچ مطمئن تھا — ایک بار پھر قدرت اس پر مہربان ہو گئی تھی! مجموعی طور پر گروشینکا پر کوئی زیادہ دیر جرح نہ ہوئی اور ویسے بھی اس کے پاس کہنے کو کوئی ایسی بات نہیں تھی جو خاص طور پر نئی ہوتی۔ اس نے عوام کے ذہنوں پر جو تاثر چھوڑا، وہ بہت ناگوار قسم کا تھا۔ جب وہ گواہی دے کر فارغ ہوئی اور کاترینا ایوانونا سے خاصا دور بیٹھ گئی، اس پر سیکڑوں پُرحقارت نظریں پڑنے لگیں۔ اس کی شہادت کے دوران میں متیا نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا بلکہ یوں نگاہیں جھکائے بیٹھا رہا تھا جیسے وہ آدمی نہ ہو، پتھر کا بت ہو۔

اگلا گواہ ایوان فیودرووچ تھا۔

5
غیر متوقع سانحہ

یہاں مجھے ذکر کر دینا چاہیے کہ اسے بلایا تو ایلیوشا سے بھی پہلے گیا تھا لیکن دربان نے سربراہ عدالت کو اطلاع پہنچا دی تھی کہ اچانک بیماری یا کسی قسم کے دورے کے سبب گواہ فوری طور پر عدالت میں پیش ہونے سے قاصر ہے مگر جونہی اس کی حالت سنبھلی اور اس کی ضرورت پیش آئی، وہ گواہی دینے کے لیے حاضر ہو جائے گا۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ بات کسی بھی شخص کے علم میں نہیں آ سکی تھی کہ اور کہیں بہت بعد میں اس کا انکشاف ہو سکا۔

جب وہ عدالت میں حاضر ہوا، شروع میں تو حاضرین نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ بڑے گواہوں، خاص طور پر رقیب خواتین پر جرح ہو چکی تھی اور یوں فی الحال عدالت میں موجود لوگوں کے تجسس کی خاصی تشفی ہو چکی تھی، بلکہ ایک لحاظ سے ان پر تھکاوٹ کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔ انہیں ابھی متعدد دیگر گواہوں کے بیانات سننا تھے اور جو کچھ منکشف ہو چکا تھا، اس کے پیش نظر

خیال یہی تھا کہ وہ خاص طور پر کسی نئی بات کو منظرِ عام پر نہیں لا سکیں گے۔ تاہم وقت گزرتا جا رہا تھا۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ ایوان فیودوروویچ جھجکتا، ہچکچاتا اندر داخل ہوا، اس نے گردن جھکا رکھی تھی اور وہ کسی بھی شخص کو دیکھ نہیں رہا تھا، وہ افسردہ تھا اور اپنے ہی خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ وہ بے عیب طور پر صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے تھا لیکن اس کے چہرے کو دیکھ کر ــــ کم از کم مجھے ــــ سخت تکلیف پہنچی۔ اس چہرے کو دیکھ کر محسوس ہوتا تھا جیسے اس پر موت کی زردی کھنڈ رہی ہو، یہ چہرہ کسی ایسے شخص کا تھا جو معلوم ہوتا تھا کہ گور کنارے پہنچ چکا ہے۔ اس کی آنکھیں بے رونق اور بے جان تھیں؛ اس نے انہیں اوپر اٹھایا اور دھیرے دھیرے سارے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ الیوشا کی آہ نکل گئی اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ مجھے اس کی "آہ" یاد ہے۔ لیکن دوسرے لوگوں میں سے بہت کم نے اس پر توجہ دی۔

سربراہِ عدالت نے اس سے کہا کہ چونکہ اس کی حیثیت اس گواہ کی ہے جس نے حلف نہیں اٹھایا ہوتا (97)، وہ چاہے کسی سوال کا جواب دے، چاہے نہ دے، لیکن وہ جو کچھ بھی کہے، نیک نیتی اور ایمانداری سے کہے، وغیرہ وغیرہ۔ ایوان فیودوروویچ اس کی بات سنتا اور خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اس کے چہرے پر آہستہ آہستہ تبسم پھیلنے لگا اور جونہی حیران و متعجب صدرِ عدالت نے اپنی گفتگو ختم کی، وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"خوب! اور کچھ؟" اس نے گلا پھاڑ کر پوچھا۔

کمرے میں گمبھیر خاموشی چھا گئی، فضا میں تناؤ آ گیا اور سربراہِ عدالت مضطرب ہو گیا۔

"شاید... شاید آپ کی طبیعت ابھی تک ناساز ہے؟" اس نے اپنی نگاہوں سے دربانِ عدالت کو تلاش کرتے ہوئے کہا۔

"جنابِ عالی، آپ فکر نہ کریں،" ایوان فیودوروویچ نے نہایت شائستگی اور سکون سے کہا۔ "میں کافی ٹھیک ٹھاک ہوں اور آپ کو قدرے دلچسپ خبر بتا سکتا ہوں۔"

"آپ کے پاس بتانے کے لیے کوئی نئی چیز ہے؟" سربراہِ عدالت نے قدرے بے اعتباری سے پوچھا۔

ایوان فیودوروویچ نے اپنی نگاہ نیچے جھکا لی، چند سیکنڈ حیص بیص کرنے لگا اور پھر نظریں اوپر اٹھا کر رک رک کر کہنے لگا، "نا۔ ہیں... میرے پاس خاص چیز کوئی نہیں۔"

سوالوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ وہ انتہائی روکھے پن اور بے دلی سے، بلکہ ایک طرح کی کبیدہ خاطری جس میں ہر آن اضافہ ہوتا جا رہا تھا، تاہم سمجھداری سے، جواب دیتا رہا۔ وہ متعدد نکات سے کنی کترا گیا، اس کا دعویٰ تھا کہ اسے کچھ معلوم نہیں۔ روپے پیسے کے ضمن میں اس کے باپ اور

دمتری فیودوروویچ کے مابین جو معاملات طے پاتے رہے تھے، ان کے بارے میں بھی اس نے یہی کہا کہ وہ کچھ نہیں جانتا۔ "میرا ان (معاملات) سے کوئی سروکار نہیں تھا؛" اس نے کہا۔ اس نے ملزم کو دھمکی دیتے سنا تھا کہ وہ اپنے باپ کو ہلاک کر دے گا۔ لفافے میں جو رقم تھی، اس نے اس کے متعلق سمردیاکوف سے سنا تھا۔

"یہ ساری کی ساری وہی پرانی کہانی ہے؛" وہ اچانک رک گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ تھک چکا ہے۔ "میرے پاس عدالت کو بتانے کے لیے کوئی خاص بات نہیں؛" اس نے کہا۔

"مجھے نظر آ رہا ہے کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے اور میں آپ کے جذبات سمجھ سکتا ہوں..." سربراہِ عدالت نے کہنا شروع کیا۔ وہ وکیل استغاثہ اور وکیل صفائی دونوں سے پوچھا ہی چاہتا تھا کہ آیا وہ کوئی سوال کرنا چاہتے ہیں کہ اچانک ایوان فیودوروویچ نے تھکے تھکے لہجے سے التجا کی:

"جنابِ عالی، میں معافی چاہتا ہوں، میری طبیعت بالکل ٹھیک نہیں ہے؛" یہ کہتے ہی وہ اجازت کا انتظار کیے بغیر مڑا اور باہر نکلنے والے دروازے کی طرف چلنے لگا۔ تاہم چند قدم اٹھانے کے بعد وہ رک گیا جیسے وہ کسی چیز پر دوبارہ غور کر چکا ہو، ہلکا سا مسکرایا اور اپنی سابقہ جگہ پر واپس آ گیا۔ "جنابِ عالی، میرا حال اس کسان لڑکی کا ہے... آپ کو تو معلوم ہی ہو گا کہ وہ کس طرح چلتی ہے۔ 'اگر میری مرضی ہوئی، میں اٹھ کھڑی ہوں گی، اگر نہ ہوئی ــــ پھر نہیں اٹھوں گی،' وہ sarafan (98) یا panyova (99) یا ایسی ہی کوئی اور چیز اٹھائے اٹھائے اس کے پیچھے پیچھے جاتے ہیں، وہ اسے شادی کا جوڑا پہنانا چاہتے ہیں اور وہ صرف یہ کہتی ہے: 'اگر میری مرضی ہوئی، میں پہن لوں گی اور نہ ہوئی، تو نہیں پہنوں گی...' یہ ہمارے ایک نسلی گروہ کا رواج ہے..."

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" سربراہِ عدالت نے کرختگی سے پوچھا۔

"محض یہ؛" ایوان فیودوروویچ نے اچانک نوٹوں کی گڈی نکالتے ہوئے کہا، "یہی وہ رقم ہے جس کی خاطر میرے باپ کو قتل کیا گیا تھا... یہ وہی رقم ہے جو لفافے میں تھی؛" اس نے گردن گھماتے ہوئے میز کی طرف اشارہ کیا جہاں مقدمے سے متعلق اشیا رکھی ہوئی تھیں۔ "اسے میں کہاں رکھوں؟ دربان جی، کیا آپ مہربانی فرما کر اسے پکڑ لیں گے؟"

دربان نے رقم پکڑ لی اور سربراہِ عدالت کے حوالے کر دی۔

"یہ رقم آپ کے پاس کہاں سے آئی؟..." سربراہِ عدالت نے حیرانی سے پوچھا اور مزید کہا، "اگر یہ واقعی وہی رقم ہے!"

"یہ مجھے کل قاتل سمردیاکوف سے ملی تھی۔ اس کے خودکشی کرنے سے پہلے میں اس سے ملنے گیا تھا۔ میرے باپ کو میرے بھائی نے نہیں، اُس نے قتل کیا تھا۔ قتل اُس نے کیا تھا لیکن اسے

ترغیب میں نے دی تھی... کون اپنے باپ کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا؟"

"آپ کا دماغ ٹھیک ہے؟" سربراہِ عدالت دخل دیے بغیر نہ رہ سکا۔

"بالکل۔ یہی تو مصیبت ہے کہ میرا دماغ بالکل ٹھیک ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کی اور ان زشت رُو لوگوں کی طرح میرا دماغ بھی خباثت سے پُر ہے،" اس نے اچانک حاضرین کی جانب مڑتے ہوئے کہا۔ "ایک باپ قتل ہو گیا ہے اور یہ یوں بن رہے ہیں جیسے انہیں بہت صدمہ پہنچا ہو،" اس نے پُر حقارت غیظ و غضب سے کھولتے اور دانت پیستے ہوئے کہا۔ "یہ ایک دوسرے کے سامنے محض اداکاری کر رہے ہیں۔ منافق کہیں کے! ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کا باپ مر جائے۔ کتا کتے کا بیری ہوتا ہے... اگر پدرکشی ثابت نہیں ہوتی، ان سب کو سخت مایوسی ہو گی اور یہ غصے سے جلتے بھنتے واپس چلے جائیں گے... انہیں بس سرکس چاہیے!... 'روٹی اور سرکس!'(100) بہت کچھ سوچنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ میں بھی ان جیسا ہی ہوں، ان سے بہتر نہیں! آپ کے پاس پانی ہے؟ خدا کے لیے مجھے ایک گلاس پانی دیں!" اس نے اچانک اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں چھپا لیا۔

دربان فی الفور اس کے پاس پہنچا۔ الیوشا یک لخت اچھل کر کھڑا ہو گیا اور چلا چلا کر کہنے لگا، "یہ بیمار ہے، اس کی کسی بات کا اعتبار نہ کریں، اس کا دماغ ٹھکانے نہیں۔" کاتریناایوانوونا بے اختیار اپنی کرسی سے اٹھی اور ٹکٹکی باندھ کر ایوان فیودرووچ کو دیکھنے لگی، خوف و دہشت نے اس کے پاؤں جکڑ لیے تھے، وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں پا رہی تھی۔ متیا بھی کھڑا ہو چکا تھا اور اپنے بھائی کا ایک ایک لفظ بڑی توجہ سے سن رہا تھا، اس کا چہرہ کچھ اس طور مسخ ہو گیا تھا کہ وہ بالکل مضحک دکھائی دینے لگا تھا۔

"فکر نہ کریں، میں پاگل نہیں، بس قاتل ہوں!" ایوان دوبارہ بولنے لگا۔ "بہرحال آپ قاتل سے یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ فصاحت کے دریا بہا دے گا..." اس نے ایکا ایکی مزید کہا، اس کا چہرہ ٹیڑھا ہو گیا اور وہ زور زور سے ہنسنے لگا۔

صاف نظر آ رہا تھا کہ وکیلِ استغاثہ الجھن میں پڑ گیا ہے اور وہ سربراہِ عدالت کے قریب جھک گیا۔ بنچ کے دوسرے ارکان پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے سے کھسر پھسر کرنے لگے۔ فیتیوکووچ کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ پوری توجہ سے سننے لگا۔ حاضرین پر کامل سکوت طاری ہو گیا اور وہ کسی وقوعے کا انتظار کرنے لگے۔ اچانک یوں لگا جیسے سربراہِ عدالت اپنے آپ میں آ گیا ہو۔

"مسٹر کرامازوف، آپ نے جو کچھ کہا ہے، وہ بالکل سمجھ میں آنے والی بات نہیں اور نہ اسے یہاں قبول کیا جا سکتا ہے۔ ہو سکے تو دھیرج سے کام لیں اور اگر آپ کے لیے ممکن ہو تو

بتائیں... بشرطیکہ آپ کے پاس واقعی کچھ بتانے کو ہو... آپ کے پاس اپنے اعتراف کا کوئی ثبوت ہے؟... آپ کو یقین ہے کہ آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

"یہی تو مصیبت ہے کہ میں گواہ نہیں پیش کر سکتا۔ وہ حرامی سمردیاکوف اگلی دنیا سے آپ کو گواہی بھیجنے سے رہا... لفافے میں رکھ کر۔ آپ کو تو لفافے بھی کافی تعداد میں نہیں مل سکتے، یا مل سکتے ہیں؟ ایک ہی کافی ہو گا۔ میرے پاس گواہ ہے نہ کوئی ثبوت... دوبارہ سوچنے پر مجھے محسوس ہوا ہے شاید ایک ہے،" وہ پُر ملال انداز سے مسکرا دیا۔

"آپ کا گواہ کون ہے؟"

"جنابِ عالی، وہ، جس کی دُم ہے۔ میرا خیال ہے، اس سے کام نہیں بنے گا۔ اس قسم کا لباس یہاں موزوں تصور نہیں کیا جائے گا! Le diable n'existe point!(101)۔ اسے (شیطان کو) نظر انداز کر دیں۔ وہ ادنیٰ اور گھٹیا شیطان ہے۔" اس نے اچانک ہنسنا بند کرتے ہوئے کچھ اس انداز سے کہا جیسے وہ کوئی راز کی بات بتا رہا ہو۔ "وہ غالباً یہیں کہیں ہے — وہ ادھر، وہاں ہے، میز کے نیچے، جس پر مقدمے سے متعلق اشیاء پڑی ہیں۔ اگر وہ وہاں نہیں، پھر اور کہاں ہو سکتا ہے؟ دیکھیں، میری بات سنیں! میں نے اسے صاف صاف بتا دیا تھا کہ میں چپ نہیں رہوں گا اور اس نے کسی ارضیاتی اتھل پتھل کے متعلق لفاظی سے پُر تقریر شروع کر دی — بالکل بکواس! خیر، آپ اس عفریت کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے! سنیں، وہ مناجات الاپنے لگا ہے، اس لیے کیونکہ اسے کسی قسم کی فکر نہیں! اس کا حال بالکل اس مدہوش لفنگے کا ہے جو گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہا تھا، 'وانیا شہر چلا گیا ہے' اور میں محض دو سیکنڈ کی خوشی کی خاطر کوادریلین × کوادریلین کی مسافت طے کرنے کو تیار ہوں۔ آپ کو معلوم ہی نہیں میں کس قسم کا آدمی ہوں! یہاں جو کچھ ہو رہا ہے، میں اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ یہ سراسر احمقانہ ہے! خیر، اپنا کام جاری رکھیں، آپ اس کی جگہ مجھے مجرم کیوں نہیں ٹھہراتے؟ آپ کو معلوم ہونا چاہیے میں یہاں یونہی نہیں چلا آیا تھا... اس روئے زمین پر سب کچھ اتنا نامعقول، اتنا بے سروپا، اتنا فضول کیوں ہے!..."

اور ایک بار پھر وہ آہستہ آہستہ اور قدرے سوچتے ہوئے کمرۂ عدالت کا جائزہ لینے لگا۔ لیکن اب عدالت میں کھلبلی مچ چکی تھی۔ الیوشا اچھل کر کھڑا ہو گیا اور تیزی سے ایوان فیودرووچ کی طرف لپکا مگر دربان پہلے ہی ایوان فیودرووچ کو بازو سے پکڑ چکا تھا۔

"تم یہ کیا کر رہے ہو؟ تمہیں اس کی جرأت کیسے ہوئی؟" ایوان فیودرووچ نے دربان کے چہرے کو پُر خشونت نگاہوں سے گھورتے ہوئے چلا کر کہا۔ پھر اس نے اچانک اسے مضبوطی سے کندھوں سے پکڑا اور غصے سے بھڑکتے ہوئے اسے نیچے پٹخ دیا۔ مگر دریں اثنا محافظ اس پر پل پڑے

اور اسے قابو کر لیا۔ اس نے چلا چلا کر کچھ کہنے کی کوشش کی مگر کوئی بھی اس کی بات مطلق نہ سمجھ سکا۔ وہ چیختے جا رہا تھا کہ محافظ اسے اٹھا کر باہر لے گئے۔

عدالت میں ہلچل مچ گئی۔ اس کے بعد وہاں جو واقعات پیش آئے، مجھے ان کی ترتیب یاد نہیں رہی۔ میں خود بھی مضطرب ہو چکا تھا اور جو کچھ وقوع پذیر ہو رہا تھا، اسے ذہن میں محفوظ رکھنا ناممکن ہوتا جا رہا تھا۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ جب سکوت بحال ہو گیا اور تمام لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ کیا واردات گزر گئی ہے، عدالت کے دربان کو سخت جھاڑ پلائی گئی حالانکہ وہ اپنے افسروں کو جتانے کی سرتوڑ کوشش کر رہا تھا کہ کمرۂ عدالت کے اندر آنے سے پہلے گواہ کا رویہ بالکل نارمل تھا اور پیشی سے ایک گھنٹہ پیشتر اس کا طبی معائنہ کیا گیا تھا جب اس نے شکایت کی تھی کہ اس کی طبیعت قدرے ناساز ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ کمرۂ عدالت میں داخل ہونے سے پہلے وہ مربوط انداز سے باتیں کر رہا تھا اور کوئی بھی شخص پیشگی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ اس قسم کے کسی ناخوشگوار واقعے کے پیش آنے کا احتمال ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ خود گواہ نے گواہی دینے پر اصرار کیا تھا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ لوگ پُرسکون ہو سکتے اور حالات کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لینے کے قابل بن سکتے، پہلے کے معاً بعد دوسرا وقوعہ ظہور پذیر ہو گیا! کاترینا ایوانوونا پر ہسٹیریا کا دورہ پڑ گیا۔ وہ بلند آواز سے چیخنے چلانے اور سسکیاں بھرنے لگی، مگر اس نے باہر جانے سے صاف انکار کر دیا۔ وہ دیوانہ وار اپنے بازو لہرا رہی اور التجا پر التجا کیے جا رہی تھی کہ اسے وہیں رہنے دیا جائے اور پھر ایکا ایکی چلاتے ہوئے اس نے سربراہِ عدالت سے کہا:

''میں مزید شہادت پیش کرنا چاہتی ہوں، ابھی... اور اسی وقت! یہ رہا، یہ ایک خط ہے... اسے پکڑ لیں، ابھی پڑھ لیں! یہ اس خنزیر کا ہے، اس خبیث شخص کا، جو وہاں بیٹھا ہوا ہے!'' وہ میتیا کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ ''اپنے باپ کو اسی نے ہلاک کیا تھا، آپ ابھی دیکھ لیں گے، اس نے مجھے لکھا اور بتایا تھا کہ وہ اپنے باپ کو ہلاک کر دے گا! رہا دوسرا، وہ بیمار ہے، بیمار ہے، پاگل ہے! میں تین دن سے دیکھ رہی ہوں کہ وہ پاگل ہو چکا ہے، اپنے ہوش و حواس سے محروم ہو چکا ہے!''

وہ مجنونانہ انداز سے چیختی چلاتی رہی۔ دربان نے وہ خط پکڑ لیا جو وہ سربراہِ عدالت کو پیش کر رہی تھی۔ خط تھمانے کے بعد وہ بے اختیار اپنی کرسی پر گر پڑی، اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں ڈھانپ لیا اور چپکے چپکے سسکیاں بھرنے لگی۔ اس کا سارا جسم کپکپا رہا تھا اور اس کے منہ سے جو بھی کراہ نکلتی، وہ اس اندیشے کے پیشِ نظر اسے دبانے کی کوشش کرتی کہ کہیں اسے کمرۂ عدالت سے باہر نکلنے کا حکم نہ دے دیا جائے۔ جو خط اس نے دربان کے حوالے کیا تھا، وہ وہی تھا جو میتیا نے ''ستولچنی گرات'' نام کے مے خانے میں بیٹھ کر لکھا تھا اور جس کا حوالہ دیتے ہوئے ایوان

فیودوروچ نے کہا تھا، ''یہ ایک ایسا ثبوت ہے جس پر کسی شبے کی گنجائش ہی نہیں۔'' افسوس کہ بات تو یہ ہے کہ اسے بعینہٖ یہی تسلیم کر لیا گیا! اور اگر یہ خط پیش نہ کیا جاتا تو مقدمے کا انجام بالکل مختلف ہو سکتا تھا — یا کم از کم اتنا بھیانک نہ ہوتا۔ میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ ہر تفصیل پر نگاہ رکھنا مشکل تھا۔ اب بھی ہر چیز سراسر الجھی الجھی معلوم ہو رہی ہے اور صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آ رہی۔ میرا خیال ہے کہ سربراہِ عدالت نے نئی دستاویز لازماً فوراً ہی اپنے ساتھی ججوں، وکیل استغاثہ، وکیل صفائی اور جیوری کے ارکان کو دکھا دی ہو گی۔ البتہ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ کاترینا ایوانوونا پر دوبارہ جرح شروع ہو گئی تھی۔ پہلے تو سربراہِ عدالت نے اس سے ہمدردانہ انداز سے پوچھا کہ آیا اس کی طبیعت بحال ہو گئی ہے، تو کاترینا ایوانوونا نے بڑے اشتیاق سے کہا:

''میں تیار ہوں، بالکل تیار ہوں! میں آپ کے تمام سوالوں کے جواب دے سکتی ہوں۔'' وہ ابھی تک بے حد پریشان دکھائی دے رہی تھی کہ شاید کسی وجہ سے اسے وہ کچھ کہنے کی اجازت نہیں ملے گی جو وہ کہنا چاہتی تھی۔

خط کیا تھا اور یہ اسے کن حالات میں ملا تھا، اس سے کہا گیا کہ وہ ان باتوں پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالے۔

''جس رات جرم کا ارتکاب ہوا، یہ مجھے اس سے صرف ایک رات پہلے موصول ہوا تھا۔ اس نے یہ خط مے خانے میں بیٹھ کر لکھا تھا، چنانچہ یہ وقوعہ سے دو روز پیشتر تحریر ہوا تھا۔ اسے ذرا غور سے دیکھنے پر معلوم ہو گا کہ یہ کسی قسم کے بل کی پشت پر لکھا گیا ہے!'' اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ اس کے منہ سے لفظ بمشکل ہی نکل رہے تھے۔ ''ان دنوں یہ مجھ سے نفرت کرنے لگا تھا کیونکہ یہ اُس کے ساتھ فرار ہو گیا تھا، خود اس نے میرے ساتھ نہایت شرم ناک اور مذموم سلوک کیا تھا، اسے مجھ سے اس لیے بھی نفرت تھی کیونکہ یہ میرے تین ہزار روبل کا مقروض تھا!... اف، اسے اس بات سے شدید کوفت ہو رہی تھی کہ اسے محض اپنی کمینگی کی وجہ سے میرا مقروض ہونا پڑا تھا! ان تین ہزار روبلوں کا معاملہ کچھ اس طرح شروع ہوا تھا... میں آپ سے التجا کرتی ہوں، منت سماجت کرتی ہوں کہ میری پوری بات سنیں اور دھیان سے سنیں۔ اپنے باپ کو قتل کرنے سے تین ہفتے پہلے یہ ایک صبح میرے پاس آیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اسے روپے کی اشد ضرورت ہے، کیوں ضرورت تھی؟ مجھے یہ بھی معلوم تھا — یہ اس کی مدد سے اس زنانی کو رجھانا اور اس کے ساتھ فرار ہونا چاہتا تھا۔ تب میں جان چکی تھی کہ یہ مجھ سے بے وفائی کرنے لگا ہے اور مجھ سے پیچھا چھڑانے کی فکر میں ہے۔ میں نے، خود میں نے اسے رقم دے دی اور بہانہ یہ بنایا کہ میں اسے اس کی وساطت سے ماسکو اپنی بہن کو بھیجنا چاہتی ہوں — اور جب میں رقم اس کے حوالے کر رہی تھی، میں نے اس کی آنکھ سے

آنکھ ملا کر کہا۔"آپ جب چاہیں، اسے بھیج دیں۔ اگر آپ اسے ایک مہینہ بعد ارسال کریں تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" جب میں یہ بات اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہی تھی، تو اس کا صاف مطلب یہ بنتا تھا، "تمہیں روپیہ چاہیے تاکہ تم اس زنانی کی خاطر مجھ سے بے وفائی کر سکو، تو یہ رہا روپیہ، یہ میں خود تمہیں دے رہی ہوں۔ اگر تم اتنے ہی بے شرم اور فرومایہ ہو، تو لے لو۔" یہ بات میری آنکھوں میں صاف پڑھی جا سکتی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ اسے سمجھنے سے کیوں قاصر رہا۔ میں اسے آئینہ دکھانا اور شرمسار کرنا چاہتی تھی۔ اور اس نے کیا کیا؟ اس نے رقم لے لی، واقعی لے لی، اسے لے کر چلتا بنا، اور اس زنانی کے ساتھ ایک ہی رات میں اڑا دی۔ لیکن یہ سمجھ گیا تھا، بالکل سمجھ گیا تھا کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے! میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اسے اسی وقت اندازہ ہو گیا تھا کہ میں اسے جو روپیہ دے رہی ہوں، محض اس لیے دے رہی ہوں کیونکہ میں اس کی آزمائش کرنا چاہتی ہوں۔ میں جاننا چاہتی تھی: کیا یہ واقعی اتنا ہی بے شرم اور فرومایہ ہے کہ مجھ سے یہ رقم قبول کر لے گا؟ میں اس کی اور یہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہا تھا اور یہ سب کچھ سمجھ گیا تھا، بالکل سب کچھ سمجھ گیا تھا—— اس کے باوجود یہ روپیہ لینے میں بالکل نہ ہچکچایا۔ اس نے میرا روپیہ لیا اور چلتا بنا!"

"کاتیا، تم جو کچھ کہہ رہی ہو، سولہ آنے درست کہہ رہی ہو!" میتیا نے اچانک چلاتے ہوئے کہا۔ "میں نے سیدھا تمہاری آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تھا اور میں سمجھ گیا تھا کہ تمہاری نظروں میں میں بے شرم اور فرومایہ ہوں، مگر اس کے باوجود میں نے رقم پکڑنے میں کوئی ڈھیل نہ دکھائی! اپنی بات جاری رکھو، مجھ لفنگے سے نفرت کرتی رہو، آپ سب مجھے قاتل سمجھتے رہیں! تم جو کچھ میرے ساتھ کر رہی ہو، میں اسی کا مستحق ہوں!"

"مسٹر کراماز وف،" سربراہ عدالت نے اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا، "اگر تمہارے منہ سے مزید ایک لفظ بھی نکلا—— میں تمہیں عدالت سے باہر لے جانے کا حکم دے دوں گا!"

"یہ رقم اس کے دل میں کانٹا بن کر چبھ رہی تھی،" کاترینا ایوانوونا نے اضطراری جلد بازی سے کہا۔ "یہ بات درست ہے کہ یہ اس رقم کو واپس کرنا چاہتا تھا، بالکل واپس کرنا چاہتا تھا، مگر اسے اس رقم کی اس زنانی کے لیے بھی ضرورت تھی۔ چنانچہ یہ گیا اور اپنے باپ کو مار آیا۔ مگر اس نے میری رقم پھر بھی واپس نہ کی—— اس کی بجائے یہ اس گاؤں میں چلا گیا جہاں سے اس کی گرفتاری عمل میں آئی ہے۔ اس نے وہ تمام رقم، جو اس نے اپنے مقتول باپ کے ہاں سے چرائی تھی، وہاں اللوں تللوں میں اڑا دی۔ یہ خط، جو میں نے آپ کو پیش کیا ہے، اس نے اپنے باپ کے قتل سے ایک روز پہلے مجھے لکھا تھا۔ جب یہ خط لکھ رہا تھا یہ نشے میں غرق تھا اور میں فوراً سمجھ گئی تھی کہ یہ

مدہوشی کی حالت میں تحریر کیا گیا ہے۔ اس نے یہ خط محض بغض کی وجہ سے لکھا تھا حالانکہ وہ اچھی طرح، یقینی طور پر، جانتا تھا کہ بے شک یہ اسے قتل کر دے، میں اس کا یہ خط کبھی کسی کو نہیں دکھاؤں گی۔ ورنہ یہ اسے لکھتا ہی نہ۔ یہ جانتا تھا کہ میں اس سے انتقام لینا اور اسے تباہ کرنا نہ چاہوں گی! لیکن اسے پڑھیں، غور سے پڑھیں اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ پیشگی ہی سوچ چکا تھا کہ یہ اپنے باپ کو کس طرح ہلاک کرے گا اور پیشگی ہی جانتا تھا کہ اس کا باپ اپنا روپیہ کہاں رکھتا ہے۔ اسے احتیاط سے پڑھیں، کوئی چیز نہ چھوڑیں۔ ایک جگہ اس نے لکھا ہے، 'میں اسے ہلاک کر دوں گا بشرطیکہ ایوان جا چکا ہو۔' اس سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ اس نے پیش از وقت ہی منصوبہ بنا لیا تھا کہ یہ اسے کس طرح موت کے گھاٹ اتارے گا۔" کاترینا ایوانونا کینہ توز انداز سے بولتی اور جیوری کے ارکان کے دماغوں میں میتیا کے خلاف وِس بھرتی چلی گئی۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس وہ دور رَس اور تباہ کن نتائج کے حامل خط کے ایک ایک لفظ کا باریک بینی سے مطالعہ کر چکی ہے اور اس کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل پر غور و فکر کر چکی ہے۔ "اگر یہ نشے میں چُور نہ ہوتا، تو اس خط کو لکھنے سے پہلے سو بار سوچتا، بلکہ لکھتا ہی نہ، مگر نشے کے عالم میں اس نے ایک ایک بات پیشگی منکشف کر دی، عین اسی طرح جس طرح بعد میں یہ گیا اور اسے قتل کر آیا—— یہاں آپ کو اس کا سارا منصوبہ مل جائے گا!"

وہ غیظ و غضب سے جلتی بھنتی اسی انداز سے بولتی رہی اور اس کے اس فعل کے خود اس کے اپنے حق میں کیا نتائج برآمد ہوں گے، بظاہر وہ انہیں نظر انداز کر رہی تھی حالانکہ اس نے ایک مہینے پہلے ہی ان کا اندازہ لگا لیا ہوگا لیکن غالباً اس وقت بھی اس نے غصے کے عالم میں ہی سوچا ہوگا، "میں اسے عدالت میں کیوں نہ پڑھ دوں؟" اب وہ پھر مکمل طور پر جذبات کی رَو میں بہہ چکی تھی۔ اگر مجھے ٹھیک طرح یاد ہے عدالت کے کلرک نے عین اسی لمحے خط بلند آواز میں پڑھ کر سنایا تھا اور اس نے حاضرین کے دل و دماغ کو بری طرح متاثر کیا تھا۔ میتیا سے سوال کیا گیا، "کیا تم تسلیم کرتے ہو یہ خط تمہیں نے لکھا تھا؟"

"جی ہاں، میں نے ہی لکھا تھا!" میتیا نے اونچی آواز سے کہا۔ "اگر میں نشے میں مدہوش نہ ہوتا تو میں اسے کبھی نہ لکھتا... کاتیا، بے شمار باتیں ایسی تھیں جن کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے، لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں، ہاں، قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب میں تم سے نفرت کرتا تھا تب بھی تمہارے ساتھ میری محبت برقرار رہتی تھی مگر تم نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی!"

وہ بے اختیار اپنی کرسی پر گر پڑا اور مایوسی کے عالم میں اپنے ہاتھ مسلنے لگا۔ وکیل استغاثہ اور وکیل صفائی دونوں نے کاترینا ایوانوونا پر جرح شروع کر دی۔ وہ اس پر تابڑ توڑ سوال کرنے لگے: "تم نے اس قسم کی دستاویز کو اب تک چھپائے کیوں رکھا اور اپنی سابقہ گواہی مختلف انداز سے اور

مختلف لہجے میں کیوں دی تھی؟"

"جی ہاں، جی ہاں، اب تک میں جھوٹ بولتی رہی ہوں، ہر چیز کے متعلق جھوٹ بولتی رہی ہوں، میں اپنے ضمیر، اپنی عزت کے خلاف جھوٹ بولتی رہی ہوں، لیکن تب میں اسے بچانا چاہتی تھی،" کاترینا ایوانوونا نے یوں واویلا کرتے ہوئے کہا جیسے اس کا اپنا دماغ چل گیا ہو۔ "یہ مجھ سے نفرت کرتا رہا ہے، مجھے اپنے پاؤں کی جوتی سمجھتا رہا ہے، یہ مجھ سے گھن کھاتا رہا ہے، ہمیشہ گھن کھاتا رہا ہے اور آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ـــ یہ مجھ سے تبھی گھن کھانے لگا تھا جب روپیہ دینے پر میں نے اس کا دوزانو ہو کر شکریہ ادا کیا تھا۔ مجھے اسی وقت اس کا اندازہ ہو گیا تھا... مجھے فوراً محسوس ہو گیا تھا لیکن میں کافی عرصے تک اس پر یقین کرنے سے انکار کرتی رہی۔ میں یہ تصور بھی نہیں کرنا چاہتی تھی کہ میں نے کتنی مرتبہ اس کی آنکھوں میں پڑھا ہے: 'تم تب اپنی مرضی سے میرے پاس آئی تھیں، آئی تھیں یا نہیں؟' اف، یہ سمجھ ہی نہ پایا، سمجھ ہی نہ سکا کہ میں تب کیوں بھاگم بھاگ اس کے پاس آئی تھی۔ اسے تو صرف محرکات ہی نظر آتے ہیں، ان سے آگے اس کا دھیان جاتا ہی نہیں۔ اس نے میرا محاکمہ بھی اپنے پیمانے ہی سے کیا۔ یہ سمجھتا ہے جیسا یہ خود ہے باقی بھی ویسے ہی ہیں،" کاترینا ایوانوونا نے غراتے ہوئے کہا۔ وہ غصے سے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ "یہ مجھ سے اس لیے شادی کرنا چاہتا تھا کیونکہ مجھے وراثت میں اچھی خاصی دولت مل گئی تھی! یہی ایک وجہ ہے، یہی واحد وجہ ہے! اف، یہ شخص کسی جانور سے بھی بدتر ہے! اسے ہمیشہ یہ یقین رہا ہے کہ چونکہ میں اس کے پاس گئی تھی، چنانچہ اپنی باقی ماندہ زندگی کے دوران میں میں جب بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوں گی، میں اس سے شرمندگی محسوس کرتی رہوں گی اور یوں اسے مجھ سے گھن کھانے، مجھے اپنے پاؤں کی جوتی سمجھنے اور مجھ پر رعب جھاڑنے کا حق حاصل ہو جائے گا ـــ یہی وجہ ہے یہ مجھ سے شادی کا پاکھنڈ رچانا چاہتا تھا! یہ سچ ہے، سولہ آنے سچ ہے! میں نے اپنی محبت، اپنی نہ ختم ہونے والی محبت سے اس کا دل جیتنے کی کوشش کی، میں اس کی بے وفائی برداشت کرنے کے لیے تیار تھی، لیکن یہ کچھ نہیں، بالکل کچھ نہیں سمجھا اور اس سے یہ توقع بھی کیسے کی جا سکتی ہے کہ یہ کچھ سمجھ جائے گا؟ یہ تو عفریت ہے! مجھے یہ خط اگلے دن کی شام سے پہلے نہیں ملا تھا، کوئی اسے مے خانے سے لایا تھا، اور عین اس صبح میری اپنی یہ کیفیت تھی کہ میں اسے سب کچھ، سب کچھ، یہاں تک کہ اس کی بے وفائی بھی، معاف کرنے کو تیار تھی!"

قدرتی طور پر سربراہ عدالت اور وکیل استغاثہ نے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ مجھے یقین ہے کہ انہیں اس کے پاگل پن سے فائدہ اٹھاتے اور اس کے اس قسم کے اعترافات سنتے شرمندگی محسوس ہو رہی ہو گی۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے انہیں اس سے یہ کہتے سنا تھا، "ہمیں اندازہ ہے کہ

تمہارے لیے یہ چیز کتنی اذیت ناک ہے! یقین مانو، ہم بھی انسان ہیں، پتھر کے بت نہیں کہ کسی چیز سے متاثر ہی نہ ہوں،" وغیرہ وغیرہ۔ تاہم وہ وہ ایک باؤلی، ایک ہسٹیریا زدہ عورت سے گواہی اگلوانے سے باز نہ آئے۔ آخر اس نے ـــ غیر معمولی صراحت کے ساتھ، جیسا کہ اس قسم کے تناؤ کے لمحات میں اکثر وقتی طور پر ہو جاتا ہے ـــ بیان کیا کہ کس طرح ایوان فیودرووچ اس "عفریت اور قاتل" کو یعنی اپنے بھائی کو بچانے کی کوشش کرتے کرتے تقریباً نیم پاگل ہو چکا ہے۔

"وہ اپنے آپ کو اذیتیں دیتا رہا ہے،" وہ اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے بولی، "وہ میرے سامنے اس قسم کے اعتراف کرتے ہوئے کہ اسے بھی اپنے باپ سے کوئی خاص محبت نہیں تھی اور شاید وہ خود بھی یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح ان کا باپ مر جائے، اپنے بھائی کے جرم کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اُخ، اس معاملے میں اس نے کبھی کچھ نہیں چھپایا، کھلم کھلا، کچی لپٹی رکھے بغیر سب کچھ مجھے بتاتا رہا! ہر چیز مجھ پر منکشف کرتا رہا! وہ ہر روز میرے پاس آتا اور میرے ساتھ یوں گفتگو کرتا رہا جیسے میں اس کی واحد دوست ہوں۔ اور مجھے فخر ہے کہ حقیقتاً میں ہی اس کی واحد دوست ہوں،" اس نے اچانک آواز بلند کرتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں یوں چمچمانے لگی تھیں جیسے وہ للکار رہی ہو، "ہے کوئی جو میرے اس دعوے کی تردید کر سکے؟" وہ دو مرتبہ سمردیاکوف سے ملنے گیا تھا، ایک مرتبہ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا، 'اگر قتل میرے بھائی نے نہیں بلکہ سمردیاکوف نے کیا ہو ـــ بہر حال یہاں عام افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ اصل قاتل سمردیاکوف ہی ہے ـــ، پھر شاید میں بھی مجرم قرار پاتا کیونکہ سمردیاکوف کو معلوم ہے کہ مجھے اپنے باپ سے کوئی محبت نہیں اور شاید وہ سمجھنے لگا ہو کہ میں اسے (اپنے باپ کو) مرا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔' تب میں نے خط نکالا اور اسے دکھایا۔ اسے پڑھتے ہی اسے پختہ یقین ہو گیا کہ قاتل اس کا بھائی ہی ہے۔ اس نئی صورت حال کا اس پر اتنا برا اثر پڑا کہ وہ اپنے ہوش و حواس کھونے لگا۔ اس سے یہ سوچ برداشت ہی نہ ہو سکی کہ اس کا بھائی حقیقتاً قاتل ہے اور پدرکشی کا مرتکب ہوا ہے! مجھے ایک ہفتہ پہلے ہی نظر آ گیا تھا کہ وہ (ذہنی طور پر) بیمار ہو چکا ہے۔ گزشتہ چند دنوں کے دوران میں وہ جب بھی میرے پاس آیا، بہکی بہکی باتیں کرتا رہا۔ مجھے صاف دکھائی دے رہا تھا کہ وہ پاگل ہوتا جا رہا ہے۔ وہ گلی کوچوں میں ادھر اُدھر بے مقصد گھومتا پھرتا اور بہکی بہکی باتیں کرتا رہتا۔ بے شمار لوگوں نے اسے اس حالت میں دیکھا ہے۔ چند دن قبل جس ڈاکٹر نے میری درخواست پر اس کا معائنہ کیا تھا، اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ دماغی فتور میں مبتلا ہوا چاہتا ہے ـــ اور یہ سب اس کی وجہ سے، اس عفریت کی وجہ سے ہوا! اور کل جب اسے معلوم ہوا کہ سمردیاکوف مر چکا ہے، اسے اتنا زبردست دھچکا پہنچا کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا... اور یہ کچھ اس عفریت کی وجہ سے کیونکہ وہ اسے بچانا چاہتا تھا!"

یوں اس قسم کی گفتگو، اس قسم کا اعتراف زندگی میں صرف ایک ہی بار کیا جا سکتا ہے ــــ اور وہ بھی زندگی کے آخری لمحات کے دوران میں جب آدمی کو تختۂ دار پر چڑھایا جا رہا ہو۔ اور کاترینا ایوانوونا اپنی فطرت پر پوری اتری، اس نے اس موقع پر وہی کیا جس کی وہ اہل تھی۔ یہ وہی کاترینا ایوانوونا تھی جو ازیں پیشتر اپنے باپ کی عزت بچانے کی خاطر اضطراری طور پر بھاگم بھاگ نوجوان ہوس کار کے ہاں جا پہنچی تھی، وہی عفت مآب اور خوددار کاترینا ایوانوونا جو اس سے پہلے ان تمام لوگوں کے سامنے اپنی اور ایک کنواری دوشیزہ کی پاک دامنی کی محض اس لیے قربانی دے چکی تھی تاکہ وہ انہیں یہ بتا کر کہ متیا نے اس وقت بالکل وہی صحیح رویہ اپنایا تھا جو سچے مردوں کا شیوہ ہوتا ہے، اس کے حق میں خواہ کتنی ہی معمولی سہی، فضا سازگار کر سکے۔ اور اب وہ ایک بار پھر بالکل اسی طرح اپنی قربانی دے رہی تھی، لیکن اس مرتبہ وہ یہ کام ایک دوسرے شخص کے لیے کر رہی تھی اور شاید اب، صرف اس موقع پر، وہ پہلی مرتبہ پوری طرح سمجھ پائی تھی کہ یہ دوسرا آدمی اسے کتنا عزیز ہے! اس نے اپنی قربانی محض اس لیے دی تھی کیونکہ اسے اس کی بے حد فکر تھی، حالانکہ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس نے یہ گواہی دے کر کہ قاتل اس کا بھائی نہیں، بلکہ وہ خود ہے، اپنے آپ کو تباہ کر لیا تھا۔ وہ اپنی قربانی محض اس لیے دے رہی تھی کیونکہ وہ اسے، اس کی عزت اور اس کی نیک نامی کو بچانا چاہتی تھی!

تاہم ان سب باتوں کے باوجود آدمی کے ذہن میں یہ بھیانک خیال آتا تھا: متیا کے ساتھ اپنے سابقہ تعلقات کا ذکر کرتے وقت وہ جھوٹ تو نہیں بول رہی تھی، اس پر کیچڑ تو نہیں اچھال رہی تھی؟ یہ اصل سوال تھا اور بار بار ذہن میں آ رہا تھا۔ نہیں، بالکل نہیں! جب اس نے سب لوگوں کے سامنے بیانگِ دہل کہا تھا کہ متیا اس سے محض اس لیے گھن کھانے لگا تھا کیونکہ وہ دو زانو ہو کر اس کے سامنے آداب بجا لائی تھی، تو اس کا ارادہ قطعاً یہ نہیں تھا کہ وہ اسے بدنام کرنا چاہتی ہے، اس پر کیچڑ اچھالنا چاہتی ہے ــــ دراصل جب وہ دو زانو ہو کر اس کے سامنے آداب بجا لا رہی تھی، تبھی اسے پختہ یقین ہو گیا تھا کہ بھولا بھالا متیا، جو اس وقت بھی اس کی پرستش کرتا تھا، اصلاً اس کا مذاق اڑا رہا اور اس سے گھن کھا رہا ہے۔ اور بعد میں اس کے اس یقین میں کوئی تخفیف نہیں ہوئی تھی۔ اور اس نے جس محبت کے واسطے سے اپنے آپ کو اس کے ساتھ نتھی کر لیا تھا، وہ ہسٹیریائی اور جنون زدہ محبت تھی، اور اس میں وہ اپنے پندار، اپنے نیش زدہ پندار کی وجہ سے گرفتار ہوئی تھی اور یہ محبت درحقیقت محبت نہیں تھی بلکہ ایک طرح کا انتقام تھی۔ اف، عین ممکن تھا ــــ یہ جنون زدہ، یہ ہسٹیریائی محبت سچی محبت میں تبدیل ہو جاتی، یہ بھی عین ممکن ہے کہ کاتیا کو اس کے علاوہ کسی اور چیز کی خواہش بھی نہ ہو، لیکن وہ اس کے ساتھ جس بے وفائی کا مرتکب ہوا تھا، اس سے اس نے اس کے وجود کی

گہرائیوں تک اس کی توہین کر دی تھی اور وہ اپنے آپ کو اسے معاف کرنے میں بے بس پا رہی تھی۔ تاہم انتقام کا موقع غیر متوقع طور پر اپنے آپ سامنے آ گیا اور یہ عورت، جسے دھتکار دیا گیا تھا، جس کے سینے میں اتنے طویل عرصے سے اور اتنے تکلیف دہ انداز سے اتنا کچھ جمع ہوتا رہا تھا، یک دم اور غیر متوقع طور پر پھٹ پڑی۔ اس نے متیا ہی سے دغا نہیں کیا بلکہ وہ اپنے آپ سے بھی دغا کی مرتکب ہو گئی! اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جونہی وہ وہ سب کچھ کہہ چکی جس کا لاوا اتنی مدتوں سے اس کے دل میں پک رہا تھا، قدرتی طور پر تناؤ ختم ہو گیا اور اسے پشیمانی نے گھیر لیا۔ اس پر ایک بار پھر ہسٹیریا کا دورہ پڑ گیا، اور وہ روتی، چیخیں مارتی اپنی کرسی پر ڈھیر ہو گئی۔ اسے اٹھا کر عدالت سے باہر پہنچا دیا گیا اور عین اس وقت جب کاترینا ایوانوونا کو باہر لے جایا جا رہا تھا، گروشینکا واویلا کرتی اچھل کر کھڑی ہو گئی اور پیشتر اس کے کہ کسی کو اسے روکنے کا موقع ملتا، وہ جست لگا کر متیا کے پاس پہنچ گئی۔

"متیا!" اس نے آہ و زاری کرتے ہوئے کہا، "تمہاری اس کتیا نے تمہارا بیڑا غرق کر دیا ہے!" غیظ و غضب سے لرزتے وہ ججوں کی طرف متوجہ ہوئی اور چلا چلا کر کہنے لگی، "اب آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا یہ کس قماش کی عورت ہے!" سربراہِ عدالت کے اشارے پر اسے دبوچ لیا گیا اور اسے باہر لے جانے کی کوشش ہونے لگی۔ وہ مزاحمت کرنے لگی اور متیا کے پاس واپس جانے کے لیے ہاتھاپائی اور زور آزمائی کرنے لگی۔ متیا نے چیخ ماری اور اس کی جانب لپکا۔ مگر اس کی ایک نہ چلنے دی گئی، اسے پکڑ لیا اور اس پر قابو پالیا گیا۔

ہاں، میرا خیال ہے حاضرین میں سے خواتین لازماً مطمئن ہو گئی ہوں گی: تماشا واقعی تفریح کا سامان فراہم کرنے لگا تھا۔

مجھے یاد ہے جب ماسکو کے ڈاکٹر کو دوبارہ طلب کر لیا گیا تھا۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ سربراہِ عدالت نے دربان کو ہدایت کر دی تھی کہ ایوان فیودوروچ کو فوراً طبی امداد فراہم کر دی جائے۔ ڈاکٹر نے عدالت کو مطلع کیا کہ مریض کی حالت بہت بگڑ چکی ہے اور اسے ہسپتال میں داخل کرا دیا جانا چاہیے۔ وکیل استغاثہ اور وکیل صفائی دونوں کے سوالوں کے جواب میں اس نے تصدیق کی کہ دو دن قبل مریض خود اس کے پاس آیا تھا اور یہ کہ اس کی جو حالت ہے، اس کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ اس کا لازماً اعصابی بریک ڈاؤن ہو جائے گا مگر اس نے طبی علاج کرانے سے انکار کر دیا تھا۔ "اس کی دماغی حالت صریحاً درست نہیں تھی۔ اس نے خود مجھ سے اقرار کیا تھا کہ اسے دن دیہاڑے بھوت پریت نظر آتے رہتے ہیں، گلی کوچوں میں اس کا مرحوم لوگوں سے آمنا سامنا ہوتا رہتا ہے اور شیطان تو اسے ہر رات ملنے آتا ہے۔" ڈاکٹر نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔ اپنا

بیان ختم کرنے کے بعد نامی گرامی ڈاکٹر گواہوں کے کٹہرے سے باہر نکل گیا۔ کاتریناایوانوونا نے جو خط پیش کیا تھا، اسے مقدمے کی مثل میں شامل کر لیا گیا۔ مناسب مشورے کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ اجلاس جاری رہے گا اور یہ کہ (کاتریناایوانوونا اور ایوان فیوودورووچ دونوں کے) غیر متوقع بیانات ریکارڈ میں شامل کر لیے جائیں گے۔

اس کے بعد عدالت میں جو کارروائی ہوئی اور جو شہادتیں پیش ہوئیں، میں ان کو ضبطِ تحریر میں نہیں لاؤں گا۔ ویسے بھی باقی گواہوں نے جو کچھ کہا وہ وہی تھا جو ازیں پیشتر دوسرے کہہ چکے تھے یا اس سے ان کے کہے گئے کی تصدیق ہو جاتی تھی حالانکہ ہر نئے گواہ نے اپنی گواہی اپنے مخصوص انداز میں دی تھی۔ لیکن میں ایک بار پھر عرض کیے دیتا ہوں کہ ہر چیز وکیل استغاثہ کی تقریر سے واضح ہو جائے گی جس کا ذکر میں اب کیا چاہتا ہوں۔ سب حاضرین میں جوش و خروش پھیل چکا تھا، تازہ ترین انکشافات نے ان میں نیا ولولہ پیدا کر دیا تھا اور وہ سبھی کے سبھی، دونوں وکیلوں کی تقریروں اور فیصلے کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ کاتریناایوانوونا کی گواہی نے فیتیوکووچ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس کے برعکس وکیل استغاثہ کامیابی کے نشے سے سرشار ہو رہا تھا۔ جب شہادتیں ختم ہو گئیں، عدالت نے تقریباً پورے ایک گھنٹے کے لیے وقفہ کر لیا۔ بالآخر سربراہِ عدالت نے اعلان کیا کہ اب وکیل استغاثہ اور وکیل صفائی اپنے اپنے دلائل پیش کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ جب وکیل استغاثہ اپپولیت کیریلووچ نے اپنی تقریر کا آغاز کیا، شام کے پورے آٹھ بج چکے تھے۔

6

وکیل استغاثہ کی تقریر۔ خاکہ کاری

جب وکیل استغاثہ اپپولیت کیریلووچ نے اپنے دلائل کا آغاز کیا، اعصابی تناؤ سے اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا، اس کی پیشانی ٹھنڈے پسینے سے تر ہو چکی تھی اور خود اسے باری باری ٹھنڈک اور گرمی محسوس ہونے لگی تھی۔ اپنی اس کیفیت کے بارے میں خود اس نے بعد میں بتایا تھا۔ وہ اپنی اس تقریر کو chef d'oeuvre (شاہکار)، اپنی پیشہ ورانہ زندگی کا نقطۂ عروج، اپنی آخری کارنامہ (102) قرار دیتا تھا۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ اس مقدمے کے اختتام کے نو ماہ بعد وہ تپ دق

ے، جو روز بروز بگڑتی جا رہی تھی، انتقال کر گیا تھا۔ چنانچہ اگر اسے اپنے انجام کا پیشگی اندازہ ہو گیا تھا تو وہ حقیقتاً بجا طور پر اپنے آپ کو راج ہنس سے تشبیہ دے سکتا تھا جو مرنے سے پہلے اپنا آخری گیت الاپ رہا ہو۔ ہمارے بیچارے اپپولیت کیریلووچ نے اپنی یہ تقریر پورا دل لگا کر اور اپنی ساری صلاحیت کا آخری قطرہ تک نچوڑ کر تیار کی تھی اور بالکل غیر متوقع طور پر ثابت کر دیا تھا کہ اسے شہری ذمے داری کا بھی احساس ہے اور وہ ابدی مسائل (103) سے بھی آگاہ ہے، یعنی اس حد تک جس حد تک وہ انہیں سمجھنے کا اہل تھا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھی جانی چاہیے کہ جس چیز نے اس کی تقریر کو غیر معمولی طور پر مؤثر بنا دیا تھا وہ اس کا خلوص تھا: اسے پورے خلوص سے ملزم کے جرم کا یقین تھا۔ اس کی تقریر کسی تیسرے درجے کے کرائے پر لیے گئے وکیل کی تقریر نہیں تھی جو کسی جوش و خروش اور احساسِ وابستگی کے بغیر محض فرض نبھانے کی خاطر اپنا فرض نبھائے چلا جاتا ہے۔ اور جب وہ ''مکافاتِ عمل'' کا مطالبہ کر رہا تھا، اس وقت وہ اپنی اس خواہش کے زیرِ اثر تھا کہ ''معاشرے کو بچایا جانا چاہیے۔'' حاضرین میں موجود خواتین کو بھی، جو اکثر و بیشتر اپپولیت کیریلووچ سے مخاصمت رکھتی تھیں، تسلیم کرنا پڑا کہ اس نے انہیں غیر معمولی طور پر متاثر کیا تھا۔ شروع شروع میں اس کی آواز میں کھنچاؤ اور لڑکھڑاہٹ تھی لیکن بہت جلد وہ اپنے اصلی جوہر دکھانے لگا اور اس کی باقی ماندہ تقریر کی گونج سارے کمرے میں سنائی دینے لگی۔

''معزز اراکینِ جیوری!'' وکیل استغاثہ نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے کہا، ''موجودہ مقدمے نے سارے روس میں سنسنی پیدا کر دی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس میں آدمی کو حیران کرنے، اسے دہلانے، اس پر ہَول طاری کرنے والی کون سی بات ہے؟ ہمارے لیے ــــ خاص طور پر ہمارے لیے ــــ ہمارے لیے جو ان چیزوں کے اچھے خاصے عادی ہو چکے ہیں۔ اصلاً جس بات کی وجہ سے ہم پر ہول طاری ہونا چاہیے، وہ یہ ہے کہ اس قسم کے بھیانک جرائم کے متعلق سن کر یا پڑھ کر ہمیں کوئی صدمہ نہیں پہنچتا! جس چیز سے ہم پر ہَول طاری ہونا چاہیے وہ یہ نہیں کہ فلاں شخص نے اِس یا اُس جرم کا ارتکاب کیا ہے بلکہ جس بات سے ہمیں ہَول کھانا چاہیے، وہ یہ ہے کہ ہم ان خباثتوں کو روز مرہ کی چیزیں سمجھنے لگے ہیں اور سوچنے لگے ہیں کہ ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس قسم کے جرائم کے بارے میں یا زمانے کی اس قسم کی علامتوں کے سلسلے میں جو ہمارے ناقابلِ رشک مستقبل کی نشان دہی کرتی ہیں، ہم جس بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتے ہیں، ہم جس قسم کا سرد مہرانہ رویہ اختیار کر لیتے ہیں، ہمیں اس کی وجوہ کہاں تلاش کرنا چاہئیں؟ کیا اس کا سبب ہماری کلبیت ہے یا ہمارے معاشرے میں، جو ابھی تک (ذہنی) بلوغت تو حاصل نہیں کر سکا لیکن انحطاط کے راستے پر گامزن ہو چکا ہے، ذہنی اور تخیلی صلاحیتوں کو وقت سے پہلے زنگ لگ چکا ہے؟ یا اس

کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اخلاقی اصول اپنی بنیادوں تک متزلزل ہو چکے ہیں یا یہ حقیقت ہے کہ جب ہمیں ان کی ضرورت پیش آتی ہے، ہمیں محسوس ہونے لگتا ہے کہ ہمارے پاس شاید اصول نام کی کوئی چیز ہی نہیں؟ مجھے اندیشہ ہے کہ میں ان سوالوں کے جواب پیش کرنے سے قاصر ہوں لیکن یہ بہرحال ہیں پریشان کن اور اذیت ناک اور ہر شہری کو اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ان پر نہ صرف توجہ دینا چاہیے بلکہ ملک کے شہری ہونے کے ناتے اس کا فرض بنتا ہے کہ وہ ان پر لازما توجہ دے۔ ہمارا پریس اگرچہ ابھی تک تشکیل کے مراحل میں سے گزر رہا ہے، پھر بھی وہ پہلے ہی معاشرے کی بعض خدمات سرانجام دے چکا ہے، اس کے بغیر ہمیں ان وحشت ناک مظالم کا، جو بے لگام قوتِ ارادی کی پیداوار ہوتے ہیں، اور اس اخلاقی پستی کا کبھی مکمل طور پر علم نہ ہوتا، جسے یہ ہم سب کی اخلاقی اصلاح کے لیے اپنے صفحات پر پیش کرتا رہتا ہے ـــ ہم سب سے مراد وہ لوگ نہیں جو ہماری نوتشکیل عدالتوں میں، جو موجودہ حکومت کی دین ہیں، پیش ہوتے رہتے ہیں۔ جو کچھ ہم تقریباً روز پڑھتے رہتے ہیں، وہ آخر ہے کیا؟ ہم مسلسل ایسی چیزیں پڑھتے رہتے ہیں جن کے مقابلے میں ہمارا موجودہ مقدمہ بھی اپنی اہمیت کھو بیٹھتا ہے اور یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ یہ تو تقریباً معمولی سا ہے۔ لیکن حقیقتاً اس سے بھی اہم تر بات یہ ہے کہ ہمارے فوجداری کے داخلی مقدمات سے کسی ہمہ گیر، کسی عمومی خرابی کا انکشاف ہوتا ہے جس کی تشخیص تو آسان نہیں لیکن جو وسیع پیمانے پر پھیل چکی ہے اور چونکہ یہ وسیع پیمانے پر پھیل چکی ہے، اس لیے اس سے نبردآزما ہونا بھی مشکل ہو گیا ہے۔

''ایک غیر معمولی طور پر لائق فائق افسر (104) کا معاملہ ہی لیں۔ اس کا تعلق معاشرے کے اعلیٰ ترین طبقے سے ہے۔ وہ بلوغت اور ملازمت کی دہلیز پر قدم رکھ چکا ہے۔ لیکن وہ رات کے اندھیرے میں جاتا ہے اور دھوکے سے ایک معمولی درجے کے سول ملازم کا ـــ جو بعض لحاظ سے کبھی اس کا محسن تھا ـــ اور اس کی ملازمہ کا گلا کاٹ دیتا ہے تاکہ وہ ایک پرامیسری نوٹ، جو اس نے اسے دیا تھا، اور اس کا بچا کھچا سرمایہ چرا سکے۔ اپنی اس حرکت کا جواز وہ یہ پیش کرتا ہے۔ 'میرا لائف سٹائل جس مقام کا تقاضا کرتا ہے، اسے برقرار رکھنے اور ملازمت میں ترقی کے مواقع حاصل کرنے میں یہ رقم مددگار ثابت ہوتی۔' دونوں کی گردنوں پر چاقو پھیرنے کے بعد وہ دونوں کے سروں کے نیچے تکیے رکھ دیتا ہے اور وہاں سے چلا جاتا ہے۔ یا پھر اس نوجوان ہیرو کا معاملہ لیں۔ اسے شجاعت کا تمغہ مل چکا ہے، وہ شاہراہ پر اپنے کمانڈنگ افسر اور محسن کی والدہ کو روک لیتا ہے، اسے لوٹتا ہے اور پھر موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔ اس سے پہلے وہ اپنے ساتھیوں کو یقین دلا چکا ہوتا ہے، 'وہ مجھ سے بیٹے کی طرح محبت کرتی ہے، چنانچہ وہ میرے ہر مشورے پر عمل کرے گی اور

اپنی سلامتی کے لیے کوئی احتیاطی تدبیر اختیار نہیں کرے گی۔' وہ بے شک کسی عفریت سے کم نہیں لیکن جس عہد میں ہم رہ رہے ہیں، میں یہ نہیں کہوں گا کہ روس میں وہ اس کا واحد عفریت ہے۔ ہو سکتا ہے کئی دوسرے لوگ قتل کا ارتکاب کرنے سے تو اجتناب برتیں لیکن وہ سوچتے اور محسوس بالکل اسی کی طرح کرتے ہیں اور قلبی طور پر وہ بالکل ویسے ہی فرومایہ اور بے ننگ ہیں جس طرح کہ وہ ہے۔ اپنے تنہائی کے لمحات میں اور خاموش سوچ بچار کے دوران میں وہ اپنے آپ سے سوال کر سکتے ہیں: 'عزت و آبرو کیا ہے اور کیا خون ریزی کی مذمت محض تعصب نہیں ہے؟'

''شاید بعض لوگ صدائے احتجاج بلند کرنے اور نعرے لگانے لگیں کہ میں ذہنی مریض ہوں، ہسٹیریا کی گرفت میں ہوں، ڈھٹائی سے غیر منصف مزاج ہوں، میرا دماغ چل گیا ہے، میں بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنا رہا ہوں۔ یہ لوگ جو کہنا چاہتے ہیں، کہتے رہیں ـــ اف خدایا، میری تو صرف اتنی دعا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ غلط ثابت ہو جائے اور اگر غلط ثابت ہو جائے تو اس پر مجھ سے زیادہ خوشی اور کسی کو نہیں ہو گی! آپ کو میری باتوں پر یقین کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، آپ بے شک سمجھتے رہیں کہ میں پاگل ہو گیا ہوں؛ لیکن پھر بھی میں آپ سے التجا کروں گا کہ آپ لوگ میرے الفاظ پر توجہ دیں، ان پر غور فرمائیں: جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، اگر اس کا محض دسواں بلکہ محض بیسواں حصہ ہی درست ہو، تب بھی ہمارے پاس خوف کھانے، لرزہ براندام ہونے کی کافی معقول وجہ ہے! معزز اراکین جیوری، ذرا غور فرمائیں کہ ہمارے ملک کے کتنے ہی نوجوان آئے روز اپنے بھیجے پاش پاش کرتے رہتے ہیں ـــ وہ خودکشی کرنے سے پہلے ہیملٹ (105) کی طرح اپنے آپ سے اتنا بھی نہیں پوچھتے: 'ہم خودکشی تو کر لیں گے لیکن مرنے کے بعد ہمارا حشر کیا ہو گا؟ ہم کس اَن جانی مملکت میں جائیں گے جس کی سرحدوں سے کوئی بھی لوٹ کر واپس نہیں آیا؟' سوال تو کیا، سوال کے شائبے تک کا اظہار نہیں ہوتا جیسے روح یا حیات بعد ممات کے متعلق ہمارے نظریات ان کے دماغوں سے محو ہو چکے ہوں، ریت کے نیچے دب چکے اور نظروں سے اوجھل ہو چکے ہوں۔ اور آخر میں مَیں عرض کروں گا کہ ہمارے اردگرد جو فسق و فجور پھیلا ہوا ہے، ہمارے معاشرے میں جو ایک سے بڑھ کر ایک ہوس ناک موجود ہیں، ذرا ان پر نظر ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ ان میں سے کم از کم چند ایک کے مقابلے میں فیودر پاولووچ، جو اس مقدمے کا بدقسمت نخچیر ہے، تقریباً بے گناہ شیر خوار بچہ معلوم ہوتا ہے۔ تاہم ہم اسے جانتے تھے، آخر وہ 'ہم ہی میں تو رہتا تھا' (106)...

''ہاں، غالباً کسی روز ہمارے وطن اور یورپ دونوں کے بہترین دماغ روسی مجرم کی نفسیات کا تجزیہ کرنے پر مائل ہو جائیں گے کیونکہ یہ اس قسم کے مطالعے کا مستحق ہے۔ لیکن یہ تجزیہ بہت بعد

میں، بھلے وقتوں میں ہی کرنا ممکن ہوگا جب آج کا الم ناک غل غپاڑا پس منظر میں چلا جائے گا، تاریخ کا حصہ بن چکا ہوگا۔ تاہم اس وقت یہ تجزیہ میری امید سے کہیں بڑھ کر زیادہ معقول اور زیادہ متوازن انداز سے کرنا ممکن ہو جائے گا۔ فی الحال ہم محض دہشت زدہ ہی ہوتے ہیں یا دہشت زدہ ہونے کا ڈراما رچاتے رہتے ہیں جب کہ حقیقتاً ہم طاقت ور اور مریضانہ سنی خیزیوں کے، جن سے ہمارے اندر کی تک چڑھی خوابیدہ بے حسی کو شہہ ملتی ہے، دلدادگان کی طرح تماشے سے لطف اندوز ہونے پر اکتفا کر لیتے ہیں یا بچوں کی مانند ہاتھ لہرا لہرا کر خوفناک بھوت پریتوں کو بھگانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے سرتکیوں میں چھپا لیتے ہیں تاآنکہ بھیانک خیالی ہیولیٰ آگے بڑھ جاتا ہے تاکہ ہم اسے فوراً بھول جائیں اور دوبارہ اپنے کھیل کود اور تماشوں میں مصروف ہو جائیں۔ لیکن ایک ایسا وقت ضرور آئے گا جب ہمیں بھی اپنی زندگیوں کا متانت اور ہوش مندی سے نئے سرے سے جائزہ لینا ہوگا، جب ہمیں بھی اپنے آپ کو ایک معاشرے کی حیثیت سے دیکھنا ہوگا کیونکہ ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم بھی اپنی معاشرتی زندگی کے بارے میں کچھ آگہی حاصل کریں یا اسے سمجھنے کی کوشش کا کم از کم آغاز ہی کر دیں۔

''سابقہ عہد کے ایک عظیم مصنف (107) نے اپنی عظیم ترین کتابوں میں سے ایک کے اختتام پر روس کا موازنہ ایک ایسی البیلی سہ اسپی گاڑی سے کیا تھا جو برق رفتاری سے کسی نامعلوم منزل کی طرف بھاگی جا رہی ہو۔ 'اری سہ اسپی گاڑی، سہ اسپی، تمہیں کس نے ایجاد کیا تھا!' اس نے بانگ دہل کہا تھا اور پھر وجد آفرین تفاخر کے ساتھ اس نے مزید فرمایا تھا: تمام اقوام عالم کو چاہیے کہ وہ اس سہ اسپی گاڑی کو، جو برق رفتاری سے بھاگی جا رہی ہے، عزت و احترام سے راستہ دے دیں۔ خوب، معزز اراکین جیوری، خوب! وہ عزت و احترام کا مظاہرہ کریں یا نہ کریں، لیکن انہیں چاہیے کہ وہ راستہ ضرور دے دیں کیونکہ یہ ان کا فرض بنتا ہے لیکن میرے ناقص خیال کے مطابق عظیم تخلیقی فن کار نے اپنی کتاب کا اختتام جس انداز سے کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس پر یا تو بچوں کی سی معصومانہ جذباتیت کا دورہ پڑ گیا تھا یا پھر بات محض اتنی ہے کہ اس پر سنسر کا خوف غالب آ گیا تھا کیونکہ اگر اس کی سہ اسپی گاڑی میں اس کے اپنے ہیروؤں ـــــ سبا کی وچوں، نزدریانوں یا چیچی کوفوں کو جوت دیا جاتا پھر اس قسم کے گھوڑوں کی موجودگی میں آپ زیادہ دور نہ جا سکتے خواہ yamshchik (کوچوان) جسے مرضی بنا لیا جاتا! یہ حال پرانی نسل کے گھوڑوں کا تھا، ان کا ہمارے زمانے کے گھوڑوں سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا... یہ تو ان سے بھی بدتر ہیں!...''

اس موقع پر ایپولیت کیریلووچ کی تقریر میں تالیوں اور ''واہ واہ!'' کی آوازوں کی گونج نے رکاوٹ ڈال دی۔ جس روشن خیال انداز سے روسی ترائیکا (سہ اسپی گاڑی) کا نقشہ کھینچا گیا تھا، اس سے سامعین کے دل باغ باغ ہو گئے۔ یہ درست ہے کہ تالیاں صرف دو تین اشخاص نے بجائی تھیں، چنانچہ سربراہ عدالت کو یہ انتباہ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی کہ وہ مداخلت کرنے والوں کو عدالت کے کمرے سے باہر نکال دے گا، اس نے انہیں صرف غصیلی نگاہوں سے دیکھنے پر اکتفا کیا۔ تاہم ایپولیت کیریلووچ کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اس کی زندگی میں اس کی کسی بات پر کبھی کسی نے واہ واہ نہیں کی تھی اور نہ تالی بجائی تھی۔ کئی سال تک تو یہ عالم رہا تھا کہ عام طور پر لوگ اس کی بات سننے کے بھی روادار نہیں ہوتے تھے اور یہاں اسے یک لخت پورے روس سے مخاطب ہونے کا موقع مل گیا تھا!

''لیکن آئیں، ہم حقائق کا سامنا کریں،'' اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، ''آخر اس کرامازوف خاندان کی کیا خصوصیت ہے کہ اس کی تشہیر سارے روس میں ہو گئی ہے۔ شاید میں مبالغہ آرائی کر رہا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ ہمارے موجودہ عہد کے تعلیم یافتہ طبقوں کے بعض بنیادی خصائص کی جھلک کسی حد تک اس خاندان میں، جسے کسی طور بھی تعریف کا مستحق قرار نہیں دیا جا سکتا، نظر آ جاتی ہے، اگر پورے خصائص نہیں تو بھی کم از کم ان کا کچھ نہ کچھ عکس ضرور دیکھا جا سکتا ہے، بالکل ویسے ہی ''جیسے قطرۂ آب میں ماہتاب'' (108) کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ آئیں، ہم اس خاندان کے بدقسمت، عیاش، ہوس پرست بوڑھے سربراہ کی، جس کا انجام اتنا الم ناک ہوا، زندگی پر ایک نظر ڈالیں۔ اس کی پیدائش طبقۂ اشراف کے خاندان میں ہوئی تھی۔ اگرچہ اس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک مفلس لیموں نچوڑ کی حیثیت سے کیا تھا، تاہم بہت جلد اس پر قسمت کی دیوی مہربان ہو گئی۔ غیر متوقع طور پر اس کی شادی ایک ایسی خاتون سے ہو گئی جو جہیز میں اچھی خاصی دولت لے کر آئی اور یوں اس کے وارے نیارے ہو گئے۔ پھر اسے قدرت نے بعض امور میں ایسی صلاحیتوں سے بہرہ ور کیا تھا ـــــ یہاں میں مزید عرض کر دوں کہ یہ صلاحیتیں معمولی نہیں تھیں ـــــ کہ وہ ان کی مدد سے کاروباری امور کو فوراً اور باآسانی سمجھ جاتا اور اس طرح وہ ان کے بارے میں صحیح فیصلوں تک پہنچنے کے لیے اس کے لیے بڑی مددگار ثابت ہوتیں۔ اس نے سودی کاروبار کا آغاز کیا اور اس میں زبردست کامیابی حاصل کر لی۔ وہ تھا تو عام سا لفنگا اور خوشامدی مسخرہ، مگر اب وہ زندگی کی شاہراہ پر گامزن ہو چکا تھا اور اسے ہر قدم پر نئی کامرانی حاصل ہو رہی تھی۔ جوں جوں سال پر سال گزرتے گئے، وہ امیر سے امیر تر ہوتا چلا گیا اور اس کے حوصلوں میں روز بروز نئی توانائی آتی گئی۔ اس کی غلامانہ ذہنیت اور چمچہ گیری کی عادت ختم ہو گئی اور جو باقی بچا وہ طنز گو، کینہ پرور، تک چڑھا اور ہوس کار شخص تھا۔ اس نے اپنی زندگی سے تمام اخلاقی قدروں کو خارج کر دیا لیکن زندگی کے لیے اس کی اشتہا غیر معمولی تھی، یہ کبھی سیر نہیں ہو پاتی تھی۔ پھر وہ ایک

ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں زندگی میں شہوانی تسکین کے سوا اور کچھ نہیں بچتا اور اس نے یہی انداز زیست اپنے بچوں کی طرف بھی منتقل کر دیا۔ جہاں تک پدری اور روحانی ذمے داریوں کا تعلق ہے، ان کا اس کی زندگی میں کہیں نام ونشان تک نہیں ملتا۔ وہ اس قسم کے تصورات کا ٹھٹھا اڑاتا رہتا، اس نے اپنے بچوں کی غورو پرداخت کا کام اپنے نوکروں پر چھوڑ دیا اور جب اسے ان ذمے داریوں سے چھٹکارا ملا، اس کی خوشی دیدنی تھی۔ اس کے سارے اخلاقی اصولوں کا خلاصہ صرف ایک ترکیب میں کیا جا سکتا ہے: apres moi le deluge(109)۔ یہاں ہمیں جو کچھ نظر آتا ہے، ذمے دار شہری کا جو نقشہ ہمارے ذہنوں میں ہے، یہ اس کے سراسر برعکس ہے، معاشرے سے مکمل اور مخاصمانہ علیحدگی ہے۔ 'دنیا بے شک جل کر بھسم ہو جائے بشرطیکہ مجھ تک آنچ نہ پہنچے۔' اور اس تک آنچ نہیں پہنچتی، وہ بھلا چنگا رہتا ہے، وہ مسرور ومطمئن ہے۔ اسے مزید بیس بلکہ تیس سال تک اس قسم کی زندگی بسر کرنے کی شدید آرزو ہے۔ وہ مکروفریب سے اپنے ہی بیٹے کی جائیداد ہتھیا لیتا ہے، اس کا مادری ورثہ اس کے حوالے کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور اس کی بجائے اپنے اسی بیٹے کی محبوبہ کو ورغلانے کے لیے اسی کا سرمایہ استعمال کرتا ہے۔ نہیں، میں ملزم کے دفاع کی ذمے داری صرف اپنے نامور اور فاضل رفیق کار کے، جو سینٹ پیٹرزبرگ سے تشریف لائے ہیں، کندھوں پر نہیں ڈالنا چاہتا، میں سچائی بیان کرنے کی ذمے داری خود اپنے سر لیتا ہوں۔ اس نے اپنے بیٹے کے قلب ودماغ میں اپنے خلاف جس غیظ وغضب کو بھڑکایا، میں اسے اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں۔

"لیکن اس بدبخت بوڑھے کے متعلق اتنا کچھ کہا جا چکا ہے کہ مزید کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اور اسے اپنے کیے کی مناسب سزا مل چکی ہے۔ اب ہمیں محض اتنا یاد رکھنا ہوگا کہ وہ باپ ضرور تھا مگر وہ ہمارے زمانے کا باپ تھا، مکمل طور پر جدید باپ تھا۔ اگر میں کہوں کہ وہ اس قسم کے جدید زمانے کے باپوں میں ایک باپ تھا تو کیا میں معاشرے کی کچھ زیادہ ہی توہین کا مرتکب ہوں گا؟ اس قسم کے باپ تو بے شمار ہیں، جو اس سے ملتے جلتے ہیں مگر وائے افسوس، وہ اپنے فی الضمیر کا اظہار اس ننگی انداز سے نہیں کرتے جس طرح کہ وہ کیا کرتا تھا اور اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ان باپوں نے اس سے بہتر تعلیم وتربیت پائی ہے لیکن بنیادی اعتبار سے ان کا فلسفہ بھی بالکل وہی ہے جو کہ اس کا تھا۔ مانا کہ میں قنوطی ہوں — بہت اچھا، میں قنوطی سہی۔ تاہم ہم متفق ہو چکے ہیں کہ آپ اس معاملے میں مجھے معاف کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آئیں، ہم مزید اتفاق کر لیں — اگر آپ میری بات کا اعتبار نہیں کرنا چاہتے تو بے شک نہ کریں۔ لیکن میں آپ سے اتنی التجا ضرور کروں گا کہ آپ براہ مہربانی مجھے اپنی بات کہنے کا موقع ضرور دیں اور جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں، اگر آپ اس پر یقین نہیں کرنا چاہتے تو بے شک نہ کریں، مگر اس کے چند نکات ضرور یاد رکھیں۔

"چنانچہ اب ہم اس بوڑھے شخص، اس خاندان کے سربراہ کے بچوں کا ذکر کرتے ہیں: ان میں سے ایک ہمارے سامنے کٹہرے میں موجود ہے — میں اس کا ذکر ذرا بعد میں تفصیل سے کروں گا — جہاں تک باقی دونوں کا تعلق ہے، میں ان کے بارے میں صرف سرسری گفتگو پر اکتفا کروں گا۔ ان دونوں میں سے جو بڑا ہے، وہ کاملاً جدید نوجوان ہے، اس نے بہت اچھی تعلیم پائی ہے اور اس کی عقل ودانش بھی معمولی قسم کی نہیں تاہم اب اسے کسی بات کا بھی یقین نہیں رہا۔ اپنے باپ کی طرح اس نے بھی متعدد، بلکہ بہت زیادہ اشیا کو ٹھکرا دیا ہے، مسترد کر دیا ہے۔ ہم سب اس کے خیالات سے آگاہ ہیں۔ اسے ہمارے معاشرے میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا ہے مگر اس نے اپنی آرا کو کبھی چھپانے کی کوشش نہیں کی — بلکہ حقیقتاً معاملہ اس کے بالکل برعکس رہا ہے — اور اسی سے مجھے اس کے متعلق لگی لپٹی رکھے بغیر بات کرنے کا حوصلہ ہوا ہے لیکن یہاں میں عجلت سے کہنا چاہوں گا کہ میں اس کا ذکر پرائیویٹ فرد کی حیثیت سے نہیں بلکہ محض کرامازوف خاندان کے ایک رکن کے طور پر کروں گا۔ کل یہاں اس قصبے میں ایک سدا کے روگی نیم پاگل شخص نے اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لی — اس شخص کا نام سمردیاکوف تھا، وہ فیودور پاولووچ کا ملازم اور غالباً اس کا ناجائز بیٹا بھی تھا۔ اس کا اس مقدمے سے گہرا تعلق ہے۔ اس نے ابتدائی تحقیق کے دوران میں ہسٹیریائی انداز سے روتے ہوئے مجھے بتایا تھا کہ نوجوان کرامازوف — ایوان فیودوروچ — نے اپنی اخلاقی ذمے داری کے فقدان کی وجہ سے اسے کس قدر صدمہ پہنچایا تھا۔ اس کے مطابق ایوان فیودوروچ کہتا رہتا تھا، 'دنیا میں ہر چیز کی کھلی چھٹی ہے اور آج کے بعد کسی چیز کی ممانعت نہیں ہونا چاہیے۔' اس کے دعوئی کے مطابق ایوان فیودوروچ اسے ہر دم اسی قسم کی باتیں سکھاتا رہتا تھا۔ میں یہ کہوں گا کہ جس چیز نے نیم پاگل شخص کو بالکل ہی پاگل بنا دیا وہ یہی فلسفہ تھا جو اس کے کانوں میں انڈیلا جاتا رہتا تھا۔ تاہم ہمیں یہ بھی ماننا ہوگا کہ مرگی کے دوروں اور اس پورے بھیانک المیے نے بھی، جو اس گھر میں رونما ہوا، اس کے دماغ کو ماؤف کرنے میں لازماً کچھ نہ کچھ کردار ادا کیا ہوگا۔ لیکن اس نیم پاگل شخص نے اتفاق سے ایک ایسی انتہائی عجیب اور دلچسپ بات کہہ دی جو اگر اس کی نسبت کسی زیادہ ہوشیار آدمی کے منہ سے نکلی ہوتی، تو وہ اس کے لیے باعثِ افتخار بن سکتی تھی اور بالکل یہی وجہ ہے کہ میں اس کا ذکر یہاں لے بیٹھا ہوں۔ اس نے مجھ سے کہا تھا، 'اگر کردار کے اعتبار سے فیودور پاولووچ کے بیٹوں میں سے کسی میں اپنے باپ سے گہری مشابہت پائی جاتی ہے، تو وہ یقیناً ایوان فیودوروچ ہے۔'

"میں نے ایوان فیودوروچ کے کردار کا جو نقشہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، وہ سمردیاکوف کی اسی رائے پر ختم کرتا ہوں کیونکہ اس کا مزید تذکرہ نازیبا ہوگا۔ مجھے مزید نتائج اخذ کرنے کی کوئی

خواہش نہیں اور نہ میں کوے کی طرح کائیں کائیں کر کے اس قسم کی پیشگوئی کرنے کا متمنی ہوں کہ
مستقبل میں اس نوجوان کے لیے صرف تباہی ہی تباہی ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ ہم آج اس
کمرے میں دیکھ چکے ہیں کہ اس نوجوان کے دل میں صداقت آج بھی جبلی طور پر زندہ ہے، یہ کہ
اسے اپنے خاندان کے ساتھ وفاداری نبھانے کا پورا احساس ہے جسے اس کی لاادریت اور اخلاقی
کلبیت بھی کچل نہیں سکی جو اس نے اپنی استدلالی صلاحیتوں کا صحیح اور پُرمحنت استعمال کر کے حاصل
نہیں کی بلکہ وراثت میں پائی۔

''اب ہم دوسرے بیٹے کی طرف آتے ہیں — آہ، وہ ابھی تک نوخیز ہے۔ ایسے
پرہیزگار اور منکسر المزاج ہے۔ اس نے زندگی کے بارے میں اپنے بھائی کے قنوطیت پسندانہ اور
تخریب کارانہ فلسفے کو دھتکار دیا ہے، اس کے برعکس اس نے 'مقبول عام مبادیات' کو یا اس عجیب و
غریب اصطلاح سے جو کچھ بھی مراد ہے، گلے لگانے کی کوشش ہے جسے ہمارے دانش وروں کے ان
حلقوں نے گھڑا ہے جنہیں نئے نئے نظریات اور اصول وضع کرنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ اس
صاحب زادے نے اصلاً راہبانہ زندگی اختیار کی تھی اور اس نے راہبوں کی طرح اپنی چندیا
منڈوانے کا بھی سوچا تھا۔ مجھے کچھ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ غیر شعوری طور پر اور متوقع وقت سے
بہت پہلے اس بزدلانہ مایوسی کا نمائندہ بن گیا ہو جس نے ہمارے غربت سے پسے ہوئے
معاشرے کے متعدد اشخاص کو، جو اس کی کلبیت اور بدعنوانیوں سے خوفزدہ ہو چکے ہیں اور غلطی سے
تمام خرابیوں کا ملبا یورپی روشن خیالی پر ڈال دیتے ہیں، تیزی سے دوبارہ اپنی 'جنم بھومی' یا یوں کہیں
کہ اپنے آبائی وطن کی مادرانہ آغوش کی طرف دھکیل دیا ہے۔ ان اشخاص کا حال ان بچوں کا سا ہے
جن کی بھوتوں سے خوف زدہ ہو کر واحد خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی تھکی ماندہ ماں کی مرجھائی ہوئی
چھاتیوں میں آرام دہ نیند سو سکیں یا غالباً یہ کہ کسی طرح وہ اپنی ساری زندگی وہیں سوتے گزار دیں
محض اس لیے تاکہ وہ بھیانک بھوت پریت اور دوسری ڈراؤنی چیزیں دیکھنے سے بچ جائیں۔ جہاں
تک میرا تعلق ہے میں اس شریف النفس اور خداداد قابلیت کے مالک نوجوان کے لیے دعاگو ہوں
کہ اسے قدم قدم پر کامیابی نصیب ہو اور اس کے ساتھ ہی میں اس امید کا اظہار کرتا ہوں کہ اس کی
قابلِ تحسین لیکن وائے افسوس رومان پسند عینیت اور اس کی عوام کے ساتھ اپنی تطبیق کرنے کی
خواہش نفسیاتی سطح پر بے کیف ہزیمت اور تمدنی سطح پر سوچ بچار سے عاری شاونزم (110) کا روپ
نہیں دھارے گی جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا ہے — یہ دونوں خرابیاں اس قبل از وقت اخلاقی انحطاط
سے بھی زیادہ خطرناک ہیں جس کا ہماری قوم محض اس لیے شکار ہو گئی ہے اور جس میں اس کا بڑا
بھائی بھی مبتلا ہے کیونکہ اس نے یورپی روشن خیالی کو غلط سمجھا ہے اور اسے کسی معقول جواز کے بغیر

اپنا لیا ہے۔''
اس نے جس طریقے سے شاونزم اور ہزیمت پر تنقید کی تھی، اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار
کرنے کے لیے دو تین اشخاص نے غیر یقینی انداز سے تالیاں بجا دیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ
ایپولیت کیریلووچ اپنے جذبات کی رو میں بہہ گیا تھا اور وہ ادھر اُدھر کی جو باتیں کر رہا تھا، ان میں
سے کسی کا بھی زیرِ غور معاملے سے کوئی خاص تعلق نہیں بنتا تھا — اور اس ننگی حقیقت کا ذکر کرنے
کی تو ضرورت ہی نہیں کہ اس کی یہ باتیں خاصی مبہم اور صراحت سے معرّیٰ تھیں — لیکن اس
مدقوق اور تنگی کے مارے ہوئے شخص کو زندگی میں ایک بار ہی سہی، اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کا جو
موقع ملا تھا، وہ اتنا زور آور ثابت ہوا تھا کہ وہ اسے رائیگاں نہیں جانے دینا چاہتا تھا۔ بعد میں قصبے
میں ہر کہ و مہ کو یہ کہتے سنا گیا کہ ایپولیت کیریلووچ نے ایوان فیودرووچ کا جو خاکہ پیش کیا تھا،
اس کے پیچھے بنیادی طور پر غیر مناسب اور ذاتی خیالات و جذبات کارفرما تھے کیونکہ ایک مرتبہ کھلے
عام بحث کے دوران میں وہ ایوان فیودرووچ سے بری طرح پٹ گیا تھا؛ وہ اپنی اس شکست کی تلخ
یادیں ابھی تک سینے سے لگائے ہوئے تھا اور انتقام لینے پر تلا ہوا تھا۔ لیکن مجھے معلوم نہیں کہ ہمیں
اس قسم کے نتائج اخذ کرنا چاہئیں بھی یا نہیں۔ بہرحال یہ محض تعارفی کلمات تھے؛ اس کے بعد اس کی
تقریر زیادہ برمحل اور مناسبِ موقع ہو گئی۔

''اب ہم خاندان کے جدید سربراہ کے تیسرے بیٹے کی طرف آتے ہیں:'' ایپولیت کیریلووچ
نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''وہ ہمارے سامنے کٹہرے میں موجود ہے۔ اس کی زندگی،
اس کی مہم جوئیاں، اس کی کرنیاں، سبھی کچھ ہمارے سامنے ہے۔ گھڑیال بج چکا ہے، ہر چیز سے پردہ
اٹھ چکا ہے، سب کچھ منکشف ہو چکا ہے۔ اپنے بھائیوں کی 'یورپیت' اور 'عوامیت' کے برعکس وہ
دقیانوسی روس کی نمائندگی کرتا نظر آتا ہے — لیکن پورے روس کی نہیں، بالکل نہیں۔ خدا نہ کرے
کہ اس کی ذات میں پورے روس کا عکس دکھائی دینے لگے — تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا
سکتا کہ روس — ہمارا پیارا کہنہ روس — کسی نہ کسی حد تک یہاں موجود ہے، یہاں ہمارے پیاری
مادرِ وطن کی خوشبو سونگھی جا سکتی اور اس کی اصل آواز سنی جا سکتی ہے۔ ہم بھولے بھالے، من موجی،
دقیانوسی لوگ ہیں، ہم خیر و شر کی عجیب و غریب آمیزش ہیں۔ ہم روشن خیالی اور شلر کے مداح ہیں
لیکن اس کے ساتھ ہی ہم مستی میں آ کر ے خانوں میں غل غپاڑا کرتے ہیں اور ان لوگوں کی، جو
نشے میں مدہوش ہو جاتے ہیں لیکن ہوتے ہمارے پکے یار ہیں، داڑھیاں نوچ ڈالتے ہیں۔ ہم بھی
پُرشفقت اور نیک فطرت بن سکتے ہیں لیکن صرف تبھی جب حالات ہمارے حق میں جا رہے ہوں۔
بلند ترین آدرش ہمیں گرما سکتے ہیں — ہاں، یہ صحیح لفظ ہے، گرما سکتے ہیں — لیکن صرف تبھی جب

ہمیں خود کوئی کوشش نہ کرنا پڑے، ہاتھ پاؤں ہلانا نہ پڑیں، کوئی قربانی دینا نہ پڑے اور سب سے بڑھ کر اس شرط پر کہ آدرش ہمیں مفت، بلا قیمت، بلا معاوضہ مل جائیں، ہمیں ان کے لیے ایک دھیلا بھی ادا نہ کرنا پڑے۔ قیمت ادا کرنے سے ہمیں سخت نفرت ہے لیکن ہمیں (اشیا) وصول کرنے کا بہت شوق ہے اور اس کا اطلاق ہر چیز پر ہوتا ہے۔ ہمیں ہر نعمت بیٹھے بٹھائے ملنا چاہیے (یہ ہر قسم کی ہونا چاہیے)، اس سے کم تر پر بات نہیں بنے گی۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے، کسی بھی شخص کو ہمیں یہ بتانے کا قطعاً حق حاصل نہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے اور پھر ہم بھی ثابت کر دیں گے کہ ہم نیک اور خوب صورت ہو سکتے ہیں۔ ہم لالچی نہیں ہیں — ارے نہیں، قطعاً نہیں — تاہم ہمیں خیرات میں روپیہ ضرور ملتے رہنا چاہیے، اور یہ جتنا زیادہ، اور زیادہ، اور زیادہ ہوگا، اتنا ہی بہتر ہوگا، پھر آپ دیکھیں گے کہ اس گھٹیا دھات کو ہاتھ کی میل سمجھ کر ہم کتنی فیاضی سے، کتنی دریا دلی سے، بے قید عیاشی کی ایک ہی رات میں اڑا دیتے ہیں۔ اگر کوئی ہمیں روپیہ دینے کے لیے تیار نہ ہو تو ہم بہت جلد دکھا دیں گے کہ اگر ہمیں اس کی اشد ضرورت پیش آ جائے تو ہم اسے خود حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اس بارے میں مزید باتیں بعد میں ہوں گی — فی الحال ہم زیر بحث معاملے کی طرف پلٹتے ہیں اور ان واقعات کا، جو یکے بعد دیگرے رونما ہوئے تھے، تاریخی ترتیب سے جائزہ لیتے ہیں۔

''شروع میں ہمارا واسطہ ایک بچے سے پڑتا ہے۔ اس کی حالت قابلِ رحم ہے، اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں اور جو ہمارے ایک قابلِ قدر اور معزز شہری کے الفاظ میں، جو بدقسمتی سے غیر ملک سے آ کر یہاں آباد ہوا ہے، 'بغیر جوتوں کے عقبی صحن میں' بھاگا پھر رہا ہے۔ میں اپنا قول پھر دہراتا ہوں کہ میں ملزم کے دفاع کا فریضہ کسی بھی دوسرے شخص کو سرانجام نہیں دینے دوں گا! میں یہاں دونوں کام — مقدمے کی پیروی اور ملزم کا دفاع — کروں گا۔ جی حضرات، ہم بھی عوام میں شامل ہیں، ہماری رگوں میں بھی انسانی خون دوڑ رہا ہے اور ہم میں بھی یہ اندازہ لگانے کی اہلیت ہے کہ بچپن اور آبائی گھر کے ابتدائی تاثرات انسان کے کردار پر کیا کیا اثرات مرتب کرتے ہیں۔ لڑکا بڑھتا رہتا ہے، وہ جوانی کی منزل میں داخل ہو جاتا ہے اور افسر بن جاتا ہے۔ وہ بلا گلا کرتا ہے اور کسی شخص کو ڈوئیل کا چیلنج دے دیتا ہے۔ اس کی پاداش میں اسے ہمارے وسیع و عریض وطن کے کسی دور دراز گوشے میں بھیج دیا جاتا ہے۔ وہاں وہ اپنی فوجی ملازمت جاری رکھتا ہے، مگر اب اس کی جوانی جوش مارنے لگتی ہے اور وہ جی بھر کر داد عیش دینے اور خرمستیاں کرنے لگتا ہے — اور حضرات، یہ آپ بھی جانتے ہیں کہ بڑے جہاز کو بڑے سمندر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی عیاشیاں رنگ لائیں اور اسے انہیں جاری رکھنے کے لیے روپے کی، سب سے بڑھ کر روپے کی احتیاج محسوس ہوئی، اور چنانچہ طویل ردوقدح کے بعد اس کا اپنے باپ کے ساتھ سمجھوتا ہو جاتا ہے

جس کی رو سے اسے چھ ہزار روبل موصول ہوتے تھے اور یہ رقم اسے بھیج دی جاتی ہے۔ حضرات، غور فرمائیں، اس نے اس رقم کی وصولی کی رسید بھی لکھ دی تھی۔ اس کا ایک خط موجود ہے جس میں وہ اقرار کرتا ہے کہ اس کا اب اپنے باپ کی باقی املاک پر کم و بیش کوئی حق نہیں رہا اور وراثت کے بارے میں دونوں کے مابین جو جھگڑا چل رہا تھا، اس کو قطعی طور پر طے کرنے کے لیے وہ چھ ہزار روبل کی رقم قبول کر لیتا ہے۔

''اس موقع پر اس کی ایک عالی سیرت، بلند فطرت اور اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان خاتون سے واقفیت ہو جاتی ہے۔ میں تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا، انہیں آپ ابھی ابھی سن چکے ہیں۔ یہاں ہمارا واسطہ عزت و غیرت، بے غرضی اور قربانی جیسی باتوں سے پڑتا ہے اور میرے لیے مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ جب ہمارے سامنے ایک ایسے نوجوان کا خاکہ پیش کیا گیا تھا جس نے غیر سنجیدہ، غیر ذمے دار، لاابالی اور اوباش ہونے کے باوجود سچی شرافت اور بلند آدرش کا نمونہ دکھا دیا تھا، تو ہمارے دل و دماغ پر نہایت گہرا اور ہمدردانہ تاثر قائم ہوا تھا۔ لیکن اس کے بعد اسی کمرۂ عدالت میں ہمیں اچانک اور بالکل ہی غیر متوقع طور پر تصویر کے دوسرے رخ کی ایک جھلک دیکھنے کا موقع بھی فراہم کر دیا گیا۔ ایک بار پھر میں جلد بازی میں کوئی نتائج اخذ کرنے کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتا، چنانچہ جو کچھ ہوا، میں اس کی وجوہ کا تجزیہ کرنے سے احتراز برتوں گا۔ لیکن جو کچھ ہوا، آخر اس کی کچھ نہ کچھ وجوہ تو ہوں گی ہی۔ اس نوجوان خاتون نے، جس نے طویل عرصے سے اپنے غصے کو دبا کر رکھا ہوا تھا، اپنے چہرے کو آنسوؤں میں بھگو کر ہمیں بتایا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے اس کے اضطراری رویے کی وجہ سے اس سے نفرت کی تھی جو غالباً عاجلانہ، غیر محتاط اور بے سوچا سمجھا ضرور تھا لیکن اس کے پیچھے ناقابلِ تردید طور پر بلند پایہ اور عالی ظرفانہ مقصد کارفرما تھا۔ یہ شخص، جو اس کا منگیتر بنا، ابتدا ہی سے اسے طنزیہ مسکراہٹ سے دیکھنے لگا تھا۔ یہ حرکت اگر کوئی بھی دوسرا شخص کرتا، تو وہ اسے برداشت کر لیتی مگر اس کے ہاتھوں نہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اسے پہلے ہی دھوکا دے چکا ہے — اور اس یقین کے ساتھ مسلسل دھوکا دیتا رہا کہ اس کی ہر چیز، یہاں تک کہ اس کی بے وفائی بھی، پیشگی معاف کر دی جائے گی — یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس نے عمداً اسے تین ہزار روبل پیش کر دیے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اشاروں کنایوں سے اس پر واضح کر دیا، بلا مغالطہ واضح کر دیا کہ وہ اسے یہ رقم اس لیے پیش کر رہی ہے تاکہ وہ اس سے بے وفائی کر سکے۔ 'تم میں اتنی ہمت ہے کہ اسے قبول کر لو؟' اس کی نگاہیں، جن سے ملامت ٹپک رہی تھی، اسے چپ چاپ للکار رہی تھیں، ''کیا تم واقعی اتنے ہی کلبی ہو؟'' اس نے اسے دیکھا اور ٹھیک ٹھیک سمجھ لیا کہ وہ کیا سوچ رہی ہے (ویسے وہ یہاں ہمارے سامنے اقرار کر

چکا ہے کہ وہ سب کچھ سمجھ گیا تھا)، اس کے باوجود اس نے کسی گھبراہٹ کے بغیر ہاتھ آگے بڑھایا، رقم وصول کی، جیب میں ڈالی اور اپنی نئی معشوقہ کے ساتھ دو دن کے اندر اندر الٹلوں تلٹلوں میں اڑا دی!

ہم کس چیز کا یقین کریں؟ تصویر کے پہلے رخ کا — ایک نوجوان کا بلند پایہ، عالی منش اور فیاضانہ اضطراری فعل کہ اس نے پاک دامنی کے احترام میں اپنی پونجی کی آخری کوڑی تک قربان کر دی — یا اس کے برعکس تصویر کے دوسرے رخ کا جو اتنا کراہت انگیز ہے۔ عام طور پر زندگی میں جب آدمی کا دو متضاد چیزوں سے سامنا ہوتا ہے تو اسے سچائی دونوں کے کہیں بیچ میں تلاش کرنا پڑتی ہے اور تلاش کرنا چاہیے؛ اس مقدمے میں یقیناً یہ صورت نہیں ہے۔ غالب امکان یہی ہے کہ ایک طرف یہ شخص صحیح معنوں میں شریف النفس تھا اور دوسری طرف — بالکل اسی طرح صحیح معنوں میں — کمینہ اور رذیل تھا۔ کیوں؟ کیونکہ وہ لوگ، جن کی فطرت کراماز وفوں کی طرح کشادہ اور ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد ہوتی ہے — میں یہی نکتہ پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں — ہر نوع کے تضادات کو اپنے اندر سمونے، بیک وقت دونوں طرح کی انتہاؤں کو اپنا مقصد یا غایت قرار دینے کے اہل ہوتے ہیں۔ اور یہ انتہائیں کیا ہیں؟ ایک وہ جو ہمارے اوپر ہے، بلند ترین آدرشوں کی انتہا اور دوسری وہ جو ہمارے نیچے ہے، ہر قسم کی اخلاقیات سے گری ہوئی ذلت۔ ہمارے ہونہار صحافی مسٹر رکیتن نے، جنہوں نے سارے کراماز وف خاندان کا عمیق اور تفصیلی مطالعہ کیا ہے، ابھی ابھی جو خیال افروز بات کہی ہے، میں اس کی طرف توجہ دلانے کی اجازت چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا تھا، 'اس قسم کی بے لگام اور عیش کوش فطرت کے مالک اشخاص کے لیے انتہائی ذلت کا تجربہ اتنا ہی اہم ہوتا ہے جتنا کہ خالص ترین نیکوکاری یا بلند ترین فیاضی کا احساس۔' اور یہ بات بالکل درست ہے۔ انہیں اس غیر فطری اتصال کی مسلسل، غیر مختتم ضرورت ہوتی ہے۔ دو انتہائیں، حضرات، بیک وقت دو انتہائیں — ان کے بغیر وہ ناشاد و نامطمئن رہتے ہیں، ان کی زندگی ادھوری رہ جاتی ہے۔ یہ سب اسی طرح محیط الکل ہے جس طرح کہ خود مادر روس ہے، کوئی بھی ایسی چیز نہیں جسے یہ اپنے اندر سمو نہ سکتے ہوں اور نہ کوئی ایسی چیز ہے جس سے یہ نباہ نہ کر سکتے ہوں!

''معزز اراکین جیوری، ہم نے ابھی ابھی برسبیل تذکرہ تین ہزار روبل کا ذکر کیا تھا اور جو بات مجھے بعد میں اپنے مقام پر کہنا چاہیے تھی، اسے ذرا پیشگی کہنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ ذرا سوچیں، اس نے، اس شخص نے اس قسم کے ذرائع اختیار کرنے، اس قسم کی خجالت اٹھانے، اس قسم کی رسوائی مول لینے، ذلت کے انتہائی آخری مراحل پر پہنچنے کے بعد جو رقم حاصل کی، کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ وہ اسے اسی روز دو حصوں میں تقسیم کرنے، نصف کو تھیلی میں رکھ کر اس تھیلی کو سینے اور

تمام ترغیبات اور زبردست ضروریات کے باوجود اسے گردن میں لٹکائے پھرنے کی اہلیت سے بہرہ ور ہوگا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس نے نہ تو نشے کی حالت میں تھیلی کو ہاتھ تک لگایا ہوگا جب وہ ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے مے خانے میں خم کے خم لنڈھاتا پھرتا رہا تھا اور نہ تب جب اسے روپے کی تلاش میں، جو اسے اس لیے چاہیے تھا کیونکہ وہ اپنی معشوقہ کو اپنے رقیب، اپنے باپ کے بچھائے ہوئے جال سے چھڑانا چاہتا تھا، قصبے سے باہر، خدا جانے کہاں، جانا پڑا تھا، تھیلی کو چھوا تک۔ اسے تو محض اس لیے کہ کہیں اس کی معشوقہ بوڑھے کی ترغیبات میں نہ آ جائے جس سے وہ اتنا حسد کرتا تھا، تھیلی کھول لینا اور گھر پر ہی ٹھہرے رہنا چاہیے تھا، یوں اسے مسلسل اس کی نگرانی کرتے اور اس لمحے کا انتظار کرتے رہنا چاہیے تھے جب وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی 'میں تمہاری ہوں'۔ تب اسے اس کے ساتھ حتی الوسع بعید ترین علاقے میں بھاگ جانا چاہیے تھا تاکہ وہ اس مشکل صورت حال سے، جس میں وہ پھنسے ہوئے تھے، اپنے آپ کو بچا سکتے۔

''لیکن نہیں، اس نے اس طلسمی تعویذ کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ کیوں؟ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اگر وہ اس سے کہہ دیتی، 'میں تمہاری ہوں، جہاں چاہو مجھے لے چلو'، تو اسے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے روپے کی ضرورت پیش آتی۔ لیکن ملزم کے اپنے الفاظ کے مطابق پہلی وجہ دوسری وجہ کے سامنے اپنی اہمیت بالکل کھو بیٹھی۔ 'جب تک روپیہ میرے پاس رہا، میں لفنگا ضرور تھا لیکن چور نہیں تھا کیونکہ میرا جب جی چاہتا، میں اپنی منگیتر کے پاس جا سکتا تھا جس کی میں اتنی توہین کر چکا تھا اور آدھی رقم گن کر، جسے میں نے دھوکے سے ہتھیایا تھا، اس کے حوالے کر سکتا تھا اور اس سے کہہ سکتا تھا، 'میں نے تمہارا آدھا روپیہ الٹلوں تلٹلوں میں اڑا دیا ہے اور یوں ثابت کر دیا ہے کہ میں ایک کمزور اور غیر ذمے دار آدمی ہوں — اگر تم چاہو تو مجھے لفنگا بھی کہہ سکتی ہو (میں ملزم کے اپنے الفاظ استعمال کر رہا ہوں) — ممکن ہے میں لفنگا ہوں لیکن میں چور نہیں ہوں کیونکہ اگر میں چور ہوتا تو میں بقایا نصف بھی واپس نہ کرتا، پہلے نصف کی طرح اسے بھی خرچ کر ڈالتا۔' کیا زبردست استدلال ہے! یہ شخص جو اتنا تند مزاج مگر اتنا کمزور ہے، جو ذلت و رسوائی کمانے کے باوجود تین ہزار روبل کی رقم حاصل کرنے کی ترغیب کی مقاومت نہ کر سکا — اچانک اتنے صابرانہ انداز سے عزم صمیم باندھ لیتا ہے، ہزاروں روبل اپنی گردن میں لٹکائے لٹکائے پھرتا ہے اور انہیں ہاتھ تک لگانے کا حوصلہ نہیں کر پاتا! کیا یہ رویہ اس شخص کے، جس کے متعلق ہم بحث کر رہے ہیں، کردار سے ذرا سا بھی میل کھاتا ہے؟ نہیں، بالکل نہیں! اب میں یہ بیان کرنے کی جسارت کروں گا کہ اگر اصلی دمتری کراماز وف نے روپیہ تھیلی میں رکھ کر تھیلی کو سی

لیا ہوتا، تو اس صورت میں اس کا طرز عمل کیا ہوتا۔

''پہلی ترغیب پر ــــ مثلاً اگر اس کا ارادہ محض اپنی نئی معشوقہ کی، جس کی معیت میں وہ پہلے ہی نصف رقم اللوں تللوں میں اڑا چکا تھا، خاطر مدارت کرنا اور یوں اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ــــ وہ تھیلی ادھیڑتا اور شروع میں صرف سو روبل نکالتا (وہ یہ رقم باآسانی نکال سکتا تھا کیونکہ اگر وہ پوری نصف رقم یعنی پندرہ سو روبل واپس نہ کرتا، صرف چودہ سو لوٹا دیتا، تو بھی کوئی خاص فرق نہ پڑتا ــــ کیونکہ آخری نتیجہ تو وہی رہتا تھا۔ 'ممکن ہے میں لفنگا ہوں؛ وہ استدلال کر سکتا تھا، 'لیکن میں چور نہیں ہوں: میں نے تمہیں کم از کم چودہ سو روبل تو لوٹا دیے ہیں جبکہ چور سب کچھ لے جاتا اور دھیلا بھی واپس نہ کرتا۔' کچھ دیر بعد وہ دوبارہ اپنی تھیلی ادھیڑتا، مزید سو روبل نکالتا اور اسی استدلال کے ساتھ خرچ کر ڈالتا۔ وہ یہ عمل تیسری، چوتھی، پانچویں وغیرہ مرتبہ دہراتا یہاں تک کہ مہینے کے اختتام پر وہ تقریباً ساری رقم نکال چکا ہوتا اور صرف ایک سو روبل باقی بچ رہتا۔ 'اگر میں صرف سو روبل واپس کر دوں، آخری نتیجہ تو وہی رہے گا ــــ میں لفنگا ضرور ہوں مگر چور نہیں۔ میں نے دو ہزار نو سو ڈالر ضرور عیاشیوں میں اڑا دیے ہیں لیکن پھر بھی میں نے کسی نہ کسی طرح سو روبل واپس کرنے کی صورت نکال لی ہے۔ چور تو اتنی رقم بھی واپس نہ کرتا۔' اور آخرکار جب ساری رقم خرچ ہو جاتی اور صرف آخری سو روبل بچتے تو وہ اپنے آپ سے کہہ سکتا تھا، 'چھوڑو یار، یہ سو روبل واپس کرنے کا بھی کیا فائدہ ہے؟ کیوں نہ اسے بھی ٹھکانے لگا دیا جائے؟' جس اصلی دمتری کراماز وف کو ہم جانتے ہیں، اس کا طرز عمل بالکل یہی ہوتا! دوسری طرف تھیلی کی کہانی حقیقت سے اتنی بعید ہے کہ اس پر یقین آ ہی نہیں سکتا۔ آپ جو جی چاہے، مفروضہ باندھ لیں لیکن یہ نہیں باندھ سکیں گے۔ تاہم اس کا مزید ذکر ہم بعد میں کریں گے۔''

باپ بیٹے کے مابین تنازعات اور ان کے باہمی تعلقات کے بارے میں عدالت میں جو کچھ منکشف ہو چکا تھا، اسے ترتیب سے بیان کرنے اور بار بار اس بات پر زور دینے کے بعد کہ وراثت کے بارے میں کس نے کس کو دھوکا دیا تھا یا کس نے کس سے دھوکا کھایا تھا، اس نے نتیجہ اخذ کیا کہ دستیاب شہادتوں کی روشنی میں اسے حل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ پھر اس نے ان تین ہزار روبلوں کا دوبارہ ذکر کیا جو مِتیا کے ذہن پر آسیب بن کر سوار ہو گئے تھے۔ اس صورت حال کا اس کے ذہن پر بھی اثر پڑا ہو گا اور یوں اس کا طبی معائنہ کرانا پڑا۔ اب وہ دراصل اسی طبی معائنے کو زیر بحث لا رہا تھا۔

7
تاریخی جائزہ

''ڈاکٹروں نے ہم پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ملزم کی دماغی کیفیت درست نہیں، اس پر کسی چیز کا خبط سوار ہو گیا ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ بالکل صحیح الدماغ ہے اور بدترین بات بھی یہی ہے۔ اگر اس کی دماغی حالت صحیح نہ ہوتی تو اس نے غالباً زیادہ چالاکی کا مظاہرہ کیا ہوتا۔ جہاں تک اس کے جنونی ہونے کا تعلق ہے، میں اس سلسلے میں ڈاکٹروں کی رائے کے صرف ایک نکتے سے متفق ہوں یعنی مدعا علیہ کو ان تین ہزار روبلوں کا خبط ہو گیا تھا جن سے مبینہ طور پر اس کے باپ نے اسے محروم کر دیا تھا اور جن کا ذکر وہ ہر دم کرتا رہتا تھا۔ وہ یہ حرکت کیوں کرتا رہتا تھا؟ اس کی توجیہہ میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ یہ حرکت اس لیے کرتا رہتا تھا کیونکہ اس میں پاگل ہونے کے رجحانات موجود تھے۔ میرے خیال میں یہ توجیہہ درست نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے اس فعل کی زیادہ معقول وجہ دریافت کی جا سکتی ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، میں نوجوان ڈاکٹر کی رائے سے بالکل متفق ہوں کہ ملزم کو اپنی تمام ذہنی صلاحیتوں پر کلی اختیار حاصل تھا اور اختیار حاصل ہے؛ اس کے رویے سے جنون کا نہیں بلکہ صرف غصے اور جھنجھلاہٹ کا اظہار ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ مسئلے کا فیصلہ کن یا اہم ترین نکتہ یہی ہے نہ کہ تین ہزار روبل کی رقم۔ مدعا علیہ جس غصے کی وجہ سے ہر دم آگ بھبوکا ہوتا رہتا ہے، اس کی وجہ روپیہ نہیں بلکہ ایک اور خاص چیز ہے اور وہ چیز حسد ہے!''

مدعا علیہ کو گروشینکا کے ساتھ جو ہلاکت خیز عشق ہو گیا تھا، اس موقع پر اپولیت کیریلووچ اس کی پوری اور تفصیلی تصویر پیش کرنے لگا۔ اس نے ابتدا اس لمحے سے کی جب مدعا علیہ پہلی بار ''نوجوان خاتون'' سے ملنے اور اس کی ''پٹائی'' کرنے گیا تھا۔ ''میں مدعا علیہ کے اپنے الفاظ پیش کر رہا ہوں،'' اپولیت کیریلووچ نے مزید کہا۔ ''لیکن پٹائی کرنے کی بجائے وہ 'اس کے قدموں' میں گر گیا ــــ یہ اس کے مجنونانہ عشق کا آغاز تھا۔ دریں اثنا نوجوان خاتون بوڑھے یعنی مدعا علیہ کے باپ کو اپنی طرف مائل کر چکی تھی۔ اسے حیرت انگیز اور ہلاکت خیز اتفاق کہا جانا چاہیے کیونکہ اگرچہ باپ بیٹے دونوں ہی کی ازیں پیشتر اس سے لازماً ملاقات ہو چکی ہو گی، دونوں اب اس کے ایسے مجنونانہ عشق میں گرفتار ہو گئے جو بے لگام اور منہ زور ہوتا ہے اور جو بنیادی طور پر کراماز وفوں سے مخصوص ہے۔ یہاں ہمیں خود اس کا اپنا اعتراف یاد آ جاتا ہے، 'میں،' اس نے کہا تھا، 'ان دونوں کا تمسخر اڑا

رہی اور انہیں اپنی انگلیوں پر نچا رہی تھی۔' جی ہاں، وہ محسوس کرنے لگی تھی کہ اسے ان دونوں کو اپنی تفریح کا نشانہ بنانے کا موقع دستیاب ہو گیا ہے۔ اسے پہلے اس قسم کی بات کبھی نہیں سوجھی تھی لیکن اب اچانک سوجھ گئی تھی —— وہ دونوں کو شہ دینے لگی اور اس کا آخری نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دونوں ہی اس کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر ہو گئے۔ بوڑھے نے، جو روپے کی اس طرح پرستش کرتا چلا آیا تھا جس طرح عام آدمی خدا کی کرتا ہے، جھٹ پٹ تین ہزار روبل اسے پھانسنے کے لیے مخصوص کر دیے، وہ اسے بہلا پھسلا کر اپنے گھر بلانا چاہتا تھا لیکن جب عشق کا شعلہ بھڑکا، تو یہ بڑھتا ہی چلا گیا اور اس کی بہت جلد یہ حالت ہو گئی کہ وہ اپنی نیک نامی اور ساری دولت اس کے قدموں پر نچھاور کرنے کے لیے تیار ہو گیا بشرطیکہ وہ قانونی اعتبار سے اس کی جائز بیوی بننے کے لیے تیار ہو جائے۔ وہ جو کچھ کر رہا تھا، ہمارے پاس اس کے ناقابلِ تردید ثبوت موجود ہیں۔ جہاں تک مدعا علیہ کا تعلق ہے، اس کا المیہ ہم سب پر اتنا عیاں ہے کہ اسے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ لیکن نوجوان خاتون جو 'کھیل' کھیل رہی تھی، ہم ایک بار پھر اس کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس عشوہ طراز نے، جو لبھانے اور پھسلانے کا فن جانتی ہے، نوجوان کو کوئی امید تک نہ دلائی —— اور درحقیقت اسے امید —— نہیں، اصل امید —— اپنی گرفتاری سے ذرا پہلے عین آخری لمحے ملی جب وہ اپنے ہاتھ پھیلائے، جو پہلے ہی اس کے باپ کے خون سے رنگین ہو چکے تھے، اپنی ستم ایجاد (بہ الفاظ دیگر معشوقہ) کے سامنے دو زانو ہو رہا تھا۔ جب اسے گرفتار کیا گیا، تو یہ عورت، جو اَب سچے دل سے پشیمان ہو رہی تھی، چلا چلا کر کہنے لگی، 'مجھے اس کے ساتھ سائبیریا بھیج دیں، اس کا یہ حال میری وجہ سے ہوا ہے، اصلی مجرم میں ہوں!'

"جس باصلاحیت اور ذہین و فطین نوجوان نے ان واقعات کو قلم بند کرنے کا فریضہ اپنے ذمے لے لیا تھا —— میری مراد انہی مسٹر راکیتن سے ہے جن کی طرف میں پہلے ہی آپ حضرات کی توجہ مبذول کرا چکا ہوں —— انہوں نے اس بہادر خاتون کا شخصی خاکہ چند مختصر مگر جامع جملوں میں بیان کر دیا ہے۔ 'اپنی زندگی کے آغاز ہی میں (اس خاتون کو) مایوسی، بے وفائی اور افتادگی کا سامنا پڑا۔ جس شخص نے پہلے اس کی آبرو لوٹی اور پھر اس کے ساتھ منگنی کا ڈھونگ رچایا، وہ بھی دغا باز اور ناقابلِ اعتبار ثابت ہوا اور اسے بیچ منجدھار چھوڑ کر چلتا بنا۔ اس کا تعلق ایک معزز خاندان سے تھا مگر اس خاندان نے اس کی دست گیری کرنے کی بجائے اس پر پھٹکار کی اور وہ غربت کے چنگل میں پھنس گئی۔ آخر میں اسے ایک صاحبِ حیثیت معمر شخص کی سرپرستی حاصل ہو گئی جسے بر سبیلِ تذکرہ وہ اب بھی اپنا محسن گردانتی ہے۔ اس کی ذات میں غالباً بہت سی اچھائیاں تھیں لیکن اس کے نوجوان دل میں بالکل اوائل عمری میں غصے کا زہر بھر گیا۔ یوں اس کا جو کردار تشکیل ہوا، وہ یہ تھا کہ وہ ہر چیز

میں نفع نقصان دیکھنے اور جو ہاتھ آئے، اس پر قبضہ جمانے کی فکر میں لگ گئی۔ چنانچہ معاشرے کے بارے میں اس کا رویہ تنگی اور منتقمانہ ہو گیا۔' یہ سب کچھ جاننے کے بعد یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ وہ محض بغض کی خاطر اس جوڑی کو کس طرح کھلونے بنا کر ان سے کھیلتی اور محظوظ ہوتی رہی ہو گی۔

"گرفتاری سے پہلے کے مہینے کے دوران میں ملزم کی محبت جس طرح بے ثمر رہی، اسے اخلاقی طور پر جو جو تذلیل برداشت کرنا پڑی، اس نے اپنی منگیتر سے جس طرح بے وفائی کی اور اس کے روپے میں جس طرح خیانت کی، ان سب باتوں کا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ دوامی حسد نے اسے مجنونانہ غیظ و غضب میں مبتلا کر دیا —— اور کس کے خلاف؟ اپنے ہی باپ کے خلاف! اور اس پر طرہ یہ کہ اس عورت کو، جس سے اسے شدید عشق ہو گیا تھا، ورغلانے کے لیے خبطی بوڑھے نے بالکل وہی تین ہزار روبل استعمال کرنا چاہے جنہیں اس کا بیٹا جائز طور اپنی وراثت تصور کرتا تھا کیونکہ انہیں اس کی ماں نے اس کے لیے چھوڑا تھا اور محض انہیں کے نہ ملنے کی وجہ سے اس کی اپنے باپ سے پرخاش ہو گئی تھی اور وہ اسے دھوکے باز قرار دینے لگا تھا۔ ہاں، میں مانتا ہوں، یہ صورتِ حال برداشت کرنا مشکل تھا اور اصل انہی حالات کی وجہ سے اس کا ذہنی توازن بگڑا ہو گا۔ یوں اہمیت کی حامل اصل چیز روپیہ نہیں تھا بلکہ یہ حقیقت تھی کہ خود اس کا اپنا روپیہ اتنی ڈھٹائی، اتنا گھناؤنی لاپروائی سے اس کی خوشی تباہ کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا تھا۔"

اس کے بعد اپولیت کیریلووچ تفصیل سے بیان کرنے لگا کہ اپنے باپ کو ہلاک کرنے کے تصور نے کسی طرح آہستہ آہستہ اور بتدریج ملزم کے دماغ کو اپنی گرفت میں جکڑنا شروع کر دیا اور اس نے اپنے استدلال کے جواز میں بعض حقائق کا حوالہ دیا۔

"شروع شروع میں وہ اپنے منصوبوں کے بارے میں مے خانوں میں چلا چلا کر بتاتا رہا —— یہ سلسلہ پورے ایک مہینہ جاری رہا۔ واقعتاً اسے بظاہر عام لوگوں کی نظروں میں سامنے اور انہیں ہر چیز کے متعلق —— اپنے انتہائی مکروہ، گھناؤنے اور خطرناک خیالات کے متعلق بھی —— آگاہ کر کے بڑا لطف آتا تھا۔ اسے اپنی سوچوں اور خیالات میں دوسروں کو شریک کرنا بہت بھاتا تھا اور کسی وجہ سے، جو معلوم نہیں ہو سکی، وہ ان سے تقاضا کرتا تھا کہ وہ کسی اگر مگر کے بغیر اس کے ساتھ ہمدردی جتائیں، وہیں اور اسی وقت اس کی پریشانیوں اور مشکلوں کو اپنی پریشانیاں اور مشکلیں تصور کریں خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہوں، اس کی ناز برداری کریں، اس کی دل جوئی کریں اور کسی طرح بھی اس کی راہ میں مزاحم ہونے کی کوشش نہ کریں۔ اگر وہ اس کی توقع پر پورے نہ اترے تو اس کا پارہ چڑھ جائے گا اور وہ ہنگامہ برپا کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔ (یہاں سٹاف کیپٹن سنگر یوف کا واقعہ

بیان کیا گیا۔) "اس پورے مہینے کے دوران میں جن لوگوں سے اس کی ملاقاتیں اور باتیں ہوئیں، انہیں یقین ہو گیا کہ اس کی چیخ چیاڑ اور دھمکیاں اتنی سنجیدہ شکل اختیار کر چکی ہیں کہ یہ دھمکیاں اب خالی خولی دھمکیاں نہیں رہیں گی بلکہ عملی حقیقت کا روپ دھار جائیں گی۔" (یہاں وکیل استغاثہ نے خانقاہ میں ارکان خاندان کے اجتماع، الیوشا کے ساتھ گفتگوؤں اور اس نامناسب، نازیبا اور تشدد والے منظر کا ذکر کیا جب ملزم کھانے کے بعد زبردستی اپنے باپ کے گھر میں گھس گیا تھا۔)

"میرا یہ دعویٰ کرنے کا تو ارادہ نہیں،" اپولیت کیریلووچ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا، "کہ اس منظر سے پہلے ہی ملزم شعوری طور پر یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ اپنے معاملات سلجھانے کے لیے اپنے کسی پیشگی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسے قتل کر دے گا۔ تاہم یہ کہے بغیر گزارہ بھی نہیں کہ یہ خیال اس کے ذہن میں کئی مرتبہ آ چکا تھا اور وہ اس کے متعلق شعوری طور پر کئی مرتبہ غور و فکر کر چکا تھا — شہادتیں، گواہ اور اس کا اپنا بیان اس کا بیّن ثبوت ہیں۔ حضرات، میں مانتا ہوں،" اپولیت کیریلووچ نے مزید کہا، "کہ مدعا علیہ پر جس مکمل اور شعوری طور پر سوچے سمجھے جرم کے ارتکاب کا الزام لگایا گیا ہے، میں بالکل آج کے دن تک اس پر یہ الزام لگانے میں متامل رہا ہوں۔ اگرچہ اس نے اس نتیجہ خیز اور تباہ کن قدم کے بارے میں متعدد بار سوچا تھا، تاہم مجھے پختہ یقین ہے کہ وہ اسے محض امکان سمجھتا رہا ہو گا، تصور کرتا رہا ہو گا اور اس نے کبھی اس وقت اور ان حالات کا تعین نہیں کیا ہو گا جن میں اُسے اِسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا تھا۔

"لیکن آج، صرف آج، صرف تب جب میں نے وہ دور رس اور تباہ کن نتائج کی حامل دستاویز دیکھی جو مس ورخوف تسیوا نے عدالت میں پیش کی تھی، میرے دل سے اسے شک کا فائدہ دینے کا خیال نکل گیا۔ حضرات، آپ نے اپنے کانوں سے اس معزز خاتون کو یہ کہتے سنا ہے: 'یہ قتل کا منصوبہ، قتل کی سکیم ہے!' بدقسمت مدعا علیہ نے 'نشے' کی حالت میں جو افسوس ناک مکتوب تحریر کیا تھا، اس (خاتون) نے اسے انہی الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اور خط میں اس کے عزائم اور سکیم کا ذکر واقعتاً موجود ہے۔ یہ جرم کے ارتکاب سے صرف دو دن پہلے تحریر کیا گیا تھا اور چنانچہ اب ہمیں یقینی طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ ملزم نے اپنے منصوبے پر عمل کرنے سے دو روز پہلے قسم کھائی تھی کہ اگر اسے اگلے دن روپیہ نہ مل سکا تو وہ اپنے باپ کو قتل کر ڈالے گا اور اس رقم کو اپنے قبضے میں لے لے گا جو اس وقت گلابی ربن سے بندھے لفافے میں اس کے تکیے کے نیچے پڑی تھی — 'بشرطیکہ ایوان وہاں سے جا چکا ہو۔' سنا آپ نے؟ — 'بشرطیکہ ایوان وہاں سے جا چکا ہو۔' اور حقیقتاً ہوا کیا؟ سارے منصوبے پر عین مین اسی طرح عمل ہوا جس طرح کہ اسے تحریری شکل میں بیان کیا گیا تھا — باعمد اور بے عیب منصوبہ بندی صاف نظر آ رہی ہے۔ جرم کا منصوبہ قزاقی کو سامنے رکھ کر بنایا

گیا تھا — اسے واضح اور غیر مبہم انداز سے بیان کیا گیا، لکھا گیا تھا اور اس پر باقاعدہ دستخط کیے گئے تھے۔ ملزم کو اپنے دستخطوں سے انکار نہیں ہے۔

"یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ (مکتوب) تب لکھا گیا تھا جب ملزم نشے کی حالت میں تھا۔ لیکن اس سے اس کی اہمیت کم نہیں ہوتی، بلکہ اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس نے نشے کی حالت میں وہی کچھ لکھا جو اس نے تب سوچا تھا جب وہ اپنے ہوش و حواس میں تھا۔ اگر اس نے اپنا منصوبہ تب نہ بنایا ہوتا جب وہ اپنے ہوش و حواس میں تھا، تو وہ نشے کی حالت میں اسے کبھی نہ لکھ پاتا۔ شاید یہ بھی کہا جائے: وہ سے خانوں میں اپنے عزائم کا ڈھنڈورا کیوں پیٹتا رہا؟ جو شخص سوچے سمجھے منصوبے کے تحت قتل کا ارتکاب کرنے کے لیے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کر رہا ہو، وہ اس کے متعلق کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہے گا اور اپنے عزائم کو دل میں چھپا کر رکھے گا۔ یہ (اعتراض) درست ہے مگر اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ چیخ چیخ کر لوگوں کو اس کے متعلق بتا رہا تھا تو تب تک اس نے کوئی واضح منصوبہ نہیں بنایا تھا، کوئی واضح عزائم تشکیل نہیں دیے تھے، یہ محض خواہش تھی، شدید تمنا تھی۔ بعد ازاں اس نے زیادہ ضبط کا مظاہرہ کیا اور اس سلسلے میں کسی سے کم ہی بات کی۔ جس رات یہ خط تحریر کیا گیا تھا، اس رات ستولیچنی گراد میں نشے میں دھت ہونے کے بعد اس نے خلافِ معمول چپ سادھ لی تھی، بلیرڈ کھیلنے سے انکار کر دیا تھا، دبک کر کونے میں بیٹھ گیا تھا، کسی سے بھی گفتگو کرنے سے احتراز برتنے لگا تھا اور اس کی ایک مقامی دکاندار کے سیلز مین سے بس معمولی سی جھڑپ ہوئی تھی — اور یہ غالباً بالکل اضطراری اور غیر اختیاری فعل تھا کیونکہ جارحانہ طرزِ عمل اس کی فطرتِ ثانیہ بن چکا تھا، چنانچہ وہ جب بھی سے خانے میں داخل ہوتا تھا، کسی نہ کسی سے جھگڑا کیے بنا رہ ہی نہیں سکتا تھا۔ یہ درست ہے کہ اپنا آخری فیصلہ کرنے کے بعد ملزم کے ذہن میں یقیناً یہ بات آئی ہو گی کہ وہ اپنے منصوبے کے بارے میں ہر کہہ و مہ سے ضرورت سے زیادہ ہی باتیں کرتا رہا ہے اور یہ چیز بعد ازاں اس کی گرفتاری کرانے اور اسے سزا دلانے کا موجب بن سکے گی۔ لیکن اب کیا کیا جا سکتا تھا؟ اس نے خود ہی بلی تھیلے سے باہر نکالی تھی اور اب اسے واپس رکھنے کا کوئی ذریعہ، کوئی طریقہ نہیں تھا۔ لیکن فکر کی کوئی بات نہیں، وہ پہلے بھی مشکل صورتِ حال میں پھنستا اور اس کے ساتھ کامیابی سے نپٹتا رہا ہے، چنانچہ وہ اب بھی ایسا کر سکتا ہے۔ حضرات، اس کی تمام امیدیں قسمت کے ساتھ وابستہ تھیں! بربیل تذکرہ مجھے یہ تسلیم کر لینا ہو گا کہ اس نے مہلک قدم اٹھانے، خون خرابے سے گریز کرنے اور ناگزیر سے بچنے کی زبردست کوشش کی تھی۔ 'کل میں کسی نہ کسی شخص سے تین ہزار روبل ادھار لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا،' اس نے اپنی عجیب و غریب زبان میں لکھا تھا، 'اور اگر نہ لے سکا، پھر خون بہے گا۔' یہ الفاظ تب لکھے گئے تھے جب وہ نشے میں دھت تھا لیکن

ان پر عمل لفظ بہ لفظ تب ہوا جب وہ پوری طرح ہوش وحواس میں تھا!"

میتیا نے جرم کے ارتکاب سے بچنے کی جتنی بھی کوششیں کی تھیں، یہاں اپولیت کیریلووچ نے ان کا تفصیل سے ذکر کیا۔ اس نے اس کی سامسونوف سے ملاقات اور لیا گیوی سے ملاقات کے لیے اس کے سفر پر روشنی ڈالی ــــ ہر چیز دستاویزی شہادت پر مبنی تھی۔ تھکاوٹ کا مارا ہوا، لوگوں کے طنز وتعریض سہتا ہوا، بھوک پیاس کا ستایا ہوا، سفر کے اخراجات پورا کرنے کے لیے مجبوراً اپنی گھڑی بیچتا ہوا، (اس کے باوجود کہ اس کے پاس پندرہ سو روبل موجود تھے ــــ کم از کم ہمیں یہی یقین دلایا جاتا ہے) اپنی معشوقہ کی وجہ سے، جسے وہ اپنے پیچھے قصبے میں چھوڑ گیا تھا، حسد کے وار برداشت کرتا ہوا، شبہے میں مبتلا ہوتا ہوا کہ اس کی غیر حاضری میں اس کی معشوقہ اس کے باپ فیودر پاولووچ کے پاس چلی جائے گی، وہ بالآخر قصبے میں واپس آ جاتا ہے۔ خدا کا شکر ہے! وہ بھاگ کر فیودر پاولووچ کے پاس نہیں گئی ہے۔ پھر جب وہ اپنے محسن سامسونوف کے ہاں جاتی ہے، وہ خود اسے وہاں پہنچانے جاتا ہے۔ (عجیب بات یہ ہے کہ اسے سامسونوف سے بالکل حسد نہیں ہے، یہ ایک بے حد اہم نفسیاتی نکتہ ہے!) پھر وہ "عقبی باغیچے" میں اس جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں وہ آسانی سے نگرانی کر سکتا ہے اور وہاں ــــ جی ہاں، وہاں، اسے معلوم ہوتا ہے کہ سمردیاکوف پر دورہ پڑ چکا ہے اور دوسرا ملازم بیمار ہے ــــ میدان صاف ہے اور اسے سگنل کا علم ہے ــــ کیا زبردست ترغیب ہے! تاہم وہ اس ترغیب کی مقاومت کرتا ہے اور اس خاتون کے ہاں چلا جاتا ہے جس کا سب لوگ احترام کرتے ہیں اور جو عارضی طور پر ہمارے قصبے میں قیام پذیر ہے۔ اس کا نام مادام خوخلاکووا ہے۔ یہ خاتون کافی عرصے سے اس پر ترس کھاتی رہی اور اس سے ہمدردی جتاتی رہی تھی۔ وہ اسے پورے خلوص سے قابلِ قدر حل بھاتی ہے ــــ وہ اسے مشورہ دیتی ہے کہ وہ عیاشی اور شہوت رانی کی زندگی چھوڑ دے، اپنی بے حیا معشوقہ سے قطع تعلق کر لے، مے خانوں میں خُم لنڈھانے اور خرمستیاں کرنے سے توبہ کر لے، اپنی پُر شباب توانائی کو یوں ضائع نہ کرتا پھرے اور سونے کی تلاش میں سائبیریا چلا جائے۔ 'وہاں تمہیں اپنی طوفانی اور ہنگامہ پرور توانائیوں اور اپنے رومانی مزاج کے نکاس کا راستہ مل جائے گا۔ تمہاری مہم جوئی کی آرزو پوری ہو جائے گی۔'"

اس گفتگو کا ماحصل بیان کرنے اور اس لمحے کا ذکر کرنے کے بعد جب ملزم کو اچانک اطلاع ملتی ہے کہ گروشینکا نے فی الحقیقت شام سامسونوف کے ہاں نہیں گزاری تھی بلکہ اسے دھوکا دے کر فیودر پاولووچ کے ہاں چلی گئی ہے، اس پر اس غم واندوہ کے مارے، روحانی طور پر تھکے ماندے اور حسد کے ستائے ہوئے شخص کو جو شدید غصہ آیا، اپولیت کیریلووچ نے اس پر روشنی ڈالی۔ اور آخر میں اس نے اس ہلاکت خیز کردار کی طرف توجہ دلائی جو اتفاق نے ادا کیا تھا۔ "اگر ملازم چھوکری اسے بتانے پر آمادہ ہو جاتی کہ اس کی معشوقہ اس کے باپ کے گھر نہیں بلکہ اپنے "سابقہ اور غیر متنازعہ" کے پاس چلی گئی ہے، تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ مگر اس چھوکری پر خوف و دہشت اس قدر غالب آ گیا کہ اس کی مت ماری گئی اور وہ ہر مقدس شے کی قسمیں کھا کھا کر اپنی لاعلمی جتانے کی کوشش کرنے لگی۔ اگر مدعا علیہ نے اسے کھڑے کھڑے وہیں ہلاک نہیں کیا تو اس کی وجہ محض یہ تھی کہ وہ اپنی جنونی کیفیت میں اس عورت کی تلاش میں بھاگ نکلا تھا جس نے اس سے بے وفائی کی تھی۔

"لیکن یاد رکھیں: وہ بے شک اس وقت غصے سے پاگل ہو رہا تھا مگر وہ پیتل کا موسل اٹھانا اور اسے اپنے ساتھ لے جانا نہیں بھولا تھا۔ آخر موسل ہی کیوں؟ کوئی دوسرا ہتھیار کیوں نہیں؟ خیر، اگر وہ قتل کا ارتکاب کرنے کے لیے پورا ایک مہینہ سوچ بچار کرتا رہا تھا، کسی ہتھیار سے محض ملتی جلتی شے کی جھلک ہی کافی وجہ بن جائے گی کہ وہ اسے اچک لے۔ اور یہ کہ اس قسم کا کوئی بھی اوزار ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے، اس پر بھی وہ پورا مہینہ سوچ بچار کرتا رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے فوراً اور بلا تامل اسے بطور ہتھیار شناخت کر لیا! چنانچہ میں زور دے کر کہتا ہوں کہ یہ کوئی غیر شعوری فعل نہیں تھا، وہ اس ہلاکت خیز موسل پر کسی لحاظ سے بھی غیر ارادی طور پر نہیں جھپٹا تھا، وہ اپنے سوچے سمجھے منصوبے ہی کو بروئے کار لا رہا تھا۔

"اب ہم اسے اپنے باپ کے باغیچے میں دیکھتے ہیں۔ میدان صاف ہے، موقع کا کوئی گواہ نہیں، رات بالکل تاریک اور ساکت ہے: تاریکی اور حسد! یہ شبہ، جو اس کے دل و دماغ میں گھات لگائے بیٹھا تھا کہ وہ اس کے پاس، اس کے رقیب کے پاس آ چکی ہے، اس کے بازوؤں میں جھول رہی ہے ــــ شاید وہ عین اسی لمحے اس کا مذاق اڑا رہے ہوں گے، اس پر ہنس رہے ہوں گے ــــ اس کے تن بدن میں آگ لگا دیتا ہے۔ اور یہ محض شبہ نہیں تھا ــــ شبہے کا وقت گزر چکا ہے، اب تو پول کھل چکا تھا، فریب خود عیاں اور واضح ہو چکا تھا: وہ وہاں ہے، اس کمرے میں ہے جہاں سے روشنی آ رہی ہے، وہ اس کے پہلو میں ہے، سکرین کے پیچھے ہے ــــ اور وہ بے چارہ رینگتا رینگتا کھڑکی کے قریب پہنچتا ہے، کچھ دیکھنے کی توقع میں اندر جھانکتا ہے اور راضی برضا ہو کر صورتِ حال قبول کر لیتا ہے اور دبے پاؤں واپس چلا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ بڑی عجلت دکھاتا ہے کہ کہیں کوئی مصیبت نہ کھڑی ہو جائے، کوئی خطرناک یا مجرمانہ وقوعہ نہ پیش آ جائے ــــ اور ہم سے، جو مدعا علیہ کے چال چلن سے اچھی طرح آگاہ ہیں، جنہیں معلوم ہے کہ اس وقت اس کی ذہنی کیفیت کیا تھی اور جو اہم ترین بات جانتے ہیں کہ اسے اس سگنل کا علم تھا جس کی مدد سے اسے مکان کے اندر فوراً رسائی حاصل ہو سکتی تھی، توقع کی جاتی ہے کہ ہم اس کے لایعنی دعوؤں کا یقین کر لیں گے۔"

ایپولیت کیریلووچ جرم کی جو تفصیلات بیان کر رہا تھا، تکمیل کا ذکر کرنے کے بعد اس نے انہیں وقتی طور پر معرضِ التوا میں ڈال دیا تا کہ وہ سمردیاکوف کے واقعے پر اپنی توجہ مرکوز کر سکے۔ یہ جو شبہ کیا جا رہا تھا کہ قتل میں سمردیاکوف کا ہاتھ تھا، اس نے اس پر تفصیلی بحث کرنے اور اسے ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ وہ واقعاتی شہادتوں کو بڑے منضبط طریقے سے پیش کرنے لگا اور سب لوگ سمجھ گئے کہ اگرچہ وہ اس شبہے کو پرِکاہ کے برابر بھی نہیں سمجھتا، پھر بھی وہ اسے انتہائی اہمیت کا حامل قرار دے رہا ہے۔

8

سمردیاکوف کے بارے میں مزید باتیں

''دیکھنے کی پہلی بات تو یہ ہے،'' ایپولیت کیریلووچ نے اپنے دلائل کا آغاز کرتے ہوئے کہا، ''کہ ممکنہ طور پر اس شبہے کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ وہ شخص جس نے سب سے پہلے سمردیاکوف پر الزام لگایا، وہ خود ملزم تھا۔ اس نے یہ الزام اپنی گرفتاری کے وقت لگایا تھا لیکن تب سے اب تک وہ اپنے الزام کی تائید میں معمولی سا ثبوت بھی پیش نہیں کر سکا ہے ـــــ ثبوت ہی نہیں، وہ تو کوئی ایسی چیز بھی سامنے نہیں لا سکا جسے عقلِ سلیم یہ ماننے کے لیے تیار ہو جائے کہ یہ اگر واضح ثبوت نہیں، تو ثبوت سے ملتی جلتی ضرور ہے۔ بعد میں صرف تین اشخاص نے اس الزام کی تائید کی تھی۔ ان میں سے دو تو ملزم کے بھائی ہیں اور تیسری مس سوہتلووا ہے۔ لیکن منجھلے بھائی نے اپنے شبہے کا اظہار صرف آج کیا جب اس کی طبیعت ناساز ہو چکی تھی اور وہ بظاہر بہکی بہکی باتیں کرنے لگا تھا جب کہ، جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، گزشتہ دو مہینوں سے اسے اپنے بھائی کے مجرم ہونے کا پختہ یقین رہا ہے اور اس نے اس کے برعکس کبھی کوئی بات کرنے کی کوشش تک نہیں کی۔ تاہم ہم اس نکتے سے خاص طور پر بعد میں نپٹیں گے۔ پھر چھوٹے بھائی نے ہمیں بتایا کہ اگرچہ وہ سمردیاکوف کو قصوروار ٹھہراتا ہے لیکن اپنے اس نظریے کی تائید میں اس کے پاس ذرا سا بھی ثبوت نہیں۔ اس نے یہ نتیجہ محض مدعا علیہ کی باتیں سن کر اور 'اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ' کو دیکھ کر اخذ کیا ہے۔ جی ہاں، یہ زبردست ثبوت اس کے بھائی نے آج دو مرتبہ یہاں پیش کیا ہے۔ رہی مس سوہتلووا، اس نے تو اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ثبوت پیش کیا ہے۔ وہ فرماتی ہے: 'وہ کچھ کہتا ہے آپ کو اسے صحیح تسلیم

کر لینا چاہیے کیونکہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔' ان تین اشخاص نے سمردیاکوف کے خلاف یہی 'ٹھوس' اور 'حقیقی' ثبوت پیش کیے ہیں۔ اور یہ تینوں کے تینوں وہ لوگ ہیں جنہیں مدعا علیہ کے مقدر میں اتنی گہری دلچسپی ہے کہ وہ غیر جانبدار ہو ہی نہیں سکتے۔ اس کے باوجود سمردیاکوف کے مجرم ہونے کی خبریں آج تک بلا روک ٹوک پھیلائی جا رہی ہیں اور ان میں کسی کمی کے آثار نظر نہیں آ رہے۔ کیا یہ بات قابلِ یقین ہے، قابلِ تصور ہے؟''

یہاں ایپولیت کیریلووچ نے مرحوم سمردیاکوف کے کردار کا مختصر خاکہ پیش کرنا ضروری سمجھا جس نے ''ایک ایسے عالم میں خودکشی کی تھی جب اس کا ذہنی توازن بگڑ چکا تھا۔'' وکیل استغاثہ نے اس کے کردار کا جو نقشہ کھینچا، اس کے مطابق اس کا ذہن کمزور اور تعلیم معمولی تھی، جو فلسفیانہ خیالات اس کی ذہنی صلاحیتوں سے ماورا ہوتے، وہ اسے الجھاؤ کا شکار بنا دیتے تھے؛ وہ ذمے داریوں اور فرائض کے متعلق بعض جدید خیالات سے بدکتا تھا۔ اس نے ان تمام نام نہاد ذمے داریوں اور فرائض کو عملاً اور کاملاً اپنے مرحوم آقا فیودر پاولووچ کی بدچلن زندگی سے سیکھا تھا جو غالباً اس کا باپ بھی تھا۔ ایوان فیودرووچ کے ساتھ اس کی جو فلسفیانہ بحثیں ہوتی تھیں، غالباً وہ بھی اس کی سوچ اور رویے پر اثرانداز ہوئی تھیں۔ جہاں تک خود ایوان فیودرووچ کا تعلق ہے، وہ ان بحثوں میں اس لیے شریک ہوتا تھا کیونکہ اغلباً یا تو وہ بور ہو چکا ہوتا تھا یا پھر اسے کسی ایسے شخص کی ضرورت محسوس ہوتی تھی جسے وہ لعنت ملامت کر سکے یا ڈانٹ سکے اور یوں اپنی تفریح کا سامان نکال سکے۔ چونکہ اسے اور کوئی بہتر صورت دکھائی نہیں دیتی تھی، وہ تفریح کے اسی ذریعے کو غنیمت تصور کرنے لگتا تھا اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتا تھا۔ سمردیاکوف نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں خود مجھ سے اپنی اس ذہنی کیفیت کا ذکر کیا تھا، جس میں سے اسے اپنے آقا کے گھر میں گزرنا پڑتا تھا۔'' ایپولیت کیریلووچ نے وضاحت کرتے ہوئے کہا، ''اور دوسرے بھی ـــــ جن میں ملزم، ملزم کے بھائی، بلکہ مرحوم فیودر پاولووچ کا ملازم گریگوری بھی شامل ہیں اور جو سب کے سب لازماً اسے قریب سے جانتے ہوں گے ـــــ اس کا ذکر کر چکے ہیں۔

''سمردیاکوف کو اپنی زندگی میں جن دشواریوں اور نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑا وہ تو اپنی جگہ تھے ہی، لیکن ان کے علاوہ وہ مرگی کا مریض بھی بن گیا تھا اور اس مرض نے اس کا بالکل ہی بھرکس نکال دیا تھا۔ چنانچہ ان سب چیزوں سے مل ملا کر نتیجہ یہ نکلا کہ وہ مرغی کے چوزے سے بھی زیادہ ڈرپوک بن گیا۔ 'وہ میرے قدموں پر گر جاتا اور انہیں چومنے لگتا تھا،' خود ملزم نے یہ اندازہ لگانے سے پہلے کہ اس قسم کا بیان خود اس کے اپنے لیے ضرر رساں ثابت ہو سکتا ہے، اس کے متعلق رائے دیتے ہوئے ہمیں بتایا تھا۔ اور ملزم نے اپنی مخصوص زبان استعمال کرتے ہوئے سمردیاکوف کا

جن الفاظ میں نقشہ کھینچا تھا، ان کے مطابق 'وہ مرگی کا مارا ہوا چوزہ' تھا۔ اور یہی وہ شخص تھا جسے ملزم نے (جیسا کہ وہ خود اپنی گواہی میں بیان کر چکا ہے) اپنا رازدان بنانے کے لیے منتخب کیا تھا اور اس نے اسے اس حد تک ہراساں اور خوف زدہ کر دیا تھا کہ انجام کار وہ اس کا مخبر اور پیام بر بننے کے لیے تیار ہو گیا۔ گھریلو مخبر کی حیثیت سے اس نے اپنے آقا سے غداری کی، ملزم کو اس لفافے کی موجودگی کی اطلاع دی جس میں روپیہ تھا اور اسے اس سگنل کے متعلق بتایا جس کی مدد سے وہ اس کے آقا تک رسائی حاصل کر سکتا تھا۔ وہ اسے یہ سب کچھ بتائے بغیر اور کر بھی کیا سکتا تھا! 'وہ مجھے ہلاک کر دیتا، مجھے اس کے اطوار سے صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ مجھے یقیناً ہلاک کر دیتا' اس نے تفتیش کے دوران میں کہا تھا اور اس حقیقت کے باوجود کہ اسے ذہنی ایذائیں پہنچانے والا جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچ چکا تھا اور کسی صورت میں بھی اس سے انتقام نہیں لے سکتا تھا، اس کا محض تصور ہی اسے لرزہ براندام کرنے کے لیے کافی تھا۔ 'حضور، وہ ہر گھڑی، ہر آن مجھ پر شک کرتا رہتا تھا، چنانچہ اپنی جان کے خوف سے اور اس کا غصہ فرو کرنے کے ارادے سے میں عجلت سے اسے ہر راز سے آگاہ کرتا رہا — تاکہ، حضور، میں اس پر یہ ثابت کر سکتا کہ میں بے گناہ ہوں، تاکہ وہ میری جان بخش سکتا اور مجھے گناہوں سے تائب ہونے کا موقع دے سکتا۔' یہ عین مِین اس کے اپنے الفاظ تھے۔ میں نے انہیں لکھ لیا تھا تاکہ میں کہیں انہیں بھول نہ جاؤں۔ 'جونہی وہ مجھ پر چیخنا چلانا شروع کرتا، میں فوراً اس کے قدموں میں گر جاتا۔'

''وہ فطرتاً دیانت دار شخص تھا۔ ماضی میں ایک خاص موقع پر اس کے مالک کا کچھ روپیہ کھو گیا تھا۔ اتفاق سے سمردیاکوف کو یہ رقم مل گئی اور اس نے جھٹ پٹ اسے اپنے آقا کو لوٹا دیا۔ اس کا آقا اس کی ایمانداری سے بہت خوش ہوا اور وہ اس پر اعتماد کرنے لگا۔ چونکہ سمردیاکوف فطرتاً نہایت دیانت دار اور قابل اعتماد نوجوان تھا، اس لیے یہ فرض کر لینا بالکل مناسب ہو گا کہ جب بھی وہ اپنے آقا سے غداری کرتا تھا جسے وہ اپنا محسن سمجھتا تھا اور اس لیے اس کا بے حد احترام کرتا تھا، تو اسے سخت ذہنی اذیت پہنچتی ہو گی۔ طب نفسی کے بڑے بڑے ماہرین ہمیں بتاتے ہیں کہ جو لوگ بُری طرح مرگی کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں، وہ ہمیشہ مسلسل اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مریضانہ طور پر اپنی ملامت آپ کرنے پر مائل رہتے ہیں، انہیں ان کا احساسِ جرم اذیت پہنچاتا رہتا ہے اور ان کا ضمیر بلاوجہ انہیں اکثر کچوکے لگاتا رہتا ہے۔ وہ اپنی تقصیر کے بارے میں مبالغہ آرائی کرتے رہتے ہیں اور اپنے آپ کو ہر قسم کے خیالی جرائم کے ذمے دار ٹھہرانے لگتے ہیں۔ اس شخص کو خوف اور دھمکیوں کے باعث آسانی سے اپنے جرم اور اپنی مجرمانہ ذہنیت کا یقین آ جاتا ہے۔

''درحقیقت سمردیاکوف کو ایک طرح کی سنگین پیش اندیشگی ہونے لگی تھی کہ اس کی آنکھوں

کے سامنے جو واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں، ان کا انجام کسی المیے پر ہو گا۔ جب متوقع المیے کے پیش آنے سے پہلے ہی فیودر پاولووچ کا منجھلا بیٹا ایوان فیودورووچ ماسکو جانے کے لیے پر تول رہا تھا، اس نے اس سے دست بستہ التجا کی تھی کہ وہ جانے کا ارادہ ترک کر دے اور یہیں ٹھہرا رہے، لیکن چونکہ وہ بنیادی طور پر بزدل آدمی تھا، اس میں اس سے صاف صاف بات کرنے اور قطعی طور پر یہ بتانے کا حوصلہ نہیں تھا کہ وہ کس چیز سے خائف ہے اور اسے کیوں روکنا چاہتا ہے، اس نے محض اشاروں کنایوں سے اپنا مطلب سمجھانے پر اکتفا کر لیا لیکن ایوان فیودورووچ اس کے اشارے سمجھنے میں ناکام رہا۔ یہاں یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ وہ ایوان فیودورووچ کو اپنا ایک قسم کا محافظ تصور کرتا تھا۔ اس کا پختہ خیال تھا کہ ایوان فیودورووچ ایک قسم کی ضمانت ہے، جب تک وہ موجود ہے، گھر میں کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آئے گا۔ دمتری کرامازوف نے نشے کی حالت میں جو خط لکھا تھا، اس کے ایک جملے پر غور فرمائیں: 'میں بوڑھے کو ہلاک کر دوں گا بشرطیکہ ایوان جا چکا ہو۔' اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایوان کی موجودگی گھر میں امن اور شانتی کی ضمانت تھی۔

''وہ چلا جاتا ہے، اور اس کی روانگی کے تقریباً فوراً بعد، ایک گھنٹے کے اندر اندر، سمردیاکوف پر مرگی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ یہ دورہ کیوں پڑا؟ اس کا سمجھنا کوئی دشوار امر نہیں۔ یہاں یہ بات پیش نظر رکھی جانا چاہیے کہ سمردیاکوف جن اندیشوں میں گھرا ہوا تھا اور اس پر جو مایوسی چھائی ہوئی تھی، اس کے سبب اسے کئی دنوں سے خاص طور پر احساس ہو رہا تھا کہ اس پر ایک بار پھر مرگی کا دورہ پڑ سکتا ہے اور اسے یہ دورہ پڑتا ہی تب تھا جب وہ اعصابی کشیدگی اور جذباتی اتھل پتھل کا شکار بنتا تھا۔ یہ دورہ کب پڑے گا، یہ درست ہے کہ اس کے صحیح دن اور وقت کا تعین نہیں کیا جا سکتا، لیکن مرگی کے ہر مریض کو اس کا پیشگی احساس ضرور ہونے لگتا ہے۔ یہ بہرحال مسلمہ طبی رائے ہے۔ اور چنانچہ جونہی ایوان فیودورووچ رخصت ہوا، سمردیاکوف کو کچھ یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کا کوئی پُرسانِ حال نہ رہا ہو، اسے بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا ہو، اور یہی سوچتے ہوئے وہ کسی گھریلو کام کی غرض سے تہہ خانے کی سیڑھیاں اترنے لگا۔ 'مجھ پر دورہ پڑے گا یا نہیں پڑے گا؟ اگر پڑ گیا پھر کیا ہو گا؟' اور اس پر واقعی جو دورہ پڑا، اس کی صحیح صحیح وجہ بالکل یہی تھی کہ اسے بے چینی ہو رہی تھی، اسے پریشانیاں گھیر رہی تھیں، سوالات اس کے ذہن میں سر اٹھانے لگے تھے۔ چنانچہ اس کی صوتی رگیں اینٹھنے لگیں جیسا کہ مرگی کا دورہ پڑتے وقت ہوتا ہے اور انجام یہ ہوا کہ وہ بے ہوش ہو گیا اور اسی عالم میں سیڑھیوں سے تہہ خانے کے فرش پر جا گرا۔ یہ جو کچھ ہوا، بالکل فطری طور پر ہوا لیکن بعض لوگ اسے بھی شک کی نگاہوں سے دیکھنے لگے ہیں، انہیں اس میں اس امر کی علامت، اس امر کا اشارہ نظر آنے لگا ہے کہ وہ عمداً دورے کا ڈھونگ رچا رہا تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر

اس نے دورے کا ڈھونگ عمداً رچایا تھا، تو کیوں رچایا تھا؟ اسے اس سے کیا حاصل ہوتا؟ اس کا اس سے مقصد کیا تھا؟ میں اب طبی نقطۂ نظر سے بات نہیں کر رہا۔ کہا جا رہا ہے سائنس نے ٹھوکر کھائی ہے، غلطی کی ہے، ڈاکٹر حقیقت اور افسانے کے مابین فرق کرنے میں ناکام رہے ہیں ــــ بہت اچھا، ہم مان لیتے ہیں کہ آپ کی بات درست ہے لیکن خدارا میرے اس سوال کا جواب تو دیں: اسے اس دورے کا ڈھونگ رچانے کی ضرورت کیا تھی؟ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ وہ قتل کا فیصلہ کر چکا تھا، وہ تیز ترین اور مؤثر ترین طریقے سے پیشگی اپنی جانب توجہ دلانا چاہتا تھا؟

''معزز اراکین جیوری، یاد رکھیں جس رات جرم کا ارتکاب ہوا، فیودر پاولووچ کے گھر میں پانچ اشخاص موجود تھے: پہلا تو خود فیودر پاولووچ تھا لیکن اس نے خود اپنے آپ کو ہلاک نہیں کیا تھا، اس میں کوئی ابہام نہیں، یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ دوسرا اس کا ملازم گریگوری تھا مگر وہ خود بمشکل مرتے مرتے بچا تھا۔ تیسری گریگوری کی اہلیہ، ملازمہ مارفا اگناتیونا تھی لیکن یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ اس نے اپنے مالک کو ہلاک کرنے کے جرم کا ارتکاب کیا ہو گا۔ چنانچہ صرف دو اشخاص باقی بچے ہیں جو شبے کی زد میں آتے ہیں، ان میں سے ایک ملزم اور دوسرا سمردیاکوف ہے۔ چونکہ ملزم نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ قتل کا ارتکاب اس نے نہیں کیا، تو کہنا یہ پڑے گا کہ اس کا ارتکاب سمردیاکوف نے کیا ہو گا کیونکہ کوئی اور شخص ایسا نہیں جس پر شبہ کیا جا سکے، جس کے سر قتل کا الزام تھوپا جا سکے۔ چنانچہ آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ اس بدقسمت احمق آدمی کے خلاف، جس نے کل اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لی تھی، یہ جو غیر معمولی، عیارانہ اور گھمبیر الزام لگایا گیا ہے، وہ کن لوگوں نے لگایا ہو گا! آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس پر الزام لگانے کی صرف اور صرف ایک وجہ ہے ــــ اور وہ وجہ یہ ہے کہ انہیں کوئی اور شخص ملا ہی نہیں (جس پر الزام لگایا جا سکتا)! اگر کسی دوسرے شخص پر شک کی معمولی سی بھی گنجائش ہوتی تو مجھے یقین ہے کہ خود ملزم کو بھی سمردیاکوف پر الزام لگاتے شرم محسوس ہونے لگتی وہ اور کسی چھٹے شخص پر الزام دھر دیتا کیونکہ سمردیاکوف کو اس قتل کا ملزم ٹھہرانا پرلے درجے کی حماقت ہو گی۔

''معزز اراکین جیوری، آئیں، ہم نفسیات کو ایک طرف رکھ دیتے ہیں، آئیں، ہم طب کو ایک طرف رکھ دیتے ہیں، آئیں، ہم منطق کو ایک طرف رکھ دیتے ہیں، آئیں، ہم حقائق، صرف حقائق کا جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ ہمیں کیا بتاتے ہیں۔ آئیں، ہم فرض کر لیتے ہیں کہ قتل کا ارتکاب سمردیاکوف نے ہی کیا ہو گا۔ لیکن کیسے؟ اکیلے یا ملزم کے ساتھ مل کر؟ آئیں، فی الحال ہم پہلی بات پر غور کرتے ہیں کہ سمردیاکوف نے اکیلے قتل کا ارتکاب کیا تھا۔ اگر واقعی اس نے یہ کام کیا تھا، پھر ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ اس کا مقصد کیا تھا، اسے حاصل کیا ہونا تھا۔ اس سلسلے میں ہم اتنا

ضرور کہہ سکتے ہیں کہ جن محرکات ــــ یعنی نفرت، حسد وغیرہ وغیرہ ــــ نے ملزم کو شہہ دی ہو گی، وہ سمردیاکوف کے بالکل نہیں ہو سکتے تھے۔ البتہ یہ دعویٰ ضرور کیا جا سکتا ہے کہ اس نے یہ قتل روپے کی خاطر، ان تین ہزار روبلوں کے حصول کے لیے کیا ہو گا جنہیں اس نے اپنی آنکھوں سے اپنے آقا کو لفافے میں رکھتے دیکھا تھا۔ چنانچہ قتل کا فیصلہ کرنے کے بعد وہ ایک اور شخص کو ــــ اور یہ شخص کون ہے؟ یہ ملزم کے ماسوا اور کون ہو سکتا ہے جس کا اس معاملے سے بڑا قریبی مفاد وابستہ تھا ــــ رقم اور سگنلوں کے متعلق بتا دیتا ہے: لفافہ کہاں پڑا ہے، اس کے اوپر کیا لکھا ہوا ہے، اسے کس چیز سے باندھا گیا ہے اور سب سے بڑھ کر، جی ہاں، سب سے بڑھ کر وہ اسے ان سگنلوں کے متعلق بتا دیتا ہے جن کی مدد سے وہ مکان میں داخلہ حاصل کر سکتا ہے۔ کیا اس نے یہ سب کچھ اس لیے کیا تھا کہ وہ اپنے آپ سے غداری کرنا چاہتا تھا، اپنے آپ کو پکڑوانا، گرفتار کرانا، چاہتا تھا؟ یا اسے کسی ایسے شخص کی تلاش تھی جو خود مکان کے اندر جاتا اور لفافے کو اپنے قبضے میں لینا چاہتا تھا؟ شاید اس کا جواب مجھے یہ دیا جائے کہ اس نے یہ سب کچھ محض اس لیے بتایا تھا کیونکہ وہ خوف زدہ تھا۔ واقعی؟ ذرا ٹھہریں اور سوچیں کہ کیا وہ شخص، جس نے اس قسم کے دلیرانہ اور سنگ دلانہ قتل کا منصوبہ بنایا اور پایۂ تکمیل تک پہنچایا تھا، ایسے حقائق طشت از بام کرے گا جنہیں پوری دنیا میں صرف وہی جانتا تھا اور جنہیں، اگر وہ ان کے بارے میں اپنی زبان بند رکھتا، دنیا کا کوئی شخص کبھی نہ جان پاتا؟

''نہیں، حضرات، بالکل نہیں، وہ کتنا ہی ڈرپوک کیوں نہ ہوتا، اس قسم کے جرم کا منصوبہ بنانے کے بعد وہ ان کے بارے میں کبھی کسی کو کچھ نہیں بتا سکتا تھا ــــ کم از کم لفافے یا سگنل کے متعلق وہ بالکل ہی کچھ نہ کہتا کیونکہ ایسا کرنے کی صورت میں وہ اپنے آپ کو الزام کی زد میں دے دیتا۔ اگر کسی شخص نے اس سے معلومات کا تقاضا کیا ہوتا، وہ عمداً کوئی چیز گھڑ سکتا تھا، کوئی جھوٹ بول سکتا تھا مگر وہ ان دوسری چیزوں کے بارے میں ایک لفظ بھی اپنے منہ سے نہ نکالتا۔ اس کے برعکس، میں اپنی بات پھر دہراتا ہوں، اگر وہ روپے کی موجودگی کے متعلق خاموش رہتا اور اپنے آقا کو قتل کرنے کے بعد اسے اٹھا کر لے جاتا، پوری دنیا میں کوئی شخص بھی اس پر قتل کا الزام نہ لگا سکتا کیونکہ وہ بہرحال واحد شخص تھا جس نے روپیہ دیکھا تھا یا جانتا تھا کہ یہ گھر میں موجود ہے۔ اگر اس پر الزام لگتا بھی تو یقیناً یہ فرض کر لیا جاتا کہ اس نے اپنے آقا کو کسی اور مقصد کے پیشِ نظر قتل کیا ہو گا۔ لیکن چونکہ کوئی شخص بھی اس کی ذات کے ساتھ کوئی محرک وابستہ نہیں کر سکا تھا ــــ اس کے برعکس بھی جانتے تھے کہ اس کا آقا اسے پسند کرتا ہے اور اس نے اسے اپنے اعتماد میں لے رکھا ہے ــــ تو اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جن اشخاص کو مشتبہ ٹھہرایا جاتا، وہ ان سب میں آخری ہوتا۔ سب سے پہلے شبہ اُس شخص پر پڑتا جس کا کوئی مقصد تھا اور جس نے اس مقصد کو چھپانے کی کوئی کوشش نہیں

کی تھی بلکہ گلی گلی ہر کہہ ومہ کو اس کے بارے میں بتاتا پھرتا رہا تھا ــــــ مختصراً یہ کہ شبہ مقتول کے بیٹے دمتری فیوروروچ پر کیا جاتا۔ یوں قتل اور چوری دونوں کا ارتکاب کیا تو سردیاکوف نے ہوا کر الزام بیٹے پر آتا ــــــ اس سے سردیاکوف فائدے ہی فائدے میں رہتا، ٹھیک؟ لیکن قتل کا منصوبہ بنانے کے بعد سردیاکوف بیٹے دمتری کے پاس جاتا ہے اور اسے روپے، لفافے اور سگنل کے بارے میں پیشگی معلومات فراہم کر دیتا ہے ــــــ یہ ہے ان کی منطق!

''اور پھر وہ دن آ جاتا ہے جب اس نے قتل کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانا ہوتا ہے ــــــ اور وہ کرتا کیا ہے؟ وہ دورے کا ڈھونگ رچاتا ہے اور سیڑھیوں سے نیچے گر جاتا ہے! کس لیے؟ بظاہر اس کی پہلی وجہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ ملازم گریگوری، جس نے اپنی بیماری کا علاج کرانے کے سلسلے میں اُس رات اپنے جسم پر لیپ کرانے کا منصوبہ بنا رکھا تھا، اپنا علاج ملتوی کر دے گا اور یہ دیکھتے ہوئے کہ گھر کی نگرانی کرنے کے لیے کوئی فرد باقی نہیں بچا، وہ چوکیداری کا فریضہ اپنے ذمے لے لے گا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس پر دورہ پڑنے کے بعد جب اس کے مالک کو احساس ہو گا کہ گھر کی نگہبانی کرنے کے لیے کوئی آدمی نہیں رہا، اپنے بیٹے سے بے حد خوف زدہ ہونے کے باعث (اس نے اپنے اس خوف کو کبھی چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی) اس کے شبہات دگنے ہو جائیں گے اور یوں وہ پہلے سے کہیں زیادہ چوکس ہو جائے گا۔ اور آخری وجہ یہ تھی (اور یہ انتہائی اہم وجہ ہے) کہ جب سردیاکوف کے متعلق یہ فرض کر لیا جائے گا کہ دورے نے اسے مفلوج کر دیا ہے، تو اسے اٹھا کر باورچی خانے میں نہیں، جہاں وہ ہمیشہ ہر شخص سے دور سویا کرتا تھا تاکہ وہ جب اس کا جی چاہے اندر آ جائے اور جب جی چاہے کہیں باہر چلا جائے، بلکہ معمول کے مطابق بیرونی مکان کے آخری سرے پر گریگوری اور مارفا اگناتیونا کے کمرے میں پہنچا دیا جائے گا جہاں اسے پارٹیشن کے پیچھے لٹا دیا جائے گا جو اُن کے پلنگ سے تین قدم سے زیادہ دور نہیں تھی ــــــ جب کبھی اس پر دورہ پڑتا تھا، اس کے آقا اور رحم دل مارفا اگناتیونا کے اصرار پر ہمیشہ یہی انتظام کیا جاتا تھا۔ یوں جب اسے وہاں لٹایا دیا جائے گا، پھر کیا ہو گا؟ پارٹیشن کے پیچھے اپنی نقلی بیماری کا زیادہ قابلِ یقین طریقے سے ڈھونگ رچائے رکھنے کی خاطر وہ بستر پر لیٹا غالباً کراہنے لگے گا اور ساری رات ان کی نیند میں خلل ڈالتا رہے گا (جیسا کہ درحقیقت گریگوری اور اس کی بیوی نے اپنی شہادتوں میں کہا بھی ہے)۔ اور وہ یہ سب کچھ محض اس لیے کر رہا تھا کہ موقع ملتے ہی اٹھے اور اپنے آقا کو آسانی سے قتل کر آئے۔

''لیکن آپ غالباً کہیں گے کہ اس نے یہ سب ڈھونگ رچایا ہی اس لیے تھا کہ اس پر شبہ نہ کیا جا سکے اور یہ کہ اس نے ملزم کو روپے اور سگنلوں کے بارے میں صحیح صحیح غالباً اس لیے بتایا ہو گا

تاکہ وہ اسے آنے اور قتل کا ارتکاب کرنے کی ترغیب دے سکے، اور جب وہ قتل کا ارتکاب کر چکے اور روپیہ لے کر چمپت ہو جائے، اور جاتے جاتے شور وغل کر جائے اور یوں گواہوں کو جگاتا جائے، تب اس کی یعنی سردیاکوف کی آنکھ کھل جائے گی، وہ اٹھے گا اور کمرے سے چل پڑے گا ــــــ کیا کرنے چل پڑے گا؟ آپ بھی بڑے نادان ہیں! حضرات، وہ اس لیے اٹھے گا اور کمرے سے باہر جائے گا تاکہ وہ اپنے مالک کا دوسری مرتبہ قتل کر سکے اور جو روپیہ پہلے ہی چرایا جا چکا ہے، اسے دوبارہ چرا سکے۔ معزز اراکین جیوری، آپ کی ہنسی نکل گئی ہے؟ اس قسم کی گئذ مڈ آرا پیش کرتے خود مجھے خفت محسوس ہو رہی ہے۔ پھر بھی سوچیں کہ ملزم جس چیز کا دعویٰ کر رہا ہے، وہ بالکل یہی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے، 'جب میں گھر سے جا چکا تھا، گریگوری کو مار کر بے ہوش کر چکا تھا اور شور وغل بپا کر چکا تھا، تب سردیاکوف کو موقع مل گیا، وہ اٹھا اور اس نے اپنے مالک کو نہ صرف قتل کر ڈالا بلکہ اسے لوٹ بھی لیا۔' میں تو یہ قیاس آرائی کرنے کی کوشش تک نہیں کروں گا کہ سردیاکوف نے یہ سب کچھ پیشگی کیسے سوچ لیا اور اس کا منصوبہ کیسے بنا لیا تھا۔ یعنی جھنجلاہٹ کا مارا اور غصے سے آگ بھبوکا بیٹا آئے گا، بڑے احترام کے ساتھ کھڑکی کے اندر جھانک کر دیکھے گا، حالانکہ اسے سگنلوں کے متعلق علم تھا، اس کے باوجود وہ اندر داخل ہونے کے لیے کچھ نہیں کرے گا بلکہ عجلت سے واپس چلا جائے گا اور سارا مالِ غنیمت سردیاکوف کے لیے چھوڑ جائے گا! حضرات، میں آپ سے نہایت سنجیدگی سے پوچھتا ہوں: سردیاکوف نے ٹھیک ٹھیک کس وقت قتل کا ارتکاب کیا ہو گا؟ صحیح وقت طے کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ اسے ذمے دار نہیں ٹھہرایا جا سکے گا۔

''لیکن اس پر مرگی کا جو دورہ پڑا تھا، وہ غالباً جعلی نہیں تھا، حقیقی تھا۔ وہ بیمار تھا، چیخ کی آواز سن کر اسے ہوش آ گیا، وہ اٹھا اور بیرونی مکان سے باہر نکل آیا ــــــ خیر، اس کے بعد کیا ہوا؟ اس نے اپنے گرد وپیش نظر دوڑائی اور سوچا، 'کیوں نہ اپنی مالک کو ٹھکانے لگا دوں؟' مگر اسے یہ کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ وہاں کون ہے، ہوا کیا ہے؟ یا وہ اس لمحے تک بے ہوش نہیں پڑا رہا تھا؟ حضرات، ہمیں اپنے تخیل کو بے لگام نہیں چھوڑنا چاہیے (اس کی بھی کوئی حد ہوتی ہے!)

''ممکن ہے تم ٹھیک کہتے ہو،' بعض ژرف نگاہ اور زیرک لوگ کہہ سکتے ہیں، 'اگر وہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہوں، پھر تم کیا کہو گے؟ اگر وہ قتل میں شریک ہوں اور انہوں نے رقم آپس میں بانٹ لی ہو، پھر؟'

''جی ہاں، اس قسم کے شبے کے لیے سنجیدہ وجوہ موجود ہیں اور اس کی تائید میں ٹھوس شہادت کے لیے ہمیں کوئی زیادہ دور دیکھنے کی ضرورت نہیں: ان میں سے ایک قتل کا ارتکاب کرتا ہے، سارا کھکھیڑ اٹھاتا ہے جبکہ دوسرا مزے سے بستر پر پڑا رہتا ہے اور بہانہ یہ کر رہا ہے کہ اس پر مرگی کا

دورہ پڑ چکا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس نے یہ سارا ڈھونگ محض اس لیے رچایا ہو گا کیونکہ وہ سب لوگوں کے دلوں میں شکوک ابھارنا اور اپنے آقا اور گریگوری دونوں کو خطرے کا احساس دلانا چاہتا ہو گا۔ آدمی سوچتا ہے کہ دونوں شریک جرم اشخاص کو اس قسم کا پاگلانہ منصوبہ بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟ لیکن جہاں تک سمردیاکوف کا تعلق ہے، اس کے متعلق غالباً یہ توقع نہیں کی جا رہی تھی کہ وہ کوئی فعال کردار ادا کر سکے گا، چونکہ وہ بیمار تھا، اس لیے وہ قتل میں صرف غیر متحرک شریک کار ہو گا اور جو شخص بیمار ہو، وہ ایسے منصوبوں میں صرف اسی قسم کا کردار ادا کرنے پر متفق ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زیر حراست ملزم نے اسے اس قدر ڈرا دیا ہو کہ وہ اتفاق کرنے پر مجبور ہو گیا ہو، اور اس نے محض اتنا وعدہ کیا ہو کہ وہ قتل کی مخالفت نہیں کرے گا مگر یہ پیشگی بھانپتے ہوئے کہ اسے شریک جرم ٹھہرایا جا سکے گا کیونکہ اس نے اپنے آقا کو قتل ہو جانے دیا تھا اور موقع پر نہ تو اس نے کوئی شور وغل کیا تھا اور نہ قتل کو روکنے کے لیے کسی قسم کی مزاحمت کی تھی، اس نے دمتری فیودرووچ سے بستر پر یوں لیٹے رہنے کی اجازت لے لی ہو جیسے اس پر واقعی مرگی کا دورہ پڑ چکا ہو اور کہا ہو، 'تم جس طرح جی چاہے، اسے قتل کر ڈالو، میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے!' لیکن اگر جو کچھ ہوا اسی طرح ہوا تھا، پھر بھی مرگی کا دورہ پڑنے پر گھر میں لازماً کھلبلی مچ جاتی اور دمتری کرامازوف اس کا پیشگی اندازہ کرتا ہوا اس قسم کے انتظامات پر کبھی صاد نہ کرتا۔ لیکن اگر بحث کی خاطر ہم فرض بھی کر لیں کہ وہ مان گیا ہو گا، پھر بھی قاتل یقیناً دمتری کرامازوف ہی ٹھہرتا اور اصلی قاتل یا قتل کی شہ دینے والا سمردیاکوف محض منفعل شریک کار ثابت ہوتا — شریک کار بھی کہاں، وہ تو اپنی مرضی کے خلاف اس منصوبے میں شریک ہوا تھا اور اس نے محض خوف کی وجہ سے قتل کا وقوعہ پیش آنے دیا تھا۔ ان دونوں باتوں میں جو فرق ہے، وہ بعد میں لازماً عدالت کے دھیان میں آ جاتا۔ لیکن درحقیقت ہوا کیا؟ جونہی ملزم کی گرفتاری عمل میں آئی، اس نے جھٹ پٹ سارا الزام سمردیاکوف پر، اکیلے سمردیاکوف پر دھر دیا۔ اس نے اس پر یہ الزام نہیں لگایا تھا کہ وہ جرم میں اس کا شریک تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ اس نے تن تنہا جرم کا ارتکاب کیا تھا، 'اس نے یہ کام اکیلے سرانجام دیا تھا' اس نے کہا تھا، 'قتل اور چوری دونوں کا ارتکاب صرف اسی نے کیا تھا، یہ سب کچھ اسی کا کیا دھرا ہے!' یوں اگر دو جرم کے ارتکاب کے فوراً بعد ایک دوسرے کو مجرم ٹھہرانے لگیں، پھر وہ ایک دوسرے کے شریک کیسے ہوئے؟ اس قسم کی صورت واقعتاً کبھی رونما نہیں ہوتی۔ پھر اس خطرے پر غور فرمائیں جو دمتری کرامازوف مول لے رہا تھا: کیونکہ قتل تو درحقیقت اسی نے کیا تھا جب کہ سمردیاکوف نے تو محض چشم پوشی کی تھی، وہ اس وقوعے کے دوران میں پارٹیشن کے پیچھے اپنے بستر پر لیٹا رہا تھا، اس میں شامل نہیں ہوا تھا، مگر اب سارا الزام اس کے سر تھوپا جا رہا ہے۔ کیا اس بات پر اس شخص کا، جو

محض پارٹیشن کے پیچھے بستر پر لیٹا رہا تھا، خون نہ کھول اٹھتا اور وہ محض اپنی کھال بچانے کے لیے ساری سچائی نہ اگل دیتا؟ 'منصوبہ بنایا تو ہم دونوں نے تھا، مگر جب عمل کا وقت آیا، میں اس میں شامل نہیں تھا۔ اسے میں نے یہ کام اس لیے کرنے دیا کیونکہ میں خوف زدہ ہو چکا تھا۔' یقیناً سمردیاکوف کی سمجھ میں اتنی بات ضرور آ گئی ہو گی کہ عدالت لازماً اس نتیجے پر پہنچ جائے گی کہ جرم میں اس کا حصہ کتنا بنتا ہے اور اس نے یہ اندازہ بھی ضرور کر لیا ہو گا کہ اگر اسے سزا ملی بھی تو اس سزا کے مقابلے میں کہیں کم ہو گی جو جرم کا ارتکاب کرنے والے بڑے ملزم کے حصے میں آئے گی۔ چنانچہ اس قسم کے شبہے کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی کہ وہ اصل حقیقت سے پردہ اٹھانے سے گریز کرتا، وہ حقیقت بتا دیتا اور لازماً بتا دیتا۔ تاہم ایسا ہوا نہیں۔ اس امر کے باوجود کہ مدعا علیہ ہمہ وقت بڑے یقین کے ساتھ صرف اسے مورد الزام ٹھہراتا رہا تھا اور بار بار بڑے اصرار کے ساتھ اسے واحد قاتل قرار دیتا رہا تھا، سمردیاکوف نے شراکت کے امکان کے بارے میں ایک لفظ بھی کہنا گوارا نہ کیا۔

"مزید برآں یہ سمردیاکوف ہی تھا جس نے تفتیش کنندگان کے سامنے یہ انکشاف کیا تھا کہ اس نے خود روپے والے لفافے اور سگنل کے متعلق ملزم کو بتایا تھا اور یہ کہ اگر وہ ذاتی طور پر اسے یہ سب کچھ نہ بتاتا، اسے کبھی کسی چیز کا علم نہ ہو پاتا۔ اگر وہ واقعی شراکت کا مجرم ہوتا، تو کیا وہ اتنی آسانی سے تفتیش کنندگان کو بتا دیتا کہ اس نے تمام معلومات خود ملزم کو فراہم کی تھیں؟ اس کے برعکس وہ لیت ولعل سے کام لیتا اور یقیناً حقائق کو مسخ کر کے اور ان کی اہمیت گھٹا کر پیش کرتا۔ لیکن اس نے نہ تو حقائق کو مسخ کیا اور نہ ان کی اہمیت گھٹانے کی کوئی کوشش کی۔ صاف ظاہر ہے کہ اس نے جو طرز عمل اپنایا، وہ ایک بے گناہ شخص کا طرز عمل ہے نہ کہ ایک ایسے شخص کا جو اس لیے خوف زدہ ہے کہ کہیں اس پر شراکت کا الزام نہ لگ جائے۔ اور کل اس نے گھمبیر پژمردگی کے عالم میں، جس کا باعث اس کی مرگی کی بیماری اور یہ الم ناک وقوعہ بنا تھا، اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالا۔ اس نے اپنے پیچھے ایک رقعہ بھی چھوڑا ہے جسے اس نے اپنے مخصوص انداز سے لکھا تھا۔ 'میں اپنی مرضی سے اپنی زندگی کا خاتمہ کر رہا ہوں۔ چنانچہ کسی بھی دوسرے شخص کو اس کا ذمے دار نہ ٹھہرایا جائے۔' خیر، اگر وہ چاہتا تو اتنا مزید لکھ سکتا تھا، 'قاتل میں ہوں، کرامازوف نہیں!' لیکن اس نے لکھا نہیں۔ کیا اس کے ضمیر نے اسے ایک بیان تحریر کرنے پر تو اکسا دیا تھا اور دوسرا بیان لکھنے سے روک دیا تھا؟

"لیکن مجھے اپنی بات جاری رکھنے کی اجازت دیں۔ کچھ دیر پہلے ایک گواہ نے عدالت کو تین ہزار روبل دکھائے تھے اور دعویٰ کیا تھا، 'یہ وہ روپیہ ہے جو لفافے میں رکھا گیا تھا۔' (حضرات، یہ روپیہ مقدمے سے متعلق دوسری اشیاء کے ساتھ میز پر پڑا ہے، آپ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے

ہیں۔) یہ کل مجھے سمردیاکوف سے ملا تھا؛ اس نے ہمیں مزید بتایا تھا۔ لیکن معزز اراکین جیوری، آپ کو وہ نازیبا منظر یاد ہوگا جو یہاں پیش آیا تھا۔ مجھے آپ کو اس کی تفصیلات کی یاد دہانی کرانے کی ضرورت نہیں؛ تاہم آپ مجھے اپنی توجہ دو تین نکات کی طرف دلانے کی اجازت دیں۔ میں نے انہیں نسبتاً غیر اہم نکات میں سے جچ جچ اس لیے منتخب کیا ہے کیونکہ یہ ہیں ہی غیر اہم، چنانچہ انہیں اکثر لوگ آسانی سے نظر انداز کر سکتے اور بھلا سکتے ہیں۔ اول، ہم اس صورت حال کی طرف دوبارہ پلٹتے ہیں جب سمردیاکوف کو ضمیر کی کسک محسوس ہوئی، تو اس نے روپیہ واپس کر دیا اور بعد میں خودکشی کر لی۔ (اگر اسے ضمیر کی کسک محسوس نہ ہوتی، وہ کبھی رقم واپس نہ کرتا۔) اور جیسا کہ ایوان کرامازوف نے خود اقرار کیا ہے کہ سمردیاکوف نے ایوان کرامازوف کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف پہلی بار صرف کل کیا تھا۔ اگر اس نے اپنے جرم کا اعتراف اس سے پہلے کیا ہوتا، تو ایوان کرامازوف کو اتنی دیر تک روپیہ اپنے پاس چھپائے رکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ سمردیاکوف نے یہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی کہ اگلے روز قتل کے الزام میں ایک بے گناہ شخص کے خلاف مقدمے کی سماعت شروع ہو رہی ہے، اپنے خودکشی کے رقعے میں ساری سچائی کا اعتراف کیوں نہیں کیا تھا؟ میں پھر پوچھتا ہوں کہ اس نے پوری سچائی کا اعتراف کیوں نہیں کیا تھا؟

''اکیلا روپیہ کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر ایک ہفتہ قبل مجھے اور دو دوسرے اصحاب کو، جو اس عدالت میں موجود ہیں، محض اتفاق سے معلوم ہوا کہ ایوان فیودورووچ نے پانچ ہزار روبل کے بانڈ، جن پر سالانہ پانچ فیصد سود ملتا ہے اور یوں سود سمیت کل رقم دس ہزار روبل بن جاتی ہے، بھنانے کے لیے صوبائی صدر مقام بھیجے تھے۔ میں اس بات کا ذکر اس لیے کر رہا ہوں کیونکہ ہم میں سے کسی بھی شخص کی تحویل میں وقتاً فوقتاً اچھی خاصی رقم آ سکتی ہے۔ چنانچہ یہ جو تین ہزار روبل عدالت میں پیش کیے گئے ہیں، ان سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ فلاں ڈبے، فلاں بکس یا فلاں لفافے سے آئے ہیں۔

''دوسری بات یہ ہے کہ جب ایوان کرامازوف کو اصلی قاتل سے اتنی اہم معلومات حاصل ہو گئی تھیں، اس نے انہیں چھپائے کیوں رکھا؟ آخر اس نے فوراً ہمیں ان کے متعلق مطلع کیوں نہ کیا؟ اس نے معاملہ صبح تک معرضِ التوا میں کیوں ڈالے رکھا؟ میرا خیال ہے کہ میں اس سلسلے میں کچھ قیاس آرائی کی جسارت کر سکتا ہوں۔ اس گواہ کی دماغی کیفیت گزشتہ ایک ہفتے سے دگرگوں چلی آ رہی ہے۔ اس نے خود ڈاکٹر کے سامنے اعتراف کیا ہے کہ اسے بھوت پریت اور خیالی صورتیں نظر آتی رہتی ہیں، اس کی ان لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں جو اب اس دنیا میں موجود نہیں رہے۔ وہ شدید علالت کے ابتدائی مراحل میں سے گزر رہا ہے ـــــ درحقیقت آج اس پر فالج کا حملہ بھی ہو

چکا ہے ـــــ اور جب اسے غیر متوقع طور پر سمردیاکوف کے انتقال کی خبر ملتی ہے تو وہ اچانک اپنے آپ سے کچھ اس طرح استدلال کرنے لگتا ہے: 'یہ شخص تو مر چکا ہے، چنانچہ میں اس پر الزام لگا سکتا اور اپنے بھائی کو (سزا سے) بچا سکتا ہوں؛ میں نوٹوں کی گڈی اٹھاتا ہوں اور (عدالت میں جا کر) اعلان کر دیتا ہوں کہ سمردیاکوف نے یہ مجھے خودکشی کرنے سے پہلے دی تھی۔' آپ کہیں گے یہ تو بڑی شرم ناک حرکت ہے؛ اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے، دوسروں کو اس پر تہمتیں نہیں لگانا چاہئیں خواہ ان کا مقصد اپنے بھائی کو بچانا ہی کیوں نہ ہو۔ آپ جو کچھ فرماتے ہیں، بالکل درست فرماتے ہیں لیکن فرض کریں اس نے سوچا ہو کہ جو کچھ اس کے دل میں آیا ہے وہ بالکل صحیح ہے، فرض کریں کہ ملازم کی اچانک موت پر اس کا ذہنی توازن اس حد تک بگڑ گیا ہو کہ خود اسے یقین آ گیا ہو کہ جو کچھ ہوا، بالکل اسی طرح ہوا ہوگا جس طرح کہ اس نے سوچا ہے۔ کچھ دیر پہلے جو کچھ یہاں ہوا، اسے آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں، آپ یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ اس کی دماغی کیفیت کیا تھی۔ وہ اپنے پیروں پر کھڑا ضرور تھا اور باتیں بھی کر رہا تھا لیکن سوال پیدا ہوتا ہے: کیا اسے معلوم تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟

''اس بیمار شخص کے بیان کے بعد یہاں وہ خط پڑھ کر سنایا گیا جو ملزم نے جرم کا ارتکاب کرنے سے دو دن پہلے مس ورخوف تسیوا کے نام لکھا تھا اور جس میں اس نے اپنے اس جرم کی تمام تفصیلات بیان کی تھیں جو وہ کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ پھر ہمیں ادھر اُدھر دیکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جرم کا ارتکاب بالکل اسی طرح ہوا جس طرح کہ وہ خط میں بیان کیا گیا تھا اور اس کا مرتکب خط نویس کے ماسوا اور کوئی شخص نہیں تھا۔ جی ہاں، معزز اراکین جیوری، اس کا ارتکاب بالکل اسی طرح ہوا تھا جس طرح کہ اس نے اسے بیان کیا تھا! اور وہ خفت اور خوف کے عالم میں اپنے باپ کی کھڑکی سے بھاگا نہیں بھاگا تھا کیونکہ اسے پوری طرح یقین ہو چکا تھا کہ اس کی معشوقہ کمرے میں موجود ہے۔ اراکینِ جیوری، اس کے برعکس آپ جو بات بھی سوچیں گے، اس کی واقعات سے کوئی مطابقت نہیں ہوگی اور یوں وہ محلِ نظر ٹھہرے گی۔ میں زور دے کر کہتا ہوں کہ وہ موقع سے بھاگا نہیں تھا بلکہ وہ کمرے میں گیا تھا ـــــ اور اس نے اپنے ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا تھا۔ غالباً اس نے یہ حرکت شدید غصے کی حالت میں کی تھی، جونہی اس کی نظر اپنے رقیب پر پڑی ہوگی جس سے وہ خار کھاتا تھا، اس کا خون کھولنے لگا ہوگا، مگر جونہی وہ اسے موت کے گھاٹ اتار چکا ـــــ بظاہر اس نے یہ کام ایک ہی ضرب میں کر ڈالا تھا، پیتل کا جو موسل اس کے ہاتھ میں تھا، اس کا ایک وار کافی ثابت ہوا ـــــ اور جب وہ (کمرے کی) پوری طرح تلاشی لے چکا اور اس پر یہ عیاں ہو چکا کہ وہ تو وہاں آئی ہی نہیں، اس نے تکیے کے نیچے ہاتھ لے جانا اور وہاں سے لفافہ نکالنا، جس

میں رقم تھی، فراموش نہ کیا ـــــ وہی پھٹا ہوا لفافہ جو مقدمے سے متعلق دیگر اشیاء کے ساتھ یہاں اس میز پر پڑا ہوا ہے۔

"میں یہ ساری تفصیل اس لیے آپ کے گوش گزار کر رہا ہوں تاکہ میں آپ کی توجہ ایک ایسی صورتِ حال کی طرف منعطف کرا سکوں جو میرے نزدیک انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ کیا کوئی تجربے کار مجرم، خاص طور پر وہ جس کا واحد مقصد ڈاکازنی ہوتا، پھٹے ہوئے لفافے کو لاش کے قریب پھینک سکتا تھا جہاں یہ بعد میں پڑا ملا؟ خیر، آئیں، ہم مثال کے طور پر یہ فرض کر لیتے ہیں کہ قتل لوٹ مار کی غرض سے سمردیاکوف نے ہی کیا تھا۔ لیکن اگر قتل اس نے کیا ہوگا، وہ لفافہ یقیناً اپنے ساتھ لے جاتا، وہ لاش کے سرہانے کھڑے ہو کر اسے کھولنے کا تردّد تک نہ کرتا۔ اسے یقینی طور پر معلوم تھا کہ رقم اسی میں ہے کیونکہ جب رقم لفافے میں ڈالی گئی تھی اور اسے بند کیا گیا تھا، وہ وہاں موجود تھا۔ چنانچہ اگر وہ رقم سمیت لفافہ کھولے بغیر لے جاتا تو کسی بھی شخص کو یہ معلوم نہ ہو پاتا کہ یہاں چوری ہوئی ہے۔ اراکینِ جیوری، میں آپ سے پوچھتا ہوں: کیا سمردیاکوف اس قسم کی حرکت کرتا؟ کیا وہ لفافے کو فرش پر پھینکتا اور اسے وہیں چھوڑ کر چلتا بنتا؟ نہیں، یہ کام تو صرف اس شخص کا ہو سکتا ہے جس پر جنون طاری ہو چکا تھا، ایک ایسے شخص کا جس کی برے بھلے میں تمیز کرنے کی صلاحیت کو ضعف پہنچ چکا تھا، ایک قاتل کا، ایک چور کا، ایک ایسے شخص کا جس نے اس سے پہلے اپنی زندگی میں کبھی چوری نہیں کی تھی اور اس وقت جب وہ تکیے کے نیچے سے رقم اٹھا رہا تھا، تب بھی وہ یہ حرکت ایک عام چور کی طرح نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ تو اسے اپنی جائز ملکیت سمجھ رہا تھا اور اپنی دانست میں اپنا مال ایک چور سے واپس لے رہا تھا کیونکہ ان تین ہزار روبلوں کے متعلق اس کا انداز فکر بالکل یہی تھا، وہ اس کا خبط بن چکے تھے۔ چنانچہ جب وہ اس لفافے کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جاتا ہے جو اس نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا تو یہ دیکھنے کے لیے کہ اس میں رقم موجود بھی ہے یا نہیں، وہ اسے چاک کر دیتا ہے، رقم نکالتا ہے، جیب میں ڈالتا ہے، لفافہ وہیں فرش پر پھینکتا ہے اور وہاں سے فرار ہو جاتا ہے۔ وہ اتنا بھی نہیں سوچتا کہ وہ پھٹے ہوئے لفافے کی شکل میں اپنے خلاف پکا ثبوت چھوڑے جا رہا ہے۔ گرماگرمی میں جو شخص ذرا بھی سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا، وہ سمردیاکوف نہیں بلکہ دمتری کراماژوف ہے۔ وہ اندازہ ہی نہیں لگا پاتا کہ اس کی جلد بازی کے نتائج کیا برآمد ہوں گے! اسے تو بس فرار کی جلدی ہے اور وہ اندھا دھند بھاگنے لگتا ہے۔ (اتنے میں) اسے زور کی چیخ سنائی دیتی ہے جب ملازم پیچھے سے اس کے قریب آ پہنچتا ہے، وہ ملزم کو پکڑ لیتا ہے، اسے روک لیتا ہے، مگر جب اس کے سر پر پیتل کے موسل کی ضرب پڑتی ہے، تو وہ بے بسی کے عالم میں نیچے زمین پر گر پڑتا ہے۔

"ملزم کو اس پر رحم آ جاتا ہے اور وہ نیچے چھلانگ لگا دیتا ہے۔ ذرا تصور کریں ہم سے یہ توقع کی جا رہی ہے کہ ہم یہ مان لیں گے کہ عین اس وقت اسے ترس آ گیا تھا، رحم آ گیا تھا اور اس نے چھلانگ اس لیے لگائی تھی کیونکہ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ اس کی مدد کر سکتا ہے یا نہیں۔ واقعی اس قسم کے رحم کی نمائش کرنے کا کیا مناسب موقع تھا؟ نہیں، وہ غلط کہتا ہے۔ اس نے چھلانگ کیوں لگائی تھی، یہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ اس نے چھلانگ محض اس لیے لگائی تھی کیونکہ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ جرم کا گواہ ابھی زندہ ہے یا نہیں۔ کوئی بھی دوسرا جذبہ، کوئی بھی دوسرا محرک غیر فطری ہوتا! اس بات پر غور فرمائیں کہ اسے گریگوری کی کتنی فکر تھی، وہ رومال سے اس کا سر صاف کرتا ہے اور جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ مر چکا ہے، وہ خون میں لت پت دیوانہ وار دوبارہ اپنی معشوقہ کے مکان کی طرف بھاگنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اسے یہ خیال ہی نہ آیا ہو کہ وہ خون میں لت پت ہو رہا ہے اور اگر اسے اس حالت میں دیکھ لیا گیا تو اسے فوراً گرفتار کر لیا جائے گا؟ لیکن ملزم ہمیں یقین دلاتا ہے کہ اس نے اس حقیقت کی طرف توجہ ہی نہیں دی تھی کہ وہ خون میں لت پت ہو رہا ہے: اس کا یہ دعویٰ درست ہو سکتا ہے، اس کا واضح طور پر امکان موجود ہے، ان حالات میں مجرم بیشتر اسی قسم کا وتیرہ اختیار کرتے رہتے ہیں ـــــ ایک معاملے میں وہ بے حد عیار، حسابی کتابی اور احتیاط پسند ہوتے ہیں لیکن دوسرے معاملے میں وہ سوجھ بوجھ سے بالکل عاری ہو جاتے ہیں۔ یہی حال مدعا علیہ کا تھا۔ اس وقت اس کے دماغ میں صرف ایک بات سمائی ہوئی تھی: وہ کہاں چلی گئی ہے؟ وہ جلد از جلد معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کہاں موجود ہوگی۔ چنانچہ وہ بھاگم بھاگ اس کے گھر پہنچا، لیکن وہاں پہنچنے کے بعد اسے بالکل ہی غیر متوقع اور ہوش ربا خبر ملی: وہ اپنے 'سابقہ'، اپنے 'غیر متنازعہ' کے ساتھ موکرائی چلی گئی ہے!"

9

نفسیات کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دی جاتی ہیں۔ تیز رفتار ٹرائیکا۔ وکیل استغاثہ کے اختتامی کلمات

بظاہر یہی نظر آ رہا تھا کہ ایپولیت کیریلووچ نے واقعات کو ان کی بالکل صحیح تاریخی ترتیب سے

بیان کرنے کا عزم کا باندھ رکھا ہے۔ اس جیسے بھی انتہائی اعصاب زدہ مقررین کا عموماً یہی شیوہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے انہیں اپنے استدلال کو واضح طور پر متعین شدہ حدود کے اندر رکھنے میں مدد ملتی ہے اور یہ انہیں ان کے جوش و خروش کی وجہ سے جذبات کی رو میں بہنے سے روکتی ہے۔ اپنی تقریر کے اس مقام پر پہنچنے کے بعد اس نے گروشینکا کے 'سابقہ' اور 'غیر متنازعہ' کا تفصیل سے ذکر کرنے کا تہیہ کر لیا اور اس نے اس موضوع کے متعلق متعدد دلچسپ خیالات پیش کیے۔

''معلوم ہوتا ہے کہ دمتری کراماز وف نے، جو پاگلانہ انداز سے ہر شخص سے حسد کرتا تھا، 'سابقہ' اور 'غیر متنازعہ' کے سامنے اچانک اور مکمل طور پر اپنی شکست تسلیم کر لی تھی اور اسے (صحیح حق دار) تسلیم کر لیا تھا۔ اس کا یہ رویہ بالکل عجیب معلوم ہونے لگتا ہے کیونکہ اس سے پہلے اس نے اس نئے خطرے کو، جو غیر متوقع رقیب کی شکل میں اس کے سر پر منڈلا رہا تھا، پرکاہ کے برابر بھی اہمیت نہیں دی تھی۔ لیکن چونکہ کراماز وف آگا پیچھا نہیں دیکھتے، صرف حال میں زندہ رہتے ہیں، اسے خیال آیا کہ یہ خطرہ ابھی بہت دور ہے۔ وہ غالباً اسے محض اپنے تخیل کی پیداوار گردانتا تھا۔ لیکن اس کے جراحت زدہ اور محبت دریدہ دل کو فوراً احساس ہو گیا کہ یہ عورت اس کے رقیب کی موجودگی محض اس لیے اس سے چھپاتی رہی ہے اور اسے دھوکا دیتی رہی ہے کیونکہ وہ اور تو سب کچھ ہو سکتا ہے مگر تخیل کی پیداوار یا خیالی پیکر ہرگز نہیں ہو سکتا، وہ غالباً اس کی تمام امیدوں کا مرکز، اس کے لیے ہر چیز کی کامل مثال ہے؛ جونہی وہ یہ بات سمجھ گیا، وہ راضی برضا ہو گیا۔

''خیر، معزز اراکینِ جیوری، میں ملزم کے کردار کے اس امتیازی وصف سے صرف نظر نہیں کر سکتا کیونکہ آدمی اس سے باقی سب چیزوں کی توقع تو کر سکتا ہے، اس کی بالکل نہیں۔ اس کے دل میں اچانک سچائی کی زبردست خواہش پیدا ہو جاتی ہے، اسے ایک عورت کا احترام کرنے، اس کے روحانی حقوق تسلیم کرنے کی ضرورت کا احساس ہونے لگتا ہے اور یہ سب کچھ عین اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کی خاطر اپنے باپ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کر چکا ہوتا ہے! یہ بھی درست ہے کہ اس وقت وہ خون، جو بہایا جا چکا تھا، انتقام کی دہائی دینے لگا تھا؛ کیونکہ اپنی روح اور اپنے ارضی مقدر کو کامل تباہی کے غار میں دھکیلنے کے بعد وہ یقیناً اپنے آپ سے یہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکا ہو گا کہ اب وہ اس عورت کو، جو اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی، اس شخص کے مقابلے میں کیا پیش کر سکتا ہے جو اس کا 'سابقہ' اور 'غیر متنازعہ' تھا، جو ایک مرتبہ اسے برباد کر چکا تھا لیکن جو اب اپنے کیے پر تائب ہو چکا تھا، اس کے لیے اپنے دل میں نئی محبت سمائے واپس آ چکا تھا، اسے باعزت زندگی گزارنے کی پیشکش کر رہا تھا، اس کے ساتھ نئی اور پُر محبت رفاقت کا عہد کر رہا تھا؟ جبکہ میں، بدطالع اور حرماں نصیب، اسے اب کیا دے سکتا ہوں یا اسے کیا پیش کر سکتا ہوں؟

''دمتری کراماز وف یہ سب کچھ سمجھتا تھا، وہ جانتا تھا کہ جرم کا ارتکاب کر کے اس نے اپنا سارا مستقبل داؤ پر لگا دیا ہے، وہ ایک ایسا شخص نہیں رہا تھا جسے اپنے سامنے طویل زندگی نظر آ رہی ہو بلکہ وہ تو عنقریب محض سزا یافتہ مجرم بن کر رہ جائے گا! اس احساس نے اسے بالکل کچل کر رکھ دیا، اسے ذہنی اذیت کے جہنم میں دھکیل دیا۔ چنانچہ اسے جھٹ پٹ ایک پاگلانہ منصوبہ سوجھتا ہے اور اس قسم کے کردار کے مالک شخص کو یہ منصوبہ اپنی تمام مشکلات کا واحد حل معلوم ہونے لگتا ہے، وہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کے مقدر میں بس یہی کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور یہ حل کیا تھا؟ خودکشی۔ وہ بھاگا بھاگا سول ملازم پرخوتین کے گھر پہنچتا ہے تاکہ اس سے وہ اپنے وہ پستول واپس لے سکے جو اس نے اس کے پاس گروی رکھے ہوئے تھے اور اس بھاگ دوڑ کے دوران میں وہ اضطراری طور پر اس رقم کو جیب سے نکال لیتا ہے جس کی خاطر اس نے ابھی ابھی اپنے باپ کا خون بہایا تھا۔ یہ روپیہ ہی تو تھا جس کی اس کو اس وقت شدید ضرورت تھی: اگر کراماز وف نے مرنا ہی ہے، اگر کراماز وف نے اپنے آپ کو گولی مارنا ہی ہے، تو یہ ایسا واقعہ ہو گا جو عجلت اور آسانی سے نہیں بھلایا جا سکے گا! وہ یونہی شاعر نہیں رہا ہے، اس نے اپنی ساری زندگی یونہی ضائع نہیں کی ہے، اس نے اپنا سب کچھ یونہی دونوں ہاتھوں سے برباد نہیں کیا ہے! اس نے یہ سب کچھ اُس (گروشینکا) کے لیے، صرف اُس کے لیے کیا ہے۔ 'میں اس کے، اس کے پاس جاؤں گا ـــــ اور وہاں، وہاں ایک ایسی یادگار دعوت کا اہتمام کروں گا کہ اس کے سامنے ماضی کی تمام دعوتیں ہیچ ہو کر رہ جائیں گی، لوگ ان سب کو بھول جائیں گے، صرف اسے یاد رکھیں گے اور برسوں اس کے متعلق باتیں کرتے رہیں گے۔ ہم اپنے بلند گلے سے چھت سر پر اٹھا لیں گے، ہم جپسیوں کی معیت میں انہی کے انداز میں پاگلوں کی طرح ناچیں گے، گائیں گے، پھر میں اس عورت کے اعزاز میں، جس کی میں پرستش کرتا ہوں، اپنا گلاس اوپر اٹھاؤں گا، اس کا جام صحت تجویز کروں گا اور اسے اس کی نو دریافت مسرت پر مبارک باد دوں گا، اس کے بعد میں اپنا سر اس کے قدموں میں رکھوں گا، اپنا بھیجا اڑاؤں گا اور اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں گا! پھر ایک دن آئے گا جب اسے میتیا کراماز وف یاد آئے گا! تب اس کی سمجھ میں آئے گا کہ میتیا اس سے کتنی محبت کرتا تھا! پھر اسے افسوس ہو گا، 'ہائے، یہ میں نے کیا کر دیا!'''

''اس سوچ میں، اس اندازِ فکر میں دلفریب، رومانی جنون کی کتنی بہتات ہے! کراماز وفوں جیسی کتنی پاگلانہ، بے ضبط جذباتیت ہے! اور معزز اراکینِ جیوری، اس میں یہی کچھ ہی نہیں، بلکہ ایک اور چیز بھی ہے، ایک ایسی چیز جو اس کی روح کی گہرائیوں میں چیخ رہی تھی، چلا رہی تھی، جو سفاکی سے اس کے دماغ کے پرخچے اڑا رہی تھی، اس کے دل کو ہلاکت خیز انداز سے مسموم کر رہی تھی اور یہ چیز، معزز اراکینِ جیوری، اس کا ضمیر تھی، اس کا ضمیر اس کا محاکمہ کر رہا تھا، اسے کچوکے لگا رہا اور

اسے اس کے کیے کی بھیانک سزا دے رہا تھا۔ اسے کوئی راہِ فرار نظر نہیں آ رہی تھی، رہ رہ کر بس یہی خیال سوجھ رہا تھا کہ پستول سب کچھ سلجھا دے گا، اس کا ہر مسئلہ حل کر دے گا، جس مشکل میں وہ پھنس چکا ہے، اس سے اسے باہر نکال دے گا، اس کے ماسوا اور کوئی صورت نہیں، اور کوئی حل نہیں ــــ مجھے نہیں معلوم کہ آیا اس لمحے دمتری کرامازوف نے یہ سوچا تھا یا نہیں: 'اس کے بعد وہاں کیا ہوگا؟' یا ہیملیٹ کی طرح وہ یہ سوچنے کے قابل تھا کہ اس کے بعد وہاں کیا ہوگا۔ نہیں، اراکینِ جیوری، نہیں، میں اس بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ دوسروں کے پاس اپنے اپنے ہیملیٹ ہیں، اب تک ہم روسیوں کے حصے میں صرف کرامازوف آئے ہیں!"

تیا نے جو تیاریاں اور انتظامات کیے تھے، یہاں اپولیت کیریلووچ نے ان کی تفصیلی تصویر پیش کی ــــ پرخوتین کے ہاں کیا پیش آیا تھا، دکان پر کیا ہوا تھا، کوچوانوں کے ساتھ کیا بیتا تھا، اس نے ان سب پر روشنی ڈالی۔ اس نے بے شمار لفظوں، ترکیبوں اور اشاروں کے حوالے دیے جن سب کی متعدد گواہ تصدیق کر چکے تھے۔ اور ان تمام چیزوں کا سامعین پر جو اثر ہوا، وہ بہت زبردست تھا۔ لیکن جس بات نے انتہائی خیرہ کن تاثر چھوڑا، وہ حقائق کی کلیت تھی۔ اس شخص کی تقصیر، جو اپنے پیچھے نشانات مٹانے کی کوئی کوشش کیے بغیر سرپٹ اِدھر اُدھر بھاگا پھر رہا تھا، اور بھی زیادہ ناقابلِ تردید معلوم ہونے لگی۔

"اس نے احتیاط برتنے کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہ کی،" اپولیت کیریلووچ نے کہا۔ "ایک دو مواقع پر اس نے تقریباً ہر چیز کا اعتراف کر لیا تھا، لفظی طور پر بے شک نہیں، لیکن اشارتاً اپنے جرم کو ضرور تسلیم کر لیا تھا۔" (یہاں گواہوں کے بیانات پڑھ کر سنائے گئے۔) "اس نے راستے میں اپنے کوچوان سے بھی چلا کر کہا تھا، 'تمہیں معلوم ہے تم قاتل کے ساتھ گفتگو کر رہے ہو؟' تاہم وہ سب کچھ بتانے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ نہ کر سکا: اسے سب سے پہلے مکرائی پہنچنا تھا اور وہاں اپنی نظم کو مکمل کرنا تھا۔ لیکن مکرائی میں اس بدقسمت شخص کی کیا چیز منتظر تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ مکرائی پہنچنے کے بعد چند ابتدائی لمحات ہی میں اسے بالآخر اندازہ ہو گیا تھا کہ 'غیر متنازعہ' رقیب غالباً اتنا بھی غیر متنازعہ نہیں اور یہ کہ وہ انہیں ان کی نویافت مسرت پر جو ہدیۂ تہنیت پیش کرے گا اور ان کے لیے جو جامِ صحت تجویز کرے گا، اسے نہ تو پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا اور نہ پذیرائی بخشی جائے گی۔ لیکن معزز اراکینِ جیوری، عدالتی تحقیق کے دوران میں جو حقائق منظرِ عام پر آئے تھے، آپ ان سے پہلے ہی آگاہ ہو چکے ہیں۔ کرامازوف کو اپنے رقیب کے خلاف جو کامرانی حاصل ہوئی، وہ بالکل کامل تھی اور اسے کسی صورت بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اس لمحے، جی ہاں بالکل اس

لمحے، اس کی روح مکمل طور پر بالکل نئے مرحلے میں داخل ہو گئی، اس کی روح جن مراحل میں سے گزر چکی تھی یا آئندہ اس کے جن مراحل میں سے گزرنے کا امکان تھا، یہ مرحلہ ان سب میں سے غالباً انتہائی ہیبت ناک تھا۔

"معزز اراکینِ جیوری،" اپولیت کیریلووچ نے زور دیتے ہوئے کہا، "یہ بات پورے تیقن سے کہی جا سکتی ہے کہ وہ فطرت، جس کی بے حرمتی کر دی گئی ہو اور وہ دل، جس کو جرم کا خوگر بنا دیا گیا ہو، انسانی انصاف سے کہیں زیادہ سخت انتقام لیتا ہے(111)! اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ دنیا میں جو انصاف کیا جاتا ہے اور جو سزا دی جاتی ہے، وہ فطرت کی سزا کی شدت میں تخفیف کرانے اور اس کا ڈنک نکالنے کا باعث بنتی ہے، چنانچہ یہ عین ممکن ہے کہ مجرم ان دونوں چیزوں (دُنیوی انصاف اور سزا) کی شدید آرزو کرنے لگے تاکہ وہ مایوسی کے نرغے سے نکل سکے۔ جب دمتری کرامازوف پر منکشف ہوا کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے اور یہ کہ وہ اس کی خاطر اپنے 'سابقہ اور غیر متنازعہ' کو ٹھکرا رہی ہے اور خود اسے یعنی تیا کو نئی زندگی کی طرف بلا رہی ہے، ایک ایسی زندگی کی نوید سنا رہی ہے جو مسرت و شادمانی سے بھرپور ہو گی، تو اسے ذہنی طور پر جو جھٹکا محسوس ہوا، اسے شادی و مرگ کی جس کیفیت میں سے گزرنا پڑا، میرے لیے اس کا تصور کرنا بھی محال ہے۔ اور یہ سب کچھ کس وقت ہوا؟ عین اس وقت جب اس کے لیے سب کچھ ختم ہو چکا تھا، جب اس کے لیے کچھ بھی ممکن نہیں رہا تھا!

"برسبیلِ تذکرہ، مجھے ایک اہم حقیقت کی نشان دہی کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ اس صورتِ حال کی، جس میں ملزم پھنس چکا تھا، صحیح طور پر وضاحت ہو سکے: عین آخری لمحے تک، بلکہ عین اپنی گرفتاری کے وقت تک، یہ عورت، یہ محبوب عورت، اس کے لیے قطعی طور پر ناقابلِ حصول بنی رہی، وہ اسے دل و جان سے چاہتا تھا، اور شدت سے چاہتا تھا مگر وہ ناقابلِ حصول ہی بنی رہی۔ سوال یہ ہے اس صورتِ حال میں اس نے وہیں اور اسی وقت اپنے آپ پر گولی چلانے، اپنے ہاتھوں اپنی جان لینے کی کوشش کیوں نہ کی؟ وہ جس فیصلے پر پہنچ چکا تھا، اس نے اسے عملی جامہ پہنانے سے گریز کیوں کیا؟ وہ اتنا بھی کیوں بھول گیا کہ اس کا پستول کہاں ہے؟ ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ اس نے جو کچھ کرنے کا سوچا تھا، وہ اس نے اس لیے نہ کیا کیونکہ ایک تو اسے چاہے جانے کی شدید آرزو تھی اور دوسرے اسے یہ توقع ہو چلی تھی کہ اس کی اس آرزو کی وہیں تسکین ہو سکے گی۔ عیش و مستی کے خمار میں وہ اپنی معشوقہ کے ساتھ چمٹ گیا جو اسے پہلے سے کہیں زیادہ من موہنی، پُرکشش اور پُرترغیب معلوم ہونے لگی تھی اور جو خود بھی اس کے ساتھ وہاں جی بھر کر مےنوشی کرتی اور رنگ رلیوں سے محظوظ ہوتی رہی تھی۔ وہ اس کے پہلو سے ایک سیکنڈ کے لیے بھی

علیحدہ نہ ہوا، مسلسل اس کے حسن سے اپنی آنکھیں سینکتا رہا، اپنے دل مجروں کو خوش کرتا رہا اور اس کی قربت میں دنیا و مافیہا سے غافل ہو گیا۔ ایک مختصر لمحے کے لیے اس پُرشدت جذبے نے نہ صرف گرفتاری کا خوف دل سے نکال دیا بلکہ ضمیر کی کسک کا بھی گلا گھونٹ دیا۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لیے، صرف ایک برق رفتار لمحے کے لیے! اس وقت ملزم کی ذہنی کیفیت کیا تھی، میں نہایت آسانی سے اس کی تصویر اپنے ذہن میں بنا سکتا ہوں: اس وقت ایک دوسرے سے برسرِ پیکار، ایک دوسرے سے متضاد متعدد چیزیں اس کے دماغ میں تناؤ کی کیفیت پیدا کر رہی تھیں: وہ خود نشے سے مخمور ہو چکا تھا، اس کے گرد و پیش کثرت سے شراب نوشی اور زبردست غل غپاڑا ہو رہا تھا، ناچنے اور گانے والیوں نے الگ شور و غل مچا رکھا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ وہاں تھی، کثیر مقدار میں شراب پینے سے اس کے گال تمتمانے لگے تھے، وہ اس کے لیے ناچ رہی اور گا رہی تھی، نشے میں غرق ہوئی جا رہی تھی اور اس کی خاطر زور زور سے قہقہے لگا رہی تھی! پھر اسے ہلکی سی لیکن تسکین بخش اُمید تھی کہ ابھی حساب کا لمحہ بہت دور ہے — یا کم از کم ابھی سر پر نہیں منڈلا رہا، اگر انہوں نے بہت جلدی دکھائی تو بھی وہ صبح سے پہلے نہیں پہنچ سکیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابھی اسے کئی گھنٹوں کی مہلت حاصل ہے اور یہ خاصی لمبی مدت تھی، بہت طویل مدت تھی! کئی گھنٹوں میں کئی قسم کے حل سوچے جا سکتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت اس کی ذہنی کیفیت اس سزا یافتہ مجرم سے غیر مشابہ نہیں تھی جسے پھانسی پر چڑھانے کے لیے پھانسی گھر کی طرف لے جایا جا رہا ہو۔ اس مجرم کے خیال میں اسے وہاں تک پہنچنے کے لیے ابھی طویل سفر درکار ہے، وہ اپنی مسافت لازماً جوں کی رفتار سے طے کرے گا کیونکہ اسے ہزاروں لوگوں کے مجمع میں سے گزرنا ہو گا، پھر سفر اسی سڑک پر ختم نہیں ہو گا بلکہ اگلی سڑک پر بھی جاری رہے گا اور اس دوسری سڑک کے کہیں اختتام پر وہ خوفناک چوک تک پہنچ پائے گا! مجھے واقعی یقین ہے کہ وہ سزا یافتہ مجرم، جسے پھانسی کے لیے لے جایا جا رہا ہو، اپنے چھکڑے میں لازماً یہی محسوس کرتا ہو گا کہ ابھی اس کے سامنے لامحدود زندگی پڑی ہے۔ تاہم عمارتیں ایک ایک کر کے پیچھے رہتی جا رہی ہیں، چھکڑا آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا ہے — 'ارے، ابھی تو کچھ بھی نہیں گزرا، اگلی سڑک تک پہنچنے میں ابھی بہت دیر ہے!' وہ سوچتا ہے اور بڑے اشتیاق سے اپنے دائیں بائیں ان لوگوں کو دیکھتا رہتا ہے جو لاپروایانہ انداز سے متجسس ہیں اور جنہوں نے اپنی نگاہیں اس پر گاڑ رکھی ہیں۔ اور مجرم کے دل میں خیال آتا ہے کہ وہ بھی تو انہی کی طرح کا انسان ہے۔ خیر، اب موڑ آ گیا ہے اور اگلی سڑک شروع ہوا چاہتی ہے مگر کیا فرق پڑتا ہے، ابھی تو پوری سڑک کی مسافت باقی ہے! اس بات سے قطع نظر کہ کتنے مکان، کتنی عمارتیں گزر چکی ہیں، وہ ابھی تک یہی تصور کیے جا رہا ہے، 'ابھی تو بہت سے مکان باقی ہیں!' اور اس کی یہ

کیفیت آخر تک برقرار رہتی ہے تا آنکہ وہ چوک آ جاتا ہے (جہاں موت اس کا انتظار کر رہی ہے)۔

''میرا خیال ہے دمتری کرامازوف بھی کچھ اسی طرح محسوس کر رہا ہو گا۔ 'انہیں ابھی معلوم نہیں ہو سکا ہو گا،' وہ استدلال کرتا رہا ہو گا: 'میں اب بھی کچھ نہ کچھ سوچ سکتا ہوں، ابھی میرے پاس اتنا وقت ہے کہ میں کوئی عملی منصوبہ وضع کر سکوں، کوئی دلائل ذہن میں لا سکوں، لیکن اب، اُف اب — یہ کتنی خوبصورت ہے، کتنی پُرکشش ہے!'

''اس کا دل لازماً بوجھل اور افسردہ ہو رہا ہو گا، اس کی روح خوف و دہشت کے شکنجے میں کسی جا رہی ہو گی، اس کا دماغ ماؤف ہو رہا ہو گا، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وہ اتنا اہتمام کر لیتا ہے کہ اس کے پاس جو رقم تھی، اس میں سے نصف نکال لے اور کہیں چھپا دے ورنہ 'میں کسی صورت بھی یہ وضاحت نہیں کر سکوں گا کہ میں نے اپنے باپ کے تکیے کے نیچے سے جو تین ہزار روبل اٹھائے تھے، ان میں سے نصف کہاں گئے۔' وہ مکرائی پہلی بار نہیں گیا تھا، وہ اس سے پہلے بھی وہاں جا چکا تھا اور دو دن تک خوب رنگ رلیاں مناتا رہا تھا۔ وہ ہوٹل کی وسیع و عریض چوبی عمارت، اس کے بیرونی مکانوں اور راہداریوں سے اچھی طرح واقف ہو گیا ہو گا۔ میں عرض کروں گا کہ رقم کا یہ حصہ عین اس وقت، اس کی گرفتاری سے چند ہی ثانیے ہی قبل اسی عمارت میں کہیں غائب کر دیا گیا ہو گا — کسی کونے کھدرے میں، چوبی فرش کے نیچے یا چھت کے اندر کسی سوراخ میں چھپا دیا گیا ہو گا۔ کس لیے؟ آپ جاننا چاہتے ہیں کہ کیوں؟ اس لیے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ مصیبت سر پر منڈلا رہی ہے اور کسی وقت بھی نازل ہو سکتی ہے — یہ ٹھیک ہے وہ یہ نہیں سوچ سکا تھا کہ وہ اس (مصیبت) سے کیسے نپٹے گا، اس کے پاس اتنا وقت ہی نہیں تھا، اس کا دماغ زیر و زبر ہوا جا رہا تھا اور ادھر وہ اس کے لیے بہت بڑی کشش بنی ہوئی تھی۔ لیکن روپیہ؟ روپیہ ایک ایسی چیز ہے جس کی آدمی کو ہر وقت ضرورت پیش آتی رہتی ہے، اسی سے تو زندگی کی گاڑی چلتی ہے۔ چنانچہ وہ روپے کو کیسے بھول سکتا تھا۔ اس وقت روپے کا خیال اسے کیسے آ گیا، ممکن ہے آپ کو یہ غیر فطری معلوم ہو لیکن اس نے خود ہمیں یقین دلایا ہے کہ ایک ماہ قبل اپنی زندگی کے ایک اور انتہائی پُراضطراب اور نازک لمحے کے دوران میں اس نے تین ہزار روبل کی رقم میں سے، جو اس کی تحویل میں تھی، نصف علیحدہ کر لی تھی اور اس کو ایک تھیلی میں رکھ لیا اور سی لیا تھا۔ چنانچہ اگر اس کا یہ دعویٰ غلط بھی ثابت ہو جائے جیسا کہ میں بہت جلد ثابت کر دوں گا کہ وہ غلط تھا، یہ تصور بہرحال اس کے لیے اجنبی نہیں تھا کیونکہ وہ اس کے دماغ میں گردش کرتا رہا تھا۔ اور مزید بات یہ ہے کہ جب وہ بعدازاں تفتیشی افسروں کو یقین دلا رہا تھا کہ اس نے ان تین ہزار روبلوں میں سے، جو اسے مس ورخوف تسیوا سے

ملے تھے، نصف نکال لیے تھے اور ایک تھیلی میں ڈال لیے تھے، (جس کا حقیقتاً کوئی وجود ہی نہیں تھا)، یہ بالکل ممکن ہے کہ تھیلی کا تصور اسے وہیں، عین موقع پر سوجھ گیا ہو، صحیح الفاظ میں بالکل اس لیے کیونکہ اس نے دو گھنٹے پہلے اس رقم کو، جو اس نے اپنے باپ کے تکیے کے نیچے سے اٹھائی تھی، محض اضطراری طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا تھا اور ان میں سے ایک حصہ کرائی میں کہیں چھپا دیا تھا— کیوں چھپا دیا تھا؟ اس لیے کہ شاید صبح کو اس کی ضرورت پیش آ جائے اور یہ کارآمد ثابت ہو جائے— چنانچہ اس نے اسے پاس رکھنا مناسب نہ سمجھا اور کہیں چھپا دیا۔ یہ دو انتہائیں ہیں (ایک طرف روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے اور دوسری طرف سنبھال کر رکھا جاتا ہے)، لیکن، معزز اراکینِ جیوری، یاد رکھیں کہ کرامازوف خاندان کا ہر فرد اپنی ذات میں دو انتہائیں سمو سکتا ہے اور وہ بھی بیک وقت! ہم نے ہوٹل کا کونا کونا چھان مارا لیکن ہمارے ہاتھ کچھ نہ آیا۔ ہو سکتا ہے یہ رقم اب بھی وہیں کہیں موجود ہو یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اگلے ہی روز وہاں سے غائب ہو گئی ہو اور اس وقت ملزم کے قبضے میں ہو۔ بہرحال جب ہم نے اسے گرفتار کیا، یہ اپنی معشوقہ کے سامنے گھٹنوں پر جھکا ہوا تھا، وہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور یہ اپنے بازو اس کی جانب پھیلائے ہوئے تھا؛ اس وقت یہ دنیا و مافیہا سے اس قدر غافل ہو چکا تھا کہ جو لوگ اسے گرفتار کرنے گئے تھے، اسے ان کے قدموں کی چاپ تک نہ سنائی دی۔ اسے اتنا بھی موقع نہ ملا کہ یہ اپنے دفاع کے لیے کچھ سوچ سکتا۔ یہ بالکل غفلت کے عالم میں پکڑا گیا تھا۔

''اب یہ اپنے منصفوں، اپنی قسمت کا فیصلہ سنانے والوں کے سامنے کھڑا ہے۔ معزز اراکینِ جیوری، بعض لمحات ایسے بھی آتے ہیں جب فرائض کی انجام دہی کے دوران میں ہم کسی انسان کا سامنا کرنے سے گھبرانے، تقریباً خوف کھانے لگتے ہیں— اور ہمیں اس کی خاطر بھی خوف محسوس ہونے لگتا ہے؛ یہ وہ لمحات ہوتے ہیں جب آدمی کو مجرم کے حیوانی خوف کا احساس ہونے لگتا ہے، جو اس پر اس لیے غالب آ جاتا ہے کیونکہ وہ جان چکا ہوتا ہے کہ اس کے لیے اب کوئی اُمید باقی نہیں رہی لیکن اس کے باوجود وہ جھکنے کے لیے تیار نہیں ہوتا، وہ اب بھی آپ کے خلاف مزاحمت کرنے اور اپنی جنگ جاری رکھنے پر کمربستہ رہتا ہے۔ یہ وہ لمحات ہوتے ہیں جب اس کی تحفظِ ذات کی جبلتیں یک بارگی بیدار ہو جاتی ہیں اور اپنے آپ کو بچانے کی کوشش میں وہ آپ کو ایسی نظروں سے دیکھنے لگتا ہے جو آپ کو اپنے اندر گھستی، چھید کرتی محسوس ہوتی ہیں، یہ نظریں آپ سے سوال پوچھتی دکھائی دیتی ہیں، ان سے کرب جھلکنے لگتا ہے، یہ آپ کے چہرے کے تاثرات پڑھتی اور آپ کے خیالات و احساسات کا اندازہ لگاتی معلوم ہوتی ہیں اور یہ دیکھنے کی منتظر ہوتی ہیں کہ آپ اس پر کس جانب سے حملہ آور ہوں گے، اور پلک جھپکنے میں اس کے دماغ میں سیکڑوں منصوبے کلبلانے لگتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اتنا خوف زدہ ہوتا ہے کہ اس کی قوتِ گویائی جواب دے جاتی ہے، اسے یہ اندیشہ ستانے لگتا ہے کہ کہیں غیر ارادی طور پر وہ اپنا بھانڈا خود ہی نہ پھوڑ دے! انسانی روح کے یہ ذلت آور لمحات، اذیتوں کے مابین یہ سفر، تحفظِ ذات کی یہ حیوانی جبلت بڑی ہولناک چیزیں ہیں اور بعض اوقات وہ تفتیش کرنے والے افسروں کے قلوب میں بھی مجرم کے خلاف نفرت اور اس کے ساتھ ہمدردی دونوں طرح کے جذبات ابھار دیتی ہیں۔ اور ہم نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

''شروع میں اس کے حواس مختل ہو گئے تھے اور اس پر دہشت طاری ہو گئی تھی۔ اور اس کے منہ سے چند الفاظ ایسے نکل گئے جو اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔ 'خون! میرے ساتھ یہی ہونا چاہیے تھا!' لیکن اس نے بہت جلد اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ کیا کہنا چاہیے، کیسے جواب دیے جانا چاہئیں، اس بارے میں ابھی اس نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ واحد الفاظ جو اس کے منہ سے نکل سکے، وہ خالی خولی انکار تھا: 'میں اپنے باپ کی موت کا مجرم نہیں!' شروع میں اس نے اپنے دفاع کے لیے یہی طریق کار اختیار اور استعمال کیا۔ اس کا خیال تھا کہ وقت آنے پر وہ اپنے دفاع کو غالباً مزید مضبوط بنا سکے گا۔ پہلے پہل اس کے منہ سے اضطراری طور پر جو ضرر رساں الفاظ نکل گئے تھے، یہ بھانپتے ہوئے کہ ہمارے سوال کیا ہوں گے، وہ اصرار کرنے لگا کہ اس نے یہ الفاظ اس لیے کہے تھے کیونکہ وہ اپنے آپ کو محض ملازم گریگوری کی موت کا ذمے دار گردانتا تھا۔ 'حضرات، اس کی موت کا مجرم میں ضرور ہوں لیکن میرے باپ کو کس نے ہلاک کیا ہے؟ اگر اس کی ہلاکت کا جرم مجھ سے سرزد نہیں ہوا، پھر کس سے ہوا؟' اگر آپ اس کے ان الفاظ پر، مجھ سے سرزد نہیں ہوا، غور فرمائیں تو آپ کو حیوانی عیاری، سادہ لوحی اور کرامازوفوں کی مخصوص شتاب زدگی صاف نظر آ جائے گی۔ اس کی ہلاکت کا جرم مجھ سے سرزد نہیں ہوا، یہ الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس کا اصل مطلب یہ تھا، 'اگر تمہارے ذہنوں میں اس قسم کا کوئی خیال آیا بھی ہے، تو اسے فوراً باہر نکال پھینکیں۔ حضرات، میں اسے ہلاک کرنا چاہتا تھا، واقعی کرنا چاہتا تھا؛ اس نے عجلت سے تسلیم کر لیا تھا (وہ جلد بازی کر رہا تھا، زبردست جلد بازی کر رہا تھا)، 'لیکن میں بے قصور ہوں، بے گناہ ہوں، میں نے اسے ہلاک نہیں کیا!' اس نے ہمارے سامنے اتنا تو مان لیا کہ وہ قتل کا ارتکاب کرنا چاہتا تھا۔ 'دیکھیں،' وہ کہتا نظر آ رہا تھا، 'میں کتنا سچا آدمی ہوں، چنانچہ جب میں کہتا ہوں کہ میں نے اسے ہلاک نہیں کیا ہے تو آپ لوگوں کو میری بات کا یقین کر لینا چاہیے۔' یہی وہ مواقع ہیں جب مجرم بعض اوقات غیر معمولی طور پر احمق اور سادہ لوح بن جاتا ہے۔

''اور عین اسی وقت تفتیش کرنے والوں نے اس سے بالکل سیدھا سادھا سوال پوچھ لیا،

'تمہارے خیال میں یہ قتل کہیں سمردیاکوف نے تو نہیں کیا؟' اور جو کچھ ہوا، عین مین وہی تھا جس کی ہمیں توقع تھی: وہ شدید غصے میں آ گیا کیونکہ ہم نے یہ سوال تب لڑھکا دیا تھا جب اسے اس کی قطعاً کوئی توقع نہیں تھی اور یوں اسے اس کا جواب پیشگی سوچنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ وہ تو کسی انتہائی سہولت بخش اور سود مند موقع کی تلاش میں تھا جب وہ سمردیاکوف کا نام لیتا تو یہ بالکل برمحل اور معقول معلوم ہوتا۔ اس قسم کے کردار کے مالک شخص سے جس بات کی توقع کی جا سکتی ہے وہ اس پر پورا اترا۔ اس نے جھٹ پٹ انتہائی غیر معتدل رویہ اختیار کر لیا اور پورے زور شور سے ہمیں یقین دلانے لگا کہ سمردیاکوف اس قتل کا ارتکاب کر ہی نہیں سکتا تھا، اس میں کسی کو قتل کرنے کی اہلیت ہی نہیں۔ لیکن اس کی بات قابل اعتبار نہیں، وہ محض عیاری سے کام لے رہا تھا۔ اگر سمردیاکوف کو ملزم ٹھہرانے کا موقع دستیاب ہو سکتا تھا تو اس کا اپنے آپ کو اس موقع سے محروم کرنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس کے برعکس وہ جی جان سے اس پر انگلی اٹھانا چاہتا تھا— کوئی اور شخص تھا بھی تو نہیں جس پر وہ انگلی اٹھا سکتا— وہ یہ کام نسبتاً کسی زیادہ سازگار موقع تک اٹھا رکھنا چاہتا تھا، فی الحال اسے اس میں اڑچن دکھائی دے رہی تھی۔ وہ غالباً اگلے روز تک، بلکہ کئی دنوں تک اس پر الزام لگانا نہیں چاہتا تھا، اور پھر جب اسے اپنی پسند کا موقع مل جاتا، وہ چلا چلا کر کہتا، 'یہ مت بھولیں کہ آپ کی نسبت مجھے کہیں زیادہ یقین تھا کہ یہ کام سمردیاکوف نے نہیں کیا، لیکن اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ قاتل وہی ہے، اس کے سوا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ تاہم وقتی طور پر وہ ہمارے سامنے بدمزاجی اور غصے سے اس پر الزام لگانے سے انکار کرتا رہا۔ تاہم اس کی اضطراری طور پر کام کرنے کی عادت اور غصیلی طبیعت نے اسے ایک ایسی کہانی سنانے پر اکسا دیا جو بالکل بھدی، ناممکن اور خلاف عقل ہے اور وہ کہانی یہ ہے کہ اس نے کھڑکی میں سے اپنے باپ کے کمرے کے اندر جھانکا ضرور تھا لیکن وہ کچھ کیے کرائے بغیر محتاط انداز سے قدم اٹھاتا واپس آ گیا تھا۔ وہ تب تک حالات سے بے خبر تھا اور اسے یہ تک معلوم نہیں تھا کہ گریگوری نے، جو دریں اثنا ہوش میں آ چکا تھا، کیا شہادت دی ہے۔

''ہم نے اس کے ذاتی سامان کی تلاشی لینا اور اس کا معائنہ کرنا چاہا۔ اس پر وہ آپے سے باہر ہو گیا اور اس کا رویہ سرکشی کا رنگ اختیار کرنے لگا۔ تین ہزار روبلوں میں سے صرف ڈیڑھ ہزار روبلوں کا سراغ مل سکا۔ اور ہاں، غصیلی خاموشی اور عدم تعاون کے عین مین انہی لمحات کے دوران میں اس کے ذہن میں پہلی بار تھیلی کا تصور آ گیا۔ میرے خیال میں اس امر میں قطعاً کسی شبے کی گنجائش نہیں کہ وہ خود سمجھ گیا تھا کہ وہ جس قسم کی داستان طرازی کر رہا ہے، وہ بالکل خلاف عقل اور ناقابل یقین ہے۔ تاہم وہ اسے اس طرح بنانے سنوارنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا کہ وہ ممکن حد

تک قابل یقین اور معقول دکھائی دینے لگے۔ ایسے مواقع پر تفتیش کنندگان کا اولین اور اہم ترین فریضہ یہ بنتا ہے کہ وہ مجرم کو اتنا وقت ہی نہ دیں کہ وہ کوئی تیاری کر سکے بلکہ اس سے جھٹ ایسا جواب اگلوا لیں کہ اس کے انتہائی باطنی خیالات آشکار ہو جائیں، اس کے باطنی خیالات محض آشکار ہی نہ ہو جائیں بلکہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہ کتنے غیر احتمالی اور بھونڈے ہیں، اور صورت حال سے کس قدر غیر متناسب ہیں۔ تاہم جب مجرم سے کچھ اگلوانا مقصود ہوتا ہے تو اس کا واحد طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے سامنے ایکا ایکی اور کچھ اس انداز سے جیسے یہ بالکل اتفاقیہ طور پر ہو رہا ہو— ایک نئی حقیقت یا مقدمے کا ایک ایسا پہلو پیش کر دیا جائے جو ہوتا تو بے حد اہم ہے لیکن جس کی موجودگی کا اسے کوئی علم نہیں ہوتا اور نہ جس کی وہ کسی طور بھی پیش بینی کر سکتا ہے۔ ہمارے پاس ایک ایسی حقیقت کافی دیر سے تیار تھی اور ہم اسے مناسب موقع پر پیش کرنے کے منتظر تھے۔ یہ اس دروازے کے متعلق گریگوری کی شہادت تھی جس میں سے ملزم باہر نکلا تھا۔ تب تک وہ دروازے کے بارے میں سب کچھ بھول چکا تھا اور اسے اتنا بھی یاد نہیں رہا تھا کہ گریگوی کی اس پر نظر پڑ سکتی تھی۔

''جب ہماری زبانی اسے اس کا علم ہوا تو اس کا پورا وجود لرز کر رہ گیا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور چلا چلا کر کہنے لگے، 'اسے سمردیاکوف نے ہلاک کیا ہو گا، کسی اور نے، صرف سمردیاکوف نے!' اور یوں اس نے اپنا مرکزی، اپنا بنیادی استدلال، جو اس نے اب تک چھپائے رکھا تھا، انتہائی بھونڈی اور خلاف عقل شکل میں منکشف کر دیا کیونکہ سمردیاکوف صرف تبھی قتل کا ارتکاب کر سکتا تھا جب وہ (یعنی ملزم) گریگوری کو ضرب پہنچا کر بے ہوش کر چکا اور خود موقع سے فرار ہو چکا ہوتا۔ تاہم جب ہم نے اسے بتایا کہ گریگوری چوٹ کھا کر نیچے گرنے سے پہلے دیکھ چکا تھا کہ دروازہ کھلا ہے اور اپنے کمرے سے باہر نکلنے سے پہلے سمردیاکوف کو پارٹیشن کے پیچھے کراہتے بھی سن چکا تھا، تو دمتری کرامازوف بالکل ڈھے گیا۔ میرے قابل احترام اور سمجھ دار رفیق کار نکولائی پارفینووچ نے بعد میں مجھے بتایا کہ اس موقع پر اسے ملزم پر اتنا ترس آیا کہ اس کے اپنے آنسو نکل آئے۔ اور عین مین اسی موقع پر ملزم نے صورت حال کو سنبھالنے اور اپنے حق میں کرنے کے لیے ملعون تھیلی کے متعلق بے سروپا کہانی گھڑ کر سنا دی جیسے وہ کہنا چاہتا ہو: آپ لوگ مبالغہ آمیز اور بے سروپا کہانیاں سننا چاہتے ہیں— تو یہ رہی!

''معزز اراکین جیوری، میں آپ حضرات کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ رقم کے متعلق اس کی یہ کہانی کہ اس نے جرم کے وقوع پذیر ہونے سے ایک ماہ پہلے اسے تھیلی میں رکھ کر سی دیا تھا، نہ صرف مہمل ہے بلکہ ایک ایسی دروغ گوئی ہے جس پر کسی صورت بھی یقین نہیں کیا جا سکتا اور اسے صرف اسی قسم کے مقدمے سے نپٹنے کے لیے تراشا جا سکتا ہے، کیونکہ اگر کوئی شخص شرط لگا کر یہ معلوم کرنا یا

سوچنا چاہیے کہ وہ کون سی چیز ہے جس کے وقوع پذیر ہونے کا قطعاً کوئی احتمال نہ ہو تو وہ بھی اس سے زیادہ ناقابلِ یقین چیز نہ تو دریافت کر سکے گا اور نہ وضع کر سکے گا۔ اس قسم کی کہانی میں بدترین بات یہ ہوتی ہے کہ کہانی سنانے والے کو، جس کے خوشی سے پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے کیونکہ وہ سمجھے لگتا ہے کہ اس نے یہ کہانی سنا کر دوسروں کو مات دے دی ہے، آسانی سے بوکھلایا جا سکتا ہے اور اسے ایسی تفصیلات پوچھ کر الجھایا جا سکتا ہے جو حقیقی زندگی میں بکثرت پائی جاتی ہیں لیکن جنہیں اس طرح کی کہانیاں گھڑنے والے عادتاً ہمیشہ معمولی اور غیر اہم قرار دے کر نظر انداز کر دیتے ہیں، بلکہ درحقیقت یہ ان کے دماغوں میں آتی ہی نہیں۔ ایسے مواقع پر ان کے دماغ کسی دوسری ادھیڑبن میں مصروف ہوتے ہیں، وہ تو کوئی انتہائی پُرشکوہ چیز تراشنے میں لگے ہوتے ہیں — اور آپ ہیں کہ ان کا سامنا ان معمولی اور غیر اہم اشیا سے کرا رہے ہیں! لیکن یہی بات یہ ہے کہ انہیں پکڑا اسی طرح جاتا ہے! ملزم سے کہا جاتا ہے، 'اگر تم سے پوچھا جائے کہ تم نے یہ گٹھلی بنانے کے لیے اشیا کہاں سے حاصل کی تھیں، یہ کس نے بنائی تھی، تو تم برا تو نہیں مانو گے؟' 'میں نے خود بنائی تھی،' پٹ جواب آتا ہے۔ 'پر براہِ مہربانی اتنا تو بتاؤ تم نے کپڑا کہاں سے لیا تھا؟' اس پر ملزم کو غصہ آ جاتا ہے، وہ سمجھنے لگتا ہے کہ معمولی نوعیت کا یہ سوال پوچھ کر اس کی توہین کی گئی ہے اور کیا آپ یقین کریں گے کہ تمام ملزموں کو واقعی صحیح معنوں میں غصہ آتا ہے اور وہ واقعی سمجھنے لگتے ہیں کہ اس قسم کے سوالوں سے ان کی توہین ہوئی ہے؟ لیکن اس کا کیا علاج، یہ سب ہوتے ہی ایسے ہیں! 'یہ میں نے قمیص سے پھاڑا تھا۔' 'بہت خوب، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ جس قمیص سے کپڑے کا یہ ٹکڑا پھاڑا گیا تھا، وہ کل مل جائے گی۔' اور معزز ارا کینِ جیوری، ذرا سوچیں، غور فرمائیں، اگر ہمیں یہ قمیص مل جاتی (اگر حقیقتاً اس کا کوئی وجود ہوتا، پھر ہم اسے سوٹ کیس یا درازدار الماری میں ڈھونڈنے میں کیسے ناکام ہو سکتے تھے؟)، یہ شہادت بن سکتی تھی، ٹھوس شہادت، جس سے اس کے بیان کی صحت ثابت ہو جاتی۔ لیکن اس کی سمجھ میں یہ بات آئی ہی نہیں۔ 'مجھے کچھ یاد نہیں، شاید یہ میری قمیص کا ٹکڑا نہ ہو.... میرا خیال ہے میں نے یہ (رقم) مالکۂ مکان کی شیشہ ٹوپی میں سی دی تھی۔' 'کیسی ٹوپی؟' 'یہ اس کے کمرے میں کہیں پڑی تھی، میں نے وہیں سے اٹھائی تھی۔ یہ چھینٹ کی دھجی تھی۔' 'کیا تمہیں ٹھیک طرح یاد ہے؟' 'نہیں، میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ مجھے ٹھیک سے یاد ہے....' وہ بڑبڑا جاتا ہے، وہ واقعی طیش کھانے لگتا ہے۔ کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ ایسی چیز بھلائی جا سکتی ہے؟ بدترین حالات میں، یوں کہیں جب آدمی کو پھانسی گھر کی طرف لے جایا رہا ہو، عین تبھی اسی نوع کی تفصیل اس کے حافظے سے چپک کر رہ جاتی ہے لیکن وہ اس سبز چھت کو، جو اسے راستے میں نظر آئی تھی یا اس کوّے کو، جو اسے سڑک کے کنارے صلیب پر بیٹھا دکھائی دیا تھا،

کبھی فراموش نہیں کر پائے گا۔ جب وہ گٹھلی کی سلائی کر رہا تھا، اس نے لازماً اپنے آپ کو باقی گھر والوں کی نگاہوں سے چھپا لیا ہوگا؛ وہ جس انداز سے ہاتھ میں کپڑا اور سوئی پکڑے کرسی پر دبکا بیٹھا ہوگا اور دل ہی دل میں شرمندہ ہو رہا ہوگا کہ کہیں کوئی شخص آ نہ ٹپکے اور یوں اس کا بھانڈا نہ پھوڑ دے؛ پارٹیشن کے پیچھے ذرا سے کھٹکے پر وہ اچھل کر کھڑا ہو جاتا ہوگا (یاد رہے اس کے رہائشی کمرے میں پارٹیشن ہے)؛ یہ وہ باتیں ہیں جنہیں وہ کسی صورت بھول نہیں سکتا تھا۔

''لیکن معزز ارا کینِ جیوری، میں یہ سب باتیں، یہ معمولی اور غیر اہم باتیں اور تفصیلات آپ کو کیوں سنا رہا ہوں؟'' اپولیت کیریلووچ نے اچانک دہاڑتے ہوئے کہا۔ ''محض اس لیے کیونکہ ملزم بڑی ڈھٹائی اور ہٹیلے پن سے اب تک یہ ماننے سے انکار کرتا رہا ہے کہ اس کی کہانی نری خرافات ہے، اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں! اس تباہ کن رات کے بعد جو دو مہینے گزرے ہیں، ان کے پورے عرصے کے دوران میں اس نے کسی چیز کی بھی وضاحت نہیں کی، اپنے سابقہ عجیب و غریب اور غیر حقیقی بیان کے ماسوا مزید ایک بات بھی ایسی نہیں کہی جسے دراصل مربوط تفصیل کا نام دیا جا سکتا ہو۔ 'یہ سب محض معمولی تفصیلات ہیں، ان کی کوئی اہمیت نہیں، آپ لوگوں کو میری بات کا اعتبار کر لینا چاہیے!' ہم کوئی گیدڑ ہیں جو انسانی خون کے پیاسے ہوتے ہیں؟ ملزم کے حق میں ایک بھی شہادت پیش کر دیں، ہم خوشی سے نہال ہو جائیں گے — لیکن یہ حقیقی، ٹھوس اور مبنی بر حقائق شہادت ہونا چاہیے، کوئی قیاس آرائی نہیں جس طرح کہ ملزم کے اپنے بھائی نے اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا کر کی تھی اور نہ اس بھائی کا اس قسم کا کوئی دعویٰ کہ جب ملزم اپنے سینے پر ہاتھ مار رہا تھا، وہ دراصل گٹھلی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ بھائی نے یہ سب کچھ کیسے دیکھ لیا، وہاں تو اندھیرا تھا؟ اگر ہمیں واقعی کوئی خیالی نہیں بلکہ ٹھوس شہادت مل جائے تو ہمیں حقیقتاً بہت خوشی ہوگی اور ہم اس کے خلاف الزامات واپس لینے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کریں گے۔ تاہم اس وقت انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے موقف پر استقلال سے ڈٹے رہیں، چنانچہ ہم ان الزامات کو واپس نہیں لے سکتے۔''

اپولیت کیریلووچ نے اب تک جو کچھ کہا تھا، اس موقع پر وہ پُرجوش انداز سے اس کی تلخیص بیان کرنے لگا۔ ''چوری کا ارتکاب کرنے کے گھٹیا ارادے سے'' بیٹے نے جس طرح باپ کا خون بہایا تھا، اس پر اس نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ واقعات جس طرح ایک کڑی میں پروئے نظر آ رہے تھے، اس نے ان کی الم ناک اور بھیانک نوعیت پر زور دیا۔

''ہمارے ذہین و فطین — اور بجا طور پر مشہور و معروف —'' اپولیت کیریلووچ تبصرہ کیے بنا نہ رہ سکا، ''وکیل صفائی آپ کے سامنے کچھ ہی کیوں نہ کہیں، آپ کے جذبات کو متاثر کرنے

کے لیے فصاحت و بلاغت کے کتنے ہی دریا کیوں نہ بہائیں، کتنے ہی خیرہ کن الفاظ کیوں نہ استعمال کریں، یہ یاد رکھنے کی کوشش کرتے رہیں کہ آپ اس وقت انصاف کے مقدس معبد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یاد رکھیں کہ آپ صداقت کے امین، مقدس روس، اس کے بنیادی اصولوں، اس کی روایات، اس کی خاندانی زندگی کے ناموس اور ان سب باتوں کے جنہیں وہ تقدس کا درجہ دیتا ہے، نگہبان ہیں! جی ہاں، آپ اس وقت یہاں معاصر روس کی نمائندگی کر رہے ہیں اور آپ کے فیصلے کی صدائے بازگشت اس کمرے میں ہی نہیں بلکہ سارے روس میں سنائی دے گی اور پورے کا پورا روس اپنے سارے کام کاج چھوڑ کر اپنے ججوں اور محافظوں کی بات سنے گا اور آپ کے فیصلے سے اس کی یا تو حوصلہ افزائی ہوگی یا پھر ہمت شکنی۔ چنانچہ مادر وطن روس کو اذیت میں نہ ڈالیں، اس کی توقعات کو بے وفائی کی بھینٹ نہ چڑھائیں۔ ہماری پُرخطر ٹرائیکا پوری رفتار سے سرپٹ بھاگی جا رہی ہے، ممکن ہے اس کا انجام تباہی پر ہو۔ کئی سالوں سے ملک کے طول و عرض میں متعدد اشخاص اسے اس تند و تیز اور تباہ کن رفتار سے دوڑنے سے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر اقوام دیگر اسے راستہ دے بھی دیں تاکہ یہ اپنی خطرناک رفتار جاری رکھ سکے تو وہ یہ کام غالباً کسی احترام کے جذبے کے تحت نہیں، جیسا کہ شاعر ہمیں یقین دلانا چاہے گا، بلکہ دہشت کے مارے کریں گی۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں اور یاد رکھیں! دہشت کی وجہ سے یا شاید کراہت کی بنا پر، اور ہمیں اپنی خوش قسمتی کا ممنون ہونا چاہیے کہ وہ راستہ تو دے دیتی ہیں مگر ایک دن ایسا بھی آ سکتا ہے جب وہ اپنے اور اپنی روشن خیالی پر مبنی تہذیب کے تحفظ کی خاطر راستہ دینے سے انکار کر دیں گی اور اس کی بجائے برق رفتاری سے آنے والے بھوت کے راستے میں سدِ سکندری بن کر کھڑی ہو جائیں گی، اور یوں ہماری بے لگام ہوس ناکی کا خاتمہ کر دیں گی۔ ہمیں یہ تہدید آمیز آوازیں یورپ سے پہلے ہی سنائی دینے لگی ہیں۔ ایک بیٹے کو اپنے ہی باپ کے قتل کا ارتکاب کرنے کے جرم سے بری کر کے انہیں اشتعال مت دلائیں، ان کی ہر دم بڑھتی ہوئی نفرت میں مزید اضافہ مت کریں...''

مختصر یہ کہ ایپولیت کیریلووچ نے اپنی انتہائی جوشیلی اور ہنگامہ خیز تقریر کو بے انتہا جذباتی انداز سے اختتام تک پہنچایا اور یہ ماننا پڑے گا کہ سامعین پر اس کا زبردست اثر ہوا۔ جونہی اس کی تقریر ختم ہوئی، وہ خود تو عجلت سے باہر نکل گیا اور جیسا کہ میں پہلے ہی تحریر کر چکا ہوں، وہ ملحقہ کمرے میں تقریباً بے ہوش ہو گیا۔ عدالت میں موجود لوگوں نے تحسین و آفرین کے نعرے بلند کیے نہ تالیاں بجائیں، تاہم ان میں جو اشخاص سنجیدہ مزاج تھے، وہ ضرور مطمئن ہو گئے۔ صرف خواتین کوئی خاص متاثر نہیں ہوئی تھیں حالانکہ اس کی فصاحت و بلاغت سے مسحور وہ بھی ہوئی تھیں، یہ بات اس لیے اور بھی اہم تھی کیونکہ نتیجے کے بارے میں انہیں قطعاً کوئی تشویش نہیں تھی، انہیں فیتیو کووچ پر پورا

اعتماد تھا، ''آخرکار اس کی تقریر کرنے کی باری آ ہی گئی، ''ویسے جیت لازماً اسی کی ہوگی!'' لوگ بار بار متیا کی جانب دیکھتے رہے تھے۔ وہ وکیل استغاثہ کی پوری تقریر کے دوران میں بازو لپیٹے، دانت کچکچاتے، نگاہیں فرش پر جمائے خاموش بیٹھا رہا تھا، صرف کبھی کبھار، خاص طور پر تب جب گروشینکا کا ذکر آتا، یہ سننے کے لیے کہ کیا کہا جا رہا ہے، وہ اپنا سر اوپر اٹھا لیتا تھا۔ جب وکیل استغاثہ اس (گروشینکا) کے بارے میں رکیتن کے خیالات کا ذکر کرنے لگا تھا، اس (متیا) کے چہرے پر غصیلی، پُرحقارت مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور اس نے ایک ایسی آواز میں، جو دوسروں کو سنائی دے سکتی تھی، یہ کہنے سے گریز نہیں کیا تھا، ''تم بھی کے بھی بیچ ناخ ہو!'' جب ایپولیت کیریلووچ اس مقام پر پہنچا جب اسے یہ بتانا تھا کہ اس نے کرائی میں اسے کس طرح تفتیش کی بھٹی میں سے گزارا تھا، تو متیا نے اپنا سر اور اوپر اٹھا لیا اور وہ بڑی دلچسپی سے سننے لگا تھا۔ تقریر کے دوران میں ایک موقع پر یوں لگا تھا جیسے وہ اچھل کر کھڑا ہو جائے گا لیکن اس نے کسی نہ کسی طرح اپنے آپ پر ضبط پا لیا تھا اور صرف کندھے اچکانے پر اکتفا کر لیا تھا۔ تقریر کے اختتامی اجزا، خاص طور پر اس کا وہ حصہ جس میں وکیل استغاثہ نے ان طریقوں کا ذکر کیا تھا جو اس نے کرائی میں ملزم سے پوچھ گچھ کے دوران میں اپنائے تھے، بعد میں ہمارے قصبے کے لوگوں کے مابین موضوعِ گفتگو بنے رہے اور ایپولیت کیریلووچ کا اچھا خاصا مذاق اڑایا جاتا رہا: ''کیا آدمی ہے! اپنی صلاحیتوں کے بارے میں شیخی بگھارنے سے باز ہی نہ رہ سکا!''

عدالت کا اجلاس برخواست ہو گیا مگر صرف مختصر عرصے کے لیے ــــ پاؤ گھنٹہ یا زیادہ سے زیادہ بیس منٹ کے لیے۔ اس دوران میں حاضرین اپنے اپنے انداز سے تبصرے کرتے رہے۔ ان میں سے چند ایک مجھے یاد رہ گئے ہیں۔

''ٹھوس اور مؤثر تقریر!'' ایک گروہ میں کھڑے ایک شخص نے بھویں سکیڑتے ہوئے کہا۔

''نفسیات کچھ زیادہ ہی بھر دی گئی ہے، مجھے پسند نہیں آئی!'' ایک اور آواز سنائی دی۔

''لیکن آپ کو یہ تو ماننا پڑے گا کہ اس نے جو کچھ کہا تھا، بالکل صحیح ہے!''

''اس نے تشخیص بہت اچھی کی تھی، اسے اپنا کام آتا ہے۔''

''اس نے ہم سب کی بھی مختصر الفاظ میں قلعی کھول دی!'' ایک تیسری آواز سنائی دی۔ ''یاد ہے اس نے اپنی تقریر کے آغاز میں کہا تھا کہ ہم سب فیودر پاؤلووچ جیسے ہیں؟''

''اور اختتام؟ اختتام نری بکواس تھا۔''

''ہاں، بعض مقامات پر اس کی تقریر خاصی گنجلک تھی۔ پتا ہی نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔''

"ذرا جذبات کی رو میں بہہ گیا تھا۔"
"جناب، آپ زیادتی کر رہے ہیں، بالکل زیادتی کر رہے ہیں۔"
"ویسے اس نے تقریر خاصی ہنرمندی سے کی تھی۔ بے چارہ مدتوں سے یہ سب کچھ کہنے کے لیے ترس رہا تھا، کھی، کھی، کھی!"
"سوچ رہا ہوں وکیل صفائی کیا کہے گا۔"

اب ایک دوسرے گروہ کی طرف چلتے ہیں۔
"اسے سینٹ پیٹرزبرگ والے کی خواہ مخواہ توہین نہیں کرنا چاہیے تھی: 'یہ آپ کے جذبات مشتعل کرنے کی کوشش کریں گے' یاد ہے اس نے کہا تھا؟"
"ہاں، یہاں اس نے کوئی ذہانت کا ثبوت نہیں دیا۔"
"کچھ زیادہ ہی جلد بازی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔"
"جناب، اعصاب کا مارا ہوا ہے، جلدی جوش میں آ جاتا ہے۔"
"ہم سب کو تو ہنسنے کا موقع مل گیا ہے لیکن مدعا علیہ کے متعلق کیا خیال ہے؟"
"ہاں، بے چارے متیا کا کیا بنے گا؟"
"ہاں، میں سوچ رہا ہوں کہ وکیل صفائی کیا کہے گا۔"

اب تیسرے گروہ کا رخ کرتے ہیں۔
"وہ عورت کون ہے، وہی جس کے پاس لمبی کمانی کی دوربین ہے، وہ موٹی جو قطار کے آخر میں بیٹھی ہوئی ہے؟"
"وہ؟ وہ کسی جرنیل کی بیوی ہے۔ ویسے اب وہ مطلقہ ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔"
"اپنے آپ کو بڑی شے سمجھتی ہے، کیا خیال ہے؟ لمبی کمانی والی دوربین، ہونہہ!"
"مجھے تو ایسی ویسی ہی معلوم ہوتی ہے۔"
"نہیں، اس میں جنسی کشش ہے، واقعی ہے۔"
"اس سے دو نشستیں چھوڑ کر وہ جو چھوٹی موٹی سی بیٹھی ہے... وہ اس سے کہیں زیادہ پرکشش ہے۔"

"انہوں نے اسے کمرائی میں خوب ناک چنے چبوائے، کیا خیال ہے؟"
"میرا خیال ہے آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہاں وہ ایک بار پھر شیخی بگھارتا رہا۔ حالانکہ بچہ بچہ جانتا ہے کہ وہ قصبے میں یہ باتیں سیکڑوں مرتبہ سنا چکا ہے۔"
"جب ایک اور موقع ملا تو باز ہی نہ رہ سکا۔ نخوت کا مارا ہوا ہے!"
"اس کی اپنی شکایات ہیں، کھی، کھی، کھی!"
"اور زود رنج ہے۔ لفاظی بھی بہت کرتا ہے۔ دیکھا نہیں، کتنے لمبے لمبے فقرے بول رہا تھا؟"
"وہ ہمیں ڈرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ تم نے دیکھا نہیں؟ ہمارے دلوں میں خدا کا خوف بٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ یاد ہے ٹرائیکا کے بارے میں کیا کہہ رہا تھا؟ 'دوسروں کے پاس اپنے ہیملیٹ ہیں، ہمارے حصے میں ابھی تک صرف کرامازوف آئے ہیں!' خوب کہا!"
"روشن خیال لوگوں کا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ خوف زدہ ہے۔"
"وہ دوسرے وکیل سے بھی خوف زدہ ہے۔"
"ہاں، میں سوچ رہا ہوں کہ فرانٹ فیتیو کو وچ کیا کہے گا۔"
"وہ جو جی چاہے کہے مگر وہ جھوٹی سچی باتیں کر کے ہمارے کسانوں کو دھوکا نہیں دے سکے گا۔"
"تم اس طرح سوچتے ہو؟"

اب چوتھی ٹولی کی طرف۔
"اس نے ٹرائیکا کے متعلق جو کچھ کہا، بالکل ٹھیک کہا۔ میرا مطلب ہے جب وہ دوسری قوموں کے حوالے سے بات کر رہا تھا۔"
"ہاں، اس کا یہ کہنا درست تھا کہ دوسری قومیں انتظار نہیں کریں گی۔"
"کیا مطلب ہے تمہارا؟"
"گزشتہ ہفتے برطانوی دارالعوام (112) میں ایک رکن اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور نراجیوں کا حوالہ دے کر وزیر سے سوال کرنے لگا، 'کیا اب وقت نہیں آ گیا کہ ہم اس وحشی قوم کے معاملات میں دخل دیں اور اسے سبق سکھا دیں؟' جب ایپولیت کیریلووچ تقریر کر رہا تھا، اس کے ذہن میں بالکل یہی بات تھی۔ مجھے معلوم ہے، بالکل یہی تھی۔ وہ پچھلے ہفتے ہی اس بارے میں گفتگو کرتا رہا تھا۔"
"یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ وہ احمق اس قسم کی حرکت کبھی نہیں کریں گے۔"
"کیسے احمق؟ اور وہ یہ حرکت کیوں نہیں کریں گے؟"

''ہم ان پر کرانسٹادت کی بندرگاہ میں داخل ہونے کی پابندی لگا دیں گے اور انہیں اناج کی فراہمی (113) بند کر دیں گے پھر انہیں گندم کہاں سے ملے گی؟''

''امریکا کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ امریکا سے لے لیں گے۔''

''بکواس مت کرو!''

گھنٹی بج گئی اور سب لوگ اپنی اپنی نشستوں کی طرف بھاگنے لگے۔ فیتیوکووچ تقریر کے لیے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

10

وکیل صفائی کی تقریر۔ دو دھاری استدلال

جب نامی گرامی وکیل کے ابتدائی الفاظ کمرۂ عدالت میں گونجے، سکوتِ مرگ طاری ہو گیا۔ ہر شخص کی نگاہیں اس پر گڑی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنی تقریر کا آغاز بالکل سیدھے سادھے، بے لاگ، کھرے اور بااعتماد انداز سے کیا۔ اس کی آواز میں تکبر نام کی چیز کا نام و نشان تک نہیں تھا، وہ فصاحت و بلاغت کے دریا بہانے، لوگوں پر رقت یا جھوٹی جذباتیت طاری کرنے کی کوئی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ وہ پُرخلوص اور صداقت شعار معلوم ہو رہا تھا۔ وہ ایک ایسا شخص تھا جو ہمدرد دوستوں کے بے تکلف حلقے میں گفتگو کر رہا ہو۔ اس کا لہجہ خوشگوار، گونج دار، پُرشکوہ اور سامعین کو قائل کرنے والا تھا۔ تاہم ابتدا ہی سے ہر شخص آگاہ ہو چکا تھا کہ مقرر کسی وقت بھی سامعین پر رقت طاری کر سکتا ہے اور ''ناقابلِ یقین قوت کے ساتھ دلوں کو گرما سکتا ہے(114)۔'' طویل فقروں سے اجتناب کرتے اور ہمہ وقت موضوع کو سامنے رکھتے ہوئے اس نے غالباً اپولیت کیریلووچ کی نسبت کم رسمی اسلوب اختیار کیا تھا۔ اس کی ایک بات البتہ خواتین کو پسند نہ آئی۔ اپنی تقریر کے آغاز میں وہ خاص طور پر اپنی کمر کو خم دیتا رہا — وہ دوزانو نہیں ہو رہا تھا بلکہ کچھ اس انداز سے کمر خمیدہ ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے ناظرین پر چڑھائی کرنے کی تیاری کر رہا ہو۔ وہ اپنی لمبی کمر تقریباً یوں دوہری کر لیتا تھا جیسے اس کے درمیان میں سپرنگ لگا ہوا ہو جس کی مدد سے وہ اسے تقریباً زاویۂ قائمہ پر جھکا دیتا

تھا۔

شروع میں اس کی تقریر نظم و ترتیب سے معرّیٰ نظر آ رہی تھی، بظاہر اس کے سامنے کوئی واضح منصوبہ نہیں تھا اور وہ حقائق کا انتخاب الکل پچو انداز سے کرتا دکھائی دے رہا تھا لیکن اختتام پر یہی بے ترتیب حقائق ایک دوسرے سے یوں پیوست ہو گئے کہ وہ ایک وحدت کی شکل اختیار کر گئے۔ اس کی تقریر دو حصوں میں تقسیم کی جا سکتی تھی: پہلے حصے میں الزامات کی تردید کی گئی تھی اور استغاثہ کے موقف کو جھٹلایا گیا تھا، یہاں انداز کبھی معاندانہ اور کبھی طنزیہ ہو جاتا تھا۔ لیکن دوسرے حصے میں یوں لگا جیسے اس نے اپنا لہجہ ہی نہیں بلکہ اندازِ نظر بھی اچانک تبدیل کر لیا ہو، اچانک جذباتی بلندیوں کی طرف پرواز کرنے لگا ہو اور معلوم ہونے لگا تھا کہ بالکل یہی وہ چیز تھی جس کے سامعین منتظر تھے اور جس سے سارے ہال میں توقعات پیدا ہونے لگیں۔

وہ سیدھا مرکزی نقطے کی طرف آ گیا اور کہنے لگا کہ اگرچہ وہ پریکٹس تو سینٹ پیٹرزبرگ میں کرتا ہے لیکن یہ پہلا موقع نہیں تھا کہ اس نے وکیل صفائی کی حیثیت سے روس کے دوسرے حصوں کا سفر کیا ہو، تاہم وہ زیادہ تر اس قسم کے سفر صرف ان مقدمات کے سلسلے میں کرتا رہا ہے جن میں اسے پیشگی معقول حد تک ملزم کی بے گناہی کا یقین ہو جاتا تھا (اور موجودہ مقدمہ اس سے مستثنیٰ نہیں)۔ اس نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: ''اخبارات میں جو خبریں شائع ہوئی تھیں، ان میں ایک چیز نے خاص طور پر میری توجہ اپنی طرف مبذول کرا لی اور مجھے فیصلہ کن انداز سے مدعا علیہ کا حامی بنا دیا۔ مختصراً یہ کہ جس چیز میں مجھے سب سے زیادہ دلچسپی ہوئی وہ ایک قانونی پہلو تھا جو قانون کی پریکٹس کے دوران میں اکثر سامنے آتا رہتا ہے مگر کبھی اتنی کامل اور مخصوص شکل میں نہیں جتنی کہ وہ موجودہ مقدمے میں موجود ہے۔ اس پہلو کی تشکیل مجھے اپنی تقریر کے اواخر میں کرنا چاہیے تھی اور اس کا مجھے حق بھی حاصل ہے لیکن میں یہ کام بالکل آغاز میں ہی کیے دیتا ہوں کیونکہ میری کمزوری یہ ہے کہ میں سیدھا اصل نکتے کی تشریح شروع کر دیتا ہوں اور حقائق پر نقاب ڈالنے کی قطعاً کوئی کوشش نہیں کرتا۔ ممکن ہے ایسا کر کے میں کوئی عقل مندی نہ دکھا رہا ہوں، لیکن میں کم از کم اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ میں مطلقاً پُرخلوص ہوں۔ میرا نکتہ، میرا ابتدائی قضیہ یہ ہے: مجموعی طور پر شہادتیں ملزم کے حق میں نہیں جاتیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ہے کہ ایک بھی چیز ایسی نہیں جو، اگر اسے الگ کر کے دیکھا جائے، تنقید کی کسوٹی پر پوری اترتی معلوم ہو۔ جوں جوں میں مقدمے کے متعلق اخباری رپورٹیں پڑھتا اور سنی سنائی باتوں کو سنتا رہا، مجھے اس کا زیادہ سے زیادہ یقین ہونے لگا اور پھر اچانک مدعا علیہ کے رشتے داروں کی جانب سے مجھے اس کا دفاع کرنے کی دعوت موصول ہوئی۔ میں بلا تاخیر یہاں پہنچ گیا اور جب سے میں یہاں آیا ہوں میں ملزم کی

بے گناہی کا پوری طرح قائل ہو چکا ہوں۔ میں نے بطور وکیل صفائی پیش ہونے کے لیے اس لیے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے تاکہ میں صحیح صحیح ان شہادتوں کو زیر وزبر کرسکوں جو ملزم کے خلاف جمع ہوچکی ہیں اور یہ ثابت کرسکوں کہ ہر الزام انفرادی طور پر بودا اور بے بنیاد ہے۔"

تو وکیل صفائی نے اس طرح اپنی تقریر کا آغاز کیا اور پھر اس نے اچانک اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا:

"معزز اراکینِ جیوری، میں اس علاقے کے لیے اجنبی ہوں۔ میں نے اپنے تاثرات غیر جانب داری سے اخذ کیے ہیں۔ مدعا علیہ نے، جو فطرتاً سرکشی پسند اور عیاش طبع ہے، ذاتی طور پر اپنے سے مجھے ناراض ہونے کا موقع نہیں دیا جیسا کہ وہ اس قصبے کے سو کے لگ بھگ اشخاص کے ساتھ کر چکا ہے اور جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ بہت سے لوگ اس سے خواہ مخواہ مخاصمت برتنے لگے ہیں۔ ہاں، مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہیں کہ مقامی لوگوں کو اخلاقی طور پر جو دکھ پہنچا ہے، وہ بلاجواز نہیں ہے: مدعا علیہ تشدد پسند اور منہ زور ہے۔ تاہم مقامی اعلیٰ طبقے میں، بلکہ میرے عالم فاضل دوست، وکیلِ استغاثہ کے خاندان میں بھی، اس کا پُرجوش استقبال ہوا تھا اور اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا۔"

(نوٹ: یہاں میں یہ بتانا چاہوں گا کہ اس کے ان الفاظ پر حاضرین میں سے دو تین اشخاص ہنس پڑے تھے اگرچہ انہوں نے اپنی اس ہنسی کا بہت جلد گلا گھونٹ دیا تھا، تاہم اس کی آواز سب لوگوں کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔ سبھی کو معلوم تھا کہ وکیلِ استغاثہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کوئی عقل مندی کا کام نہیں کر رہا، میتیا کی محض اس لیے خاطر مدارت کرتا رہتا تھا کیونکہ وہ اس کی بیوی کو کسی وجہ سے دلچسپ معلوم ہوا تھا—— اگرچہ وہ ایک انتہائی معزز اور پارسا خاتون تھی، مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی مرضی کرنے پر تلی رہتی تھی اور اس کے متعلق یہ پیشگوئی کرنا کہ اس کا آئندہ اقدام کیا ہوگا، ناممکن تھا اور بعض اوقات وہ بعض امور میں، جن میں سے بیشتر معمولی نوعیت کے ہوتے تھے، اپنے شوہر کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھی رہتی تھی۔ ویسے ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ میتیا ان کے ہاں کبھی کبھار ہی جایا کرتا تھا۔)

"تاہم میں یہ عرض کرنے کی جسارت کروں گا،" وکیل صفائی نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا، "کہ میرے عالم فاضل دوست جیسا منصف مزاج اور آزاد ذہن کا مالک شخص بھی میرے بدقسمت مؤکل کے خلاف بعض بے جواز تعصبات سے بالکل ہی بری نہیں۔ الخ، یہ بالکل فطری بات ہے، ہمیں اس کی توقع رکھنا ہی چاہیے؛ اس حرماں نصیب شخص کو اگر تعصبات سے پالا پڑتا ہے، تو اس کا الزام یقیناً کسی اور پر نہیں بلکہ خود اسی پر آتا ہے۔ جن اخلاقی، اور ان سے بھی بڑھ کر جن جمالیاتی

احساسات کو بھی، پامال کیا جا چکا ہو، جن کی بے حرمتی کی جا چکی ہو، وہ بعض اوقات سخت کٹھور اور سفاک ہو جاتے ہیں۔ یوں ہم سب اپنے فاضل دوست کی انتہائی عالمانہ اور پُر از دانش تقریر میں مدعا علیہ کے چال چلن اور طرزِ عمل کا بے لوچ تجزیہ سن چکے ہیں، ہم دیکھ چکے ہیں کہ انہوں نے مقدمے کے بارے میں انتہائی غیر جانب دارانہ طرزِ فکر اپنایا—— خاص طور پر انہوں نے نفسیاتی گہرائیوں کو جس طرح ٹٹولا، دیکھا بھالا، سمجھا اور پیش کیا ہے، وہ ممکن ہی نہ ہوتا اگر ان کا رویہ ارادتاً اور مخاصمانہ طور پر مدعا علیہ کے خلاف ہوتا۔ لیکن اس قسم کے مقدموں میں، جیسا کہ یہ ہے، بعض ایسی چیزیں بھی نمودار ہو جاتی ہیں جو انتہائی مخاصمانہ اور متعصبانہ رویے سے بھی بدتر، بلکہ کہیں زیادہ تباہ کن بن جاتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بات تب بالکل درست ثابت ہوتی ہے جب ایک لحاظ سے کوئی خیالی چیز تخلیق کرتے وقت ہم پر وہ شے سوار ہو جاتی ہے جسے بہتر ترکیب دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے فن کارانہ انگیخت، فن کارانہ اظہار کی ضرورت یا تخلیقی خواہش کہا جا سکتا ہے، خاص طور پر تب جب خداوند تعالیٰ نے بڑی فیاضی سے ہمیں نفسیاتی بصیرت عطا کر رکھی ہو۔ ادھر آنے کے لیے ابھی میں سینٹ پیٹرزبرگ سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ مجھے خبردار کر دیا گیا—— ویسے میں خود بھی اس سے آگاہ تھا—— کہ یہاں مجھے ایک انتہائی باریک بین اور قابل ترین ماہر نفسیات سے نبرد آزما ہونا پڑے گا جو اپنی اس خداداد صلاحیت کے بل بوتے پر ہماری ابھی نوخیز قانونی دنیا میں ناموری کے جھنڈے گاڑ چکا ہے۔ لیکن حضرات، میں دست بستہ عرض کروں گا کہ نفسیات بے شک بڑی عمیق سائنس ہے لیکن یہ ہے دو دھاری تلوار، اس سے آدمی جو جی چاہے، مطلب اخذ کر سکتا ہے۔" (عدالت میں دھیمی ہنسی کی آوازیں سنائی دیں۔) "مجھے اعتماد ہے کہ میں نے دل لگی میں جو کچھ کہہ دیا ہے، آپ اس کے لیے مجھے معاف فرما دیں گے—— میرا خیال ہے کہ میں فصیح و بلیغ تقریریں کرنے کے فن سے بے بہرہ ہوں۔ لیکن میں کہنا کیا چاہتا ہوں، میں اس کی وضاحت ایک مثال سے کرنا چاہوں گا جو مجھے وکیل استغاثہ کی تقریر میں ملی ہے۔

"رات کے وقت باغیچے سے بھاگنے کی کوشش میں مدعا علیہ دیوار پر چڑھ رہا ہے اور اس فعل کے دوران میں وہ پیتل کا موسل مار کر اس نوکر کو نیچے گرا دیتا ہے جس نے اس کی ٹانگ اپنی آہنی گرفت میں لے لی تھی۔ پھر وہ فوراً ہی دوبارہ باغیچے میں چھلانگ لگا دیتا ہے کیونکہ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کہیں زخمی شخص اس کے ہاتھوں ہلاک تو نہیں ہو گیا اور اپنی تسلی کے لیے وہ اس کام پر پورے پانچ منٹ صرف کر دیتا ہے۔ ادھر ہمارے وکیل استغاثہ ہیں کہ وہ یہ ماننے سے صاف انکاری ہیں کہ مدعا علیہ نے، جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے، اس لیے چھلانگ لگائی تھی کیونکہ وہ رحم کے جذبے سے مغلوب ہو کر بوڑھے گریگوری کی حالت کا اندازہ لگانا اور ممکن ہو تو اس کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ 'نہیں،'

ہمیں بتایا جاتا ہے، 'اس قسم کے موقع پر اس قسم کا رحم ممکن ہی نہیں۔ یہ بالکل غیر فطری ہے۔' وہ فرماتے ہیں۔ 'اس نے تو محض اس لیے چھلانگ لگائی تھی کیونکہ وہ یقین کر لینا چاہتا تھا کہ اس نے جو قبیح اور نفرت انگیز حرکت کی تھی، کہیں اس کا واحد گواہ ابھی تک زندہ تو نہیں اور اپنے اس فعل سے اس نے یہ ثابت کر دیا کہ قابل نفرین کام اسی کا کارنامہ تھا، کیونکہ اس کے باغیچے میں چھلانگ لگانے کا اور کوئی محرک ہو ہی نہیں سکتا تھا، رحم کے جذبات نے اسے اس کے لیے قطعاً نہیں اکسایا ہوگا۔' یہ ہے وہ نفسیات جو آپ کے سامنے پیش کی گئی۔ لیکن اگر ہم اسی نفسیات کو لیں اور اس کا اطلاق اسی مقدمے پر بالکل ہی متضاد نکتہ نظر سے کریں، نتیجہ اس سے کم معقول اور کم قابلِ قبول معلوم نہیں ہو گا۔ قاتل محض احتیاطاً چھلانگ لگاتا ہے، لیکن وکیل استغاثہ کے بقول اس نے یہ کام محض اس لیے کیا تھا کیونکہ وہ اطمینان کر لینا چاہتا تھا کہ گواہ واقعی مر چکا ہے یا ابھی زندہ ہے۔ اسے یہ کام کرنے کی کیا ضرورت تھی جب خود وکیل استغاثہ کے اپنے الفاظ کے مطابق وہ ابھی ابھی اس کمرے میں، جہاں اس نے اپنے باپ کو موت کے گھاٹ اتارا تھا، دریدہ لفافے کی شکل میں، جس کے اوپر لکھا تھا کہ اس میں تین ہزار روبل ہیں، ایک ایسا جیتا جاگتا ثبوت چھوڑ کر آیا تھا جو اسے سزا دلانے کے لیے کافی تھا۔' کیونکہ اگر وہ یہ لفافہ اپنے ساتھ لے جاتا تو پوری دنیا میں ایک بھی شخص کو یہ خبر تک نہ ہو پاتی کہ اس قسم کا کوئی لفافہ موجود تھا، اس میں تین ہزار روبل رکھے ہوئے تھے، اور نتیجتاً یہ رقم لازماً مدعاعلیہ نے ہی چرائی ہو گی۔' یہ الفاظ میرے نہیں، وکیل استغاثہ کے ہیں۔ چنانچہ ہمارے متعلق یہ مفروضہ باندھ لیا جاتا ہے کہ ہم یہ دعویٰ آسانی سے مان لیں گے کہ ایک طرف تو وہ بالکل لاپروا اور غیر محتاط تھا، تحفظِ ذات کی جبلت کھو چکا تھا، ڈر گیا اور موقع سے فرار ہو گیا تھا مگر جاتے جاتے اپنے پیچھے فرش پر ایک ایسا ثبوت چھوڑ گیا تھا جو اسے ملزم ٹھہرانے کے لیے کافی تھا مگر اس کے محض دو منٹ بعد جب وہ کسی دوسرے شخص پر حملہ آور ہوا، وہ تحفظِ ذات کی انتہائی سفاک اور حسابی کتابی جبلت کے قبضے میں آ گیا۔ بہت اچھا، ہم فرض کر لیتے ہیں کہ فی الواقع بالکل یہی ہوا ہوگا: بہر حال جب ہم نفسیاتی تجزیہ کرنے بیٹھتے ہیں تو اصل مقصد یہی ثابت کرنا ہوتا ہے کہ ایک قسم کے حالات میں میں کسی قفقازی عقاب کی طرح خونخوار اور سفاکانہ انداز سے حسابی کتابی ہو سکتا ہوں مگر اگلے ہی لمحے کسی چھچھوندر کی طرح بزدل اور کورچشم بن سکتا ہوں۔ لیکن اگر قتل کا ارتکاب کرنے کے بعد میں اتنا ہی خونخوار اور حسابی کتابی بن سکتا ہوں کہ محض یہ دیکھنے کے لیے کہ موقع کا گواہ زندہ ہے یا مر چکا ہے، میں باڑ سے نیچے چھلانگ لگا دیتا ہوں، پھر مجھے کس کتے نے کاٹا ہے کہ میں اپنے نئے شکار کی حالت کا جائزہ لینے اور اس کی ممکنہ مدد پر پورے پانچ منٹ صرف کرتا رہوں، اور غالباً اپنے خلاف گواہ مہیا کرنے کا خطرہ مول لیتا رہوں؟ مجھے زخمی آدمی کا سر صاف کرنے اور اس کے خون

سے اپنے رومال کو بھگونے کی کیا ضرورت ہے اگر اسی رومال کے بعد ازاں میرے خلاف بطور ثبوت پیش کیے جانے کا امکان ہو۔ اگر میں یقیناً اتنا ہی حسابی کتابی اور سفاک ہوں تو کیا یہ زیادہ بہتر نہیں ہوگا کہ نیچے چھلانگ لگانے کے بعد میں زخمی ملازم کے سر پر پے در پے چند مزید ضربیں لگا دوں تاکہ اس کا قصہ بالکل ہی پاک ہو جائے، یوں ایک گواہ خارج ہو جائے اور میرے دماغ سے بھاری بوجھ ہٹ جائے؟

"اور آخری بات یہ ہے کہ میں چھلانگ تو یہ پڑتال کرنے کے لیے لگاتا ہوں کہ مضروب زندہ ہے یا مر چکا ہے لیکن احمق اتنا بڑا ہوں کہ وہیں پگڈنڈی پر ایک اور ثبوت چھوڑ جاتا ہوں یعنی وہی موسل جو میں نے ان دو عورتوں کے ہاں سے اٹھایا تھا جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اسے مجھے لے جاتے دیکھا تھا اور جو ہمیشہ اس کی شناخت کر سکتی تھیں کہ یہ ان کا ہے۔ بات یہ نہیں کہ میں نے اسے غلطی سے پگڈنڈی پر پڑا رہنے دیا تھا، اسے بے خیالی یا پراگندہ دماغی کی حالت میں وہاں گرا دیا تھا، بلکہ اصل صورت حال یہ تھی کہ میں نے اسے اپنے اوپر پھٹکار بھیجتے ہوئے غصے سے دور پھینک دیا تھا کیونکہ مجھے احساس ہونے لگا تھا کہ یہ قتل کا آلہ ہے — اس کی وجہ سے میرے ہاتھوں ایک بے گناہ ملازم کا خون ہو گیا تھا اور اس پر میری ذہنی حالت خراب ہونے اور پشیمانی میرا گھیراؤ کرنے لگی تھی— ورنہ اسے پوری قوت سے اتنا دور پھینکنے کی میرے پاس کیا وجہ ہو سکتی تھی؟ ایسے میں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اپنے باپ کو ہلاک میں نے نہیں کیا تھا؛ اگر میں نے اپنے باپ کو ہلاک کیا ہوتا، پھر میں ہمدردی کے جذبے کے تحت زخمی آدمی کا معائنہ کرنے کے لیے نیچے چھلانگ نہ لگاتا، بلکہ ایک بالکل ہی مختلف قسم کا جذبہ میری رہنمائی کر رہا ہوتا، میں خواہ کچھ ہی کرتا لیکن ہمدردی کا اظہار بالکل نہ کرتا— غالب امکان یہی ہے کہ اس وقت میرے پیش نظر اپنی ذات کا تحفظ مقدم ہوتا اور درحقیقت اصل بات یہی ہوتی۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اس وقت (اپنے آپ کو بچانے کی خاطر) میں مار مار کر اس کی کھوپڑی کرچی کرچی کر دیتا، پورے پانچ منٹ تک اسے الٹ پلٹ کر نہ دیکھتا رہتا۔ ہمدردی اور شفقت کی ضرورت صحیح صحیح اس لیے پیش آئی تھی کیونکہ میرا ضمیر صاف تھا۔ یہ متبادل نفسیاتی تجزیہ ہے۔ معزز اراکینِ جیوری، خود میں نے عمداً نفسیات کی طرف اس لیے رجوع کیا ہے تاکہ میں ثابت کر سکوں کہ آپ اس سے جو جی چاہے، مطلب اخذ کر سکتے ہیں۔ اس کا انحصار سراسر اس شخص پر ہے جو اسے استعمال کر رہا ہے۔ نفسیات سنجیدہ ترین اشخاص کو بھی خیال و رومان کی دنیا میں جانے کی ترغیب دے سکتی ہے اور انہیں اس کا علم بھی نہیں ہو پاتا۔ معزز اراکینِ جیوری، میں دراصل کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ہر چیز اعتدال سے برتی جانا چاہیے، افراط و تفریط سے گریز کیا جانا چاہیے۔ یہی اصول نفسیات پر نافذ ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کا استعمال ضرورت سے زیادہ کریں گے تو

آپ اس کے غلط استعمال کے مرتکب ہوں گے۔"

یہاں ایک بار پھر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرنے کے لیے حاضرین ہنس پڑے اور ان کی اس ہنسی کا نشانہ وکیل استغاثہ تھا۔ جہاں تک وکیل صفائی کی تقریر کا تعلق ہے، میں اسے لفظ بہ لفظ نقل نہیں کروں گا، صرف چند اہم ترین پیروں، چند اہم ترین نکات کا حوالہ دوں گا۔

11

نہ کوئی رقم تھی اور نہ کوئی چوری ہوئی

وکیل صفائی کی تقریر میں ایک نکتہ ایسا تھا جس نے حاضرین کو اچھے خاصے اچنبھے میں ڈال دیا، یعنی اس نے تین ہزار روبل کی رقم کی موجودگی کا سرے سے انکار کر دیا، چونکہ اس کے خیال میں وہاں کوئی رقم تھی ہی نہیں، یوں چوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"معزز اراکینِ جیوری،" وکیل صفائی نے اپنی تقریر دوبارہ شروع کرتے ہوئے کہا، "اس مقدمے کی ایک انوکھی خصوصیت کسی باہر سے آئے ہوئے غیر متعصب شخص کی نگاہوں سے اوجھل نہیں رہ سکتی: یہ کہ ملزم پر قزاقی کا الزام تو دھڑلے سے لگا دیا گیا لیکن کیا کوئی رقم واقعی چرائی گئی تھی، اس کا قطعاً کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ ٹھیک تین ہزار روبل کی رقم وہاں سے اٹھائی گئی تھی، مگر کیا یہ رقم واقعی وہاں موجود تھی، اس کے متعلق کوئی بھی وثوق سے کچھ نہیں جانتا۔ اوّل، ہمیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ تین ہزار روبل وہاں موجود تھے؟ یہ رقم دیکھی کس نے تھی؟ جس فرد نے دعویٰ کیا تھا کہ اس نے اسے دیکھا تھا اور بتایا تھا کہ یہ ایک لفافے میں بند کی گئی تھی اور اس لفافے پر ایک نام تحریر کیا گیا تھا، اس کا نام سمردیاکوف تھا اور وہ خاندان کا ملازم تھا۔ جس شخص نے المیے کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے مدعا علیہ اور اس کے بھائی ایوان فیودرووچ کو اطلاع بہم پہنچائی تھی، وہ بھی یہی سمردیاکوف تھا۔ یہ اطلاع مس سویتلووا کو بھی فراہم کی گئی تھی۔ تاہم ان تینوں میں سے کسی نے بھی اس رقم کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا! ایک بار پھر یہی سمردیاکوف تھا جس نے اسے دیکھا تھا۔

"اگر یہ درست ہے کہ رقم واقعی موجود تھی اور سمردیاکوف اسے دیکھ چکا تھا، پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے اسے آخری مرتبہ کب دیکھا تھا؟ اگر اس کے مالک نے اُسے بتائے بغیر اسے

گدے کے نیچے سے نکال لیا ہو اور دوبارہ اپنے سیف میں رکھ دیا ہو تو پھر؟ یاد رکھیں کہ سمردیاکوف کے بقول رقم بستر کے گدے کے نیچے رکھی ہوئی تھی؛ اگر مدعا علیہ اس رقم کو نکالنا چاہتا تو اسے گدے کو اپنی جگہ سے ہٹانا یا گھسیٹنا پڑتا، یوں بستر پر شکن کا پڑنا ناگزیر تھا مگر وہاں کسی قسم کی کوئی شکن نہیں تھی اور تحقیقاتی کمیٹی کی سرکاری رپورٹ میں اس نکتے کو حزم و احتیاط سے بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ملزم گدا بھی اٹھاتا، لفافے کو گھسیٹ کر باہر نکالتا اور بستر پر شکن بھی کوئی نہ پڑتی؟ اور اس سے بھی بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ اس کے خون آلود ہاتھوں سے بستر کی نفیس اور صاف ستھری چادر پر، جسے اس شام خاص طور پر بچھایا گیا تھا، کوئی نشان، کوئی دھبا کیوں نہ پڑا؟ آپ پوچھ سکتے ہیں: 'فرش پر جو لفافہ پڑا تھا، اس کے متعلق کیا خیال ہے؟' میں عرض کروں گا کہ لفافہ اس چیز کا متقضی ہے کہ اس کے متعلق چند باتیں لازماً کہی جائیں۔ مجھے خود بھی بڑی حیرت ہوئی تھی جب خود میرے فاضل دوست نے ___ حضرات، یہ نکتہ ذہن میں رکھیں کہ خود وکیل استغاثہ نے ___ جب وہ اس مفروضے کی مہملیت ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ قاتل سمردیاکوف ہو سکتا ہے، کہا تھا: 'اگر یہ لفافہ موجود نہ ہوتا، اگر اسے ثبوت کے طور پر فرش پر نہ پھینک دیا گیا ہوتا، پھر پوری دنیا میں کسی بھی شخص کو یہ قطعاً معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ کبھی موجود تھا، یا اس میں کوئی رقم تھی اور یہ کہ نتیجتاً اسے ملزم نے ہی چرایا ہوگا۔' چنانچہ خود وکیل استغاثہ کے اپنے دعوے کے مطابق محض کاغذ کے اس پھٹے ہوئے پرزے کے بل بوتے پر، جس پر کچھ لکھا ہوا تھا، مدعا علیہ پر چوری کا الزام لگایا جا رہا ہے۔ ورنہ، وہ ہمیں بتاتے ہیں، کسی کو بھی یہ معلوم نہ ہو پاتا کہ چوری کا کوئی ارتکاب ہوا ہے یا یہ کوئی رقم وہاں موجود تھی بھی یا نہیں۔ آپ یہ تو یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ ایک کاغذ کا پرزہ فرش پر پڑا ملا تھا، مگر میں عرض کروں گا کہ محض کاغذ کے پرزے کا پایا جانا اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ اس میں کوئی رقم تھی یا یہ کہ کوئی رقم چوری ہوئی تھی۔ 'لیکن،' آپ کہہ سکتے ہیں، 'سمردیاکوف نے لفافے میں رقم دیکھی تھی۔' اس کا جواب یہ ہے، 'اس نے یہ رقم کب دیکھی تھی؟ آخری مرتبہ اس نے اسے کب دیکھا تھا؟' یہ ہے وہ بات جو میں جاننا چاہتا ہوں۔ میں نے سمردیاکوف سے گفتگو کی تھی اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ اس نے یہ رقم قتل سے دو روز پہلے دیکھی تھی! لیکن مجھے یہ مفروضہ باندھنے سے کون روک سکتا ہے کہ واقعات کچھ اس طرح رونما ہوئے ہوں گے: فرض کریں کہ اپنے آپ کو اپنے مکان کے اندر مقفل کرنے کے بعد بوڑھے فیودر پاولووچ کی اپنی معشوقہ کی آمد کی توقع اتنی زیادہ بڑھ گئی ہو کہ وہ صبر کا دامن چھوڑنے لگا ہو، اس پر ایک قسم کی ہسٹیریائی کیفیت طاری ہونے لگی ہو اور اس نے اسی کیفیت میں یہ فیصلہ کر لیا ہو کہ کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا ہی بہتر ہے، چنانچہ ہو سکتا ہے کہ اس نے لفافہ نکال لیا اور کھول لیا ہو۔

'اگر میں نے اسے محض لفافہ دکھایا،' اس نے استدلال کیا ہوگا، 'تو وہ غالباً میری بات کا اعتبار نہیں کرے گی، لیکن اگر میں نے اسے تین ہزار روبلوں کی گڈی دکھا دی جو سو سو روبل کے رنگ برنگے نوٹوں پر مشتمل ہوگی، تو اس کا اثر کہیں زیادہ ہوگا اور اس کے منہ میں پانی بھر آئے گا۔' اس طرح کا استدلال کرنے کے بعد وہ لفافہ پھاڑ دیتا ہے، رقم نکال لیتا ہے جس کا اسے پورا حق حاصل تھا کیونکہ وہ اس کا جائز مالک تھا اور لفافہ لاپروائی سے فرش پر پھینک دیتا ہے کیونکہ اسے اس امر کا قطعاً کوئی خدشہ یا پریشانی نہیں کہ اسے اس کے خلاف بطور ثبوت استعمال کیا جا سکے گا۔

''معزز اراکین جیوری، غور فرمائیں، کیا امکانی طور پر اس سے بہتر کوئی اور توضیح ہو سکتی ہے؟ قطعاً نہیں، بالکل نہیں! آپ حضرات سمجھ گئے ہوں گے کہ اگر اس قسم کی یا اس سے ملتی جلتی کوئی چیز پیش آئی ہو، تو پھر چوری کے الزام کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ سکتی۔ اگر رقم کا کوئی وجود نہیں تھا، پھر اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ چوری بھی نہیں ہوئی تھی۔ اگر اس بات کو کہ لفافہ فرش پر پڑا تھا، اس ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کہ اس میں رقم تھی، پھر میں اسے اس سے مخالف بات ثابت کرنے کے لیے کیوں استعمال نہیں کر سکتا کہ لفافہ فرش پر پڑا ہی اس لیے تھا کیونکہ اس میں کوئی رقم نہیں تھی، یہ رقم اس کا مالک پہلے ہی نکال چکا تھا؛ جی ہاں، نکال چکا تھا۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس رقم کو واقعی فیودر پاولووچ نے ہی نکالا تھا، پھر یہ گئی کہاں کیونکہ تلاشی کے دوران میں یہ گھر میں تو کہیں ملی نہیں تھی؟ اس کا جواب یہ ہے: اوّل، کچھ رقم اس کے سیف سے مل گئی تھی، دوم ممکن ہے اس نے بقایا رقم اسی صبح یا گزشتہ رات ہی نکال لی ہو اور کسی طرح ٹھکانے لگا دی ہو، ہو سکتا ہے کہ اس نے کچھ رقم کسی دوسرے شخص کو دے دی ہو، کچھ منی آرڈر کے ذریعے کہیں بھیج دی ہو—— اور واقعی یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس نے اپنا ارادہ بدل لیا ہو، اپنے سارے منصوبے میں یکسر ترمیم کر دی ہو اور سوچا ہو کہ اس معاملے میں سمردیاکوف کو پیشگی اطلاع دینے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر اس مفروضے کے صحیح ہونے کا بعید ترین امکان بھی موجود ہو تو پھر اتنے تیقّن اور استقلال کے ساتھ یہ اصرار کیسے کیا جا سکتا ہے کہ مدعا علیہ نے چوری کے مقصد کے پیش نظر قتل کا ارتکاب کیا تھا یا یہ کوئی چوری حقیقتاً ہوئی بھی تھی؟ اگر ہم اس طرح کا اصرار کریں گے تو ہم (حقیقت کی دنیا چھوڑ کر) افسانوی دنیا میں داخل ہو جائیں گے۔ اگر کوئی شخص بالاصرار یہ بات کہتا ہے کہ فلاں چیز کی چوری ہوئی تھی، پھر وہ چیز سامنے لائی جانا چاہیے یا پھر اسے معمولی سے معمولی شک و شبے کے بغیر یہ ثابت کرنا ہوگا کہ یہ واقعتاً موجود تھی۔ مگر اسے کسی نے دیکھا تک نہیں (پھر اس کا وجود کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے؟)

''حال ہی میں سینٹ پیٹرزبرگ میں ایک نوجوان (115)—— اسے عملاً لڑکا ہی کہنا چاہیے،

اس سے زیادہ کچھ نہیں—— ، جو مارکیٹ سے اشیا لوگوں کے گھروں میں پہنچایا کرتا تھا، ہاتھ میں کلہاڑی پکڑے ہوئے دن دیہاڑے ایک زرمبادلہ کا کاروبار کرنے والے شخص کی دکان میں داخل ہوا، اس نے غیر معمولی جرأت سے دکان کے مالک کو قتل کیا اور نقدی کی صورت میں پندرہ سو روبل اٹھا کر چلا بنا۔ کوئی پانچ گھنٹے بعد اسے گرفتار کر لیا گیا۔ پندرہ روبل کے ماسوا، جو اس نے کسی نہ کسی طرح خرچ کر لیے تھے، باقی پوری رقم اس کے پاس تھی۔ اس کے علاوہ ایک اور ملازم نے، جو قتل کے واقعے کے بعد دکان میں آیا تھا، پولیس کو یہ اطلاع بہم پہنچائی کہ کتنی مالیت کے نوٹ چوری ہوئے تھے بلکہ یہ تک بتا دیا کہ ان میں نیلے رنگ (116) کے کتنے نوٹ تھے اور سرخ رنگ کے کتنے، مسروقہ سکوں کی کل تعداد کتنی تھی اور ان کی مالیت کیا تھی۔ اور جب قاتل پکڑا گیا، اس کے قبضے سے بالکل یہی نوٹ اور سکے برآمد ہوئے۔ باقی باتوں کے علاوہ اس نے علانیہ مکمل طور پر اعتراف کر لیا کہ قتل کا ارتکاب اسی نے کیا تھا اور یہ کہ مبینہ رقم بھی وہی اٹھا کر لے گیا تھا۔ معزز اراکین، میرے خیال میں صحیح ثبوت یا شہادت اسے کہا جا سکتا ہے۔ اس مثال میں ہمیں رقم کے متعلق معلوم ہے، ہم اسے دیکھ سکتے ہیں، ہم اس کی موجودگی سے آگاہ ہو سکتے ہیں اور ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ یہ کبھی موجود ہی نہیں تھی۔ کیا یہ بات موجودہ مقدمے میں درست ہے، حالانکہ یہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہے، ایک آدمی کی زندگی داؤ پر لگی ہوئی ہے؟

''میں آپ کو یہ کہتے سن سکتا ہوں: 'آپ نے جو کچھ کہا، وہ صحیح اور درست ہو سکتا ہے لیکن کیا اس رات وہ داد عیش نہیں دیتا رہا تھا؟ کیا وہ دائیں، بائیں بلکہ چاروں طرف روپیہ لٹا نہیں رہا تھا؟ اس کے قبضے سے جو پندرہ سو روبل بازیاب ہوئے تھے—— وہ کہاں سے آئے تھے؟' یقیناً بازیاب ہوئے تھے لیکن یہی حقیقت کہ صرف پندرہ سو روبل بازیاب ہو سکے تھے، باقی رقم کا کہیں سراغ نہیں مل سکا تھا، اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ یہ رقم وہ رقم نہیں تھی اور یہ کہ یہ اس لفافے سے نہیں آئی تھی (جو فرش پر پڑا ملا تھا)۔ ابتدائی تفتیش کے دوران میں وقت کا جو صحیح صحیح حساب لگایا گیا تھا اس سے بلاشک وشبہ یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جب مدعا علیہ مس سوبتلووا کی دونوں نوکرانیوں سے ملنے کے بعد پرخوتین کی طرف جا رہا تھا، وہ اپنے گھر نہیں گیا تھا—— بلکہ سچ پوچھیں تو کہیں بھی اور نہیں—— وہ مکرائی پہنچنے تک کسی نہ کسی شخص کے ساتھ منسلک رہا تھا، چنانچہ اسے تین ہزار روبل کی رقم کو دو حصوں میں تقسیم کرنے اور ان میں سے ایک حصے کو کہیں بھی چھپانے کا موقع نہیں مل سکتا تھا لیکن یہی وہ بنیاد ہے جس پر وکیل استغاثہ نے اپنا سارا مفروضہ استوار کیا ہے کہ رقم مکرائی کے کسی کونے کھدرے میں چھپائی گئی تھی۔ حضرات، اگر وکیل استغاثہ کسی ایسی جگہ کا نام لینے پر ہی مصر ہیں، جہاں ملزم کی رسائی ناممکن معلوم ہوتی ہے پھر وہ یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ رقم اڈلفو قلعے (117) کے

تہ خانے میں چھپائی گئی تھی۔ کیا ان کا مفروضہ بالکل غیر احتمالی نہیں، خیالی نہیں؟ اور پھر براہ کرم اس بات پر توجہ دیں: اگر ان کا مفروضہ ریت کی دیوار کی طرح منہدم ہو جاتا ہے، تو چوری کا سارا الزام پاؤر ہوا ہو جاتا ہے، ورنہ پھر وہی سوال پیدا ہو گا: وہ پندرہ سو روبل کہاں گئے؟ مدعا علیہ انہیں کہاں چھپا سکتا تھا؟ اگر یہ ثابت ہو گیا ہے کہ وہ راستے میں کہیں نہیں ٹھہرا تھا، پھر رقم کس معجزے سے گم ہوئی؟ کیا ہم واقعی اس قسم کے رومانی قصے کہانیوں کے سہارے کسی شخص کی زندگی تباہ کرنے پر مائل ہو سکتے ہیں؟

''شاید یہ کہا جائے کہ مدعا علیہ نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ آخر اس کے قبضے میں پندرہ سو روبل آئے کہاں سے تھے کیونکہ وکیل استغاثہ کے دعوے کے مطابق 'بچے بچے' کو معلوم تھا کہ اس رات سے قبل اس کے پاس پیسا تھا نہ دھیلا۔ مگر یہ 'بچہ بچہ' کون تھا؟ جہاں تک مدعا علیہ کا تعلق ہے وہ بڑے واضح اور پُراعتماد انداز سے بتا چکا ہے کہ اسے رقم کہاں سے ملی تھی۔ اور معزز اراکین جیوری، اگر آپ مجھ سے استفسار کریں ــــ تو میں یہ عرض کروں گا کہ جو وضاحت مدعا علیہ نے پیش کی ہے، امکانی طور پر اس سے بڑھ کر کوئی اور چیز زیادہ معقول ہو ہی نہیں سکتی اور نہ کوئی اور چیز اس کے چال چلن اور خلقی رجحانات سے زیادہ میل کھا سکتی ہے۔ وکیل استغاثہ نے ثابت کر دکھایا ہے کہ جو باتیں ان کے اپنے تخیل کی پیداوار ہیں، وہ انہیں خاص طور پر پسند ہیں۔ وہ ہمیں بتاتے ہیں کہ مدعا علیہ جیسے کمزور ارادے کا مالک شخص، جو اس رقم کو قبول کر لیتا ہے جو اسے شرم ناک حالات میں پیش کی گئی تھی، وہ اس رقم کو دو حصوں میں کبھی تقسیم نہیں کر سکتا تھا اور نہ اس دوسرے حصے کو کسی تھیلی میں سی سکتا تھا، اور اگر وہ ایسا کر بھی لیتا، وہ ہر دوسرے تیسرے دن تھیلی ادھیڑتا اور ہر بار اس میں سے سو سو روبل نکالتا رہتا، یوں وہ ساری رقم ایک ہی مہینے میں اڑا دیتا۔ اور آپ کو یاد ہو گا کہ یہ سب کچھ ایک ایسے لہجے میں کہا گیا تھا جو کسی بھی تردید کا روادار نہیں تھا۔ لیکن اگر حقیقت بالکل معکوس ہو، جو کچھ انہوں نے کہا ہے، حالات اس سے بالکل مختلف انداز سے ظہور پذیر ہوئے ہوں، پھر؟ انہوں نے جو داستان تراشی اور سنائی ہے، وہ محض ان کے اپنے ذہن کی پیداوار ہو اور اس میں جو کردار پیش کیا گیا ہے، وہ محض خیالی ہو، پھر؟ یہی سارا نکتہ ہے، ان کا پیش کردہ کردار خیالی ہے۔

''یہاں شاید یہ کہا جائے: ایسے گواہ موجود ہیں جو حلفاً گواہی دے سکتے ہیں کہ مدعا علیہ نے قتل سے ایک ماہ قبل کرائی میں تین ہزار روبل کی پوری رقم صرف کر دی تھی جو اسے مس درخوف تسیوا سے ملی تھی، اس کا ایک کوپک بھی اس کے پاس نہیں بچا تھا، یوں وہ اسے دو حصوں میں تقسیم نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن یہ گواہ ہیں کون؟ عدالت پہلے ہی مشاہدہ کر چکی ہے کہ ان کے معتبر ہونے پر کتنا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں، ہمیں دوسروں کے ہاتھوں میں جو کچھ نظر آتا ہے، اسے ہم ہمیشہ بڑھا

چڑھا کر پیش کرنے پر مائل رہتے ہیں۔ مگر اصل نکتہ یہ ہے کہ ان گواہوں میں سے کسی نے بھی حقیقتاً ذاتی طور پر رقم نہیں گنی تھی، انہوں نے محض قیافہ لگایا تھا۔ ایک گواہ ماکسی موف نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ مدعا علیہ کے ہاتھ میں بیس ہزار روبل تھے۔ چنانچہ، معزز اراکین جیوری، نفسیات دو دھاری تلوار ہے۔ اس تلوار کے پھل کی دوسری دھار کا اطلاق کرنے اور یہ دیکھنے دیں کہ کیا ہم بھی انہی نتائج پر پہنچتے ہیں (جن پر وکیل استغاثہ پہنچے تھے)۔

''قتل سے ایک ماہ قبل مس درخوف تسیوا نے مدعا علیہ کو ماسکو منی آرڈر بھیجنے کے لیے تین ہزار روبل تفویض کیے تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے: جن حالات میں یہ رقم دی گئی تھی، کیا وہ واقعی اتنے ہی شرمناک اور توہین آمیز تھے جتنے کی ہمیں باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے؟ مس درخوف تسیوا نے اپنی پہلی گواہی کے دوران میں اس سے بالکل مختلف بات کا عندیہ دیا تھا: اپنی دوسری گواہی کے دوران میں اس نے جو کچھ کہا اس میں نفرت، انتقام کی خواہش، کافی عرصے سے دبی ہوئی مخاصمت تھی۔ لیکن بالکل یہی حقیقت کہ گواہ نے اپنی پہلی شہادت کے دوران میں حلف اٹھانے کے بعد جان بوجھ کر جھوٹا بیان دیا تھا، ہمیں یہ نتیجہ اخذ کرنے کا حق دیتی ہے کہ اس کی بعد کی گواہی کو بھی کذب بیانی قرار دے دیں۔ وکیل استغاثہ کے اپنے بیان کے مطابق انہیں 'اس محبت کے معاملے کو بیان کرنے کی نہ تو کوئی خواہش ہے اور نہ اس کا کوئی حوصلہ ہے۔' بہت اچھا، پھر میں بھی اس کی تفصیل میں جانے سے گریز کروں گا، تاہم اتنا عرض کرنے کی ضرور جسارت کروں گا کہ اگر مس درخوف تسیوا جیسی پاک دامن اور نیک سیرت خاتون، جو کہ وہ بلاشک وشبہ ہے، مدعا علیہ کو بدنام کرنے کے واضح ارادے کے ساتھ کسی پیشگی انتباہ کے بغیر اچانک اپنی شہادت تبدیل کرنے پر مائل ہو سکتی ہے، پھر یہ کہنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی کہ اس نے اپنی دوسری شہادت جذبات سے مغلوب ہوئے بغیر نہیں دی اور نہ اس نے اس سلسلے میں سرد مہرانہ غیر جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ تو کیا پھر ہمیں یہ نتیجہ اخذ کرنے کے حق سے محروم کیا جانا مقصود ہے کہ وہ عورت، جسے ٹھکرایا جا چکا ہو، بڑی حد تک محض مبالغہ آرائی کر رہی ہو؟ جی ہاں، درست بات بالکل یہی ہے کہ اس رقم کے ساتھ، جو وہ اس کی تحویل میں دے رہی تھی، جو ذلت اور شرم ناکی وابستہ تھی، وہ اسے بڑھا چڑھا کر پیش کر رہی تھی۔ درحقیقت جس انداز سے اس رقم کی پیشکش کی گئی تھی، وہ ایسا تھا کہ رقم آسانی سے قبول کی جا سکتی تھی، خاص طور پر مدعا علیہ جیسا لاابالی شخص اسے قبول کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں دکھا سکتا تھا۔ ویسے اصل بات یہ تھی کہ اسے اس وقت توقع تھی کہ عنقریب اسے اپنے باپ سے وہ تین ہزار روبل مل جائیں گے جن پر اس کے حساب سے اس کا حق بنتا تھا۔ یہ اس کی ناسمجھی تھی لیکن عین یہ اس کی یہی ناسمجھی تھی جس نے اسے باور کرا دیا تھا کہ اس کا باپ اس کی رقم اسے واپس کر دے گا، یہ

اسے لازماً مل جائے گی اور نتیجتاً وہ ان تین ہزار روبلوں کو بذریعہ منی آرڈر ماسکو بھیجنے کے قابل ہو جائے گا جو مس ورخوف تسیوا نے اسے تفویض کیے تھے اور یوں وہ اپنا قرض بے باق کر دے گا۔

''لیکن وکیل استغاثہ نے یہ ماننے سے صاف انکار کر دیا ہے کہ اس نے اس رقم کو اسی روز دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہوگا اور ایک حصہ تھیلی میں سی لیا ہوگا۔ وہ دعویٰ کر رہے ہیں، 'وہ اس طرح کا کام کر ہی نہیں سکتا تھا، وہ اس قسم کا آدمی ہے ہی نہیں۔ اگر وہ اس نوع کا کام کرتا، تو اس سے اس کے کردار کی نفی ہو جاتی۔' کیا میرے فاضل دوست نے خود چیخ چیخ کر یہ نہیں کہا تھا کہ کرامازوف غیر معمولی لوگ ہیں، وہ انتہائی بلندیوں کو بھی چھو سکتے ہیں اور انتہائی پستیوں میں بھی گر سکتے ہیں؟ کیا انہوں نے خود ان دو انتہاؤں کی طرف ہماری توجہ نہیں دلائی تھی جن تک کوئی بھی کرامازوف پہنچ سکتا ہے؟ ان کی بات بالکل صحیح ہے۔ کرامازوف تضادات کے، انتہاؤں کے بندے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تمام طنابیں توڑ کر، تمام حدود پھلانگ کر، اپنے آپ کو تن من سے عیش کوشی میں مصروف کر سکتے ہیں لیکن جونہی ان پر کوئی اور قوت، کوئی اور جذبہ غالب آتا ہے، وہ اپنی عیش کوشی کو ادھورا بھی چھوڑ سکتے ہیں اور مدعا علیہ کے معاملے میں یہ دوسری قوت محبت تھی، صرف محبت، اور محبت کے ماسوا کچھ بھی اور نہیں تھی، اور یہ محبت اس کے دل میں چقماق کی طرح بھڑک رہی تھی، اور اس محبت کی آبیاری کے لیے اسے روپے کی ضرورت تھی، اس سے کہیں زیادہ جتنی کی کہ اسے اپنی اس محبوبہ کے ساتھ رنگ رلیاں منانے کے لیے ضرورت تھی۔ اگر وہ اس سے کہہ دیتی، 'میں تمہاری ہوں، مجھے تمہارے باپ فیودر پاولووچ کے ساتھ کوئی سروکار نہیں،' وہ اسی وقت اسے اپنے ساتھ لیتا اور جھٹ کہیں اور چلا جاتا — مگر یہ کام کرنے کے لیے اسے ذرائع چاہئیں تھے اور اس کے لیے یہ بات اس کے ساتھ رنگ رلیاں منانے سے بھی زیادہ اہم ہوتی۔ کسی بھی دوسرے شخص کی نسبت کرامازوف خاندان کا کوئی فرد یہ بات زیادہ آسانی سے سمجھ سکتا تھا۔ یہی ایک بات تھی جو اسے پریشان کر رہی تھی، اس کے ذہن پر کابوس بن کر سوار ہو چکی تھی — تو ایسے حالات میں اس سے زیادہ فطری بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ وہ رقم کا کچھ حصہ نکالتا اور اسے کہیں چھپا لیتا تا کہ بعد ازاں ضرورت پیش آنے پر وہ اسے استعمال کر سکتا؟

''دریں اثنا وقت گزرتا جا رہا تھا۔ فیودر پاولووچ نے مدعا علیہ کی توقع کے برعکس تین ہزار روبل کی رقم ادا نہیں کی تھی؛ اس نے الٹا یہی رقم اپنے بیٹے کی محبوبہ کو ورغلانے کے لیے علیحدہ کر لی تھی۔ 'اگر فیودر پاولووچ میری رقم مجھے نہیں دیتا؛' اس نے سوچا، 'پھر میں مس کاترینا ایوانوونا کی نگاہوں میں چور بن جاؤں گا۔' چنانچہ اسے ایک خیال سوجھتا ہے: وہ مس ورخوف تسیوا کو پندرہ سو روبل دے دے گا جو وہ ابھی تک اپنی تھیلی میں اٹھائے پھر رہا تھا اور اس سے کہے گا، 'میں لفنگا ضرور ہوں لیکن چور ہرگز نہیں۔' چنانچہ وہ ان پندرہ سو روبلوں کی اس طرح حفاظت کر رہا تھا جیسے اس کی ساری زندگی کا دارومدار محض ان کے محفوظ رہنے پر ہو، ان حالات میں اس کے پاس تھیلی کو ادھیڑتے رہنے اور اس میں سے سو سو روبل نکال کر خرچ کرنے کی کوئی وجہ تھی ہی نہیں۔ آخر وکیل استغاثہ مدعا علیہ کو عزت نفس سے محروم کرنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں؟ ہاں، اس کے پاس عزت نفس ہے، مانا کہ یہ مسخ شدہ ہے، مانا کہ اس کا اظہار اکثر غلط انداز سے ہوتا ہے — لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ وہ عزت نفس کا مالک ہے، اسے اپنی عزت کا خبط کی حد تک احساس ہے، اور وہ اس کا ثبوت دے چکا ہے۔

''تاہم اب تصویر مزید پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ اپنے حسد کی وجہ سے مدعا علیہ کو جو ذہنی کرب محسوس ہوتا رہتا ہے، وہ اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے؛ ادھر وہی دو سوال اس کے سامنے مزید کرب ناک انداز سے وارد ہو جاتے ہیں اور اس کے مضطرب دماغ کو شدید سے شدید تر اذیت پہنچانے لگتے ہیں: 'اگر میں کاترینا ایوانوونا کی رقم واپس کرتا ہوں، پھر گروشینکا کے ساتھ فرار ہونے کے لیے مجھے روپیہ کہاں سے ملے گا؟' اس پورے مہینے کے دوران میں وہ جس قسم کی افراط و تفریط کا مظاہرہ کرتا رہا، جس کثرت سے مے نوشی میں مصروف رہا اور مے خانوں میں جس طرح لوگوں سے الجھتا اور جھگڑتا رہا، اس کے یہ تمام افعال غالباً تلخی اور صورت حال سے نپٹنے میں اس کی ناکامی کا نتیجہ تھے۔ آخرکار یہ دونوں سوال اتنے اذیت ناک ہو گئے کہ وہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اپنی مشکلوں پر قابو پانے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہو گیا۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو اپنے باپ کے پاس بھیجا کہ وہ آخری مرتبہ کوشش کر کے دیکھ لے کہ اس کا باپ اسے اس کے تین ہزار روبل واپس کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے یا نہیں مگر جواب کا انتظار کیے بغیر وہ خود زبردستی اس کے گھر میں گھس گیا اور انجام کار گواہوں کی موجودگی میں اس پر تشددانہ حملہ کر بیٹھا۔ اور یوں معاملہ اپنے اختتام کو پہنچ گیا کیونکہ پٹائی کروانے کے بعد اس بات کا امکان تقریباً ختم ہو گیا تھا کہ اس کا باپ اسے کوئی رقم دے گا — اور اسی روز اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے — یاد رکھیں یہ جسم کا وہی حصہ تھا جہاں اس کی گردن کے گرد تھیلی لٹک رہی تھی — اپنے بھائی کے سامنے قسم کھاتا ہے کہ اس کے پاس ایسے ذرائع ہیں جنہیں استعمال کرنے کے بعد وہ لفنگا نہیں رہے گا، مگر حقیقتاً وہ رہے گا لفنگا ہی کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ یہ رقم اپنے مقاصد کے لیے خرچ کر ڈالے گا، اس میں نہ تو قوت ارادی ہے اور نہ کردار کی طاقت کہ وہ مقاومت کر سکے۔ اس کے بھائی الیکسی کرامازوف نے جس راست بازی، پرخلوص، پراعتماد اور فی البدیہہ انداز سے گواہی دی ہے، اسے وکیل استغاثہ ماننے سے کیوں انکار کر رہے ہیں؟ اس کے برعکس مجھ سے یہ توقع کیوں کی جا رہی ہے کہ میں ان کے اس دعوے کو

آنکھیں بند کر کے قبول کر لوں کہ روپیہ اڈلفو قلعے کے کسی کونے کھدرے میں چھپا دیا گیا تھا؟

"اسی شام اپنے بھائی کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد مدعا علیہ نے تباہ کن نتائج کا حامل خط لکھا اور یہی وہ خط ہے جسے اس بات کا سب سے بڑا ثبوت بنا کر پیش کیا گیا ہے کہ اس نے رقم چرائی تھی۔ 'میں ہر اس شخص سے رقم مانگوں گا جس سے رقم ملنے کی توقع ہو سکتی ہے اور اگر کسی سے بھی یہ رقم نہ ملی، پھر میں اپنے باپ کو ہلاک کر ڈالوں گا اور اس کے گدے کے نیچے رکھے اس لفافے سے رقم نکال لوں گا جو گلابی ربن سے بندھا ہوا ہے لیکن یہ کام میں صرف اسی صورت میں کروں گا اگر ایوان وہاں موجود نہ ہوا' ــــ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ قتل کا جامع پروگرام ہے، چنانچہ قتل اسی نے کیا ہو گا۔ اس کے ماسوا اور کون یہ کام کر سکتا تھا؟ 'ہر چیز بالکل اسی طرح وقوع پذیر ہوئی جس طرح کہ اس نے تحریر کیا تھا،' وکیل استغاثہ فتویٰ سناتے ہیں۔

"لیکن اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ خط میں اس وقت تحریر کیا گیا تھا جب مدعا علیہ نشے سے مدہوش ہو چکا تھا اور ذہنی طور پر بے حد مضطرب تھا۔ دوسرے جب وہ لفافے کا ذکر کر رہا تھا، وہ محض وہی کچھ دہرا رہا تھا جو اسے سمردیا کوف نے بتایا تھا کیونکہ اس نے خود یہ لفافہ نہیں دیکھا تھا۔ تیسرے لکھا بے شک یہ سب کچھ گیا تھا مگر سوال یہ ہے کہ جو کچھ ہوا، وہ وہی کچھ تھا جو تحریر کیا گیا تھا؟ یہ ہے اصل بات جو ثابت کی جانا ہے۔ کیا مدعا علیہ نے واقعی گدے کے نیچے سے لفافہ نکالا تھا؟ کیا اسے کوئی رقم ملی تھی؟ کیا یہ لفافے میں موجود تھی بھی یا نہیں؟ کیا مدعا علیہ واقعی اپنے باپ کے گھر گیا تھا؟ ذرا اس بارے میں سوچیں، اس پر غور فرمائیں! وہ جو بھاگم بھاگ وہاں گیا تھا، اس لیے نہیں گیا تھا کیونکہ وہ ڈاکا مارنا چاہتا تھا، وہ تو محض یہ معلوم کرنے وہاں گیا تھا کہ وہ، وہ عورت جس نے اس کا دل توڑا تھا، وہاں گئی ہے یا نہیں ــــ نتیجتاً وہ وہاں کسی پروگرام کے تحت نہیں گیا تھا، جو کچھ اس نے تحریر کیا تھا، وہ اسے عملی جامہ پہنانے نہیں گیا تھا ــــ یعنی وہ کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت نہ تو وہاں ڈاکا مارنے اور نہ کسی کو قتل کرنے گیا تھا، وہ تو محض مجنونانہ حسد کے جذبے سے مغلوب ہو کر اضطراری فیصلے کے تحت وہاں گیا تھا! لیکن آپ کہیں گے کہ وہاں پہنچنے کے بعد اس نے بہرحال قتل کا ارتکاب کیا اور رقم بھی اٹھالی۔ لیکن سوال یہ ہے: کیا اس نے واقعی قتل کا ارتکاب کیا تھا؟ میں چوری کا الزام تو سرے سے مسترد کرتا ہوں۔ جب تک پوری صحت کے ساتھ یہ ثابت نہ کیا جائے کہ چرایا کیا گیا تھا، چوری کا الزام ہرگز نہیں لگایا جا سکتا ــــ یہ ایک بدیہی صداقت ہے! لیکن جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ اس نے رقم چرائے بغیر قتل کی واردات کر دی ہو گی، کیا اسے ثابت کر دیا گیا ہے یا یہ بھی محض قصہ کہانی ہے؟"

12

اور قتل کی واردات بھی کوئی نہیں ہوئی

"معزز اراکین جیوری، مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں کہ ایک انسان کی زندگی داؤ پر لگی ہوئی ہے، چنانچہ ہمیں نہایت حزم و احتیاط سے کام لینا ہو گا۔ ہم وکیل استغاثہ کو پوری سنجیدگی سے یہ کہتے سن چکے ہیں کہ وہ آخری لمحے تک ــــ درحقیقت آج یعنی سماعت کے روز تک ــــ مدعا علیہ پر یہ الزام لگانے سے ہچکچاتے رہے ہیں کہ مدعا علیہ نے یہ قتل فی الواقع کسی پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا تھا ــــ اور واقعہ تو یہ ہے کہ وکیل استغاثہ میں اس لمحے تک ہچکچاتے رہے جب تک سنگین نتائج کے حامل، نشے کے عالم میں لکھے گئے خط کو پیش نہیں کر دیا گیا۔ 'سب کچھ عین اسی طرح وقوع پذیر ہوا جس طرح کہ لکھا گیا تھا!' وکیل استغاثہ کا ارشاد ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ میں جو کچھ پہلے عرض کر چکا ہوں، مجھے ایک بار پھر اس کے دہرانے کی اجازت دی جائے: وہ 'اُس' کا تعاقب کر رہا تھا، اُس کو تلاش کر رہا تھا، معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کہاں گئی ہے۔ یقیناً یہ ایسی حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اگر وہ اپنے گھر پر موجود ہوتی، وہ بھاگم بھاگ کہیں نہ جاتا؛ اس کی بجائے وہ اس کے پاس ہی ٹھہرا رہتا اور ہرگز وہ کچھ نہ کرتا جو اس نے خط میں تحریر کیا تھا۔ وہ بلا سوچے سمجھے، اضطراری فیصلے کے تحت بھاگ پڑا تھا؛ جہاں تک خط اور اس کے مندرجات کا تعلق ہے، وہ اس وقت اس کے متعلق غالباً بھول چکا تھا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ 'اس نے موسل بھی تو اٹھایا تھا' ــــ اور آپ کو یاد ہو گا کہ ہماری ناقص عقلوں کی رہنمائی کے لیے اس ایک موسل کی بنیاد پر کتنی بڑی نفسیاتی عمارت کھڑی کر دی گئی ہے کہ اس نے موسل کو کیوں ہتھیار سمجھ لیا ہو گا، اسے بطور ہتھیار استعمال کرنے کے لیے ہی اٹھایا ہو گا، وغیرہ وغیرہ۔ یہاں میرے ذہن میں ایک بالکل سیدھا سادھا خیال آتا ہے: اگر یہ موسل وہاں نہ ہوتا جہاں سے یہ سب کو نظر آ سکتا تھا، تو پھر کیا ہوتا؟ اگر یہ اس شیلف پر نہ ہوتا جہاں سے مدعا علیہ نے اسے اٹھایا تھا بلکہ یہ کسی برتنوں کی الماری میں بند ہوتا، تو پھر کیا ہوتا؟ پھر یہ لازماً مدعا علیہ کو نظر نہ آ سکتا، وہ کسی ہتھیار کے بغیر خالی ہاتھ بھاگ کھڑا ہوتا اور اس نے غالباً کسی کو بھی ہلاک نہ کیا ہوتا۔ ان حالات میں موسل کو حملے کا ہتھیار اور پیشگی سوچے سمجھے منصوبے کا ثبوت کیسے تصور کیا جا سکتا ہے؟

"جی ہاں، یہ درست ہے کہ وہ مے خانوں میں چلا چلا کر کہتا پھر رہا تھا کہ وہ اپنے باپ کو

ہلاک کر ڈالے گا لیکن قتل کی واردات سے دو روز پہلے اس شام جب وہ نشے میں وحشت ہو چکا تھا اور اس نے وہ خط تحریر کیا تھا اس نے اپنی زبان بند رکھی تھی اور مے خانے میں محض کسی دکاندار کے ملازم سے جھگڑا کرنے پر اکتفا کیا تھا کیونکہ، الزام یہ لگایا جاتا ہے، کرامازوف جھگڑا کرنے سے باز رہ ہی نہیں سکتے۔ اس کا جواب میں یہ دوں گا کہ اگر اس نے اس قسم کے قتل کا ارتکاب کا فیصلہ کر ہی لیا تھا، اس کا منصوبہ بنا ہی لیا تھا، اسے کاغذ پر تحریر کر ہی دیا تھا، پھر وہ دکاندار کے ملازم کے ساتھ قطعاً کوئی جھگڑا نہ کرتا ـــــ درحقیقت وہ مے خانے میں بھی نہ جاتا، اس لیے کیونکہ جو شخص اس قسم کے کام کی منصوبہ بندی کرتا ہے، وہ لوگوں کی نگاہوں میں آنا پسند نہیں کرتا، وہ ادھر اُدھر دبک جاتا ہے، چھپ جاتا ہے تاکہ نہ تو کوئی اسے دیکھ سکے اور نہ اس کی آواز سن سکے۔ 'یوں بن جاؤ جیسے تمہارا کوئی وجود ہی نہ ہو' وہ سوچتا ہے ـــــ خالصتاً عقلی انداز سے نہیں بلکہ محض جبلی طور پر۔ معزز اراکین جیوری، نفسیات دونوں طرح کام کرتی ہے اور ہم سب نفسیات کے متعلق ایک آدھ بات لازماً جانتے ہیں۔ جہاں تک اس کے اس مہینے کے رویے کا تعلق ہے جس کے دوران میں وہ مختلف مے خانوں میں چلا چلا کر کہتا پھر رہا تھا کہ (کہ وہ اپنے باپ کو قتل کر دے گا)، یہ اس سے مختلف نہیں جو بچے آپس میں یا نشے سے چور رنگ رلیاں منانے والے اپنے شراب نوشی کے ٹھکانوں سے باہر نکلتے ہوئے ایک دوسرے سے جھگڑتے ہوئے چلا چلا کر کہتے ہیں، 'میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا؛' لیکن وہ مارتے وارتے ہرگز نہیں، ٹھیک؟ جہاں تک اس 'اہم نتائج کے حامل' خط کا تعلق ہے، یہ بھی مے خانے سے برآمد ہونے والے شرابیوں کی بھڑک سے 'میں تمہیں مار ڈالوں گا؛ میں تم سب کو ہلاک کر دوں گا!' کوئی خاص مختلف نہیں۔ اس نے جو خط لکھا تھا، وہ بھی نشے کی حالت میں تحریر کی گئی محض بڑھک تھی، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ آخر اس خط کو اتنی اہمیت کیوں دی جا رہی ہے؟ اس کے برعکس اسے مضحکہ خیز کیوں قرار نہیں دیا جا سکتا؟ محض اس لیے کہ ایک باپ کا قتل ہو گیا تھا، محض اس لیے کہ ایک گواہ نے اسے ہتھیار کے ساتھ باغیچے سے نکلتے دیکھ لیا تھا اور وہ گواہ خود اس کے ہاتھوں زخمی ہو گیا تھا، چنانچہ ہر چیز ویسے ہی وقوع پذیر ہوئی جیسے کہ اس نے لکھا تھا، یوں وہ خط مضحکہ خیز نہیں رہا، اہم بن گیا! (کیا منطق ہے!)

"خدا کا شکر ہے کہ ہم آخرکار اصل نکتے پر پہنچ ہی گئے ہیں۔ 'وہ باغیچے میں موجود تھا، بنا قتل کا ارتکاب اسی نے کیا ہو گا۔' وکیل استغاثہ کے سارے مقدمے کا دارومدار دو الفاظ وہ اور تنہا پر ہے، الزام سراسر انہیں پر مشتمل ہے ـــــ وہ موجود تھا، تنہا اس نے لازماً قتل کا ارتکاب کیا ہو گا... وہ بے شک وہاں موجود تھا، لیکن اگر تنہا نکال دیا جائے، پھر؟ میں مانتا ہوں کہ حقائق کی حاصل جمع، کل مجموعہ، بہت متاثر کن ہے۔ لیکن اگر حقائق کی چھان پھٹک انہیں الگ الگ کر کے کی جائے اور

ان کے مجموعی تاثر سے پہلو بچایا جائے تو پھر نتیجہ بالکل مختلف ہو گا۔ مثلاً وکیل استغاثہ مدعا علیہ کے اس بیان کو کسی صورت بھی صحیح ماننے سے کیوں انکاری ہیں کہ وہ اپنے باپ کی کھڑکی کے قریب پہنچ کر واپس بھاگ گیا تھا؟ ملزم پر اچانک احترام اور پسرانہ سعادت مندی کے جو جذبات غالب آئے تھے، وکیل استغاثہ نے ان کا جس طنزیہ انداز سے ذکر کیا ہے، اسے بھی یاد رکھیں۔ اگر اس قسم کی واقعی کوئی چیز رونما ہوئی تھی، تو چلیں اسے احترام نہ کہیں، پسرانہ سعادت مندی تو کہہ سکتے ہیں۔ 'میرا خیال ہے اس لمحے میری ماں میرے حق میں دعا کر رہی ہو گی؛' مدعا علیہ نے بعد ازاں ابتدائی تفتیش کے دوران میں حلفیہ بیان دیتے ہوئے کہا تھا۔ اور چنانچہ جونہی اسے یقین ہو گیا کہ مس سویتلووا اس کے باپ کے گھر نہیں آئی ہے، وہ وہاں سے بھاگ گیا۔ 'لیکن وہ محض کھڑکی میں سے دیکھ کر یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا؛' وکیل استغاثہ اعتراض کرتے ہیں۔ مگر وہ کیوں نہیں کہہ سکتا تھا؟ مدعا علیہ کے سگنل دینے پر کھڑکی یقیناً کھول دی گئی تھی۔ اس موقع پر فیودر پاولووچ کے منہ سے ایک آدھ لفظ یا چیخ لازماً نکل گئی ہو گی جس سے مدعا علیہ کو فوراً معلوم ہو گیا ہو گا کہ مس سویتلووا وہاں نہیں ہے۔ آخر ہم اس قسم کے مفروضے باندھنے کے لیے کیوں تیار رہتے ہیں کہ ہر چیز بالکل اسی طرح ہوئی ہو گی جس طرح کہ ہم سوچتے ہیں یا سوچنے کا ارادہ کرتے ہیں؟ حقیقی زندگی میں ایسی ہزاروں چیزیں رونما ہو سکتی ہیں جو باریک بین سے باریک بین ترین ناول نگار کی نگاہوں سے بھی اوجھل رہ جاتی ہیں۔

"معزز اراکین جیوری، فاضل وکیل استغاثہ فرماتے ہیں: 'اوخ، چونکہ گریگوری نے دیکھ لیا تھا کہ دروازہ کھلا ہے، چنانچہ اس سے ثابت یہ ہوا کہ مدعا علیہ لازماً مکان کے اندر گیا ہو گا اور اپنے باپ کا قتل لازماً اسی نے کیا ہو گا۔' جہاں تک اس دروازے کا تعلق ہے... آپ نے خود اندازہ لگا لیا ہو گا کہ صرف ایک گواہ نے گواہی دی ہے کہ دروازہ کھلا تھا اور اس وقت اس گواہ کی حالت یہ تھی کہ... تاہم ہم مان لیتے ہیں، چلیں، ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ دروازہ کھلا تھا، ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ اسے مدعا علیہ نے ہی کھولا ہو گا اور اس نے اس بارے میں جبلی طور پر جو دروغ گوئی کی ہے، محض اس لیے کی ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو بچانا چاہتا تھا ـــــ تاہم اتنا تو آپ بھی تسلیم کریں گے کہ جن حالات میں وہ اپنے آپ کو پا رہا تھا، ان میں اگر وہ کذب بیانی کرتا ہے، تو یہ کوئی انہونی چیز نہیں، ہر شخص یہی کچھ کرتا ہے ـــــ چلیں، ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ اسے مکان تک رسائی حاصل ہو گئی تھی، یہ کہ وہ مکان کے اندر چلا گیا تھا، پھر کیا؟ ـــــ اگر وہ مکان کے اندر چلا ہی گیا تھا، تو پھر اس سے لازماً یہ نتیجہ کیسے نکل آیا کہ قتل کا ارتکاب اسی نے کیا تھا۔ ممکن ہے وہ دھم دھماتا اندر داخل ہو گیا ہو، کمروں میں بھاگا پھرا ہو، دھکا مار کر اپنے باپ کو ایک طرف دھکیل دیا ہو اور عین ممکن

ہے کہ اسے ایک آدھ تھپڑ بھی مار دیا ہو، مگر جونہی اسے معلوم ہوا کہ مس سویتلووا تو وہاں آئی ہی نہیں، اس کا سارا غصہ کافور ہو گیا ہو، وہ جن قدموں بھاگم بھاگ آیا تھا انہیں قدموں واپس چلا گیا ہو کیونکہ اب اسے اطمینان ہو چکا تھا کہ اس کے اندیشے درست نہیں ثابت ہوئے، مس سویتلووا وہاں نہیں آئی تھی اور وہ خود اپنے باپ کو قتل کرنے سے باز رہا تھا۔ غالباً صحیح صحیح وجہ یہی ہے کہ ایک دو منٹ بعد جب وہ گرما گرمی میں گریگوری کو زخمی کر بیٹھا، اس نے اس کی دیکھ بھال کرنے کی غرض سے نیچے چھلانگ لگا دی —— کیونکہ وہ رحم اور ہمدردی کے سچے جذبات کا اظہار کرنے کی اہلیت سے بہرہ ور تھا، اور وہ اس اہلیت سے اس لیے بہرہ ور تھا کیونکہ ترغیب کے باوجود اس نے اپنے باپ کو قتل کرنے سے گریز کیا تھا۔ چونکہ اس نے اپنے باپ کو قتل کرنے سے دریغ برتا تھا، اس کا دل پاکیزہ ہو چکا اور مسرت سے بھر چکا تھا۔

"جب بالآخر تکرار میں اسے اپنی محبت مل گئی جو اسے نئی زندگی کی طرف بلا رہی تھی، تب اس کی جو ذہنی کیفیت ہوئی، وکیل استغاثہ نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہاتے ہوئے اس کا زبردست نقشہ کھینچا ہے اور ساتھ ہی فرمایا ہے کہ اسے اپنی محبت تب ملی جب اس محبت پر اس کا کوئی حق نہیں رہا تھا کیونکہ وہ اپنے پیچھے اپنے باپ کی خون آلود لاش چھوڑ کر آیا تھا اور اس لاش کے آگے کیا تھا —— مکافاتِ عمل۔ تاہم وکیل استغاثہ اتنا ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ محبت کا امکان موجود تھا تاہم وہ اس کی وضاحت اپنی مخصوص قسم کی نفسیات کے ذریعے کرتے ہیں: 'اس کی نشے میں چور حالت... قیدی کو جب پھانسی گھر کی طرف لے جایا جا رہا ہو... انتظار کا طویل لمحہ... وغیرہ، وغیرہ...' لیکن میں اپنے فاضل دوست سے استفسار کرنا چاہتا ہوں: 'کیا آپ نے بالکل ہی مختلف قسم کا آدمی تو نہیں گھڑ لیا؟' اگر مدعا علیہ نے واقعی اپنے باپ کا قتل کیا تھا تو کیا وہ حقیقتاً اتنا سفاک اور سنگ دل ہو سکتا تھا کہ عین اسی لمحے اپنی محبت کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتا اور جب عدالت میں پیش ہوتا تو ذومعنی باتیں کرنے لگتا؟ نہیں، بالکل نہیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ بالکل نہیں۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جونہی اس پر منکشف ہوا کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے، اسے بلا رہی ہے، اسے نئی مسرت کی نوید دے رہی ہے، اگر اس کے ضمیر پر قتل کا بوجھ ہوتا، وہ اس محبت کے چکر میں نہ پڑتا بلکہ اس کا بار بار جی چاہتا کہ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ وہ خودکشی کر لے اور یقیناً وہ یہ کام کر بیٹھتا! اس کے پاس پستول تھے اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ کہاں رکھے ہوئے ہیں۔ میں مدعا علیہ کو جان چکا ہوں۔ وکیل استغاثہ نے اسے جس طرح کا سفاک، سنگ دل اور بے رحم شخص بنا کر پیش کیا ہے، وہ اس کے کردار سے قطعاً لگا نہیں کھاتا۔ یہ بات بالکل یقینی ہے کہ اس نے اس رات اپنے آپ کو لازماً ہلاک کر لینا تھا، مگر اس نے ایسا کیا نہیں۔ اس نے اپنے آپ کو ہلاک کیوں نہیں کیا؟

اس کی صحیح صحیح وجہ یہ ہے کہ اس وقت اس کی ماں اس کے لیے دعائیں مانگ رہی تھی اور وہ خود اپنے باپ کے قتل میں بالکل بے گناہ تھا۔ اس رات تکرار میں اسے جو ذہنی اذیت پہنچ رہی تھی، اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ اس نے اپنے باپ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے تھے بلکہ یہ تھا کہ اسے خوف لاحق ہو رہا تھا کہ کہیں وہ گریگوری کو ہلاک تو نہیں کر آیا۔ وہ خدا سے دعائیں مانگ رہا تھا کہ بوڑھا شخص ہوش میں آ جائے، اس کے ہاتھوں اسے جو ضرب پہنچی تھی، وہ مہلک ثابت نہ ہو، اور وہ خود اپنے اس فعل کی سزا پانے سے بچا رہے۔ واقعات کی اس توجیہہ و تشریح کو کیوں تسلیم نہیں کیا جا سکتا؟ آخر آپ کے پاس کیا پختہ ثبوت ہے کہ مدعا علیہ جھوٹ بول رہا ہے؟ لیکن آپ ایک بار پھر سوال اٹھائیں گے: 'اس کی باپ کی لاش کے متعلق کیا خیال ہے؟ اگر وہ بوڑھے شخص کو قتل کیے بغیر باہر بھاگ گیا تھا، پھر اسے ہلاک کس نے کیا تھا؟'

"میں پھر عرض کرتا ہوں کہ وکیل استغاثہ کے مقدمے کی ساری بنیاد ہی یہ ہے: 'اگر قتل اس نے نہیں کیا، پھر کس نے کیا؟' ہمیں بتایا گیا ہے کہ اس کے علاوہ اور کوئی شخص وہاں تھا ہی نہیں۔ معزز اراکینِ جیوری، کیا یہ واقعی درست ہے؟ کیا واقعی اور حقیقتاً یہی اصل صورت ہے کہ وہاں کوئی اور شخص نہیں تھا؟ ہم نے وکیل استغاثہ کو ان تمام لوگوں کے نام گنواتے سنا ہے جو اس رات گھر میں موجود تھے۔ کل مل کر پانچ اشخاص بنتے ہیں۔ میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ تین اشخاص کو —— خود مقتول، بوڑھے گریگوری اور اس کی بیوی کو —— قطعی طور پر اس فہرست سے خارج کیا جا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد صرف دو افراد —— مدعا علیہ اور سمردیاکوف —— باقی رہ جاتے ہیں، اور وکیل استغاثہ نے بڑے گھمبیر انداز سے اعلان کیا ہے کہ مدعا علیہ نے سمردیاکوف پر جو شک کا اظہار کیا ہے، اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ کوئی اور شخص ہے ہی نہیں جس پر وہ الزام لگا سکتا، یہ کہ اگر وہاں چھٹا شخص ہوتا یا اس چھٹے شخص کا شائبہ تک بھی ہوتا، مدعا علیہ اتنا خفیف ہو جاتا کہ وہ جھٹ پٹ سمردیاکوف کو موردِ الزام قرار دینا بند کر دیتا اور اس کی بجائے چھٹے شخص کی جانب انگلی اٹھانے لگتا۔ لیکن، معزز اراکینِ جیوری، میں اس کے بالکل برعکس نتیجہ کیوں اخذ نہ کروں؟ یہاں دو اشخاص —— مدعا علیہ اور سمردیاکوف —— ہیں۔ آخر مجھے یہ کہنے سے کون سی چیز روک سکتی ہے کہ آپ میرے مؤکل پر محض اس لیے الزام لگا رہے ہیں کیونکہ آپ کو کوئی اور شخص نہیں مل رہا جس پر آپ الزام لگا سکیں؟ اور آپ کو الزام لگانے کے لیے کوئی دوسرا شخص اس لیے نہیں مل رہا کیونکہ آپ نے بالکل آغاز ہی سے من مانے طریقے سے مشتبہ لوگوں کی فہرست سے سمردیاکوف کا نام نکال دیا تھا۔ ہاں، یہ درست ہے کہ صرف مدعا علیہ، اس کے دونوں بھائیوں اور مس سویتلووا نے سمردیاکوف کی طرف انگلی اٹھائی ہے۔ لیکن سچ پوچھیں تو آپ کو اور لوگ بھی مل جائیں گے جو یہی کچھ کہہ رہے

ہیں۔ اس قصبے کے عام باشندوں کی توجہ، اگرچہ مبہم انداز ہی سے سہی، ایک خاص سوال نے اپنی طرف کھینچ رکھی ہے، گول مول سی افواہ گردش کر رہی ہے، شبے کا اظہار کیا جا رہا ہے، فضا میں خاص نوع کی توقع کا احساس ہوتا ہے۔ آخر میں ہمارے پاس بعض حقائق، بعض اتفاقات کی شہادت موجود ہے ـــــ اگرچہ میں مانتا ہوں کہ یہ شہادت فیصلہ کن نہیں، پھر بھی اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پہلی چیز تو وہی مرگی کا دورہ ہے جو عین قتل کے دن پڑا اور یہ وہ دورہ ہے جس کا کسی وجہ سے دفاع کرنے اور جسے صحیح ثابت کرنے کے لیے وکیل استغاثہ نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ دوسری چیز سمردیاکوف کی خودکشی ہے جو اس نے غیر متوقع طور پر سماعت سے صرف ایک شام پہلے کی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ مدعا علیہ کے منجھلے بھائی نے، جو آج تک مدعا علیہ کو مجرم گردانتا رہا ہے، آج بالکل اچانک اور غیر متوقع طور پر اس کے حق میں شہادت دے دی ہے، اس نے (زیرِ بحث) رقم بھی پیش کر دی ہے اور اس کے ساتھ ہی سمردیاکوف کا نام لے کر کہا ہے کہ قاتل تو وہ ہے۔ میں معزز ججوں اور وکیل استغاثہ کی اس رائے سے متفق ہوں کہ ایوان کرامازوف بیمار ہے اور جب وہ شہادت دے رہا تھا، اس پر ہذیانی کیفیت طاری تھی، عین ممکن ہے اس نے یہ شہادت عالمِ جنون میں ہی سوچی ہو، اور یہ وہ شہادت ہے جس میں ایک مرحوم شخص پر الزام لگا کر اپنے بھائی کو بچانے کی آخری چارۂ کار کے طور پر کوشش کی گئی ہو۔ لیکن سمردیاکوف کا نام بہرحال لیا گیا ہے اور اس کا نام سامنے آنے پر آدمی کو محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہاں کوئی نہ کوئی پُراسرار چیز ضرور موجود ہے۔ معزز اراکینِ جیوری، نظر کچھ یوں آتا ہے کہ یہاں کوئی چیز کہے بغیر چھوڑ دی گئی ہے، اسے ادھورا رہنے دیا گیا ہے۔ شاید مناسب وقت پر سب کچھ واضح ہو جائے گا۔ لیکن فی الحال ہم اسے یہیں چھوڑے دیتے ہیں، اس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔

"عدالت فیصلہ کر چکی ہے کہ وہ مقدمے کی سماعت جاری رکھے گی۔ دریں اثنا میں سمردیاکوف کے کردار کے اس تجزیے کے بارے میں چند باتیں کہنا چاہوں گا جسے وکیل استغاثہ نے اتنی مہارت، زیرکی اور باریک بینی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ میں اپنے فاضل دوست کی قابلیت اور ہنرمندی کی داد دیے بنا تو نہیں رہ سکتا، تاہم انہوں نے جو تجزیہ کیا ہے، میں اسے تسلیم کرنے سے قاصر ہوں۔ میں سمردیاکوف سے ملا تھا، میں نے اسے دیکھا تھا، اس کے ساتھ گفتگو کی تھی، اور میں نے اس کے بارے میں بالکل مختلف رائے قائم کی تھی۔ یہ درست ہے کہ وہ جسمانی طور پر کمزور آدمی تھا، لیکن کردار اور جذبے کے اعتبار سے وہ اتنا بودا اور ضعیف نہیں تھا جتنا کہ وکیل استغاثہ نے اسے دکھانے کی کوشش کی ہے، خاص طور پر مجھے اس بزدلی اور کم حوصلگی کی کوئی علامت نظر نہیں آئی تھی جس کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لیے وکیل استغاثہ نے اپنا پورا زور لگا دیا ہے۔ جہاں تک سادہ لوحی اور

بھولپن کا تعلق ہے، تو میں یہ عرض کروں گا کہ یہ چیزیں اس میں بالکل مفقود تھیں۔ اس کے برعکس مجھے یہ منکشف ہوا کہ یہ شخص کسی پر بھی اعتبار نہیں کرتا، اس نے اپنی اس بے اعتباری کے شدید احساس پر سادہ لوحی کا محض غلاف چڑھا رکھا ہے، اصلاً اس کا دماغ گہرے سوچ بچار کا اہل ہے۔ وکیل استغاثہ دھوکا کھا گئے اور اسے سادہ لوح سمجھ بیٹھے۔ اس کی باتیں سن کر اور اس کے طور طریقے دیکھ کر میرے ذہن پر ایک واضح اور غیر مبہم تاثر نقش ہو گیا: مجھے پختہ یقین ہو گیا کہ یہ شخص کینہ پرور، غیر معمولی طور پر جاہ طلب، منتقم مزاج اور متشددانہ طور پر حاسد ہے۔ میں نے اس کے بارے میں چند معلومات بھی جمع کی تھیں: اسے اپنے نام سے نفرت تھی، وہ اپنی ولدیت پر شرمندہ تھا اور جب اسے یاد آتا تھا: 'میں سمردیاشچیا کا ناجائز بیٹا ہوں،' تو وہ غصے سے دانت پیسنے لگتا تھا۔ بچپن میں جن لوگوں نے ـــــ اور یہ لوگ گریگوری اور اس کی بیوی تھے ـــــ اس کی دست گیری کی تھی، اس کے دل میں ان کا کوئی احترام نہیں تھا۔ وہ روس کو کوستا، اسے برا بھلا کہتا اور اس کا مضحکہ اڑاتا رہتا تھا۔ اس کی آرزو فرانس منتقل ہونا اور فرانسیسی شہری بننا تھی۔ وہ کافی طویل عرصے سے اپنی غربت اور بدحالی کا شاکی چلا آ رہا تھا۔ میرا خیال ہے اس نے اپنے سوا کسی سے کبھی محبت نہیں کی تھی اور وہ اپنی ذات کی حیران کن حد تک توقیر کرتا تھا۔ اس کے تصور کے مطابق مہذب اور شائستہ آدمی وہ ہوتا ہے جو صاف ستھری قمیص، عمدہ ملبوسات اور پالش شدہ جوتے پہنے۔ اپنے آپ کو فیودر پاولووچ کا ناجائز بیٹا سمجھتے ہوئے (اور اس کی تائید میں واقعی شہادتیں موجود ہیں) اسے اپنے آقا کے جائز بیٹوں کے مقابلے میں اپنے مقام سے لازماً نفرت رہی ہو گی: ان کے پاس سب کچھ تھا اور اس کے پاس کچھ بھی نہیں، انہیں تمام حقوق اور مراعات حاصل تھیں اور اس کی پوری وراثت بھی انہیں کے حصے میں آنا تھا جبکہ خود وہ محض باورچی تھا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ اس نے اور فیودر پاولووچ دونوں نے مل کر رقم لفافے میں ڈالی تھی۔ جس مقصد کے لیے یہ رقم مخصوص کی گئی تھی ـــــ اور یہ رقم اس کے اپنے حالات کو بہت بہتر بنا سکتی تھی ـــــ، وہ اس کے نزدیک گھناؤنا اور قابلِ نفرت تھا۔ اس سے بھی بڑی بات یہ ہوئی کہ یہ تین ہزار روبل بالکل نئے، کرارے اور غیر استعمال شدہ سو سو روبل کے نوٹوں کی شکل میں تھے ـــــ میں نے اس بارے میں اس سے خاص طور پر پوچھا تھا۔ کسی لالچی اور اپنی خواہشوں کے اسیر شخص کو اتنی بڑی رقم، جو اس نے اپنی زندگی میں کبھی نہ دیکھی ہو، یک مشت نہیں دکھانا چاہیے۔ بڑی مالیت کے نوٹوں کی گڈی دیکھ کر اس کے تخیل پر مریضانہ اور ضرر رساں تاثر مرتسم ہوا ہو گا جس کے نتائج کا شروع میں اندازہ نہیں لگایا جا سکا ہو گا۔

"میرے فاضل دوست نے اس امکان کے حق میں اور اس کے خلاف کہ قتل سمردیاکوف نے کیا ہو گا، غیر معمولی مہارت اور باریک بینی سے دلائل کا انبار لگا دیا ہے اور انہوں نے خاص طور پر

یہ سوال اٹھایا ہے کہ سمردیاکوف کو مرگی کے دورے کا ڈھونگ رچانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ممکن ہے وہ مکر نہ کر رہا ہو بلکہ اس پر بیچ بیچ دورہ پڑ گیا ہو اور اس سے اپنے آپ صحت یاب ہو گیا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ پوری طرح تو صحت یاب نہ ہوا ہو مگر جیسا کہ مرگی کے دوروں میں اکثر ہوتا ہے، اسے دوبارہ ہوش آ گیا ہو اور اس کے اوسان بحال ہو گئے ہوں۔

''وکیل استغاثہ نے سوال اٹھایا ہے، 'سمردیاکوف کو قتل کا ارتکاب کرنے کا موقع دستیاب ہی کب ہو سکتا تھا؟' اس کا جواب دینا بہت آسان ہے۔ ممکن ہے کہ وہ عین اس وقت اپنی گہری نیند سے بیدار ہو گیا ہو (کیونکہ وہ محض سو رہا تھا — جب مرگی کا دورہ پڑتا ہے، اس کے فوراً بعد مریض کو گہری نیند آ جاتی ہے) اور اپنے ہوش و حواس میں آ گیا ہو جب گریگوری نے مدعا علیہ کا، جب وہ باڑ پر چڑھ رہا تھا، پاؤں پکڑا تھا اور اتنے زور سے چلا کر کہا تھا کہ اس کی آواز محلے کے تمام لوگ سن سکتے تھے، 'تم نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے!' خاموشی اور تاریکی میں جب یہ اچانک اور غیر متوقع آواز گونجی، تو اس نے درحقیقت سمردیاکوف کو جگا دیا ہو گا جس کی نیند غالباً اب اتنی گہری نہیں رہی تھی: وہ یون ایک گھنٹہ پہلے فطری طور پر بیدار ہونے لگا ہو گا۔ یوں جب اس کی آنکھ کھل جاتی ہے، وہ بستر سے اٹھتا ہے اور — تقریباً غیر شعوری اور بالکل بے مقصد طور پر — باہر اس جانب چل پڑتا ہے جدھر سے شوروغل کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہو کیا رہا ہے۔ وہ ابھی تک پوری طرح ہوش میں نہیں آ سکا ہے بلکہ نیم غنودگی کی کیفیت میں ہے، تاہم باغیچے میں اسے پگڈنڈی مل جاتی ہے، وہ ان کھڑکیوں کی طرف بڑھتا ہے جن سے روشنی آ رہی ہے۔ وہاں اسے اپنے آقا سے، جو بہرحال اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے، بھیانک خبر ملتی ہے۔ اس کا دماغ فوراً مصروفِ عمل ہو جاتا ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے، اس کا آقا اسے اس کی تفصیلات سے آگاہ کرتا ہے۔ اور چنانچہ سمردیاکوف کے پراگندہ اور پریشانہ دماغ میں ایک تصور تشکیل پانے لگتا ہے — بھیانک، مگر ترغیب انگیز اور سفاکانہ انداز سے منطقی تصور: اپنے آقا کو مار ڈالو، تین ہزار روبل اٹھا لو اور سارا الزام اپنے نوجوان آقا کے سر تھوپ دو۔ فطرتاً ہر شخص یہی سمجھے گا کہ یہ کام نوجوان آقا نے کیا ہو گا، اس وقت جو شہادتیں دستیاب ہیں، ان کی روشنی میں قتل کا الزام لگایا بھی اور کس پر جا سکے گا کیونکہ یہ شہادتیں بتائیں گی کہ وہ موقع پر موجود تھا! ایک طرف اسے روپے کی، مالِ غنیمت کی شدید طمع تھی، دوسری طرف اسے احساس تھا کہ وہ قتل بھی کر سکتا ہے اور سزا سے بھی صاف بچ سکتا ہے کیونکہ اس بات کا کوئی اندیشہ ہی نہیں کہ کسی کو اصل صورتِ حال کا علم ہو پائے گا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب سازگار موقع ہاتھ آتا ہے، اس قسم کے غیر متوقع اور ناقابلِ مقاومت ہیجانات اکثر خواہ مخواہ سر اٹھانے لگتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ ان قاتلوں کے قلوب میں تو

عین موقع پر پیدا ہونے لگتے ہیں جنہوں نے اس سے پہلے غالباً کسی قتل کا ارتکاب کرنے کے متعلق سوچا تک نہیں ہوتا! چنانچہ یہ عین ممکن ہے کہ سمردیاکوف اپنے مالک کے کمرے میں چلا گیا ہو اور اس نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا دیا ہو۔ کس چیز سے، کس ہتھیار سے؟ اس پہلے پتھر سے جو اسے باغ میں پڑا مل گیا ہو گا۔ لیکن کس لیے، کس مقصد کے پیشِ نظر؟ خیر، تین ہزار روبل اس کی زندگی سنوار سکتے تھے۔ جی ہاں، میں یہاں اپنی تردید آپ نہیں کر رہا: ہو سکتا ہے روپیہ واقعی موجود ہو۔ اور غالباً سمردیاکوف واحد شخص تھا جسے معلوم تھا کہ یہ کہاں سے ہاتھ آ سکتا ہے، اس کے آقا نے اسے ٹھیک ٹھیک کہاں چھپایا ہے۔ پھر اس غلاف کے متعلق جس میں رقم رکھی گئی تھی، اس پھٹے ہوئے لفافے کے متعلق جو فرش پر پڑا ملا تھا، کیا خیال ہے؟

''قبل ازیں جب وکیل استغاثہ اس لفافے کے متعلق بات کر رہے تھے، انہوں نے زبردست موشگافی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ کرامازوف جیسا ناتجربے کار چور ہی اسے فرش پر پھینک سکتا تھا جب کہ سمردیاکوف یہ کام کبھی نہ کرتا، وہ اپنے خلاف اس قسم کی شہادت کبھی پیچھے چھوڑ کر نہ جاتا — معزز اراکینِ جیوری، جب یہ بات میرے کانوں میں پڑی مجھے اچانک احساس ہوا کہ میں کوئی ایسی بات سن رہا ہوں جو غیر معمولی طور پر جانی پہچانی ہے اور ذرا تصور کریں میں نے بالکل یہی نظریہ، یہی قیاس آرائی کہ کرامازوف لفافے کے ساتھ کیا سلوک کرتا، دو دن پہلے خود سمردیاکوف کی زبانی سنی تھی اور معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا! مجھے جس چیز پر سخت تعجب ہوا وہ یہ تھی کہ وہ یوں بننے کی کوشش کر رہا تھا جیسے وہ بہت بھولا، بہت سادہ لوح ہو، حالانکہ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ بھولا اور سادہ لوح ہرگز نہیں، وہ تو اتنا ہوشیار تھا کہ سوال پوچھنے سے پہلے ہی بھانپ جاتا تھا کہ یہ کس قسم کا ہو گا اور جب جواب دیتا تھا تو اس انداز سے دیتا تھا کہ جو تصور، جو خیال وہ میرے ذہن پر بٹھانا چاہتا تھا، خود مجھے یوں نظر آئے جیسے یہ تصور، یہ خیال اُس کا نہیں بلکہ میرا اپنا ہے۔ کیا اس نے تفتیش کرنے والوں کے ساتھ یہی وتیرہ اختیار نہیں کیا ہو گا؟ کیا اس نے ان کے ذہنوں پر یہ تاثر بٹھانے کی کوشش نہیں کی ہو گی کہ جو کچھ وہ سوچ رہا تھا وہ انہیں اپنی ہی سوچ معلوم ہو؟ اور ہو سکتا ہے کہ اس کے اس طریقِ کار کی زد میں میرے فاضل رفیقِ کار بھی آ گئے ہوں۔

''آپ استفسار کر سکتے ہیں: 'گریگوری کی بیوی کے متعلق کیا خیال ہے؟ وہ اپنے قریب بیمار آدمی کو یقیناً ساری رات کراہتے سنتی رہی تھی؟' اس نے یقیناً اس کی کراہوں کی آوازیں سنی ہوں گی، مگر بچی بات یہ ہے کہ یہ ایک انتہائی متنازعہ نقطۂ نظر ہے۔ میں ایک خاتون کو جانتا ہوں جو بڑی تلخی سے شکایت کر رہی تھی کہ صحن کے کتے نے اسے ساری رات جگائے رکھا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا، کتا بے چارہ پوری رات کے دوران میں صرف ایک دو مرتبہ ہی

بھونکا تھا۔ مگر وہ خاتون بھی اپنی جگہ بچی تھی۔ دراصل ہوتا کیا ہے؟ ایک شخص بے سدھ سویا پڑا ہے، پھر اچانک اسے کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دیتی ہے، اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ غصے سے لال پیلا ہونے لگتا ہے کہ اس کی نیند میں خواہ مخواہ خلل ڈال دیا گیا ہے لیکن وہ فوراً ہی دوبارہ نیند کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ کوئی دو گھنٹے بعد اسے پھر کراہنے کی آواز سنائی دیتی ہے، وہ ایک بار پھر جاگ جاتا ہے مگر جھٹ پٹ دوبارہ سو جاتا ہے۔ مزید دو گھنٹے کے بعد اسے ایک اور کراہ سنائی دیتی ہے ——— کراہنے کی آوازیں پوری رات کے دوران میں صرف تین یا چار مرتبہ سنائی دی تھیں۔ اگلی صبح سونے والا اٹھتا ہے اور شکایات کا طومار باندھ دیتا ہے کہ کوئی شخص تمام رات کراہتا رہا ہے اور اس نے پوری رات اس کی نیند حرام کیے رکھی ہے۔ لیکن یہ اس کی اپنی سوچ ہے، ورنہ اصل بات یہ ہے کہ اسے دو دو گھنٹوں کے وہ وقفے یاد نہیں رہے جن کے دوران میں وہ سویا رہا تھا، وہ اس کے ذہن سے نکل چکے ہیں، اسے صرف وہ چند منٹ یاد ہیں جن کے دوران میں اس کی آنکھ کھلی رہی تھی اور یہی وجہ ہے کہ اسے یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے اس نے ساری رات جاگ کر گزاری ہو۔

''لیکن سمردیاکوف نے اپنے خودکشی کے رقعے میں اپنے جرم کا اقرار کیوں نہیں کیا؟' وکیل استغاثہ نہایت بلند آواز میں استفسار کرتے ہیں، 'کیوں نہیں کیا؟ اس کے ضمیر کو ایک کام کرنے میں کوئی کسک محسوس نہ ہوئی، پھر دوسرے میں کیوں ہوئی؟' لیکن ذرا ٹھہریں: ضمیر انسان کو پشیمانی کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ جب خودکشی کرتا ہے اس لیے نہیں کرتا کہ اسے کوئی پشیمانی ہوتی ہے بلکہ اس لیے کرتا ہے کیونکہ وہ مایوسیوں میں گھر چکا ہوتا ہے۔ پشیمانی اور مایوسی مکمل طور پر مختلف چیزیں ہوتی ہیں۔ خودکشی جارحانہ طور پر معاندانہ اور کینہ توز اور سفاک ہو سکتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ممکن ہے کہ جو شخص خودکشی کر رہا ہوتا ہے کہ اسے ان لوگوں سے، جن سے وہ ساری زندگی حسد کرتا رہا تھا، پہلے سے بھی کہیں شدید اور دگنی نفرت ہو گئی ہو۔

''معزز اراکینِ جیوری، ہوشیار رہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ انصاف کرتے وقت آپ سے کوئی کوتاہی ہو جائے! میں نے آپ کے سامنے جو تصویر پیش کی ہے، جو کچھ بیان کیا ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ وہ آپ کو غیر احتمالی کیوں معلوم ہوتا ہے؟ میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں کہ آپ میرے استدلال میں کوئی خامی، کوئی تناقض، کوئی مہملیت تلاش کر کے دکھائیں! لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے اگر آپ کو اس کے متعلق بعید ترین امکان بھی نظر آئے کہ میں درست ہوں، اس کے صحیح ہونے کا ذرا سا شائبہ بھی دکھائی دیتا ہو ——— پھر آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ اپنا فیصلہ مدعا علیہ کے خلاف نہ دیں، اور اسے مجرم نہ ٹھہرائیں۔ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے، اس کے صحیح ہونے کا محض شائبہ نہیں

بلکہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ میں جن چیزوں کو مقدس گردانتا ہوں، ان سب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جن حالات میں قتل کی یہ واردات ہوئی ہے، میں نے ان کی جو تشریح کی ہے، مجھے اس کے صحیح ہونے کا پورا یقین ہے۔ لیکن مجھے جس چیز سے پریشانی ہو رہی ہے، خوف آ رہا ہے، وہ یہ خیال ہے کہ وکیل استغاثہ نے مدعا علیہ پر جو الزامات لگائے ہیں ان میں سے اگرچہ ایک بھی ایسا نہیں جو کسی طور بھی صحیح ہو، ناقابلِ تردید ہو یا جو سچائی کی کسوٹی پر پورا اترتا ہو، مگر ان الزامات کا محض حاصل جمع بے حد بے بس اس بدقسمت شخص کو تباہ کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ جی ہاں، حاصل جمع بے حد ڈراؤنا ہے: خون، مدعا علیہ کی انگلیوں سے ٹپکتا ہوا خون، اس کے خون آلود ملبوسات، تاریک رات، اس تاریک رات کا سکوت جسے کسی شخص کی 'قاتل، قاتل' پکارتی ہوئی آواز توڑ دیتی ہے، مضروب کی چیخ چہاڑ جب وہ اپنی کھوپڑی تڑوا کر نیچے گر پڑتا ہے اور پھر ان تمام حلفیہ بیانوں، شہادتوں، اشاروں، چیخ و پکار کا انبار ——— یہ سب باتیں دماغ کو اتنے زبردست انداز سے متاثر کرتی ہیں کہ آدمی کا رویہ خواہ مخواہ جانب دارانہ ہو جاتا ہے۔ لیکن معزز اراکینِ جیوری، کیا آپ بھی اس جانب داری کی زد میں بہہ جائیں گے؟ نہیں، بالکل نہیں۔ یاد رکھیں کہ آپ کو بہت بڑا اختیار تفویض کیا گیا ہے، آپ کو 'باندھنے' اور 'کھولنے' (118) کا اختیار مرحمت کیا گیا ہے مگر اختیار جتنا بڑا ہوتا ہے اس کا اطلاق اتنا ہی ہیبت ناک ہوتا ہے! میں نے ابھی ابھی جو کچھ کہا تھا، میرا اس سے سرمو انحراف کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ لیکن مجھے صرف ایک لحظے کے لیے، محض دلیل کی خاطر وکیل استغاثہ کے ساتھ اتفاق کرنے کی اجازت دیں کہ میرے بدنصیب مؤکل کے ہاتھ اپنے باپ کے خون سے داغ دار ہو چکے ہیں۔ ویسے یہ محض مفروضہ ہے۔ میں ایک بار پھر کہتا ہوں اور زور دے کر کہتا ہوں کہ مجھے اس کی بے گناہی پر ایک پل کے لیے بھی شک نہیں ہوا، تاہم بحث کی خاطر مجھے یہ فرض کر لینے دیں کہ وہ پدرکشی کا مرتکب ہوا ہے۔ لیکن میں نے جو مفروضہ قائم کیا ہے، اس کے باوجود میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ میری بات غور سے سنیں۔ میرا ضمیر مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں آپ کو کچھ مزید بھی بتاؤں کیونکہ مجھے نظر آ رہا ہے کہ آپ کے دماغوں اور دلوں کے مابین زبردست کشمکش ہو رہی ہے... معزز اراکینِ جیوری، میں نے آپ حضرات کے دماغوں اور دلوں کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، میں اس کے لیے آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ میں اختتام تک صداقت اور خلوص کا دامن تھامے رہنا چاہتا ہوں۔ آئیں، ہم سب خلوص کا مظاہرہ کریں!..."

اس موقع پر واہ واہ اور تالیوں کی فی البدیہہ خاصی اونچی آواز نے وکیل صفائی کی تقریر میں خلل ڈال دیا۔ اس نے اپنے آخری الفاظ واقعی کچھ ایسے پُرخلوص انداز سے کہے تھے کہ ہر شخص کو

محسوس ہونے لگا کہ اس کے پاس غالباً واقعی کچھ کہنے کو ہے، اور اس وقت اس نے جو کچھ کہنا ہے، وہ حقیقتاً زبردست اہمیت کا حامل ہوگا مگر تالیوں کی آواز پر سربراہِ عدالت نے بڑے درشت انداز سے دھمکی دی کہ اگر اس قسم کی چیز کا اعادہ کیا گیا، وہ تمام لوگوں کو کمرۂ عدالت سے باہر نکال دے گا۔ سب خاموش ہو گئے اور فیتیو کووچ نے بالکل نئے اور جذباتی لہجے سے اپنی تقریر دوبارہ شروع کر دی اور اس کا یہ لہجہ اس لہجے سے بالکل مختلف تھا جس میں وہ اب تک بولتا رہا تھا۔

13

صداقت کی تحریف

''معزز اراکینِ جیوری، یہ شہادتوں کا حاصل جمع نہیں جس سے میرے مؤکل کو سزا ملنے کا خطرہ ہے۔'' اس نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''نہیں، یہ بات نہیں۔ میرے مؤکل کو جس چیز کی وجہ سے سزا ملنے کا اندیشہ ہے وہ ایک واحد حقیقت ــــ اس کے معمر باپ کی لاش ــــ ہے! اگر یہ عام سا قتل ہوتا تو آپ حضرات شہادتوں کے فقدان، عدم ثبوت اور الزامات کی مضحکہ خیزی (اگر انہیں مجموعی طور پر نہیں بلکہ فرداً فرداً دیکھا جائے) کے پیشِ نظر اس الزام کو یقیناً مسترد کر دیتے اور اسے محض اس کی شہرت کی بنا پر ــــ اس نے جو بری بھلی شہرت کمائی ہے، صد حیف، اس کی ذمے داری خود اسی پر عائد ہوتی ہے ــــ سزا دینے سے پہلے کم از کم دو مرتبہ ضرور سوچتے۔ لیکن یہاں ہمارا واسطہ ایک عام سے قتل سے نہیں، بلکہ پدرکشی سے ہے! اس کا لوگوں پر اتنا گہرا اثر ہوا ہے کہ وکیل استغاثہ نے جو الزامات لگائے ہیں اگرچہ فی نفسہٖ وہ حقیر، بے بنیاد اور غیر مصدقہ ہیں، وہ ان لوگوں کے نزدیک بھی، جو واقعتاً غیر متعصب اور غیر جانب دار ہیں، بہت اہم بن گئے ہیں اور انہیں صحیح تسلیم کرنے پر مائل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس شخص پر اس قسم کا الزام لگایا گیا ہو، وہ سزا سے کیسے بچ سکتا ہے؟ یقیناً یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آدمی قتل کا ارتکاب بھی کرے اور اسے گھومنے پھرنے کی بھی کھلی چھٹی مل جائے؟ یہ ہے وہ بات جو ہر شخص وجدانی طور پر اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔

''جی ہاں، اپنے باپ کا خون بہانا بڑی بھیانک حرکت ہے ــــ کیونکہ وہی تو تھا جو مجھے اس دنیا میں لانے کا سبب بنا تھا، جس نے مجھ سے محبت کی تھی، جس نے میری خاطر اپنا آرام تج دیا تھا،

جو تب جب میں بچپن میں طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوتا تھا، میرے لیے پریشان ہوتا تھا، جو اپنی ساری زندگی میری مسرت کے لیے تگ و دو کرتا رہا تھا اور جو صرف میری خوشیوں اور کامرانیوں میں اپنی زندگی بِتا رہا تھا! اف ایسے باپ کو ہلاک کرنا کتنی بھیانک حرکت ہے ــــ اس قسم کی حرکت کا ارتکاب کرنے کے متعلق تو سوچنا بھی ممکن نہیں! معزز اراکینِ جیوری، باپ، سچا باپ کیا ہوتا ہے؟ اس عظیم لفظ کا مطلب کیا ہے؟ یہ کتنا جلیل القدر اور عالی منزلت خطاب ہے، خود اس لفظ میں ہی کتنا بارعب اور پُرجلال تصور مضمر ہے! سچا باپ کیا ہے، اسے کیا ہونا چاہیے، میں نے اس کی طرف محض چند اشارے کیے ہیں۔ موجودہ مقدمے میں، جس نے ہم سب کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالی ہے اور جو ہم سب کے لیے ذہنی کرب کا باعث بنا ہے ــــ موجودہ مقدمے میں باپ، مرحوم فیودر پاولووچ کرامازوف کی اس مثالی باپ سے، جس کی شبیہ ہم اپنے دماغوں میں بنا رہے ہیں، معمولی سی مشابہت بھی نہیں۔ یہی ساری مصیبت ہے ــــ جی ہاں، ایسے باپ واقعی موجود ہیں جو خود مسئلہ ہیں۔ آئیں، پھر ہم اس مسئلے کا ذرا قریب سے جائزہ لیں۔ معزز اراکینِ جیوری، جس فیصلے کی ذمے داری آپ حضرات کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے، اس کی اہمیت اور سنگینی کے پیشِ نظر آپ کو کسی بھی چیز سے بدکنا نہیں چاہیے، کسی بھی خیال سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ کسی بھی تصور سے پہلوتہی نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ میرے فاضل دوست کے خوبصورت الفاظ میں 'بچے اور کمزور دل عورتیں کرنے پر مائل رہتی ہیں۔'

''میرے فاضل مخالف نے (میرے منہ سے ایک بھی لفظ نکلنے سے پہلے ہی وہ میرے مخالف بن چکے تھے) اپنی پُرجوش تقریر میں بار بار کہا تھا، 'میں کسی بھی شخص کو ملزم کا دفاع کرنے کی اجازت نہیں دوں گا، میں اس کے دفاع کا فریضہ وکیل صفائی کے، جو سینٹ پیٹرزبرگ سے آئے ہیں، حوالے نہیں کروں گا ــــ میں وکیل استغاثہ اور وکیلِ صفائی دونوں ہوں!' یہ بات انہوں نے بار بار دہرائی تھی تاہم وہ یہ ذکر کرنا بھول گئے کہ کٹہرے میں بند یہ بدقسمت شخص اگر تیئیس سال تک اخروٹوں کے محض ایک پاؤنڈ کے لیے شکرگزار رہ سکتا تھا جو اسے اس شخص سے بطور تحفہ ملے تھے جو اس زمانے میں اس کے ساتھ شفقت سے پیش آنے والا واحد شخص تھا جب وہ اپنے باپ کے گھر میں بچپن کی منازل طے کر رہا تھا، پھر اسے لازماً تیئیس سال تک یہ بھی یاد رہا ہوگا کہ وہ کس طرح اپنے باپ کے عقبی صحن میں ننگے پاؤں اور پُرشفقت اور رحم دل ڈاکٹر ہرزن سٹوب کے الفاظ میں 'ننھی پتلون پہنے، جو صرف ایک بٹن کے سہارے بندھی ہوتی تھی'، بھاگا پھرا کرتا تھا۔

''اف، معزز اراکینِ جیوری، ہمیں اس المیے کی گہرائی میں جانے، اس کا قریب سے جائزہ لینے، اور جو کچھ سب لوگوں کو پہلے ہی معلوم ہے، اس کو دہرانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ جب

میرا موکل اپنے باپ کے گھر واپس آیا تو اسے وہاں کیا ملا؟ میرے موکل کو ایسا عفریت بنا کر کیوں پیش کیا جا رہا ہے جو جذبات سے عاری ہے، انا کا مارا ہوا ہے، خود غرض اور خود پسند ہے، احمق مطلق ہے، جلد باز ہے، شوریدہ سر ہے، بہت جلد طیش میں آ جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس پر یہ مقدمہ بنا ہے مگر اس نے جو مقدر پایا ہے، اس کا ذمے دار کون ہے؟ اور اس حقیقت کو کس کے کھاتے میں ڈالا جائے گا کہ خلقی طور پر نیک نہاد ہونے اور اس کے ساتھ ہی حساس اور عالی ظرف دل پانے کے باوجود اسے اس طرح کی قابل نفرت اور گھٹیا تربیت ملی؟ کیا کبھی کسی نے اس کے بچپن میں اسے یہ سکھایا تھا کہ زندگی کیا ہے، اس کا مقصد کیا ہے، اس کی تعلیم پر دھیان دیا تھا، اس سے معمولی سی بھی محبت کی تھی۔ میرے موکل کو جنگل کے کسی حیوان کی طرح مطلقاً خداوند کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ اتنے سالوں کی مفارقت کے بعد شاید اس کے دل میں اپنے باپ سے ملنے کی شدید تمنا پل رہی تھی، شاید اسے ہزاروں مرتبہ یوں اپنا بچپن یاد آتا رہا ہو جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو، اپنے بچپن کی پریشان کن بدروحوں کو دیکھ رہا اور ان سے چھٹکارا پانے کی سعی کر رہا ہو، شاید اس کی زبردست آرزو یہ رہی ہو کہ وہ کسی طرح اپنے باپ کے طرز عمل کو جائز ٹھہرا سکے اور اس سے بغل گیر ہونے کا بہانہ تلاش کر سکے۔ اور ہوا کیا؟ اس کا استقبال پُرنخوت انداز سے طعن و تشنیع اور تمسخر کے تیر برسا کر کیا گیا، اسے شک و شبے کا نشانہ بنایا گیا اور جس رقم کے متعلق اس کا دعویٰ تھا کہ وراثت کی رو سے وہ اس کی بنتی ہے، اس سے اسے دھوکے سے محروم کرنے کی کوشش کی گئی۔ روزانہ 'برانڈی کے گلاس پر گلاس چڑھانے' کے دوران میں اس کا باپ ایسی ایسی باتیں کہتا رہا اور زندگی کے بارے میں ایسے رویوں کا اظہار کرتا رہا کہ اچھے بھلے آدمی کو ابکائی آ جاتی اور اس پر مستزاد یہ کہ اس نے اپنے باپ کو اس سے اس کی محبوبہ چھیننے کے منصوبے بناتے اور اس مقصد کے لیے اسے وہی متنازعہ روپیہ استعمال کرتے دیکھا ـــــ معزز اراکین جیوری، یہ سب کچھ کتنا گھناؤنا، کتنا نفرت انگیز، کتنا سفاکانہ تھا! اور ستم بالائے ستم، یہی بوڑھا برکہ دمہ کے سامنے اپنے بیٹے کے گستاخانہ اور بے رحمانہ رویے کی شکایتیں کرتا رہتا اور اسے عامۃ الناس میں بدنام کرتا رہتا تھا، اس پر الزام تراشیاں اور تہمتیں دھرتا رہتا تھا، اس کے پرامیسری نوٹ خریدنے کی کوششیں کرتا رہتا تھا تاکہ اسے کسی نہ کسی بہانے جیل بھجوا سکے۔

"معزز اراکین جیوری، میں آپ حضرات سے عرض کرتا ہوں کہ میرے موکل جیسے لوگ، جو بظاہر بہت متشدد، سنگ دل اور بے لگام معلوم ہوتے ہیں، دراصل اکثر و بیشتر غیر معمولی طور پر نرم خو اور رقیق القلب ہوتے ہیں، بات صرف اتنی ہے کہ وہ کھلے عام اس کا اظہار نہیں کرتے۔ مت ہنسیں، میں نے آپ کے سامنے جو تصویر پیش کی ہے، اس پر مت ہنسیں، اس کا مذاق مت اڑائیں۔

میرے فاضل رفیق کار ابھی ابھی میرے موکل کا سنگ دلانہ انداز سے مضحکہ اڑا رہے تھے کہ وہ شلر کا مداح اور 'خوب صورت اور پُرشکوہ' (اشیا) کا دلدادہ ہے۔ اگر میں ان کی جگہ وکیل استغاثہ ہوتا، میں اس کا تمسخر کبھی نہ اڑاتا۔ جی ہاں، میں اس قسم کی روحوں ـــــ بالکل اسی قسم کی روحوں کا دفاع کرنا چاہتا ہوں، انہیں سمجھا بہت کم جاتا ہے لیکن انہیں مطعون اکثر کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی روحیں اکثر ان چیزوں کی آرزو کرتی رہتی ہیں جو نرم و لطیف، خوب صورت اور اخلاقی اعتبار سے صحیح ہوتی ہیں لیکن خود انہیں اس کا شعور نہیں ہوتا کیونکہ یہ سب کچھ ان کی فطرت، ان کے متشدد مزاج، ان کے ترش رویے کے برعکس ہوتا ہے۔ بظاہر وہ تندخو اور درشت مزاج ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں شدت سے ایسی محبت کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے جسے بنیادی طور پر روحانی، وجد آفرین محبت کہا جا سکتا ہے۔ میں ایک بار پھر آپ حضرات سے درخواست کروں گا کہ میری بات کو ٹھٹھے میں نہ اڑائیں۔ اس قسم کی فطرتوں میں اکثر یہی صورت ہوتی ہے! دراصل بات صرف یہ ہے کہ یہ اپنے شدید جذبات کو ـــــ بعض اوقات یہ جذبات بالکل بھونڈے اور بھدے ہوتے ہیں ـــــ چھپانے میں ناکام رہتے ہیں اور یہی چیز دوسروں کے لیے پریشانی کا باعث بنتی ہے، دوسروں کی توجہ اپنی طرف منعطف کراتی ہے، مگر کوئی شخص بھی ان کے باطن میں جھانک کر نہیں دیکھتا کہ وہ اصل میں ہیں کیا۔ تاہم ان تمام شدید جذبات کی بہت جلد تشفی ہو جاتی ہے اور وہ چٹکی بجاتے پاؤں رہوا ہو جاتے ہیں، مگر جب ان بظاہر اکھڑ، کھردرے، کرخت، آمادۂ فساد اشخاص کا واسطہ کسی شریف النفس، جلیل القدر، عالی مزاج آدمی سے پڑتا ہے وہ نئی زندگی شروع کرنے، اپنی اصلاح کرنے، اپنے آپ کو بہتر بنانے، احسن رویہ اختیار کرنے، شریف النفس اور قابل تعظیم بننے کی کوشش کرنے لگتے ہیں اور اگر گھسی پٹی اصطلاح استعمال کی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ 'عالی منش اور نفاست پسند' بننے کی سعی کرتے نظر آنے لگتے ہیں۔

"میں نے کچھ ہی دیر پہلے کہا تھا کہ میرے موکل کا بس ورخوف تسیوا کے ساتھ جو معاشقہ چلا تھا، میں اس کا ذکر کرنے سے احتراز کروں گا، تاہم ایک دو الفاظ کہنے میں ہرج بھی کوئی نہیں: جو کچھ ہم نے ازیں پیشتر سنا تھا، وہ شہادت نہیں تھی بلکہ ایک جنونی اور منتقم مزاج عورت کی چیخ پکار تھی اور کسی عورت کو، جو خود دوسروں سے بے وفائی کر چکی ہو، زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسروں پر بے وفائی کی تہمت لگائیں۔ اگر وہ محض ایک لمحے کے لیے رک کر سوچتی وہ کبھی اس طرح کی گواہی نہ دیتی جس طرح کی اس نے دی ہے! اس کی بات کا اعتبار نہ کریں۔ نہیں، میرا موکل عفریت نہیں جیسا کہ وہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ ہے! وہ جو نبی نوع انسان سے محبت کرتا تھا، اس نے صلیب پر چڑھائے جانے سے پہلے کہا تھا: 'میں اچھا چرواہا ہوں۔ اچھا چرواہا بھیڑوں کے لیے اپنی جان دیتا ہے تاکہ

ان میں سے ایک بھی اپنی جان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے...(119)' آئیں، ہم بھی ایسا اہتمام کریں کہ ہماری وجہ سے کسی بھی شخص کی روح تباہی کے غار میں گرنے نہ پائے!

''میں نے ابھی ابھی پوچھا تھا: 'باپ کیا ہے؟' اور میں نے جواب دیا تھا: 'یہ ایک عظیم لفظ ہے، ایک پُرشکوہ خطاب ہے۔' لیکن معزز اراکین جیوری، کسی لفظ کا غلط استعمال نہیں کیا جانا چاہیے، اس کا استعمال ایماندارانہ انداز سے ہونا چاہیے اور میں ان چیزوں کو ان کے صحیح نام، ان کے صحیح لقب سے پکارنے کی جسارت کروں گا، ان کے لیے مناسب لفظ استعمال کرنے کی ہمت کروں گا۔ مرحوم کراما زوف جیسے شخص کو باپ کہا ہی نہیں جا سکتا، وہ باپ کہلانے کا مستحق ہے ہی نہیں۔ اگر باپ پسرانہ محبت کا مستحق نہیں، پھر یہ پسرانہ محبت حماقت کے زمرے میں داخل ہو جاتی ہے، ناممکنات میں شامل ہو جاتی ہے۔ محبت عدم سے وجود میں نہیں آ سکتی، صرف خدا عدم سے کچھ تخلیق کر سکتا ہے۔

'' 'اے اولاد والو، اپنے بچوں کو اشتعال نہ دلاؤ (120)'، رسول (121) نے، جس کا دل محبت کی جوت سے جگمگا رہا تھا، تحریر کیا تھا۔ میں ان مقدس الفاظ کا جو حوالہ دے رہا ہوں، اپنے مؤکل کی خاطر نہیں دے رہا بلکہ ان کی یاد دہانی اولاد والوں کی بھلائی کی خاطر کرا رہا ہوں۔ آپ میں سے جو صاحبِ اولاد ہیں، انہیں کچھ سکھانے کا اختیار مجھے کس نے دیا ہے؟ کسی نے بھی نہیں۔ لیکن ایک انسان، اس ملک کے ایک شہری ہونے کے ناتے میں آپ سے اتنا ضرور عرض کروں گا: Vivos Voca(122)! ہم اس دنیا میں کوئی طویل عرصے کے لیے نہیں آتے لیکن (اس مختصر عرصے کے دوران میں) ہم بہت سارے برے کام کرتے ہیں اور بہت ساری ایسی باتیں کہتے رہتے ہیں جو اصلاً ہمیں کرنا اور کہنا نہیں چاہئیں۔ پھر آئیں اور اپنے یہاں اکٹھے ہونے کے سازگار موقع سے فائدہ اٹھائیں اور ایک دوسرے سے کوئی اچھی بات کہیں۔ اپنی یہاں موجودگی کے دوران میں میں یہی کر رہا ہوں، اس موقع سے فائدہ اٹھا رہا ہوں ـــــ اعلیٰ ترین بااختیار ہستی نے ہمیں جو یہ پلیٹ فارم مہیا کیا ہے، یونہی نہیں کیا، کسی اچھے مقصد کے لیے کیا ہے ـــــ سارا روس ہمیں سن رہا ہے۔ میں صرف ان اولاد والوں سے مخاطب نہیں ہوں جو یہاں موجود ہیں بلکہ میں تمام اولاد والوں سے پکار پکار کر کہہ رہا ہوں: 'اولاد والو، اپنے بچوں کو اشتعال نہ دلاؤ۔' آئیں، پہلے ہم خود یسوع کے مقولے پر عمل کریں، اس کے بعد ہی اس کا اپنے بچوں سے مطالبہ کرنے کی جسارت کریں ورنہ ہم اپنے بچوں کے باپ نہیں، ان کے دشمن ہوں گے، اور وہ ہمارے بچے نہیں، ہمارے دشمن ہوں گے اور انہیں اپنے دشمن بنانے والے ہم خود ہوں گے۔ 'جس پیمانے سے تم ماپتے ہو، اسی سے تمہارے واسطے ماپا جائے گا۔(123)' یہ میں نہیں کہہ رہا، اس کا حکم تو 'کتابِ مقدس' میں دیا گیا

ہے: اسی پیمانے سے ماپو جس پیمانے سے تمہارے واسطے ماپا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر ہمارے بچے ہمارے لیے اسی پیمانے سے ماپتے ہیں جس پیمانے سے ہم ان کے لیے ماپتے ہیں، پھر ہم ان پر کیا الزام لگا سکتے ہیں؟

''حال ہی میں فن لینڈ میں ایک گھریلو ملازمہ پر شبہہ کیا گیا کہ اس نے چھپ چھپا کر ایک بچے کو جنم دیا ہے۔ تحقیقات شروع ہو گئیں اور لڑکی کی نگرانی ہونے لگی۔ مکان کے ایٹک (Attic) میں چند اینٹوں کے پیچھے ایک کونے میں اس کا ٹرنک ملا جس کے متعلق پہلے کسی کو بھی کچھ معلوم نہیں تھا۔ اسے توڑ کر کھولا گیا اور اس میں ایک نوزائیدہ بچے کی لاش ملی جس کو اس نے ہلاک کر دیا تھا۔ معزز اراکین جیوری، اسی ٹرنک میں دو دوسرے بچوں کے بھی ڈھانچے ملے جن کے بارے میں اس نے اعتراف کیا کہ انہیں بھی اس نے پیدا ہوتے ہی مار ڈالا تھا۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیں، کیا وہ ان بچوں کی ماں کہلا سکتی ہے؟ یہ صحیح ہے کہ انہیں جنم اسی نے دیا تھا لیکن کیا اسے ان کی ماں کہا جا سکتا ہے؟ کیا ہم اپنے آپ کو اسے ماں کا مقدس خطاب دینے کے لیے آمادہ کر سکتے ہیں؟ معزز اراکین جیوری، آئیں، ہم جرأت کا مظاہرہ کریں، بلکہ دیدہ دلیری بھی کر دکھائیں، ڈھیٹ بن جائیں ـــــ سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے جو مثال دی تھی، اس میں ایسا کرنا تو ہمارا فرض بنتا ہے ـــــ اور ماسکو کی ان خواتین کی طرح ہمیں بعض الفاظ استعمال کرتے اور بعض خیالات کا اظہار کرتے خوف نہیں کھانا چاہیے جس طرح وہ 'پٹنگ' (124) اور 'گندھک' (124) جیسے الفاظ استعمال کرتے ڈرتی ہیں۔ آئیں، اس کے برعکس ہم یہ ثابت کر دیں کہ گزشتہ چند سالوں کی ترقی نے ہماری آنکھیں نہیں چندھیائیں اور مجھے کھلم کھلا یہ کہنے کی اجازت دی جائے: 'بچہ پیدا کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ باپ بن گئے ہیں۔ باپ تو وہ ہوتا ہے جو بچہ پیدا کرنے کے بعد یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ باپ کہلائے جانے کا مستحق ہے۔'

''یہ درست ہے کہ لفظ 'باپ' کے بارے میں ایک اور نقطۂ نظر بھی ہے، اس کی ایک اور انداز سے بھی تعریف متعین کی جا سکتی ہے۔ اس نقطۂ نظر کے مطابق میرا باپ خواہ وہ عفریت ہی کیوں نہ ہو، وہ اپنے بچوں کے ساتھ کتنی ہی بدسلوکی کیوں نہ کرتا ہو، بہر حال میرا باپ ہی رہتا ہے، محض اس لیے کیونکہ مجھے اس دنیا میں لانے کا ذمے دار وہی بنا تھا۔ مگر یہ مفہوم ایک لحاظ سے برزی ہے، اسے میں اپنی عقل کے ذریعے تو نہیں سمجھ سکتا، میں اس پر محض عقیدے کے اعتبار سے یقین کر سکتا ہوں جیسا کہ بہت سی دیگر چیزوں کے سلسلے میں ہوتا ہے جنہیں ہم سمجھ تو نہیں سکتے مگر جن کے متعلق ہمارا مذہب ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم ان پر یقین کر لیں، مذہب کا معاملہ سمجھ کر قبول کر لیں لیکن اس صورت میں اسے حقیقی دنیا سے باہر ہی رہنے دیں۔ حقیقی دنیا میں ـــــ جو ہمیں حقوق ہی عطا نہیں کرتی بلکہ

ہم پر بھاری ذمے داریاں بھی عائد کرتی ہے ـــــ اگر ہم مہذب انسانوں کا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہتے ہیں ـــــ درحقیقت اگر ہم عیسائیوں کے طریقے پر چلنا چاہتے ہیں ـــــ پھر اس دنیا میں ہمیں صرف انہی خیالات کو عملی جامہ پہنانا چاہیے، بلکہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم صرف انہی خیالات کو عملی جامہ پہنائیں جو آزمائش کے بعد عقل اور تجربے (Experience) کی کسوٹی پر پورے اترے ہوں، جو تجربی یا ترکیبی تجزیے (Empirical analysis) کی کٹھالی میں سے گزر چکے اور پختگی کی منزل حاصل کر چکے ہوں۔ مختصر یہ کہ ہمیں عقلی طور پر درست رویہ اختیار کرنا چاہیے، غیر عقلی اندازِ فکر اور طرزِ عمل اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے جیسا کہ خواب یا ہذیان کی کیفیت میں ہوتا ہے تاکہ ہم کسی ساتھی انسان کو ضرر نہ پہنچا سکیں، اس کا گلا نہ گھونٹ سکیں، اسے تباہی کے غار میں نہ دھکیل سکیں۔ صرف تبھی یہ صحیح معنوں میں مسیحی طرزِ عمل ہوگا۔''

اس موقع پر سارے کمرے میں واہ واہ اور تالیوں کی بلند آوازیں سنائی دینے لگیں لیکن فیتیو کووچ کچھ اس طرح بے چینی سے ہاتھ ہلانے لگا جیسے وہ حاضرین سے التجا کر رہا ہو کہ وہ اس کی تقریر میں مداخلت نہ کریں اور جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے، وہ اسے کہنے کی اجازت دے دیں۔ ایک بار پھر عدالت پر خاموشی چھا گئی۔ وکیل صفائی کی تقریر جاری رہی:

''معزز اراکین جیوری، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے مسائل سے ہمارے بچے ـــــ یا یوں کہیں کہ ہمارے نوجوان ـــــ جب وہ خود سوچنے سمجھنے کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں، اغماض برت سکتے ہیں، گریز کر سکتے ہیں؟ نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہمیں ان سے صبر وتحمل کی توقع نہیں کرنا چاہیے جس کی ان میں صلاحیت ہی نہیں ہے! غیر مستحق باپوں کو دیکھ کر ان نوجوانوں کے دلوں میں لازماً کڑھب قسم کے خیالات کلبلانے لگتے ہیں، خاص طور پر تب جب وہ ان کا مقابلہ اپنے ہم عمر بچوں کے مستحق باپوں سے کرتے ہیں۔ انہیں ان سوالوں کے روایتی جواب دے کر ٹرخا دیا جاتا ہے: 'وہ تمہارا باپ ہے، تمہیں وہ اس دنیا میں لایا تھا، تم اس کے جسم کا حصہ ہو، لہٰذا تمہیں اس سے محبت کرنا چاہیے۔' نوجوان اس نقطۂ نظر سے اختلاف کیے بنا رہ ہی نہیں سکتے۔ 'میرا باپ مجھے اس دنیا میں لایا ضرور تھا لیکن اسے مجھ سے محبت نہیں۔' وہ حیران ہو کر سوچتے ہیں اور ان کی یہ حیرانی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی ہی جاتی ہے۔ 'یقیناً اس نے مجھے محض میری خاطر پیدا نہیں کیا ہوگا، وہ مجھے جانتا نہیں تھا، اسے تو اس شہوانی لمحے کے دوران میں، جب غالباً اس پر نشہ طاری تھا یا بھوت سوار تھا، میری جنس کا بھی علم نہیں تھا، اس نے غالباً جو واحد چیز مجھے اپنی وراثت میں دی ہے وہ اس کا یہی مے نوشی کی طرف میلان تھا ـــــ اس نے میرے ساتھ بس یہی بھلائی کی ہے... تو کیا میں اس سے محض اس لیے محبت کروں کہ اس نے مجھے پیدا کیا تھا اور میری بتایا زندگی میں میری دیکھ بھال کرنے، مجھ سے محبت جتانے

میں ناکام رہا تھا'

''غالباً آپ حضرات کے نزدیک یہ سوال بھونڈے، بے ہودہ اور ظالمانہ ہیں، لیکن نوجوان ذہنوں سے آپ کوئی زیادہ صبر وتحمل کی توقع نہ کریں۔ 'آپ دھکے دے کر فطرت کو دروازے میں سے تو باہر نکال سکتے ہیں مگر اس کا کیا علاج کہ وہ دریچے میں سے واپس آ جائے گی۔' (125) لیکن اصل بات یہ ہے کہ 'چپقلش' اور 'کندھک' سے خوف نہ کھایا جائے اور سوال کو مابعد الطبیعاتی استدلال کی بجائے عقلِ سلیم اور انسانیت کے اصولوں کی روشنی میں حل کیا جائے۔ چنانچہ اسے حل کیسے کیا جائے؟ میں مشورہ دوں گا: بیٹے کو باپ کے سامنے کھڑا کر دیں اور اسے سیدھے سبھاؤ پوچھنے دیں: 'ابا جان، مجھے بتائیں میں آپ سے محبت کیوں کروں؟ ابا جان، ثابت کریں کہ آپ سے محبت کرنا میرا فرض بنتا ہے، چنانچہ مجھے آپ سے محبت کرنا چاہیے۔' اگر باپ میں جواب دینے کی اہلیت ہے، اور وہ جواب دینے اور ثبوت مہیا کرنے کے لیے تیار ہے، پھر آپ کو صحیح معنوں میں اصلی، موزوں اور نارمل خاندان مل جائے گا جس کی اساس محض بزرگی تعصبات پر نہیں بلکہ عقلی، ذمے دارانہ اور کڑے کریمانہ اصولوں پر ہوگی۔ اس کے برعکس اگر باپ یہ ثابت کرنے میں ناکام ہو جائے کہ وہ لائقِ محبت ہے، پھر اسے فوری طور پر اس خاندان کا خاتمہ سمجھیں؛ وہ اس کے لیے باپ نہیں ہے، بیٹا اب آزاد ہے اور اسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے باپ کو اجنبی ہی نہیں بلکہ دشمن بھی تصور کرے۔ معزز اراکین، ہمارے اس پلیٹ فارم کو صداقت اور عقلِ سلیم کی درس گاہ کا کام دینا چاہیے۔''

اس موقع پر وکیل صفائی کو بے قید اور تقریباً مجنونانہ انداز کی تالیوں اور نعروں سے داد دی گئی اور یوں اس کی تقریر میں رکاوٹ ڈالی گئی۔ یہ درست ہے کہ سارے کے سارے حاضرین تالیاں بجا رہے تھے نہ نعرے لگا رہے تھے، تاہم ان کی معتدبہ تعداد اس میں شامل ضرور تھی۔ داد مائیں اور باپ دے رہے تھے۔ جس بالکنی میں خواتین بیٹھی ہوئی تھیں، وہاں سے چیخوں اور شور وغل کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سربراہِ عدالت نے پوری قوت سے گھنٹی بجانا شروع کر دی۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ کمرے میں موجود لوگوں کے رویے سے نالاں ہو چکا ہے لیکن اسے حاضرین کو ''باہر نکالنے'' کا حوصلہ نہیں ہو رہا تھا جیسا کہ وہ پہلے دھمکی دے چکا تھا ـــــ ممتاز اور نامی گرامی اشخاص بھی، جنہوں نے اپنے اپنے فراک کوٹوں پر تمغے سجا رکھے تھے اور جو اس کے عقب میں فروکش تھے، رَو میں بہہ گئے تھے، وہ بھی تالیاں بجا رہے اور رومال لہرا رہے تھے ـــــ چنانچہ جب شور وغل تھما، سربراہِ عدالت پہلے کی طرح دھمکی دے کر مطمئن ہو گیا کہ وہ حاضرین کو کمرے سے ''باہر نکال'' دے گا جب کہ فیتیو کووچ نے، جو کامیابی کے نشے سے مخمور ہو چکا اور جوش میں آ چکا تھا، اپنی تقریر جاری رکھی۔

''معزز اراکینِ جیوری، آپ کو وہ بھیانک رات یاد ہو گی جس کے متعلق آج اتنا کچھ کہا جا چکا ہے جب بیٹے نے دیوار پھاندنے اور مکان میں رسائی حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو اپنے دشمن اور اس دھوکے باز کے روبرو پایا جس نے اسے پیدا کیا تھا۔ میرا پکا دعویٰ ہے کہ اس وقت وہ روپے کی خاطر وہاں نہیں گیا تھا، جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں اس پر چوری کا جو الزام لگایا گیا ہے وہ بالکل احمقانہ ہے۔ وہ مکان میں قتل کا ارتکاب کرنے کی نیت سے بھی داخل نہیں ہوا تھا۔ اِی، بالکل نہیں۔ اگر اس کی یہی نیت ہوتی وہ پیشگی کسی ہتھیار کا اہتمام کرتا، اس نے عین موقع پر جو موسل اٹھایا تھا وہ بلا سوچے سمجھے اٹھایا تھا اور اسے بالکل احساس نہیں تھا کہ وہ یہ کام کیوں کر رہا ہے۔ آئیں، ہم فرض کر لیتے ہیں کہ اس نے سگنل دیا تھا اور یوں اپنے باپ کے ساتھ فریب کیا تھا۔ آئیں، ہم یہ بھی فرض کر لیتے ہیں کہ وہ واقعی مکان کے اندر داخل ہو گیا تھا ـــــ ویسے جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں مجھے اس کہانی پر ذرا بھی یقین نہیں، لیکن دلیل کی خاطر ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ بات درست ہے! ـــــ معزز اراکینِ جیوری، میں ان تمام اشیاء کی، جو مقدس اور قابلِ احترام ہیں، قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اس کا رقیب اس کا باپ نہیں بلکہ کوئی غیر رشتے دار ہوتا، وہ مار دھاڑ کرتا کمرے میں داخل ہو جاتا، اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اپنا اطمینان کرتا کہ وہ عورت وہاں نہیں آئی اور پھر اپنے رقیب کو کوئی ضرر پہنچائے بغیر برق رفتاری سے باہر بھاگ جاتا، اگر وہ کچھ کرتا بھی تو زیادہ سے زیادہ یہ کرتا کہ اسے ایک آدھ گھونسا جڑ دیتا یا شاید دھکا دکا دے دیتا لیکن اس سے زیادہ کچھ نہ کرتا کیونکہ اس کا دماغ دوسری چیزوں میں الجھا ہوتا، اس کے پاس (مار کٹائی وغیرہ کرنے کا) وقت ہی نہ ہوتا، اس پر تو بس یہ معلوم کرنے کی دھن سوار ہوتی کہ وہ (عورت) کہاں ہے۔ لیکن اس کا باپ! یہ معاملہ مختلف تھا۔ یہ اس کے باپ کی شکل تھی جسے دیکھ کر وہ مشتعل ہو گیا اور یہ سب کچھ کرنے پر تل گیا ہو گا۔ اس کا باپ صحیح معنوں میں اس کا باپ نہیں تھا، وہ تو اس کا دشمن تھا جو بچپن ہی سے اس سے نفرت کرتا چلا آیا تھا، اسے مسلسل زیادتیوں اور ناانصافیوں کا نشانہ بناتا رہا تھا اور اب اس کا شرمناک حریف بن چکا تھا! اسے دیکھتے ہی اس پر نفرت کا ناقابلِ مقاومت جذبہ حاوی ہو گیا ہو گا، اس کی مت ماری گئی ہو گی، اسے کچھ سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا ہو گا؛ سب کچھ یک بیک امنڈ آیا ہو گا! یہ جنون اور پاگل پن ہو گا، شدید نفسیاتی جذبے کا دورہ ہو گا۔ اور اگر اس پر یہ دورہ پڑا تھا، پھر یہ دورہ بالکل فطری تھا ـــــ فطرت اندھا دھند طریق سے اور بے رحمانہ انداز سے، جیسا کہ اس کا اپنا اسلوب ہے، اپنے ابدی قوانین پر عمل کرتے ہوئے خود اپنا انتقام لینے پر تل گئی تھی۔ مگر میرا یہ دعویٰ ہے، میں اصرار کرتا ہوں کہ یہ قتل نہیں تھا ـــــ نہیں، بالکل نہیں۔ اگر اس نے موسل گھمایا تھا، پھر محض نفرت اور غصے کے عالم میں گھمایا ہو گا، اس کی قتل کرنے کی ہرگز کوئی نیت نہیں تھی اور نہ

اسے کوئی اندازہ تھا کہ اس کی ایک ضرب اس کے باپ کا کام تمام کر دے گی۔ اگر اس کے ہاتھ میں ہلاکت خیز موسل نہ ہوتا، وہ شاید اپنے باپ کی دھنائی تو کر دیتا مگر اسے ہلاک بالکل نہ کرتا۔ جب وہ اپنے باپ کو ضرب پہنچا کر وہاں سے بھاگا ہو گا، اسے قطعاً معلوم نہیں ہوا ہو گا کہ وہ مر چکا ہے یا ابھی بقیدِ حیات ہے۔ وہ قتل جو کسی پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے اور بغض کے بغیر کیا جائے، قتل نہیں ہوتا۔ یہ پدرکشی بھی نہیں کہلاتا۔ نہیں، اس قسم کے باپ کے قتل کو پدرکشی قرار نہیں دیا جا سکتا؛ صرف وہی لوگ، جو تعصب کی حد تک باپوں کے طرف دار ہوں، اسے پدرکشی کا نام دے سکتے ہیں۔

''مگر سوال یہ ہے، کیا یہ قتل تھا، واقعی قتل تھا؟ معزز اراکینِ جیوری، میں دل کی گہرائیوں سے آپ سے التجا کرتا ہوں، درخواست کرتا ہوں! چلیں، ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ہم اسے مجرم قرار دے دیتے ہیں اور اسے سزا سنا دیتے ہیں، وہ اپنے آپ سے کہے گا: 'ان لوگوں نے میرا مقدر بنانے، مجھے تعلیم دلانے، میری تربیت کرنے، مجھے بہتر انسان بنانے کے لیے کچھ نہیں کیا تھا۔ انہوں نے مجھے کھانے کو دیا نہ پینے کو۔ حالانکہ میں قید خانے میں ننگے بدن تھا، یہ میرے پاس نہیں آئے اور اب انہوں نے مجھے قید بامشقت کی سزا سنا دی ہے(126)۔ اب میرے ساتھ ان کا حساب کتاب برابر ہو گیا ہے، اب میں قیامت تک کسی کا دھیلے کا بھی مقروض نہیں رہا۔ یہ لوگ رذیل ہیں اور میں رذیل بن جاؤں گا۔ یہ لوگ سنگ دل ہیں اور میں سنگ دل بن جاؤں گا۔' اور معزز اراکینِ جیوری، یہ ہے وہ کچھ جو یہ کہے گا۔ اور میں آپ کو پوری سنجیدگی سے یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ نے اسے سزا سنائی، آپ محض اس کا کام سہل بنا دیں گے، اس کے ضمیر کے لیے آسانی پیدا کر دیں گے، اس نے جو خون بہایا ہے اس پر پشیمان ہونے کی بجائے یہ الٹا کفر بکنے لگے گا۔ اس کے اندر انسانیت کی جو تھوڑی بہت رمق باقی رہ گئی ہے، آپ اسے بھی تباہ کر دیں گے کیونکہ اپنی باقی ماندہ زندگی کے دوران میں وہ خبیث، رذیل، بدخصال، بداعمال اور بے بصر رہے گا۔

''لیکن اگر آپ اسے بھیانک، ڈراؤنی، ہولناک سزا دینا چاہتے ہیں، اسے نشانۂ عبرت بنانے کے آرزومند ہیں اور اس کے باوجود تاقیامت اس کی روح کو بچانے کے متمنی ہیں، پھر اس پر اتنا زیادہ رحم کریں، اتنا زیادہ ترس کھائیں کہ اسے یوں محسوس ہونے لگے جیسے وہ اس کے بوجھ تلے دبا جا رہا ہو! آپ کو نظر آ جائے گا، آپ کو سنائی دینے لگ جائے گا کہ اس کی روح کس طرح خوف و دہشت سے کپکپا رہی ہے۔ 'کیا میں اس رحم کو، اس ترس کو برداشت کر پاؤں گا، مجھ پر جو اتنی زیادہ محبت نچھاور کی جا رہی ہے، کیا میں اسے سہہ پاؤں گا؟ کیا میں اس کا مستحق ہوں؟' وہ چیخ چیخ کر کہے گا۔ معزز اراکینِ جیوری، میں اس کے دل کو، اس کے وحشت پروردہ مگر فیاض دل کو جانتا ہوں، آپ اس پر جو ترس کھائیں گے، اس پر جو رحم کریں گے، وہ اس پر آپ کے سامنے بچھ بچھ جائے

گا، اسے کسی عظیم، رحم سے بھرپور فعل کی شدید آرزو ہے، اس پُر رحم فعل پر اسے یوں محسوس ہونے لگے گا جیسے اس کی تپش سے اس کا سارا جسم جھلس گیا ہو اور یوں اسے دوامی طور پر حیات نو حاصل ہو جائے گی۔ بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ جب انہیں مصیبت یا اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو انہیں ساری دنیا سے عداوت ہو جاتی ہے، لیکن اگر انہی لوگوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کیا جائے، محبت سے پیش آیا جائے، تو ان کے قلوب میں اتنی پُر الفت تمنائیں سر اٹھانے لگیں گی کہ وہ اپنے ماضی کی بداعمالیوں پر پھٹکار کرنے لگیں گے کیونکہ ان کے باطن میں نیکی اور بھلائی کے کاموں کے بے شمار امکانات ہوتے ہیں۔ ان کے دل وسعت پذیر ہو جائیں گے اور انہیں نظر آ جائے گا کہ خداوند کتنا رحیم ہے، اور لوگ کتنے منصف مزاج اور عالی منش ہیں۔ اس قسم کا شخص دہشت زدہ ہو جائے گا اور وہ پشیمانی اور اس احساس سے کلّی طور پر مغلوب ہو جائے گا کہ اس نے کتنا بے پایاں احسان چکانا ہے۔ اور پھر وہ یہ نہیں کہے گا، 'میرا حساب برابر ہو گیا'، بلکہ یہ کہے گا، 'میں سارے انسانوں کے سامنے مجرم ہوں، گنہگار ہوں اور میں سب سے زیادہ غیر مستحق ہوں۔' پھر وہ ندامت کے آنسو بہاتے، پُر تقلب، اذیت ناک تشکر کا احساس کرتے پکار اٹھے گا، 'دوسرے مجھ سے بہتر ہیں کیونکہ انہوں نے مجھے تباہی کے غار میں دھکیلنے کا نہیں، بلکہ اس سے بچانے کا فیصلہ کیا ہے!' آپ حضرات کے لیے رحم کا یہ فعل سرانجام دینا کتنا آسان ہے کیونکہ اس قسم کی شہادت کی، جو سچائی سے ذرا بھی مشابہت نہیں رکھتی، عدم موجودگی کے باعث آپ لوگوں کے لیے یہ تصور کرنا بھی ناممکن ہو گا کہ اسے مجرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایک بے گناہ شخص کو سزا دینے کی بجائے دس خاطی اشخاص کو بری کر دینا کہیں بہتر ہوتا ہے(127) ـــــ کیا آپ حضرات کو ہمارے جلیل القدر ماضی کی یہ پُر شکوہ آواز سنائی دے رہی ہے؟ میں بڑی عاجزی سے آپ لوگوں کو یاد دلانا چاہوں گا کہ روسی قانون خطاکاروں کو محض سزا دینے کے لیے نہیں بلکہ ان کی نجات اور بھلائی کے لیے بھی بنایا گیا ہے! قانون کے صرف الفاظ پر عمل کرنے کا کام دوسری قوموں پر چھوڑ دیں، ہمیں اس کی روح اور مفہوم کو دیکھنا چاہیے تاکہ ہم گنہگاروں کو نجات دلا سکیں اور انہیں حیات نو بخش سکیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے، اگر روس اور اس کے قوانین کا یہی تقاضا ہے ـــــ پھر، روس کو آگے بڑھنے اور پیش رفت کرنے دیں! ہمیں ان جنونی ٹرائیکاؤں سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے جن سے نفرت کھا کر دوسری قومیں اپنے منہ دوسری طرف پھیر لیتی ہیں! ناگزیر طور پر اور شاہانہ انداز سے جنونی ٹرائیکا نہیں بلکہ کامیاب و کامران روسی کوچ منزل مقصود پر پہنچے گی۔ آپ کے ہاتھوں میں میرے موکل کی قسمت ہی نہیں بلکہ روسی انصاف بھی ہے۔ آپ اس کا دفاع کریں گے، آپ اس کا تحفظ کریں گے، آپ ثابت کر دیں گے کہ ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اس کی چوکسی کر رہے ہیں، یہ قابل اعتماد ہاتھوں میں ہے!"

14

کسانوں پر بھروسا رکھیں!

فیتیو کووچ نے اس انداز سے اپنی تقریر کو اختتام تک پہنچا دیا۔ اس مرتبہ حاضرین کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا تھا اور زوردار نعروں اور تالیوں کی پُر شور آوازیں گونجنے لگیں۔ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ انہیں روکا جا سکے گا: خواتین رو رہی تھیں، بعض مردوں کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئی تھیں بلکہ ایک دو معززین کے تو حقیقتاً آنسو نکل آئے۔ سربراہ عدالت کا دل پسیج چکا تھا اور وہ گھنٹی بجانے سے پہلے کچھ دیر انتظار بھی کرتا رہا۔ "اس قسم کے جوش و خروش پر زبردستی قدغن لگانا بے حرمتی کے مترادف ہوتا۔" بعدازاں ہمارے قصبے کی عورتیں زور دے کر کہتی رہیں۔ خود وکیل صفائی بھی صحیح معنوں میں بہت متاثر ہوا تھا۔ یہ تھے وہ حالات جب اپولیت کیریلووچ چند اعتراضات اٹھانے کے لیے ایک بار پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا استقبال معاندانہ آوازوں سے کیا گیا۔ "کیا؟ یہ سب کیا ہے؟ وہ اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے کہ اعتراض کرنے کے لیے اٹھ کر کھڑا ہو گیا ہے؟" خواتین بڑبڑا رہی تھیں۔ لیکن اگر دنیا بھر کی عورتیں احتجاج کرنے اٹھ کھڑی ہوتیں اور ان کی قیادت خود وکیل استغاثہ کی اپنی معزز اہلیہ، مسز اپولیت کیریلووچ ہی کیوں نہ کر رہی ہوتی، تو بھی اس وقت اسے بٹھانا اور تقریر کرنے سے روکنا ناممکن ہو جاتا۔ اس کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی، اس پر ہیجانی کیفیت طاری ہو چکی تھی اور اس کا سارا جسم کپکپا رہا تھا۔ اس کے ابتدائی الفاظ کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے، وہ پھنکار رہا تھا، تھوک کے چھینٹے اڑا رہا تھا، الفاظ غلط سلط تلفظ سے ادا کر رہا تھا اور اس کی زبان بار بار لڑکھڑا رہی تھی۔ تاہم وہ بہت جلد سنبھل گیا۔ لیکن میں اس کی تقریر کے صرف چند جملے نقل کرنے پر اکتفا کروں گا۔

"مجھے سخت سست کہا گیا ہے کہ میں نے قصے کہانیاں گھڑ کر سنائی ہیں لیکن وکیل صفائی کے متعلق کیا خیال ہے؟ انہوں نے قصے کے بعد قصہ نہیں گھڑا؟ کسر اگر رہ گئی ہے تو صرف یہ کہ وہ ان قصوں کو شاعری میں تبدیل نہیں کر سکے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب فیودر پاولووچ اپنی داشتہ کا انتظار کر رہا تھا، اس نے لفافہ پھاڑ دیا اور فرش پر پھینک دیا تھا۔ انہوں نے یہ تک بتا دیا ہے کہ اس نے اس مخصوص موقع پر کیا کہا تھا۔ کیا سب کچھ محض خیال آرائی نہیں ہے؟ اور اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ

اس نے لفافے سے رقم نکال لی تھی اور رقم نکالتے وقت اس نے جو کچھ کہا ہو گا وہ وہی تھا جس کا حوالہ وکیل صفائی نے دیا ہے؟ اور پھر اسے سنا کس نے تھا؟ سمردیاکوف جیسے کمزور دماغ بلکے کو بائرنی(128) ہیرو بنا کر پیش کیا گیا ہے جو اپنی حرام زدگی کا انتقام معاشرے سے لینے پر تلا ہوا تھا۔ کیا یہ بائرن کے انداز کی شاعرانہ خیال آرائی نہیں؟ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بیٹا زبردستی باپ کے مکان میں گھس گیا تھا اور اس نے اپنے باپ کو ہلاک کر دیا تھا مگر اس نے حقیقتاً اسے ہلاک نہیں کیا تھا، ایسی خیال آرائی ناول تو درکنار، آپ کو کسی نظم میں بھی نہیں ملے گی۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے سفنکس(129) کوئی ایسی پہیلی پوچھ رہی ہو جس کا جواب خود اسے بھی معلوم نہ ہو۔ اگر اس نے اسے ہلاک کر دیا تھا، تو اس کا سیدھا سادھا مطلب یہی بنتا ہے کہ اس نے اسے واقعی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا لیکن جب یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس نے اسے ہلاک کیا تو تھا مگر اس کے باوجود اسے ہلاک نہیں کیا تھا — پھر اس سے کیا مطلب اخذ کیا جائے؟

''پھر ہمیں بڑی سنجیدگی سے مطلع کیا جاتا ہے کہ یہ سچائی اور عقلِ سلیم کا پلیٹ فارم ہے اور ملاحظہ فرمائیں کہ اسی 'عقلِ سلیم کے پلیٹ فارم' سے ہم وکیل صفائی کو یہ اعلان کرتے بلکہ حلفاً کہتے سنتے ہیں کہ باپ کے قتل کو 'پدرکشی' قرار دینا محض تعصب ہے! لیکن اگر پدرکشی محض تعصب ہے اور اگر ہر بچہ اپنے باپ سے پوچھنا شروع کر دے، 'ابا، میں آپ سے کیوں محبت کروں؟' پھر ہمارا، ہمارے معاشرے کی بنیادوں کا کیا بنے گا؟ اور خاندان کیسے قائم رہ سکے گا؟ ان کے نزدیک 'پدرکشی' محض ایک ناقابلِ فہم لفظ ہے جس کو سن کر ماسکو کے تاجروں کی بیویاں اس حد تک خوف زدہ ہو جاتی ہیں کہ وہ اپنے ہوش و حواس برقرار نہیں رکھ سکتیں۔ ایک مجرم کو ایک ایسے جرم سے، جو ناقابلِ معافی ہے، بری کرانے کی خاطر روسی قانون کے تانے بانے میں تمام بیش بہا ترین، مقدس ترین ضوابط کو مسخ کر دیا گیا ہے، بے وقعت بنا دیا گیا ہے۔ 'جی، اسے رحم کی، ترس کی مار دیں،' وکیل صفائی چلا چلا کر پکار رہے ہیں اور ملزم بھی تو یہی کچھ چاہتا ہے اور اگر ملزموں کو ترس کھا کر بری کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا، اس کا خمیازہ پورے معاشرے کو بھگتنا پڑے گا۔ جب وکیل صفائی ملزم کو بری کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں، تو کیا وہ کچھ زیادہ ہی انکسار کا مظاہرہ نہیں کر رہے؟ وہ یہ کیوں نہیں کہتے کہ پدرکشی کے نام ٹرسٹ قائم کر دیا جائے تاکہ اس کے 'کارنامے' کو ہماری نوجوان نسل اور ہمارے اخلاف کی نگاہوں میں زندہ جاوید بنا کر پیش کیا جا سکے؟ 'کتاب مقدس' اور مذہب میں بھی ترمیم فرما دی گئی ہے۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ سب محض مابعد الطبیعاتی اور سبزی باتیں ہیں، اور سچی عیسائیت صرف وہ ہے جو صرف ان کے بنائے ہوئے عقل اور عام سوجھ بوجھ کے پیمانوں پر پوری اترتی ہے۔ اور دیکھیں، ہمارے سامنے یسوع مسیح کا بھی جھوٹا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ 'جس پیمانے سے تم

ناپتے ہو، اسی پیمانے سے تمہارے واسطے ماپا جائے گا؛' وکیل صفائی باآواز بلند فرماتے ہیں اور اسی سانس میں نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ یسوع مسیح کی تعلیم یہ تھی، ''دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرو جو دوسروں نے تمہارے ساتھ کیا تھا''' اور یہ سب کچھ صداقت اور عقلِ سلیم کے پلیٹ فارم سے کہا جا رہا ہے! انہوں نے صرف ایک رات پہلے کتاب مقدس میں جھانک کر دیکھا تاکہ یہ ثابت کرسکیں کہ یہ اس کتاب سے، جو بہرحال اپنی طرز کی واحد کتاب ہے، واقف ہیں اور اسے یہ ضرورت پیش آنے پر لوگوں کو خاص انداز سے متاثر کرنے کے لیے استعمال کرسکتے ہیں! لیکن یسوع مسیح نے ہمیں بالکل اسی کام سے منع فرمایا تھا، اس سے بچنے کی تلقین کی تھی کیونکہ یہ چلن ہمارا نہیں رذیلوں اور بدخصالوں کا ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کریں جو انہوں نے ہمارے ساتھ کیا تھا، ہمیں چاہیے کہ ہم معاف کردیں، عفو سے کام لیں اور اپنا وہ دوسرا گال بھی (ان کے سامنے) پیش کردیں۔ ہمارے خداوند نے ہمیں یہی سکھایا تھا نہ کہ یہ کہ بچوں کو اپنے باپوں کو قتل کرنے کی جو ممانعت کی گئی ہے، وہ محض رسم و رواج کا معاملہ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم صداقت اور عقلِ سلیم کے منبر سے اپنے خداوند کے کلام میں ترمیم (تحریف) کرنے کی کوشش نہ کریں جنہیں وکیل صفائی نے اپنے بلند مقام سے صرف ''مصلوب محبِ انسانیت'' کہنے پر اکتفا کیا ہے جو آرتھوڈوکس روس کے عقیدے کے سراسر خلاف ہے جو پکار پکار کر ان کے متعلق اعلان کرتا ہے:

'کیونکہ تم ہمارے خداوند ہو'(130)...!''

اس مقام پر سربراہِ عدالت نے مداخلت کی، ضرورت سے زیادہ جوشیلے مقرر کو قدرے ڈانٹ پلائی اور اسے تلقین کی کہ وہ مبالغہ آرائی سے گریز کرے، معقول حدود کے اندر رہے، وغیرہ وغیرہ، جیسا کہ عدالتوں کے سربراہ ایسے مواقع پر اکثر کرتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کمرۂ عدالت میں بے چینی کی فضا پیدا ہونے لگی تھی، حاضرین کسمسانے لگے تھے اور بعض تو اپنے غصے کا اظہار کرنے کے لیے چیخنے چلانے بھی لگے تھے۔ فیتیو کووچ نے براہِ راست جواب دینے کا تکلف نہ کیا، وہ محض آگے بڑھا، سینے پر ہاتھ رکھا اور ایک ایسے لہجے میں، جیسے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہو، اس نے چند پُروقار الفاظ کہنے پر اکتفا کیا۔ اس کے بعد اس نے 'قصے کہانیاں' اور 'نفسیات' جیسے الفاظ کا ہلکے پھلکے انداز سے ذکر کیا اور ایک مناسب موقع پر حوالہ لڑھکا دیا، 'جیوپیٹر، تم غصے میں ہو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم غلطی پر ہو(131)۔' حاضرین کو یہ حوالہ پسند آیا اور اس کی تحسین کے لیے وہ ہنس پڑے کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ ایپولیت کیریلووچ کی جیوپیٹر سے ذرا سی بھی مشابہت نہیں ہے۔ جہاں تک وکیل استغاثہ کے اس الزام کا تعلق ہے کہ وکیل صفائی نے نوجوان نسل کو اپنے باپوں کو قتل کرنے کی اجازت دے دی ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے فیتیو کووچ نے پُروقار انداز سے کہا، 'میں اس کا جواب

دینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا"۔ اس کے بعد اس نے وکیل استغاثہ کے اس الزام کا ذکر کیا کہ وکیل صفائی نے یسوع مسیح کا "جھوٹا نقشہ" پیش کیا ہے اور اسے خداوند کی بجائے صرف "مصلوب محبِ انسانیت" کہنے پر اکتفا کیا ہے جو روس کے آرتھوڈوکس عقیدے کی صریحاً خلاف ورزی ہے اور "صداقت اور عقلِ سلیم" کے پلیٹ فارم سے اس ترکیب کا استعمال بالکل نامناسب ہے۔ فیتیوکووچ نے اس کا براہِ راست جواب دینے سے گریز کیا اور اشاروں اشاروں میں صرف اتنا کہا، "یہ الزام کردار کشی کی ذیل میں آتا ہے" اور اس نے مزید کہا، "جب میں ادھر آنے کا قصد کر رہا تھا، مجھے امید تھی کہ اس مقدمے کی پیروی کے دوران میں مجھ پر کم از کم ایسے الزامات نہیں لگائے جائیں گے جن کے ذریعے ایک شہری اور وفادار رعایا کا فرد ہونے کی حیثیت سے مجھے شخصی طور پر متہم کیا جا سکے گا۔"... تاہم اس کی اس بات کو سربراہِ عدالت نے خارج از ریکارڈ قرار دے دیا۔ اس مقام پر فیتیوکووچ نے اپنی جوابی تقریر ختم کر دی، اس نے حاضرین کو جھک کر تسلیمات کیا اور اپنی نشست پر بیٹھ گیا جب کہ حاضرین اپنی پسندیدگی کا اظہار کرنے کے لیے آپس میں کھسر پھسر کرتے رہے۔ اور جہاں تک ایپولیت کیریلووچ کا تعلق ہے، خواتین کی نگاہوں میں اس کی "لٹیا واقعی ڈوب چکی تھی۔"

اس کے بعد خود مدعا علیہ سے پوچھا گیا کہ آیا وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ میتیا کھڑا تو ہو گیا مگر اس نے بات بے حد مختصر کی۔ وہ جسمانی اور ذہنی دونوں اعتبار سے تھک چکا تھا۔ صبح کو کمرۂ عدالت میں داخل ہوتے وقت اس نے جس طاقت اور سرتابی کا مظاہرہ کیا تھا، وہ اب تقریباً ناپید ہو چکی تھی۔ معلوم ہوتا تھا وہ ایک ایسے تجربے میں سے گزرا ہے جسے وہ ساری زندگی فراموش نہیں کر پائے گا اور جس نے اسے کوئی ایک ایسی اہم بات بتا دی تھی جسے وہ اب تک سمجھ نہیں پایا تھا۔ اس کی آواز میں ضعف آ چکا تھا اور اب وہ چیخ چلا بھی نہیں رہا تھا۔ اب اس کے الفاظ اور لہجے میں ایک نیا عنصر داخل ہو گیا تھا جو اس امر کا عندیہ دے رہا تھا کہ وہ مرعوب ہو چکا ہے، شکست کھا چکا ہے اور اس کا پندار کرچی کرچی ہو چکا ہے۔

"معزز اراکینِ جیوری، میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ میرے حساب کتاب کا وقت آ چکا ہے اور مجھے اپنے اوپر خداوند کے ہاتھ کا احساس ہو رہا ہے! میں نے جس طرح کی آوارگی اور بدچلنی کی زندگی گزاری ہے، یہ اس کا موزوں اختتام ہے! لیکن میں خداوند کو حاضر ناظر جان کر آپ سے حلفاً عرض کرتا ہوں کہ میں اپنے باپ کے قتل کا مجرم نہیں۔ میں آخری مرتبہ پھر دہراتا ہوں: اسے ہلاک میں نے نہیں کیا۔ مجھ سے غلطیاں ضرور سرزد ہوتی رہی ہیں لیکن میں نے نیکی کو چاہا اور اس سے پیار کیا ہے۔ میں زندگی میں قدم قدم پر اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں لیکن اس کے باوجود میں وحشی بنا رہا ہوں۔ میں وکیل استغاثہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں؛ انہوں نے مجھے میرے متعلق وہ کچھ بتایا

ہے جو خود مجھے معلوم نہیں تھا مگر ان کی یہ بات صحیح نہیں کہ اپنے باپ کو میں نے ہلاک کیا تھا۔ یہاں ان سے چوک ہوئی ہے۔ میں اپنے وکیل صفائی کا بھی ممنون ہوں۔ جب میں ان کی تقریر سن رہا تھا، میرے آنسو بہہ رہے تھے مگر یہ درست نہیں کہ اپنے باپ کو میں نے قتل کیا تھا؛ انہیں تو مجھ پر اس قسم کا شبہ تک نہیں کرنا چاہیے تھا! اور جو کچھ ڈاکٹر حضرات فرما رہے ہیں، اس پر تو مطلق یقین نہ کریں، میں پاگل یا خفقانی نہیں، میں بالکل صحیح الحواس ہوں، صرف میرا دل بوجھل ہے۔ اگر آپ مجھ پر رحم کھائیں، مجھے بری کر دیں میں آپ کے حق میں دعا کروں گا، میں بہتر (انسان) بننے کی کوشش کروں گا، یہ میرا آپ سے وعدہ ہے اور خداوند میرا گواہ ہے۔ لیکن اگر آپ مجھے مجرم قرار دے دیں گے اور مجھے سزا سنا دیں گے، میں اپنی تلوار اپنے ہی سر پر مار کے توڑ ڈالوں گا (132) اور ٹکڑوں کو چوم لوں گا! ویسے میری آپ سے یہی التجا ہے کہ مجھے بخش دیں، مجھے میرے خدا سے محروم نہ کریں، مجھے معلوم ہے کہ میں کیا ہوں: میں اس کے خلاف بغاوت پر مائل ہو جاؤں گا! میرا دل بوجھل ہے، حضرات... مجھ پر رحم کھائیں، ترس کریں!"

وہ بے اختیار اپنی کرسی پر گر گیا، اس کی زبان لڑکھڑانے لگی تھی اور اس نے اپنا آخری جملہ تو بڑی مشکل سے ختم کیا۔ اس کے بعد ججوں نے زیرِ بحث امور کی تلخیص کی اور جیوری کے ارکان کی سہولت کے لیے سوال مرتب کیے۔ وکیل استغاثہ اور وکیل صفائی دونوں کو دعوت دی گئی کہ وہ جو کچھ کہہ چکے ہیں، اس کا خلاصہ اور اپنی آخری معروضات پیش کریں۔ تاہم جو کچھ ہوا، میں اس کی تفصیلات میں نہیں جاؤں گا۔ آخرکار جیوری کے ارکان اپنی اپنی نشستوں سے اٹھے اور آپس میں مشورہ کرنے کے لیے عدالت سے باہر جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ سربراہِ عدالت کا تھکن سے برا حال ہو چکا تھا اور جب وہ جیوری کے ارکان کو آخری ہدایات دے رہا تھا، اس کی آواز بے حد کمزور اور تھکی تھکی سی تھی۔ "غیر جانبدار رہیں، وکیل صفائی کی فصاحت سے متاثر نہ ہوں، بہت احتیاط سے غور و فکر کریں اور یاد رکھیں کہ آپ حضرات کے کندھوں پر بہت بھاری ذمے داری آن پڑی ہے... علیٰ ہٰذا القیاس۔"

جیوری کے ارکان باہر نکل گئے اور عدالت کی کارروائی معطل ہو گئی۔ اب اپنی نشست سے اٹھنے، ادھر ادھر چہل قدمی کرنے، دوسرے لوگوں کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرنے اور کھڑے کھڑے کچھ کھانے پینے کا موقع دستیاب ہو گیا تھا۔ رات خاصی گزر چکی تھی، صبح کا تقریباً ایک بج چکا تھا لیکن کسی بھی شخص کو گھر جانے کی جلدی نہیں تھی۔ سب لوگ اتنا تناؤ محسوس کر رہے تھے، ان کے جذبات میں اتنا کھنچاؤ آ چکا تھا کہ ان کے لیے شانت رہنا تقریباً ناممکن ہو گیا تھا۔ سب دم سادھے انتظار کر رہے تھے ـــــ ویسے سچی بات یہ ہے کہ تمام لوگوں کی کیفیت یہ نہیں تھی۔ بظاہر خواتین

ہسٹیریائی بے صبری کی گرفت میں تھیں لیکن داخلی طور پر وہ بالکل پُرسکون اور مطمئن تھیں: "دیکھ لینا، وہ صاف بری ہو جائے گا۔" وہ بڑے جوش و خروش سے پیشگی قیاس آرائی کر رہی تھیں۔ ان کے خیال کے مطابق اسے مجرم قرار دینا ناممکن تھا۔ ماننا پڑے گا کہ مردوں میں بھی اچھی خاصی تعداد ان لوگوں کی تھی جنہیں یقین تھا کہ برأت ناگزیر ہے۔ بعض خوش تھے، بعض تیوریاں چڑھا رہے تھے، بعض ملول و دلگیر تھے: وہ برأت کے حق میں نہیں تھے۔ خود فیتیو کووچ کو پختہ یقین تھا کہ وہ جیت جائے گا۔ وہ چاروں طرف سے لوگوں میں گھرا ہوا تھا جو اسے مبارک بادیاں دینے اور اس کی سچی جھوٹی تعریف کرنے میں مشغول تھے۔

بعدازاں اس کے متعلق بتایا گیا کہ اس نے ایک گروہ سے باتیں کرتے ہوئے کہا تھا: "وکیل صفائی اور جیوری کے ارکان کو غیر مرئی روابط نے آپس میں منسلک کر رکھا ہے۔ جب یہ ربط قائم ہو جاتا ہے، آدمی کو اپنی تقریر کے دوران میں اس کا احساس ہونے لگتا ہے۔ یہ روابط فی الواقع موجود ہیں، فکر نہ کریں ہم مقدمہ جیت چکے ہیں۔"

"اب ہمارے کسان کیا فیصلہ سنائیں گے؟" قصبے کے مضافات میں واقع جاگیر کے مالک ایک بنے ٹھنے اشراف زادے نے، جس کے چہرے پر جھائیاں پڑی ہوئی تھیں اور جس کی بھویں تنی ہوئی تھیں، مردوں کے ایک گروہ کے قریب آ کر پوچھا جو آپس میں معروف گفتگو تھے۔

"آپ کو معلوم ہے وہ سارے کے سارے کسان نہیں ہیں۔ جیوری کے چار ارکان سول ملازم ہیں۔"

"ہاں، آپ نے درست فرمایا ہے۔" دیہی کونسل کے ایک رکن نے بھی گروہ میں شامل ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ تاجر پراخوراِیواِنووچ نظاریف کو جانتے ہیں، وہی جس نے اپنے سینے پر تمغہ سجا رکھا تھا؟ وہ بھی جیوری کا رُکن ہے۔"

"اسے کیا ہوا؟"

"بے حد چالاک آدمی ہے۔"

"لیکن وہ تو اپنا منہ تک کبھی نہیں کھولتا۔"

"ہاں، وہ اپنا منہ نہیں کھولتا اور اچھا ہی کرتا ہے۔ پیٹرزبرگ کا وکیل اسے کچھ نہیں سکھا سکتا، الٹا وہ سارے پیٹرزبرگ والوں کو سکھا سکتا ہے۔ یقین مانیں وہ بارہ بچوں کا باپ ہے!"

"کیا وہ اسے واقعی بری نہیں کریں گے؟" ایک اور گروہ میں ایک نوجوان کلرک نے پوچھا۔

"کریں گے، بالکل کریں گے، نہ کرنے کی وجہ؟" ایک پُرعزم آواز نے جواب دیا۔

"اگر اسے بری نہ کیا گیا تو یہ بڑی شرم ناک، بڑی گھٹیا بات ہوگی۔" نوجوان کلرک نے اپنی بات پر اصرار کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن فرض کریں اس نے واقعی اس کا خون کیا تھا، پھر؟ لیکن باپ باپ میں فرق ہوتا ہے اور ویسے بھی اس پر جنون طاری ہو چکا تھا... ممکن ہے کہ اس نے موسل یونہی گھمایا ہو اور اس کا بڑے میاں کو قتل کرنے کا قطعاً کوئی ارادہ نہ ہو۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ انہوں نے اس بچے کو خواہ مخواہ بیچ میں گھسیٹ لیا۔ اس پر قتل کا الزام لگانا بجا نہیں۔ خواہ مخواہ تماشا لگ گیا! اگر میں وکیل صفائی ہوتا تو میں صاف صاف کہہ دیتا، 'اس نے قتل ضرور کیا ہے لیکن وہ خطاکار نہیں، تم سب جہنم میں جاؤ!'"

"اس نے یہی تو کہا تھا، صرف 'تم سب جہنم میں جاؤ!' نہیں کہا تھا۔"

"لیکن میخائیل سمیونووچ، اس نے قریب قریب یہ کہہ تو دیا تھا۔" ایک تیسری آواز نے چہچہاتے ہوئے کہا۔

"حضرات، کیوں جھگڑتے ہو، صبر سے کام لیں! میں پوچھتا ہوں کیا گزشتہ ایام صوم کے دوران میں ہمارے قصبے میں اس اداکارہ (133) کو بری نہیں کر دیا گیا تھا جس نے اپنے عاشق کی بیوی کا گلا کاٹ دیا تھا؟"

"مگر اس نے یہ کام ڈھنگ سے نہیں کیا تھا، گلا پوری طرح نہیں کٹا تھا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اس نے کاٹنا شروع تو کر دیا تھا!"

"وہ بچوں کے بارے میں جو کچھ کہہ رہا تھا، اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ بہت قابل تعریف باتیں تھیں۔"

"بالکل۔"

"اور وہ سرّیت کے بارے میں جو کچھ کہہ رہا تھا، اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ ہونہہ؟"

"سرّیت وغیرہ پر لعنت بھیجیں،" ایک اور شخص نے اونچی آواز میں کہا، "یہ سوچیں آج کے بعد بچارے اپولیت کیریلووچ کا کیا بنے گا! اس نے میتکا کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، اگر اس پر طیش کھا کر کل اس کی جورو نے اس کی آنکھیں نہ نکالیں، پھر میں اپنا نام بدل لوں گا!"

"کیا وہ یہاں آئی ہوئی ہے؟"

"آئی تو نہیں، اگر آئی ہوتی تو موقع پر ہی اس کی آنکھیں نوچ ڈالتی۔ اس کی داڑھ میں درد ہو رہا ہے، اس لیے گھر پر ہی پڑی ہے، ہا، ہا، ہا!"

"ہا، ہا، ہا!"

اب تیسرے گروہ میں چلتے ہیں۔

"اگر میری پوچھتے ہو تو میں یہ کہوں گا متیا غالباً صاف بچ جائے گا۔"

"میرا خیال ہے وہ کل سو کچّی گرات میں خوب توڑ پھوڑ کرے گا اور اگلے دس دن نشے میں خوب غرق رہے گا۔"

"شیطان کا حکم ہے!"

"تم نے خوب کہا ـــــ اس میں شیطان کا لازماً ہاتھ ہو گا۔ اگر وہ یہاں نہ آتا، پھر کہاں جاتا؟"

"حضرات، اتنا ماننا پڑے گا اس نے تقریر دھواں دھار کی ہے، مگر اتنا ضرور ہے کہ لوگوں کو کدّ آلوں سے اپنے باپوں کی کھوپڑیاں توڑنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اگر ایک بار یہ سلسلہ شروع ہو گیا، پھر اس کا انت کوئی نہیں ہو گا۔"

اور وہ کوچ، آپ لوگوں کو کوچ یاد ہے؟"

"ہاں، اس نے کسانوں کے چھکڑے کو کوچ بنا دیا تھا۔"

"اور بقول شخصے اگر ضرورت پڑی 'تو وہ کل کوچ کو دوبارہ چھکڑا بنا دے گا۔"

"آج کل ہمارا واسطہ کیسے کیسے چالاک لوگوں سے پڑ رہا ہے! حضرات، کیا روس میں سچائی اور انصاف نام کی کوئی چیز ہے یا اس سے ہم بالکل ہی محروم ہو چکے ہیں؟"

اتنے میں گھنٹی بج گئی۔ جیوری کے ارکان پورا ایک گھنٹہ آپس میں بحث اور صلاح مشورہ کرتے رہے تھے؛ نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔ جونہی عام لوگ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے، سکوتِ مرگ طاری ہو گیا۔ جس انداز سے جیوری کے ارکان اندر داخل ہوئے تھے، مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے۔ آخرکار ان سے سوالات کس ترتیب سے پوچھے گئے، میں اس کا ذکر نہیں کروں گا ـــــ کیونکہ میں سوال اور ان کی ترتیب ویسے بھی بھول گیا ہوں۔ سربراہِ عدالت نے جو پہلا مگر سب سے بڑا سوال پوچھا تھا، مجھے صرف وہ اور اس کا جواب یاد ہے۔ وہ سوال یہ تھا: "کیا ملزم نے روپیہ چرانے کے پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت قتل کا ارتکاب کیا تھا؟" (مجھے اصل الفاظ صحیح صحیح یاد نہیں

رہے۔) سب لوگ دم سادھے خاموش بیٹھے تھے۔ جیوری کے صدر اور ترجمان نے، جو پیشے کے اعتبار سے سول ملازم تھا اور عمر کے لحاظ سے جیوری کے ارکان میں سب سے چھوٹا تھا، مرگ آسا خاموشی میں بلند اور صاف آواز میں کہا،

"جی ہاں، مجرم!"

باقی تمام الزامات کے سلسلے میں یہی قصہ بار بار دہرایا گیا، جو سوال بھی پوچھا جاتا، اس کے جواب میں اسے مجرم قرار دے دیا جاتا رہا اور ایسے حالات کی کوئی گنجائش نہ چھوڑی جاتی جو جرم کی شدت میں تخفیف کا باعث بن سکتے تھے! یہ ایک ایسی صورت حال تھی جس کی کسی کو بھی توقع نہیں تھی۔ تقریباً ہر شخص کو یقین ہو چکا تھا کہ ایسے حالات موجود تھے جو جرم کی شدت میں تخفیف کا باعث بن سکتے تھے۔ کمرے میں مرگ آسا سکوت یوں کا توں برقرار رہا۔ کچھ یوں نظر آ رہا تھا جیسے تمام لوگ ـــــ خواہ وہ ملزم کو سزا دلانے اور خواہ اسے بری کرنے کے حق میں تھے ـــــ پتھر کے بن چکے ہوں۔ لیکن یہ صرف ابتدائی ردِّعمل تھا۔ اس کے بعد افراتفری مچ گئی اور خوب شوروغل ہونے لگا۔ مردوں میں بعض لوگ ایسے تھے جن کی خوشی دیدنی تھی؛ وہ اپنے ہاتھ مل رہے تھے۔ جنہیں مایوسی ہوئی تھی، ان کے منہ لٹک گئے تھے، وہ کندھے اچکا رہے تھے، آپس میں کانا پھوسیاں کر رہے تھے اور دکھائی کچھ یوں دے رہا تھا جیسے ان کی سمجھ میں ہی نہ آیا ہو کہ ہوا کیا ہے۔ لیکن میرے خدایا! ہماری بے چاری خواتین، ان پر کیا کچھ نہیں بیت گیا! میرا خیال تھا وہ ہنگامہ کھڑا کر دیں گی۔ شروع میں تو یہی نظر آ رہا تھا جیسے انہیں اپنے کانوں پر یقین ہی نہ آ رہا ہو۔ پھر اچانک کمرے میں زبردست شوروغل ہونے لگا: "یہ سب کیا ہے؟ یہ اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں، ان کے ارادے کیا ہیں؟" وہ سب اچھل کر کھڑی ہو گئیں۔ غالباً ان کا خیال تھا کہ فیصلہ منسوخ اور تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس مرحلے پر متیا اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے بازو آگے پھیلا کر بڑی دل خراش آواز میں چلّا کر کہا:

"میں خداوند اور اس کے ہیبت ناک یومِ آخرت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے باپ کے خون بہانے کا مجرم نہیں ا کاتیا، میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ میرے بھائیو، میرے دوستو، دوسری پر رحم کرو!"

اس کی ہمت جواب دے گئی اور وہ آہ و بکا کرنے لگا۔ وہ کہہ کیا رہا تھا، کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا مگر اس کی آواز اونچی، عجیب اور غیر فطری تھی۔ گیلری کی عقبی نشستوں سے دل دوز آواز سنائی دی: یہ گروشینکا تھی۔ اس نے وکیلوں کی بحث شروع ہونے سے پہلے کسی سرکاری کارندے کو قائل کر لیا تھا کہ اسے کمرۂ عدالت میں واپس آنے کی اجازت دے دی جائے۔ متیا کو

پولیس باہر لے گئی۔ سزا سنانے کی کارروائی اگلے روز تک ملتوی کر دی گئی۔ کمرۂ عدالت میں موجود تمام لوگ ابتری میں اٹھ کر کھڑے ہو گئے، لیکن میں نے انتظار کرنا اور لوگوں کے تبصرے سننا مناسب نہ سمجھا۔ جب میں باہر نکلنے کے دروازے کے قریب سیڑھیوں پر پہنچا، چند جملے اتفاقاً میرے کانوں میں پڑ گئے:

"اسے آئندہ بیس سال (134) کانوں میں گزارنا پڑیں گے۔"

"کم از کم۔"

"کسانوں پر بھروسا رکھیں۔"

انہوں نے واقعی تیا کی لٹیا ڈبو دی۔"

(چوتھے اور آخری حصے کا اختتام)

تتمّہ

1

تنیا کے فرار کے منصوبے

مقدمے کی سماعت کے پانچ روز بعد الیوشا صبح سویرے آٹھ بجے کے کچھ ہی دیر بعد ایک ایسے معاملے کی تفصیلات کو آخری شکل دینے کے لیے کاتریناایوانوونا کے ہاں گیا جو دونوں کے لیے زبردست اہمیت کا حامل تھا۔ وہ اسے ایک پیغام پہنچانا اور اس کی مدد بھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ اسی کمرے میں بیٹھ گئی اور اس سے گفتگو کرنے لگی جہاں اس نے کبھی گروشینکا کا استقبال کیا تھا۔ ایوان فیودرووچ کو خاصا تیز بخار ہو چکا تھا اور وہ ملحقہ کمرے میں بے ہوش پڑا تھا۔ اس بات کی پروا کیے بغیر کہ معاشرہ اس کے بارے میں ناگزیر طور پر کیسی کیسی گپیں اڑائے گا اور اس کو کس طرح آڑے ہاتھوں لے گا، کاتریناایوانوونا نے عدالتی کارروائی ختم ہوتے ہی متعلقہ حکام کو درخواست دے دی تھی کہ علیل اور بے ہوش ایوان فیودرووچ کو اس کے گھر پہنچا دیا جائے۔ اس کی جو رشتے دار خواتین اس کے ساتھ مقیم تھیں، ان میں سے ایک تو سماعت کے اختتام پر سیدھی ماسکو روانہ ہو گئی تھی لیکن دوسری ابھی تک اس کے ہاں ہی ٹھہری ہوئی تھی۔ لیکن اگر وہ دونوں بھی چلی جاتیں، تب بھی کاتریناایوانوونا اپنے فیصلے پر قائم رہتی، وہ بیمار کی تیمارداری کرتی رہتی اور رات دن اس کے سرہانے بیٹھی رہتی۔ وارونسکی اور ہرزن سٹوب ایوان فیودرووچ کا علاج کر رہے تھے مگر ماسکو کا ڈاکٹر واپس جا چکا تھا، اس نے مریض کی بیماری کے متعلق اپنی رائے دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ دوسرے دونوں ڈاکٹر کاتریناایوانوونا کو ہر دم تسلی دلاسا دیتے رہتے تھے لیکن صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ مریض کی مکمل شفایابی کے بارے میں کوئی واضح امید دلانے میں ناکام رہے ہیں۔ الیوشا روزانہ دو مرتبہ اپنے بھائی کو دیکھنے آتا تھا، مگر اس مرتبہ وہ جس مقصد کے لیے آیا تھا، وہ خاص طور پر اہم اور نازک تھا اور اسے پیشگی اندازہ تھا کہ اس موضوع کے بارے میں بات کرنا کتنا مشکل ہو گا۔ دریں اثنا اسے جلدی بھی بہت زیادہ تھی۔ اسے اسی صبح کسی دوسری جگہ ایک اور ضروری اور فوری توجہ کے حامل

معاملے سے نپٹنا تھا، اور تعجیل وقت کا تقاضا بن گئی تھی۔ انہیں باتیں کرتے پہلے ہی پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ کاترینا ایوانوونا کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی، وہ جسمانی اور ذہنی اعتبار سے تھک چکی تھی اور اس کے ساتھ وہ بے حد مضطرب تھی۔ وہ پہلے ہی بھانپ چکی تھی کہ ایلیوشا کیوں آیا ہے۔

"ان کے تحفظات کے بارے میں فکر نہ کرو" اس نے ایلیوشا کو پُراستقلال لہجے سے بتایا۔ "کسی نہ کسی طرح انہیں یقیناً سمجھ آ جائے گی کہ یہی واحد حل ہے؛ انہیں لازماً فرار ہونا ہوگا۔ اس ناشاد، مصیبت زدہ، بہادر آدمی نے، اس عزت اور ضمیر کے پیکر نے ـــ انہوں نے نہیں، نہیں، دمتری فیودرووچ نے نہیں، بلکہ اس شخص نے جو گلے کرے میں پڑا ہے، اس نے اپنے بھائی کی خاطر اپنے آپ کو قربان کر دیا ہے،" کاترینا ایوانوونا نے مزید کہا، اس کی آنکھیں جگمگا رہی تھیں، "اس نے بہت عرصہ پہلے مجھے اس فرار کے منصوبے کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس نے اس سلسلے میں پہلے ہی انتظامات کرنا شروع کر دیے تھے... میں اس بارے میں تمہیں بہت کچھ پہلے ہی بتا چکی ہوں۔ دیکھو، یہ کام غالباً پیدل سفر(1) کے تیسرے مرحلے کے دوران میں کیا جائے گا جب جلا وطنوں(2) کو سائبیریا لے جایا جا رہا ہوگا۔ چنانچہ منصوبے پر عمل کرنے کا وقت ابھی بہت دور ہے۔ تیسرے مرحلے کے دوران میں جو شخص قیدیوں کے قافلے کا نگران کمانڈر ہوگا، ایوان فیودرووچ اسے پہلے ہی مل چکا ہے۔ جو واحد چیز ہمیں ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی وہ یہ ہے کہ پیدل سفر کے تمام مراحل کا مجموعی طور پر کون شخص انچارج ہوگا۔ اس کا پیشگی پتا کرنا ناممکن ہے۔ شاید کل میں تمہیں سارے منصوبے کی تفصیلات بتا سکوں جو ایوان فیودرووچ نے مقدمے کی سماعت سے ایک روز پہلے مجھے سمجھایا تھا کہ کسی گڑبڑ کی صورت میں... تمہیں یاد ہوگا یہ تب کی بات ہے جب تم نے ہمیں جھگڑتے دیکھا تھا۔ وہ سیڑھیاں اترنے لگا تھا مگر جب اس نے تمہیں دیکھا تو اسے مجبوراً واپس آنا پڑا تھا ـــ یاد ہے؟ معلوم ہے ہمارا جھگڑا کس بات پر ہو رہا تھا؟"

"نہیں، مجھے معلوم نہیں۔"

"بات یہ ہے کہ اس نے تمہیں اس راز میں شریک نہیں کیا تھا مگر درحقیقت ہمارا جھگڑا اسی فرار کے منصوبے کے متعلق ہوا تھا۔ وہ اس کے بڑے بڑے اجزا کے متعلق تین روز پہلے مجھے مطلع کر چکا تھا ـــ تبھی سے ہمارے جھگڑے کا آغاز ہو گیا تھا اور ہم پورے تین دن تُو تکار کرتے رہے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ جب اس نے مجھے بتایا کہ اگر دمتری فیودرووچ کو سزا ہو گئی تو وہ اس زنانی کے ساتھ کسی غیر ملک بھاگ جائیں گے، اس پر مجھے طیش آ گیا ـــ کیوں؟ یہ میں تمہیں نہیں بتا سکوں گی کیونکہ خود مجھے معلوم نہیں... ویسے مجھے اس زنانی، خاص طور پر اس کے دمتری کے ساتھ

غیر ملک فرار ہونے کی تجویز پر سخت غصہ آیا تھا!" کاترینا ایوانوونا نے بھڑکتے ہوئے کہا۔ غیظ و غضب سے اس کے ہونٹ لرزنے لگے تھے۔ "جونہی ایوان فیودرووچ کو احساس ہوا کہ مجھے اس زنانی پر شدید غصہ آ رہا ہے، اسے فوراً خیال آیا کہ مجھے غصہ اس لیے آ رہا ہے کیونکہ میں دمتری کی وجہ سے اس (گروشینکا) سے حسد کرتی ہوں اور یہ کہ میں غالباً اب بھی دمتری سے محبت کرتی ہوں۔ اس وقت ہمارے مابین پہلی جھڑپ ہوئی۔ میں وضاحت کرنا نہیں چاہتی تھی اور معذرت کے لیے تیار نہیں تھی۔ میرے لیے یہ ماننا بہت مشکل تھا کہ یہ شخص مجھ پر شبہ کرتا ہے کہ مجھے ابھی تک ان (دمتری) سے محبت ہے... حالانکہ میں کافی عرصہ پہلے اسے صاف صاف بتا چکی تھی کہ اب مجھے دمتری سے محبت نہیں رہی، میں اب صرف اسی (ایوان) سے محبت کرتی ہوں لیکن اس کے باوجود یہ سب کچھ ہو گیا۔ مجھے طیش صرف اس لیے آیا تھا کیونکہ مجھے اس زنانی پر سخت غصہ تھا! تین دن بعد اسی شام جب تم یہاں آئے تھے، وہ میرے پاس ایک مہر بند لفافہ لایا تھا جو مجھے صرف اسی صورت میں کھولنا تھا اگر اسے کچھ ہو جاتا ہے۔ اسے کسی طرح معلوم ہو گیا تھا کہ اس پر بیماری کا حملہ ہونے والا ہے۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ فرار کے انتظامات کی تفصیلات اسی لفافے کے اندر ہیں، اور اگر اس کا انتقال ہو گیا یا وہ کسی موذی مرض میں مبتلا ہو گیا، پھر خود مجھے میتیا کو فرار ہونے میں مدد فراہم کرنا ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی وہ کچھ رقم بھی ـــ تقریباً دس ہزار روبل ـــ چھوڑ گیا اور یہ وہی رقم تھی جس کے متعلق وکیل استغاثہ نے کہا تھا کہ اس نے اسے بانڈوں کے عوض حاصل کیا تھا۔ مجھے جس چیز نے بے حد متاثر کیا وہ یہ تھی کہ ایوان فیودرووچ نے اپنے بھائی کو چھڑانے کا ارادہ ترک نہیں کیا تھا اور اگرچہ وہ ابھی تک اس شبہے میں مبتلا تھا کہ میں اس سے نہیں، دمتری سے محبت کرتی ہوں، یہ صرف میں تھی جس کو اس نے اپنے اعتماد میں لیا اور اپنے فرار کے منصوبوں سے آگاہ کیا! یہ قربانی کی نادر مثال تھی! الیکسی فیودرووچ، تم واقعی سمجھ نہیں سکو گے کہ یہ کتنی بڑی قربانی تھی۔ میں ستائش اور احترام کے جذبے سے اس کے قدموں میں گرنا چاہتی تھی لیکن اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ اگر میں نے یہ حرکت کی تو وہ یہی سمجھے گا (اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ یہی سمجھتا) کہ مجھے جو بے پناہ خوشی ہو رہی ہے، محض اس لیے ہو رہی ہے کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ میتیا کو چھڑانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس کی یہ سوچ بالکل ناجائز تھی مگر اس کے محض امکان پر مجھے اتنا طیش آ گیا کہ اس کے پاؤں کو بوسہ دینے کی بجائے میں نے ایک اور ہنگامہ کھڑا کر دیا! دیکھو، میں کتنی بدنصیب ہوں! میں ہوں ہی ایسی ـــ میری شخصیت کتنی بھیانک، کتنی کج رو ہے۔ خیر، تم ایک روز سمجھ جاؤ گے۔ میں یہی کچھ کرتی رہوں گی اور اسے ایک ایسے مقام پر پہنچا دوں گی کہ دمتری کی طرح ایک دن وہ بھی کسی دوسری عورت کی خاطر، جس کے ساتھ نباہ کرنا اور زندگی گزارنا کہیں زیادہ

آسان ہو گا، مجھے چھوڑ کر چلتا بنے گا مگر تب... نہیں، مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکے گا، میں اپنے آپ کو ہلاک کر لوں گی! اور اس مرتبہ جب تم آئے تھے اور میں نے تمہیں اندر آنے کی دعوت دی تھی، اسے بھی واپس بلا لیا تھا اور وہ لوٹ آیا تھا، تب اس نے مجھے ایسی نفرت بھری نگاہ سے دیکھا تھا جیسے اس کی نظروں میں میری کوئی وقعت ہی نہ ہو، میں کوئی بے حد حقیر چیز ہوں، اس پر مجھے اتنا شدید غصہ آیا تھا کہ میں چیخ چیخ کر کہنے لگی تھی ـــــ تمہیں کچھ یاد ہے؟ ـــــ کہ اسی نے ہرزہ اس نے مجھے یقین دلایا ہے کہ تمہارے بھائی دمتری قاتل ہیں! میں نے یہ بھیانک بات دوبارہ اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے، اس کی کردار کشی کرنے کے لیے کہی تھی کیونکہ اس نے کبھی مجھے یقین نہیں دلایا تھا کہ اس کے بھائی قاتل ہیں۔ اس کے برعکس یہ یقین تو میں نے اسے دلایا تھا۔ اف، میرا یہ بے قابو غصہ ہی ہر چیز کا سبب ہے! اور اس روز عدالت میں جو دل خراش منظر پیش آیا تھا اس کا باعث بھی تو میں ہی ہوں۔ وہ مجھ پر ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ باعزت انسان ہے اور دل کا نیک ہے۔ میں بھلے اس کے بھائی سے محبت جتاتی رہوں لیکن وہ حسد اور انتقام کے جذبات سے مغلوب ہو کر اپنے بھائی کو ہرگز برباد نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ اسی لیے گواہی کے لیے عدالت میں پیش ہوا تھا... ہر چیز کا باعث میں ہوں، ہر چیز کی ذمے داری مجھ پر آتی ہے، صرف میں قصوروار ہوں!"

کاتیا نے اس قسم کا اعتراف اس سے پہلے کبھی الیوشا کے سامنے نہیں کیا تھا اور اسے محسوس ہونے لگا کہ وہ اذیت کے اس ناقابلِ برداشت درجے تک پہنچ چکی ہے جب دکھوں سے تنگ آ کر متکبر ترین شخص بھی اپنے تکبر سے تائب ہو جاتا ہے اور غم و اندوہ سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ الیوشا کو اس کی موجودہ بے چارگی کی ایک اور بھیانک وجہ بھی معلوم تھی حالانکہ جب سے متیا کو سزا ہوئی تھی، وہ اسے اس سے چھپانے کی بھرپور کوشش کرتی رہی تھی۔ اگر وہ اتنا نیچے گرنا گوارا کر لیتی اور اب اس کے متعلق بھی اس سے گفتگو کرنے کے لیے تیار ہو جاتی تو کسی وجہ سے (یہ وجہ کیا تھی، خود اسے بھی معلوم نہیں تھی) خود اسے (الیوشا کو) سخت تکلیف پہنچتی۔ تاہم کاتیا ذہنی اذیت میں اس لیے مبتلا تھی کیونکہ سماعت کے دوران میں وہ "غداری" کی مرتکب ہوئی تھی اور الیوشا کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا ضمیر اسے اس کے سامنے ـــــ خاص طور پر اس کے، الیوشا کے سامنے ـــــ رو رو کر، چیخیں مار مار کر، ہسٹیریائی دوروں کا جتن کر کے، فرش پر لوٹ پوٹ کر، اپنے سینے پر دو ہتڑ مار کر ـــــ اس کا اعتراف کرنے پر مجبور کر رہا ہے ـــــ لیکن وہ اس لمحے سے ڈر رہا تھا اور اس کے سامنے جو عورت اذیتوں میں سے گزر رہی تھی، وہ اسے مزید تکالیف جھیلنے سے بچانا چاہتا تھا۔ وہ جس معاملے کے بارے میں اس سے بات کرنے آیا تھا، اسے زیرِ بحث لانا مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر متیا کے متعلق گفتگو کرنے لگا۔

"ان کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا، بالکل ٹھیک ہو جائے گا" کاتیا نے درشت مگر پُر استقلال لہجے سے کہا۔ "یہ مرحلہ عارضی ہے اور بہت جلد گزر جائے گا، میں انہیں جانتی ہوں، بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ تم خاطر جمع رکھو، وہ فرار کے لیے راضی ہو جائیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ انہیں فوری طور پر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں: ابھی ان کے پاس اتنا کافی وقت ہے کہ وہ اطمینان سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ انہیں کرنا کیا ہے۔ اس وقت تک ایوان فیودورووچ کی حالت خاصی بہتر ہو جائے گی اور وہ ہر چیز کا بندوبست کر لے گا، یوں یہ بوجھ میرے کندھوں سے اتر جائے گا۔ تم فکر مت کرو، وہ فرار کے لیے مان جائیں گے، درحقیقت وہ پہلے ہی متفق ہو چکے ہیں۔ وہ اپنی اس عورت کو تو پیچھے چھوڑ کر جانے سے رہے مگر حکام اسے ان کے ساتھ سائبیریا میں مجرموں کی بستی میں جانے اور وہاں قیام کرنے کی اجازت نہیں دیں گے، ایسے میں ان کے پاس فرار ہونے کے سوا اور چارہ ہی کیا رہ جاتا ہے؟ تمہارا کیا خیال ہے؟ مگر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ تم سے خائف ہیں، انہیں اندیشہ ہے کہ تم ان کے فرار کو پسند نہیں کرو گے ـــــ یعنی اخلاقی نقطۂ نظر سے ـــــ مگر تمہیں عالی ظرفی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور صاف صاف کہہ دینا چاہیے کہ اس میں کوئی برائی نہیں کیونکہ تمہاری پسندیدگی مطلقاً انتہائی ضروری ہے۔" اس نے زہر آلود لہجے سے مزید کہا۔

وہ ایک پل کے لیے رک گئی اور اس کے ہونٹ اس طرح ٹیڑھے میڑھے ہو گئے جیسے وہ مسکرا رہے ہوں۔

"وہ بعض مناجات کے، کسی صلیب کے، جو انہیں اٹھانا ہے، کسی فرض کے، جو انہیں نبھانا ہے، باتیں کرتے رہتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایوان فیودورووچ اس ضمن میں مجھے بہت کچھ بتاتا رہا ہے ـــــ وہ جس انداز سے مجھ سے اس بارے میں گفتگو کرتا رہا ہے، کاش تم اپنے کانوں سے اسے سن سکتے!" کاتیا نے اچانک جذبات کے تمام بندھن توڑتے ہوئے بلند آواز سے کہا۔ "وہ جس انداز سے ان کا ذکر کرتا رہا ہے، کاش تم دیکھ سکتے کہ اس کے ایک ایک لفظ سے ان کے لیے کتنی محبت ٹپک رہی ہے! اگر تمہیں یہ احساس بھی ہو جاتا کہ اس کی اس محبت میں شاید اس کی ڈھکی چھپی نفرت بھی شامل ہے! ارے ہاں، میں اپنی سناتی ہوں۔ اس وقت جب میں اس کی باتیں سنتی تھی اور اس کی ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں دیکھتی تھی، میرے ہونٹوں پر پُر حقارت تبسم آ جاتا تھا! اف، وہ بدذات زنانی! اُف، بدذات تو شاید میں ہوں، آستین کا سانپ میں ہوں! اس کی جو طبیعت خراب ہوئی ہے، اس کی ذمے دار میں ہوں! رہے دوسرے، وہ جنہیں مجرم قرار دے کر سزا سنائی جا چکی ہے، کیا تم انہیں شہید قرار دے سکتے ہو؟" کاتیا نے غصے سے پھنکارتے ہوئے اپنی بات ختم کرنا چاہی۔

"انہیں تو اس لفظ کے معنی بھی معلوم نہیں۔ ان جیسے لوگ اپنے آپ کو شہید نہیں کرتے!"

اب اس کے الفاظ میں کھلم کھلا نفرت اور پُرحقارت تمکنت در آئی تھی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جس نے اس سے غداری کی تھی، وہ وہ خود تھی۔ "میرا خیال ہے،" الیوشا نے دل میں سوچا، "وہ اپنے آپ کو اس کا اتنا مجرم تصور کرتی ہے کہ بعض اوقات وہ اس سے نفرت کرنے لگتی ہے۔" وہ اسے صرف "بعض اوقات" بتائے رکھنا چاہتا تھا۔ اسے محسوس ہوا تھا جیسے کاتیا جب اپنے آخری الفاظ کہہ رہی تھی، تو وہ اسے للکار رہی تھی، لیکن اس نے اس کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔

"یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں آج یہاں بلایا تھا! میں تم سے وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ تم انہیں مناؤ گے، قائل کرو گے یا تمہارا خیال ہے کہ اگر انہوں نے فرار ہونے کی کوشش کی تو وہ غلط قدم اٹھانے کے مرتکب ہوں گے، یہ ہیروؤں کے شایانِ شان حرکت نہیں ہوگی ـــــ اور یا ـــــ شاید یہ نصرانی اصولوں کی بھی خلاف ورزی ہوگی؟" جب وہ یہ الفاظ کہہ رہی تھی، اس کے لہجے میں پہلے سے بھی زیادہ للکار تھی۔

"نہیں، اس میں کوئی خرابی نہیں، یہ ٹھیک ٹھاک تجویز ہے۔ میں اسے سب کچھ بتا دوں گا،" الیوشا نے زیرلب کہا۔ "وہ چاہتا ہے کہ آپ آج اس سے ملنے آئیں،" اس نے اچانک سیدھے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مزید کہا۔

وہ سرتاپا لرزنے لگی اور صوفے پر بیٹھے بیٹھے بدک کر اس سے قدرے پرے کھسک گئی۔

"میں؟... کیا یہ ممکن ہے؟" وہ بڑبڑائی۔ اس کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔

"بالکل ممکن ہے اور آپ کو لازماً جانا ہوگا،" الیوشا پُرعزم اور پُرجوش انداز سے کہنے لگا، "اسے اس وقت خاص طور پر آپ کی سخت ضرورت ہے۔ اگر یہ اتنا ضروری اور ناگزیر نہ ہوتا، میں اس کا ذکر تک نہ کرتا اور آپ کو خواہ مخواہ پریشان نہ کرتا۔ وہ بیمار ہے، اس کی حالت پاگلوں جیسی ہو چکی ہے اور وہ ہر وقت آپ کے بارے میں پوچھتا رہتا ہے۔ وہ آپ سے آنے کے لیے محض اس لیے اصرار نہیں کر رہا کہ وہ صلح جوئی کا خواہش مند ہے، وہ صرف اتنا چاہتا ہے کہ آپ آئیں اور اسے دروازے پر اپنی شکل دکھا دیں۔ مقدمے کی سماعت کے بعد وہ بہت بدل گیا ہے۔ وہ سمجھ چکا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ سنگین زیادتی کا مرتکب ہوا ہے۔ وہ آپ سے معافی کا طلب گار نہیں۔ وہ خود کہتا ہے، 'مجھے معافی نہیں دی جا سکتی'؛ لیکن وہ اتنا ضرور چاہتا ہے کہ آپ دروازے تک ضرور آئیں اور ایک مرتبہ اسے اپنی شکل دکھا دیں..."

"اچانک تم..." کاتیا لڑکھڑاتے لہجے سے بولی، "مجھے کئی دنوں سے اشتباہ ہو رہا تھا کہ تم اس قسم کا پیغام لے کر ضرور آؤ گے... مجھے معلوم تھا وہ مجھے بلا بھیجیں گے!... یہ ناممکن ہے!"

"ہو سکتا ہے یہ ناممکن ہو لیکن ـــــ خدا کے لیے جائیں ضرور۔ یاد رکھیں اسے پہلی مرتبہ احساس ہوا ہے کہ اس نے آپ کے جذبات کو کس قدر ٹھیس پہنچائی ہے! اپنی اس غلطی کا احساس اسے پوری طرح اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا! وہ کہتا ہے اگر آپ نے آنے سے انکار کر دیا، اسے زندگی بھر چین نہیں مل سکے گا، وہ ہمیشہ ناشاد رہے گا۔ سنا آپ نے؟ ایک ایسا شخص، جسے بیس سال قید بامشقت کی سزا مل چکی ہے، اب بھی خوش رہنے کے خواب دیکھ رہا ہے ـــــ کیا اس پر آپ کا دل نہیں پسیجا؟ آپ کو اس پر رحم نہیں آیا؟ یاد رکھیں،" الیوشا کچھ یوں بھڑک اٹھا جیسے وہ اسے للکار رہا ہو، "آپ ایک ایسے شخص سے ملنے جائیں گی جسے مجرم سمجھ کر سزا دی جا چکی ہے، حالانکہ حقیقتاً وہ بے گناہ ہے۔ اس کے ہاتھ صاف ہیں، وہ کسی قسم کے خون سے آلودہ نہیں ہوئے! ذرا اس غیرمختتم ابتلا کا تصور کریں، جس میں سے اسے گزرنا ہوگا۔ اب جائیں اور اس سے ملاقات کریں! اس کے پاس جائیں، اسے جس اندھیرے کو پار کرنا ہے، اس کا سامنا کرنے کے لیے اس کی ہمت اور حوصلہ بڑھائیں... بس اتنا کریں، اس کے دروازے پر کھڑی ہو جائیں اور انہیں اپنی شکل دکھا دیں... آپ کو یہ حقیقتاً کرنا ہوگا، لازماً کرنا چاہیے!" الیوشا نے لفظ "لازماً" پر خاص طور پر زور دیتے ہوئے اپنی بات ختم کر دی۔

"ہاں، جانا تو مجھے لازماً چاہیے لیکن... مجھ سے یہ کام ہو نہیں سکتا،" کاتیا نے تقریباً کراہتے ہوئے کہا۔ "وہ مجھے دیکھیں گے... نہیں، میں یہ کام نہیں کر سکتی۔"

"آپ کو اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا ہوگا، اگر آپ اب یہ کام نہیں کر سکتیں، آپ اپنی باقی ماندہ زندگی کیسے (امن چین سے) گزار پائیں گی؟"

"میں پوری زندگی اذیت برداشت کرنے کو ترجیح دوں گی۔"

"آپ کو جانا ہے، آپ کو لازماً جانا چاہیے،" الیوشا نے ایک بار پھر پُرزور انداز سے اصرار کرتے ہوئے کہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس سے کم پر کسی صورت بھی راضی نہیں ہوگا۔

"لیکن آج ہی کیوں، ابھی کیوں؟... میں اپنے مریض کو یوں چھوڑ کر نہیں جا سکتی..."

"آپ ایک آدھ منٹ کے لیے تو جا سکتی ہیں۔ اس میں کوئی زیادہ وقت صرف نہیں ہوگا۔ اگر آپ نہ گئیں، وہ رات تک اپنا حال بالکل پتلا کر لے گا، اس پر ہذیان طاری ہو جائے گا۔ میں آپ سے جھوٹ نہیں بول رہا۔ اس پر رحم کریں، ترس کھائیں!"

"تمہیں مجھ پر ترس کھانا چاہیے،" کاتیا نے اسے تلخ لہجے سے سرزنش کرتے ہوئے کہا اور اس کے آنسو چھلکنے لگے۔

"تو آپ جائیں گی!" الیوشا نے کہا۔ وہ اس کے آنسوؤں سے بالکل متاثر نہیں ہوا تھا۔

''میں جاتا ہوں اور اسے بتاتا ہوں کہ آپ آ رہی ہیں۔''

''تم جو جی چاہے، کرو، مگر انہیں یہ مت بتاؤ!'' کاتیا نے وحشت زدہ ہو کر چلاتے ہوئے کہا۔ ''میں جاؤں گی لیکن انہیں بتانا مت کہ میں آ رہی ہوں؛ میں جاؤں گی تو ضرور مگر میں شاید اندر نہیں جا سکوں گی... فی الحال مجھے کچھ معلوم نہیں...''

اس کی آواز جواب دے گئی۔ وہ زور زور سے ہانپ رہی تھی۔ الیوشا جانے کے لیے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''لیکن اگر وہاں کوئی اور ہوا؟'' وہ دھیمی آواز میں پوچھنے لگی۔ ایک بار پھر اچانک اس کی رنگت پیلی پڑ گئی تھی۔

''یہی وجہ ہے کہ آپ کو فوراً وہاں جانا چاہیے تاکہ وہاں آپ کا کسی اور سے سامنا نہ ہو سکے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہاں کوئی نہیں ہو گا۔ ہم وہاں آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔'' اس نے پُرزور انداز سے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

2

ایک پل کے لیے جھوٹ سچ بن جاتا ہے

الیوشا تیز تیز قدم اٹھاتا اس ہسپتال کی طرف چل پڑا جس میں متیا داخل تھا۔ سماعت کے دو روز بعد وہ اعصابی تھکن کی وجہ سے بیمار پڑ گیا تھا اور اسے ہمارے قصبے کے ہسپتال کے زندانی وارڈ میں پہنچا دیا گیا تھا۔ لیکن الیوشا اور بہت سے دوسرے لوگوں کی درخواست پر، جن میں مادام خوخلاکووا اور لیسے بھی شامل تھیں، ڈاکٹر وارونسکی نے اسے دوسرے قیدیوں کے ساتھ نہیں رکھا تھا بلکہ اس بغلی وارڈ میں جگہ دے دی تھی جہاں سمردیاکوف مقیم رہا تھا۔ غلام گردش کے آخری سرے پر ایک گارڈ کھڑا تھا اور کھڑکی میں سلاخیں لگا دی گئی تھیں، چنانچہ ڈاکٹر وارونسکی کی نیند میں کوئی خلل نہ پڑا کہ وہ جیل کے قوانین کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ وہ شفیق اور ہمدرد نوجوان ڈاکٹر تھا اور اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر متیا جیسے شخص کو قاتلوں اور مجرموں کی صحبت میں دھکیل دیا گیا تو اس پر کیا بیتے گی، اور یہ کہ اسے اس نئے ماحول سے مانوس اور ہم آہنگ ہونے کے لیے وقت درکار ہو گا۔ ڈاکٹروں، گارڈوں ـــــ بلکہ چیف آف پولیس نے بھی رشتے داروں اور دوست احباب کی ملاقاتوں پر

اعتراض کرنے سے احتراز کیا تھا اور انہیں جب جی چاہے، آنے کی مکمل اجازت دے رکھی تھی۔ لیکن ان ایام کے دوران میں صرف الیوشا اور گروشینکا ہی آتے جاتے رہے تھے۔ رکیتن نے اس سے دو مرتبہ ملنے کی کوشش کی تھی مگر متیا نے ڈاکٹر وارونسکی کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ اسے کسی صورت بھی اندر نہ آنے دیا جائے۔

الیوشا نے اسے ہسپتال کا ڈریسنگ گاؤن پہنے بستر پر بیٹھے دیکھا۔ اسے ہلکا سا بخار تھا اور اس کے سر کے گرد تولیہ لپٹا ہوا تھا جسے سرکے اور پانی میں بھگو دیا گیا تھا۔ اس نے مبہم سے انداز سے الیوشا پر نظر ڈالی، تاہم معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی نگاہوں سے کوئی خوف سے ملتی جلتی چیز جھلک رہی ہو۔

جب سے سماعت ختم ہوئی تھی، وہ عام طور پر اپنے ہی خیالوں میں کھویا رہنے لگا تھا اور کچھ کچھ چڑچڑا بھی ہو گیا تھا۔ وہ بعض اوقات آدھ آدھ گھنٹہ چپ چاپ بیٹھا رہتا اور اپنے ماحول سے قطعاً بیگانہ ہو جاتا، نظر بظاہر یہی معلوم ہوتا جیسے وہ کسی گھمبیر اور اذیت ناک مسئلے کے بارے میں غور وفکر کر رہا ہو۔ اگر وہ اپنی اس محویت کی کیفیت سے بیدار ہوتا اور گفتگو میں شریک ہوتا، تو بھی اس کی باتیں اکھڑی اکھڑی اور بے ربط ہوتیں اور ان کا ان چیزوں سے قطعاً کوئی تعلق نہ ہوتا جو واقعی اہم تھیں۔ وہ بعض اوقات بے بسی سے اپنے بھائی کو تکنے لگتا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسے الیوشا کی نسبت گروشینکا کی صحبت میں زیادہ تسکین ملتی ہے۔ یہ درست ہے کہ وہ کبھی اس سے کوئی خاص بات نہیں کرتا تھا لیکن جونہی وہ آتی، اس کا سارے کا سارا چہرہ مسرت سے کھل اٹھتا۔

الیوشا اس کے قریب بستر پر بیٹھ گیا مگر اس نے اپنا منہ بند رکھا۔ اس مرتبہ متیا اس کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا مگر اسے الیوشا سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کاتیا اس سے ملنے کے لیے راضی ہو جائے گی لیکن اس کے باوجود اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اگر وہ نہ آئی تو اس کی زندگی بالکل اجیرن ہو جائے گی۔ الیوشا سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا محسوس کر رہا ہے۔

''سنا ہے،'' متیا نے وقت کٹی کے لیے کہنا شروع کیا، ''کہ تریفون بوریچ نے اپنا سے خانہ بالکل مسمار کر دیا ہے، اس نے فرش اور دیواروں سے چوبی تختے اکھڑوا دیے ہیں اور ساری گیلری تہس نہس کر دی ہے ـــــ وہ اس خزانے کی، اس ایک ہزار پانچ سو روبل کی رقم کی تلاش میں مصروف ہے جس کے متعلق وکیل استغاثہ نے دعویٰ کیا تھا کہ میں نے یہ وہاں چھپا دی تھی۔ جونہی وہ گھر پہنچا، اس کا رویہ بالکل پاگلوں جیسا ہو گیا اور وہ اس قسم کی حرکتیں کرنے لگا۔ اس دھوکے باز شخص کے ساتھ یہی ہونا چاہیے تھا! یہ باتیں یہاں کے گارڈ نے مجھے بتائی تھیں: وہ وہیں کا رہنے والا ہے۔''

"سنو،" الیوشا نے کہا، "وہ آ رہی ہے لیکن کب، یہ مجھے معلوم نہیں۔ ممکن ہے آج ہی آ جائے، ممکن ہے ایک دو دن بعد آئے، مجھے معلوم نہیں، پر میں اتنا یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ آئے گی ضرور۔"

میتیا چونک گیا، اس کا جسم لرزنے لگا، اس نے کچھ کہنا چاہا مگر خاموش رہا۔ اس خبر نے اسے بری طرح متاثر کیا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ الیوشا کی کاترینا کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی، وہ اس کی تفصیلات جاننے کے لیے مرا جا رہا ہے لیکن اسے پوچھتے ہوئے ڈر محسوس ہو رہا تھا؛ اس لیے کاترینا ایوانوونا کا کوئی سفاکانہ اور پُرتحقیر جملہ اس کے لیے قیامت سے کم نہ ہوتا۔

"ہاں، برسبیلِ تذکرہ یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ فرار کے سلسلے میں خاطر جمع رکھو۔ اگر اس وقت تک ایوان کی حالت میں افاقہ نہ ہو سکا، تو بھی فکر کی کوئی بات نہیں، وہ سارے انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لے گی۔"

"اس کے متعلق تم پہلے ہی مجھے بتا چکے ہو،" میتیا نے سوچتے ہوئے کہا۔

"اور تم پہلے ہی گروشا کو بتا چکے ہو،" الیوشا نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں،" میتیا نے اعتراف کرتے ہوئے کہا، "وہ آج صبح یہاں نہیں آئے گی،" اس نے گھبرا کر اپنے بھائی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا، "وہ آج شام سے پہلے نہیں آئے گی۔ جب کل میں نے اسے بتایا کہ انتظامات کاتیا کر رہی ہے، وہ بولی تو کچھ نہ، بس منہ بنا کر رہ گئی۔ البتہ زیرلب اس نے اتنا ضرور کہا تھا: 'کر رہی ہے تو کرنے دو!' وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ معاملہ بہت اہم ہے۔ مجھ میں اس سے مزید کچھ کہنے سننے کا حوصلہ نہیں تھا۔ بہرحال میرا خیال ہے کہ اب اسے صحیح معنوں میں معلوم ہو گیا ہے کہ کاتیا مجھ سے نہیں، ایوان سے محبت کرتی ہے۔ ٹھیک کہا نا میں نے کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے؟"

"واقعی؟" بے اختیار الیوشا کے منہ سے نکل گیا۔

"شاید نہیں۔ بہرحال وہ آج صبح نہیں آئے گی،" میتیا نے ایک بار پھر عجلت سے اپنی بات دہراتے ہوئے کہا۔ "میں نے اس کے ذمے ایک کام لگا دیا ہے۔ الیوشا، سنو، بھائی ایوان ہم سب سے آگے نکل جائے گا۔ وہ ہم سے لمبی عمر پائے گا۔ وہ صحت یاب ہو جائے گا۔"

"تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ کاتیا اس کے متعلق بے حد پریشان ہے، مگر اسے بھی تقریباً یقین ہے کہ وہ صحت یاب ہو جائے گا،" الیوشا نے کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسے یقین ہو چکا ہے کہ وہ جان بر نہیں ہو سکے گا۔ یہ محض خوف ہے جو اسے یقین دلا رہا ہے کہ اس کی صحت بحال ہو جائے گی۔"

"ایوان کی کاٹھی مضبوط ہے۔ مجھے بھی اُمید ہے کہ اس کی صحت بحال ہو جائے گی،" الیوشا نے مضطرب لہجے میں کہا۔

"ہاں، وہ بہتر ہو جائے گا، مگر وہ یقین کیے بیٹھی ہے کہ وہ بچ نہیں سکے گا۔ درحقیقت وہ (کاتیا) بہت ناشاد ہے..."

اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ کوئی بہت اہم بات میتیا کو اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔

"الیوشا، مجھے گروشینکا سے بے پناہ محبت ہے،" اس نے اچانک ایک ایسی آواز میں کہا جو اشکوں اور سسکیوں سے کپکپا رہی تھی۔

"اسے وہاں آپ کے پاس رہنے کی اجازت نہیں ملے گی،" الیوشا نے اچانک دخل اندازی کرتے ہوئے کہا۔

"ایک مزید بات اور بھی ہے جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں،" میتیا نے اچانک ایک ایسے لہجے میں اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا جس میں ایکا ایکی جوش اور توانائی آ گئی تھی، "اگر کسی نے راستے میں یا میرے وہاں پہنچنے پر میری پٹائی کرنے کی کوشش کی، میں اسے ہرگز نہیں کرنے دوں گا، میں اسے مار مار کر ادھ موا کر دوں گا یا بالکل ہی ہلاک کر ڈالوں گا اور وہ مجھ پر گولی چلا دیں گے۔ اور یہ سلسلہ یونہی بیس سال تک چلتا رہے گا! یہاں بھی میرا کون سا لحاظ کیا جاتا ہے، کون سی عزت کی جاتی ہے، بلکہ روز حقارت آمیز برتاؤ ہی کیا جاتا ہے! گارڈ بھی مجھ سے میری حیثیت کے مطابق مخاطب نہیں ہوتے۔ میں کل ساری رات اپنے بارے میں سوچتا اور حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ میں تیار نہیں ہوں! میں یہ برداشت نہیں کر سکتا! میں مناجات الاپنا چاہتا تھا مگر گارڈوں کا رویہ نہایت نامعقول تھا اور ان کی بے تکلفی ناقابلِ برداشت تھی۔ گروشینکا کی خاطر میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں... ماسوا پٹائی کے سوا... لیکن اسے وہاں جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔"

الیوشا ملائمت سے مسکرا دیا۔

"بھائی، سنو،" اس نے کہا، "میرا اس بارے میں کیا خیال ہے، میں وہ تمہیں ابھی اور آخری بار بتائے دیتا ہوں، ویسے تم جانتے ہو کہ تمہارے سامنے میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ تم بس سنتے رہو: تم اس قسم کی صلیب اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہو۔ اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ چونکہ تم تیار نہیں ہو، اس لیے تمہیں اتنی بھاری صلیب اٹھائے اٹھائے پھرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ اگر تم نے ابا کو ہلاک کیا ہوتا اور تم اپنی صلیب اٹھانے سے انکار کر دیتے تو مجھے بے حد افسوس ہوتا۔ مگر تم بے گناہ ہو اور اس قسم کی صلیب تمہارے لیے کہیں زیادہ وزنی ہے۔ تم اپنے دکھوں اور تکلیفوں کے ذریعے اپنے اندر ایک نئے آدمی کو زندہ کرنا چاہتے ہو۔ تمہیں خواہ کہیں بھی جانا پڑے، اپنی ساری زندگی

بس اس نئے آدمی کے بارے میں سوچتے رہو — اور میرے نقطۂ نظر کے مطابق یہی کافی ہوگا۔ یہ حقیقت کہ تم نے وزنی صلیب کو اٹھانے سے انکار کر دیا ہے، تمہارے اندر محض ذمے داری کا کہیں بڑا احساس ابھارنے میں ممد ثابت ہوگی اور اس کے بعد یہ جذبہ تمہاری ساری زندگی کے دوران میں تمہیں اپنی روح کو نئے سرے سے زندہ کرنے میں مدد دیتا رہے گا — اس سے بھی کہیں جلدی اگر تم حقیقتاً وہاں گئے ہوتے۔ کیونکہ وہاں تم اسے اٹھانے کے قابل نہیں رہو گے، تم اس کے خلاف بغاوت پر تل جاؤ گے، اس کے خلاف شکایتوں کا طومار باندھنے لگو گے اور انجام کار شاید کہہ اٹھو گے، 'میں باز آیا۔' وکیل نے بالکل صحیح کہا تھا۔ وزنی ترین بوجھ اٹھانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی! بعض کے لیے تو یہ بالکل ناممکن ہوتا ہے!... یہ جیسی بھی ہے، بہرحال میری رائے ہے۔ اگر میں تمہیں مفرور ہونے کی کبھی اجازت نہ دیتا۔" ایلوشا نے مسکراتے ہوئے کہا، "لیکن مجھے یقین دلایا گیا ہے (راستے میں جس شخص نے کمانڈر کے فرائض سرانجام دینا ہیں اس نے ایوان کو خود یقین دلایا ہے) کہ اگر ہم یہ کام مناسب طریقے سے سرانجام دیں تو کوئی خاص گڑبڑ نہیں ہوگی اور جو لوگ اس سلسلے میں مدد دیں گے، ان سے کوئی زیادہ پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ اس طرح کے معاملے میں بھی رشوت باعثِ ننگ ہے لیکن اس نکتے پر میں کوئی محاکمہ کرنے کی حالت میں نہیں ہوں کیونکہ سچی بات یہ ہے کہ اگر ایوان اور کاتیا مجھ سے کہیں کہ میں تمہاری خاطر یہ سودا کرا دوں، تو میں ہچکچاؤں گا نہیں بلکہ جاؤں گا اور اس آدمی کو رشوت پیش کر دوں گا جس کو پیش کرنے کی ضرورت ہے؛ مجھے یہ سب کچھ لگی لپٹی رکھے بغیر کہہ دینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ میں بھی تمہارا محاکمہ نہیں کروں گا۔ یاد رکھو میں کبھی تمہیں قصوروار نہیں ٹھہراؤں گا۔ بہرحال اس بارے میں تو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ اس معاملے میں میں تمہارا محاکمہ کر بھی کیسے سکتا ہوں؟ اور اگر کروں گا تو بہت عجیب بات ہوگی۔ خیر، میرا خیال ہے، اس بارے میں جو کچھ کہا جانا چاہیے تھا وہ میں نے سب کہہ دیا ہے۔"

"لیکن اپنا محاکمہ میں خود کروں گا اور اپنے آپ کو سزا بھی خود ہی دوں گا!" متیا نے با آواز بلند کہا۔ "فرار تو مجھے ہونا ہی ہے اور میں ہوں گا بھی، اس کا پہلے ہی تمہاری عدم موجودگی میں فیصلہ ہو چکا ہے: کیا متکا کراماز وف بھاگنے کے سوا کچھ اور کر سکتا ہے؟ کیا اسے بھاگنے سے روکا جا سکتا ہے؟ تاہم اپنا محاکمہ میں خود کروں گا اور اپنے آپ کو سزا بھی میں خود ہی دوں گا: میں اپنی باقی ماندہ زندگی اپنے گناہوں کی تلافی کرتے گزار دوں گا! کیا یسوعی اسی انداز سے گفتگو نہیں کرتے — جس انداز سے اب ہم کر رہے ہیں؟"

"ہاں:" ایلوشا نے ملائمت سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے اسی لیے پیار ہے کیونکہ تم ہمیشہ پوری سچائی بیان کر دیتے ہو اور کبھی کچھ نہیں چھپاتے!" متیا نے سرور میں آ کر ہنستے ہوئے کہا۔ "تو میرے ایلوشا کے اندر بھی ایک یسوعی چھپا بیٹھا ہے! اسی بات پر میں تمہیں چومنا چاہوں گا! خیر، اب باقی سنو، میں اپنی روح کا دوسرا نصف بھی تم پر منکشف کر دوں گا۔ میں اس معاملے پر خوب سوچ بچار کر چکا ہوں اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں: اگر میں فرار ہو جاؤں اور روپے پیسے اور پاسپورٹ سے لیس ہو کر امریکا بھی پہنچ جاؤں، میرے لیے یہ خیال ہمیشہ وجہِ تسکین بنا رہے گا کہ میں اس لیے فرار نہیں ہوا تھا کہ میں مسرت یا شادمانی کا جویا تھا بلکہ سچ پوچھو تو میں اس لیے فرار ہوا تھا کیونکہ یہ میرے لیے ایک دوسری قسم کی سزا ہوگی اور یہ اتنی ہی سخت ہوگی جتنی یہاں سائبیریا کی قید بامشقت! بالکل اتنی ہی سخت! الیکسی، میں بالکل ایمانداری سے کہہ رہا ہوں۔ یہ اتنی ہی سخت ہوگی! میں امریکا کو جانتا ہوں، میں اس پر لعنت بھیجتا ہوں، مجھے اس سے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی نفرت ہے! گروشا میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو سکتی ہے لیکن اس کو دیکھو، اس کا جائزہ لو اور پھر خود ہی فیصلہ کرو: کیا وہ امریکی عورت بن سکتی ہے؟ اس کا تو ہر بُنِ مو روسی ہے، وہ اپنے وطن کے لیے تڑپتی رہے گی، آہیں بھرتی رہے گی اور مجھے دن کی ہر گھڑی یہ احساس ستاتا، ڈستا رہے گا کہ اس نے میری خاطر ناخوشی قبول کی ہے، اس نے میرے لیے اس قسم کی صلیب اٹھائی ہے — آخر اس کا قصور کیا ہے کہ اسے یہ سب کچھ بھوگنا پڑ رہا ہے؟ اور مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ میں وہاں کے کاؤبوائز کو برداشت نہیں کر پاؤں گا حالانکہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ہر کوئی مجھ سے شاید بہتر ہی ہو۔ مجھے ابھی سے اس امریکا سے نفرت ہونے لگی ہے! ممکن ہے ان کے ہاں اتنے بڑے بڑے انجینئر ہوں کہ آدمی کو یقین ہی نہ آئے، مگر وہ سب جہنم میں جائیں، مجھے ان سے کیا؟ وہ میرے اپنے لوگ نہیں ہیں، میری ان سے کوئی قرابت، کوئی تعلق، کوئی واسطہ نہیں! الیکسی، مجھے پیار روس سے ہے؛ میں روسی خدا سے محبت کرتا ہوں حالانکہ میں پورا لفنگا ہوں! وہاں تو میرا دم گھٹ جائے گا!" اس نے اچانک چیختے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے برسنے لگے تھے۔

اس کی آواز شدت جذبات سے لرزاں ہونے لگی تھی اور اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔

"خیر!" اس نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے دوبارہ کہنا شروع کیا۔ "ایلوشا، یہ ہے وہ جس کا میں نے فیصلہ کیا ہے۔ سنو! گروشا اور میں وہاں چلے جائیں گے — اور جونہی ہم وہاں پہنچے، ہم کسی دور دراز علاقے میں کھسک جائیں گے، ہم کھیتوں میں ہل چلائیں گے، اکیلے جنگلی

ریچھوں کے مابین کام کریں گے۔ وہاں لازماً کوئی ایسا کونا کھدرا ہوگا جو آبادی سے خاصا دور ہوگا اور کوئی بھی وہاں ٹکنے پر راضی نہ ہوا ہوگا۔ سنا ہے وہاں اب بھی، دور، کہیں افق کے پار، ریڈانڈین موجود ہیں، ہم وہیں بچے کھچے آخری موہی کانوں (3) کی سرزمین پر چلے جائیں گے۔ ہم — گروشا اور میں — وہاں پہنچتے ہی امریکیوں کی زبان سیکھنا شروع کر دیں گے۔ کم از کم تین سال تک کام کرنے اور گرامر سیکھنے کے ماسوا اور کچھ نہیں کریں گے۔ تین سال میں ہم اصلی انگریزوں کی طرح انگریزی بولنا سیکھ چکے ہوں گے — اور جونہی ہم اسے سیکھ جائیں گے، ہم امریکا کو خدا حافظ کہہ دیں گے اور امریکی شہریوں کی حیثیت سے روس واپس آ جائیں گے۔ فکر مت کرو، ہم اس ذلیل قصبے میں نہیں آئیں گے، ہم کہیں بہت دور شمال میں یا بہت دور جنوب میں چلے جائیں گے۔ اس وقت تک میری شکل صورت خاصی تبدیل ہو چکی ہوگی اور اسی طرح وہ بھی بدل چکی ہوگی: میں وہاں امریکا میں کوئی ڈاکٹر تلاش کر لوں گا، وہ میرے چہرے پر مسا بنا دے گا — وہاں بڑے بڑے ہنرمند اور کاریگر موجود ہیں، وہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ یا پھر میں اپنی ایک آنکھ نکلوا دوں گا اور ناف تک سفید داڑھی بڑھا لوں گا (مجھے وطن کی یاد اتنا ستائے گی کہ میرے بال وقت سے پہلے ہی سفید ہو جائیں گے)، اور یوں مجھے امید ہو جائے گی کہ مجھے پہچانا نہیں جا سکے گا۔ اور اگر کسی نے پہچان لیا، تو بھی کیا فرق پڑے گا۔ وہ بے شک مجھے سائبیریا بھیج دیں۔ یہاں بھی دور، کہیں افق کے پار، ہم زمینوں میں ہل جوتیں گے اور میں اپنی باقی ماندہ زندگی کے دوران میں اپنے آپ کو امریکی بنا کر پیش کرتا رہوں گا۔ کم از کم ہماری موت تو ہماری آبائی سرزمین پر ہوگی۔ یہ میرا منصوبہ ہے اور میں اسے تبدیل نہیں کروں گا۔ تمہیں یہ منظور ہے؟"

"ہاں:" الیوشا نے کہا، وہ اس کی تردید نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میا ایک منٹ خاموش رہا اور پھر اچانک کہنے لگا:

"سماعت کے اختتام پر میرے ساتھ کیا سلوک کیا جانا تھا، اس کا فیصلہ وہ پہلے ہی کر چکے تھے، ٹھیک؟ میں سچ کہتا ہوں وہ مجھے مجرم ثابت کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ انہوں نے اپنا منصوبہ کس خوب صورت طریقے سے تکمیل تک پہنچایا!"

"اگر وہ غلط سلط ہتھکنڈے نہ بھی اپناتے تو بھی وہ تمہیں مجرم قرار دلا دیتے:" الیوشا نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہاں کے لوگ مجھ سے بیزار ہو چکے تھے۔ ویسے ان کی پروا بھی کسے ہے، مگر یہ کڑوی گولی نگلنا بہرحال مشکل ہے!" میا بے چارگی سے کراہنے لگا۔

وہ کچھ دیر کے لیے پھر چپ ہو گئے۔

"الیوشا، مجھے میری عقوبت سے ابھی اور اسی وقت نجات دلا دو!" میا بھڑک اٹھا۔ "مجھے صاف صاف بتاؤ وہ آج آ رہی ہے یا نہیں؟ اس نے کیا کہا تھا؟ اس نے جو کچھ کہا تھا، کیسے کہا تھا، اس کا کیا مفہوم بنتا تھا؟"

"وہ کہتی تھی وہ آئے گی لیکن مجھے معلوم نہیں وہ آج آئے گی یا نہیں۔ تمہیں معلوم ہے اس کے لیے یہ آسان نہیں:" الیوشا ڈرے سہمے انداز سے اپنے بھائی کو دیکھنے لگا۔

"بالکل نہیں، یہ آسان کیسے ہو سکتا ہے! الیوشا، میں اس سے پاگل ہو جاؤں گا۔ گروشا مجھے دیکھتی رہتی ہے۔ وہ جانتی اور سمجھتی ہے۔ اف، خداوند، مجھ میں فروتنی پیدا کر دے: میں کیا مانگ رہا ہوں؟ میں کاتیا مانگ رہا ہوں! کیا مجھے معلوم ہے میں کیا مانگ رہا ہوں؟ کرامازوفوں کی یہ بد بخت جلد بازی! نہیں، مجھ میں دکھ سہنے کی اہلیت نہیں میں لفنگا ہوں اور اس کے بعد مزید کچھ کہنے سننے کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی!"

"لیجیے، وہ آ گئی ہے!" الیوشا نے کہا۔

عین اسی لمحے کاتیا دروازے پر نمودار ہو گئی۔ وہ کچھ دیر وہاں کھڑی نظریں گاڑ کر میا کو دیکھتی رہی، معلوم ہوتا تھا وہ بالکل بوکھلائی ہوئی ہے۔ وہ پلک جھپکنے میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اس کا چہرہ پیلا پڑ چکا تھا اور وہ دہشت زدہ دکھائی دے رہا تھا لیکن ایکا ایکی ایک ڈری سہمی، ملتجیانہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیلنے لگی اور پھر اچانک اس نے اضطراری طور پر اپنے دونوں ہاتھ کاتیا کی طرف بڑھا دیے۔ یہ دیکھتے ہی وہ بے اختیار اس کی جانب بھاگی، اس نے اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ پکڑ لیے اور اسے تقریباً زبردستی بستر پر دھکیل دیا اور خود اس کے قریب بیٹھ گئی۔ اس نے ابھی تک اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں پکڑ رکھے تھے اور انہیں زور زور سے بھینچے جا رہی تھی۔ انہوں نے متعدد مرتبہ ہم کلام ہونے کی کوشش کی مگر ہر بار رک جاتے اور چپ چاپ ایک دوسرے کو یوں بغور دیکھنے لگتے جیسے ان میں ایک دوسرے کے چہرے سے نگاہیں ہٹانے کی ہمت نہ رہ گئی ہو۔ وہ عجیب انداز سے مسکرا رہے تھے جیسے وہ مبہوت ہو چکے ہوں۔ یونہی تقریباً دو منٹ گزر گئے۔

"تم نے مجھے معاف کر دیا ہے یا نہیں؟" آخرکار میا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور وہ اگلے ہی لمحے الیوشا کی جانب متوجہ ہو گیا۔ خوشی سے اس کا چہرہ ٹیڑھا میڑھا ہو چکا تھا اور وہ چیخ چیخ کر اس سے پوچھنے لگا:

سنا تم نے، میں کیا پوچھ رہا ہوں، سنا تم نے؟"

"اسی بات پر تو مجھے آپ سے محبت ہوئی تھی کیونکہ آپ ہمیشہ کشادہ دل اور عالی ظرف رہے ہیں!" کاتیا کے منہ سے اچانک نکل گیا۔ "آپ کو مجھ سے معافی مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں، معافی

تو مجھے آپ سے مانگنا چاہیے۔ آپ مجھے معاف کرتے ہیں یا نہیں، یہ بات اتنی اہم نہیں، کیونکہ آپ مجھے معاف کریں یا نہ کریں، آپ بہرحال میرے دل میں اور میں آپ کے دل میں ہمیشہ کانٹا بنی رہوں گی ـــ اور ہونا بھی یہی چاہیے۔" وہ سانس درست کرنے کے لیے رک گئی۔

"میں کیوں آئی ہوں؟" وہ ایک بار پھر عاجلانہ اور ہسٹیریائی انداز سے شروع ہو گئی۔ "میں اس لیے آئی ہوں تا کہ میں ایک بار پھر اسی طرح آپ کے پاؤں چوم سکوں اور اتنے زور سے آپ کے ہاتھ بھینچ سکوں کہ آپ کو ان میں درد محسوس ہونے لگے جس طرح کہ ماسکو میں کیا کرتی تھی۔ کچھ یاد ہے آپ کو؟ میں ایک بار پھر آپ کو بتانے آئی ہوں آپ میرے دیوتا تھے، میرے دل کا قرار تھے، آپ کو جتانے آئی ہوں کہ مجھے آپ سے جنون کی حد تک محبت تھی اور محبت ہے۔" شدید کرب سے اس کی ٹیسیں نکلی جا رہی تھیں اور اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، اچانک متیا کا ہاتھ اپنے ہونٹوں میں بھینچ لیا۔ اس کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو گیا۔

الیوشا پتھر کا بت بنا کھڑا تھا، وہ کھسیانا ہو رہا تھا؛ جو وہ اب دیکھ رہا تھا، اسے اس کے دیکھنے کی کبھی توقع نہیں تھی۔

"محبت ختم ہو چکی ہے، متیا!" کاتیا ایک بار پھر شروع ہو گئی، "لیکن وہ جو کبھی تھی، مجھے اب تک اتنی عزیز ہے، میرے لیے اتنی بیش بہا ہے کہ میرے لیے اذیت بن گئی ہے۔ اسے ہمیشہ یاد رکھیں۔ لیکن آئیں، ایک مختصر لمحے کے لیے ہم جھوٹ موٹ ہی وہ بن جائیں جو ہم بن سکتے تھے۔" وہ چہرے پر ٹیڑھی میڑھی مسکراہٹ سجائے زیرِ لب کہہ رہی تھی اور ایک بار پھر وفورِ مسرت سے اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی تھی۔ "اب آپ کو کسی دوسری سے محبت ہے اور میرا بھی یہی حال ہے، تاہم اس کے باوجود میں ہمیشہ آپ سے اور آپ مجھ سے محبت کرتے رہیں گے۔ کیا آپ کو یہ معلوم تھا؟ سنیں، آپ کو مجھ سے لازماً محبت کرنا چاہیے اور ساری عمر کرتے رہنا چاہیے۔" اس نے ایک ایسی آواز میں کہا جو تہدید آمیز انداز سے کپکپا رہی تھی۔

"میں تم سے محبت کرتا رہوں گا... کاتیا، تمہیں معلوم ہونا چاہیے،" متیا بھی بولنے لگا، وہ ہر لفظ پر گہری سانس کھینچنے لگا تھا، "تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ پانچ روز پہلے، اس شام... جب تم بے ہوش ہو گئی تھیں اور وہ تمہیں اٹھا کر باہر لے گئے تھے... اس شام مجھے تمہارے لیے محبت محسوس ہوئی تھی۔ ہاں، یہ محبت پوری زندگی برقرار رہے گی! ہمیشہ اسی طرح موجود رہے گی..."

وہ وفورِ مسرت سے اسی طرح غوں غوں کرتے رہے، بے معنی الفاظ اور جملے اگلتے رہے جو غالباً سچائی سے بھی محروم تھے مگر اس لمحے یہ سب کچھ درست تھا، صحیح تھا، اور جو کچھ وہ کہہ رہے تھے انہیں خود بھی اس کی صداقت کا پختہ یقین تھا۔

"کاتیا!" متیا نے اچانک بلند آواز سے پوچھا، "کیا تمہیں یقین ہے کہ اسے میں نے ہلاک کیا تھا؟ مجھے معلوم ہے کہ اب تمہیں اس کا یقین نہیں لیکن تب... جب تم گواہی دے رہی تھیں... میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں تمہیں ہرگز اس کا یقین نہیں تھا!"

"مجھے تب بھی اس کا یقین نہیں تھا! مجھے کبھی اس کا یقین نہیں تھا! لیکن مجھے آپ سے نفرت تھی اور اچانک میں نے اپنے آپ کو باور کرا لیا، اور جو کچھ میں کہہ رہی تھی پورے وثوق سے کہہ رہی تھی... مگر جونہی میری گواہی اختتام کو پہنچی، میرا سارا وثوق ہوا ہو گیا۔ آپ کو سب کچھ معلوم ہونا چاہیے۔ میں آپ کو بتانا بھول گئی کہ میں اپنے آپ کو سزا دینے آئی ہوں!" اس نے ایک ایسے لہجے سے کہا جو گزشتہ لمحے کے پیار بھرے لہجے سے بالکل مختلف تھا۔

"خاتون، تم اپنے لیے حالات خود ہی تلخ بنا رہی ہو،" متیا کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"اب مجھے اجازت دیں،" وہ زیرِ لب بولی۔ "میں پھر آؤں گی۔ فی الحال میرے لیے یہ سب کچھ برداشت کرنا ممکن نہیں..."

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی لیکن اچانک اس کے منہ سے زور کی چیخ نکل گئی اور وہ تیزی سے پچھلی جانب لڑھک گئی۔

گروشینکا اچانک مگر بالکل دبے پاؤں کمرے میں داخل ہو چکی تھی۔ کسی کو بھی اس کی آمد کی توقع نہیں تھی۔ کاتیا لمبے لمبے قدم اٹھاتی دروازے کی طرف بڑھی اور جب وہ گروشینکا کے برابر پہنچی، وہ یک دم رک گئی، اس کی رنگت بالکل ہلدی ہو رہی تھی اور اس نے تقریباً سرگوشی کرتے ہوئے کہا،

"مجھے معاف کر دو!"

گروشینکا ایک پل کے لیے اسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھتی رہی اور پھر ایک ایسی آواز میں، جس میں غصے نے زہر بھر دیا تھا، بولی:

"میری جان، ہم دونوں ہی ـــ تم اور میں ـــ بد ہیں! ہم دونوں ہی بد ہیں! ہم ایک دوسرے کو ـــ تم مجھے اور میں تمہیں ـــ کیوں معاف کریں؟ لیکن انہیں بچا لو اور میں تاحیات تمہارے حق میں دعائیں کرتی رہوں گی۔"

"تم اسے معاف نہیں کر سکتیں؟" متیا نے گروشینکا سے ملامت بھرے انداز سے چلاتے ہوئے کہا۔

"فکر نہ کرو، میں انہیں تمہاری خاطر بچا لوں گی،" کاتیا نے جلدی جلدی کہا اور کمرے سے باہر بھاگ گئی۔

"جب وہ تم سے معافی مانگ رہی تھی، تم اسے معاف نہیں کر سکتی تھیں؟" قیا نے دوبارہ تلخی سے پوچھا۔

"قیا، اسے ملامت مت کرو، تمہیں اس کا کوئی حق نہیں پہنچتا!" الیوشا نے غصے سے چلاتے ہوئے کہا۔

"یہ اس کا دل نہیں، بلکہ اس کے متکبر ہونٹ بول رہے تھے!" گروشینکا نے ایک طرح سے تمسخر اڑاتے ہوئے کہا۔ "پہلے وہ تمہیں یہاں سے رہائی دلا دے ——— پھر میں اسے معاف کر دوں گی..."

وہ چپ ہو گئی جیسے وہ اپنے باطن میں کسی چیز کا گلا گھونٹ رہی ہو۔ وہ اب تک اپنا سکون بحال کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ جیسا کہ بعدازاں معلوم ہوا، وہ محض اضطراری طور پر چلی آئی تھی، ورنہ اسے کسی چیز کا شبہ نہیں ہوا تھا اور جو کچھ اس نے دیکھا، اسے دیکھنے کی تو اسے مطلق توقع نہیں تھی۔

"الیوشا، اس کے پیچھے بھاگو!" قیا نے اپنے بھائی سے التجا کی۔ "اسے بتاؤ... مجھے خود معلوم نہیں کہ تم کیا... لیکن اسے اس طرح مت جانے دو!"

"میں شام سے پہلے پہلے واپس آ جاؤں گا!" الیوشا نے چلا کر کہا اور کاتیا کے پیچھے بھاگ گیا۔ وہ پہلے ہی ہسپتال کے احاطے سے باہر جا چکی تھی تاہم وہ اسے پکڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ جلدی میں تھی اور تیز قدموں جا رہی تھی، لیکن جونہی الیوشا اس کے قریب پہنچا، وہ تیزی سے کہنے لگی:

"نہیں، میں اس عورت کے سامنے اپنی تذلیل نہیں کرا سکتی! میں نے اس سے معافی مانگی تھی کیونکہ انجام کار میں اپنی تذلیل کرانے ہی کی تو خواہش مند تھی۔ اس نے مجھے معاف نہیں کیا... اور اس کی اسی ادا پر مجھے اس پر پیار آ رہا ہے!" اس نے مزید کہا، اس کی آواز مسخ ہو گئی تھی اور اس کی آنکھوں میں وحشیانہ غصہ جگمگا رہا تھا۔

"میرے بھائی کو قطعاً توقع نہیں تھی کہ وہ آج آئے گی!" الیوشا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا، "اس کے برعکس اسے پکا یقین تھا کہ وہ آج نہیں آئے گی..."

"لاریب۔ چھوڑو، جانے دو، بھول جاؤ!" اس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اب میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی اور تجہیز و تکفین کی رسم میں شامل نہیں ہو سکتی۔ میں نے قبر پر چڑھانے کے لیے چند پھول بھیج دیے ہیں۔ میرا خیال ہے ابھی ان کے پاس کچھ رقم ہے۔ انہیں بتا دو کہ اگر انہیں کبھی ضرورت پیش آئی، میں کچھ نہ کچھ کر دوں گی اور انہیں بے یار و مددگار نہیں چھوڑوں گی... اب میرا پیچھا چھوڑ دو، میں تمہاری منت کرتی ہوں، مجھے جانے دو، تمہیں پہلے ہی تاخیر ہو چکی ہے،

عبادت کی گھنٹی بج رہی ہے، جاؤ... مہربانی کرو اور مجھے بھی جانے دو!"

3

الیوشچکا کی تجہیز و تکفین۔ پتھر کے قریب تقریر

اسے واقعی تاخیر ہو گئی تھی۔ وہ اس کا کافی دیر سے انتظار کر رہے تھے اور اب ننھے منے خوب صورت تابوت کو، جس کی پھولوں سے آرائش کی جا چکی تھی، اس کے بغیر ہی گرجے لے جانے کا تقریباً فیصلہ کر چکے تھے۔ یہ اس بدنصیب لڑکے، الیوشچکا کا تابوت تھا۔ اس کا مقدمے کی ساعت کے دو روز بعد انتقال ہو گیا تھا۔ الیوشا کے سکول کے دوستوں نے گھر کے باہر صدر دروازے پر "خوش آمدید" کی صدائیں بلند کر کے الیوشا کا استقبال کیا۔ وہ بہت بے چینی سے اس کی راہ تک رہے تھے اور جب وہ بالآخر پہنچ گیا تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ مل ملا کر بارہ لڑکے وہاں پہنچ چکے تھے، ان میں سے ہر ایک نے اپنے کندھے پر بستہ یا بیگ لٹکا رکھا تھا۔ "پاپا روئیں گے، تم سب پاپا کے پاس ٹھہرے رہنا!" الیوشا نے مرتے دم درخواست کی تھی اور لڑکوں نے اس کی اس درخواست کو یاد رکھا تھا۔ ان کا سربراہ کولیا کراسوتکن تھا۔

"کرامازوف، میں خوش ہوں کہ آپ آ گئے ہیں!" اس نے اپنا ہاتھ الیوشا کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہاں کا ماحول ناقابلِ برداشت ہے۔ سچ پوچھیں تو مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ سنگریوف نشے میں غرق تو نہیں ہوتے ——— ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے آج ایک قطرہ بھی حلق سے نہیں اتارا ——— لیکن انہیں دیکھ کر آدمی کو دھوکا یہی ہوتا ہے جیسے وہ پیے ہوئے ہوں... میں مضبوط اعصاب کا مالک ہوں اور عام طور پر سب کچھ برداشت کر لیتا ہوں مگر یہاں کی فضا بھیانک ہے۔ کرامازوف، اگر آپ کے پاس وقت ہو تو کیا میں آپ کے اندر جانے سے پہلے ایک مزید سوال پوچھ سکتا ہوں؟"

"کیا پوچھنا چاہتے ہو، کولیا؟" الیوشا ایک لحظے کے لیے رک گیا۔

"آپ کے بھائی خطاکار ہیں یا بے گناہ؟ اسے انہوں نے یا ملازم نے ہلاک کیا تھا؟ آپ جو کچھ بھی کہیں گے، میں اس پر اعتبار کر لوں گا۔ میں اس بارے میں چار راتیں سوچتا رہا ہوں اور سو نہیں سکا۔"

"یہ حرکت ملازم کی تھی۔ میرا بھائی بے گناہ ہے،" الیوشا نے جواب دیا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے،" لڑکے سموروف نے اچانک چلاتے ہوئے کہا۔

"چنانچہ ان کا انجام صداقت کی قربان گاہ پر ایک بے گناہ نچیر کے طور پر ہوگا،" کولیا نے باآواز بلند کہا۔ "اگرچہ وہ فنا ہو جائیں گے لیکن وہ شانت ہوں گے۔ مجھے ان پر رشک آ رہا ہے!"

"کیا کہہ رہے ہو؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟ تمہیں اس پر رشک کیسے آ سکتا ہے اور کس لیے؟" الیوشا نے صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے کہا۔ وہ بہت حیران ہو گیا تھا۔

"کاش کسی روز میں بھی صداقت کی خاطر اپنی قربانی دے سکوں،" کولیا نے بڑے جوش و خروش سے کہا۔

"لیکن اس قسم کی چیز کی خاطر نہیں، اس طرح کی رسوائی کے ساتھ نہیں، اس قسم کے بھیانک حالات میں نہیں!" الیوشا نے کہا۔

"درست... میں پوری انسانیت کی خاطر مرنا پسند کروں گا اور اگر اس کا مطلب رسوائی ہے، تو بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہمارے نام مٹتے ہیں تو بے شک مٹ جائیں! (۹) میں آپ کے بھائی کا احترام کرتا ہوں، میں انہیں سلام کرتا ہوں۔"

"اور میں بھی!" گروہ میں سے اچانک ایک ایسے لڑکے کی آواز سنائی دی جس کے بارے میں کسی کو گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اس قسم کی بات کہے گا۔ یہ وہی لڑکا تھا جسے، جیسا کہ میں پہلے کہیں ذکر کر چکا ہوں، معلوم تھا کہ ٹرائے کی بنیاد کس نے رکھی تھی اور جیسا کہ اس موقع پر ہوا تھا، اب بھی وہی ہوا۔ جب وہ بلند آواز سے اپنی بات کہہ چکا، اس کا چہرہ لووں تک بالکل سرخ ہو گیا۔

الیوشا کمرے میں چلا گیا۔ الیوشا ہلکے نیلگوں تابوت میں، جس پر سفید دھاریاں بنی ہوئی تھیں، لیٹا ہوا تھا اس کے ہاتھ اس کے سینے پر بندھے ہوئے تھے اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کے نحیف و نزار اور لاغر چہرے کے خطوط میں بمشکل ہی کوئی تبدیلی آئی ہو گی اور عجیب بات یہ ہے کہ اس کی میت سے کسی قسم کی تقریباً کوئی بھی بو خارج نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے خد و خال پر سنجیدگی ٹپک رہی تھی اور وہ سوچ بچار میں مستغرق نظر آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ، جو ایک دوسرے کے اوپر پڑے تھے، خاص طور پر یوں خوب صورت نظر آ رہے تھے جیسے انہیں سنگ مرمر سے تراشا گیا ہو۔ اس کے ہاتھوں میں چند پھول تھما دیے گئے تھے اور اس کا سارا تابوت پہلے ہی اندر باہر سے پھولوں سے ڈھپا ہوا تھا۔ یہ پھول اس روز صبح سویرے لیسے خوخلاکوا نے بھجوائے تھے۔ مزید پھول کاترینا ایوانونا کے ہاں سے آئے تھے اور جب الیوشا نے دروازہ کھولا، سٹاف کیپٹن اپنے لرزتے ہاتھوں میں پھولوں کا گچھا پکڑے ان کی پتیاں اپنے چہیتے بیٹے کی میت کے اردگرد بکھیر رہا تھا۔

جب الیوشا اندر داخل ہوا، سٹاف کیپٹن نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔۔۔ درحقیقت وہ کسی کی طرف بھی نہیں دیکھتا تھا، آنسو بہاتی اپنی سادہ لوح بیوی کی جانب بھی نہیں، جو اس کی "ممی" تھی، جو مسلسل اپنی مفلوج ٹانگوں پر کھڑے ہونے اور اپنے مرحوم بیٹے کو قریب سے دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لڑکوں نے نینوچکا کو کرسی سمیت اٹھا کر تابوت کے بالکل قریب بٹھا دیا تھا۔ وہ اپنا سر اس کے ساتھ چپکائے بیٹھی تھی اور نظر آ رہا تھا کہ چپکے چپکے رو رہی ہے۔ سٹاف کیپٹن سنگریوف کے چہرے پر نئی توانائی اور اضطراب دونوں ہی جھلکتے دکھائی دے رہے تھے مگر اس کے ساتھ ہی وہ اس کے جھگڑالو ہونے کا تاثر بھی دے رہے تھے۔ اس کی حرکتوں، اشاروں اور اس کے منہ سے کبھی کبھار نکلنے والے الفاظ سے ایک قسم کی دیوانگی مترشح ہو رہی تھی۔ "بڑے میاں، میرے پیارے بڑے میاں!" الیوشا کی جانب دیکھتے ہوئے وہ وقتاً فوقتاً پکار اٹھتا تھا۔ جب الیوشا بقید حیات تھا، تب بھی اسے اپنی محبت کا اظہار کرنے کے لیے اُسے "بڑے میاں، میرے پیارے بڑے میاں" کے القاب سے پکارنے کی عادت پڑ چکی تھی۔

"پاپا، مجھے بھی چند پھول دے دیں،" اس کی ضعیف الدماغ "ممی" نے بسورتے ہوئے التجا کی۔ "ایک، وہ سفید والا، اس کے ننھے منے ہاتھوں سے اٹھالیں اور مجھے دے دیں۔"

الیوشا کے ہاتھوں میں جو سفید گلاب کا پھول تھا، وہ یا تو سٹاف کیپٹن کی بیوی کو بہت پسند آ گیا تھا یا پھر وہ اس لیے اسے مانگ رہی تھی کیونکہ وہ اس کی یاد محفوظ کر لینا چاہتی تھی۔ بہرحال وہ بے حد بے کل ہو رہی تھی اور اپنے ہاتھ پھول کی طرف بڑھا رہی تھی۔

"میں یہ کسی کو بھی نہیں دوں گا، میں کسی کو بھی کچھ نہیں دوں گا!" سٹاف کیپٹن نے بھنا کر کہا۔ بیٹے کی موت نے اسے سنگ دل بنا دیا تھا۔ "یہ پھول تمہارے نہیں، اس کے ہیں۔ سب کچھ اس کا ہے، تمہارا کچھ نہیں!"

"پاپا، ماما کی بات مان لیں، اسے پھول دے دیں!" نینوچکا نے اچانک اپنا آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں، میں کسی کو کچھ نہیں دوں گا اور اسے تو بالکل کچھ نہیں دوں گا! یہ اس سے محبت نہیں کرتی تھی۔ وہ جب زندہ تھا، اس نے اُس کی (کھلونا) بندوق بھی اس سے لے لی تھی اور اس نے چپ چاپ اسے دے دی تھی،" سٹاف کیپٹن یہ یاد کر کے کہ اس کے مرحوم بیٹے نے کس طرح اپنی بندوق اپنی ماں کو دے دی تھی، زور زور سے سسکیاں بھرنے لگا۔

بے چاری مخبوط الحواس عورت کے جھٹ پٹ آنسو چھلک پڑے، اس نے اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں ڈھانپ لیا اور چپکے چپکے رونے لگی۔

تابوت کی روانگی کا وقت ہو گیا تھا مگر جب لڑکوں کو اندازہ ہو گیا کہ باپ اس کے ساتھ ہی چپکا بیٹھا رہے گا اور قطعاً ایک انچ بھی ادھر اُدھر نہیں ہلے گا تو انہوں نے ایکا ایکی خود ہی پہل کرتے ہوئے کندھے سے کندھا ملا کر اس کے گرد دائرہ بنا لیا اور اسے اوپر اٹھا لیا۔

''میں اسے قبرستان میں دفنانا نہیں چاہتا!'' سنگر یوف نے یکا یک آہ و بکا کرتے ہوئے کہا۔ ''میں اسے پتھر کے پاس، ہمارے پتھر کے پاس دفن کروں گا۔ الیوشا کی یہی خواہش تھی۔ میں تمہیں اسے کہیں اور لے جانے کی کبھی اجازت نہیں دوں گا!''

وہ پہلے بھی گزشتہ تین دنوں کے پورے عرصے کے دوران میں بار بار یہی کہتا رہا تھا کہ وہ اسے پتھر کے قریب دفن کرے گا لیکن ایلیوشا، کراسوتکن، اس کے مکان کی مالکہ، مالکہ کی ہمشیرہ اور تمام لڑکے اس تجویز کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے رہے تھے۔

''یہ اسے کیا سوجھی ہے! یہ اپنے بیٹے کی میت کو ایک ایسے پتھر کے قریب دفنانا چاہتا ہے جس کی کلیسا نے تقدیس نہیں کی، جیسے وہ قدرتی موت نہ مرا ہو بلکہ اس نے خودکشی کی ہو'' بوڑھی مالکۂ مکان نے درشت لہجے سے کہا۔ ''قبرستان کی زمین کی کم از کم تقدیس تو ہو چکی ہے۔ وہاں اس کے حق میں دعائیں کی جائیں گی۔ کلیسا میں جو مناجات گائی جاتی ہیں ان کی آوازیں اسے سنائی دیتی رہیں گی اور وہاں کا ڈیکن اتنی خوش الحانی سے تلاوت کرتا ہے کہ ہر مرتبہ اس کے الفاظ اس کے کانوں تک پہنچیں اور ان میں رس گھولتے رہیں گے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہوگا جیسے تلاوت اس کی قبر پر ہو رہی ہو۔''

آخرکار سٹاف کیپٹن نے کچھ اس طرح کا اشارہ کیا جیسے اس نے ہتھیار ڈال دیے ہوں اور وہ راضی برضا ہو گیا ہو۔ ''جہاں چاہو، اسے لے جاؤ!'' لڑکوں نے تابوت اٹھا لیا مگر جب وہ ماں کے قریب سے گزرنے لگے، وہ ایک پل کے لیے رک گئے اور انہوں نے اسے نیچے رکھ دیا تاکہ وہ الیوشا کو خدا حافظ کہہ سکے۔ جب ماں نے اپنے بیٹے کے اس پیارے ننھے منے چہرے کو قریب سے دیکھا جسے وہ گزشتہ تین روز سے صرف دور سے دیکھ رہی تھی، وہ سرتاپا کانپ گئی اور اپنے سر کو ہسٹیریائی انداز سے تابوت کے اوپر آگے پیچھے جھکانے لگی۔

''ماما، صلیب کا نشان بنائیں، اس کے لیے دعائے خیر کریں، اسے بوسہ دیں!'' نینوچکا نے اپنی ماں کو پکارتے ہوئے کہا۔ مگر وہ اپنا سر کسی خودکار مشین کی طرح جھٹکتی رہی اور پھر اچانک منہ سے ایک لفظ کہے بغیر اپنی چھاتی پیٹنے لگی؛ شدید غم و اندوہ سے اس کا چہرہ ٹیڑھا میڑھا ہو گیا تھا۔ لڑکوں نے تابوت دوبارہ اٹھا لیا۔ جب وہ نینوچکا کے قریب سے گزرے، اس نے آخری مرتبہ اپنے ہونٹ مرحوم لڑکے کے ہونٹوں پر پیوست کر دیے۔ باہر جانے سے پہلے ایلیوشا مالکۂ مکان سے

درخواست کرنا چاہتا تھا کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں، وہ ان کا خیال رکھے، مگر اس نے اسے کچھ کہنے کا موقع ہی نہ دیا اور خود بولنے لگی:

''مجھے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ ہم ان کے پاس ٹھہری رہیں گی، ہم بھی عیسائی ہیں۔'' بڑھیا اتنا ہی کہہ پائی اور رونے لگی۔

''نہیں'' گرجے پہنچنے کے لیے کوئی زیادہ دور نہ جانا پڑا، صرف تین سو قدم کا فاصلہ تھا، زیادہ نہیں۔ موسم نکھرا ہوا تھا، دھوپ چمک رہی تھی، ہوا بھی بند تھی، کہرا پڑا ہوا تھا مگر زیادہ نہیں۔ گرجے کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ سنگریوف پُرانے سرانے کوٹ میں ملبوس تھا۔ یہ چھوٹا بھی تھا اور عموماً صرف گرمیوں میں پہنا جاتا تھا۔ اس کا سر ننگا تھا۔ اس نے چوڑے کنارے والا فلیٹ ہیٹ اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا اور وہ پُر اضطراب اور مجنونانہ انداز سے تیز تیز قدم اٹھاتا تابوت کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا اسے کسی ایسی تشویش نے مغلوب کر رکھا ہے جس کی خود اسے بھی کوئی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ تابوت کو سرہانے کی جانب سے سہارا دینے کے لیے بار بار اپنا ہاتھ آگے بڑھاتا تو تھا، مگر اس کا حاصل کچھ نہ ہوتا، وہ اٹھانے والوں کی مدد تو کیا کرتا، الٹا ان کے لیے رکاوٹ بن جاتا۔ بعض اوقات وہ اپنے لیے جگہ بنانے کے لیے تابوت کے برابر برابر بھاگنے لگتا مگر اپنے اس مقصد میں بھی ناکام رہتا۔ ایک پھول برف پر گر گیا، اور وہ اسے اٹھانے کے لیے یوں لپکا جیسے اسے یہ فکر ستانے لگی ہو کہ ایک ننھے منے پھول کے ضائع ہونے کا خدا معلوم کیا نتیجہ برآمد ہو۔

''سوکھی روٹی کا ٹکڑا، ہم سوکھی روٹی کا ٹکڑا لانا تو بھول ہی گئے ہیں!'' اس نے اچانک ہراساں ہو کر کہا۔ لیکن لڑکوں نے جھٹ پٹ اسے یاد دلایا کہ وہ روٹی کا ٹکڑا لے آیا تھا اور اب وہ اس کی جیب میں پڑا ہے۔ اس نے ایک لمحے کے لیے اسے اپنی جیب سے نکالا اور جب اس کی تسلی ہو گئی، وہ پُرسکون ہو گیا۔

''مجھے اس کی ہدایت الیوشچکا نے، الیوشچکا نے کی تھی!'' اس نے ایلیوشا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''میں رات کو اس کے بستر سے لگا تھا کہ اس نے اچانک کہا، 'جب میرا تابوت دفنایا جا چکے، خشک روٹی کا ٹکڑا نکالیں، اس کے بھورے بنائیں اور انہیں میری قبر پر بکھیر دیں تاکہ وہاں چڑیاں آ جائیں۔ میں ان کی آوازیں سنوں گا اور مجھے خوشی ہوگی کہ میں وہاں اکیلا نہیں ہوں۔'''

''یہ تو بہت اچھی بات ہے!'' ایلیوشا نے کہا، ''آپ کو یہ کام بکثرت کرتے رہنا چاہیے۔''

''بکثرت نہیں، ہر روز، ہر روز!'' سٹاف کیپٹن نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی طبیعت قدرے شگفتہ ہو گئی ہے۔

آخرکار وہ گرجے پہنچ گئے اور انہوں نے تابوت ناف گرجا کے درمیان میں رکھ دیا۔ تمام لڑکے

اس کے گرد جمع ہو گئے اور عبادت کے پورے عرصے کے دوران میں احترام سے وہیں کھڑے رہے۔ گرجا بہت پرانا تھا اور اس کی مالی حالت بھی خاصی سقیم تھی، متعدد ایقونوں کے چوکھٹے غائب تھے لیکن کہنے والے کہتے ہیں کہ اس طرح کے گرجوں میں لوگ زیادہ عقیدت اور احترام سے عبادت کرتے ہیں۔ مرحوم کی دعائے مغفرت کے دوران میں سنگر یوف پہلے کی نسبت قدرے پرسکون نظر آ رہا تھا حالانکہ وہ کبھی کبھار اس غیر شعوری اور نسبتاً سمجھ میں نہ آنے والی پریشانی سے، جو اس کے لیے لازمی بن گئی تھی، مضطرب دکھائی دینے لگتا تھا۔ وہ بار بار تابوت کی طرف لپکتا، کبھی الیوشا کا کفن اور کبھی اس کے سر کی پٹی (5) سیدھی کرنے لگتا۔ جب شمع دان سے کوئی موم بتی نیچے گری، وہ فوراً آگے بڑھا اور اس نے اس کی جگہ دوسری رکھ دی۔ یوں وہ خاصی دیر تک وہاں کچھ نہ کچھ کرنے میں مصروف رہا۔ اس کے بعد وہ پُرسکون ہو گیا اور عاجزی سے تابوت کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ اس پر سکتے کی سی کیفیت طاری تھی، وہ اپنے ہی خیالات میں کھویا معلوم ہو رہا تھا اور یوں دکھائی دے رہا تھا جیسے وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہا۔ جب (نئے عہد نامے میں شامل) کسی مکتوب کے اقتباس کی خواندگی ختم ہو گئی، وہ اچانک الیوشا سے، جو اس کے قریب کھڑا تھا، سرگوشی کرنے لگا کہ خواندگی مناسب انداز سے نہیں کی گئی، تاہم اس نے اپنی شکایت کی کوئی مزید وضاحت نہ کی۔ جب حمد کروبی شروع ہوئی، تو وہ بھی گانے والوں میں شامل ہو گیا، لیکن پھر وہ رک گیا، نیچے جھکا، اپنی پیشانی گرجے کے ٹھنڈے پتھریلے فرش پر رکھی اور اسے نیچے دبانے لگا۔ وہ کچھ دیر اسی حالت میں پڑا رہا۔ آخرکار باقاعدہ دعائے جنازہ شروع ہو گئی اور موم بتیاں تقسیم کر دی گئیں۔ مخبوط الحواس باپ ایک بار پھر کسمسانے لگا، لیکن جنازے کی جو مناجات گائی جا رہی تھیں، وہ اتنی جذباتی اور پُرتاثیر تھیں کہ وہ سرتاپا لرز گیا اور اس کی روح نئے سرے سے بیدار ہو گئی۔ کچھ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اس کا جسم اکڑ گیا ہو۔ وہ وقتاً فوقتاً ہچکیاں بھرنے لگا، شروع میں وہ اپنی ان ہچکیوں کو روکنے کی کوشش کرتا رہا تاہم اس کے بعد وہ دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ تاہم جب الیوشیچکا کو الوداع کہنے اور تابوت کا ڈھکن بند کرنے کا وقت آیا، اس نے اپنے بازو تابوت کے گرد پھیلا دیے جیسے وہ انہیں اسے بند کرنے سے روکنا چاہتا ہو اور اپنے مرحوم بیٹے کے ہونٹوں پر طویل اور پُراشتہا بوسے ثبت کرنے لگا۔ آخرکار وہ اسے باز رکھنے میں کامیاب ہو گئے اور اسے زینے سے نیچے اتارنے لگے، مگر اس نے یک لخت اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور تابوت سے متعدد پھول جھپٹ لیے۔ وہ انہیں یوں دیکھنے لگا جیسے اس کے ذہن میں کوئی نیا خیال وارد ہو گیا ہو اور جو وقتی طور پر اس سے یہ فراموش کرانے میں کامیاب ہو گیا ہو کہ وہ کہاں ہے اور اس کے گرد و پیش کیا ہو رہا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ اپنی ہی محویت میں کھونے لگا اور جب دوسروں نے تابوت اٹھایا اور اسے قبر کی طرف لے جانے لگے تو اس نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ قبر کوئی

زیادہ دور نہیں تھی۔ گرجے کے اس حصے کی زمین بہت قیمتی تھی کیونکہ یہ گرجے سے ملحق تھی ـــــ اس کی قیمت کی ادائیگی کاتریناایوانووناً نے کی تھی۔ معمول کی رسوم کے پایۂ تکمیل تک پہنچ جانے کے بعد گورکنوں نے تابوت قبر کے اندر اتار دیا۔ ہاتھ میں پھول پکڑے سنگر یوف تابوت کے اوپر اتنا جھک گیا کہ لڑکوں کو اندیشے لاحق ہونے لگے، انہوں نے اس کا کوٹ پکڑا اور اسے واپس کھینچنے لگے۔ لیکن صاف نظر آ رہا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اسے مطلقاً سمجھ نہیں پا رہا۔ جب وہ قبر بھرنے لگے، وہ اس مٹی کی طرف اشارے کرنے لگا جو اندر ڈالی جا رہی تھی لیکن کسی کی بھی سمجھ میں نہ آ سکا کہ وہ چاہتا کیا ہے، اور خود وہ اچانک خاموش ہو گیا۔ اس موقع پر کسی نے اسے یاد دلایا کہ وہ جو روٹی اپنے ساتھ لایا ہے، اسے اب اس کے ریزے کرنا چاہئیں۔ وہ بے حد مضطرب ہوا مگر اس نے جیب سے روٹی نکال لی، پھر اس کے ریزے کرنے اور ریزوں کو قبر پر بکھیرنے لگا۔ "ننھے منے پرندو، ننھی منی چڑیو، ادھر قبر پر آؤ!" وہ بے چینی سے بڑبڑانے لگا۔

ایک لڑکے نے اسے سمجھایا کہ اس نے ہاتھ میں پھول پکڑ رکھے ہیں، یوں اس کے لیے روٹی کے ریزے کرنا آسان نہیں، اسے یہ پھول تھوڑی دیر کے لیے کسی اور کو پکڑا دینا چاہئیں۔ مگر وہ انہیں اپنے سے الگ کرنے کے لیے تیار نہیں تھا بلکہ وہ اچانک اپنے پھولوں کے بارے میں قدرے متوش ہو گیا جیسے وہ انہیں اس سے چھین لینا چاہتے ہوں۔ تاہم انہیں یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ قبر کا جائزہ لینے اور اس بات کا اطمینان کر لینے کے بعد کہ ہر چیز ٹھیک ٹھاک انداز سے پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی ہے اور یہ کہ روٹی ریزے ریزے ہو چکی ہے، وہ غیر متوقع طور پر مڑ پڑا اور پُرسکون طور پر گھر کی طرف چل پڑا ہے۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اس کی رفتار میں تیزی اور عجلت آنے لگی اور اس نے پلک جھپکنے میں دوڑ لگا دی۔ الیوشا اور دوسرے لڑکے اس کے ساتھ ساتھ چلتے اور دوڑتے رہے۔

"ممی کے لیے پھول، ممی کے لیے پھول! ہم نے ممی کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی تھی،" وہ بڑبڑا رہا تھا۔

کسی نے چلا کر اس سے کہا کہ وہ اپنا ہیٹ پہن لے ورنہ اسے سردی لگ جائے گی لیکن اس نے اپنا ہیٹ برف پر پٹخ دیا جیسے وہ بہت غصے میں ہو اور وہ بار بار کہے جا رہا تھا، "مجھے ہیٹ نہیں چاہیے، نہیں چاہیے مجھے ہیٹ شیٹ!" سموروف آگے بڑھا، اس نے ہیٹ اٹھایا اور اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ بلا استثنا تمام لڑکے رو رہے تھے ـــــ سب سے زیادہ کولیا اور وہ لڑکا رو رہے تھے جسے دوسروں کی نسبت کہیں بہتر طور پر معلوم تھا کہ ٹرائے کی بنیاد کس نے رکھی تھی۔ سموروف نے، جو اگرچہ زار زار رو رہا تھا اور ابھی تک ہیٹ پکڑے ہوئے تھا، عملاً رکے بغیر کسی نہ کسی طرح ایک

سنگ ریزہ اٹھالیا جو برفانی راستے پر کسی سرخ چیز کی طرح چمک رہا تھا اور چڑیوں کے ایک غول کی طرف پھینک دیا جو قریب ہی تیز رفتاری سے اڑا جا رہا تھا۔ نشانہ تو اس کا خطا ہو گیا مگر وہ خود روتے روتے دوڑتا رہا۔ جب گھر کی مسافت نصف رہ گئی، سنگر یوف اچانک رک گیا، کچھ دیر وہیں کھڑا رہا جیسے اسے یک لخت کوئی خیال سوجھ گیا ہو اور پھر وہ ایکا ایکی گرجے کی طرف مڑتے ہوئے اس قبر کی جانب بھاگ پڑا جہاں سے وہ ابھی ابھی آئے تھے۔ مگر لڑکوں نے اسے فوراً جالیا اور اسے چاروں اطراف سے پکڑ لیا۔ اس پر وہ یوں برف پر ڈھیر ہو گیا جیسے اس کی ہمت جواب دے گئی ہو یا جیسے کسی نے مار پیٹ کر اسے نیچے گرا دیا ہو۔ اب وہ اپنی چھاتی پیٹتے ہوئے، آہ و بکا کرتے ہوئے، سسکیاں بھرتے ہوئے اونچی آواز میں چیخنے لگا تھا، "میرے بیٹے، الیوشچکا، میرے پیارے بڑے میاں!" الیوشا اور کولیا آگے بڑھے تاکہ اسے اٹھنے میں مدد دے سکیں، وہ اس کا حوصلہ بڑھا رہے اور گھر واپس چلنے پر زور دے رہے تھے۔

"کیپٹن، اب تشریف لے چلیں، بہادر آدمی کو ہمت سے کام لینا چاہیے۔" کولیا بڑبڑایا۔

"آپ پھولوں کو خراب کر رہے ہیں۔" الیوشا نے کہا، "اور 'ممی' ان کا انتظار کر رہی ہے۔ وہ وہاں بیٹھی رو رہی ہے کیونکہ آپ نے پہلے اسے الیوشچکا کے چند پھول نہیں دیے تھے۔ الیوشا کی پلنگڑی ابھی تک وہیں پڑی ہے..."

"ہاں، ہاں، مجھے انہیں لازماً ماما کے پاس لے جانا چاہیے!" سنگر یوف کو اچانک یاد آ گیا۔ "وہ اس کا پلنگ اٹھالیں گے، وہ اسے اٹھا کر لے جائیں گے!" اور بظاہر اس خیال سے ہراساں ہو کر کہ وہ واقعی پلنگ اٹھا کر لے جائیں گے، وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس نے گھر کی جانب دوڑ لگا دی۔ لیکن گھر کوئی زیادہ دور نہیں تھا اور وہ سب اکٹھے وہاں پہنچ گئے۔ سنگر یوف نے دھماکے سے دروازہ کھول دیا اور اپنی بیوی سے، جس کے ساتھ اس نے ازیں پیشتر اتنا سنگ دلانہ برتاؤ کیا تھا، چلا چلا کر کہنے لگا:

"ماما، مائی ڈیئر، الیوشچکا نے تمہارے لیے چند پھول بھیجے ہیں، اف، تمہاری ٹانگیں بالکل مفلوج ہو کر رہ گئی ہیں۔" وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا اور اسے پھولوں کا گچھا پیش کر رہا تھا جو اس کے برف پر ہاتھ پاؤں مارنے کے دوران میں یخ بستہ ہو گئے تھے اور تڑ مڑ گئے تھے۔

لیکن عین اسی لمحے اسے کونے میں بستر کے قریب الیوشا کے ننھے منے بوٹ نظر آ گئے جنہیں مالکۂ مکان نے وہاں ایک دوسرے کے برابر لگا دیا تھا۔ یہ گھسے پٹے پرانے بوٹ تھے، ان کا رنگ اڑ چکا تھا، یہ غلیظ ہو چکے تھے اور ان کی بار بار مرمت کرائی جا چکی تھی۔ ان پر نظر پڑتے ہی اس نے اپنے بازو اوپر اٹھائے، تیزی سے ان کی طرف بھاگا اور اپنے گھٹنوں پر جھک گیا۔ اس نے ایک

بوٹ اٹھایا، اسے ہونٹوں سے لگایا اور دیوانہ وار چومنے لگا۔ ساتھ ساتھ وہ روتا جا رہا اور کہے جا رہا تھا: "الیوشچکا، میرے پیارے بڑے میاں، تمہارے ننھے منے پاؤں کہاں ہیں؟"

"تم اسے کہاں چھوڑ آئے ہو، تم اسے کہاں چھوڑ آئے ہو؟" پاگل عورت دل خراش لہجے سے واویلا کر رہی تھی۔ نینوچکا کی بھی سسکیاں نکلنے لگیں۔ کولیا کمرے سے باہر بھاگ گیا۔ دوسرے لڑکے بھی اس کے نقش قدم پر چل پڑے۔ الیوشا سب سے آخر میں رخصت ہوا۔ "انہیں اچھی طرح رو دھو لینے دو!" اس نے کولیا سے کہا۔ "انہیں اب دلاسا دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہم کچھ دیر انتظار کرتے ہیں اور پھر واپس آ جائیں گے۔"

"ہاں، ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ سب کچھ بہت ہیبت ناک ہے۔" کولیا نے ہم نوائی کرتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے اپنی آواز اچانک دھیمی کر لی تاکہ یہ دوسروں کے کانوں تک نہ پہنچ سکے اور بولا: "میں کتنا اداس ہوں، کتنا غمگین ہوں اور اگر اسے کسی طرح دوبارہ زندگی دلائے جانے کی امید ہو، تو میں سب کچھ دینے کو تیار ہوں!"

"ہاں، میں بھی!"

"ہمیں آج شام واپس آنا چاہیے؟ کرامازوف، آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ کو معلوم ہی ہے وہ پی پی کر بالکل مدہوش ہو جائے گا۔"

"شاید وہ ہو جائے گا۔ ہاں، ہمیں واپس آنا چاہیے لیکن صرف مجھے اور تمہیں، دوسروں کو آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم ان کے ساتھ، اس کی ماں اور نینوچکا کے ساتھ ایک گھنٹہ بیٹھیں گے۔ اگر ہم سب واپس آ گئے، اس سے صرف اتنا ہوگا کہ انہیں سب کچھ یاد آ جائے گا۔" الیوشا نے سمجھایا۔

"مالکۂ مکان دسترخوان سجا رہی ہے —— رات کو بخشش (6) یا یہ جو کچھ بھی ہے، کھائی جائے گی۔ یہاں پادری آ جائے گا۔ کرامازوف، اب ہمیں واپس چلنا چاہیے یا نہیں۔"

"یقیناً" الیوشا نے کہا۔

"کرامازوف، کتنی عجیب بات ہے، پہلے اتنا سیاپا اور رونا دھونا اور پھر کیک بسکٹ وغیرہ کھانے کی تیاری، ہمارا مذہب بھی کتنا عجیب ہے۔"

"انہوں نے سامن (مچھلی) بھی منگوالی ہے۔" اس لڑکے نے باآواز بلند کہا جسے معلوم تھا کہ ٹرائے کی بنیاد کس نے رکھی تھی۔

"کارتوشوف، تم اپنا منہ بند نہیں رکھ سکتے؟ اس قسم کی احمقانہ باتیں مت کرو، خاص طور پر تب جب نہ تو کسی نے تمہاری رائے پوچھی ہو اور نہ کسی کو اس بات کی پروا ہو کہ تمہارا کوئی وجود ہے بھی یا نہیں۔" کولیا نے جھنجھلا کر اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

غصے سے لڑکے کا چہرہ بالکل سرخ ہو گیا لیکن اسے جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ دریں اثنا انہوں نے چہل قدمی کے انداز سے آہستہ آہستہ پگڈنڈی پر چلنا شروع کر دیا تھا اور اچانک سموروف نے قدرے اونچی آواز سے کہا:

"وہ رہا الیوشا کا پتھر! یہی ہے وہ جگہ جہاں اس کا باپ اسے دفنانا چاہتا تھا۔"

وہ بڑے پتھر کے قریب چپ چاپ کھڑے ہو گئے۔ الیوشا نے اس پر ایک نظر ڈالی اور چند روز پہلے سنگریوف نے اس کے سامنے کا جو منظر بیان کیا تھا، وہ پورے کا پورا اس کی نگاہوں کے سامنے آ گیا—— الیوشا اپنے باپ کے ساتھ چمٹا ہوا تھا اور وہ رو رو کر اس سے کہہ رہا تھا، "پاپا، پاپا، اس نے آپ کی کتنی تذلیل کی ہے!" جب الیوشا کو یہ منظر یاد آیا، اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے باطن میں کوئی چیز کپکپانے لگی ہو۔ اس نے سنجیدہ اور گھمبیر انداز سے سکول کے ان لڑکوں کے من موہنے اور چمکتے دمکتے چہروں کو دیکھا جو الیوشا کے دوست تھے اور پھر اچانک ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

"لڑکو، میں اس خاص جگہ پر تم سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔"

لڑکے فوراً اس کے گرد اکٹھے ہو گئے اور ان کی پُر توجہ اور پُر امید نگاہیں اس پر جم گئیں۔

"لڑکو، ہم عنقریب ایک دوسرے سے بچھڑ جائیں گے۔ اب مجھے اپنے وقت کا کچھ حصہ اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ گزارنا ہوگا، ان میں سے ایک کو کالے پانی (سائبیریا) کی سزا ہو چکی ہے اور دوسرا بستر مرگ پر پڑا ہے۔ لیکن میں بہت جلد اس قصبے سے چلا جاؤں گا اور شاید کافی عرصہ واپس نہیں آ سکوں گا۔ چنانچہ، میرے دوستو، بچھڑنا ہمارا مقدر ہے۔ آئیں، ہم الیوشا کے پتھر کے پاس عہد کریں کہ ہم اوّل الیوشیکا اور دوم ایک دوسرے کو کبھی نہیں بھولیں گے۔ اس کے بعد اپنی زندگیوں کے دوران میں خواہ ہمیں کیسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑے، خواہ بیس سال تک ہماری ایک دوسرے سے کوئی ملاقات نہ ہو سکے، ہم ہمیشہ یاد رکھیں گے کہ ہم نے اس لڑکے کو کس طرح دفنایا تھا، وہ لڑکا جس پر ہم نے کبھی پتھر برسائے تھے—— پلیا کے قریب، تمہیں یاد ہے نا؟ اور پھر کس طرح ہم اس سے محبت کرنے لگے تھے۔ وہ بہت اچھا لڑکا تھا، مشفق اور دلیر تھا، خوددار تھا اور اس کے باپ کی جو توہین ہوئی تھی، اس کے پندار کو جو ٹھیس پہنچی تھی، اس کا اسے شدت سے احساس تھا اور اسی لیے اس نے اس کا بدلہ چکانے کی پوری کوشش کی تھی۔ چنانچہ، دوستو، پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں ساری عمر اسے یاد رکھنا اور اپنے دلوں میں بسائے رکھنا چاہیے۔ ہم خواہ اہم ترین مسائل میں الجھے ہوئے ہوں، کوئی عظیم کارنامہ سرانجام دینے پر عزت و توقیر کے سزاوار گردانے جا رہے ہوں یا مصائب کا سامنا کر رہے ہوں مگر ہمیں یہ کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ جب ہم اکٹھے یہاں

تھے ہم کتنے خوش تھے، ہمیں نیک اور پُرشفقت جذبات نے کس طرح یک جان کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ ہم اس بے چارے لڑکے سے محبت کرنے لگے تھے اور غالباً پہلے سے بہتر انسان بن گئے تھے۔ میری ننھی فاختاؤ—— مجھے اجازت دو کہ میں تمہیں فاختائیں کہہ سکوں کیونکہ اس وقت جب میں تمہارے من موہنے اور پُرشفقت چہروں کی طرف دیکھتا ہوں تو تم سب مجھے بالکل ان ننھے منھے بھلے مانس سرمئی پرندوں کی طرح دکھائی دینے لگتے ہو۔ میرے عزیز بچو، اب میں تم سے جو کچھ کہنے والا ہوں، شاید تم اسے سمجھ نہیں سکو گے کیونکہ جب میں باتیں کرتا ہوں، وہ اکثر لوگوں کے پلے نہیں پڑتیں، تاہم میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم لوگ میرے الفاظ پر توجہ دو گے، تو ایک دن لازماً ایسا بھی آئے گا جب تم ان کا مفہوم سمجھ جاؤ گے۔ یاد رکھو کہ مستقبل کی زندگی کے لیے کسی شگفتہ اور پُرمسرت یاد سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز زیادہ تحسین آمیز، زیادہ طاقت ور، زیادہ اہم یا زیادہ کارآمد نہیں ہوتی، خاص طور پر وہ یاد جس کا تعلق تمہارے اپنے بچپن سے ہو، تمہارے اپنے خاندانی گھر سے ہو۔ تعلیم و تربیت کے بارے میں کہا تو بہت کچھ جاتا ہے لیکن غالباً بہترین تعلیم وہ خوبصورت اور مقدس یاد ہوتی ہے جو بچپن ہی سے انسان کے ذہن میں محفوظ چلی آ رہی ہو۔ اگر کسی انسان کے ذہن پر اس قسم کی متعدد یادیں نقش ہو جائیں، اس کی بقایا زندگی محفوظ و مامون ہو جاتی ہے۔ اگر اس نوع کی صرف ایک ہی یاد ہمارے دلوں میں باقی رہ جائے، یہی کسی روز ہماری نجات کا باعث بن سکتی ہے۔ ممکن ہے بڑے ہونے پر ہم بدخصال اور بداطوار بن جائیں اور کسی برے فعل کا ارتکاب کرنے سے اپنا پہلو نہ بچا سکیں، ممکن ہے ہمیں دوسروں کے آنسو متاثر نہ کر سکیں اور ہم نہ صرف ان کا بلکہ ان لوگوں کا بھی سنگ دلی سے تمسخر اڑانے پر تل جائیں جو بالکل وہی کچھ کہتے ہیں جو ابھی ابھی کولیا نے کہا تھا، 'میں ساری انسانیت کی خاطر اذیّت بھگتنا چاہتا ہوں۔' لیکن اس بات سے قطع نظر کہ ہم خواہ کتنے ہی بدخصال اور بداعمال کیوں نہ بن جائیں—— خدا کرے ایسا دن کبھی نہ آئے—— تاہم جب ہمیں یاد آئے گا کہ ہم نے الیوشا کو کس طرح دفنایا تھا، ان گزشتہ ایام کے دوران میں اس سے کس طرح محبت کی تھی اور اس پتھر کے قریب کتنی بے تکلفانہ اور پیار بھری گفتگو کی تھی، پھر ہم میں سے وہ شخص بھی جو انتہائی سنگ دل اور انتہائی تمسخر پسند بن چکا ہے—— اگر واقعی کوئی ہے—— دل ہی دل میں ہمارے اس لمحے کے پُرشفقت اور ہمدردانہ رویے کا تمسخر اڑانے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ شاید اس لمحے کی صرف یاد ہی اسے کسی بہت ہی بڑی بدی کا مرتکب ہونے سے باز رکھے گی، وہ اس کے متعلق سوچے گا اور کہے گا، 'ہاں میں اس وقت نیک فطرت، جرأت مند اور عزت دار تھا۔' اگر وہ خود اپنا تمسخر اڑانا چاہتا ہے، اسے اڑانے دیں—— اس بات پر ناراض ہونے کی ضرورت نہیں، لوگ اکثر اچھی اور نیک چیزوں کا مذاق اڑاتے ہی رہتے ہیں مگر یہ حرکت

صرف وہ اشخاص کرتے ہیں جو نادان اور نا سمجھ ہوتے ہیں۔ مگر، دوستو، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جب وہ تمسخر اڑا رہا ہوگا، معاً اسے خیال آئے گا، نہیں، مجھے تمسخر نہیں اڑانا چاہیے، میں اگر یہ حرکت کروں گا تو بہت بڑی غلطی کروں گا کیونکہ آدمی کو ایسی چیزوں کا تمسخر نہیں اڑانا چاہیے۔"

"کرامازوف، آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں، میں سمجھ گیا ہوں، یقیناً ایسا ہی ہوگا،" کولیا نے قدرے اونچی آواز سے کہا، اس کی آنکھیں جگمگا رہی تھیں۔

لڑکوں میں جوش و خروش کے آثار نظر آنے لگے تھے اور وہ بھی کچھ نہ کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن انہوں نے اپنے آپ کو روکے رکھا، وہ توجہ اور پسندیدگی سے صرف مقرر کو دیکھ رہے تھے۔

"میں یہ سب باتیں اس اندیشے کے پیش نظر کر رہا ہوں کہیں ہم بھی بد نہ بن جائیں،" الیوشا نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا، "مگر ایسی کوئی وجہ نہیں کہ ہم بد بن جائیں۔ لڑکو، بتاؤ، کوئی ہے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر ہم شفیق اور باعزت ہیں، پھر ہم ایک دوسرے کو کبھی فراموش نہیں کر پائیں گے۔ میں اپنی بات ایک بار پھر دہراتا ہوں: دوستو، میں تمہیں قول دیتا ہوں کہ میں تم میں سے کسی کو بھی نہیں بھولوں گا، میں ہر اس چہرے کو یاد رکھوں گا جو اس وقت میری جانب دیکھ رہا ہے اور تیس سال بعد بھی یاد رکھوں گا۔ چند لمحے پہلے کولیا نے کارتاشوف سے کہا تھا کہ اس کا کوئی وجود ہے یا نہیں، اسے اس کی مطلق پروا نہیں۔ لیکن میں یہ کیسے فراموش کر سکتا ہوں کہ کارتاشوف موجود ہے اور اب وہ اس طرح نہیں شرماتا جس طرح وہ تب شرمایا تھا جب اس نے معلوم کیا تھا کہ ٹرائے کی بنیاد کس نے رکھی تھی: اب وہ مجھے شگفتہ اور شفیق نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ لڑکو، میرے پیارے دوستو، آئیں، ہم سب الیوشیچکا کی مانند فیاض اور جرأت مند بن جائیں، کولیا کی طرح ہوشیار، دلیر اور دریا دل ہو جائیں (جب وہ بالغ ہو جائے گا، وہ بہرحال پہلے کی نسبت کہیں زیادہ ہوشیار اور تیز طرار ثابت ہوگا)! آئیں، ہم سب کارتاشوف کی مانند شرمیلے مگر سمجھدار اور خلیق بن جائیں۔ ارے، میں صرف ان دونوں ہی کے بارے میں کیوں گفتگو کر رہا ہوں؟ لڑکو، تم سب اب سے میرے لیے عزیز ہو، میں تم سب کو اپنے دل میں جگہ دے رہا ہوں اور میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم سب بھی اپنے دلوں میں مجھے جگہ دے دو۔ خیر، وہ کون تھا جس نے ہمیں اس اچھے اور پُرشفقت جذبے میں باندھ دیا ہے، جسے ہم صرف اب ہی نہیں بلکہ ہمیشہ —— اپنی ساری زندگی کے دوران میں —— یاد رکھیں گے، جسے یاد رکھنے کا ہم عزم باندھ رہے ہیں؟ —— وہ الیوشا کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ وہی پیارا اور خلیق لڑکا، وہ لڑکا جو ہمیں ہمیشہ ہمیشہ عزیز رہے گا! ہم اسے کبھی نہیں بھولیں گے، ہم اس کی یادوں کو تاابد اپنے دلوں میں زندہ رکھیں گے!"

"ہاں، تاابد، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے،" سب لڑکوں نے پوری قوت سے چلاتے ہوئے کہا۔ ان کی آوازیں کھنکنا رہی تھیں اور ان کے چہرے دمک رہے تھے۔

"ہم اس کا چہرہ، اس کے کپڑے، بلکہ اس کے چھوٹے چھوٹے بوٹ اور اس کا ننھا منا تابوت بھی یاد رکھیں گے، ہم اس کے ناشاد اور بدنصیب باپ کو نہیں بھولیں گے اور ہمیں یہ بھی یاد رہے گا کہ وہ کس طرح پوری کلاس کے مقابلے میں اکیلا ڈٹ کر کھڑا ہو گیا تھا!"

"ہم یاد رکھیں گے، بالکل یاد رکھیں گے!" لڑکوں نے ایک بار پھر گلے پھاڑتے ہوئے کہا، "وہ دلیر تھا، وہ اچھا تھا۔"

"اف، مجھے اس سے کتنی محبت تھی!" کولیا نے قدرے اونچی آواز میں کہا۔

"اخ، میرے بچو، میرے عزیز دوستو، زندگی سے خوف مت کھاؤ! جب آدمی کوئی اچھا، نیک اور سچا کام کرتا ہے، زندگی کتنی اچھی معلوم ہونے لگتی ہے!"

"ہاں، ہاں!" لڑکوں نے وفور مسرت سے دہرایا۔

"کرامازوف، ہم سب آپ سے محبت کرتے ہیں۔" ایک اضطراری آواز بلند ہوئی، بظاہر یہ کارتاشوف کی تھی۔

"ہم سب آپ سے محبت کرتے ہیں، بالکل کرتے ہیں،" باقی آوازوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ بعض لڑکوں کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔

"کرامازوف زندہ باد!" کولیا نے جذبات سے مغلوب ہو کر نعرہ بلند کیا۔

"خدا کرے مرحوم لڑکے کی یاد ہمیشہ زندہ رہے،" الیوشا نے ایک بار پھر جذباتی ہو کر کہا۔

"آمین! خدا کرے یہ تاابد زندہ رہے،" لڑکوں نے دوبارہ تائید کرتے ہوئے کہا۔

"کرامازوف،" کولیا نے چلاتے ہوئے کہا، "مذہب جو یہ سکھاتا ہے کہ ہم مُردوں سے زندہ ہو جائیں گے، اور ایک دوسرے کو اور الیوشیچکا کو دوبارہ دیکھ سکیں گے، کیا یہ درست ہے؟"

"یقیناً، ہمیں مُردوں سے دوبارہ زندہ اٹھایا جائے گا، لاریب ہم ایک دوسرے کو دوبارہ دیکھیں گے اور جو کچھ ہو چکا ہے ہم خوشی خوشی ایک دوسرے کو بتائیں گے،" الیوشا نے نیم تبسم اور نیم جذباتی لہجے سے جواب دیا۔

"اور یہ کتنی اچھی، کتنی شاندار بات ہوگی!" کولیا نے چہکتے ہوئے کہا۔

"آؤ، اب ہم یہ باتیں ختم کریں اور اس کے رتجگے میں شریک ہونے کے لیے چلیں۔ اگر ہمیں وہاں کیک، بسکٹ وغیرہ کھانے کو ملیں، تو خواہ مخواہ گھبرانے، شرمانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ بہرحال ایک قدیم رسم ہے اور مدت مدید سے جاری ہے، یوں بھی یہ اچھی رسم ہے، اس میں کوئی خرابی نہیں،" الیوشا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آؤ، اب چلیں، ہم سب ہاتھوں میں

ہاتھ ڈال کر چلیں گے۔"

"اور ہم ساری زندگی، مرتے دم تک، ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر چلتے رہیں گے۔ کراماز وف زندہ باد!" کولیا نے ایک بار پھر وجد میں آ کر نعرہ بلند کیا۔ دوسرے لڑکوں نے پیچھے رہنا مناسب نہ سمجھا اور وہ بھی اس کی آواز میں آواز ملا کر نعرہ دہرانے لگے۔

تصریحات، ماخذ اور پس منظر

دستوئیفسکی

سوانحی خاکہ

1506 میں پنسک کے شہزادے نے دینیل ایوانووچ ارتیشے وچ نامی بویار (روسی اشرافیہ کا فرد) کو کئی دیہات جاگیر کے طور پر عطا کیے جن میں دستوایو نامی گاؤں بھی تھا۔ ارتیشے کے اخلاف نے گاؤں کے نام کو اپنے نام کا حصہ بنا لیا اور دستوئیفسکی کہلانے لگے (یعنی "دستوایو کے" رہنے والے)۔ دستوئیفسکی کے آباء و اجداد میں ہر قماش کے لوگ تھے: سرکاری عہدے دار، جاگیردار، غارت گر، چور اچکے، قاتل، راہب، خدا سے لو لگانے والے، مسکین طبع۔ گویا روسی معاشرے کے پورے طیف کی نمائندگی یہ خاندان کرتا تھا۔ لیکن خاندان میں اگر دستوئیفسکی جیسا عظیم ناول نگار نہ پیدا ہوتا تو ہزاروں دوسرے روسی خاندانی ناموں کی طرح ہم اس خاندانی نام سے بھی محض ناآشنا ہوتے۔

دستوئیفسکی کے باپ نے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی۔ فوج میں میجر کے عہدے تک پہنچا۔ آخر میں ماسکو کے ایک ہسپتال میں تعینات ہوا۔ ایک سوداگر کی بیٹی سے شادی رچائی جو اپنے ساتھ خاصا جہیز لائی۔ بیوی خوش شکل، حساس، سلیقہ مند اور نرم خو تھی۔ شوہر دہقان وضع، قدرے اکھڑ، بدمزاج، شکی، نظم و ضبط کا سختی سے قائل، مگر مزاج کو قرار نہ تھا۔ جذباتیت اور گہری اداسی کے دورے پڑتے رہتے تھے۔ بچوں کو مارتا پیٹتا تو نہیں تھا مگر گھر والے اس کی گھڑی تولہ گھڑی ماشہ طبیعت سے بہت گھبراتے تھے۔ 1831ء میں اس نے ماسکو سے کوئی ڈیڑھ سو میل دور دو گاؤں خریدے اور 1350 ایکڑ اراضی اور کوئی سو زرعی غلاموں کا مالک بن گیا۔ مقصد یہ تھا کہ پنشن یاب ہونے کے بعد معقول گزر اوقات کی کوئی صورت نکل آئے۔

دستوئیفسکی کی پیدائش 1821ء کی ہے۔ وہ کل سات بہن بھائی تھے۔ بچپن اور لڑکپن کی بچی یادوں میں ماں کی سنائی ہوئی آپ بیتیاں شامل تھیں۔ لیکن گھریلو ملازمہ، الیونا، کی سنائی ہوئی پری کہانیاں بھائیوں بہنوں کو دل وجان سے پسند تھیں۔ دیہات تک کے سفر اور وہاں گزاری چھٹیوں کا الگ مزہ تھا۔ کہانیاں سننے اور پڑھنے کا چسکا دستوئیفسکی کو بچپن سے پڑ گیا تھا، ہسپتال کے دکھی مریضوں اور دیہات کے زرعی غلاموں سے، جو کم دکھی نہ تھے، ملنے جلنے اور دکھڑے سننے میں اس کا دل بہت لگتا۔ انسانی دکھ درد میں کوئی ایسی کشش تھی جو ہمیشہ دستوئیفسکی کے دل میں اضطراب، حیرت اور ہم دردی کو ابھارتی تھی بلکہ خود آزاری کے پھندوں میں اپنے آپ کو باری باری جکڑنے کی جو چاٹ لگی وہ آخری دم تک نہ چھوٹی۔

باپ نے پہلے اسے ایک نجی سکول میں تعلیم دلائی اور پھر پیٹرزبرگ کے ملٹری انجینئرنگ کالج میں داخل کرا دیا۔ سولہ سال کا ہوا تھا کہ ماں تپ دق سے انتقال کر گئی۔ بچوں کو جو صدمہ پہنچا سو پہنچا، باپ کی وارفتہ مزاجی حد سے بڑھ گئی۔ جا کر اپنی جاگیر پر رہنے لگا۔ شراب پانی کی طرح پیتا۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر بیوی سے باتیں کرنے لگتا۔ شاید واہمہ سچ مچ بیوی کو سامنے لا کھڑا کرتا ہو۔

فوجی کالج کا ماحول دستوئیفسکی کو راس نہ آتا تھا اور نہ اس قسم کی تعلیم اس کی طبیعت سے کوئی مناسبت رکھتی تھی۔ خرچ کی تنگی ان بدمزگیوں پر مستزاد تھی۔ باپ کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا۔ باپ کے پاس تھوڑی بہت دولت ضرور تھی مگر ظاہر یہی کرتا کہ دستوئیفسکی کی مدد کرنے سے عاجز ہے۔ شاید بیٹے کو ترسانے میں مزہ آتا ہو۔ ابھی کالج کی تعلیم مکمل نہ ہوئی تھی کہ خبر ملی باپ کو بعض زرعی غلاموں نے، جن کے ساتھ اس کا رویہ جنون کی حد تک ظالمانہ تھا، مار ڈالا۔ یہی وہ دن تھے جب دستوئیفسکی کو پہلی مرتبہ مرگی کا دورہ پڑا۔

اس نے جوں توں کر کے کالج کا امتحان پاس کیا اور پیٹرزبرگ کی انجینئرنگ کور میں سب لیفٹیننٹ کے عہدے پر فائز ہوا۔ خیال آتا ہے کہ باقاعدہ تنخواہ کا حق دار ہو جانے کے بعد اس کی زندگی میں سدھار آیا ہو گا مگر کہاں۔ فضول خرچی، عاقبت نااندیشی اور لوگوں پر بلا جواز بھروسا کرنے یا ترس کھانے میں وہ اپنی مثال آپ تھا۔ روپیہ پیسہ ہاتھ میں آتے ہی اسے وحشت ہونے لگتی تھی۔ رقم کو جلد از جلد ٹھکانے لگانے کا بھوت سر پر سوار ہو جاتا۔ جوے کی لت ایک الگ آفت تھی۔ ہر وقت قرضوں کے بوجھ تلے دبا رہتا۔

اس جیسا آدمی کب تک نوکری کرتا۔ دل میں تو ادیب بننے کی چینک لگی ہوئی تھی۔ آخر فوجی نوکری سے استعفیٰ دیا اور طے کیا کہ دنیائے ادب میں کوئی مقام حاصل کیا جائے۔ انھیں دنوں مشہور فرانسیسی ناول نگار بالزاک روس آیا ہوا تھا۔ بالزاک کی تحریروں پر دستوئیفسکی پہلے ہی فدا تھا۔ سوچا

کہ بالزاک کے ناول "یوژین گراں دے" کا ترجمہ کیا جائے۔ ترجمہ شائع ہوگا تو ادبی حلقوں میں نام ہو جائے گا۔ ترجمے کا معاوضہ بھی ملے گا۔ ایک پنتھ دو کاج۔ ترجمہ اتنے جوش وخروش سے کیا کہ اصل کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ ایڈیٹر نے قطع برید کر کے، درست کر کے چھاپا۔ یہ دستوئیفسکی کو ناگوار گزرا۔ اوپر سے معاوضہ بھی حسب منشا نہ ملا۔

دستوئیفسکی کے ادبی کیریر کا آغاز اچھا ہوا۔ اس کے پہلے ناول "غریب غربا" کی، جو مکاتیب کی شکل میں ہے، بڑی پذیرائی ہوئی۔ نقادوں نے ناول کو سراہا اور لکھنے والے کو گوگول کی ٹکر کا مصنف قرار دیا۔ دستوئیفسکی کو ادبی مجلسوں اور ادب نواز امیروں کی محفلوں میں اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملنے لگا۔ سرشاری کی یہ کیفیت زیادہ دیر باقی نہ رہی۔ "غریب غربا" کے بعد قلم سے جو نکلا اس پر کوئی داد نہ ملی۔ الٹا یہ الزام لگا کہ گوگول کی تحریروں کی نقل اڑائی جا رہی ہے۔ دستوئیفسکی کو اپنی صلاحیت کے بارے میں پریشانی لاحق ہو گئی۔ اس دوران میں وہ بعض نوجوانوں کے ایسے حلقے میں آنے جانے لگا جو روس کے حالات بدلنے، انقلاب برپا کرنے اور زار کا تختہ الٹنے کی باتیں کرتے تھے۔ مگر یہ سارے دعوے زبانی تھے۔ ان منصوبوں پر عمل کرنے کی کسی میں ہمت تھی نہ صلاحیت۔ طرفہ یہ کہ ان کے بعض عزائم سے دستوئیفسکی کو اتفاق بھی نہ تھا۔

بدقسمتی سے اس حلقے اور اس میں ہونے والی بحثوں کی بھنک حکومت کے خفیہ اداروں کے کان میں بھی پڑ گئی۔ انہوں نے اپنے ایک مخبر کو حلقے والوں سے گھلنے ملنے کو کہا اور ضروری معلومات جمع کرنے کے بعد زار کو مطلع کیا کہ اس طرح کی سازش ہو رہی ہے۔ حکم ہوا کہ سب نوجوانوں کو دھر لیا جائے۔ چناں چہ 22 اپریل 1849ء کو دستوئیفسکی سمیت تمام اراکینِ حلقہ کو حراست میں لے لیا گیا۔ ایک پرانے ڈھنڈار قلعے میں قید رکھا گیا۔ پہلے پہل کسی سے ملنے کی تو کجا کسی کو خط لکھنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ اس اذیت سے بہت سے قیدیوں کے اوسان ٹھکانے نہ رہے۔ عدالتی تحقیقات پانچ مہینے جاری رہی۔ پیشیوں پر پیشیاں ہوئیں۔ عدالتی کمیشن کی یہ تو سمجھ میں آ گیا کہ حلقے کے اراکین باتوں کے شیر ہیں، انقلابی کارروائیاں ان کے بس کا کھیل نہیں۔ تاہم دوسروں کو عبرت دلانے کے لیے سزا دینی ضروری سمجھی گئی۔ یہاں زار نے بڑا بیہودہ مذاق کیا۔ 23 دسمبر کو بھیانک سردی میں قیدیوں کو منہ اندھیرے ایک فوجی گراؤنڈ لے جا کر حکم سنایا گیا کہ انھیں گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ لیکن آخری وقت پر بتایا گیا کہ انھیں صرف کئی برس کی قید اور جلاوطنی کی سزا دی گئی ہے۔ اس ہول ناک تجربے سے گزرنے سے ایک قیدی پاگل ہو گیا۔ باقیوں پر بھی برے اثر مرتب ہوئے۔

عین جاڑوں میں انھیں سائبیریا چلتا کیا گیا۔ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑے یہ قیدی دسمبر

اور جنوری کی طوفانی سردی جھیلتے ہوئے، منزل منزل طے کرتے، آخر کار توبولسک کے مقام پر پہنچے جہاں سے انھیں الگ الگ مقررہ جگہوں پر بھیجا جانا تھا۔ اس قید و بند سے سب ساتھی پژمردہ تھے لیکن دستوئیفسکی کا استقلال دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس بدنصیبی سے اس کو ذہنی طور پر ایسا قرار حاصل ہوا جس کا اعتراف کرنا بھی اسے مشکل نظر آتا تھا۔ اس پر یہ عقدہ کھل چکا تھا کہ اس کی بے آس، بے رنگ اور لاحاصل زندگی کو صرف کوئی زبردست سانحہ ہی، فیصلہ کن تبدیلی کے ذریعے سے، بامعنی بنا سکتا تھا۔ یہ جلاوطنی، یہ خواری، یہ اذیت ایک جھنجھوڑ دینے والا تجربہ ثابت ہوئی۔ توبولسک ہی میں اسے بائبل کا ایک نسخہ تحفے میں ملا۔ اگلے چار برسوں میں یہ واحد کتاب تھی جو اس نے بار بار پڑھی۔

دستوئیفسکی کی اصل منزل اومسک کا جیل خانہ تھا۔ وہاں پہنچتے ہی عجب درگت بنی۔ آدھا سر مونڈا گیا اور آدھی مونچھ۔ داڑھی کا صفایا ہو گیا۔ جیل خانہ ایک غلیظ اور دل شکن جگہ تھی جہاں روس کے کونے کونے سے ہر نسل اور مذہب کے قیدی اور ہر طرح کے مجرم جمع تھے۔ سیاسی قیدی بھی تھے، چور اچکے، جعل ساز اور قاتل بھی۔ جو چار سال دستوئیفسکی نے یہاں گزارے ان کے دوران میں اس نے انسانوں کی نفسیات، معتقدات اور توہمات کے بارے میں اتنا کچھ سیکھا جو کسی اور طور بھی ممکن نہ ہوتا۔ خود دستوئیفسکی نے کہا ہے کہ "عقوبت خانے نے مجھ میں بہت سی چیزوں کو فنا کر دیا اور بعض دوسری باتیں پنپ کر پھولیں پھلیں۔" مجرم قیدی اپنی سزا یافتہ حیثیت کو اعزاز سے کم نہ گردانتے تھے۔ دستوئیفسکی نے ان مجرموں سے تعلق بڑھانے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ وہ تعلیم یافتہ اور شریف زادہ ہونے کی بنا پر مجرموں کی نظر میں دشمن طبقے کا فرد تھا۔ دوسرے اس کا جرم ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ جس نے چوری نہ کی ہو، ڈاکا نہ ڈالا ہو، کسی کی جان نہ لی ہو وہ کیا مجرم؟ دستوئیفسکی نے ان کے خیالات، آپس کے دنگا فساد اور مطالبات میں شریک ہونا چاہا لیکن انھوں نے اسے دھتکار دیا۔ ان کی نظر میں وہ گھٹیا قسم کا شریف زادہ تھا اور بس۔

دستوئیفسکی کو یقین تھا کہ اس کے ساتھ ناانصافی نہیں ہوئی۔ قید، جلاوطنی، اذیت سب تقدیری امور تھے۔ اسے زار سے کوئی گلہ تھا نہ زار کے ہاتھوں سے جنھوں نے اس کی زندگی کو تہس نہس کر کے اسے ایک جہنمی خطے میں دھکیل دیا تھا۔ شاید اسی یقین کے سہارے وہ جیل خانے میں چار سال کاٹ گیا۔ البتہ یہ خرابی ضرور ہوئی کہ مرگی کے مرض میں اضافہ ہوتا رہا۔

آخر قید و بند کی مدت ختم ہوئی اور آزادی ملنے پر یا نیم آزاد ہونے پر اسے سائبیریائی پیدل فوج کی ساتویں بٹالین میں عام سپاہی کی حیثیت سے سیمی پالاٹنسک نامی قصبے میں بھیج دیا گیا جو منگولیا کے قریب واقع تھا۔ وہاں دل بہلانے کا کیا سامان ہو سکتا تھا۔ مگر دستوئیفسکی کی تقدیر نے پلٹا کھایا۔ ایک تو پیٹرزبرگ سے خوش پوش اور خوش ذوق بیرن درینگل پبلک پروزی کیوٹر بن کر سیمی پالاٹنسک آ

پہنچا اور اس سے یارانہ اتنا بڑھا کہ دستوئیفسکی کو قصبے کے تمام بڑے گھرانوں میں آنے جانے کا موقع مل گیا۔ دوسرے فرانسیسی نژاد ماریا دمیتریونا سے شناسائی ہو گئی جو عیسایف نامی ایک سکول ماسٹر کی بیوی تھی۔ عیسایف بلانوش آدمی تھا اور اسی بلانوشی کے ہاتھوں اپنی صحت کا ستیاناس کر چکا تھا۔ دستوئیفسکی ماریا پر مرمٹا اور اس کے گھر کے چکر کاٹنے لگا۔ چھوٹے سے قصبے میں یہ بات کب تک چھپی رہتی۔ ان ملاقاتوں میں کوئی کھوٹ شامل نہ تھی مگر عیسایف کو التفات کی یہ نظر کھٹکی۔ اس کے دوستوں نے کہہ سن کر کہیں سو میل دور کسی جگہ اس کا تبادلہ کرا دیا۔ دستوئیفسکی دل پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اوپر سے ستم یہ کہ نئی جگہ، ایک نوجوان سکول ماسٹر کی صورت میں، نیا رقیب سامنے آیا۔ عیسایف تو کچھ عرصے بعد چل بسا مگر ماریا کو یہ فیصلہ کرنے میں کچھ تذبذب ہوا کہ اگلا رفیق حیات کسے چنے۔ آخر اس نے دستوئیفسکی کو پسند کیا۔ شادی ہوئی لیکن آغاز خاصا بھیانک تھا۔ سیمی پالاٹنسک لوٹتے ہوئے راہ میں دستوئیفسکی کو مرگی کا شدید دورہ پڑا۔ مرتے مرتے بچا۔ ماریا ششدر رہ گئی۔ ایک بگڑے ہوئے شوہر سے نجات ملی تو روگی کے پلے بندھ گئی۔ کیا کرتی۔ نباہ تو کسی نہ کسی طور کرنا تھا۔ تاہم تعلق میں جو دراڑ آ گئی وہ کبھی پُر نہ ہو سکی۔

تھوڑی سی فراغت نصیب ہوئی تو پھر لکھنے لکھانے کا شوق چرایا۔ چھوٹے بڑے منصوبے ذہن میں گردش کرنے لگے۔ ادھر پہنچ والے لوگوں کو بیچ میں ڈال کر اسے معافی مل گئی اور وہ سیکنڈ لیفٹیننٹ بنا دیا گیا۔ جلد ہی اس نے خرابیٔ صحت کی بنا پر استعفیٰ پیش کر دیا۔ استعفیٰ منظور ہوا اور روس لوٹنے کی اجازت بھی ملی مگر اس قدغن کے ساتھ کہ پیٹرزبرگ یا ماسکو میں نہ رہے۔ تویر نامی ایک چھوٹے سے شہر میں رہنے کا حکم ہوا۔ یوں دس برس کی جلاوطنی اختتام کو پہنچی۔ تویر میں اس کا جی کیا لگتا۔ برابر جتن کرتا رہا کہ کسی طرح پیٹرزبرگ میں بسنے کی اجازت مل جائے۔ آخر زار نے یہ اجازت بھی دے دی مگر درپردہ یہ ہدایت بھی جاری کی کہ خفیہ پولیس دستوئیفسکی کی سرگرمیوں پر نظر رکھے۔

پیٹرزبرگ لوٹ کر اس نے بھائی کے ساتھ مل کر "زمانہ" نام کا رسالہ نکالا اور "ذلتوں کے مارے لوگ" اور "مردہ گھر" نامی ناول شائع کیے۔ "ذلتوں کے مارے لوگ" میں تو نقادوں کو کوئی خوبی نظر نہ آئی لیکن "مردہ گھر" کی ہیبت ناک فضا نے سب کو ہلا کر رکھ دیا اور چاروناچار یہ تسلیم کرنا پڑا کہ دستوئیفسکی نے آخرش ایک شاہ کار لکھ ڈالا ہے۔

کام کی زیادتی نے دستوئیفسکی کو تھکا دیا۔ ڈاکٹروں کا مشورہ تھا کہ کہیں دور جا کر آرام کیا جائے۔ چناں چہ 1862ء میں وہ پہلی مرتبہ روس سے باہر نکلا۔ سیر و سیاحت مہنگا شوق تھا۔ اس لیے اکیلا ہی گیا۔ فرانس، انگلستان، سوئٹزرلینڈ اور اطالیہ کی سیاحت کی۔ دل کہیں بھی نہ لگا۔ مناظر فطرت

یا فن پاروں سے اسے کوئی غرض نہ تھی۔ بس آدمیوں کو دیکھتا پھرتا تھا۔ یورپ اسے زوال آمادہ معلوم ہوا۔ اس کے خیال میں ترقی نے یورپ کو برباد کر دیا تھا۔ روپے پیسے اور سائنسی ترقی کی دوڑ میں الجھا یورپ نجات سے کوسوں دور نظر آیا۔ دستوئیفسکی کے دل میں یہ یقین سا گیا کہ روس اور صرف روس یورپ کو اس زوال سے چھٹکارا دلا سکتا ہے۔

رسالہ ابھی پر پرُزے نکال رہا تھا کہ آفت آ پڑی۔ پولینڈ میں، جس پر ان دنوں روس قابض تھا، بغاوت ہو گئی جسے روسیوں نے سختی سے کچل ڈالا۔ اس دوران میں "زمانہ" میں ایک مضمون ایسا چھپا جس کا مطلب غلط سمجھا گیا اور حکومت نے چڑ کر رسالے کی اشاعت پر پابندی عائد کر دی۔ اس صدمے کی تاب نہ لا کر دستوئیفسکی نے طے کیا کہ کچھ عرصہ روس سے باہر گزارنا چاہیے۔ اس دفعہ وہ اکیلا نہ تھا۔ طرار فرار نوجوان پولینا سسلووا اس کے ساتھ تھی۔ دستوئیفسکی اس پر فریفتہ ہو چکا تھا۔

یورپ کی خاک چھان کر واپس آیا تو ایک نئے رسالے "دور" کو شائع کرنے کی اجازت مل گئی۔ تمام انتظام بھائی کے ہاتھ میں تھا۔ "زیر زمین آدمی کی یادداشتیں" اسی میں شائع ہوئیں۔ قسمت نے اس مرتبہ بھی ساتھ نہ دیا۔ پہلے ماریا، جو تپ دق میں مبتلا تھی، فوت ہوئی۔ تین مہینے بعد بھائی کا بھی انتقال ہو گیا۔ نتیجہ یہ کہ رسالہ بند۔ بھائی ادھار پر ادھار لے کر رسالہ نکالتا رہا تھا۔ ہر طرف سے قرض خواہ دستوئیفسکی پر ٹوٹ پڑے۔ بچاؤ کی یہی صورت نظر آئی کہ یورپ کی راہ لی جائے۔ اس دفعہ بھی پولینا ساتھ تھی۔

قارئین کو تجسس ہو گا کہ پولینا کون تھی اور کہاں سے آ ٹپکی۔ دراصل ماریا سے دستوئیفسکی کی کبھی نہ نبھی۔ ازدواج بہرحال ایک بندھن تھا۔ نہ ماریا دستوئیفسکی سے بے تعلق ہو سکتی تھی نہ دستوئیفسکی ماریا سے۔ لیکن ایک دوسرے کی طرف سے دل بھر چکے تھے۔ نتیجہ یہ کہ دستوئیفسکی کو کسی نئی ساتھن کی تلاش رہی۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی عیاش طبع یا عورت باز آدمی تھا۔ کسی عورت کو دن رات اپنے ساتھ رکھنا اس کی تخلیقی ضرورت تھی۔ نسوانی نفسیات میں شاید اسے اپنی آزار پسند اور دردمند روح کا عکس نظر آتا ہو۔ کسی نفسیاتی نیڑھ کی وجہ سے اسے اپنے سے کم عمر کی عورتیں ہی بھاتی تھیں۔ اس نے کئی عورتوں کی قربت حاصل کرنی چاہی: مادام شوبیر، ایک شادی شدہ، چلبلی اداکارہ، جس سے تعلق رہی سا رہا؛ نوجوان پولینا، تلون مزاج، شوخ، نخریلی، خرچیلی، جس کے تعاقب میں اور ہمراہی میں دستوئیفسکی، جوے خانوں میں رقموں پر رقمیں ہارتا، یورپ میں مارا مارا پھرا۔ پولینا نے اسے کبھی پوری طرح قبول نہ کیا بلکہ اس سے کھن بلکہ یوں کہیے اس پر ترس کھاتی رہی؛ آنا کرووکوفسکایا جو خانہ داری کا بوجھ اٹھانے کو تیار نہ تھی؛ جہاں گشت، تعلیم یافتہ مگر آفت رسیدہ

مارفا براؤن۔ یہ ممکن تھا کہ ماریا کے بعد مارفا سے بیاہ ہو جاتا لیکن وہ قانونی کاغذات کی رو سے شادی شدہ تھی اور شوہر برسوں سے مفقود الخبر تھا۔

یورپ کا چکر لگا کر روس لوٹا تو بڑی نیڑھی آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک ناشر سے مقررہ وقت کے اندر ناول لکھ کر دینے کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ شرطیں ایسی کڑی تھیں کہ معاہدے کی خلاف ورزی کی صورت میں تمام تصانیف کا حق اشاعت، بلا معاوضہ، خود بخود ناشر کو منتقل ہو جاتا۔ وقت نکلا جا رہا تھا اور دستوئیفسکی میں کاغذ قلم کو ہاتھ لگانے کا حوصلہ باقی نہ تھا۔ ایک دوست نے مشورہ دیا کہ بول کر لکھوانے کا رواج بڑھ گیا ہے اور اس کام کے لیے تربیت یافتہ لڑکیاں موجود ہیں۔ ناول بول کر کیوں نہ لکھوا دیا جائے۔ دستوئیفسکی کو مشورہ پسند آیا۔ اسی بہانے بیس سالہ آنا اسنیتکنا سے آمنا سامنا ہوا۔ اس سادہ رو مگر تیز دار نوجوان عورت نے دستوئیفسکی کا دل موہ لیا۔ ایک طرف پینتالیس سال کا نامور مگر بیمار اور مقروض مصنف، دوسری طرف بیس سال کی ناتجربہ کار نوجوان عورت۔ شادی پر لوگوں کو تعجب اور قریبی رشتے داروں کو رنج ہوا کہ یہ کباب میں ہڈی کہاں سے آ گئی۔

بہرکیف "جواری" اور دستوئیفسکی کا پہلا معرکہ آرا ناول "جرم و سزا" بول کر لکھوائے گئے، چھپے اور کامیاب رہے۔ مگر گھریلو حالات کچھ ایسے ابتر تھے کہ سنبھلنے کا نام نہ لیتے تھے۔ قرض خواہوں کے تقاضوں اور دست نگر اقارب کی جھک جھک سے تنگ آ کر دستوئیفسکی نے سوچا کہ کچھ مدت کے لیے روس سے کنارہ کرنا بہتر رہے گا۔ اپنے ناشر سے ہزاروں روبل پیشگی رائلٹی لی، گھر کا قیمتی فرنیچر، پیانو، چاندی کے ظروف اور زیور بیچا اور آنا کو ساتھ لے کر یورپ کی سیر کو نکل گیا۔

سیاحت تو خیر یہ کیا تھی، ایک طویل، صبر آزما، افلاس زدہ جلاوطنی کہیے جو چار برس جاری رہی۔ جوے خانے مقناطیسوں کی طرح دستوئیفسکی کو اپنی طرف کھینچتے تھے جن میں وہ، اپنی تقدیر کو بدلنے کا عزم لے کر، قدم رکھتا اور ہر بار کنگال ہو کر باہر نکلتا اور آنا کے پاس آ کر آٹھ آٹھ آنسو روتا۔ آنا سمجھتی تھی کہ شوہر کے مزاج کو بدلنا اس کے اختیار میں نہیں۔ وہ خود ہی جوے سے تائب ہو جائے تو اور بات ہے۔ بیچاری کی شکیبائی کا صلہ آخر مل ہی گیا۔ ایک دن دستوئیفسکی کا دل قمار بازی سے ایسا ہٹا اور اس نے ایسی نصوحی توبہ کی کہ پھر کبھی بھول کر بھی کسی جوے خانے کا رخ نہ کیا۔ ایک بڑا عذاب سر سے ٹل گیا۔ دن گزرتے گئے۔ ایک بچی پیدا ہوئی جس سے دستوئیفسکی کو بڑا پیار تھا۔ دو ماہ کی ہو کر بچی فوت ہو گئی۔ دستوئیفسکی کے غم کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ایک بچی اور پیدا ہوئی۔ اس دوران میں "ایڈیٹ" اور "بدروحیں" جیسے بڑے ناول لکھے گئے۔

جب وہ پیٹرزبرگ واپس آیا اور ایک رسالے میں "بدروحیں" کی قسط وار اشاعت شروع ہوئی تو ملک میں شور پڑ گیا۔ چوں کہ اس میں انقلاب پسندوں کی خبر لی گئی تھی اس لیے رجعت پسند

ملقوں میں بہت سراہا گیا۔ پرنس مشیرسکی نے اپنے شاہ پرست رسالے "شہری" کا مدیر مقرر کیا۔ اس رسالے میں دستوئیفسکی کے قلم سے "ادیب کا روزنامچہ" چھپنا شروع ہوا۔ بعد میں رسالے کی ادارت چھوڑ کر "ادیب کا روزنامچہ" ماہانہ رسالے کی صورت میں نکالا۔ رسالہ پابندی سے نہ نکل سکا۔ تاہم روسی میں یہ واحد رسالہ تھا جس میں ایک ہی ادیب کے تبصرے، مشاہدے، مضامین اور افسانے شائع ہوتے تھے۔ رائل اکادمی آف سائنسز نے اسے روسی زبان و ادب کا رکن چنا۔ تصانیف کی آمدنی، شاہی حلقے کی سرپرستی اور آننا کے سگھڑپن کی وجہ سے کہ وہ بیک وقت اس کی بیوی، سیکریٹری، کاروباری معاملات کی نگراں اور ناشر تھی، معاشی الجھنوں سے نجات ملی۔ بیوی اور رشتے داروں کے درمیان جائداد کی وجہ سے چخ چخ جاری رہی جس سے دستوئیفسکی نے کم ہی سروکار رکھا۔ رشتے داروں کا ناطقہ بند کرنے کے لیے بیوی کافی تھی۔ آخر میں اس نے "کرامازوف برادران" مکمل کیا جسے بہت سراہا گیا۔ خود دستوئیفسکی اس کو اپنا سب سے وقیع کارنامہ سمجھتا تھا۔ اس نے آننا کے نام ایک خط میں لکھا: "اس سے میرا نام رہ جائے تو رہ جائے ورنہ کوئی امید نہیں۔" غضب کی داد اس تقریر کو بھی ملی جو اس نے پوشکن کے مجسمے کی نقاب کشائی کے موقع پر کی۔ 1881ء میں، ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ کر، صحت بالکل جواب دے گئی اور پھیپھڑوں سے جریانِ خون جان لیوا ثابت ہوا۔ جنازے میں کم و بیش تیس ہزار لوگوں نے شرکت کی۔

محمد سلیم الرحمٰن

(اس خاکے کو لکھتے ہوئے ان دو کتابوں سے مدد لی گئی: Firebrand by Henry Troyat اور "دستوئیفسکی" از ظ۔ انصاری)

چند تصریحات

ہمارے ہاں جب دوسری زبانوں کی ادبی تخلیقات کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کا کام شروع کیا جاتا ہے، تو مختلف لوگ مختلف طریقے استعمال کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے بدیسی ادب کو اردو میں منتقل کیا ہے، ان میں جناب عنایت اللہ (دہلوی) کا نام بہت نمایاں ہے۔ ان کی زبان میں جو خوب صورتی اور دلکشی پائی جاتی ہے، بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے مگر اس کا کیا کیا جائے کہ ان کا طریق کار بالکل انوکھا تھا۔ جب انہوں نے رڈیارڈ کپلنگ کی مشہور زمانہ کتاب Jungle Book کے بعض حصوں کو اردو کا قالب پہنانے کا ارادہ کیا تو ان کے اپنے بقول انہوں نے اصل کتاب کا گیارہ مرتبہ بالاستیعاب مطالعہ کیا، پھر کتاب اٹھا کر ایک طرف رکھ دی اور جو کچھ ذہن میں رہ گیا تھا اسے اپنے الفاظ میں بیان کر دیا۔ بیچ میں لطیفہ یہ ہوا کہ انہیں کتاب لکھنا تو بچوں کے لیے تھا مگر جب مسودے پر نظر ثانی کی تو معلوم ہوا کہ زبان کا معیار بچوں کے فہم و ادراک سے کہیں اونچا ہے۔ انہیں اس کا حل ایک ہی سوجھا: بچوں سے معذرت کر لی کہ آپ لوگوں کے ساتھ کچھ زیادتی ہو گئی ہے۔

بعض لوگ جب مغربی تخلیقات، بالخصوص فکشن کو اردو کا جامہ پہنانے کا قصد کرتے ہیں، تو ان کی مسلمانی اس حد تک ان پر غالب آ جاتی ہے کہ وہ کرداروں اور دوسری متعلقہ چیزوں کو مشرف بہ اسلام کر دیتے ہیں۔ بھارت کی ایک خاتون نے کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی زبان میں ایملی برونٹی کے ناول Wuthering Heights کے ترجمے میں یہی کام کیا ہے۔ انہوں نے کرداروں ہی کو مسلمان نہیں بنایا بلکہ پورے خاندان کو مسجد جاتے ہوئے بھی دکھا دیا ہے حالانکہ گرجے کے برعکس مسجد میں پورا خاندان کبھی نہیں جاتا۔ تقسیم ہند سے قبل رائڈر ہیگرڈ کے مہم جویانہ ناولوں She اور The Return of She کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا تھا۔ اس کا انکشاف کتابوں کے عنوانات

"عذرا" اور "عذرا کی واپسی" سے ہو جاتا ہے۔

راقم الحروف نے جب "جنگ اور امن" کا ترجمہ کیا تو میرے مشفق و مہربان پروفیسر اسلم قریشی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ ترجمہ کرنے والا کتاب کا پیرا پڑھتا ہے اور پھر اسے اپنے الفاظ میں اردو میں منتقل کر دیتا ہے۔ میرے لیے یہ بھی انکشاف تھا۔ اگر ایسی بات ہے، پھر ترجمہ بڑا آسان کام ہے۔

ترجمہ کرنے والوں کا ایک اور طبقہ ہے (اور میرا خیال ہے کہ غالب اکثریت کا تعلق اسی طبقے سے ہے) جو اصل مصنف کی کتاب کا ہر جملہ پڑھتا ہے، اس پر غور کرتا ہے اور پھر اسے اپنی زبان میں منتقل کرتا ہے۔ اگر جان کی اماں پاؤں تو میں یہ عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ اصل ترجمہ یہی ہوتا ہے۔ (ہمارے اساتذہ نے تو ہمیں یہی سکھایا تھا۔) لیکن اس قسم کا ترجمہ خواہ یہ نثری فن پارے کا ہو یا نظم کا، خاصا ٹیڑھا کام ہے۔ صحیح ترجمہ کر کے جہاں ایک طرف ذہنی تسکین حاصل ہوتی ہے، وہاں دوسری طرف جب اصل زبان کے الفاظ، محاورات، تراکیب یا عبارات کے تہ در تہ معانی کو اپنی زبان میں ادا کرنے میں دقت پیش آتی ہے تو آدمی کو جھنجلاہٹ بھی شدید ہوتی ہے۔ کسی بھی زبان کے الفاظ ہوں یا محاورے، تراکیب ہوں یا استعارے، وہ خاص ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں اور کسی ادب پارے سے صحیح معنوں میں لطف صرف اسی زبان میں اٹھایا جا سکتا ہے جس میں وہ اصلاً تحریر کیا گیا ہو۔ ہر لفظ کے پیچھے پوری تاریخ ہوتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ بے شمار تلازمات وابستہ ہو جاتے ہیں جنہیں کسی صورت میں بھی دوسری زبان میں منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جس زبان میں ترجمہ کیا جاتا ہے، اس کے الفاظ، تراکیب اور محاورات کے اپنے تلازمات ہوتے ہیں اور یوں بالکل صحیح ترجمے کے باوجود ترجمہ شدہ عبارت میں اصل فن پارے کے مفہوم کے مسخ (distort) ہو جانے کا احتمال باقی رہتا ہے۔ یہ صورت حال برصغیر کی مختلف زبانوں کے آپس میں یا عربی/فارسی کے اردو وغیرہ میں ترجمے میں شاذ و نادر ہی پیش آتی ہے۔ اردو اور ہندی کو لیں، ساخت اور گرامر کے اعتبار سے دونوں زبانیں بالکل ایک ہیں، بڑا فرق رسم الخط اور فرہنگ کا ہے۔ ذخیرۂ الفاظ کے لیے اردو والے زیادہ تر عربی/فارسی کی طرف اور ہندی والے سنسکرت کی طرف رجوع کرتے ہیں، پھر بھی عام بول چال میں آدمی خواہ ہندی بولنے کا دعوے دار ہو یا اردو کا، دونوں ایک دوسرے کی بات سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتے۔ آل انڈیا ریڈیو یا دوردرشن کے خبروں کے بلیٹنوں کو چھوڑیں کہ ان کی زبان بہت کم لوگوں کے پلے پڑتی ہے، ہندی کی عام ادبی تخلیقات میں جو زبان استعمال کی جاتی ہے، وہ تھوڑے سے تصرف سے بالکل اردو بن جاتی ہے۔ عربی اور فارسی سے اردو میں ترجمہ کرتے وقت بھی زیادہ مشکل پیش نہیں آتی:

ایک تو اردو کے الفاظ کی خاصی بڑی تعداد انہی زبانوں سے آئی ہے، پھر ایرانیوں اور عربوں کا مذہب، کلچر اور طرزِ معاشرت بھی تقریباً وہی ہے جو عام پاکستانیوں کا ہے۔

مگر معاملہ جب مغربی زبانوں کا آتا ہے تو صورت حال یکسر تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہاں زبانوں کا رسم الخط، ساخت اور گرامر ہی مختلف نہیں، معاشرتی، مذہبی، ثقافتی اور تہذیبی امور میں بھی بعد المشرقین ہے اور یوں پاکستانیوں اور اہلِ مغرب کو صحیح معنوں میں ایک دوسرے کی بات سمجھنے میں بعض اوقات خاصی دشواری پیش آتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پاکستان جیسے ممالک کے سفارت کار جو بنے تو بہت ہیں لیکن حقیقتاً زبان کی وجہ سے متعدد مرتبہ ایسی مار کھاتے ہیں کہ ایسے سمجھوتوں پر بھی دستخط کر دیتے ہیں جو ملک کے مفادات کے قطعاً خلاف ہوتے ہیں۔

انگریزی زبان کا سادہ سا لفظ "پچر" (pitcher) لیں۔ معلوم نہیں ڈاکٹر ایف۔ ڈبلیو۔ فیلن نے کس ترنگ میں اس کا ترجمہ "گھڑا، مٹکا، گگری، تھلیا، کلسا" فرما دیا۔ غالباً ان کے کسی "منشی" نے ہی سمجھایا ہوگا۔ [اردو سائنس بورڈ لاہور نے، جس نے اس کا "نظر ثانی" شدہ ایڈیشن شائع کیا ہے، اس میں "صراحی، جھجری" کا اضافہ کر دیا ہے۔] چنانچہ ہمارے سکولوں میں آج بھی "pitcher" کے معنی گھڑا ہی بتائے جا رہے ہیں۔ گھڑا، مٹکا، تھلیا یا سبوچہ پانی رکھنے کا مٹی کا برتن ہوتا ہے، اس کا نچلا حصہ نیم مدور، دہانہ چھوٹا اور گردن تنگ ہوتی ہے۔ گگری، گگرا، کلسا وغیرہ کی گردن بھی تنگ ہی ہوتی ہے مگر اس کا نچلا حصہ قدرے چپٹا ہوتا ہے اور یہ مٹی کا نہیں دھات (لوہا، پیتل، تانبا وغیرہ) کا بنا ہوتا ہے۔ صراحی کا دہانہ بھی تنگ مگر گردن لمبی ہوتی ہے۔ (اسی لیے لمبی گردن کو صراحی دار گردن کہا جاتا ہے اور خوب صورتی کی علامت تصور کیا جاتا ہے۔ "پچر" میں یہ بات کہاں، اس کی گردن اول تو ہوتی ہی نہیں اور اگر ہوتی ہے تو برائے نام۔) جھجر صراحی ہی کی بہن ہے اور جھجری اس کی تصغیر ہے۔ "پچر" اگرچہ مٹی ہی کا بنا ہوتا تھا مگر اس کا دہانہ فراخ ہوتا تھا، پھر اس کا ایک لب (lip) اور ایک یا دو ہینڈل (دستہ، موٹھ) ہوتے تھے۔ یہ عام طور پر پانی یا دیگر مائع اشیا کو انڈیلنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ اس کی شکل موجودہ جگ سے ملتی جلتی تھی۔ جب برطانیہ میں مٹی کے برتنوں کا چلن ختم ہو گیا تو لفظ "pitcher" بھی متروک ہو گیا۔ امریکی انگریزی میں یہ البتہ آج بھی استعمال ہوتا ہے مگر "جگ" کے معانی میں۔ لاہور کے امریکی ریستورانوں کے بیرے بھی جگ کو "پچر" ہی کہتے ہیں۔

انگریزی میں "پچر" کے کیا تلازمات ہیں، مجھے معلوم نہیں۔ بہرحال اتنا ضرور طے ہے کہ یہ لفظ کوئی رومانی یادیں نہیں ابھارتا۔ اس کے برعکس گھڑا اپنی کرخت صوت کے باوجود ہمارے ذہنوں میں بے شمار تلازمات تازہ کر دیتا ہے۔ گرمیوں میں کورا گھڑا پانی کا ذخیرہ ہی محفوظ نہیں رکھتا، اسے

ٹھنڈا بھی کرتا ہے اور اس میں سوندھی سوندھی خوشبو بھی پیدا کرتا ہے۔ پھر اس لفظ سے وہ میاریں یاد آ جاتی ہیں جو سروں یا کولھوں پر گھڑے رکھ کر کنوئیں یا پنگھٹ سے پانی بھرنے نکلا کرتی تھیں۔ وہاں وہ گپیں ہانکتی، ٹھٹھولیں اور چہلیں کرتی اور تپتی دوپہروں میں مسافروں کو پانی پلاتی تھیں۔ ان میں سے کسی کا کسی اجنبی سے معاشقہ ہو جاتا اور نئی کہانی کو جنم دے دیتا تھا۔ پھر وہ گھڑا ہی تو تھا جس کی مدد سے سوہنی مہینوال سے ملنے دریا پار جایا کرتی تھی اور جب ایک رات آگ میں تپا ہوا گھڑا میسر نہ آیا تو وہ کچے گھڑے پر ہی چل دی اور ثابت کر گئی کہ اگر عشق سچا ہو، پھر محبت کرنے والے جان کی بازی لگانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ انگریزی یا کسی بھی دوسری زبان میں ان تلازمات کو کیسے منتقل کیا جا سکتا ہے؟

چنانچہ ترجمے کے متعلق عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اگر ترجمہ اصل زبان کے عین مطابق ہو تو اس اصل زبان کی نفاست اور شستگی برقرار نہیں رکھی جا سکتی اور اگر شستگی اور نفاست پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ اصل سے ہٹ جاتا ہے بلکہ خاصا ہٹ جاتا ہے۔ اسی لیے جارج سٹائنر (Steiner) نے کہا ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان سے کامل انتقال (transfer) کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ آدمی لاکھ کوشش کرے، وہ اصل زبان کے الفاظ، محاورات اور تراکیب کے تمام مفاہیم اور تلازمات دوسری زبان کی گرفت میں نہیں لا سکتا۔ دستوئیفسکی کا معاملہ تو بالکل ہی نرالا ہے۔ نقادوں کے بقول گرامر، نحو (syntax) اور رموز اوقاف کا وہ کون سا اصول ہے جس کی اس نے خلاف ورزی نہیں کی۔ پھر وہ ایسے ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو پڑھے لکھے لوگوں نے بھی کبھی سنے نہیں ہوتے بلکہ وہ خود اپنے الفاظ بھی گھڑنے سے گریز نہیں کرتا۔ ایسا ہی ایک لفظ stushevatsya ہے۔ اس کا مطلب "زندگی سے چپ چاپ خارج ہونا" ہے یعنی آدمی مرے تو شریفوں کی طرح مرے، کسی کو تنگ نہ کرے۔ تاہم مجھ جیسے لوگوں کو، جنہیں روسی واجبی سے بھی کم آتی ہے یا بالکل نہیں آتی، چونکہ انگریز اور امریکی مترجمین کی مدد حاصل ہے، اس لیے انہیں اس معاملے میں زیادہ دقت پیش نہیں آتی۔ تاہم بعض مشکلات ایسی ہیں جنہیں سر کرنا ہمارے لیے تو کارے دارد ہے ہی، انگریز اور امریکی مترجمین کے لیے بھی ہے۔

دستوئیفسکی خود مذہبی آدمی تھا یا نہیں، یہ ذرا قابل بحث مسئلہ ہے مگر اتنا ضرور طے ہے کہ اس کا یہ ناول روسی آرتھوڈوکس مذہب کی روایات اور علامات میں پوری طرح ڈوبا ہوا ہے۔ ہم نے تو خیر بائبل کیا پڑھنا ہے، خود مغرب میں بھی اس کا رواج آہستہ آہستہ اٹھتا جا رہا ہے، چنانچہ ناول کے روسی متن میں جو بار بار انجیلی اور دینیاتی موضوعات کی گونج سنائی دیتی ہے، نہ صرف اسے بلکہ ان گفتگوؤں کی خصوصیات کو بھی، جو بائبل کا کثرت سے مطالعہ کرنے اور راہبوں کی صحبتوں میں بیٹھنے

مسلسل ان کی باتیں سننے سے مختلف کرداروں کی باتوں میں در آتی ہیں، اردو ہی نہیں، انگریزی اور میں بھی انہیں منتقل کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ جب میتیا باپ کے قتل کے الزام میں زیر حراست آ جاتا ہے اور سرکاری وکیل اور تحقیقاتی مجسٹریٹ اسے تفتیش کی بھٹی میں سے گزارتے ہیں، تو اسے جس ذہنی اذیت میں سے گزرنا پڑتا ہے، اس کے لیے دستوئیفسکی نے جو ترکیب استعمال کی ہے، بیشتر انگریز اور امریکی مترجمین نے اس کا ترجمہ "A soul's Journey through torments" کیا ہے (میں نے اسے "عقوبتوں میں روح کا سفر" لکھا ہے)۔ تاہم انگریزی اور اردو دونوں تراجم ہی ناقص ہیں اور مصنف کا مفہوم ادا کرنے سے قاصر۔ دستوئیفسکی نے جو ترکیب استعمال کی ہے، اس سے روسی آرتھوڈوکسی کا ایک خاص مفہوم نکلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس جہانِ فانی سے کوچ کرتا ہے تو اس کی روح اپنی منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے چالیس دن حالت انتظار میں رہتی ہے اور یہ وہ چیز ہے جسے نہ انگریزی میں منتقل کیا جا سکتا ہے اور نہ اردو میں۔ بعد ازاں یہی ترکیب وکیل صفائی اپنی تقریر میں بھی استعمال کرتا ہے۔ مسز گارنیٹ نے، جس کے زمانے میں بائبل ابھی لوگوں کی زندگیوں پر پوری طرح حاوی تھی، اپنے ترجمے میں اسے روح کا "مقام کفارہ" (Purgatory of Soul) لکھا ہے۔ یہ اصطلاح رومن کیتھولک مسلک میں استعمال ہوتی ہے اور اس سے مراد وہ مقام ہے جہاں معمولی گنہگاروں کی روحوں کو جنت میں داخلہ ملنے سے پہلے ایذائیں بھگتنا پڑتی ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ روسی آرتھوڈوکسی میں "مقام کفارہ" نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ چنانچہ یہاں اگر "مقام کفارہ" لکھ دیا جائے (یہاں "اعراف" لکھنا بھی صحیح نہیں ہوگا کیونکہ یہ خالص قرآنی اصطلاح ہے اور اس کا مفہوم بہشت اور دوزخ کا درمیانی طبقہ، بھی مختلف ہے۔ برزخ کا استعمال بھی غلط ہوگا کیونکہ یہ وہ عالم ہے جس میں روحیں موت سے قیامت تک رہیں گی۔) تو یہ نہ صرف غلط بیانی ہوگی بلکہ رومن کیتھولک مسلک اور روسی آرتھوڈوکس مسلک میں جو فرق ہے، وہ بھی مٹ جائے گا حالانکہ ناول کا ایک موضوع اس فرق کو اجاگر کرنا اور روسی مسلک کو بہتر ثابت کرنا ہے۔ (حصہ سوم کا حاشیہ نمبر 78 بھی دیکھیں)

مگر اصل مشکل ان الفاظ کو اردو یا انگریزی کا جامہ پہنانے میں پیش آتی ہے جو مذہبی اور قانونی دونوں مفاہیم میں استعمال ہوئے ہیں۔ یہ الفاظ جرم، محاکمہ اور اعتراف ہیں۔ اعتراف گناہ کا بھی ہو سکتا ہے، ان معنوں میں یہ ساکرامنٹ ہے۔ یہ جرم کا بھی ہو سکتا ہے، یہ اس کا قانونی مفہوم ہے اور اعتراف کوتاہی، قصور، حماقت وغیرہ کا بھی ہو سکتا ہے، ان معنوں میں یہ عموماً عام بول چال میں استعمال ہوتا ہے اور سماجی رویے کا مظہر بن جاتا ہے۔ میتیا جب "قلبِ پُرجوش" کے اعترافات کرتا ہے، وہاں یہ لفظ کلیسائی (ecclesiastic) مضمرات لیے ہوئے ہے لیکن ایوان کے

ہاں یہ دنیوی (secular) اصطلاح بن جاتا ہے۔ محاکمہ داد رسی کے لیے عدالت میں جانے کا عمل ہے، ان معنوں میں یہ قانونی اصطلاح ہے مگر دوسری طرف ہم روزمرہ کی زندگی میں ایک دوسرے کا محاکمہ کرتے رہتے ہیں، یہ اس کا اخلاقی مفہوم ہے اور ستارتس زوسیما اس لفظ کو اسی مفہوم میں استعمال کرتا ہے۔

مگر ان میں اہم ترین لفظ "جرم" (روسی vinovat) ہے۔ قانونی اعتبار سے جرم، فیصلہ اور سزا جیسے الفاظ کے مفہوم میں کوئی خاص الجھاؤ نہیں پایا جاتا۔ مگر معاملہ جب اخلاقی حدود میں داخل ہوتا ہے، تو روسی لفظ کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ روزمرہ کی گفتگو میں اسے "excuse me" یا "pardon me" کے معنوں میں عام استعمال کیا جاتا ہے۔ [excuse اور pardon کے لیے روسی کی طرح ہمارے ہاں بھی ایک ہی لفظ ہے۔ pardon وہ معافی ہے (ویسے آپ چاہیں تو اسے معذرت بھی کہہ سکتے ہیں) جو قصور، خطا وغیرہ پر مانگی جاتی ہے لیکن excuse کسی شخص سے اختلاف کرنے یا اس سے کسی کام کرنے کی اجازت چاہنے کا شائستہ انداز ہے۔] دستوئیفسکی نے اپنے ناول میں vinovat کو pardon کے معنوں میں استعمال کرنے سے احتراز کیا ہے، وہ اسے صرف excuse کے معنوں میں استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح کا ایک اور لفظ unmilenie ہے۔ اس کے اصل معنی "شدید تپش" (fervour) ہیں مگر fervour کی طرح اس کا مطلب "جوش" بھی ہے مگر روسی لفظ کا ایزادی مفہوم "دل کا پسیجنا یا نرم ہونا" بھی ہے، یوں یہ "نرم خوئی اور شفقت" کا مظہر بن جاتا ہے اور مذہبی معنویت اختیار کر لیتا ہے۔

klikusha اور yurodivy بھی دو ایسے لفظ ہیں جن کے ساتھ مذہبی معنویت وابستہ ہے۔ klikusha ("چیخ مارنی") (جمع klikushi) ایک قسم کی "آسیب زدہ" (possessed) عورت ہوتی تھی۔ وہ عام طور پر زور زور سے چیخیں مارتی تھی۔ (اس کا تفصیلی ذکر "دین دار کسان عورتیں" کے باب میں کیا گیا ہے۔) klikusha فعل klikat سے بنا ہے۔ klikat کے معنی اصلاً "پکارنا" ہے اور اسی سے "چیخ مارنا" کا مفہوم برآمد ہوتا ہے۔ فیودور پاولووچ جب اپنی دوسری بیوی کا مذاق اڑانا چاہتا ہے، تو وہ اس کے لیے یہی لفظ استعمال کرتا ہے تاہم روسی زبان میں یہ لفظ اتنا برا نہیں جتنا کہ ترجمے میں معلوم ہوتا ہے۔

yurodivy (تفصیل حصہ اوّل کے حاشیہ نمبر 20 پر دیکھیں) یا "پاک باز بدھو" خالص روسی مظہر ہے۔ یہ لفظ فادر فیراپون جیسے مذہبی دیوانوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے مگر اس کے سیکولر معانی بھی ہیں۔ تب یہ تحقیر کا لفظ بن جاتا ہے جیسے احمق، بدھو، پاگل، جنونی، کمزور دماغ، ہسٹیریا کا مریض وغیرہ۔ الیوشا کو اسی زمرے میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

دستوئیفسکی نے سمردیاکوف کے لیے بار بار لفظ lackey استعمال کیا ہے۔ یہ یورپی زبانوں کا مشترک لفظ ہے۔ یہ لفظ سولھویں صدی میں قطلونی (Catalan) (ہسپانیہ، فرانس کے بعض علاقوں اور اندورا کی زبان) سے فرانسیسی اور وہاں سے دوسری یورپی زبانوں میں داخل ہوا۔ قطلونی میں اسے alacay لکھا جاتا ہے۔ اصلاً یہ عربی لفظ القائد (alkaid) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ عربی فارسی کے متعدد دیگر الفاظ کی طرح یورپیوں نے اس لفظ کو بھی degrade کر دیا۔ شروع میں یہ "نوکر" یا "وردی پوش ملازم" کے معنوں میں برتا جاتا تھا، پھر اس کی مزید تذلیل یوں کی گئی کہ اسے "طفیلی، خوشامدی، کاسہ لیس یا چمچہ" کا مترادف بنا دیا گیا۔ دستوئیفسکی سمردیاکوف پر ان دونوں مفاہیم کا اطلاق کرتا ہے۔ جب وہ جتانا چاہتا ہے کہ سمردیاکوف ایک عام سا گھریلو ملازم ہے، تب بھی وہ اسے "lackey" (فرانسیسی laquais؛ روسی میں اس کی شکل lakey ہے) کہتا ہے اور جب وہ اس کی غلامانہ ذہنیت اور اس کے کردار کے خوشامدانہ پہلو پر زور دینا چاہتا ہے، وہ اس کی "lackey soul" کی ترکیب استعمال کرتا ہے۔ یہ کہ سمردیاکوف کی ذہنیت غلامانہ تھی، اس کے روسی نام سے ہی ظاہر ہو جاتی ہے۔ جب بھی اس کا روسی نام لیا جاتا ہے، غیر شعوری طور پر ایک قسم کی ناگوار بُو کا احساس ہونے لگتا ہے۔ اس کے نام smerd کے معنی ہی "بدبُو" ہیں اور انیسویں صدی کے زرعی غلاموں کو بھی حقارت سے smerd ہی کہا جاتا تھا اور یوں اس کے نام سے ہی اس کی غلامانہ ذہنیت پر ٹھپا لگ جاتا ہے۔ انواع و اقسام کی خوشبوئیں استعمال کرنے اور چھیل چھبیلوں کی طرح کے ملبوسات پہننے کے باوجود وہ اپنی ذات کے اس پہلو سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔

سمردیاکوف جس طرح دوسروں کے تلوے چاٹتا ہے، انہیں مسکہ لگاتا ہے، چکنی چپڑی باتیں کرتا ہے، جھوٹی عاجزی دکھاتا ہے، اسے ترجمے میں پوری طرح گرفت میں لینا ممکن نہیں اور نہ اردو فکشن میں غالباً کوئی ایسا کردار ہے جس سے اسے تشبیہ دی جا سکے۔ وہ جس طرح بات بات پر حضور کہتا ہے، روسی میں اس کا اظہار بہت آسان ہے۔ روسی میں چھوٹے طبقے کے کسی فرد کو بڑے طبقے کے کسی فرد سے مخاطب ہوتے وقت تقریباً ہر لفظ کے ساتھ محض حرف ایس (s) کا اضافہ کرنا پڑتا ہے اور مطلب واضح ہو جاتا ہے۔ مثلاً "da-s" ("جی حضور" یا "جی بی بی جی") یا "nyet-s" ("نہیں حضور" یا "نہیں بی بی جی")۔ روزمرہ کی گفتگو میں یہ ترکیب صرف ایک آدھ بار استعمال کی جاتی ہے مگر جب اس کی کثرت سے تکرار کی جائے تو یہ غلامانہ ذہنیت کی آئینہ دار بن جاتی ہے۔ روسی میں جب سمردیاکوف اپنی پُرتصنع گفتگو میں اس کی تکرار کرتا ہے تو اس کے سامع کو جھنجھلاہٹ ہونے لگتی ہے، مگر یہی حرکت جب سٹاف کیپٹن سنگر یوف کرتا ہے تو ہم پر بالکل مختلف اثر ہوتا ہے اور ہم سمجھ جاتے ہیں کہ وہ یہ حرکت محض اپنی ذات کی تذلیل کرنے کے لیے کر رہا ہے۔ وہ خود اپنے

متعلق کہتا ہے کہ اسے سیگر یوف کی بجائے slovoyersov (چاپلوسیوف : دوسروں کی چاپلوسی کرنے والا) کہا جانا چاہیے۔ وہ جس قسم کے حالات میں زندگی گزار رہا ہے، ان میں وہ دوسروں کا محتاج ہے اور یوں انہیں das کہنے پر مجبور ہے۔ یوں میں نے اس کے das کے لیے بھی حضوری ہی استعمال کیا ہے۔ دوسروں کو das سے مخاطب کر کے وہ اپنی تذلیل ضرور کر رہا ہوتا ہے مگر اس کا یہ انداز ہمیں برا معلوم نہیں ہوتا۔ سردیاکوف کی طرح ماکسی موف کا معاملہ بھی مختلف ہے۔ وہ بھی بات بات پر das استعمال کرتا ہے مگر وہ تو ہے ہی لیمو نچوڑ اور لیمو نچوڑ سے آپ اس کے علاوہ اور توقع بھی کیا کر سکتے ہیں۔

ماکسی موف یا فیوور پاولووچ (اپنی ابتدائی جوانی کے ایام میں) جس قسم کا لیمو نچوڑ یا مفت خورا ہے، اسے روسی میں prizhival'shchik کہا جاتا ہے۔ اس prizhival'shchik کی ایک متواضع (modest) صورت ایوان کے شیطان کی شکل میں پیش کی گئی ہے اور اسے دستوئیفسکی کی مہتم بالشان تخلیق گردانا جا سکتا ہے۔

تاہم وہ لفظ جو مترجم کو ناکوں چنے چبواتا ہے، وہ nadryv ہے۔ انگریزی کے مختلف مترجمین نے اس کا ترجمہ اپنے اپنے انداز سے کیا ہے۔ مسز گارنیٹ نے اسے "laceration"، میگروِیک نے "heartache"، رچرڈ پیور اور لاریسا وَلخونسکی نے "strain"، ڈیوڈ میکڈف نے "crack-up" اور اگنات ایوی نے بعض ابواب کے عنوانات میں اسے "crisis" لکھا ہے۔ [اگنات ایوی کے تتبع میں مَیں نے بھی ان ابواب کے عنوانات میں "بحران" ہی استعمال کیا ہے کیونکہ یہ آسان تھا۔] مگر ان میں سے کوئی ترجمہ بھی اصل لفظ کا صحیح مفہوم ادا نہیں کر پاتا۔ [امریکی نقاد Edward Wasiolek نے تو اپنی کتاب "Dostoevsky: The Major Fiction" میں میگروِیک کی اچھی خاصی کھنچائی کر دی ہے اور کہا ہے کہ اس سے زیادہ گمراہ کن ترجمہ ممکن ہی نہیں۔]

nadryv فرانسیسی لفظ dechirement کا بغل بچہ ہے۔ (انگریزی میں اس کا کوئی نعم البدل نہیں۔) dechirement اسم ہے اور فعل dechirer سے بنا ہے۔ dechirer کے معنی to tear (پھاڑنا، چاک کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا وغیرہ) ہیں۔ خود روسی لفظ rvat سے نکلا ہے جس کے معنی بھی to rend, tear, burst, split (چیرنا، پھاڑنا، پھٹنا وغیرہ) ہیں۔ فرانسیسی dechirement کی طرح جب روسی nadryv اصطلاحی مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے معانی "ذہنی، جذباتی اور روحانی اذیت (suffering) کے ناقابلِ برداشت بوجھ تلے دل شکستگی کا شکار ہونا، حوصلہ ٹوٹ جانا، ہمت کا جواب دینا" وغیرہ ہوتے ہیں۔ دستوئیفسکی نے اس لفظ

کو خاص معانی پہنا دیے ہیں۔ اس کے ہاں اس کا مطلب "اپنی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر زور لگانا" یا "کسی مقصد کے پیشِ نظر اپنے آپ کو ذہنی / روحانی گھاؤ لگانا یا ضرر پہنچانا" بن جاتا ہے۔ میں نے متن کے مطابق اس کا مختلف مواقع پر مختلف ترجمہ کیا ہے۔

اس لفظ یا اصطلاح کو سب سے پہلے مادام خوخلاکووا استعمال کرتی ہے۔ وہ الیوشا سے کہتی ہے: "میں چاہتی ہوں کہ تم اندر جاؤ اور اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ ہو کیا رہا ہے۔ یہ بالکل بھیانک ہے۔ میں کہتی ہوں کہ یہ nadryv (دل خراش) ہے۔ یہ بھیانک ہے، ناقابلِ یقین حد تک nadryv (دل خراش) ہے۔ وہ دونوں اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں، خدا جانے کیوں، اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس پر خوش ہو رہے ہیں۔" (چوتھی کتاب، باب 4)

nadryv کی یہ تعریف ایک طرف تو اس کے ڈانڈے سفاک شیطنت (diabolicism) سے ملا دیتی ہے اور دوسری طرف اتلافِ ذات (self-destruction) تک، بلکہ اس میں ایک قسم کی سخرگی اور غیر عقل پسندی بھی آ جاتی ہے۔ چند سطور کے فوراً بعد لیسے کا تعلق بھی nadryv سے جوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ اس کی آواز nadryvcatj (strained) ہو جاتی ہے (یعنی گفتگو کرتے وقت اس کے صوتی عضلات میں کھنچاؤ آ جاتا ہے)۔

دستوئیفسکی کا کہانی گو اس لفظ کو تب مزید زوردار بنا دیتا ہے جب الیوشا کاترینا ایوانوونا اور ایوان سے ملنے جاتا ہے: "لفظ nadryv نے، جو مادام خوخلاکووا نے ابھی ابھی استعمال کیا تھا، اسے تقریباً لرزا دیا کیونکہ اسی صبح جب پَو پھٹنے پر اس کی آنکھ کھلی تھی تو وہ اچانک کسی خواب کے زیرِ اثر 'nadryv, nadryv' پکارنے لگا تھا۔ گزشتہ رات کاترینا ایوانوونا کے ہاں جو کچھ ہوا تھا، درحقیقت وہ اس کے بارے میں ساری رات خواب دیکھتا رہا تھا اور اب الیوشا نے مادام خوخلاکووا کے اس براہِ راست اور پُر اصرار دعوی پر غور کیا کہ کاترینا ایوانوونا دراصل محبت تو ایوان سے کرتی ہے مگر کسی عمیق جذباتی بحران (nadryv) اور تشکر کے عجیب النوع احساس کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو مسلسل فریب دیے جا رہی اور ایذا پہنچائے جا رہی ہے کہ وہ دمتری سے محبت کرتی ہے حالانکہ اس کی یہ محبت اس کے محض ذہن کی پیداوار تھی، اس کی اصل کچھ نہیں تھی، اس کی بنیاد ریت پر رکھی گئی تھی۔"

بیلک نیپ کے بقول دستوئیفسکی نے اس پیرے میں nadryv کو نہ صرف تلازمات کے اہم جھرمٹ کا مرکز بنا دیا ہے بلکہ اسے تشکر کے ساتھ بھی منسلک کر دیا ہے۔ یوں کہا جانا چاہیے کہ nadryv پیسے اور احسان کا ردِعمل ہے۔ کاترینا ایوانوونا کو دمتری سے جو (نام نہاد) محبت ہوتی ہے، وہ اس روپے سے منسلک ہے جو دمتری نے (ضرورت کے وقت) اسے فراہم کیا تھا اور یہ محبت

nadryv کے درجے تک تب پہنچتی ہے جب اس کا تمول اسے یہ رقم لوٹانے اور تیا کو حریہ رقم فراہم کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ اسی طرح یہ nadryv سنگر یوف کے ہاں تب داخل ہوتا ہے جب الیوشا اسے روپیہ پیش کرتا ہے۔ روپیہ وصول کرنے کا مطلب مشکور ہونا ہے، یہی چیز nadryv کا موجب بنتی ہے اور یوں وہ رقم کو اچانک واپس کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

دستوئیفسکی نے اس لفظ کو خاص معنی پہنا دیے ہیں، اس کے نزدیک اس کا مطلب کسی مقصد کی خاطر اپنے آپ کو (ذہنی یا روحانی) گھاؤ پہنچانا ہے اور اپنے آپ کو گھاؤ پہنچانے کا یہ عمل محض مقصدی ہی نہیں بلکہ مسرت بخش بھی ہوتا ہے۔ فادر فیراپون جس مرتاضانہ انداز سے اپنے آپ کو دنیا کی تمام نعمتوں سے محروم رکھتا ہے، اس کے باعث وہ اپنے آپ کو گھاؤ پہنچاتا رہتا ہے تاکہ وہ دوسرے راہبوں کو گھاؤ لگا سکے۔ اسے ان راہبوں کی، جو اس کی "ناز برداری" کر سکیں (اس کی مرتاضیت اس "ناز برداری" کا جواز مہیا کرتی ہے) اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ کاترینا ایوانووناکو "افتادہ" (fallen) دمتری کی۔ فادر فیراپون کا مرتاضانہ انداز سے اپنے آپ کو دنیا کی نعمتوں سے محروم رکھنے کا عمل دوسروں کی تذلیل اور اپنی ذات کی سربلندی کا باعث بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس سٹاف کیپٹن سنگر یوف کا nadryv فادر فیراپون کی نسبت متشددانہ کم مگر قابلِ رحم زیادہ ہے لیکن اس میں بہرحال کچھ نہ کچھ اعلیٰ قدر ضرور شامل ہے۔ جب وہ الیوشا کا پیش کردہ روپیہ پاؤں تلے مسلتا ہے حالانکہ اسے اس روپے اشد ضرورت ہے، وہ اپنے آپ کو عمداً گھاؤ لگاتا ہے کیونکہ اس وقت اس کے ذہن میں اپنی شخصیت کی خوبصورت اور اشرافی تصویر ہوتی ہے۔

دستوئیفسکی کے نزدیک nadryv ایک نفسیاتی حقیقت ہے جس کی جڑیں انتہائی قدیم زمانے سے پیوست چلی آ رہی ہیں۔ انسانی قلوب میں یہ وہ انگیزش (impulse) ہے جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے جدا کرتی ہے۔ دنیا کو اپنے ارادوں کے مطابق ڈھالنے کی یہ انگیزش ہم سب میں موجود ہے۔ کاترینا ایوانوونا nadryv کی وجہ سے محبت کرتی ہے، فادر فیراپون nadryv کی وجہ سے فاقہ کشی کرتا ہے، سٹاف کیپٹن سنگر یوف nadryv کی وجہ سے اپنی غیرت کو اہم گردانتا ہے۔ دستوئیفسکی ہمیں جتاتا ہے کہ ہمارے کردار کی یہ بنیادی خاصیت ان چیزوں کا بھی، جنہیں اچھے motives (اغراض) قرار دیا جا سکتا ہے، حلیہ بگاڑ دیتی ہے، انسان اپنے مقاصد کی خاطر اعلیٰ ترین motives کا بیڑا غرق کر دیتا ہے۔

ناول کے مختلف کرداروں کی گفتگوؤں کے لیے مصنف نے جو اسالیب بیان وضع کیے ہیں، ان میں سب سے زیادہ مشکل وکیل استغاثہ کی تقریر کا ترجمہ کرنے میں پیش آتی ہے۔ اصل روسی زبان

میں اس کا انداز بیان بہت ژولیدہ ہے اور اس میں منطقی معنویت کا بھی فقدان ہے۔ میں نے ترجمے میں اس کی ژولیدگی نسبتاً کم کر دی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وکیل استغاثہ اس سے کہیں بہتر وکیل نظر آنے لگا ہے جتنا کہ وہ حقیقتاً ہے نہیں۔ میں نے اپنی طرف سے یہ جسارت اردو کے عام قاری کی سہولت کی خاطر کی ہے ورنہ احتمال یہ تھا کہ وہ بالکل الجھ کر رہ جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ میری جسارت نظر انداز کر دی جائے گی۔

ناول کا عنوان

روسی زبان میں ناول کا نام Brat'ia Karamazovy ہے۔ یہ خالص روسی ترکیب ہے۔ انگریزی میں اس کا اوّلین ترجمہ Constance Garnett نے کیا تھا اور اس نے انگریزی میں بھی یہ لفظی ترکیب برقرار رکھی اور The Brothers Karamazov کے نام سے ناول چھپوا دیا۔ باقی مترجمین نے بھی یہی ترکیب استعمال کی ہے، صرف اگنات ایوی نے اسے The Karamazov Brothers لکھا ہے۔ انگریزی میں Brothers Kennedy یا Brothers Waugh کوئی نہیں لکھتا، اردو میں بھی برادران علی یا برادران محمد (کرکٹروں کا خاندان) نہیں لکھا جاتا بلکہ علی برادران یا محمد برادران لکھا جاتا ہے، چنانچہ میں نے اگنات ایوی کی پیروی کرتے ہوئے ناول کا عنوان "کرامازوف برادران" تحریر کیا ہے۔

دستوئیفسکی کے ناول میں اکثر پیراگراف بے حد طویل ہیں۔ پروفیسر میٹ لا نے مسز گارنیٹ کے ترجمے کے نظرثانی شدہ ایڈیشن (مطبوعہ نارٹن) میں انہیں نسبتاً چھوٹا کر دیا ہے۔ میں نے بھی متعدد مقامات پر ان کا تتبع کیا ہے۔

کتابیات

1- RAlph E. Matlaw: On Translating *The Brothers Karamazov*.

2- Robert L. Belknap: *The Structure of The Brothers Karamazov* (The Hague: Mouton & Co, 1967)

3- Edward Wasiolek: *Dostoevsky: The Major Fiction* (Cambridge, Mass.: M.I.T. Press, 1946)

4- Nathan Rosen: *The Brothers Karamazov*

ان میں سے پہلا اور چوتھا مضامین اور دوسرا اور تیسرا کتابوں کے نام ہیں۔ مضامین اور کتابوں کے بعض حصے مسز گارنیٹ کے ترجمے کے نورٹن (Norton) ایڈیشن میں شامل ہیں۔ مگر دستوئیفسکی کے ناول کو سمجھنے کے لیے بہترین کتاب وکٹر ٹیرس (Victor Terras) کی **A Karamazov Companion: Commentary on the Genesis, *Language and Style of Dostoevsky's Novel*** ہے۔ اس کتاب کا اکلوتا ایڈیشن 1981 میں **University of Wisconsin Press** کے زیر اہتمام میڈیسن (Madison) سے شائع ہوا تھا۔ یہ کتاب اب بازار میں کہیں بھی نہیں ملتی، شاید کسی لائبریری یا کسی کباڑی سے مل جائے۔

ڈی۔ ایچ۔ لارنس (**The Grand Inquisitor**)، سگمنڈ فرائیڈ (**Dostoevsky and Parricide**) نے اپنے مضامین اور آندرے ژید نے اپنی کتاب "دستوئیفسکی" (پینگوئین) میں اپنے اپنے مخصوص نقطہ ہائے نظر سے ناول کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے۔ دو تین اور اہم کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

1- Malcolm Jones: *Dostoevsky: The Novel of Discord* (London, 1976)

2- W.J. Leatherbarrow: *The Brothers Karamazov* (Cambridge, 1992)

3- Konstantin Mochulsky: *Dostoevsky: His Life and Work*,

trans. Michael Minihan (Princeton, N.J., 1967)

آخر میں یہ عرض ہے کہ ناول میں درج مختلف اشعار کا ترجمہ محمد سلیم الرحمٰن نے کیا ہے، دستوئیفسکی کا سوانحی خاکہ بھی انہوں نے ہی تحریر کیا ہے۔

شاہد حمید

کچھ ناموں اور تصغیروں کے بارے میں

[اس تحریر کے بعض حصوں کے لیے شکاگو یونیورسٹی کے روسی زبان و ادب کے پروفیسر رالف۔ ای۔ میٹ لا (Matlaw) کے ایک مضمون سے استفادہ کیا گیا ہے۔]

انسانوں نے اپنے نام رکھنے کا سلسلہ کب شروع کیا، اس کے متعلق یقین سے تو کچھ نہیں کہا جا سکتا، تاہم قیاس یہی کیا جا سکتا ہے کہ اس کا آغاز قدیم ترین زمانے میں ہی ہو گیا ہوگا۔ شروع میں یہ نام صرف ایک جزو پر مشتمل ہوتے تھے (نوحؑ، ابراہیمؑ، آذر، نمرود، کرشن، بدھ، لکشمن، بقراط، ہومر، ارسطو وغیرہ)۔ پھر جب آبادیاں بڑھنے لگیں اور ایک ہی نام کے متعدد اشخاص سامنے آنے لگے تو کنفیوژن سے بچنے کے لیے ناموں کے ساتھ سابقے اور لاحقے لگانے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہوگا۔ عربوں کی طرح دوسرے معاشروں میں بھی ابن یا بنت لگا کر ذاتی نام کے آگے باپ کے نام کا اضافہ کیا جانے لگا۔ سکاٹ لینڈ، آئرلینڈ اور ویلز میں آج بھی ایسے نام موجود ہیں جن میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے۔ بیٹے کے لیے باپ کے نام سے پہلے M'، Mac یا Mc اور پوتے کے لیے دادا کے نام سے پہلے O' کا سابقہ لگایا جانے لگا جیسے MacArthur، McBrien یا O'Brien۔ بعد میں یہی نام خاندانی نام بن گئے۔ انگلستان میں اس قسم کے ناموں کے آخر میں s یا son لگا دیا جاتا تھا جیسے ہیری سن، جیکسن، ڈیوس (ڈیوڈ کا بیٹا)۔ برصغیر کے کم از کم شمالی علاقوں میں دو نام اکثر بیچ اکٹھے کر دیے جاتے ہیں مثلاً رام لال، کرشن چندر، مہندر ناتھ، طارق علی، زاہد حسن۔ مسلمان عموماً برکت کے لیے اصل نام کے ساتھ احمد، محمد، علی، حسن، حسین وغیرہ کا سابقہ یا لاحقہ لگا لیتے ہیں مگر ان میں خاندانی نام کسی کو بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ سکھوں اور بعض راجپوتوں کا سنگھ بھی خاندانی نام نہیں۔

مغرب میں خاندانی نام رکھنے کا رواج غالباً قرونِ وسطیٰ میں شروع ہوا تھا۔ ان کے مترادف الفاظ کا سابقہ لگانے کا دستور تو پہلے ہی موجود تھا۔ اب بعض پیشے (سمتھ، گولڈ سمتھ، باربر، بٹلر، ٹلر وغیرہ) بھی بطور خاندانی نام اپنائے جانے لگے۔ بعض لوگوں نے اپنے شہروں، قصبوں یا دیہاتوں اور بعض نے مہینوں کے ناموں کو اپنا خاندانی نام بنا لیا (گارلینڈ، کلیولینڈ، لنکن، لنڈن، مے، جون وغیرہ)۔ بعض لوگوں کی عرفیت، ذاتی خصوصیات وغیرہ ان کے خاندانی نام بن گئیں (Stout، Black، Small وغیرہ)۔ بی بی سی کے ایک اخباری نمائندے کا نام مسٹر Biles ہے، اس کے جد امجد کا مزاج صفراوی ہوگا۔ اور امریکا میں تو سکینڈل (Scandal) کے نام کے بھی بعض لوگ موجود ہیں۔ ان میں سے ایک ایک سابق صدارتی امیدوار کا سیکرٹری تھا۔ عموماً خاندانی نام سب سے آخر میں آتا ہے مگر چین اور کولمبیا انسائیکلوپیڈیا کے بقول یورپی ملک ہنگری میں بھی یہ بطور سابقہ استعمال ہوتا ہے۔

برصغیر میں خاندانی نام رکھنے یا استعمال کرنے کا کوئی خاص رواج نہیں تھا، البتہ بعض صورتوں میں گوتوں یا قبائل کے نام آخر میں ضرور لگائے جاتے رہے ہیں اور انگریزوں کے تتبع میں یا غیر ملکی سفر کی ضرورتوں کے پیشِ نظر ان کا رواج بڑھنے لگا ہے۔ (پرتھوی راج چوہان، شیر شاہ سوری، خوش حال خان خٹک، شاہد آفریدی وغیرہ)۔ بعض لوگ اپنے شہروں یا قصبوں کے ناموں کو اپنے نام کے آخر میں لگاتے رہے ہیں اور اب بھی لگاتے ہیں (لکھنوی، دہلوی، جالندھری وغیرہ)۔ اس قسم کے نام خاندانی نام نہیں بن پاتے، یہ محض اپنی پہچان کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ البتہ سید اور مرہٹے اس عمومیت میں نہیں آتے۔ سیدوں کے بعض نام (بخاری، ترمذی، گیلانی، مشہدی وغیرہ) اور مرہٹوں کے بیشتر نام (گواسکر، تندولکر، امرگر وغیرہ) اب تقریباً خاندانی نام بن گئے ہیں۔ جہاں تک کم از کم شمالی برصغیر کے عام لوگوں کا تعلق ہے، ان میں سے بیشتر (عموماً کھاتے پیتے) اپنے ناموں سے پہلے چودھری، ملک، میاں، رائے، رانا، سیٹھ وغیرہ کا سابقہ لگا کر اپنی پہچان کرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔

مغربی ممالک میں خاندانی نام معاشرت کا اتنا ناگزیر جزو بن گئے ہیں کہ جب ان لوگوں کا واسطہ ان معاشروں کے افراد سے پڑتا ہے جن کا کوئی خاندانی نام نہیں ہوتا، تو وہ بالکل ہی حواس باختہ ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات ان کے اس رویے سے نہایت مضحکہ خیز صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ غلام فاطمہ، زبیدہ خاتون، امرت کور، راج کماری وغیرہ جیسے نام لیں۔ انگریز یا امریکی جب ان خواتین سے مخاطب ہوتے ہیں یا ان کا کوئی فارم وغیرہ پُر کرتے ہیں، تو ان ناموں کے بھی آخری جزو کو خاندانی نام بنا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ مسز فاطمہ، مسز خاتون یا مسز کماری کہنے یا لکھنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ پچھلے چند سالوں سے صورت حال کچھ تبدیل ہوئی ہے۔ اب آخری جزو کو

surname کی جگہ last name اور پہلے جزو کو first name کہا یا لکھا جانے لگا ہے۔ لیکن ذہنوں میں الجھن ابھی تک موجود ہے۔

جہاں تک روسی ناموں کا تعلق ہے، یہ کم از کم انیسویں صدی کے آخر تک تین اجزا پر مشتمل ہوتے تھے۔ پہلا جزو ذاتی (یا مسیحی)، دوسرا پدری (patronymic) اور تیسرا خاندانی نام ہوتا تھا، لیکن عورتوں کے سلسلے میں خاندانی نام کے آخر میں a وغیرہ کا اضافہ کر دیا جاتا تھا، جیسے Karenin سے Karenina یا Rostov سے Rostova۔ (جن خاندانی ناموں کے آخر میں v آتا ہے، ان میں v کا تلفظ ف ہو جاتا ہے جیسے رستوف، مگر جب آخر میں a کا اضافہ کر دیا جاتا ہے، پھر v/f وا بن جاتا ہے۔ جیسے رستووا۔)

مغرب میں عام طور پر کسی شخص کو اس کے ذاتی نام سے اس کے صرف قریبی رشتے دار اور دوست احباب ہی بلاتے ہیں، دوسرے لوگ خاندانی نام استعمال کرتے ہیں اور اس سے پہلے موقع محل کے مطابق ماسٹر (صرف لڑکوں کے لیے) مس (لڑکیوں اور غیر شادی شدہ عورتوں دونوں کے لیے)، مسٹر (مردوں کے لیے، خواہ کنوارے ہوں یا شادی شدہ) یا مسز (صرف شادی شدہ عورتوں کے لیے) لگا دیتے ہیں۔ جن عورتوں کے متعلق معلوم نہ ہو کہ وہ شادی شدہ ہیں یا کنواری، اب ان کے ناموں سے پہلے مز (Ms) لگایا جانے لگا ہے۔ لڑکیاں اور کنواری عورتیں اپنے باپ کا اور شادی شدہ عورتیں اپنے خاوند کا خاندانی نام استعمال کرتی ہیں۔ آج کل بعض عورتیں اپنے شوہر کا نام اپنانے سے گریز کرنے لگی ہیں (امریکا میں ان کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، شاید یہ بالی وڈ کا اثر ہے۔ نسوانی تحریک بھی اس کی ذمے دار قرار دی جا سکتی ہے)، وہ اپنے باپ کے نام کے لاحقے کو ترجیح دیتی ہیں (محترمہ بے نظیر بھٹو اور محترمہ تہمینہ دولتانہ بھی اسی زمرے میں آتی ہیں)، ان عورتوں کے ناموں سے پہلے بھی مز ہی لگایا جاتا ہے۔ یورپ میں مرد اور عورتیں دونوں ہی اپنا تعارف اپنے خاندانی ناموں سے کراتی ہیں۔ دکانوں اور مختلف سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں کام کرنے والے لوگوں کے سینوں پر ان کے ناموں کی جو تختیاں آویزاں ہوتی ہیں، ان پر بھی ان کے محض خاندانی نام ہی درج ہوتے ہیں (سمتھ، روبرٹس، بلیکی وغیرہ)۔ امریکا میں صورتِ حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہاں لوگ اپنا تعارف محض اپنے ذاتی نام سے کراتے ہیں، "میں چارلس ہوں"، "میں لوسی ہوں") اور آپ سے توقع کرتے ہیں کہ آپ انہیں اسی نام سے خطاب کریں گے، وہ پوچھنے پر بھی اپنا خاندانی نام بتانے سے عموماً گریز کرتے ہیں۔ ان کے سینوں کے تختیوں پر بھی ان کے محض ذاتی نام ہی تحریر ہوتے ہیں۔ کم از کم انیسویں صدی کے اواخر تک روس میں بھی لوگ (کم از کم اونچے درجوں کے ہم مرتبہ) ذاتی گفتگوؤں اور سماجی تقریبات میں ایک دوسرے سے ان کے

ذاتی ناموں سے ہی مخاطب ہوتے تھے مگر وہ ذاتی نام کے ساتھ درمیانی جزو کا اضافہ لازمی گردانتے تھے، مثلاً فیودر پاولووچ۔ نام کا یہ دوسرا جزو ولدیت کا مظہر ہوتا ہے اور باپ کے ذاتی نام کے بعد عموماً ovich یا evich کا، جس کا مطلب "ابن" ہوتا ہے، اضافہ کر کے بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ پاولووچ کا مطلب ہوا: ابن یا بنت پاول۔ یہ دونوں اجزا اس لیے اکٹھے استعمال ہوتے تھے کیونکہ مغربی ممالک کے برعکس روس میں ناموں سے پہلے مسٹر، مسز، مس، وغیرہ لگانے کا کوئی خاص رواج نہیں تھا، نام کے پہلے دونوں اجزا ہی ان کے مترادف تصور کیے جاتے تھے، تاہم تکریم کے اظہار کے لیے (شرفا اور درمیانے درجے کے) متعلقہ شخص کے فوجی عہدے یا معاشرتی مرتبے کا سابقہ ضرور جڑ دیا جاتا تھا۔ البتہ ہم مکتبوں اور یاروں دوستوں کے مابین خاندانی نام بلا تکلف استعمال ہوتا تھا ("کرامازوف برادران" میں تمام لڑکے، جہاں تخصیص مقصود نہ ہو، ایک دوسرے کو ان کے خاندانی ناموں سے ہی پکارتے ہیں) اور انگریزی روایات کے برعکس اس سے کوئی سبکی کا پہلو نہیں نکلتا تھا۔ (روسی ناموں کے دوسرے جزو کی ایک اہم بات یہ ہے کہ انتہائی رسمی مواقع کے ماسوا عام گفتگو میں ovich یا evich وغیرہ میں ov اور ev گرا دیے جاتے ہیں اور بولنے میں نہیں آتے۔ یوں فیودرووچ (Fyodorovich) فیودرچ (Fyodorich) اور ایوانووناا (Ivanovna) ایوانا (Ivana) بن جاتے ہیں۔ (میں نے ترجمے میں عموماً پورے نام ہی لکھے ہیں لیکن بعض مواقع پر گفتگوؤں کے دوران میں مختصر نام دیے ہیں تاکہ اصل فضا برقرار رہے۔)

روسی ناموں کے ضمن میں ایک اور بات بھی قابلِ ذکر ہے۔ جب کوئی متکلم اپنے اور کسی دوسرے شخص کے مابین فاصلہ رکھنا چاہتا ہے، تب وہ اس کا ذاتی اور پدری نام نہیں، صرف خاندانی نام ہی استعمال کرتا ہے۔ مقدمے کی کارروائی کے دوران میں وکیل صفائی فیتیو کووچ اپنی تقریر میں جب بھی گروشینکا یا کاترینا ایوانوونا کا ذکر کرتا ہے تو محض ان کے خاندانی نام سے۔ البتہ وہ احتراماً ان کے ناموں سے پہلے روسی لفظ gospozha کا سابقہ لگا دیتا ہے کیونکہ روسی ہر اس خاتون کے خاندانی نام سے پہلے، اس بات سے قطع نظر کہ وہ شادی شدہ ہے یا کنواری، gospozha ہی لگاتے ہیں۔ فرانسیسی میں اس کا متبادل la ہے چنانچہ وہ گروشینکا کو la svetlova کہیں گے۔ انگریزی میں پہلے mistress استعمال ہوتا تھا اور یہ بالکل صحیح متبادل تھا مگر اب اس کا استعمال متروک ہو چکا ہے۔ شاید Ms اسی لیے ایجاد کیا گیا ہے۔ اردو میں ہم "محترمہ" استعمال کر سکتے ہیں لیکن ناول میں گروشینکا کے کردار کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے، اس کے پیشِ نظر یہ لفظ کچھ جچتا نہیں۔ چنانچہ اس قباحت سے بچنے کے لیے میں نے انگریز اور امریکی مترجمین کے تتبع میں دونوں حریف عورتوں — گروشینکا اور کاترینا ایوانوونا — کے لیے انگریزی لفظ مس (miss) استعمال کرنے

میں عافیت جانی ہے اور جہاں چند مواقع پر لوگوں کی بیویوں کا ذکر آیا ہے، وہاں میں نے ان کے ناموں سے پہلے مسز (Mrs) لگا دیا ہے لیکن خوخلاکووا کے لیے "مادام" ہی رہنے دیا ہے کیونکہ اس زمانے کے لحاظ سے اس کا سماجی مرتبہ ناول کے دیگر نسوانی کرداروں کی نسبت کہیں بلند ہے۔ ["بیگم" استعمال ہو سکتا ہے، مگر مغربی ممالک بشمول روس کے ناولوں کے ترجموں میں یہ لفظ کچھ جچتا نہیں۔ اس کی بیٹی کا نام لیسے (Lise) ہے۔ یہ فرانسیسی نام ہے لیکن انیسویں صدی کے روس میں یہ خاصا مقبول تھا۔ انگریزی میں اس کا متبادل لیسا (Lisa) ہے۔]

جہاں تک ثانوی کرداروں کا تعلق ہے، ان کے خاندانی نام (رکیتن، ماکسی موف وغیرہ) ہی رہنے دیے گئے ہیں۔ اس سے ایک تو خواہ مخواہ کا الجھاؤ نہیں پیدا ہوتا، بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ناول میں یہ کردار بہت ہی کم اہمیت کے حامل ہیں۔

روسی پدری اور خاندانی نام ترجمہ نگار کے لیے بعض اوقات بڑی مشکلات پیدا کر دیتے ہیں۔ مثلاً تریفون بوریسووچ اور تریفون بوریچ کے مابین کیا فرق ہے؟ یہ ہیں تو ایک ہی شخص کے نام کی دو مختلف صورتیں مگر ان کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ یہی حال وارورا نکولائیونا سنگریووا کا ہے جو کبھی کبھی وارورا نکولاونا سنگریووا بن جاتی ہے۔ اردو ترجمے میں اس فرق کو بیان کرنا ناممکن ہے کیونکہ ہمارے ہاں اس قسم کی کوئی روایت ہے نہیں (برطانیہ اور امریکا میں بھی نہیں)۔ صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اختصار شدہ صورت بوریچ یا نکولاونا تب استعمال ہوتی ہے، جب موقع غیر رسمی ہو اور عموماً عام لوگوں کی بول چال میں یہی صورت برتی جاتی ہے۔ تریفون بوریسووچ ایک عام سا اَن گھڑ، ناتراشیدہ شخص ہے۔ اس لیے گفتگو میں دوسرے لوگ اس کے نام کی مختصر صورت بوریچ ہی استعمال کریں گے خود ناول نگار نے اس کا بار بار یہی نام لکھا ہے مگر مقدمہ نہایت سنجیدہ اور رسوم وقیود کی پابند کارروائی ہوتی ہے، اس لیے وکیل صفائی بھی اس کا پورا نام لینے پر مجبور ہے۔ لیکن وارورا (انگریزی میں باربرا) نکولائیونا سنگریووا ایک معزز گھرانے کی دوشیزہ ہے۔ اس کا وقار اور مرتبہ اس کا پورا نام لینے کا تقاضا کرتا ہے۔ صرف ایک دو مواقع پر اختصار شدہ شکل نکولاونا استعمال ہوئی ہے۔

دوسرے ناولوں کے برعکس دستوئیفسکی کے اس ناول "کرامازوف برادران" کے سلسلے میں ترجمہ نگار کو ایک اور مشکل کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر اس کے ناول "جرم وسزا" کے رسکلنیکوف کی طرح یہاں بھی ہیرو ایک ہی شخص ہوتا تو معاملہ سہل رہتا۔ لیکن "کرامازوف برادران" کا معاملہ مختلف ہے۔ یہاں ایک ہی نام کے چار کردار ہیں اور چاروں کے چاروں نہایت اہم۔ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں ذاتی نام چل سکتے ہیں اور چلتے ہیں، ایوان ایوان ہی رہے گا اور دمتری دمتری ہی۔ لیکن دستوئیفسکی کے اس ناول میں جب تک پدری نام استعمال نہ کیے جائیں، بات نہیں

تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خود دستوئیفسکی ان کے آپس میں بھائی اور ایک ہی باپ کی اولاد ہونے پر بار بار بہت زور دیتا ہے اور یہ مقصد محض ذاتی نام لکھ کر پورا نہیں ہوتا اور ایک انتہائی اہم موقع پر تو وہ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ سگا بھائی کون ہے اور سوتیلا کون۔ [یہاں ایک وضاحت بہت ضروری ہے۔ مغربی زبانوں میں ان بہن بھائیوں کے لیے جو ایک ماں مگر مختلف باپوں یا ایک باپ مگر مختلف ماؤں کی اولاد ہوتے ہیں، half-brothers اور half-sisters کی تراکیب استعمال ہوتی ہیں کیونکہ ان کا آپس میں بہر حال کچھ نہ کچھ خونی رشتہ ہوتا ہے جیسا کہ دمتری اور ایوان/ الیوشا کے مابین ہے۔ اور ضروری نہیں کہ ہماری طرح وہ بھی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہی ہوں۔ step-brother اور step-sister صرف وہ بہن بھائی ہوتے ہیں جن کا آپس میں قطعاً کوئی خونی رشتہ نہیں ہوتا۔ ان کے ماں باپ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی کسی وجہ (طلاق، موت وغیرہ) سے اپنے پہلے خاوند یا بیوی سے علیحدگی ہو جاتی ہے۔ اگر اس جوڑے کا کوئی بچہ ہو، تو اس بچے کے ماں یا باپ کے دوبارہ کسی ایسے مرد یا عورت سے، جس کا پہلی بیوی یا سابقہ خاوند سے کوئی بچہ ہو، شادی کرنے کی صورت میں ان کی یہ سابقہ اولاد ایک دوسرے کی step-brother یا step-sister ہو گی۔ اردو میں ہم سب کے لیے سوتیلا، جو سوت یا سوکن سے نکلا ہے، استعمال کر لیتے ہیں۔ البتہ فارسی میں ایک ہی ماں مگر مختلف باپوں کے بیٹے بیٹیاں برادر/ خواہر اخیافی اور ایک ہی باپ مگر مختلف ماؤں کی اولاد کو برادر/ خواہر علاتی کہا جاتا ہے۔ step-brother کے لیے برادر ناتی استعمال ہوتا ہے۔] بعض گفتگوؤں کے ماسوا ناول کے بیانیہ میں جب بھی دونوں بڑے بھائیوں کا ذکر آتا ہے تو لامحالہ ایوان ایوان فیودروویچ اور دمتری دمتری فیودروویچ ہوتا ہے، تاہم کبھی کبھار دستوئیفسکی پدری نام نہیں بھی لکھتا۔ یہ اتفاقیہ یا بھول چوک کے سبب بھی ہو سکتا ہے اور منصوبے کے تحت بھی۔ ایوان کی شیطان کے ساتھ جو گفتگو ہوتی ہے، اس میں تو یقیناً منصوبے کا دخل ہے۔

جب کوئی بھائی اپنے کسی دوسرے بھائی سے اس کے ذاتی نام سے (بشرطیکہ یہ اسم تصغیر نہ ہو) مخاطب ہوتا ہے، تو وہ عام طور پر اس کے ساتھ بھائی یا برادرم کا سابقہ لگانا نہیں بھولتا اور وہ یہ سابقہ غالباً پدری نام کے متبادل کے طور پر لگاتا ہے۔ اگرچہ ہمارے کان "دن" سے خاصے آشنا ہیں، پھر بھی روسی انداز کا پدری نام اردو میں (بلکہ انگریزی میں بھی) کچھ عجیب سا معلوم ہو سکتا ہے لیکن یہ بے ضروری اور ناگزیر۔ اس سے ذہن پر جو اثر مترتب ہوتا ہے، قاری اسے خود بھی بھانپ سکتا ہے۔ ایوان ہمیشہ ایوان فیودروویچ ہی رہتا ہے مگر جہاں تک دمتری کا تعلق ہے، وہ دمتری بھی ہے اور دمتری فیودروویچ بھی۔ جب الیوشا کو الیکسی فیودروویچ کہا جاتا ہے تو ہمارے ذہن کو ہلکا سا جھٹکا لگتا ہے کیونکہ اس رسمی نام سے ہمیں یاد آ جاتا ہے کہ اس کا بھی کرامازوف خاندان کے ساتھ خونی رشتہ

ہے اور جب کولیا اور سکول کے دیگر طلبا اسے "کرامازوف" کہتے ہیں تو بات اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے کہ وہ لاریب کرامازوف ہی ہے۔

تاہم کرامازوف برادران تین نہیں چار ہیں۔ ہمیں بار بار جتایا جاتا ہے کہ جب قصبے کے باشندے بوڑھے کرامازوف کے سامنے سمردیاکوف کے ذاتی نام پاول کے بعد اس کے پدری نام فیودروویچ کا اضافہ کرتے ہیں تو وہ اکثر خاصا محظوظ ہوتا ہے، اگرچہ وہ اس امر سے تو انکار کرتا رہتا ہے کہ وہ اس کا باپ ہے تاہم وہ اس پدری نام پر اعتراض کوئی نہیں کرتا۔ اس کاسہ لیس اور چرب زبان ملازم کو ہمیشہ اس خاندانی نام سے پکارا اور یاد کیا جاتا ہے جو اس کے لیے فیودر پاولووچ نے تراشا تھا اور جب ملازمہ ماریا کوندراتیونا اسے "پاول فیودروویچ" کے نام سے خطاب کرتی ہے تو ہمارے ذہن کو ایک اور شدید جھٹکا لگتا ہے کہ وہ کوئی غیر نہیں، اسی خاندان کا ایک رکن ہے۔ (یہاں یہ یاد رہے کہ اپنے حرامی بچوں کو نوکر یا کوچوان بنانا روسی شرفا کا عام وتیرہ تھا۔ لیو طالسطائی اور اس کے باپ نے بھی اپنے حرامی بیٹوں کو اپنے کوچوان بنا لیا تھا۔)

اگر ہم ذاتی ناموں کا، جو دستوئیفسکی نے اس ناول کے بڑے کرداروں کے لیے تراشے یا استعمال کیے ہیں، علم اسمائے ذاتی/ خاص (Onomastics) کی مدد سے مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ کرامازوف برادران کے نام قانونی اعتبار سے ان کی "برادریت" پر ہی زور نہیں دیتے بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی کرتے ہیں، یہ ہمیشہ کسی نہ کسی چیز کی طرف اشارہ کرتے نظر آتے ہیں۔ پروفیسر رالف میٹ لا کے بقول دستوئیفسکی نے اپنی روحانی اور تعقلی (intellectual) کوششوں اور کوتاہیوں (shortcomings)، اپنی جسمانی drives اور اپنی بیماری کو چاروں بھائیوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس نے اپنے پسندیدہ کردار کا نام اپنے حال ہی میں انتقال کر جانے والے بیٹے کے نام پر الیکسی رکھا، دمتری کو اپنی حواس پرستی (sensuality) دی، ایوان کو اپنی جدلیاتی (dialectical) اور تعقلی (rational) صلاحیتیں بخشیں اور سمردیاکوف کے حصے میں اس کی بیماری مرگی آئی۔ اور جہاں تک بوڑھے کرامازوف کا تعلق ہے، وہ گویا منبع ہے جس سے ناول متلاطم انداز سے پھوٹتا اور بہتا ہے، وہ سب کا باپ ہے، ناول کا خالق ہے اور دستوئیفسکی نے اسے خود اپنا نام فیودر (Fyodor)، جس کی انگریزی شکل Theodore ("تحفۂ خداوندی") ہے، عطا کر دیا۔

ناول کے کرداروں کے نام ہی نہیں، ان کی تصغیرات (diminutives) بھی اہم مسئلہ ہیں۔ تصغیرات کا رواج ہر ملک، قوم اور معاشرے میں موجود ہے۔ ہمارے کان بھی ماجھے (معراج)، گامے (غلام محمد)، ہاجاں (ہاجرہ)، جیناں (زینب) وغیرہ سے آشنا ہیں۔ روسی اس کا استعمال کچھ زیادہ ہی کرتے ہیں، وہ محض ناموں کی ہی نہیں بلکہ ہر اس چیز کی، جو ان کی دسترس میں ہوتی ہے،

تصغیر بنا دیتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ یہ تصغیرات اصل الفاظ سے چھوٹی ہوں بلکہ بعض اوقات یہ اصل الفاظ سے لمبی بلکہ خاصی لمبی ہو جاتی ہیں۔ یہ شفقت، چاہت، محبت، شائستگی اور احترام جتانے کا عام ذریعہ ہیں۔ بعض اوقات ان سے نفرت و حقارت کا اظہار بھی ہونے لگتا ہے۔ دستوئیفسکی نے اپنے اس ناول میں اس تکنیک کا بار بار استعمال کیا ہے۔ انگریز اور امریکی مترجمین نے (اور ان کے تتبع میں راقم الحروف نے) اپنے ترجموں میں اس کا استعمال نسبتاً کم کیا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہر لفظ کی تصغیر بنانا کارے دارد ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ اردو اور انگریزی دونوں میں اس قسم کی تکرار اکثر بچگانہ بلکہ احمقانہ معلوم ہوتی ہے۔ اس تکنیک کا کثرت استعمال کچھ ایسے ہی ہے جیسے آپ نے چائے کی پیالی میں ایک دو کی بجائے چینی کی پانچ چھ چمچیاں ڈال لی ہوں۔ نقادوں کے بقول ضرورت سے زیادہ شیریں بنانے کی یہ تکنیک بعض اوقات خود روسی زبان میں بھی بھلی نہیں لگتی، خاص طور پر ناول کے ان حصوں میں تو جہاں سنگریوف کا ذکر کیا گیا ہے یا جہاں ستارتس زوسیما کے بعض پندونصائح بیان ہوئے ہیں، یہ بہت ہی بری معلوم ہوتی ہے اور قاری خواہ مخواہ پیچ و تاب میں مبتلا ہونے لگتا ہے۔ تاہم اس "شیریں" تکنیک کو ارادتاً اثر پیدا کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس کا بہترین اظہار گروشینکا اور کاترینا ایوانوونا کی پہلی ملاقات کے بیان میں ہوا ہے۔ جہاں تک تحقیر کو ابھارنے کا تعلق ہے، تو اس کا اولین اظہار ناول کی پہلی کتاب کے عنوان سے ہی ہو جاتا ہے۔ روسی زبان میں اس کا جو عنوان ہے، اس کا اہم ترین لفظ semeyka ہے۔ یہ semeyn کی تصغیر ہے۔ semeyn کا مطلب "کنبہ" یا "خاندان" ہے۔ آپ اردو میں کنبہ یا خاندان کی کیا تصغیر بنائیں گے؟ ٹبر سے ٹبری بن سکتا ہے اور پنجابی میں محبت اور نفرت دونوں کے مفہوم میں مستعمل بھی ہے۔ اردو میں "ٹبر" شاید ہی کبھی استعمال ہوتا ہو گا۔ چنانچہ اصل روسی لفظ کی تصغیر میں جو ناپسندیدگی اور قدرے تحقیر پنہاں ہے، اس کا اظہار انگریزی اور اردو دونوں میں ہی ممکن نہیں۔ بعض انگریز اور امریکی مترجمین نے semeyka کا ترجمہ a little family کیا ہے لیکن اس ترجمے سے اس ناپسندیدگی اور قدرے تحقیر کا اظہار نہیں ہوتا جو دستوئیفسکی کا مدعا تھا۔ اگنات ایوی اس تکلف میں نہیں پڑا اور اس نے سیدھا سادھا family لکھ دیا ہے۔ میں نے بھی محض "خاندان" ہی لکھا ہے۔ "خاندانچہ" لکھنا چاہتا تھا مگر یہ بہت نامانوس معلوم ہوتا اور قاری کو اس میں شاید اس ناپسندیدگی یا حقارت کا احساس نہ ہوتا جو مصنف اس "بھان متی کے کنبے" کے متعلق ابھارنا چاہتا تھا۔ جو باپ اپنے ننھے منے بچوں کو نوکروں کے کوارٹروں میں رہنے اور سونے پر مجبور کر دے اور انہیں چھوٹی سی عمر میں ہی اجنبی لوگوں کی تحویل میں دے دے تاکہ وہ ان کی دیکھ بھال اور ان پر اٹھنے والے خرچ سے بچا رہے، اس کے خاندان کو "بھان متی کا کنبہ" ہی کہا جا سکتا ہے، اسے خاندان

کہنا بھی لفظ "خاندان" کی توہین ہے۔ اسی لیے دستوئیفسکی نے لفظ "خاندان" کی تصغیر استعمال کی ہے اور جس مقصد کے لیے اس نے یہ تصغیر استعمال کی تھی، اس کے روسی قارئین اسے فوراً سمجھ گئے ہوں گے۔ ایوان جب بار بار "چھوٹا سا خیال" (little idea) کہتا ہے یا جب گروشینکا رکیتن کو "رکیتکا" کہتی ہے، تو اس سے بھی قدرے تحقیر ٹپکتی ہے۔

روسی ناموں، خاص طور پر بچوں کے ناموں میں، طرح طرح کی تصغیرات استعمال کرتے ہیں۔ عام طور پر یہ تصغیر جتنی زیادہ لمبی ہو گی، اتنی ہی زیادہ محبت یا شفقت کی مظہر ہو گی۔ چنانچہ جب الیوشا سنگریوف کا باپ اپنے بیٹے سے کچھ زیادہ ہی محبت جتانا چاہتا ہے، وہ الیوشا کی، جو پہلے ہی تصغیر ہے، مزید تصغیر کر دیتا ہے اور اسے الیوشیچکا بنا دیتا ہے۔ جہاں تک لڑکے کے اصل اور قانونی نام ایلیا (Ilya) کا تعلق ہے، وہ تو استعمال ہی نہیں کیا جاتا۔ اپنے باپ اور گروشینکا کے ساتھ بعض جذبات انگیز (emotive) مکالموں کے دوران میں الیوشا الیوشیچکا میں منقلب کر دیا جاتا ہے مگر جب دستوئیفسکی کا اپنا نوعمر بیٹا الیکسی انتقال کرتا ہے اور وہ خطوط کے ذریعے اس کی اطلاع اپنے عزیزوں اور دوستوں کو بھیجتا ہے، وہ یہ طفلانہ (babyish) شکل کبھی استعمال نہیں کرتا۔ دمتری عام طور پر دمتری ہی رہتا ہے مگر جب اس کی عمر، طرز عمل اور مخصوص حالات کے متعلق قدرے مختلف مفہوم کی ترسیل کرنا مقصود ہو تو وہ متیا سے میتکا یا متنکا بن جاتا ہے۔

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ دستوئیفسکی جب ان تصغیرات کا سہارا لیتا ہے تو وہ کلام کرنے والے شخص کے ذہنی رویے یا اپنے کردار کے کسی خاص وصف (اچھا یا برا) کا بیان کرنا چاہتا ہے۔ کبھی یہ وصف اس کی نوعمری ہو سکتا ہے جو بعض اوقات بچگانہ حدود کو چھونے لگتی ہے۔ کبھی یہ اس کی شخصیت اور کردار کی خوبی ہو سکتی ہے جو اسے دوسروں کی نگاہوں میں وہ چیز بنا دیتی ہے کہ اس پر خواہ مخواہ پیار آنے لگتا ہے۔ کبھی یہ محض دوستی کے جذبے یا احترام کا مظہر ہو سکتا ہے لیکن یہ رسمی کبھی نہیں بنتا۔ ہمارے ذہن میں الیکسی یا الیکسی فیودوروویچ، اگرافینا الیکساندروونا اور دمتری کرامازوف کا وہ تصور کبھی نہیں بنتا جو الیوشا، گروشینکا (متیا کی "گروشا"؛ جو اور بھی زیادہ قربت کا مظہر ہے) اور اس کے بعض افعال میں متیا اور بعض میں دمتری کہنے سے بنتا ہے۔ جہاں تک ایوان کا تعلق ہے، وہ ہمیشہ ایوان یا ایوان فیودوروویچ (جذبات سے بالکل کورا) ہی رہتا ہے، صرف دو تین مواقع پر اس کا باپ اسے وانیا یا وانکا کہتا ہے۔ اس کا باپ اسے وانیا یا وانکا کیوں کہتا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ ہے: جب ایوان سمردیاکوف سے ملنے جا رہا ہوتا ہے، تو وہ راستے میں ایک کسان کو گانا گاتے سنتا ہے: "پیٹرزبرگ چلا گیا وانکا؛" تو ناول کا روسی قاری فوراً بھانپ لے گا کہ یہ تو خود ایوان کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وانکا ایوان کی تصغیر ہے اور یوں اس کے نزدیک عبارت کا ایک اور مفہوم نکل آتا ہے۔

نقل کی اصل سے مطابقت

[مندرجہ ذیل تحریر روسی مصنف ایل ایم ریئس(Reynus) کی کتاب "Dostoevsky V Staroy Russe" (لینن گراڈ: 1971) کے بعض حصوں پر مبنی ہے۔ انگریزی میں ان حصوں کا ترجمہ پروفیسر رالف۔ ای۔ میٹ لا نے کیا تھا۔]

ریئس کی کتاب کے عنوان میں جو Staroy Russe آیا ہے، وہ دراصل روس کے ایک خاصے بڑے قصبے کا نام ہے۔ انگریزی میں اسے Staraya Russa(ستاریا روسا) لکھا جاتا ہے۔ یہ انیسویں صدی کے روس کے دارالسلطنت سینٹ پیٹرزبرگ سے ایک سو پچیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں معدنی پانی کے چشمے پائے جاتے ہیں اور انیسویں صدی میں انہی چشموں کی کشش لوگوں کو ہر سال وہاں جانے پر اکساتی تھی۔ دستوئیفسکی وہاں پہلی مرتبہ 1872 میں گیا تھا اور اس کی آب و ہوا سے اتنا مسحور ہوا تھا کہ اس نے ہر سال اپنی گرمیاں وہاں گزارنا معمول بنا لیا۔ وہ موسم خزاں کے آغاز تک بلکہ بعض اوقات سردیوں میں بھی وہیں ٹکا رہتا تھا۔ اپنی موت سے پہلے صرف ایک سال وہ وہاں نہیں جا سکا تھا۔ اپنے ناول "کراما زوف برادران" کا بیشتر حصہ بھی اس نے وہیں تحریر کیا تھا۔ ستاریا روسا کی فضا اور ماحول نے اس کے ذہن پر جو نقوش مرتب کیے اور اسے جو واقعات وہاں پیش آئے یا دیکھنے اور سننے کو ملے، ریئس کے بقول ان کی جھلکیاں ناول کے بیشتر صفحات پر دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ناول میں جس ماحول اور مناظر کی نقشہ کشی کی گئی ہے، ان کا تعلق بھی سراسر اسی قصبے سے ہے، بلکہ کتاب کے موضوع نے بھی یہیں جنم لیا۔

ریئس کا خیال ہے کہ مصنف کے ذہن میں ناول کا جو خاکہ بن رہا تھا، ممکن ہے ایک غیر اہم مگر دلچسپ واقعہ اس پر اثر انداز ہوا ہو۔ جب 1874 میں اس نے اپنی سردیاں بھی ستاریا روسا میں ہی گزارنے کا فیصلہ کر لیا، تو وہ الِلنسکی سٹریٹ کے ایک مکان میں منتقل ہو گیا۔ جب بھی وہ گھر سے

کبھی باہر جاتا یا واپس آتا، الِنسکی سٹریٹ کی تختی اس کی نگاہوں کے سامنے آ جاتی۔ الِنسکی، الِنسکی... یہ نام بار بار اس کی نظروں کے سامنے آتا اور دماغ سے ٹکراتا رہا ہوگا اور یوں اسے اپنی زندگی کے مشکل ترین دور کا، جو اس نے اومسک (Omsk) کے قید خانے میں گزارا تھا، ایک واقعہ دوبارہ یاد آ گیا:

صرف قید خانے میں مَیں نے انتہائی غیرفطری جرائم، غیرمعمولی طور پر وحشیانہ اور بھیانک یا عمداً قتل کی وارداتوں کی کہانیاں سنی ہیں۔ سنانے والے انہیں مزے لے لے کر سناتے تھے، انتہائی بچگانہ انداز سے دل کھول کر قہقہے لگاتے تھے اور یہ قہقہے اتنے بے ساختہ ہوتے تھے کہ سننے والوں کے لیے انہیں روکنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ مجھے پدرکشی (parricide) کا ایک واقعہ خاص طور پر نہیں بھولتا۔ وہ اشراف زادہ تھا، فوج میں خدمات سرانجام دے چکا تھا اور اپنے ساٹھ سالہ باپ کے لیے مسرف بیٹے (1) کی مانند تھا۔ وہ کردار کے لحاظ سے بالکل عیاش، آوارہ اور بدچلن تھا اور اس کا بال بال قرضے میں پھنس چکا تھا۔ باپ نے اسے سمجھانے بجھانے، برے کاموں سے روکنے اور عقل کا راستہ دکھانے کی بھرپور کوشش کی مگر اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ باپ کے پاس خاصا وسیع وعریض مکان اور زرعی فارم تھا اور سمجھا یہ جاتا تھا کہ اس کے پاس نقد روپیہ بھی وافر مقدار میں ہے— بیٹا وراثت پر جلد از جلد قابض ہونا چاہتا تھا اور اسی بے قراری میں اس نے باپ کو قتل کر دیا۔ ایک مہینے تک کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ اس قسم کا جرم سرزد ہو چکا ہے۔ تاہم ایک روز خود قاتل نے پولیس کو اطلاع دی کہ اس کا باپ غائب ہو چکا ہے اور اس کا کوئی اتا پتا یا سراغ نہیں مل رہا۔ خود وہ پورا مہینا اپنے دوستوں یاروں کے ساتھ مل کر ڈٹ کر شرابیں پیتا، غل غپاڑا مچاتا اور رنگ رلیاں مناتا رہا۔ آخر پولیس نے اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر پر چھاپا مارا، کونا کونا چھان مارا اور آخر اسے بدروَو میں باپ کی لاش مل گئی۔ یہ بدروَو پورے صحن میں سے گزرتی تھی اور بدبو سے بچنے کے لیے اسے چوبی تختوں سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ لاش پورے لباس میں ملبوس تھی، اسے خوب بنایا سنوارا گیا تھا، سفید بالوں والے سر کو پہلے تن سے کاٹ دیا گیا تھا اور پھر اسے دھڑ کے ساتھ رکھ دیا گیا تھا۔ قاتل نے سر کے نیچے تکیہ بھی لگا دیا تھا۔ بیٹے نے اپنے جرم کا اعتراف کرنے سے صاف انکار کر دیا، تاہم اس پر مقدمہ چلا، اسے سزا ہوئی، اشرافی خطاب اور منصب سے محروم کر دیا گیا اور بیس سال کی قید بامشقت بھگتنے کے لیے سائبیریا بھیج دیا گیا۔ جب تک میں اس

کے ساتھ رہا، وہ ہمیشہ بے فکر اور انتہائی خوش باش نظر آیا۔ وہ غیرمعمولی حد تک متلون مزاج، لاابالی اور غیرذمے دار شخص تھا لیکن وہ بے وقوف نہیں تھا۔ مجھے اس میں سنگ دلی کے آثار کبھی نظر نہیں آئے تھے۔ دوسرے قیدی اسے حقارت کی نظروں سے دیکھتے تھے، اس لیے نہیں کیونکہ اس نے جرم کا ارتکاب کیا تھا، اس کا تو کبھی ذکر بھی نہیں ہوتا تھا، بلکہ اس لیے کیونکہ ان کی نگاہوں میں وہ بے وقوف تھا اور مناسب طرزِعمل اختیار کرنے میں ناکام رہتا تھا۔ اپنی گفتگو کے دوران میں وہ اپنے باپ کا نام کبھی زبان پر نہیں لاتا تھا۔ ایک مرتبہ باتوں باتوں میں اس نے مجھے بتایا کہ ان کے خاندان میں صحت مند جسم وراثت میں ملتا تھا اور اس نے مزید کہا، "میرے باپ نے آخردم تک کبھی بیماری کی شکایت نہیں کی تھی۔" اس قسم کی سفاکانہ بے حسی بہرحال بعیدالفہم ہے۔ یہ کوئی خلاف فطرت چیز ہے، یہ محض جرم نہیں، کوئی بدنی یا اخلاقی نقص یا کمزوری ہے جو ابھی تک سائنس کی سمجھ میں آئی۔ لیکن اس قصبے کے لوگوں نے، جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا، مجھے اس مقدمے کے بارے میں سب کچھ بتایا، انہیں تمام تفصیلات معلوم تھیں۔ حقائق اتنے واضح تھے کہ ان پر شک کرنا ناممکن تھا۔
ایک روز قیدیوں نے اسے نیند میں چلاتے سنا، "پکڑو، جانے نہ پائے، پکڑو! اس کا سر کاٹ دو، اس کا سر، اس کا سر!"

اوپر کی تحریر دستوئیفسکی کے ناول "Notes from the Dead House" میں شامل ہے (حصہ اوّل، باب اوّل)۔ اسی ناول کے حصہ دوم باب ہفتم میں دستوئیفسکی نے مزید لکھا (اس زمانے میں یہ ناول ایک جریدے میں قسط وار شائع ہو رہا تھا):

"Notes from Dead House" کے پبلشر کو حال ہی میں سائبیریا سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مجرم واقعی بے گناہ تھا اور اسے دس سال کی قید بامشقت مفت میں بھگتنا پڑی ہے؛ یہ کہ اس کی بے گناہی کا اعلان سرکاری طور پر عدالت نے کیا ہے؛ یہ کہ اصلی مجرم مل گئے ہیں، انہوں نے اپنے (جرم کا) اعتراف کر لیا ہے اور قیدی کو رہا کیا جا چکا ہے۔ میرے پبلشر کو اس رپورٹ کی صداقت پر کوئی شبہ نہیں۔

جب ستارایا روسا میں اپنے قیام کے دوران میں دستوئیفسکی کو یہ کہانی یاد آئی، تو اس کے ڈرامائی خصائص نے اس کے تخلیقی تخیل کو مہمیز دی اور اس نے 13-اپریل 1874 کو اپنی "نوٹ

بک" میں لکھا (غالباً اس کے ذہن میں آئندہ اس قسم کا کوئی ناول لکھنے کا منصوبہ کلبلانے لگا تھا):

ولنسکی (اوپر جو کہانی لکھی گئی ہے، اس کے مبینہ مجرم کا یہی نام تھا۔ مترجم) کے بیس سالہ پرانے مقدمے کی طرح توبلسک میں۔ ایک باپ، دو بھائی۔ ان میں سے ایک کی سگائی ایک ایسی لڑکی سے ہو چکی ہے جس سے دوسرا محبت کرتا ہے۔ وہ اپنے بڑے بھائی سے حسد کرتا ہے لیکن اپنی محبت کا راز افشا نہیں ہونے دیتا۔ لڑکی بڑے بھائی سے محبت کرتی ہے۔ یہ بڑا بھائی سیکنڈ لیفٹیننٹ ہے، کثرت سے مے نوشی کرتا رہتا ہے، باپ سے جھگڑتا رہتا ہے، دنگا فساد کرنے سے گریز نہیں کرتا اور اس سے اکثر احمقانہ حرکتیں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ اچانک باپ غائب ہو جاتا ہے۔ کئی روز تک اس کی کوئی خبر نہیں ملتی۔ بھائی آپس میں وراثت کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔ اور اچانک حکام حرکت میں آ جاتے ہیں۔ تہ خانے کی کھدائی کے بعد لاش برآمد ہو جاتی ہے۔ بڑے بھائی کے خلاف ثبوت جمع ہو جاتے ہیں (چھوٹا باپ سے علیحدہ رہتا تھا)۔ بڑے پر مقدمہ چلتا ہے اور اسے قید بامشقت کی سزا ہو جاتی ہے۔ (خصوصی نوٹ: باپ کی زندگی میں اس سے جھگڑتا رہتا تھا۔ اپنی ماں کی وراثت اور اپنی دیگر حماقتوں کے بارے میں ڈینگیں مارتا رہتا تھا۔ جب اسے کرۂ عدالت میں پیش کیا گیا، تو اس کی منگیتر نے بھی اس کے خلاف شہادت دی۔ اس پر اس نے قدرے نشے کے عالم میں کہا: "کیا تم بھی اس پر یقین کرتی ہو؟" چھوٹا بھائی بڑے سلیقے سے ساری شہادت کو جھٹلا دیتا ہے۔) عام لوگ یقین سے نہیں کہہ سکتے تھے کہ قاتل کون ہے۔

جیل کا منظر: وہ اسے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔

انتظامیہ۔ وہ صحیح بات افشا نہیں کرتا۔ دوسرے سزا یافتہ قیدی اسے حلفاً یقین دلاتے ہیں کہ وہ اس کے ساتھ برادرانہ سلوک کریں گے۔ (جیل کا) منتظم اسے سرزنش کرتا رہتا ہے کہ اس نے اپنے باپ کو قتل کیا تھا۔

بارہ سال بعد اس کا بھائی اسے ملنے آتا ہے۔ منظر: وہ بزبانِ خاموشی ایک دوسرے کو سمجھ جاتے ہیں۔

مزید سات سال گزر جاتے ہیں۔ چھوٹے بھائی کو مقام و مرتبہ حاصل ہو چکا ہوتا ہے، لیکن اسے اندر ہی اندر کوئی چیز کھائے جا رہی ہے۔ وہ زود رنج ہو جاتا ہے اور پھر ایک روز اپنی بیوی کے سامنے منکشف کرتا ہے کہ قتل اس نے کیا تھا۔ "مجھے کیوں بتا رہے ہو؟" وہ اسے جواب دیتی ہے۔ وہ عجلت کے ساتھ اپنے بھائی کے پاس چلا جاتا ہے۔ بیوی بھی بھاگم بھاگ اس کے پیچھے آ جاتی ہے۔

بیوی اپنے گھٹنوں پر جھک کر سزا یافتہ قیدی سے گڑگڑا کر التجا کرتی ہے کہ وہ راز کو راز ہی رہنے دے تاکہ اس کے شوہر کو کوئی گزند نہ پہنچ سکے۔ قیدی جواب دیتا ہے، "میں یہاں کی زندگی کا عادی ہو چکا ہوں۔" وہ آپس میں صلح کر لیتے ہیں۔ بڑا چھوٹے سے کہتا ہے، "تم اس کے بغیر ہی سزا بھگت رہے ہو۔"

چھوٹے بھائی کی سالگرہ۔ مہمان اکٹھے ہو چکے ہیں۔ وہ اندر آتا ہے۔ "اسے میں نے ہلاک کیا تھا۔" وہ سمجھتے ہیں اس کا دماغ چل گیا ہے۔

انجام: بڑا واپس آ جاتا ہے۔ چھوٹا شدت جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ اسے پاگل خانے بھیجا جا رہا ہے (بہتان تراشی کرنے والے پوچھتے ہیں)؟ چھوٹا بڑے سے درخواست کرتا ہے: "میرے بچوں کے ساتھ ویسے ہی پیش آنا جیسے باپ اپنے بچوں کے ساتھ پیش آتا ہے۔"

"تم صحیح راستے پر چل پڑے ہو۔"

اس زمانے میں دستوئیفسکی اپنی کہانی نوشاب (Adolescent) پر کام کر رہا تھا لیکن اس کے ذہن میں جو تصور جنم لے چکا تھا، وہ اسے فراموش نہ کر سکا۔ غیر محسوس طور پر یہ پھلنے پھولنے، برگ و بار لانے اور آہستہ آہستہ ایک نئے شہکار کی شکل میں ڈھلنے لگا۔

ایل۔ ایم۔ ریتس کے مطابق تنگ کے پرانے کارخانے سے کچھ ہی دور کیتھیڈرل کے قریب ایک اور واقعہ پیش آ گیا اور یہ بھی دستوئیفسکی کی نظروں سے اوجھل نہ رہ سکا۔

ہوا یہ کہ ایک شخص نے، جس کا نام پیوتر نزاروف تھا اور جو کیتھیڈرل کے قریب رہتا تھا، اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ اس پر دستوئیفسکی حرکت میں آ گیا، اس نے اس غیر معمولی وقوعے کے بارے میں ستاریا روسا میں اپنے واقف کاروں سے لمبے چوڑے سوال کیے اور ان سے تمام معلومات حاصل کیں۔ مقامی اخبار "نوگرات نیوز" نے اعلان کیا کہ مقدمے کی سماعت بیس ستمبر کو ہو گی۔ دریں اثنا دستوئیفسکی سینٹ پیٹرزبرگ واپس جا چکا تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ مصنف کو اس مقدمے میں بڑی دلچسپی ہے، ایک مقامی خاتون اے۔ پی۔ ارلووا نے اس کی بیوی کو خط لکھا اور اسے اطلاع دی: "آپ کو وہ شخص یاد ہے جس نے اپنے اندھے باپ کو قتل کر دیا تھا؟ تو سنو، اس پر پدرکشی کا مقدمہ چلا۔ وکیل صفائی اندروشکیوچ کے پورا زور لگانے کے باوجود جیوری نے اسے 'مجرم' قرار دے دیا ہے اور اسے عمر قید کی سزا ہو گئی ہے۔"

چنانچہ مستقبل میں "کرامازوف برادران" کے نام سے جو ناول لکھا جانا تھا، اس میں پارگی کا محرک اور بھی قریب سے اس ضلعی قصبے ستاریا روسا کے ساتھ منسلک ہو گیا جس میں مصنف (وقتی طور پر) رہائش پذیر تھا۔

کرامازوف خاندان کے باپ فیودر پاولووچ کے بعض خصائص وون سون کی کہانی سے اخذ کیے گئے ہیں جس کا چند سال قبل قتل ہو گیا تھا اور جس کے قتل کے مقدمے کی 1870 میں ماسکو میں سماعت ہوئی تھی۔ دستوئیفسکی اپنا ناول شروع کرنے سے پہلے اس کی تفصیلات سے اچھا خاصا آگاہ ہو چکا تھا۔ اس کے متعلق وہ ناول میں فیودر پاولووچ کرامازوف کی زبان سے کہلواتا ہے:

"تقدس مآب، آپ کو معلوم ہے وون سون کون تھا؟" ناول میں فیودر پاولووچ خود پوچھتا ہے۔ "ایک قتل کی واردات ہوئی تھی۔ اسے کسی رنڈی کے چوبارے میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا —— میرا خیال ہے ان جگہوں کو یہی نام دیا جاتا ہے۔ میں نے ٹھیک عرض کیا نا؟ —— اسے قتل کر دیا اور لوٹ لیا گیا۔ اور اس بات کے باوجود کہ وہ بوڑھا آدمی تھا، اسے صندوق میں بند کر کے، اس پر نام پتے کی چٹ لگا کر، مال گاڑی میں سینٹ پیٹرزبرگ سے ماسکو بھیج دیا گیا۔"

دستوئیفسکی وون سون کا "نوشاب" میں پہلے ہی ذکر کر چکا تھا۔

ایل۔ ایم۔ رینس رقم طراز ہے:

ستاریا روسا دستوئیفسکی کو ہر روز جس طرح الفسکی کی یاد دلاتا تھا، ویسے ہی وہ اسے وون سون کی بھی یاد دلاتا رہتا تھا۔ تب دستوئیفسکی کا قیام لیــوتف کے مکان پر تھا۔ وہاں سے چند ہی قدموں کے فاصلے پر کونے میں وون سون لین شروع ہو جاتی تھی۔ اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ اس سڑک پر اکثر مکان وون سون خاندان کے افراد کے تھے۔ اس سڑک سے آگے پُرسکون سیلین لین تھی جس کا موجودہ ترتیب کے اعتبار سے مکان نمبر 33 اُس زمانے کے وون سون خاندان کے سربراہ میجر جنرل کے۔ کے۔ وون سون کی ملکیت میں تھا جو ایک زمانے میں ستاریا روسا کے معدنی چشموں کا مینجنگ ڈائریکٹر تھا۔ دستوئیفسکی کی اس کی بیوی کے ساتھ خط کتابت رہتی تھی، یوں وہ لاریب

مالک مکان کو، جس کا انتقال 1870 میں ہوا تھا، جانتا تھا۔ قصبے کا بچہ بچہ جانتا تھا کہ وون سون حد درجے کا حریص شخص ہے اور ہر ممکن طریقے سے روپیہ اکٹھا کرنے میں جٹا رہتا ہے۔ ہمارے ایک معاصر ادیب وی۔ ایم۔ گلنکا نے، جو ستاریا روسا میں پیدا ہوا ہے، اپنے بچپن میں قصبے کے بڑے بوڑھوں اور بزرگوں سے سنا تھا کہ وون سون بالکل ویسا ہی عیاش تھا جیسا کہ اس کا مشہور ہم نام تھا جو ماسکو میں ہلاک ہو گیا تھا۔

ستاریا روسا کے باسیوں نے جب دستوئیفسکی کا ناول پڑھا اور انہیں فیودر پاولووچ کرامازوف میں ہو بہو وون سون سے مشابہت نظر آئی جو ان کے مابین رہا کرتا تھا، تو وہ دنگ رہ گئے۔ اور وہ اس بات کی نشان دہی کیے بغیر بھی نہ رہ سکے کہ میجر جنرل وون سون کے بیٹوں کی طرح کرامازوف کا ایک بیٹا بالاتوش ہے، جب کہ دوسرے کا نمایاں وصف اس کی پرہیزگاری ہے۔

دستوئیفسکی کے زمانے میں ستاریا روسا کے باسی اپنی گپ شپ میں اکثر ناول کے بڑے کرداروں کا تقابل وون سون اور اس کے بیٹوں کے ساتھ کرتے رہتے تھے۔ اور یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ آج بھی قصبے کے باشندے اس مشابہت پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔

دستوئیفسکی کے چند خطوط

دستوئیفسکی کے خطوط چار جلدوں میں ماسکو سے شائع ہوئے تھے۔ خطوط کی دوسری، تیسری اور چوتھی جلد اے۔ ایس۔ دولینن (Dolinin) نے مرتب کی تھی اور اس کی اشاعت علی الترتیب 1930، 1934، اور 1959 میں عمل میں آئی تھی۔ درج ذیل خطوط کا انگریزی میں ترجمہ پروفیسر رالف میٹ لا نے کیا تھا اور ان پر حواشی بھی زیادہ تر انہی کے تحریر کردہ ہیں۔ دستوئیفسکی نے تاریخیں اس زمانے میں روس میں مروّج جولین کیلنڈر میں دی ہیں۔ انہیں موجودہ گریگورین کیلنڈر کے مطابق بنانے کے لیے بارہ دن کا اضافہ کر لینا چاہیے۔ مثلاً دستوئیفسکی کا گیارہ دسمبر موجودہ حساب سے تیئیس دسمبر ہوگا۔

نمبر 318، این۔ اے۔ میکوف[1] کے نام

فلورنس، 11 دسمبر 1868

اب میرے ذہن میں ایک عظیم ناول کا نقشہ بن رہا ہے۔ اس کا نام "دہریت" ہوگا۔ (خدا کے لیے یہ بات میرے اور تمہارے درمیان ہی رہے)، لیکن اسے شروع کرنے سے پہلے مجھے دہریوں، کیتھولکوں اور آرتھوڈوکسوں کے متعلق پوری لائبریری پڑھنا ہوگا۔ اگر مجھے کوئی اور کام نہ کرنا ہوا اور صرف اسی ناول کو لکھنے کی فرصت میسر آ گئی، تو بھی اس کی تکمیل میں دو سال صرف ہو جائیں گے۔ میرے ذہن میں ایک (مرکزی) کردار ہے: وہ روسی ہے، اس کا تعلق ہمارے

معاشرے سے ہے، اس کی عمر ڈھلتی جا رہی ہے، وہ کوئی زیادہ تعلیم یافتہ تو نہیں لیکن چٹا اَن پڑھ بھی نہیں، اسے سماج میں اچھا مقام حاصل ہے — پھر آخری عمر میں خدا پر اس کا ایمان اچانک جاتا رہتا ہے۔ اپنی ساری زندگی میں وہ کام میں جٹا رہا اور سیدھے راستے سے کبھی نہیں بھٹکا تھا اور 45 سال کی عمر تک اس نے کوئی کارنمایاں نہیں دکھایا تھا۔ (نفسیاتی معمّا: گہرے جذبات، ایک مرد، روسی مرد)۔ خدا پر اعتقاد اٹھ جانے سے اس کی شخصیت بری طرح متاثر ہوئی۔ (وسعت کے اعتبار سے ناول کا ایکشن، پس منظر، بہت لمبا چوڑا ہے۔) وہ نوجوان نسل، سلافی طرزِ حیات اور پھر کے مریضانہ حد تک دلدادگان، مغرب زدگان، روس کے مذہبی جنونیوں (fanatics)، راہبوں، مرتاضوں اور پادریوں کے مابین ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے (یعنی کبھی ایک گروہ اور کبھی دوسرے گروہ کا ساتھ دیتا رہتا ہے)۔ پھر وہ ایک پولستانی یسوعی کے، جو اپنے مسلک کا زبردست پرچارک ہے، ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ اس یسوعی سے جان چھڑانے کے لیے وہ ان لوگوں کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے جو نجات کے لیے اپنے آپ کو ایذائیں دینا اور کوڑے مارنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ آخر عمر میں وہ یسوع، روسی دھرتی، روسی مسیح اور روسی خدا کو دریافت کر لیتا ہے۔ (خدا کے لیے یہ باتیں کسی کو بھی مت بتاؤ۔) جہاں تک میرا تعلق ہے، اگر میں نے اپنا یہ آخری ناول مکمل کر لیا تو میں بعد مسرت موت کو گلے لگا لوں گا کیونکہ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں، مکمل طور پر کہہ چکا ہوں گا۔ الخ،

میرے دوست، حقیقت پسندی (realism)، واقعیت پسندی (actuality) کے بارے میں میرے نظریات حقیقت پسندوں اور نقادوں سے بالکل مختلف ہیں۔ میری عینیت (idealism) ان کی عینیت سے زیادہ حقیقی ہے۔ خدایا، اپنی روحانی نمو کے گزشتہ دس سالوں کے دوران میں ہم روسی جس تجربے میں سے گزرے ہیں، تو کیا یہ حقیقت پسند گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ کہنے نہیں لگیں گے کہ یہ محض فنتازیہ (fantasy) ہے؟ لیکن اس روسی تجربے کا بیان ہی بنیادی، اساسی حقیقت نگاری ہے، یہ اس سے کہیں زیادہ عمیق ہے جس کا بیان یہ (نام نہاد) حقیقت پسند کرتے ہیں کیونکہ وہ گہرائی میں نہیں جا سکتے، محض سطح کو چھو کر رہ جاتے ہیں۔ کیا لیوبم تارتسوف (2) حقیقتاً بے حیثیت (محض) نہیں — اور یہ ان کی واحد عینی چیز ہے جس کی ان کی حقیقت پسندی نے اجازت دی ہے۔ حقیقت بڑی گہری چیز ہے — اس بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ ان کی حقیقت پسندی کے ذریعے آپ حقیقی، اصلی واقعات کا سواں حصہ بھی بیان نہیں کر سکتے۔ جب کہ ہم اپنی عینیت کے ذریعے واقعات کی پیش بینی بھی کر چکے ہیں۔ ایسا ہو چکا ہے۔

نمبر 345، این۔ اے۔ میکوف کے نام

ڈریسڈن، 25 مارچ 1870

...میں نے "طلوع" (3) کو کوئی اچھی چیز بھیجنے کا وعدہ کیا تھا اور میں واقعی کوئی اچھی چیز تحریر کرنا چاہتا ہوں۔ میں "طلوع" کے لیے جو کچھ لکھنا چاہتا ہوں، وہ گزشتہ دو سالوں کے دوران میں میرے ذہن میں پک چکا ہے۔ یہ وہی خیال ہے جس کے بارے میں مَیں تمہیں پہلے ہی لکھ چکا ہوں۔ یہ میرا آخری ناول ہوگا۔ اس کی ضخامت "جنگ اور امن" کے برابر ہوگی۔ اس میں جو خیال پیش کیا جائے گا، وہ تمہیں پسند آئے گا، کم از کم ہماری گزشتہ گفتگوؤں سے تو یہی تاثر ملتا ہے۔ ناول پانچ بڑے بڑے حصوں پر مشتمل ہوگا۔ (ہر حصے میں تقریباً 250 صفحات ہوں گے)۔ اس کا منصوبہ گزشتہ دو سالوں کے دوران میں میرے ذہن میں بن اور پک چکا ہے۔ کہانیاں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوں گی، چنانچہ انہیں علیحدہ علیحدہ بھی فروخت کیا جا سکے گا۔ میں نے پہلا ناول کاشپیریف (4) کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ اس کے واقعات 1840 کی دہائی میں پیش آتے ہیں۔ ناول کا عمومی عنوان "عظیم گناہ گار کی داستانِ حیات" ہے، مگر ہر ناول کا اپنا الگ عنوان ہوگا۔ تمام حصوں میں جو سوال اٹھایا جائے گا، وہ وہی ہوگا جس سے میں شعوری اور غیر شعوری طور پر اپنی ساری عمر نبرد آزما رہا ہوں اور وہ سوال یہ ہے: خدا کا وجود۔ اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں میرا ہیرو پہلے تو دہریہ، پھر صاحبِ ایمان (believer)، پھر جنونی (fanatic)، پھر sectant (5) اور آخر میں دوبارہ دہریہ ہو جاتا ہے۔ دوسرے حصے کے تمام واقعات خانقاہ میں پیش آئیں گے۔ میں نے اپنی تمام امیدوں کا مرکز اسی دوسرے حصے کو بنا لیا ہے۔ شاید آخر میں یہ کہا جائے گا کہ میں نے محض خرافات پر اپنا وقت ضائع نہیں کیا۔ (اپالون نکولائی وچ، میں صرف تمہارے سامنے اقرار کرتا ہوں) — میں دوسری کہانی میں تیخون زدونسکی (6) کو بڑا کردار بنانا چاہتا ہوں لیکن اس کے اصل نام سے نہیں، کہانی میں نام مختلف ہوگا، تاہم خانقاہ میں بشپ کو پُرامن زندگی گزارتے دکھایا جائے گا۔ پورے ناول میں مستقبل کے ہیرو، ایک تیرہ سالہ لڑکے کو خانقاہ میں بغرض تعلیم بھیجا جائے گا، جو کسی مجرمانہ کارروائی میں حصہ لے چکا ہے، جو عقلی طور پر بالغ لیکن اخلاقی اعتبار سے بدعنوان ہے۔ فکر نہ کرو — میں اس قسم کے لوگوں کو جانتا ہوں — (یہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقے کا حصہ ہیں۔) نوخیز بھیڑیا اور اعدام پرست (nihilist) تیخون سے ملتا ہے۔ (تم تیخون کے کردار اور

پوری شخصیت سے اچھی طرح آگاہ ہو۔) میں چادیف (7) کو بھی اسی خانقاہ میں پہنچا دوں گا۔
(نام بہرحال اس کا بھی مختلف ہوگا۔) آخر چادیف کو ایک سال کے لیے خانقاہ میں محبوس کرنے
میں کیا ہرج ہے؟ ذرا تصور کرو کہ چادیف، جسے اپنے پہلے مقالے کی اشاعت کے بعد اپنی دماغی
صحت کے بارے میں سرٹیفکیٹ حاصل کرنا پڑتا تھا، صبر نہ کرسکا اور اس نے ایک کتابچہ شائع کرا
دیا۔۔۔ ہم فرض کرلیتے ہیں کہ اس نے یہ کتابچہ کسی ملکِ غیر میں چھپوایا ہوگا اور تحریر بھی فرانسیسی میں
کیا ہوگا۔ اس صورت میں عین ممکن ہے کہ اسے کسی خانقاہ میں محبوس کردیا گیا ہو۔ اس کے
ملاقاتیوں پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاتی۔ چنانچہ لوگ اسے ملنے آتے رہتے ہیں۔ ان میں
بلنسکی (8)، گرانوفسکی (9) بلکہ خود پوشکن (10) بھی شامل ہوسکتے ہیں۔ بہرحال میں اپنے ناول
میں محض چادیف کو تو نہیں پیش کر رہا، خانقاہ میں پاول پرٹسکی (11)، گولوبوف (12) اور راہب
پارفینی (13) بھی موجود ہوسکتے ہیں۔ (میں اس شعبے کا ماہر ہوں، میں روسی خانقاہ کو بچپن سے جانتا
ہوں۔) لیکن اصل کردار تیخون اور لڑکا ہی ہیں۔ خدا کے لیے دوسری جلد کے مضامین کے بارے
میں کسی کو کچھ نہ بتانا۔ (میں اپنے منصوبوں کے متعلق کسی کو پیشگی کچھ نہیں بتاتا۔ پتا نہیں کیوں،
بہرحال مجھے کچھ کچھ شرمندگی سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ لیکن میں تمہارے سامنے اعتراف کر رہا
ہوں۔) دوسرے بے شک اسے بے کار چیز گردانتے رہیں لیکن میرے نزدیک یہ (اصول) خزانہ
ہے۔ تیخون کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتاؤ۔ میں نے خانقاہ کے بارے میں ستراخوف (14) کو خط لکھا
تھا مگر تیخون کا ذکر نہیں کیا تھا۔ شاید میں کوئی پُرشکوہ، مثبت، پاک باز ہستی تخلیق کر ڈالوں گا۔ میرا یہ
کردار نہ تو کونستان زالگو (15) ہوگا اور نہ "آبلم آف" (16) کا جرمن ہوگا (مجھے اس جرمن کا نام
بھول گیا ہے)۔ ہمیں اپنے ادب میں جس نمائندہ مثبت روسی کردار کی تلاش ہے، ممکن ہے وہ
لیف ریتسکی، چیچی کوف، رخمی توف (17) یا کوئی دوسرا نہ ہو، رخمی توف یا لوپوخوف جیسا شخص تو بالکل
ہی نہیں، بلکہ وہ غالباً عین مین یہی تیخون ہو۔ حقیقتاً میں کوئی نیا کردار تخلیق نہیں کروں گا بلکہ محض
موجودہ، اصلی تیخون کو پیش کردوں گا جسے مدتوں پہلے میں نے والہانہ انداز سے اپنے دل میں سما لیا
تھا۔ اگر میں اسے پیش کرنے میں کامیاب ہوگیا تو میرے خیال میں اتنا بھی اہم کارنامہ ہوگا۔ کسی
سے اس کا ذکر مت کرو۔ لیکن مجھے دوسرے ناول کے لیے، خانقاہ کے بیان کے لیے، روس میں
موجود رہنا ہوگا۔ کاش یہ منصوبہ کامیاب رہے! پہلے ناول میں ہیرو کے بچپن کا ذکر ہوگا۔ لیکن یہ
بچوں کے متعلق نہیں ہے: اس میں رومان ہے۔۔۔

نمبر 550، وی۔ اے۔ الیکسیو (18) کے نام

پیٹرزبرگ، 7 جون 1876

تم نے جو سوال اٹھایا ہے اس سے تمہاری ژرف نگاہی کا اظہار ہوتا ہے۔ چونکہ تمہارا سوال
پُراز فراست ہے، اس لیے یہ طویل جواب کا متقاضی ہے۔ فی نفسہٖ معاملہ بالکل صاف ہے، اس
میں کوئی الجھاؤ نہیں۔ شیطان کی ترغیب (19) میں تین بہت بڑے، ابدی سوال شامل تھے اور
اٹھارہ صدیاں گزر جانے کے بعد وہ اتنے مشکل نہیں رہے یعنی ان کے جواب میں (یسوع کی
نسبت) زیادہ زیرکانہ خیالات پیش تو کیے جاسکتے ہیں، لیکن اصلاً یہ ابھی تک حل طلب ہیں۔
"پتھر اور روٹی" معاصر معاشرتی سوال، ماحول کی اہمیت جتلاتا ہے۔ یہ کوئی پیش گوئی نہیں
ہے، یہ ہمیشہ موجود رہا ہے: آدمی مجبور و مقہور، مفلوک الحال لوگوں سے کس طرح پیش آئے جو بھوک
اور ستم رسیدگی کی وجہ سے انسانوں سے کم، حیوانوں سے زیادہ مشابہ ہیں۔۔۔ آدمی ان فاقہ کشوں
کے پاس کس طرح جائے اور انہیں کس طرح سمجھائے کہ وہ گناہوں سے بچیں، پاک دامن رہیں اور
فروتنی اختیار کریں۔ انہیں (اس قسم کی) تعلیم دینے سے پہلے کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ان کے پیٹ
بھرنے کا سامان کیا جائے۔ یہ فعل زیادہ کریمانہ ہوگا۔ وہ تبلیغ کی غرض سے تمہارے پاس بھی آتے
ہیں، لیکن تم ٹھہرے پسرِ خداوند، تمام دنیا بڑی بے چینی اور اشتیاق سے تمہارا انتظار کرتی رہی۔ پھر
اس بات کو سب سے پہلے اپنے دھیان میں رکھیں اور انصاف پسندی سے کام لیں: ان سب کو روٹی
دیں، انہیں تحفظ فراہم کریں، انہیں ایسا سماجی ڈھانچہ مہیا کریں جو انہیں ہمیشہ کے لیے روٹی اور امن
چین کی ضمانت دے سکے اور اس کے بعد انہیں تلقین کریں کہ وہ گناہ نہ کریں۔ اگر وہ تب گناہ کریں
تو وہ بہت ناشکرے ہوں گے، جب کہ اب وہ گناہ اس لیے کرتے ہیں کیونکہ وہ بھوکے ہوتے ہیں۔
ان لوگوں کو گناہ سے بچنے کی تلقین کرنا فی نفسہٖ گناہ ہے۔
تم پسرِ خداوند ہو، نتیجتاً تم جو جی چاہے کرسکتے ہو۔ یہ رہے پتھر، انہیں دیکھو، گنو۔ تمہیں صرف
اتنا کرنے کی ضرورت ہے کہ انہیں حکم دے دو اور وہ روٹی میں تبدیل ہوجائیں گے۔
دھرتی کو بھی حکم دے دو کہ وہ (لوگوں کی) محنت مشقت کے بغیر فصلیں اگا دے اور اپنے
(پوشیدہ) خزانے اگل دے، لوگوں کو کوئی ایسا علم (سائنس) یا طریقِ کار سکھا دو جو ان کی زندگیوں کو
محفوظ بنا دے۔ کیا تمہیں واقعی یہ یقین ہے کہ انسان کی سب سے بڑی برائیاں اور مصیبتیں بھوک،

سردی، غربت اور بقا کی ناممکن جدوجہد کی وجہ سے وجود میں آئی ہیں؟

یہ پہلا خیال ہے جو بدروح (شیطان) نے یسوع کو پیش کیا تھا۔ مان لیں کہ اس سے بچنا مشکل ہے۔ ادھر یہاں یورپ کا معاصر سوشلزم یسوع کو مستقلاً ٹھکراتا رہتا ہے اور اپنی اوّلین ترجیح روٹی قرار دیتا ہے، سائنس کو پکارتا رہتا ہے اور دعویٰ کرتا رہتا ہے کہ انسان کے تمام مصائب کی وجہ غربت ہے، اسے محض اپنی بقا کی خاطر ہمہ وقت جدوجہد کرنا پڑتی رہتی ہے۔ یوں کہیں "ماحول نے اسے تباہ و برباد کر دیا ہے۔"

اس کا یسوع نے جواب دیا، "انسان محض روٹی کے سہارے زندہ نہیں رہتا۔" یعنی اس نے انسان کے روحانی سرچشمے کے اصل موضوع کی طرف توجہ دلائی۔ شیطان نے جو تصور پیش کیا تھا، اس کا اطلاق انسان کے اندر کے حیوان پر ہی کیا جا سکتا ہے جب کہ مسیح جانتا تھا کہ انسان کو محض روٹی سے نہیں گرمایا جا سکتا۔ اگر روحانی زندگی کا وجود نہ ہو، حسن کا آدرش نہ ہو، انسان گھٹا ہوا رہے گا، زندہ درگور ہو جائے گا، ہوش و حواس کھو بیٹھے گا، اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے گا یا انسانی (غیر مسیحی) فنتازیوں کے سامنے سرنگوں ہو جائے گا۔ اور یسوع کی حیثیت سے، کہ حسن کا آدرش اس کی اپنی ذات کے اندر اور اس کے کلام میں موجود ہے، اس نے فیصلہ کیا کہ روح کے اندر حسن کے آدرش کو ثبت کرنا زیادہ احسن ہے۔ اگر یہ روح میں موجود ہے، پھر ہر انسان دوسرے انسانوں کا بھائی بن جائے گا، یوں وہ ایک دوسرے کے کام آنے لگیں گے اور یوں سب متموّل ہو جائیں گے۔ لیکن اگر تم نے انہیں محض روٹی فراہم کرنے پر اکتفا کیا، پھر وہ شدید بوریت (بیزاری) کے عالم میں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔

لیکن فرض کریں کہ تم انہیں بیک وقت روٹی اور حسن دونوں دے دیتے ہو؟ پھر تم انہیں کام کاج، انفرادیت، ایثار ذات، اپنے پڑوسی کی خاطر اپنی بھلائی کے جذبے کی قربانی سے محروم کر دو گے، مختصراً اس سے اس کی زندگی، زندگی کا آدرش چھن جائے گا۔

اگر ثابت یہ نہیں ہوتا کہ "نیا عہد نامہ" کے اس مختصر اقتباس کا صحیح صحیح تعلق محض اس خیال سے ہے اور اس بات سے نہیں کہ مسیح بھوکا تھا اور شیطان نے اسے مشورہ دیا تھا کہ وہ پتھر اٹھائے اور اسے حکم دے دے کہ وہ روٹی میں تبدیل ہو جائے، تو کہا جا سکتا ہے کہ اس سے صحیح صحیح ثابت یہ ہوتا ہے کہ مسیح نے جواب انسانی فطرت کے راز کو منکشف کرتے ہوئے دیا تھا کہ "انسان محض روٹی کے سہارے زندہ نہیں رہتا۔" (یعنی وہ حیوانوں کی زندگی نہیں بسر کرتا)۔

اگر معاملہ محض یسوع کی بھوک کا ہوتا، پھر عمومی انداز سے انسان کی روحانی زندگی کا ذکر کرنے کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ اگر معاملہ محض اتنا ہی ہوتا، پھر اگر وہ چاہتا تو شیطان کے مشورے

کے بغیر پہلے ہی روٹی حاصل کر لیتا۔ برسبیلِ تذکرہ میں یہ مشورہ دوں گا کہ ڈارون اور (اس جیسے) دوسرے لوگوں کے ان خیالات کا مطالعہ کرو کہ انسان بندر کا خلف ہے۔ کسی قسم کے نظریوں کا سہارا لیے بغیر یسوع نے صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ انسان کے اندر حیوان چھپا ضرور بیٹھا ہے لیکن اس کے اندر ایک روحانی مملکت بھی ہے جو اس کے اندر کے حیوان سے مختلف ہے۔ آپ جسے چاہیں، انسان کا جدِ امجد بتائیں ــــ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا (انجیل میں کہیں نہیں آیا کہ خدا نے انسان کو مٹی سے بنایا تھا یا پتھر سے)۔ یہ اتنی اہم بات نہیں بلکہ اس کے برعکس اہم بات یہ ہے کہ خدا نے انسان کے اندر روحِ حیات پھونکی تھی (لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ انسان اپنے گناہوں کے طفیل دوبارہ حیوان بن سکتا ہے)۔

تمہارا خادم

فیودر دستوئیفسکی

پس نوشت: پیساریوا نے معاصر نوجوانوں کے ساتھ تعلیم پائی تھی اور وہ ان کے ساتھ کثرت سے گھومی پھری تھی اور ان کی صحبتوں میں اٹھی بیٹھی تھی۔ ان نوجوانوں کا حال یہ ہے کہ انہیں مذہب کے ساتھ کوئی رغبت نہیں، وہ صرف سوشلزم کے خواب دیکھتے رہتے ہیں یعنی دنیا کے ایک ایسے ڈھانچے کے جہاں اوّلین اہمیت روٹی کو حاصل ہو گی، یہ روٹی سب میں برابر برابر تقسیم ہو گی اور املاک بنانے کی ممانعت ہو گی۔ جہاں تک میں مشاہدہ کر سکا ہوں یہ نوجوان مستقبل میں ایک ایسے ڈھانچے کے منتظر ہیں جس میں انفرادی ذمے داری کا کوئی مقام نہیں ہو گا، لیکن فی الحال ان کی حالت یہ ہے کہ وہ روپے پیسے پر جان چھڑکتے ہیں اور اس کی مبالغے کی حد تک قدر کرتے ہیں لیکن صحیح معنوں میں اس اہمیت کی خاطر جو وہ اسے دیتے ہیں۔

نمبر 617، وی۔ وی۔ میخائیلوف (20) کے نام

پیٹرز برگ، 16 مارچ 1878

...آپ نے اپنے سابقہ خط میں اس بات کا اشارہ دیا تھا کہ آپ کو آئندہ مجھ سے خط کتابت

کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ میں آپ کے اس ارادے کی بہت قدر کرتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ ہماری خط کتابت جاری رہے گی۔ آپ کے خط میں مجھے جس چیز میں خاص طور پر دلچسپی محسوس ہوئی، وہ یہ ہے کہ آپ کو بچوں سے بہت محبت ہے، آپ نے خاصا وقت ان کے درمیان گزارا ہے اور اب بھی گزار رہے ہیں۔ تو مائی ڈیر ولادی میر واسِلی وِچ، اب میں آپ کے سامنے اپنی درخواست پیش کرنا چاہتا ہوں: میں نے اپنے ذہن میں ایک عظیم ناول کا خاکہ بنا لیا ہے اور عنقریب اسے صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا شروع کر دوں گا۔ اس میں دوسری باتوں کے علاوہ بچوں، خاص طور پر سات سال سے پندرہ سال کی عمر کے بچوں کا خاصا اہم کردار ہوگا۔ اس میں متعدد بچے متعارف کرائے جائیں گے۔ میں بچوں کا مشاہدہ اور مطالعہ کر رہا ہوں، ساری عمر ان کا مشاہدہ اور مطالعہ کرتا رہا ہوں اور خود مجھے ان سے بے حد محبت ہے۔ لیکن (میرا خیال ہے کہ) آپ جیسے شخص کے مشاہدات میرے لیے بے حد کارآمد ثابت ہوں گے۔ چنانچہ مجھے بچوں کے متعلق — ہر وہ بات جو آپ کو ان کے بارے میں معلوم ہو — ضرور لکھیں۔ پیٹرز برگ کے بچوں کے متعلق بھی جو آپ کو "انکل" کہتے ہیں اور لزاوت گرات کے بچوں کے متعلق بھی، ہر وہ بات جو آپ کو معلوم ہے (واقعات، حادثات، عادات، کہاوتیں اور ضلع جگتیں، خصائل، خاندان کے ساتھ تعلقات، شرارتیں، معصومانہ اور ناپسندیدہ حرکتیں، ان کی فطرت، ان کے اساتذہ، لاطینی، وغیرہ وغیرہ — غرضیکہ وہ سب کچھ جو آپ جانتے ہیں!) آپ میری بہت مدد کر سکیں گے۔ میں آپ کا بے حد ممنون ہوں گا اور آپ کے خطوں کا بے چینی سے انتظار کرتا رہوں گا...

نمبر 632، این۔ ایم۔ دستوئیفسکی کے نام

پیٹرز برگ، منگل، 16 مئی 1878

میرے انتہائی پیارے بھائی نکولائی میخائیلووچ، آج ہمارے الیوشا کا اچانک مرگی سے انتقال ہو گیا جس میں وہ اس سے پہلے کبھی مبتلا نہیں ہوا تھا۔ کل تک وہ بالکل ہشاش بشاش تھا، کودکڑے مارتا پھرتا تھا، ہنستا تھا، گاتا تھا اور آج وہ تدفین کا انتظار کر رہا ہے۔ حملہ صبح ساڑھے نو بجے شروع ہوا اور دوپہر اڑھائی بجے ہمارا لیوفچکا انتقال کر گیا۔ اسے اٹھارہ تاریخ کو عظیم اوختنسکی قبرستان میں دفنایا جائے گا۔ خدا حافظ کولیا، تمہیں لیوشا پر بہت ترس آئے گا، تم اس سے بہت لاڈ پیار کیا کرتے تھے۔

(تمہیں یاد ہے وہ ایک شرابی، "وانکا احمق" کی کیسے نقل اتارا کرتا تھا؟) میں اپنی پوری زندگی کے دوران میں اتنا غمگین کبھی نہیں ہوا۔ ہم سب سوگ منا رہے ہیں۔

تمہارا بھائی، ایف۔ دستوئیفسکی

نمبر 652، این۔ اے۔ لیوبیوف (21) کے نام

پیٹرز برگ، 30 جنوری 1879

کل میں آپ کو اپنے ناول ("کرامازوف برادران") کی اگلی قسط یعنی تیسری کتاب (ساری کی ساری) بھیج دوں گا۔ اس کے ساتھ ناول کا پہلا حصہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ چنانچہ پہلا حصہ تین کتابوں پر مشتمل ہوگا۔

مجموعی طور پر ناول تین حصوں پر مشتمل ہوگا، ہر حصہ متعدد کتابوں میں اور ہر کتاب متعدد ابواب میں منقسم ہوگی۔

ہر کتاب میرے اٹھاسی اوراق پر مشتمل ہوگی۔ میرا خیال ہے یہ "رشین ہیرلڈ" کے پورے اٹھاسی صفحات میں سما جائے گی۔ چنانچہ ناول کا پہلا حصہ "رشین ہیرلڈ" کے 210 سے 225 صفحات پر مشتمل ہوگا۔

واجب الاحترام نکولائی الیکسی وِچ، اس کے ساتھ ہی میں آپ کو پیشگی متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں آپ کو مارچ کے شمارے کے لیے کچھ نہیں بھیج سکوں گا (مجھ میں طاقت نہیں رہی)، چنانچہ دوسرے حصے کی طباعت "رشین ہیرلڈ" کے چوتھے یعنی اپریل کے شمارے سے شروع ہوگی اور میں یہ چاہوں گا کہ یہ دوسرا حصہ بھی آخر تک کسی وقفے کے بغیر شائع ہو۔

میں آپ کے دفتر سے دوسرے حصے کے پروف بھیجے جانے کا بہت ہی بے چینی سے منتظر رہوں گا۔ میں اب تمام پروف بذریعہ رجسٹری واپس ارسال کیا کروں گا۔

(نوٹ: میں اس مراسلے کی طرح تیسرے حصے کا مسودہ بھی بذریعہ رجسٹرڈ پارسل بھیجوں گا۔)

کیا میں ڈاک کا پتا صحیح لکھ رہا ہوں؟ کیا مجھے "سٹراسنوائی بلیوارڈ" جیسی تفصیل لکھتے رہنا چاہیے؟ اس کا کوئی حاصل ہے؟)

Scanned with CamScanner

آپ کو پہلے حصے کے سارے پروف مل گئے ہیں یا نہیں؟ مجھے بہت پریشانی ہو رہی ہے۔ میں نے صرف آخری پیکٹ رجسٹری کرایا تھا، پہلے تینوں پیکٹ عام ڈاک سے ارسال کیے گئے تھے۔ مجھے کچھ زیادہ ہی تشویش لاحق ہو رہی ہے۔ ترامیم کچھ زیادہ تو نہیں تھیں لیکن وہ تھیں بے حد اہم۔

چنانچہ میں منتظر ہوں کہ اس تیسری کتاب کے پروف مجھے کب ملتے ہیں جسے میں اب آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ برمحل تذکرہ: میری آپ سے پُرزور درخواست ہے کہ آپ یہ تیسری کتاب پوری کی پوری (88 صفحات) "رشین ہیرلڈ" کے فروری کے شمارے میں چھاپ دیں، اس کے حصے بخرے نہ کریں کہ اس کا ایک حصہ تو فروری کے شمارے میں چھاپ دیں اور بقایا اس اندیشے کے پیشِ نظر کہ میں مارچ کے شمارے کے لیے آپ کو کچھ نہ بھیج سکوں گا، مارچ کے شمارے کے لیے محفوظ کر لیں۔ اگر آپ نے اس کتاب کو دو حصوں میں منقسم کر دیا تو اس کا تال میل اور فن کارانہ تناسب بالکل غارت ہو جائے گا۔

میں آپ کو جو تیسری کتاب بھیج رہا ہوں، میرا خیال ہے یہ قطعاً بری نہیں ہے، اس کے برعکس اسے بہت اچھی طرح اور خوب صورتی سے تحریر کیا گیا ہے۔ (میں جو اپنی منہ میاں مٹھو بن رہا ہوں، اس کے لیے میں آپ سے معذرت خواہ ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ دریا دلی سے کام لے کر مجھے معاف فرما دیں گے۔ رسول سینٹ پال کے الفاظ یاد رکھیں ـــــ "چونکہ میری تعریف نہیں کی جاتی (22) چنانچہ میں اپنی تعریف آپ کر رہا ہوں۔")

نمبر660، این۔ اے۔ لیوبیوف کے نام

ستاریا روسا، 10 مئی 1879

میں نے "رشین ہیرلڈ" کے مئی کے شمارے کے لیے اپنے ناول "کرامازوف برادران" کی اگلی قسط، جو آپ کے جریدے کے کم از کم چالیس صفحات پر آئے گی، آج ہی ارسال کی ہے۔

یہ پانچویں کتاب ہے، اس کا عنوان "موافق و مخالف آرا" (Pro and Contra) ہے۔ لیکن یہ پوری کتاب نہیں، صرف آدھی ہے۔ پانچویں کتاب کا بقیہ نصف جون کے شمارے کے لیے وقت پر ارسال کر دیا جائے گا اور یہ پچاس صفحات پر مشتمل ہو گا۔ مجھے پانچویں کتاب کو "رشین ہیرلڈ" کے دو شماروں کے لیے جو تقسیم کرنا پڑ رہا ہے تو اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ پوری کوشش کے باوجود میں اسے مئی کے اختتام سے پہلے ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکوں گا (تیاری کرنے اور ستاریا روسا پہنچنے میں توقع سے زیادہ وقت صرف ہو گیا) ـــ اور یوں مجھے پروف پڑھنے کے لیے وقت نہیں مل سکے گا، لیکن دوسری اور میرے نزدیک اہم ترین وجہ یہ ہے کہ میرے خیال میں یہ ناول کا نقطۂ عروج (culminating point) ہے اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے خاص احتیاط کی ضرورت ہے۔ روس میں ہمارے نوجوان، جن کا حقیقت سے رابطہ کٹ چکا ہے، مقدس اشیا اور ہستیوں کی جس طرح زبردست توہین کرتے پھر رہے ہیں اور ان میں جو تخریب کاری کے رجحانات پیدا ہو گئے ہیں، اس کتاب کا موضوع ہیں اور یہ بات اس مواد سے بھی آپ پر واضح ہو گئی ہو گی جو میں آپ کو پہلے ہی بھیج چکا ہوں۔ ناول کے اس حصے میں مقدس اشیا اور ہستیوں کی توہین اور تخریب کاری کے رجحانات کے ذکر پر ہی اکتفا نہیں کیا جائے گا بلکہ ناول کے ایک کردار ستارتس زوسیما کی زبان سے ان کی تردید بھی کی جائے گی۔ جو کام میں نے اپنے ذمے لیا ہے چونکہ اس کی مشکل ظاہر و عیاں ہے، واجب الاحترام نکولائی الیکسی وچ، آپ بہرحال اسے سمجھ جائیں گے، چنانچہ مجھے توقع ہے کہ میں نے اس حصے کو، جو ناول کا نقطۂ عروج ہے، جلد بازی سے نپٹانے کی بجائے جو دو شماروں میں تقسیم کرنے کی جسارت کی ہے، آپ مجھے اس کے لیے معاف فرما دیں گے۔ سارا باب حرکت سے پُر ہو گا۔ جو مواد میں آپ کو بھیج چکا ہوں، اس میں مَیں نے ناول کے ایک کردار کی نقشہ کشی کی ہے: (اس میں) وہ اپنے بنیادی عقائد کا اظہار کرتا ہے۔ یہ بنیادی عقائد عین مین وہی ہیں جنہیں میں معاصر روسی نراجیت کے اجزائے ترکیبی کا اخراج (synthesis) کہتا ہوں۔ (روسی نراجیت) خدا کو نہیں بلکہ اس کی تخلیق کی معنویت کو مسترد کرتی ہے۔ سارا کا سارا سوشلزم تاریخی حقیقت میں معنویت کا استرداد ہے اور یہ نشوونما پا کر تباہی اور نراجیت کے پروگرام میں ڈھل گیا ہے۔ ابتدائی نراجیت پسندوں میں آپ کو متعدد مثالیں ایسے اشخاص کی مل جائیں گی جو اپنے عقائد میں بڑے مخلص تھے۔ میرے ہیرو نے ایک ایسے موضوع کا انتخاب کیا ہے جو میرے خیال میں ناقابلِ تردید ہے۔ اور وہ موضوع یہ ہے: بچوں کو جن مصائب میں سے گزرنا پڑتا ہے، ان کا کوئی مفہوم نہیں بنتا اور اسی کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ تمام تاریخی حقیقت مہمل اور بے معنی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں اسے اچھے طریقے سے پیش کرنے میں کامیاب ہوا ہوں یا نہیں لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ میں نے اپنے ہیرو کی جو تصویر کھینچی ہے وہ انتہا درجے کی حقیقی ہے۔ [میں نے "جن زدگان" (The Possessed) میں جو کردار پیش کیے تھے، ان کے بارے میں یہ کہہ کر میرے کان مروڑے گئے تھے کہ یہ لوگ حقائق سے کوئی لگا نہیں کھاتے، لیکن کیا آپ یقین کریں گے کہ انہی لوگوں کو بعد میں حقیقت (reality) نے صحیح قرار دیا

تھا، چنانچہ ان کی تفہیم درست انداز سے ہوئی ہو گی۔ مثلاً کے۔ پی۔ پرو بیدانوسعیف (23) نے مجھے مجوس نراجیوں کے متعلق دو تین ایسے واقعات سنائے ہیں جو توجہ گیر انداز سے اس چیز سے ملتے جلتے تھے جو میں نے "جن زدگان" میں بیان کی تھی۔ جو حصہ میں آپ کو بھیج چکا ہوں، اس میں ہیرو جو کچھ کہتا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ بچوں کے متعلق جتنے بھی واقعات بیان کیے گئے ہیں، وہ حقیقتاً ظہور پذیر ہوئے تھے، اخبارات و جرائد میں چھپ چکے ہیں، میں مقامات کے نام بتا سکتا ہوں، میں نے خود کچھ نہیں گھڑا ہے۔ اس جرنیل کا واقعہ بالکل سچا ہے جس نے اپنے شکاری کتے بچے پر چھوڑ دیے تھے۔ میرا خیال ہے کہ یہ سب سے پہلے جریدے "رشین آرکائیوز" میں شائع ہوا تھا اور بعد میں اسے دوسرے اخبارات نے بھی اچک لیا تھا۔ میرے ہیرو نے جو کفر بازی کی ہے، اس کی تردید اگلے (جون کے) شمارے میں ہو جائے گی۔ اس حصے کو تحریر کرتے میرا جسم کانپنے لگتا ہے، مجھ پر خوف طاری ہونے لگتا ہے لیکن میں احترام کا دامن نہیں چھوڑتا کیونکہ میں نے جو کام (نراجیت کا قلع قمع) اپنے ذمے لیا ہے، اسے میں اپنا شہری فریضہ گردانتا ہوں۔ واجب الاحترام نکولائی الیکسی وچ، میرے حق میں دعائے خیر کریں کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب رہوں۔

میں پروف کا بے صبری سے انتظار کر رہا ہوں۔ پتا یہ ہے: الیف۔ ایم۔ دستوئیفسکی، ستاریا روسا۔

میں نے جو مسودہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا، اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جسے ناشائستہ یا مبتذل قرار دیا جا سکے۔ اگر کوئی قابلِ اعتراض بات ہے تو اس کا تعلق ان ایذا دہندگان سے ہے جو اپنے زیرِ تحویل پانچ سالہ بچی کو اسی کے گُوہ سے لتھڑ دیتے تھے کیونکہ رات کے دوران میں وہ انہیں بتا نہیں پاتی تھی کہ اسے حاجت ہو رہی ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں، التجا کرتا ہوں کہ آپ لفظ گُوہ (24) پر لکیر نہ پھیریں، اسے یوں کا توں رہنے دیں۔ یہ واقعہ ایک حالیہ فوجداری مقدمے سے لیا گیا ہے۔ لفظ گُوہ تمام اخبارات میں چھپا تھا (جریدے "آواز" میں تو ساری کہانی صرف دو ماہ قبل شائع ہوئی تھی۔ اس میں بھی اس لفظ کو نرم بنانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی تھی، اسے یوں کا توں رہنے دیا گیا تھا۔) نکولائی الیکسی وچ، اسے کسی طرح بھی نرم نہیں بنایا جا سکتا، اگر ایسی کوشش کی گئی تو بہت افسوس ناک ہو گی! ویسے بھی ہم دس سالہ بچوں کے لیے تو نہیں لکھ رہے۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ آپ میری درخواست کے بغیر بھی میرے مسودے کو یوں کا توں ہی رہنے دیتے، اس میں کوئی ترمیم نہ کرتے۔

ایک اور چھوٹی سی بات۔ کار لیس سمردیاکوف کار لیسوں کا ایک گیت گاتا ہے۔ اس میں ایک شعر یہ ہے:

زار بادشاہ کی دولت میرے کس کام کی؟
میری محبوبہ کی خیر ہووے۔

یہ گیت میں نے نہیں لکھا تھا مگر میں نے اس کا محل وقوع ماسکو بنا دیا ہے۔ میں نے یہ شعر چالیس سال قبل سنا تھا۔ اسے گلڈ سوم کے تاجروں کے کلرکوں نے گھڑا تھا۔ اس کے بعد یہ کار لیسوں کے ہتھے چڑھ گیا مگر جن لوگوں کو (لوک) گیت جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے، انہوں نے اسے کبھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ چنانچہ یہ پہلی بار منظرِ عام پر آ رہا ہے۔

لیکن شعر کا اصل متن یہ ہے:

قارون کی دولت میرے کس کام کی؟
میری محبوبہ کی خیر ہووے۔

اگر آپ چاہیں تو "زار بادشاہ" کی جگہ "قارون" بھی لکھ سکتے ہیں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ سنسر والوں کو "زار بادشاہ" پر بھی کوئی خاص اعتراض نہیں ہونا چاہیے اور انہیں اسے بخوشی پاس کر دینا چاہیے۔

پس نوشت: کیا آپ آخری صفحے پر یہ اعلان شائع کر سکتے ہیں؟ پانچویں کتاب "موافق و مخالف دلائل" کا اختتامی حصہ اگلے یعنی شمارہ نمبر 6 میں شائع ہو گا۔

میں جون کے شمارے کے لیے مسودہ زیادہ سے زیادہ دس جون تک (یا شاید اس سے بھی پہلے) بھیج دوں گا۔ اس طریقے سے میں اپنا نظام الاوقات برقرار رکھ سکوں گا اور ہر مہینے کی قسط دس تاریخ سے پہلے ہی ارسال کر سکوں گا، میں اب ہر قسط کسی وقفے کے بغیر چھپوانا چاہوں گا۔

نمبر 664، این۔ اے۔ لیوبیوف کے نام

ستاریا روسا، 11 جون 1879

دو دن ہوئے میں نے "رشین ہیرلڈ" کے دفتر "کرامازوفوں" کی اگلی قسط (پانچویں

کتاب بعنوان ''موافق و مخالف دلائل'' کا بقیہ حصہ) بھیج دی تھی۔ ''بڑے بول بولنے والے منہ''(25) نے جو کچھ کہا ہے، اس میں اسے اختتام تک پہنچا دیا گیا ہے۔ ہمارے زمانے کے ایک جوشیلے منکر نے شیطان کے مشورے کو بہت سراہا ہے، اس کی زبردست تائید کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ یسوع کی نسبت یہ انسانی مسرت کا زیادہ ضامن ہے۔ یہ احمقانہ (لیکن بھیانک کیونکہ ہمارے نوجوان اس کی گرفت میں آ چکے ہیں) روسی سوشلزم کے لیے نیک مگر توجہ گیر تھگوان ہے: روٹی، مینار بابل (یعنی مستقبل میں سوشلزم کی حکمرانی) اور آزادیٔ ضمیر کا مکمل قلع قمع ـــــ یہ ہیں وہ چیزیں جوان مرنے مارنے پر تلے ہوئے منکروں اور ملحدوں کا اصل مقصد ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہمارے سوشلسٹ شعوری طور پر یسوعی اور دروغ گو ہیں (آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس زمرے میں محض نراجیت پسند ہی نہیں آتے جو زیرزمین کام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں)، جو یہ ماننے کو تیار نہیں کہ ان کا نصب العین انسانی شعور کو کچلنا اور انسانوں کی تذلیل کر کے انہیں مویشیوں کے ریوڑ کی سطح پر لانا ہے، جب کہ میرا سوشلسٹ (ایوان کرامازوف) مخلص شخص ہے جو کھلم کھلا تسلیم کرتا ہے کہ انسانیت کے بارے میں محتسب اعلیٰ نے جو نکتہ نظر پیش کیا ہے، وہ اس سے متفق ہے اور یہ کہ یسوع کے مذہب نے انسانوں کو (بظاہر) اس مقام و مرتبہ سے، جہاں تک وہ دراصل پہنچ سکے ہیں، کہیں بلند تر مرتبہ عطا کر دیا ہے۔ مسئلے نے جو صورت اختیار کر لی ہے، وہ یہ ہے: ''بنی نوع انسان کے نجات دہندو، تم انسانوں کا احترام کرتے ہو یا انہیں حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہو؟''

اور وہ تاثر کچھ اس قسم کا دیتے ہیں جیسے وہ یہ سب کچھ بنی نوع انسان سے محبت کے نام پر کر رہے ہوں۔ (وہ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ) ''کمزور انسانوں کے لیے یسوع کا قانون مشکل اور بجز ہے اور ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔'' اور وہ حرّیت اور روشن خیالی کی جگہ روٹی کا جھانسا دے کر انہیں زنجیروں میں جکڑنے اور غلام بنانے کا قانون پیش کرتے ہیں۔

اگلی کتاب میں ستارتس زوسیما کی موت اور موت سے پہلے اس کی اپنے دوستوں کے ساتھ گفتگوؤں کا ذکر ہو گا۔ وہ اپنی گفتگوؤں میں کوئی وعظ نہیں کرتا بلکہ اپنی زندگی کی داستان سناتا ہے۔ اگر یہ کتاب (ادبی نقطۂ نظر سے) کامیاب ثابت ہوئی تو میں سمجھوں گا کہ میں نے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ میں انہیں یہ ماننے پر مجبور کر دوں گا کہ خالص، مثالی عیسائی کوئی مجرد چیز نہیں بلکہ صریحی طور پر حقیقی، امکانی، آنکھوں کو نظر آنے والی شے ہے اور یہ کہ عیسائیت واحد پناہ گاہ ہے جس میں روس کی دھرتی کے باسی اپنے تمام دکھوں سے پناہ حاصل کر سکتے ہیں۔ میری خداوند سے دعا ہے کہ میری یہ کتاب کامیاب رہے اور اگر مجھ پر اچھی خاصی وجدانی کیفیت طاری ہو گئی، تو پڑھنے والے بے حد متاثر ہو جائیں گے۔ اور اس کا جو موضوع ہے، آج کے لکھاریوں اور شاعروں

کو تو وہ سوجھ بھی نہیں سکتا، چنانچہ یہ کاملاً اچھوتا اور طبع زاد ہو گا۔ سارا ناول اسی کی خاطر لکھا گیا ہے، کاش یہ کامیابی سے ہم کنار ہو جائے! یہی میری سب سے بڑی پریشانی ہے! میں اسے ہر صورت میں جولائی کے شمارے کے لیے بھیج دوں گا اور بھیجوں گا بھی دس جولائی سے پہلے پہلے۔ میں پوری کوشش کروں گا...

نمبر685، این۔ اے۔ لیوبیوف کے نام

ایمز، جرمنی، 7۔ اگست1879

''رشین ہیرلڈ'' کے آٹھویں شمارے (اگست) میں اشاعت کے لیے میں ''کرامازوفوں'' کی چھٹی کتاب (اور وہ بھی پوری کی پوری) بھیج رہا ہوں۔ اس چھٹی کتاب کا عنوان ''روسی راہب'' ہے ـــ یہ بڑا پُر جسارت اور للکار انگیز عنوان ہے کیونکہ تمام معاند نقاد چیخ چیخ کر کہیں گے: ''کیا روسی راہب ایسا ہوتا ہے؟ اُسے اِسے اتنے بلند مقام پر بٹھانے کی جرات کیسے ہوئی؟'' لیکن اگر وہ چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھالیں تو بہتر ہی ہو گا، ٹھیک؟ اور مجھے یقین ہے کہ وہ باز نہیں رہ سکیں گے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ میں نے حقیقت سے انحراف نہیں کیا: وہ مثالی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ حقیقتاً بھی اصلی (راہب) ہے۔

میں کامیاب رہا ہوں یا نہیں، یہ تو میں نہیں جانتا۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جو کچھ میں چاہتا تھا، میں اس کے دسویں حصے کا بھی اظہار نہیں کر سکا۔ تاہم میری نگاہوں میں یہ چھٹی کتاب ناول کا نقطۂ عروج (culminating point) ہے۔ یہ درست ہے کہ ستارتس زوسیما کے اکثر پند و نصائح (یا اس سے بہتر ان کے بیان کرنے کا انداز) صرف اسی سے خاص ہے یعنی انہیں جس چابک دستی اور فن کارانہ انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ وہ جن خیالات کا اظہار کرتا ہے، اگرچہ مجھے ان سے پورا پورا اتفاق ہے، لیکن اگر مجھے انہیں اپنے بنا کر پیش کرنا ہوتا تو میں انہیں مختلف شکل اور مختلف اسلوب میں پیش کرتا۔ وہ صرف اس اسلوب میں اور اسی جذبے سے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا تھا جو میں نے اسے فراہم کیا ہے، ان سے ہٹ کر ہرگز نہیں۔ ورنہ کوئی فن کارانہ کردار وجود میں نہ آتا۔ روسی راہب، مالکان اور ملازمین، کیا انسان اپنے ساتھی انسانوں کا محاسبہ کر سکتا ہے، جیسے موضوعات پر اس کے جو خیالات ہیں، انہوں نے اسے ایک فن کار کردار بنا دیا ہے۔ میں نے قدیم روسی راہبوں،

برزینت پسندوں اور بزرگانِ دین میں سے ایک کردار، ایک شخص منتخب کر لیا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جو اگرچہ بے پایاں طور پر انکسار پسند ہیں لیکن وہ روس کے مستقبل، اس کے اخلاقی بلکہ سیاسی مقسوم کے بارے میں بے حد پُرامید ہیں، اگر آپ چاہیں تو بے شک ان کی اُمیدوں کو سادہ لوحی کا نتیجہ بھی قرار دے سکتے ہیں مگر میں پوچھنا چاہوں گا: کیا سینٹ سرجی، مطران پیوتر اور مطران الیکسی (26) کے پیشِ نظر اسی قسم کا روس نہیں تھا؟

واجب الاحترام نکولائی الیکسی وِچ، میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ پروف کی خواندگی کسی منجھے ہوئے اور قابلِ اعتبار پروف ریڈر سے کرائیں۔ میں آپ سے خاص طور پر درخواست کرتا ہوں کہ صفحات دس سے ستر دو پر (وہ باب جس کا عنوان ہے: "ستارتس زوسیما کی زندگی میں مقدس صحائف کا مقام") خصوصی اور گہری توجہ دی جائے۔ یہ پُروجد اور شعریت سے بھرپور باب ہے: اس میں تِخون زدنسکی کے متعدد پندونصائح کو بطور نمونہ استعمال کیا گیا ہے جب کہ اظہار بیان کی سادہ لوحی (naivete') راہب پارفنی کی کتاب "زائرین" سے لی گئی ہے۔ مجھ پر اتنی عنایت ضرور کریں کہ پروف کی غلطیوں کی اصلاح خود کریں — جب ساری کتاب کے پروف کی خواندگی مکمل ہو جائے، اسے ایک مرتبہ این۔ ایم۔ کاتکوف کو دکھا دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ اسے ایک مرتبہ پڑھیں اور مجھے اپنی رائے سے نوازیں کیونکہ میں ان کی آراء کی بہت قدر کرتا ہوں۔

مجھے یقین ہے کہ ایڈیٹر کی حیثیت سے آپ کو اس کتاب کے معمولی سے معمولی لفظ کی کانٹ چھانٹ یا اس میں ترمیم کرنے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آئے گی، اس کی میں آپ کو ضمانت دیتا ہوں۔

میں آپ سے خاص طور پر یہ التجا بھی کرتا ہوں کہ میں نے ابواب اور ذیلی ابواب کی جو تقسیم کی ہے، اسے یوں کا توں رہنے دیں، اس مقام پر ناول میں جو چیز داخل کی گئی ہے، وہ کسی دوسرے شخص کی تحریر ہے۔ (یہ الیکسی کرامازوف کی تحریر ہے اور اس کی یادداشتوں پر مبنی ہے۔) الیکسی کرامازوف نے بہرحال اپنی تحریر کو اپنے حساب سے مختلف اجزا میں تقسیم کیا ہے۔ یہاں میں ایک شکایت کرنا چاہتا ہوں، اس پر براہِ مہربانی خاص طور پر توجہ فرمائیں: جون کے شمارے میں میرے باب بعنوان "محتسبِ اعلیٰ" میں میری تمام ہدایات نظرانداز کر دی گئی تھیں، سارے کا سارا مسوّدہ، پورے دس کے دس صفحے، کسی تقسیم کے بغیر چھاپ دیے گئے تھے، کہیں بھی نئے پیروں کے آغاز پر ذرا سی بھی خالی جگہ نہیں چھوڑی گئی تھی۔ اس پر مجھے سخت تکلیف ہوئی اور میں آپ سے یہ تلخ شکایت کرنے پر مجبور ہو گیا۔

میں دس ستمبر کے لگ بھگ ستارایا روسا سے ساتویں کتاب بعنوان "گروشینکا" (27) لازماً

بھیج دوں گا، اس کے ساتھ ہی اس سال "کرامازوفوں" کا دوسرا حصہ مکمل ہو جائے گا۔ میں نے اس کتاب کو "رشین ہیرلڈ" کے دو شماروں (ستمبر اور اکتوبر) میں چھپوانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ ساتویں کتاب کے کل صفحات پینسٹھ ہوں گے، چنانچہ ستمبر کے شمارے میں صرف بتیس صفحات چھپ سکیں گے، ان سے زیادہ نہیں۔ اس کے علاوہ کچھ کیا بھی نہیں جا سکتا۔ یہ کتاب دو مختلف واقعات یا یوں کہیں کہ دو مختلف کہانیوں پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصے کی تکمیل پر ناول کا تصوّر اور جوہر پوری طرح واضح ہو چکا ہو گا۔ اگر ایسا نہیں ہوتا، پھر فن کار کی حیثیت سے یہ میرا قصور ہو گا۔ جیسا کہ میں پہلے اطلاع دے چکا ہوں میں ناول کا تیسرا حصہ، جو پہلے حصے سے زیادہ بڑا نہیں ہو گا، اگلے سال تک ملتوی کر دوں گا۔ میری صحت رکاوٹ بن گئی ہے، کیا کروں اس صحت کا! دوسرا حصہ غیر متناسب طور پر طویل ہو گیا ہے لیکن اب کچھ نہیں کیا جا سکتا، صورت ہی ایسی بن گئی ہے۔

نمبر694، پروبیدانوست سیف کے نام

ایمز، 24 اگست 1879

"کرامازوفوں" میں آپ نے جو کچھ پڑھا ہے، اس کے متعلق (جہاں تک مطبوعہ تحریر کی قوتِ بیان اور صراحت کا تعلق ہے) آپ کی رائے پڑھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ تاہم آپ نے ایک انتہائی اہم سوال بھی اٹھایا ہے: (ناول میں) جن ملحدانہ اور دہریانہ خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، ان کے بارے میں ابھی تک میرا جواب چھپ نہیں سکا، اور یہ جواب لازماً دیا جانا چاہیے۔ اس وقت مجھے پریشانی صرف اسی بات کی ہے۔ میں نے اس سارے منفی پہلو کا جواب دینے کے لیے (ناول کی) چھٹی کتاب بعنوان "روسی راہب" منتخب کی ہے اور یہ جریدے کے اگلے شمارے میں، جو 31 اگست کو منظرِ عام پر آئے گا، چھپ جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ مجھ پر ان معنوں میں کپکپی طاری رہنے لگی ہے: کیا یہ جواب کافی اور شافی ہو گا؟ اس لیے بھی کیونکہ اس سے پہلے ("محتسبِ اعلیٰ" کے باب میں) جو مسائل زیرِ بحث آئے تھے، یہ ان کا نکتہ بہ نکتہ جواب نہیں، بلکہ وہاں دنیا کے متعلق جو نقطۂ نظر پیش کیا گیا تھا، یہاں اس کے بالکل متضاد نقطۂ نظر قلم بند کیا گیا ہے، نکتہ بہ نکتہ نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ عمومی اعتبار سے بات فن کارانہ انداز سے کی گئی ہے۔ اور یہی چیز میرے لیے مزید پریشانی کا باعث بن گئی ہے: کیا میرا مطلب سمجھ لیا جائے گا؟ کیا میں اپنا

مقصد پورے طور پر نہ سہی، جزوی طور پر ہی حاصل کر سکوں گا؟ ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی ایسی شخصیت پیش کی جائے جسے رعونت چھو کر نہ گزری ہو مگر وہ ہو پُر شکوہ۔ ادھر دنیا ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہے جن کی شخصیتیں ہوتی تو خندہ آفرین ہیں لیکن ان کا بھرم اس لیے بنا رہتا ہے کیونکہ ان کی شخصیتیں خارجی طور پر بہت پُر شکوہ دکھائی دیتی ہیں۔ چنانچہ فنی وجوہ پر میری یہ مجبوری بن گئی کہ میں راہب کی داستانِ حیات میں انتہائی غیر دلچسپ اور پیش پا افتادہ پہلو بھی شامل کر دوں تاکہ فنی حقیقت نگاری برقرار رکھی جا سکے۔ پھر اس راہب کے پندونصائح میں بھی بعض ایسی باتیں شامل ہیں جنہیں احمقانہ تصور کیا جائے گا کیونکہ وہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی ارفع و اعلیٰ ہیں۔ یہ درست ہے کہ عام معنوں میں یہ لغو (absurd) ہی ہیں، لیکن دوسرے، داخلی معنوں میں ان کا جواز بنتا ہے۔ بہرحال میں بہت مضطرب ہوں اور آپ کی رائے کا منتظر کیونکہ میں آپ کی رائے کی بہت قدر کرتا ہوں۔ میں نے یہ خط بڑی محبت سے تحریر کیا ہے۔

نمبر 697، این۔ اے۔ لیوبیوف کے نام

ستاریا زوسا، 16 ستمبر 1879

میں اس خط کے ساتھ "رشین ہیرلڈ" کے ستمبر کے شمارے کے لیے ساتویں کتاب کے اکتالیس صفحات بھیج رہا ہوں۔ پوری کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے، میں فی الحال تین بھیج رہا ہوں، چوتھا تین دن بعد ارسال کروں گا اور وہ آپ کے دفتر میں بیس تاریخ کو پہنچ جائے گا۔ چوتھا باب صرف چار صفحات پر مشتمل ہوگا، یہ اس کتاب کا آخری باب ہے لیکن بے حد اہم ہے۔ میں یہ تمام ابواب آپ کو یک مشت بھیج دیتا لیکن میں ایک مشکل میں پھنس گیا ہوں۔ مجھ پر مرگی کا دورہ پڑ گیا تھا اور مجھے اپنا کام دو دن کے لیے روکنا پڑا تھا۔ لیکن میں آپ کو کم از کم اکتالیس صفحات بھیج رہا ہوں (یہ آپ کو اٹھارہ تاریخ کو مل جائیں گے)، آپ انہیں کمپوز کرانے کا کام فوراً شروع کرا سکتے ہیں۔ باقی تین صفحات (یعنی چوتھا باب) میں مواد اتنا زیادہ نہیں اور آپ کو انہیں شامل کرنے میں کوئی خاص دقت پیش نہیں آئے گی بشرطیکہ تاخیر سے بھیجے جانے کے باوجود آپ یہ سب کچھ اکٹھا چھاپنے کا فیصلہ کر لیں۔ ویسے میں چاہوں گا کہ انہیں اس موقع پر منقسم نہ کیا جائے۔ واجب الاحترام نکولائی الیکسی وچ، میری تمام امیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔

میں تقریباً 25 ستمبر کو پیٹرزبرگ واپس پہنچ جاؤں گا (ایڈریس وہی پُرانا ہوگا)، چنانچہ میں یہاں پروف کا انتظار نہیں کر سکتا۔ واجب الاحترام نکولائی الیکسی وچ، پروف ریڈر تک میری یہ عاجزانہ درخواست پہنچا دیں کہ وہ اس مرتبہ بھی میرے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائے۔ گزشتہ شمارے کے لیے اس کا بہت بہت شکریہ۔

نکولائی الیکسی وچ، میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ اس کتاب میں سے کوئی بھی چیز حذف نہ کریں۔ اور حذف کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں۔ ہر چیز موزونیت کے اصولوں کے عین مطابق ہے۔ اس میں البتہ (میت کے متعلق) ایک چھوٹی سی ترکیب "بدبو خارج کرنا شروع کر دیا ہے:" آئی ہے مگر یہ ترکیب فادر فیراپون نے استعمال کی تھی اور وہ اس کے علاوہ کوئی اور ترکیب یا لفظ استعمال کر ہی نہیں سکتا تھا، اگر وہ ترکیب "بو دینے لگی ہے" کہہ سکتا تو بھی نہ کہتا، وہ "بدبو" کہنے پر مجبور تھا۔ خدا کے لیے اسے یوں کا توں ہی رہنے دیں۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز کو تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ماسوائے غالباً جلاب کے۔ لیکن اسے شاید بہت اچھے انداز سے تحریر کیا گیا ہے اور مزید برآں، یہ الزام کے طور پر معنی خیز بھی ہے۔ آخری باب بعنوان "قانائی الجلیل" (جو میں بعد میں بھیجوں گا) پوری کتاب میں اور غالباً پورے ناول میں سب سے زیادہ معنی خیز ہے۔ ان صفحات کے ساتھ ہی "خانقاہ" کا قصہ ختم ہو جائے گا اور ناول میں اس کا مزید ذکر نہیں ہوگا۔ اکتوبر کے شمارے کے لیے جو کتاب بھیجی جائے گی، اس کے ساتھ ہی ناول کا یہ حصہ اختتام کو پہنچ جائے گا اور جیسا کہ میں آپ کو پہلے بھی مطلع کر چکا ہوں، کچھ عرصے کے لیے تحریر و اشاعت کا سلسلہ معطل ہو جائے گا۔

....بہرحال ایک مختصر سا نوٹ یہ ہے: یہ مت سمجھیں کہ (مقدس) نشانیوں کی معجزاتی تاثیر کے بارے میں میں اپنے ذہن یا اپنی کسی تحریر میں معمولی سے بھی شک وشبے کا اظہار کر سکتا ہوں۔ لیکن یہاں معاملے کا تعلق مرحوم راہب زوسیما کی نشانیوں سے ہے اور یہ ایک بالکل مختلف قضیہ ہے۔ جس قسم کی افراتفری اور ہنگامے کا میں نے ذکر کیا ہے، اس سے ملتا جلتا ایک مرتبہ ماؤنٹ ایتھوس پر بھی بپا ہوا تھا اور راہب پارفینی کی کتاب "زیارتیں" میں اسے رقت انگیز سادگی سے بیان کیا گیا ہے۔

پس نوشت: نکولائی الیکسی وچ، میں آپ سے خاص طور پر التجا کرتا ہوں کہ "پیاز کی گٹھی" کی کہانی کا پروف ضرور پڑھیں۔ یہ جواہر پارہ میں نے ایک کسان عورت سے سنا تھا اور بہرحال پہلی مرتبہ اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔ کم از کم میں نے اسے پہلے کبھی نہیں سنا تھا۔

نمبر 701، ای۔این۔لیبڈیوا (28) کے نام

پیٹرزبرگ، 8 نومبر 1879

ڈیر مادام: بوڑھے کرامازوف کو ملازم سمردیاکوف نے قتل کیا تھا۔ جوں جوں ناول آگے بڑھتا جائے گا، ساری تفصیلات واضح ہوتی جائیں گی۔ ایوان فیودرووچ قتل میں ساجھی ضرور تھا لیکن صرف بالواسطہ طور پر اور دور سے، صرف اس لیے کیونکہ ماسکو جانے سے پہلے اس کی سمردیاکوف سے جو گفتگو ہوئی تھی، اس میں وہ اسے (عمداً) یہ بتانے میں ناکام رہا تھا کہ وہ (اگلے روز) ماسکو جا رہا ہے۔ دوسرے سمردیاکوف نے اپنے ذہن میں اس جرم کے ارتکاب کا جو منصوبہ بنایا تھا (ایوان اسے بھانپ چکا تھا اور اس کا ماتھا ٹھنکنے لگا تھا)، اس نے اس کی کھل کر اور قطعی انداز میں مذمت نہیں کی تھی اور یوں اس نے بظاہر سمردیاکوف کو جرم کے ارتکاب کی اجازت دے دی تھی۔ سمردیاکوف کو اس اجازت کی ضرورت تھی جس کی وجہ ایک بار پھر ناول کے بقیہ حصے میں واضح ہو جائے گی۔ رہا دمتری فیودرووچ، اس نے اپنے باپ کو قتل نہیں کیا تھا، وہ اس معاملے میں بالکل بے گناہ تھا۔

جب دمتری فیودرووچ کرامازوف نے باڑ سے چھلانگ لگائی تھی اور بوڑھے نوکر کے سر سے، جسے اس نے خود ہی زخمی کیا تھا، خون پونچھنا شروع کیا تھا تو وہ اپنے اس فعل سے اور اپنے الفاظ "بڑے میاں، تمہیں مصیبت اٹھانا پڑ رہی ہے،" وغیرہ سے یہ کہتا محسوس ہوتا ہے کہ وہ پدرکش نہیں ہے۔ اگر اس نے اپنے باپ کو اور دس منٹ بعد گریگوری کو ہلاک کیا ہوتا، تو وہ نوکر کے پاس جانے کے لیے، جسے اس نے ضرب پہنچا کر نیچے گرا دیا تھا، باڑ سے کبھی چھلانگ نہ لگاتا اور لگاتا بھی تو محض اپنے آپ کو یہ یقین دلانے کے لیے کہ اس نے اپنے جرم کے ایک اہم گواہ کو ٹھکانے لگا دیا ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے اس پر ترس آ گیا ہے اور وہ اس سے مخاطب ہو کر کہتا ہے، "بڑے میاں، تمہیں مصیبت اٹھانا پڑ رہی ہے،" وغیرہ۔ اگر اس نے اپنے باپ کو قتل کیا ہوتا، وہ بوڑھے کے جسد کے پاس کھڑے ہو کر رحم کے الفاظ نہ کہتا۔ قاری کے لیے پلاٹ ہی واحد اہم چیز نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے روحِ انسانی (نفسیات) کا بھی تھوڑا بہت علم ہونا چاہیے اور ہر مصنف کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ قاری سے اس قسم کی توقع کرے۔

بہرحال آپ نے میری تحریر میں جو دلچسپی ظاہر کی ہے، اس پر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔

نمبر 702، این۔اے لیوبیموف کے نام

پیٹرزبرگ، 16 نومبر 1879

کل میں نے "کرامازوفوں" کی آٹھویں کتاب کا اختتامیہ بھیج دیا تھا اور غالباً آپ کو یہ اب تک اپنے دفتر میں مل چکا ہوگا۔ میں ایک بار پھر تاخیر کے لیے بہت زیادہ معذرت خواہ ہوں۔ اس آٹھویں کتاب میں بہت سارے نئے کردار اچانک ہی آ ٹپکے ہیں، اگرچہ ان کا ظہور مختصر دورانیے کے لیے ہوا ہے تاہم ان میں سے ایک کا امکانی حد تک مکمل خاکہ پیش کرنے کی ضرورت تھی، چنانچہ کتاب کی ضخامت میرے پیشگی اندازوں سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے اور یوں اسے احاطۂ تحریر میں لانے میں وقت بھی زیادہ صرف ہوا۔ چنانچہ اس مرتبہ مجھ سے جو تاخیر ہوئی، اس پر خود مجھے بھی بہت حیرت ہوئی۔ واجب الاحترام نکولائی الیکسی وچ، میں آپ سے خاص طور پر التجا کرتا ہوں کہ پروف آپ خود پڑھیں تاکہ اس مرتبہ بھی چھپائی اسی طرح بے عیب اور شاندار ہو سکے جس طرح پہلے ہوتی رہی ہے۔

میں نے آپ کو مطلع کیا تھا کہ میں نومبر میں اگلے سال تک مزید لکھنا بند کر دوں گا، مگر دریں اثنا حالات تبدیل ہو گئے ہیں، چنانچہ میں آپ کو دسمبر کے شمارے میں اشاعت کے لیے نئی نویں کتاب بھیج دوں گا اور اس کے ساتھ ہی یہ حصہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ میں اپنے پہلے منصوبے کے مطابق اپنے آپ کو مقدمے کی سماعت کے دوران میں عدالتی تحقیقات تک محدود رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن ایک (سرکاری) وکیل استغاثہ کے ساتھ (جس کا اس میدان میں بہت تجربہ ہے) لمبی چوڑی بحث کرنے کے بعد مجھے اچانک احساس ہوا کہ اس طرح ہمارے فوجداری مقدمات کا ایک پورا جزو ناول سے غائب ہو جائے گا اور اس کا کہیں نام و نشان تک نہیں ملے گا۔ بے شک یہ جزو انتہائی عجیب و غریب ہے (یہ ہمارے فوجداری مقدمات پر زبردست داغ ہے) اور ناول کی رفتار بڑھانے میں زبردست رکاوٹ بن جاتا ہے۔ مقدمے کے اس جزو کو ابتدائی تحقیقات کہا جاتا ہے۔ اس میں دقیانوسی معمول اپنایا جاتا ہے اور ہمارے نوجوان ضلعی اتارنی وغیرہ انسانوں کی حیثیت سے نہیں بلکہ تجرید کے طور پر منظرِ عام پر آتے ہیں۔ چنانچہ (ناول کے) اس حصے کو مکمل کرنے کے لیے میں ایک بالکل مختلف نویں کتاب تحریر کر رہا ہوں اور اس کا عنوان "ابتدائی تحقیقات" ہوگا۔ اسے میں دسمبر میں جس قدر جلد ممکن ہوا، آپ تک پہنچا دوں گا۔ مزید برآں، میں

تھا کرامازوف کے کردار کو پہلے سے کہیں زیادہ توانا اور جان دار بنا دوں گا: یہاں بدقسمتی اس کا پیچھا کرتی ہے اور اسے جھوٹے الزام میں پھانس لیا جاتا ہے، لیکن یہ چیزیں اس کی روح اور ضمیر کو مصفا کر دیتی ہیں۔ وہ اپنے دل میں اپنی سزا قبول کر لیتا ہے، اس کام کی نہیں جو اس نے کیا ہی نہیں ہے بلکہ اس لیے کیونکہ وہ اتنا بدکار اور گرا ہوا ہے، کیونکہ وہ جرم کا، جس کا اس پر جھوٹا الزام لگایا جائے گا اور انصاف کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غلط طور پر مجرم ٹھہرایا جائے گا، ارتکاب کرنے کی خواہش رکھتا تھا اور چاہتا تو اسے کر بھی سکتا تھا۔ وہ سرتاپا روسی کردار ہے: جب تک بجلی کڑکتی نہیں، کسان اپنے سینے پر صلیب کا نشان نہیں بناتا۔ اس کی روحانی تطہیر (تزکیہ) کا عمل ابتدائی تحقیق کے، جو کئی گھنٹوں پر پھیلی ہوئی تھی، دوران میں شروع ہوتا ہے اور یہ نویں کتاب اسی کے متعلق ہے۔ مصنف کی حیثیت سے یہ میرے لیے بے حد اہم ہے۔ لیکن ایک مصیبت ہے: پوری کتاب غالباً صرف پچیس صفحات پر مشتمل ہوگی لیکن یہ ہوگی اپنے طور پر کامل اور اسے لکھا بھی اچھی طرح جائے گا۔

چنانچہ میں یہ نویں کتاب دسمبر کے مہینے کے لیے پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی جریدے کو معذرت نامہ (29) بھیج رہا ہوں (یہ معذرت نامہ چھپ جانا چاہیے) کہ ناول کی تکمیل اگلے سال تک اٹھا دی گئی ہے۔ اس کے متعلق میں آپ کو پہلے ہی گزشتہ گرمیوں میں (خط) لکھ چکا ہوں۔ میری قطعی یہ خواہش ہے کہ وہ خط چھاپ دیا جائے کیونکہ وہ میرے ضمیر پر بوجھ بن گیا ہے۔

لیکن اس خط کے ساتھ چھوٹا سا "پس تحریر" لگانا ہوگا اور وہ اس قسم کا ہوگا: اب تک ناول کا صرف دوسرا حصہ آگے بڑھ رہا ہے اور اس کی ضخامت پھیل کر تین سو بیس صفحات تک پہنچ گئی ہے۔ ابتدا میں میں دراصل اسے تین حصوں میں مکمل کرنا چاہتا تھا لیکن چونکہ میں کتابیں فرداً فرداً لکھتا ہوں، جو منصوبہ میں نے بہت عرصہ پہلے بنایا تھا، وہ میرے ذہن سے نکل گیا، میں اس کی تصحیح کرنا بھول گیا یا پھر یہ مجھ سے نظرانداز ہو گیا! چنانچہ میں نے جریدے کے نام جو خط لکھا تھا، اس کا پس تحریر بھیج رہا ہوں کہ (ناول کے) اس دوسرے حصے کو ایک نہیں بلکہ دو حصے تصور کیا جائے، یعنی اسے دوسرا اور تیسرا حصہ سمجھا جائے: چوتھا اور آخری حصہ اگلے سال چھپے گا۔ چنانچہ کتب نمبر چار، پانچ اور چھ ناول کا دوسرا حصہ اور کتب نمبر سات، آٹھ اور نو تیسرا حصہ تشکیل دیں گی۔ یوں ہر حصہ تین کتابوں پر مشتمل ہوگا اور سب کی ضخامت بھی تقریباً یکساں ہوگی۔ چوتھے حصے کی صورت حال بھی یہی ہوگی یعنی یہ بھی تین کتابوں اور تقریباً 160 سے 175 صفحات پر مشتمل ہوگا۔ واجب الاحترام نکولائی الیکسی وچ، میں آپ کو اب یعنی پیشگی اس بارے میں مطلع کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض ہو تو ہمارے پاس اس کو (پیشگی) نپٹانے کے لیے کافی وقت ہوگا۔ ویسے مجھے امید

ہے کہ آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ معاملہ اتنا اہم نہیں۔

جو مواد میں نے آپ کو بھیجا تھا، اس میں دو پولستانیوں کو متعارف کرایا گیا ہے جو یا تو پولستانی (آپس میں) یا پھر روسی اور پولستانی کی ناپختہ کھچڑی بولتے ہیں۔ اگر جملے خالص پولستانی میں ہوں تو بات بنتی نظر آتی ہے لیکن کھچڑی میں پولستانی الفاظ قدرے عجیب معلوم ہوتے ہیں، تاہم میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی درست ہے۔ اگر ان پولستانی حصوں کی پروف خوانی حتی الامکان دھیان سے ہو جائے تو میں بہت ممنون ہوں گا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے پولستانی الفاظ اور جملے ٹھیک ٹھیک نقل کیے ہیں۔

پان پودویسوتسکی کے متعلق ایک لطیفہ نما روایت شامل کی گئی ہے — یہ روایت ادنیٰ درجے کے پولستانی جواریوں اور تاش کے ٹکریوں کی ایک داستانی حکایت بن گئی ہے۔ میں یہ روایت مختلف اوقات پر مختلف پولستانیوں کی زبان سے اپنی زندگی میں تین بار سن چکا ہوں۔ وہ جب تک اسے دہرا نہ لیں، تاش کا "معمولی سا کھیل" بھی شروع نہیں کر سکتے۔ اس روایت کا آغاز مدتوں پہلے 1820 کی دہائی میں ہوا تھا۔ لیکن نام پودویسوتسکی کا لیا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے یہ نام خاصا جانا پہچانا ہے (چارنی گوف صوبے میں بھی پودویسوتسکی نام کے لوگ پائے جاتے ہیں)۔ لیکن چونکہ پودویسوتسکی کے بارے میں کبھی کوئی ہتک آمیز، شرم ناک بلکہ مضحکہ خیز بات بھی نہیں کہی جاتی، میں نے اصل نام استعمال کر لیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس سے کسی کی بھی، کہیں بھی توہین نہیں ہو سکتی اور نہ کسی کے برا ماننے کا کوئی جواز بنتا ہے۔

نوٹ: لڑکیوں نے جو مل جل کر گانا گایا ہے، میں نے اس کی نقل بنالی تھی، موجودہ زمانے میں (گیتوں کی) دھنیں کس طرح بنائی جاتی ہیں، یہ اس کی اصل مثال ہے۔

نمبر 705، این۔ اے۔ لیوبیوف کے نام

پیٹرزبرگ، 8 دسمبر 1879

میں ایک بار پھر "رشین ہیرلڈ" اور آپ کا بہت بڑا قصوروار ہوں۔ "کرامازوفوں" کی جس نویں کتاب کے متعلق میں نے دسمبر میں بھیجنے کا ٹھوس وعدہ کیا تھا — وہ میں اب دسمبر میں نہیں بھیج سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ — (اس ناول پر) مجھے اتنی سخت محنت کرنا پڑ رہی ہے کہ میں بیمار

پڑ گیا ہوں، دوسرے اس کتاب کا موضوع (''ابتدائی تفتیش'') بہت پھیل گیا ہے اور پہلے سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہو گیا ہے اور اہم ترین بات یہ ہے — کہ یہ کتاب ناول کی ان کتابوں میں شامل ہو گئی ہے جو میرے لیے بہت اہم ہیں اور مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ یہ اس امر کی متقضی ہے کہ اسے نکھارنے، سنوارنے اور صیقل کرنے میں مجھے خاص احتیاط برتنا ہو گی اور اگر میں نے اسے ختم کرنے کی کوشش کی یا اس میں کسی قسم کی گڑبڑ کی تو مصنف کی حیثیت سے میں اب اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنا بیڑا غرق کر لوں گا۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ میں نے ناول کے بارے میں جو تصور باندھ رکھا ہے، اسے بھی ضعف پہنچے گا اور یہ میں گوارا نہیں کر سکتا کیونکہ یہ (ناول) میرے لیے بہت پسندیدہ بن گیا ہے۔ ہر کہہ و مہ میرا ناول پڑھ رہا ہے، مجھے اس کے متعلق خطوط ملتے رہتے ہیں۔ نوجوان بھی اس کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ یہ قارئین کے ذہنوں پر یہ جو اثرات مرتسم کر رہا ہے، اگر ان سے اندازہ لگایا جائے تو معلوم ہو گا کہ مجھے اس سے پہلے اتنی بڑی کامیابی کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ میں اسے اچھے طریقے سے ختم کرنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ اگر ممکن ہو تو میری معذرت قبول فرمالیں۔ میں یہ نویں کتاب جنوری کے شمارے کے لیے بھیج دوں گا۔ اس میں کم از کم پچاس صفحات ہوں گے (ساٹھ بھی ہو سکتے ہیں) اور یہ وہی تعداد ہو گی جو نومبر کے شمارے میں تھی۔ اس کتاب کے ساتھ ''کرامازوفوں'' کا تین چوتھائی حصہ مکمل ہو جائے گا۔ چوتھا حصہ میں اگلے سال چھپواؤں گا، اس کا آغاز مارچ سے ہو گا (یعنی فروری کے شمارے میں کچھ نہیں چھپ سکے گا)۔ یہ وقفہ میرے لیے قطعی ضروری ہے۔ تاہم میں ناول کو کسی وقفے کے بغیر پایہ تکمیل تک پہنچا دوں گا۔

نمبر 725۔ این۔اے۔ لیوبیوف کے نام

پیٹرز برگ، 9 اپریل 1880

... ایک اور چھوٹی سی بات ہے جو مجھے قدرے پریشان کر رہی ہے۔ اس کتاب میں، جس کا عنوان ''بچے'' ہے، مڈل سکول کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کو مسودہ بھیجنے کے بعد مجھے اچانک خیال آیا کہ میرے یہ تمام لڑکے اپنے عام کپڑوں میں ملبوس ہیں۔ میں نے ادھر ادھر ان لوگوں سے، جو ان چیزوں کو جانتے ہیں، دریافت کیا اور انہوں نے مجھے بتایا کہ تیرہ سال پہلے (جب ناول کے

واقعات پیش آئے تھے) طالب علم کسی قسم کی وردی پہنتے ضرور تھے لیکن وہ اس وردی سے مختلف تھی جو وہ آج کل پہنتے ہیں۔ ابتدائی جماعتوں میں (خاص طور پر اگر ماں باپ غریب ہوں)، وہ اپنے عام کپڑوں میں بھی سکول آ سکتے تھے۔ ٹوپیاں اور اوور کوٹ کسی بھی قسم کے ہو سکتے تھے۔ کیا یہ واقعی درست ہے؟ کیا پروف خوانی کے دوران میں کپڑوں کے متعلق تصحیح کرنے کی ضرورت تو نہیں پیش آئے گی؟ اگر ہے تو چھاپے خانے سے جو گیلی پروف آئیں، ان کے اوپر لائن لگا دیں، میں تبدیلی کر دوں گا۔ اگر یہ بہت ضروری نہیں، پھر جو کچھ تحریر کیا جا چکا ہے، وہی مناسب رہے گا۔

این۔اے۔ لیوبیوف کا خط دستوئیفسکی کے نام

ماسکو، 12 اپریل 1880

''کرامازوفوں'' کی دو کاپیاں آپ کو فرموں کی شکل میں بھیج دی جائیں گی۔ جہاں تک وردیوں کا تعلق ہے، میں نے جس کسی سے بات کی اس نے یہی کہا کہ اسے کچھ یاد نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ کہانی میں ان کی طرف کوئی واضح اشارہ نہیں۔ اوپر کے ملبوسات کا ذکر ضرور کیا گیا ہے اور جب بچے یہ ملبوسات پہنے ہوئے تھے، وہ سکول میں نہیں تھے۔ یہ حصہ بہت شاندار انداز سے لکھا گیا ہے (آپ کو تو ویسے بھی بچوں سے بہت محبت ہے)۔ مجھے یقین ہے کہ قارئین اس سے بہت متاثر ہوں گے۔ قاری کی حیثیت سے میں کولیا کراستوکن کے بارے میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ تاثر ملا ہے کہ آپ نے جس انداز سے اسے پیش کیا ہے، اس سے اس کی عمر بارہ اور سولہ سال کے مابین معلوم ہوتی ہے اور وہ بھی اس لیے کیونکہ آپ نے اسے کم عمر دکھانے کی کوشش کی ہے حالانکہ جو کچھ وہ سوچتا اور کہتا ہے، اس کی کسی تیرہ سالہ بچے سے توقع نہیں کی جا سکتی۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس سے ملتے جلتے نمونے فطرت میں مل سکتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ادب کو فطرت کی نسبت حقیقت سے زیادہ قریب ہونا چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ اس کی عمر میں کم از کم ایک سال کا اضافہ کر دینا چاہیے۔ بہرحال میں تو یہی محسوس کرتا ہوں۔ اگر پندرہ نہیں تو چودہ سال کی عمر زیادہ مناسب رہے گی (چور چور کا کھیل تو پندرہ سال کی عمر کے بچے بھی کھیلتے ہیں)۔ میں معاملہ آپ کی صوابدید پر چھوڑ رہا ہوں۔

نمبر 727، لیوبیوف کے نام

پیٹرزبرگ، 13 اپریل 1880

آپ کا خط مجھے آج ہی ملا ہے، میں اس کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے وعدے کے مطابق جو پروف ارسال کیے ہیں، میں ان کے لیے، خاص طور پر اس رائے کے لیے جو آپ نے نویں کتاب کے متعلق دی ہے، آپ کا بہت ممنون ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کو یہ لڑکے پسند آئے ہیں۔ آپ نے کولیا کراستوکن کے بارے میں جو رائے ظاہر کی ہے، میں اس سے متفق ہونے کے لیے بالکل تیار ہوں لیکن یہاں ایک مسئلہ آن پڑا ہے: میں نے پروف خوانی کے دوران میں اسے تبدیل نہیں کیا تھا اور پروف میں آج ہی آپ کو واپس کر چکا ہوں۔ تو کیا اب اس معمولی غلطی کی اصلاح ممکن ہو گی؟ اور واجب الاحترام نکولائی الیکسی وچ، اگر تصحیح کا کام آپ خود اپنی ذمے لے لیں تو کیا آپ کے پاس اس کے لیے وقت ہو گا؟ اگر وقت ہوا تو بھی کتاب کے مختلف مقامات پر کولیا کی عمر میں ایک سال کا اضافہ کرنے کے لیے آپ کو زحمت تو نہیں ہو گی؟ کیونکہ اس صورت میں کتاب کے متعدد مقامات پر کولیا کی عمر میں ایک سال کا اضافہ کرنا پڑے گا۔ (اس کے بعد دستوئیفسکی نے کوئی نصف درجن مثالوں کی فہرست بنائی ہے۔ مترجم) میرا خیال ہے مثالیں اتنی ہی کافی ہیں۔ بہر حال میں عمر میں ایک سال کا اضافہ کرنے پر بالکل متفق ہوں لیکن صرف اسی طرح کہ اس کی عمر رہے تو تیرہ ہی سال لیکن وہ معلوم تقریباً چودہ سال کا ہو، یعنی وہ دو ہفتوں میں چودہ سال کا ہو جائے۔ (مغرب میں عمر تاریخ پیدائش کے مطابق بتائی جاتی ہے۔ اگر کسی شخص کے تیس سال کے ہونے میں صرف ایک دن باقی ہے، تو بھی وہ اپنے آپ کو صرف انتیس سال کا بتائے گا اور دوسرے لوگ بھی اس کے اس دعوے کو صحیح تسلیم کر لیں گے۔ مترجم)... عمر کے بارے میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے، میری بیوی بھی مجھ سے وہی کچھ کہہ چکی تھی۔

نمبر 761 این۔ اے۔ لیوبیوف کے نام

ستاریا روسا، 10 اگست 1880

... میں گیارھویں کتاب کے چھٹے، ساتویں اور آٹھویں باب کو کامیاب گردانتا ہوں۔

لیکن واجب الاحترام نکولائی الیکسی وچ، نویں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہو گی، مجھے کچھ اندازہ نہیں۔ آپ شاید اسے کچھ زیادہ ہی مخصوص (characteristic) قرار دے دیں لیکن میں حقیقتاً غرابت کار (eccentric) نہیں بننا چاہتا۔ آپ کو یہ بتانا میرا فرض بنتا ہے کہ میں کافی عرصہ پہلے (ایک سے زیادہ) ڈاکٹروں کی آرا حاصل کر چکا ہوں۔ وہ تصدیق کرتے ہیں کہ ہذیان ارتعاشی (delirium tremens) سے پہلے نہ صرف اس قسم کے ڈراؤنے خواب (nightmares) بلکہ واہمے بھی ممکن ہیں۔ بہر حال میرے ہیرو کو واہمے یا سراب نظر آتے ہیں لیکن وہ انہیں اپنے ڈراؤنے خوابوں سے گڈمڈ کر دیتا ہے۔ جب کوئی شخص حقیقت اور خیالی چیزوں کے مابین تفریق کرنا بند کر دیتا ہے (زندگی میں کم از کم ایک بار ایسا ہر شخص کے ساتھ ہوتا ہے)، تو یہ اس کا محض جسمانی (مریضانہ) وصف (characteristic) ہی نہیں بلکہ اس کا روحانی وصف بھی ہوتا ہے۔ [جب اسے واہمہ یا بھوت پریت (phantom) نظر آتا ہے] وہ اس کی حقیقت ماننے سے انکار کر دیتا ہے مگر جب واہمہ/بھوت پریت غائب ہو جاتا ہے، وہ اس کی حقیقت/اصلیت پر اصرار کرنے لگتا ہے۔ عدم اعتماد (disbelief) کے ہاتھوں اذیت برداشت کرتے کرتے وہ غیر شعوری طور پر خواہش کرنے لگتا ہے کہ بھوت محض واہمہ نہ ہوتا، کوئی اصلی چیز ہوتا۔

لیکن میں وضاحت کرنے کے لیے پریشان کیوں ہو رہا ہوں؟ انتہائی واجب الاحترام نکولائی الیکسی وچ، جب آپ پڑھیں گے، آپ خود بخود سب کچھ سمجھ جائیں گے۔ لیکن آپ میرے شیطان (Devil) کو معاف فرما دیں، یہ ادنیٰ درجے کا شیطان ہے، یہ "پر افتادہ" (fallen wings) ابلیس (Satan) نہیں۔ یہ باب طویل ضرور ہے، لیکن اس کے باوجود میرا خیال ہے کہ یہ قاری کو بور نہیں کرے گا۔ میرا یہ بھی خیال ہے کہ سنسر کو دو معمولی الفاظ: "کروپی کی ہسٹیریائی چیخوں" کے ماسوا کسی اور چیز پر اعتراض نہیں ہو گا۔ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ انہیں جوں کا توں رہنے دیں۔ بہر حال یہ لفظ بھی تو شیطان کے منہ سے ہیں، وہ اس کے ماسوا کسی اور انداز سے گفتگو کر ہی نہیں سکتا۔ اگر انہیں جوں کا توں برقرار نہیں رکھا جا سکتا، پھر ہسٹیریائی چیخوں کو پُرمسرت چیخوں میں تبدیل کر دیں۔ لیکن کیا چیخیں ناممکن ہیں؟ اگر ناممکن ہیں پھر یہ قصہ بے لطف ہو جائے گا اور اس کا ناول میں کوئی مقام نہیں رہے گا کیونکہ پھر یہ اس سے لگا نہیں کھائے گا۔

میرا خیال ہے اگر میرا شیطان کوئی دوسری بکواس کرتا، تو سنسر والوں کو اعتراض کا کوئی موقع نہ ملتا۔ اگرچہ اعتراف گاہ (confessional) کے بارے میں دو کہانیوں کے بیان میں قدرے بے احتیاطی برتی گئی ہے لیکن وہ فحاشی کے زمرے میں بالکل نہیں آتیں۔ کیا گوئٹے کی تمثیل "فاؤسٹ" کے دونوں حصوں میں میفسٹوفلیز (شیطان) اسی قسم کی بکواس نہیں کرتا؟

میرا خیال ہے کہ دسویں اور آخری باب میں ایوان کی روحانی حالت کے بارے میں مناسب طور پر توضیح ہو گئی ہے۔ یوں نویں باب میں ڈراؤنا خواب بھی موزوں انداز سے بیان ہو گیا ہے۔ میں ایک بار پھر اپنی بات دہراتا ہوں کہ میں نے طبی حالت کے بارے میں ڈاکٹروں سے مشورہ کر لیا تھا۔

میرے ہیرو پر ہذیان ارتعاشی (delirium tremens) کا شدید حملہ عین اس وقت ہوتا ہے جب وہ گواہی کے لیے عدالت میں پیش ہوتا ہے (اس کا ذکر اس سے اگلی یعنی بارھویں کتاب میں آئے گا)۔

نمبر 770، این۔اے۔لیوبیوف کے نام

ستاریا روسا، 6 ستمبر 1880

میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی کہ میں "کرامازوفوں" کی بارھویں اور آخری کتاب ساری کی ساری آپ کو بھیج دوں تاکہ آپ اسے ایک ہی قسط میں چھاپ سکیں لیکن میں اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ میں نے اسے ایک ایسے مقام پر ادھورا چھوڑ دیا ہے جہاں کہانی ایک ایسی چیز پیش کرتی ہے جو اپنے طور پر مکمل ہے (اگرچہ غالباً اتنی موثر نہیں)۔ اس مقام پر واقعات کا سلسلہ ویسے بھی کچھ دیر کے لیے منقطع ہو جاتا ہے۔ میرا مطلب مقدمے کی کارروائی سے ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب تک میں نے جو کچھ لکھا ہے، اس میں کسی تکنیکی غلطی کا ارتکاب نہیں کیا۔ میں نے اس حصے کو قلم بند کرنے سے پہلے دو وکلائے استغاثہ سے مشورہ کیا تھا۔ میں نے کہانی کا سلسلہ وہاں منقطع کیا ہے جہاں گواہوں کی شہادتیں مکمل ہو چکی ہوتی ہیں اور استغاثے اور صفائی کے دونوں وکیلوں کی "اختتامی تقریروں" سے پہلے عدالتی کارروائی کچھ دیر کے لیے ملتوی کر دی جاتی ہے۔ اب مجھے صرف ان دونوں وکیلوں کی تقریریں پیش کرنا ہوں گی اور پیش بھی اچھے طریقے سے کرنا ہوں گی، یہ اس لیے بھی ضروری ہے کیونکہ آج کل عدالتوں میں استغاثے اور صفائی کے جس طرح کے وکیل پیش ہوتے ہیں، میں نے ان دونوں وکیلوں کو ان کا نمونہ بنا کر پیش کیا ہے (مگر انہیں کسی خاص شخص کے مطابق نہیں بنایا)۔ تاہم میں نے انہیں جس طرح دکھایا ہے، اس میں ان کی اخلاقیات، لبرل ازم اور اپنے کام کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر بھی کچھ آ گیا ہے۔ اب میں ان دونوں تقریروں کو لکھنے میں معروف ہوں اور ان تقریروں اور "خاتمے" کے ساتھ ناول کی بارھویں اور آخری کتاب مکمل ہو جائے گی۔ اس کے بعد پچیس صفحے کا اختتامیہ رہ جائے گا لیکن میرا پختہ عزم اور خواہش یہی ہے کہ اس چوتھے حصے کا آخری جزو اور ناول کا اختتامیہ اکٹھے ہی چھپوائے جائیں۔

نمبر 781، این۔اے۔لیوبیوف کے نام

پیٹرزبرگ، 8 نومبر 1880

میں "رشین ہیرلڈ" کے لیے ناول کا آخری جزو "اختتامیہ" بھیج رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ناول اپنے اختتام کو پہنچ گیا ہے۔ یہ اختتامیہ میرے اکتیس صفحات پر آیا ہے لیکن غالباً آپ کے جریدے کے اٹھائیس سے زیادہ صفحات نہیں بنیں گے...
خیر، اب ناول مکمل ہو گیا ہے! میں نے اس پر تین سال لگائے اور اس کے چھپوانے میں دو سال صرف ہو گئے — میرے لیے یہ بہت بڑا لمحہ ہے۔ کرسمس کے قریب میں اس کا علیحدہ ایڈیشن چھپوانا چاہتا ہوں۔ یہاں کے اور روس کے دیگر علاقوں کے کتب فروشوں کے ہاں بھی اس کی زبردست مانگ ہے۔ وہ مجھے رقوم بھی بھیج چکے ہیں۔
آپ مجھے اجازت دیں کہ میں فی الحال آپ کو خدا حافظ نہ کہوں۔ بہرحال میں ابھی مزید بیس سال (31) زندہ رہنا اور لکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنے اچھے خیالوں میں یاد رکھیں...

ایف۔ ایم۔ دستوئیفسکی

نوٹ بکس[1] سے اقتباس
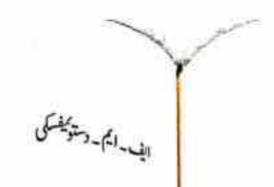
کاتریناایوانوونا: ایجادِخود۔ ایک ایسی شخص جو پوری زندگی صحیح زندگی گزارنے میں ناکام رہتی ہے لیکن اپنے آپ کو ایجاد کرتی رہتی ہے۔

کرامازوفان: یہ پاجی حرام زادے میرا مذاق اڑاتے رہے ہیں کہ خدا پر میرا ایمان جاہلانہ اور قنوطی ہے۔ ان کوڑھ مغزوں نے خدا کو جس انداز سے مسترد کیا ہے، وہ اتنا بھی طاقت ور نہیں جتنا کہ محتسبِ اعلیٰ اور اس سے پچھلے باب میں ہے جس کا جواب فراہم کرنے کے لیے یہ ساری کتاب سعی کرے گی۔ ویسے میرا خدا پر جو ایمان ہے، وہ کسی احمق (یا جنونی) کا ایمان نہیں۔ اور یہ مجھے سکھانا چاہتے تھے، اور میری پس ماندگی کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس قسم کے احمقوں کو اتنا پُرزور استرداد کبھی نہیں سوجھا جتنا کہ مجھے (ان کے استرداد کو) مغلوب کرنے کے لیے سوجھا ہے۔ اور یہ مجھے سکھانے پڑھانے چلے ہیں، لعنتی!

شیطان: (ایوان فیودروویچ کی نفسیاتی اور تفصیلی تنقیدی وضاحت اور شیطان کی آمد۔) ایوان گہرا آدمی ہے۔ وہ ہمارے معاصر دہریوں جیسا نہیں جو اپنے عالمی نقطۂ نظر میں بڑی تنگ نظری کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں اور اپنی عدمِ عقیدگی (disbelief) میں اپنی ابلہانہ ننھی منی صلاحیتوں کی ابلہی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

بھی اعدام کار (یا نراجی) ہیں: اعدام کاری یا نراجیت اس لیے در آئی ہے کیونکہ ہم سب اعدام کار یا نراجی ہیں۔ ہمارے ہاں یہ جس نئی اور اچھوتی شکل میں آئی ہے، اس نے ہم سب پر لرزہ طاری کر دیا ہے۔ (ہم سب بلا استثنا فیودر پاولووچ ہیں۔)

نوٹ بکس سے اقتباس

کاویلین[2] کے نام:... میں ایک ایسے شخص کو، جو بدعتیوں کو آگ میں جلانے کا روادار ہو، اخلاق پسند نہیں مان سکتا کیونکہ میں آپ کے اس دعوے سے متفق نہیں کہ اخلاقیات کا مفہوم اپنے داخلی عقائد سے ہم آہنگی ہے۔ میرا اخلاقی پیکر (image) اور مثالی شخصیت (ideal) یسوع ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں ـــــ کیا انہوں نے بدعتیوں کو جلایا تھا؟ چنانچہ بدعتیوں کو جلانا بداخلاقی پر مبنی فعل ہے۔

محتسب اعلیٰ محض اس حقیقت کے پیش نظر منکر اخلاق (immoral) ہے کیونکہ بدعتیوں کو جلانے کا تصور اس کے دل میں، اس کے ضمیر میں گھر کر گیا ہے...

...انسانوں کا دوسری دنیاؤں کے ساتھ رابطے کا محکم اور راسخ عقیدہ بھی بہت معنی خیز ہے۔ اس پر بیک جنبشِ قلم اس طرح خطِ تنسیخ نہیں پھیرا جا سکتا جس طرح آپ نے اسی طریقے کو استعمال کرتے ہوئے روس کے مسئلے پر پھیرا ہے...

محتسبِ اعلیٰ اور بچوں کے بارے میں باب: ان ابواب کے پیش نظر آپ پھر بھی میرا جائزہ عالمانہ انداز سے لے سکتے تھے لیکن جہاں تک فلسفے کا تعلق ہے، آپ کو اس قدر مربیانہ انداز اپنانے کی ضرورت نہیں تھی حالانکہ فلسفہ ایک ایسا موضوع ہے جس میں تخصص حاصل کرنے کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں۔ اور جمالیاتی نقطۂ نظر سے ان خیالات کا اظہار پورے یورپ میں اتنے زوردار طریقے سے نہ تو ہوا ہے اور نہ وہ کہیں موجود ہے جتنا کہ میرے ہاں ہوا ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ یسوع پر میرا ایمان بچوں جیسا نہیں اور نہ میں ان کا پرچار بچگانہ انداز سے کرتا ہوں، لیکن جیسا کہ اسی کتاب میں میرا شیطان کہتا ہے میرا ہوشعنا تشکک کی عظیم بھٹی میں سے گزر کر آیا ہے۔ مگر آپ نے شاید "کرامازوف برادران" پڑھا ہی نہیں ـــــ یہ دوسری بات ہے اور پھر میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں۔

ایف۔ ایم۔ دستوئیفسکی

کرون برگ[1] کا مقدمہ

میرا خیال ہے کہ کرون برگ کے مقدمے کے بارے میں سب لوگ سن چکے ہیں جس کی سماعت گزشتہ مہینے پیٹرز برگ کی گشتی عدالت میں ہوئی تھی۔ سب لوگ اخباری خبریں اور تبصرے پڑھ چکے ہیں۔ یہ انتہائی دلچسپ مقدمہ تھا اور اس کے متعلق 'خبارات میں جو اطلاعات چھپی تھیں، وہ بے حد جوشیلی ہوتی تھیں... میں مختصر الفاظ میں حقائق بیان کر دیتا ہوں۔ فرد جرم کے مطابق ایک باپ نے بڑی بے رحمی اور سنگ دلی سے اپنی سات سالہ بچی کو چھچی سے پیٹا تھا۔ ایک عام سی اجنبی عورت لڑکی کی چیخیں برداشت نہ کر سکی جو (فرد جرم کے مطابق) پندرہ منٹ تک، جب چھچی سے اس کی دھنائی ہو رہی تھی، "ڈیڈی، ڈیڈی!" چلاتی رہی تھی۔ ایک ماہر کی شہادت سے معلوم ہوا کہ دھنائی چھچی سے نہیں بلکہ "spitzruten" (ڈنڈوں[2]) سے ہوئی تھی یعنی ایک ایسی چیز سے جو سات سالہ بچی کے لیے بالکل ہی ناموزوں ہے۔ یہ ڈنڈے مقدمے سے متعلق دیگر اشیا کے ساتھ عدالت میں پیش کیے گئے تھے اور ایک میز پر رکھے ہوئے تھے۔ یہ کسی بھی شخص کو، بلکہ خود سپاسووچ (3) کو بھی، صاف نظر آ سکتے تھے۔ برسبیل تذکرہ، فرد جرم میں بتایا گیا تھا کہ پٹائی سے پہلے باپ سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے 'ڈنڈے' میں سے کم از کم ایک چھڑی یا شاخ کو نکال دے تو اس نے جواب دیا تھا "اسی شاخ سے تو 'ڈنڈا' زوردار بنے گا اور پٹائی زیادہ قوت سے ہو سکے گی۔" ہر کس و ناکس کو یہ بھی معلوم تھا کہ پٹائی کے بعد باپ تقریباً بے ہوش ہو گیا تھا...

صفائی کا وکیل سپاسووچ تھا۔ وہ فطرتاً باصلاحیت شخص ہے۔ جہاں بھی اس کا ذکر آتا ہے، یک زبان کہا جاتا ہے، "وہ فطری صلاحیتوں کا مالک شخص ہے۔" میں اس کی یہ تعریف سن کر بہت خوش ہوتا ہوں۔ میں یہاں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسٹر سپاسووچ کو صفائی کا فریضہ خود عدالت نے سونپا تھا، چنانچہ یوں کہنا چاہیے کہ اس نے وکیل صفائی کے فرائض قدرے مجبوری کے تحت ادا کیے

تھے...

یہ بھی عام طور پر معلوم ہے کہ مسٹر سپاسووچ توجہ گیر انداز سے خداداد صلاحیتوں کا مالک وکیل بھی ہے۔ میرے اندازے کے مطابق اس مقدمے میں اس کی تقریر آرٹ کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ گئی تھی۔ تاہم جہاں تک میرا تعلق ہے، مجھ پر اس کا اثر خاصا ناگوار ہوا۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں نے اپنی بات کا آغاز بہت خلوص سے کیا ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ مقدمے کے حالات، جنہوں نے مسٹر سپاسووچ کے گرد حصار بنا لیا تھا اور جن سے وہ کسی صورت بھی پیچھا نہیں چھڑا سکتا تھا کیونکہ حالات کا جبر ہی ایسا تھا، سب کے سب کاذب تھے: یہ میرا نقطہ نظر ہے، اور چنانچہ ہر وہ چیز جو وکیل صفائی کی حیثیت سے اس کی پوزیشن کو غیر فطری اور اذیت ناک بنا سکتی تھی، لازمی طور پر اس کا اثر اس کی تقریر میں بھی ہویدا ہونے لگتا تھا۔ مقدمہ کچھ اس طرح بنایا اور پیش کیا گیا تھا کہ اگر اس کے موکل کو مجرم ٹھہرا دیا جاتا تو اسے لازماً بھاری، غیر متناسب سزا کا مستوجب قرار دے دیا جاتا۔ یوں ایک ناخوشگوار صورتِ حال پیدا ہو جاتی: ایک خاندان تباہ و برباد ہو جاتا، اس کا کوئی والی وارث نہ رہ جاتا اور اس طرح اس کے ہر فرد کی زندگی اجیرن بن جاتی۔ اس کے موکل پر "تعذیب دہی" کا الزام تھا اور یہ بہت بھیانک الزام تھا۔ مسٹر سپاسووچ نے اپنی تقریر کے بالکل آغاز ہی میں "تعذیب دہی" کے شائبے تک کو مسترد کر دیا۔ "بچی کو نہ تعذیب میں سے گزارا گیا اور نہ اسے کسی قسم کا ضرر پہنچایا گیا۔" اس نے ہر چیز کو ماننے سے انکار کر دیا۔ ڈنڈے، ضربیں، خراشیں اور چوٹیں، خون، استغاثے کی گواہوں کی صداقت شعاری، غرضیکہ سب کچھ، ہر چیز مسترد کر دی گئی۔ یہ بڑی جرأت مندانہ چال تھی یا یوں کہیں کہ جیوری کے ارکان کے ضمیر پر طمانچہ تھی، مگر مسٹر سپاسووچ کو اپنی تقویت کا علم تھا، اس نے بچی، اس کی صغرسنی کو مسترد کر دیا، اس کے سامعین کے قلوب میں اس کے لیے ترس کے جو جذبات تھے، وہ اس نے ملیامیٹ کر دیے، جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیے، ڈنڈے برسائے جانے کے دوران میں پندرہ منٹ کے لیے نہیں، پانچ منٹ کے لیے ہی سہی، "ڈیڈی، ڈیڈی!" کی جو چیخیں گونج رہی تھیں ـــــ سب کچھ غائب ہو گیا اور اس کی جگہ "شرارتی، نٹ کھٹ بچی" نے لے لی جس کا چہرہ گلابی اور پُرتبسم تھا، جو بے حد چالاک تھی، بگڑی ہوئی عادتوں کی مالک اور مخفی برائیوں سے لتھڑی ہوئی تھی۔" سامعین تقریبا بھول ہی گئے کہ وہ سات سالہ بچی ہے: مسٹر سپاسووچ نے بڑی پُرکاری سے اس کی عمر قرق کر لی کیونکہ یہ واحد چیز تھی جو کہ اس (سپاسووچ) (کے استدلال) کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ جب وہ یہ سب کچھ نیست و نابود کر چکا، فطری طور پر فیصلہ اس کے موکل کی برأت کی صورت میں ہوا، لیکن وہ کر بھی کیا سکتا تھا: "اگر جیوری اس کے موکل کو مجرم قرار دے دیتی، پھر؟ چنانچہ اس نے جو ذرائع یا نمائشی انداز سے جو شائستہ اور

پُرنفاست طریقے استعمال کیے تھے، ان کے متعلق اسے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ "بلند و بالا مقصد کے حصول کے لیے ہر قسم کے ذرائع کے استعمال کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔" لیکن آئیں، ہم اس توجہ گیر تقریر کا تفصیل سے جائزہ لیں۔ آپ کو خود احساس ہو جائے گا کہ یہ اس جائزے کے لیے بہت موزوں ہے۔

ابتدائی الفاظ سے ہی پُرزور انداز سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کا واسطہ ایک ایسے شخص سے پڑا ہے جسے قدرت نے غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ مسٹر سپاسووچ بالکل شروع میں ہی اپنے آپ کو منکشف کر دیتا ہے۔ وہ پہلا آدمی ہے جو جیوری کی توجہ اس امر کی طرف دلاتا ہے کہ اس نے جو دفاع اپنے ذمے لیا ہے، وہ بہت کمزور ہے، وہ اس کے کمزور ترین پہلو سے پردہ ہٹا دیتا ہے جس کا اسے سب سے زیادہ خوف ہے...

"معزز اراکین جیوری،" مسٹر سپاسووچ نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا، "مجھے ٹریبونل کے فیصلے یا استغاثے کے الزامات کا کوئی خوف نہیں۔ میں تو ایک تجریدی خیال، ایک بھوت سے خوف زدہ ہوں۔ مجھے اندیشہ اس بات کا ہے کہ اس جرم کا، جیسا کہ اسے قرار دیا گیا ہے، ہدف ایک کمزور اور بے حامی و بے مددگار بچی ہے۔ ان الفاظ کو لیں: 'بچی کو تعذیب کے عمل میں سے گزارا جا رہا تھا' ان کے سنتے ہی آدمی کا کیا ردِ عمل ہوتا ہے؟ اوّل، یہ اس کے دل میں ترحم کے زبردست جذبات انگیخت کر دیتے ہیں، دوم، یہ اس شخص کے خلاف، جس نے اس بچی کو تعذیب کے عمل میں سے گزارا تھا، غیظ و غضب کے شدید احساسات کو ہوا دیتے ہیں۔"

کیا استادی ہے! غیر معمولی خلوص کاری۔ سامع کو، جو غصے سے کھول رہا تھا، ازیں پیشتر ہی ناگزیر طور پر کوئی پیچ دار، پُرفریب، پُرمکر بات سننے کے لیے تیار ہو چکا تھا، جو ابھی ابھی اپنے آپ سے کہہ چکا تھا: "حضرت، دیکھتے ہیں تم مجھے کیسے دھوکا دیتے ہو،" اچانک زوردار انداز سے احساس ہوتا ہے کہ "اس وکیل کے پاس اس شخص کے دفاع کے لیے جو ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا ہے، کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ ہے تو بڑا چال باز مگر اس کو خود دفاع کی ضرورت ہے، خاص طور پر مجھ سے، ان لوگوں سے جنہیں وہ دھوکا دینے کے لیے تیار ہو کر آیا تھا!" یوں مسٹر سپاسووچ نے ایک ہی ہلے میں بے اعتمادی کی برف پگھلا دی اور وہ پانی بن کر آپ کے دل میں رسنے لگتا ہے حالانکہ یہ محض ایک قطرہ ہی ہو سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ اس نے کسی "بھوت" کا ذکر کیا تھا، کہا تھا کہ اسے صرف بھوت کا ڈر ہے یا یوں کہیں کہ اسے عملاً عصبیت کا اندیشہ ہے۔ آپ نے اس کے ماسوا ابھی تک اور کچھ سنا ہی نہیں لیکن آپ شرمسار ہونے لگتے ہیں کہ کہیں آپ کو عصبیت زدہ، متعصب شخص نہ گردان لیا جائے۔ کیا یہ بات صحیح نہیں؟ کیا استادی ہے، کیا پُرکاری ہے!

"معزز اراکینِ جیوری،" مسٹر سپاسووچ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میں ڈنڈوں یا قمچیوں سے پٹائی کرنے کا حامی نہیں۔ یہ بات میری سمجھ میں آتی ہے کہ تعلیم کا کوئی ایسا نظام نافذ کیا جا سکتا ہے (فکر نہ کریں، یہ سب نئی اصطلاحات ہیں اور مختلف تدریسی مقالوں اور مضمونوں سے لی گئی ہیں) جس میں بیدزنی کو ممنوع قرار دے دیا جائے گا۔ تاہم مجھے اس بات کی کوئی خاص توقع نہیں کہ جسمانی سزا کو کلی اور غیر مشروط طور پر ختم کر دیا جائے گا جتنی کہ مجھے اس امر کی توقع ہے کہ ایسے مقدمات میں آپ کا کوئی خاص کردار باقی نہیں رہے گا کیونکہ قابلِ تعزیر جرائم ختم ہو جائیں گے اور وہ قانون نیست و نابود ہو جائے گا جو خاندان میں اسی طرح موجود رہنا چاہیے جس طرح کہ وہ مملکت میں موجود ہے۔"

چنانچہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سارے مقدمے کا محور محض بیدزنی تک محدود ہے، یہ بیدزنی کس چیز سے؟ شاخوں یا چھڑیوں کے بنڈل سے نہیں۔ آپ غور سے دیکھتے ہیں، توجہ سے سنتے ہیں— نہیں، یہ شخص مذاق نہیں کر رہا، بڑی سنجیدگی سے بول رہا ہے۔ گویا یہ سارا جھگڑا محض مسئلے کے بارے میں اٹھایا جا رہا ہے: ایک خاص عمر تک قمچی یا بید کا استعمال کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ کیا اس مقدمے کو چلانے کی ضرورت تھی بھی یا نہیں؟ یہ درست ہے کہ وہ بیدزنی کا حامی نہیں تاہم—

"عام حالات میں عام طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ موجودہ حالات میں لامحالہ معمول سے ہٹ کر طریقے اپنائے گئے ہیں مگر جن حالات میں وہ طریقے اپنائے گئے، اگر آپ بچے کی فطرت، باپ کے مزاج اور اس مقصد کو پیشِ نظر رکھیں جس نے اس کی سزا کے دوران میں رہنمائی کی تھی، تو آپ اس مقدمے کے بارے میں بہت کچھ سمجھ جائیں گے اور اگر ایک مرتبہ آپ نے اس کی تفہیم کر لی تو آپ اسے (ملزم کو) بے قصور قرار دے دیں گے کیونکہ مقدمے کی عمیق تفہیم سے بہت سی باتوں کی (ازخود) وضاحت ہو جائے گی اور وہ بالکل فطری معلوم ہونے لگیں گی، یوں فوجداری مقدمہ قائم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ وقوعے کی توضیح کرنا: یہ میرا کام ہے۔"

دیکھا آپ نے، اصل چیز "تعذیب" نہیں، سزا ہے۔ وہ خود کہتا ہے کہ باپ پر مقدمہ اس لیے قائم کیا گیا تھا کیونکہ اس نے اپنی بچی کو کچھ زیادہ ہی اذیت ناک انداز سے بیدزنی کا نشانہ بنایا تھا۔ ہمیں کیسی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے! اگر آپ زیادہ گہرائی میں جا کر دیکھیں... اصل بات بالکل یہی ہے، ٹریبونل اور وکیلِ استغاثہ دونوں میں سے کوئی بھی گہرائی میں نہ جا سکا۔ لیکن جونہی ہم، ارکانِ جیوری، اس معاملے کی تہہ تک پہنچیں گے، ہم اسے بری کر دیں گے کیونکہ وہ خود کہتا ہے، "عمیق تفہیم صرف برءت کی طرف لے جائے گی،" اور یہ عمیق تفہیم صرف ہم میں، جیوری کے ارکان میں، پائی جاتی ہے... قصہ مختصر، "مکھن لگاتے جاؤ، لگاتے جاؤ،" اسی پرانے، آزمودہ، عام

نسخے پر عمل کرتے جاؤ، مگر کیا کیا جائے، قابلِ اعتماد بھی تو یہی ہے۔

مقدمے کی کہانی جس انداز سے پیش کی گئی تھی، اب مسٹر سپاسووچ نے اس کی طرف توجہ دی اور ovo ab (4) (بالکل ابتدا سے) شروع ہو گیا... خیر، اب ہم اس کی تقریر لفظ بہ لفظ نہیں پیش کریں گے... لیکن ستون، ہرکلیس کے اصل ستون تب شروع ہوتے ہیں جب سپاسووچ "باپ کے جائز غصے" کا ذکر کرتا ہے۔

"جب لڑکی کی دیگر خامیوں کے علاوہ اس کی یہ قبیح اور ناپسندیدہ عادت منکشف ہو گئی،" مسٹر سپاسووچ نے کہا (وہ جھوٹ بولنے کی عادت کی طرف اشارہ کر رہا تھا)، "جب باپ کو معلوم ہوا کہ وہ چوری بھی کرتی ہے، اسے واقعی بہت غصہ آ گیا۔ مجھے یقین ہے آپ سب کو بھی اسی طرح غصہ آئے گا، اور میرا خیال ہے کہ باپ کے خلاف محض اس لیے مقدمہ قائم کر دیا کہ اس نے اپنی بچی کو بہت تکلیف دہ انداز سے سزا دی تھی کیونکہ اس کے پاس اس کی معقول وجہ تھی— خاندان کے ساتھ، مملکت کے ساتھ زیادتی کرنے کے مترادف ہے کیونکہ مملکت تبھی مستحکم ہو سکتی ہے اگر اسے خاندان کے استحکام کی تائید حاصل ہو۔ اگر باپ کو غصہ آیا تو وہ اپنے حقوق سے قطعاً تجاوز نہیں کر رہا تھا..."

...(اپنی تقریر کے) اختتام پر مسٹر سپاسووچ نے بڑی زیرکانہ بات کہی: "میں آخر میں یہ عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ میرے خیال میں کرون برگ کے خلاف ساری کی ساری فردِ جرم بالکل غلط طریقے سے ترتیب دی گئی ہے یعنی ایسے طریقے سے کہ آپ سے جو سوال پوچھے جائیں گے، ان کے قطعاً کوئی جواب نہیں دیے جا سکیں گے۔"

یہاں واقعی بڑی ہوشیاری سے کام لیا گیا ہے۔ یہی مقدمے کا جوہر ہے اور اسی سے سارا کذب وجود میں آتا ہے۔ لیکن مسٹر سپاسووچ اس موضوع پر چند مزید بالکل گھمبیر الفاظ کا اضافہ کر دیتا ہے: "میرا خیال ہے آپ سب یہ تسلیم کریں گے کہ خاندان موجود ہے، والدین کا اختیار موجود ہے۔"

اس موقع پر میں ایک بہت ہی چھوٹا سا نکتہ پیش کرنا چاہتا ہوں اور وہ بھی چلتے چلتے۔ ہم روسی نوعمر قوم ہیں۔ زندگی کس ڈھنگ سے گزارنا چاہیے، ابھی ہم نے اس کے سیکھنے کا آغاز کیا ہے حالانکہ ہم ایک ہزار سال سے موجود ہیں، لیکن لمبے چوڑے جہاز کو وسیع و عریض آفاق کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم تازہ وارد قوم ہیں اور quand-meme (5) ہمارے پاس کوئی متبرک (sacred) اشیا موجود نہیں۔ ہمیں اپنی متبرک اشیا سے محبت ہے لیکن محض اس لیے کیونکہ وہ واقعی مقدس (holy) ہیں۔ ہم ان پر محض اس لیے اصرار نہیں کرتے کیونکہ ہم l'order (6) کا دفاع

کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری متبرک اشیا ہمارے نزدیک اس لیے مقدس ہیں کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ وہ مقدس ہیں نہ کہ اس لیے کہ ان سے کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر ہمارا ان کے تقدس پر ایمان اٹھ گیا، پھر ہم ان کو بچانے تک کی کوئی کوشش نہیں کریں گے جس طرح پرانے زمانے کے پروہتوں اور دیگر مذہبی پیشواؤں نے کیا تھا کہ بت پرستی (paganism) تو ختم ہو گئی لیکن وہ بتوں کے بچانے میں مصروف ہو گئے حالانکہ انہوں نے انہیں مدتوں سے دیوتا سمجھنا چھوڑ دیا تھا۔ ہماری ایک بھی مقدس چیز کو بے قید تحقیق سے خوف نہیں کھانا چاہیے، صحیح معنوں میں اس لئے کیونکہ وہ حقیقت کے اعتبار سے ٹھوس ہے۔ ہمیں خاندان کے تقدس سے محبت ہے کیونکہ یہ (خاندان کا ادارہ) حقیقتاً مقدس ہے، نہ کہ اس لیے کہ مملکت کا استحکام اس پر مبنی ہے... لیکن ہر چیز کے لیے پیمانہ اور حدود ہونا چاہئیں اور ہم اس کی تفہیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ میں ماہرِ قانون تو نہیں لیکن میں کرون برگ مقدمے میں ایک عظیم کذب پر توجہ دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس بات کے قطع نظر کہ اصلاً مجرم کون تھا، یہاں کوئی چیز غلط تھی، یہاں کوئی چیز مختلف ہونا چاہیے تھی۔ جب مسٹر سپاسووچ سوال مرتب کرنے کی بات کر رہا تھا تو وہ عمیق طور پر صحیح تھا۔ تاہم اس سے مسئلہ کوئی حل نہیں ہوتا۔ شاید اس نکتے پر ہمیں اپنے قوانین کا گہرائی سے اور آزادانہ طریقے سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے تاکہ رخنے پُر ہو سکیں اور وہ (قوانین) ہمارے معاشرے کے مزاج پر پورے اتر سکیں۔

حواشی

حواشی

نوٹ:

(1) انجیل کے مختلف حصوں کے تراجم "کتابِ مقدس یعنی نیا اور پُرانا عہد نامہ" مطبوعہ بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور کے نظرِ ثانی شدہ ایڈیشن (سیریز نمبر 93، سالِ اشاعت درج نہیں) سے لیے گئے ہیں۔ اوقاف راقم الحروف نے لگائے ہیں۔

(2) مصنف نے ناول کو چار حصوں، بارہ کتابوں اور ایک تتمے میں تقسیم کیا ہے۔ حواشی کے نمبر ناول کے حصوں کے مطابق لگائے گئے ہیں تاکہ قارئین کو تلاش کرنے میں زیادہ وقت پیش نہ آئے۔

1- آنا گریگوریونا: Anna Grigoryevna Dostoevskaya nèe Snitkina (1846تا1918): دستوئیفسکی کی دوسری بیوی۔

2- دوسرا ناول: دستوئیفسکی کی بیوی آنا گریگوریونا کے مطابق اس کے شوہر نے "کرامازوف برادران" کے دوسرے حصے کے لکھنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس نے یہ کام 1882 میں شروع کرنا تھا لیکن وہ خود 28 جنوری 1881 کو انتقال کر گیا، چنانچہ یہ منصوبہ ادھورا ہی رہا۔ دوسرے حصے میں اس نے بتانا تھا کہ دمتری جیل سے رہا ہو گیا ہے اور الیوشا لیسے کے ساتھ پیچیدہ قسم کی زندگی گزار رہا ہے جس میں اکثر ڈرامائی موڑ آتے رہتے ہیں۔

حصہ اوّل

3- فیودر: یہ انگریزی نام تھیوڈور (Theodore) (عطیہ خداوندی) کی روسی شکل ہے۔ اس نام کی ایک تو نفسیاتی اہمیت ہے کیونکہ یہ مصنف کا اپنا ذاتی نام بھی ہے، تاہم ناول میں اس کی مزید اہمیت یہ ہے کہ کلیسائی تاریخ میں بے شمار تھیوڈور آتے ہیں، لیکن اپنے چیستانی اور متضاد خصائل کے حامل کردار کا نام رکھتے ہوئے دستوئیفسکی کے پیش نظر جو شخص تھا وہ غالباً Theodore of Skyeon تھا۔ سکائی آن کا تھیوڈورے (سنِ وفات 613ء) ایک کسبی کا بیٹا تھا جو ایک سے خانے کی بھی مالک تھی۔ اس کا باپ سرکس میں کام کرتا تھا اور اس نے اونٹ سواری کے دوران میں مختلف طرح کی قلابازیوں کے فن میں مہارت حاصل کر رکھی تھی۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اپنے بیٹے کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں تھا اور اس نے اس کی پرورش اور تربیت کا کام اس کی ماں کے سپرد کر رکھا تھا۔

تھیوڈورے ابھی بالکل نوعمر ہی تھا کہ اسے پادری کے عہدے کا حلف دے دیا گیا اور وہ زیارتوں کے لیے یروشلم روانہ ہو گیا۔ اسے ہمیشہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے اور توبہ و استغفار کی زندگی بسر کرنے کی خواہش رہی۔ اس کی اپنی درخواست پر اس کے لیے چوبی پنجرہ بنایا گیا جس میں وہ کرسمس سے پام سنڈے (ایک شنبۂ نخل یا کھجوروں کا اتوار: اس روز مسیح یروشلم میں داخل ہوئے تھے۔ اس واقعے کی یاد میں ایسٹر سے پہلے کے اتوار کو یروشلم میں جلوس نکلتے ہیں اور ان میں لوگ کھجور کی شاخیں ہاتھ میں لے کر شامل ہوتے ہیں۔) تک پڑا رہتا۔ اس کے بعد وہ ایک آہنی پنجرے میں منتقل ہو جاتا جو اس غار کے اوپر، جس میں وہ رہتا تھا، خاصی اونچائی پر ایک آگے بڑھی ہوئی چٹان کے ساتھ فضا میں معلق ہوتا۔ اس نے اپنے لیے چار آئینے (ایک قسم کی زرہ جس میں فولاد کی چار تختیاں بانات یا مخمل میں منڈھ کر سینے اور پشت کی حفاظت کے لیے لگاتے ہیں)، اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے لیے آہنی انگوٹھیاں، آہنی کالر اور پیٹی یا کمر بند بنوایا۔ اس کے لوازمات کی تکمیل ایک آہنی ڈنڈے سے ہوئی جس کے اوپر صلیب نقش تھی۔ وہ جو روزے رکھتا تھا وہ بے حد صبر آزما ہوتے تھے۔ ریچھ اور بھیڑیے اُس کے دوست تھے۔ وہ معالج اور کاہن بھی تھا۔ اس کی غیاب بینی کی ایک مثال یہ دی جاتی ہے کہ اس کے پاس عشائے ربانی کا جو جام شراب تھا، وہ اگرچہ چاندی کا

بنا ہوا تھا اور اس پر بے حد نفیس نقش و نگار بنے ہوئے تھے، لیکن وہ مطمئن نہیں تھا اور سمجھتا تھا کہ اس میں کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اسے کسی طوائف کے پیشاب دان (chamber pot) سے بنایا گیا ہے۔ اس کا تہوار بائیس اپریل کو منایا جاتا ہے۔

Butler's Lives of the Saints (London, 1956)

Dictionary of Saints by David Hugh Farmer(Oxford,1987)

4- پلچی: آگے نوٹ نمبر 72 دیکھیں۔

5- روبل: روسی سکہ۔ آج کل تو روبل خاصا خوار ہو چکا ہے لیکن جس زمانے میں یہ ناول لکھا گیا تھا، تب یہ بہت قیمت پاتا تھا اور ایک روبل کے تقریباً دو یا ڈھائی یا تین ڈالر ملتے تھے۔ (اگنات ایوی)

6- دمتری: یہ نام قدیم یونان کے فوجی ہیرو دمتریس (Demetrius) کی شکل ہے۔ دمتریس تیسری صدی قبل مسیح میں رہتا تھا اور اسے ایتھنز کے باشندوں نے دیوتا کا مرتبہ دے دیا تھا۔ وہ سات سال تک مقدونیہ کا بادشاہ رہا (مقدونیہ سکندر اعظم کا وطن مالوف تھا۔ آج کل اس کا کچھ حصہ یونان اور کچھ بلغاریہ میں شامل ہے، باقی یوگوسلاویہ سے علیحدہ ہو کر ایک آزاد مملکت بن چکا ہے) اور مسلسل ہمسایہ ممالک کے ساتھ برسر پیکار رہا۔ دمتریس کی شہرت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ رندوں میں رند بن جاتا اور خوب ڈٹ کر پیتا لیکن میدان جنگ میں نیکی کا علم بردار بن جاتا اور اس پر فوجی شان و شوکت کمانے کی دُھن سوار ہو جاتی۔ ایک عظیم جنگجو کی حیثیت سے اسے تحسین و تعریف کا سزاوار ٹھہرایا جاتا اور یونانی جزیرے رھوڈز کے باسیوں کے خلاف اس نے بارہا جو مختلف نوایجاد ہتھیار استعمال کیے، انہوں نے اسے واقعی ایک قابل جرنیل ٹھہرا دیا۔ اس پر الزام لگایا جاتا تھا کہ وہ کھانے کھانے اور شرابیں پینے میں اعتدال کی تمام حدود پار کر جاتا ہے اور اس کے سوانح نگار کا کہنا ہے کہ اس کی جتنی بیویاں اور داشتائیں تھیں، کسی اور یونانی بادشاہ کی نہیں تھیں۔ وہ اپنے باپ اینٹی گونس کا تابع فرمان تھا اور اس کا بے حد احترام کرتا تھا۔ اس بنا پر اس کی جو تحسین کی جاتی ہے، وہ اس کا صحیح معنوں میں مستحق تھا۔ [Classical Dictionary by J.Lempriere(London,1824)]

7- ایوان: جون (John) کی روسی شکل۔ اردو بائبل میں اسے "یوحنا" اور قرآن مجید میں یحیٰؑ لکھا گیا ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں شامل تھا اور اناجیل اربعہ میں چوتھی انجیل کا مصنف اسے ہی بتایا جاتا ہے۔ "نیا عہد نامہ" میں اس کے تین مکتوب اور "مکاشفہ" بھی شامل ہے۔ عیسائیوں میں یہ نام عام ہے۔ ویسے قرآن مجید میں جن یحیٰؑ علیہ السلام کا ذکر آیا ہے، وہ پیغمبر تھے۔

8- اوفیلیا (Ophelia): ولیم شیکسپیئر کے ڈرامے "ہیملیٹ" کی ہیروئین۔ ہیملیٹ کی بے توجہی کے

باعث پہلے تو وہ پاگل ہوئی اور پھر اس نے دریا میں کود کر جان دے دی۔

9۔ مقید روح کی بغاوت: یہاں دستوئیفسکی نے روسی شاعر اور ناول نگار میخائیل یوریویچ لرمنتوف (1814تا1841) کی نظم "اپنے آپ پر یقین مت کرو" کا ایک مصرع واوین کے بغیر نقل کر دیا ہے۔ پورا بند اس طرح ہے:

نوجوان خواب کار، اپنے آپ پر یقین مت کرو۔
نوجوانی سے ایسے ہی ڈرو جیسے لوگ طاعون سے ڈرتے ہیں۔
یہ بیمار روح کا تپ لرزاں ہے
یا مقید روح کی بغاوت۔

10۔ "اے مالک... رخصت کرتا ہے": (نیا عہد نامہ: لوقا: باب 2 آیت 29) یہ دراصل یروشلم کے ایک شخص شمعون کی دعا کا پہلا جملہ ہے جو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر کی تھی۔ شمعون کو بشارت ہوئی تھی کہ جب تک وہ حضرت عیسیٰ کا دیدار نہیں کر لیتا، اس کی موت واقع نہیں ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی چند ایام ہی کے تھے کہ ان کے گھر والے انہیں یروشلم لے آئے تاکہ لوقا کے بقول "اسے خداوند کے آگے حاضر کیا جا سکے۔" یوں شمعون کو انہیں دیکھنے کا موقع مل گیا اور وہ پکار اٹھا: "اے مالک، اب تو اپنے خادم کو اپنے قول کے موافق سلامتی سے رخصت کرتا ہے کیونکہ میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے جو تو نے سب امتوں کے روبرو تیار کی ہے۔"

11۔ پرودھاں (Pierre Joseph Proudhan): (1809تا1865): فرانسیسی سوشلسٹ اور عالم۔ غریب گھرانے میں پیدا ہوا، وظیفوں پر تعلیم پائی اور زندگی کا آخری حصہ بھی غربت میں گزارا۔ اس نے 1840 میں اپنے پمفلٹ "ملکیت کیا ہے؟" سے ملک گیر شہرت حاصل کی۔ اس کا یہ جملہ کہ "ملکیت چوری ہے" (La propriete', c'est le vol) بہت مشہور ہوا۔ ویسے اس سے پہلے ایک اور فرانسیسی فلسفی Brissot de Warville 1780 میں کہہ چکا تھا کہ "بلا شرکت غیرے ملکیت فطرت کے خلاف چوری ہے۔" پرودھاں 1848 کے انقلاب (نیچے نوٹ نمبر 13 دیکھیں) کے بعد فرانس کی آئین ساز اسمبلی کا رکن منتخب ہوا۔ اسے امید تھی کہ انسان اخلاقی اعتبار سے اتنی ترقی کر جائے گا کہ بالآخر حکومتوں کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ اس کی مشہور ترین کتاب "معاشی تضادات کا نظام یا غربت کا فلسفہ" (1846) ہے۔ انگریزی میں اس کی صرف پہلی جلد کا ترجمہ ہوا ہے۔

12۔ باکونن (Mikhail Aleksandrovich Bakunin): (1814تا1876): روسی انقلابی اور نراجیت (anarchism) کا سرکردہ مفسر۔ اس کا تعلق تو اشراف گھرانے سے تھا لیکن وہ جوانی میں ہی انقلابی سرگرمیوں میں حصہ لینے لگا تھا۔ 1848 اور 1849 میں فرانس میں جو انقلابات برپا ہوئے، باکونن بھی ان میں شریک تھا۔ تاہم وہ پکڑا گیا اور واپس روس بھیج دیا گیا۔ روسیوں نے اسے سائبیریا جلاوطن کر دیا۔ 1861 میں وہ فرار ہو کر لندن پہنچ گیا جہاں وہ ایک اور روسی انقلابی الیگزانڈر ہرزن کے ساتھ کام کرتا رہا۔ 1864 میں وہ کمیونسٹوں کی پہلی تنظیم "فرسٹ انٹرنیشنل" کا سرگرم رکن بن گیا لیکن اپنے متشدد نراجی نظریات کی وجہ سے اس کا کارل مارکس سے جھگڑا ہو گیا اور اسے تنظیم سے نکال دیا گیا۔ باکونن کا عقیدہ تھا کہ انسان فطرتاً صالح ہے اور وہ اجتماعی انفرادیت کے ذریعے حاصل کی گئی آزادیٔ مطلق کا مستحق ہے۔ اس کے خیال کے مطابق یہ آزادی صرف تبھی مل سکتی ہے جب موجودہ مملکتوں اور اداروں کو تہس نہس کر دیا جائے۔ اس کی اہم ترین کتاب "خدا اور مملکت" ہے۔ یہ اس کی موت کے بعد 1882 میں شائع ہوئی تھی۔

13۔ انقلاب پیرس: 1848 کا تین روزہ انقلاب۔ اگرچہ یہ انقلاب اپنے اصل مقاصد کے حصول میں تو ناکام رہا کیونکہ مختلف طبقوں کے معاشرتی، معاشی، لبرل اور قومی مطالبات میں زبردست تضادات تھے اور انہیں ہم آہنگ کرنا ناممکن ہو گیا تھا، تاہم اس کا فائدہ یہ ہوا کہ فرانس کا غیر مقبول بادشاہ لوئی فلپ (1773تا1850) تخت و تاج چھوڑ کر انگلستان فرار ہو گیا اور ملک میں جمہوریت کے قیام کا رستہ ہموار ہو گیا۔ 1848 اور 1849 میں اس قسم کے انقلابات جرمنی کی مختلف ریاستوں میں بھی برپا ہوئے تھے۔

14۔ زرعی غلام: یورپ میں زرعی کارندوں اور ان کی اولادوں کو جاگیردار کی مرضی کے بغیر کہیں آنے جانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی بلکہ اکثر صورتوں میں ان کی شادیاں بھی جاگیردار ہی کے حکم پر ہوتی تھیں۔ روس میں اس نظام کا آغاز سولھویں صدی میں ہوا جب 1581 میں زار ایوان چہارم نے زمینوں کا مالک طبقہ اشراف (promiestchiks) تخلیق کیا۔ نئے نظام کے تحت اگرچہ زرعی کارندوں کو شہری حقوق حاصل رہے تاہم ان کی آزادانہ نقل و حرکت جاگیردار کے تابع کر دی گئی۔ زار پیوتر (پیٹر) اول (عظیم) (1672تا1725) کے عہد میں زرعی کارندوں کو بالکل ہی جاگیردار کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا اور ان کی حیثیت عملاً غلاموں کی ہو گئی۔ اٹھارویں صدی میں جب ملکہ کیتھرین برسر اقتدار آئی تو زرعی کارندوں اور غلاموں کے مابین جو تھوڑا بہت امتیاز تھا، وہ بھی ختم ہو گیا۔ اور یوں روس کے زرعی غلاموں اور امریکا کے حبشی غلاموں میں کوئی فرق باقی نہ رہا۔ زرعی غلامی کا یہ نظام 1861 میں زار الیگزانڈر دوم نے اپنے "فرمان آزادی" کے تحت ختم کیا۔

1861 میں زرعی غلاموں کی آزادی سے قبل کسی جاگیر کی قیمت کا اندازہ ان مرد زرعی غلاموں کی تعداد سے لگایا جاتا تھا جو اس پر کام کرتے تھے۔ ان زرعی غلاموں کو انسان نہیں بلکہ نفس (soul) کہا جاتا تھا۔ چنانچہ مائی اوسف جس جاگیر کا مالک تھا، وہ روس کی وسیع ترین جاگیروں میں شامل ہوگی۔ آگے کتاب پنجم کے باب چہارم میں جس جرنیل کی جاگیر کا ذکر کیا گیا ہے، وہ مائی اوسف کی جاگیر سے دگنی بڑی تھی۔ تاہم سب سے زیادہ زرعی غلاموں کا مالک خود زار تھا جس کی کئی جاگیریں سارے ملک میں موجود تھیں۔

ایک امریکی مصنف ڈینیل فیلڈ نے اپنی کتاب "زرعی غلامی کا خاتمہ" (The End of Serfdom) میں بتایا ہے کہ جن موروثی اشراف کو زرعی غلام رکھنے کی اجازت تھی، 1858 میں ان کی تعداد تین لاکھ (مرد) تھی (صفحہ 11)۔ زار کی سلطنت میں 1858 میں ایک کروڑ تیرہ لاکھ اڑتیس ہزار سینتالیس مرد زرعی غلام اور تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ نسوانی زرعی غلام تھے اور یہ پورے ملک کی تقریباً چالیس فیصد آبادی تھی۔ (صفحہ 13)

15- Klikusha: صیغہ مؤنث واحد (جمع: Klikushi)۔ یہ اسم فعل klikat سے بنایا گیا ہے۔ Klikat کا اصل مطلب "پکارنا" ہے، تاہم کھینچ تان کر اسے "چلانا، چیخ مارنا" کے معنوں میں بھی استعمال کر لیا جاتا ہے۔ لیو طالسطائی نے 1889 میں اپنی ڈائری میں لکھا تھا: "چیخ ماریاں ہمیشہ شادی شدہ عورتیں ہوتی ہیں، غیر شادی شدہ لڑکیاں کبھی نہیں۔" (اکنات ایوی)۔ مزید تفصیل آگے کتاب دوم کے تیسرے باب "دین دار کسان عورتیں" میں بیان ہوئی ہے۔

16- ضلعی مارشل: 1860 کی اصلاحات کے تحت یہ ضلع کا بلند ترین منصب تھا جس پر طبقہ شرفا کا کوئی فرد اپنے طبقے کے ووٹوں سے منتخب ہو کر فائز ہوتا تھا۔ اس سے اوپر صرف گورنر کا عہدہ تھا جس کی تقرری براہ راست زار کرتا تھا۔

17- کوپک (Kopeck;Kopek): روسی سکہ۔ ایک روبل سو کوپک کے برابر ہوتا ہے۔

18- کلیسائی عدالتیں: یورپی ممالک میں کلیسائی عدالتیں، جنہیں روسی زبان میں Tserkovnyy sud کہا جاتا تھا، مدتوں سے قائم تھیں اور انہیں مذہبی امور میں ہی نہیں بلکہ دنیاوی معاملات میں بھی وسیع اختیارات حاصل تھے۔ جس شخص پر کلیسا یا کلیسا کے نظریات کی مخالفت کا الزام لگتا تھا، اسے ستون سے باندھ کر زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ فرانس کی جون آف آرک کے ساتھ یہی ہوا تھا۔ گلیلیو کو بھی یہی سزا ملی تھی لیکن جب وہ اپنے سائنسی نظریات سے تائب ہو گیا، تب کہیں اس کی جان چھوٹی۔ سقوط غرناطہ کے بعد انہیں عدالتوں نے یہودیوں اور مسلمانوں کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ روس میں 1864 میں قانونی اصلاحات نافذ ہوئیں، تو ان عدالتوں کے اختیارات میں بہت کمی

کر دی گئی۔ دستوئیفسکی ذاتی طور پر ان اصلاحات میں بہت دلچسپی لیتا رہا تھا۔

19- ستارتس (Starets): روسی زبان کا لفظ ہے، اس کا صیغہ جمع Startsy ہے۔ یہ لفظ Stary سے بنا ہے جس کے معنی "بوڑھا" ہیں، شاید اسی لیے بعض انگریز اور امریکی مترجمین نے starets کا ترجمہ "elder" (بزرگ) کیا ہے۔ starets دراصل ایک قسم کا راہب ہوتا تھا جو انتہائی سادہ زندگی بسر کرتا تھا، بہت زیادہ ریاضتیں کرتا تھا اور نفس کشی کے فلسفے پر عمل کرتا تھا۔ عام لوگوں کے خیال کے مطابق اسے خاص طور پر انتہائی اعلیٰ روحانی مرتبہ حاصل ہوتا تھا اور یوں وہ دوسروں کے نزدیک اتالیق یا گورو ہوتا تھا۔ تاہم starets کے لیے راہب ہونا ضروری نہیں ہوتا تھا، ایک عام آدمی بھی یہ مقام حاصل کر سکتا تھا بشرطیکہ وہ مقدس مقامات کی ـــ بالخصوص یونان کے کوہ ایتھوس (آگے نوٹ نمبر A-31 دیکھیں) اور یروشلم کی ـــ زیارت کر چکا ہو اور روس واپس آنے کے بعد ناگے تاگے کی روٹیوں پر گزارہ کرنے لگا ہو، مذہبی تعلیم دیتا ہو، وغیرہ۔ راسپوتین بھی اپنے آپ کو starets کہا کرتا تھا۔ (اس لفظ کا ترجمہ "درویش" ہو سکتا ہے لیکن میں نے "ستارتس" اس لیے رہنے دیا تاکہ روسی فضا قائم رہے۔ ویسے بھی "درویش" سے پوری طرح مفہوم ادا نہیں ہوتا۔)
(مزید تفصیل ناول کے صفحات 56 اور 57 پر دیکھیں۔)

20- پاک باز بدھو: روسی زبان میں پاک باز بدھو (holy fool or idiot) کو yurodivy کہا جاتا ہے۔ طالسطائی نے ان لوگوں کو god's folk (اللہ لوگ) بھی کہا ہے۔ ان نیم پاگل اور عجیب و غریب لوگوں کے متعلق اس نے لکھا تھا: "یہ بے گھر اور بے در خانہ بدوش لوگ زمانہ قدیم سے روس میں موجود ہیں۔ انہیں ارضی رشتوں سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہوتا اور نہ ان کا کوئی پیشہ ہوتا ہے۔ بے نام خواہش انہیں جگہ جگہ گھماتی پھراتی رہتی ہے۔ یہ بھکاری نہیں ہوتے لیکن بھکاریوں کی طرح گاؤں بہ گاؤں اور شہر بہ شہر پھرتے رہتے ہیں... ان کی بادیہ پیمائی کا مفہوم کسی کو بھی معلوم نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر کوئی شخص ان سے پوچھے کہ وہ کہاں یا کیوں جا رہے ہیں، وہ کوئی جواب نہیں دے پائیں گے... اس کے علاوہ شاید اور کوئی ٹھوس وجہ نہیں ہوتی کہ وہ اپنے ماضی یا گھر کی یادوں (toska یا nostalgia) سے فرار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خالصتاً روسی تجربہ ہے، اسے نہ الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے، نہ سمجھایا جا سکتا ہے اور نہ اکثر اس کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔" (طالسطائی بحوالہ Alex de Gonge: "لائف اینڈ ٹائمز آف راسپوتین")۔ طالسطائی نے اس قسم کا ایک کردار گریشا اپنے ناول "بچپن" (Childhood) میں پیش کیا ہے۔ تاہم بعض اوقات یہ نام بعض پارسا ہستیوں یا تارک الدنیا اشخاص پر بھی چپکا دیا جاتا ہے جن کی پارسائی یا تقدس کو "بدھوپن" کا نام دیا جاتا ہے۔ آرتھوڈوکس مسلک کے ابتدائی زمانے میں اس قسم کے پاک باز بدھوؤں سے لوگ بخوبی

آشنا تھے۔ "کرامازوف برادران" میں، خاص طور پر ایلوشا کے حوالے سے، یہ اصطلاح حصہ ا[illegible]
استعمال ہوئی ہے۔

21- اودیسا (Odessa): اودیسا بحیرہ اسود کے ساحل پر واقع شہر اور بندرگاہ ہے۔ پہلے روس میں شامل تھا لیکن سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد یہ نئے ملک یوکرین کا حصہ بن گیا۔ اس کی آبادی گیارہ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔

22- سماجی مرتبہ: زاروں کے عہد میں روس کی آبادی چار طبقوں میں منقسم تھی: اشرافیہ، کلیسا، شہری باشندے اور دیہاتی باشندے۔ (انسائیکلوپیڈک ڈکشنری، سینٹ پیٹرزبرگ، 1913 بحوالہ اگنات ایوی)

22-الف۔ کنڈیوں میں پھنسا کر: روسی ایقونوں پر یوم قیامت کی جو تصویریں بنائی جاتی ہیں، ان میں گنہگاروں کو اکثر کنڈیوں میں پھنسا کر جہنم کی طرف گھسیٹتے دکھایا جاتا ہے۔ روس کی بعض مذہبی شکلوں میں بھی کنڈیوں کو اسی مقصد کے لیے استعمال ہوتے پیش کیا گیا ہے۔ (ڈیوڈ میکلاف)

23- لوتھر کی طرح: عام روسیوں کے خیال میں جرمن مذہبی مفکر لوتھر (1483 تا 1546) کا مذہب ترقی اور روشن خیالی کا نمائندہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ فیودر پاولووچ کو اس سے اتفاق ہے۔ (اگنات ایوی)۔ (یہاں یہ یاد رہے کہ مارٹن لوتھر نے رومن کیتھولک مسلک کے خلاف بغاوت کر دی تھی اور یوں وہ پروٹسٹنٹ مسلک کی بنیاد رکھ گیا۔)

24- میں نے ایک کوچوان: دو فرانسیسی مصنفین Perrault اور Beaurain نے یہ سطور مشہور لاطینی شاعر ورجل (70 تا 19 ق م) کی رزمیہ "Aeneid" کی چھٹی کتاب کی پیروڈی کرتے ہوئے اپنی ایک نظم میں شامل کی تھیں۔ ویسے ان سطور کا مصنف ایک شخص Scarron بتایا جاتا ہے جس نے ورجل پر ایک کتاب لکھی تھی۔ دستوئیفسکی کے روسی قارئین ان سطور سے بخوبی آگاہ تھے۔

25- توما رسول (Apostle Thomas): اسے Saint Thomas اور Doubting Thomas (شکی توما) بھی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں شامل تھا۔

26- اے میرے خداوند: یہ توما رسول کے الفاظ ہیں۔ نیا عہد نامہ کے مطابق جب یسوع مصلوب کیے اور دفنائے جانے کے بعد قبر سے باہر نکل آئے، تو سب سے پہلے انہیں ایک عورت مریم مگدلینی نے دیکھا اور اس نے اس کی اطلاع یسوع کے شاگردوں کو دی۔ اسی شام کو ان شاگردوں کی ملاقات یسوع سے ہوگئی۔ مگر یسوع کے ان بارہ شاگردوں یا حواریوں میں سے ایک شخص "توما جسے توام بھی کہتے ہیں، یسوع کے آنے کے وقت ان کے ساتھ نہ تھا۔ پس باقی شاگرد اُن سے کہنے لگے کہ 'ہم نے خداوند کو دیکھا ہے' مگر اس نے ان سے کہا، 'جب تک میں اس کے

ہاتھوں میں میخوں کے سوراخ نہ دیکھ لوں اور میخوں کے سوراخوں میں اپنے انگلی نہ ڈال لوں اور اپنا ہاتھ اس کی پسلی میں نہ ڈال لوں، ہرگز یقین نہ کروں گا۔'

"آٹھ روز کے بعد جب اُس کے شاگرد پھر اندر تھے اور توما ان کے ساتھ تھا اور دروازے بند تھے، یسوع نے آ کر اور بیچ میں کھڑے ہو کر کہا، 'تمہاری سلامتی ہو۔' پھر اس نے توما سے کہا، 'اپنی انگلی پاس لا کر میرے ہاتھوں کو دیکھ اور اپنا ہاتھ پاس لا کر میری پسلی میں ڈال اور بے اعتقاد نہ ہو بلکہ اعتقاد رکھ۔' توما نے جواب میں اس سے کہا، 'اے میرے خداوند، اے میرے خدا!'"

"یسوع نے اس سے کہا کہ 'تو مجھے دیکھ کر ایمان لایا ہے۔ مبارک وہ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لائے۔'" (نیا عہد نامہ: یوحنا: باب 20: آیات 24 تا 30)

27- طبقۂ چہارم (fourth estate): 1535 میں ایک انگریز مصنف ڈیوڈ لنڈسی (Lindsay) نے ایک ڈراما بعنوان "Ane pleasant satyre of the three Estatis" (تین طبقوں کی خوشگوار ہجو) لکھا تھا۔ اس میں اس نے معاشرے کو تین طبقوں مذہبی رہنماؤں (The Lords Spiritual)، دنیوی (یا سیاسی) رہنماؤں (The Lords Temporal) اور عوام (The Commons) میں تقسیم کیا تھا۔ چونکہ برطانیہ میں اٹھارویں صدی کے اختتام تک اخبارات (پریس) خاصے بااثر اور طاقت ور ہو چکے تھے، اس لیے انہیں چوتھا طبقہ (ہمارے اخبار نویس اپنے آپ کو "چوتھا ستون" قرار دیتے ہیں) کہا جانے لگا۔ اس اصطلاح کا سہرا برطانوی مصنف اور سیاست دان ایڈمنڈ برک (1729 تا 1797) کے سر باندھا جاتا ہے لیکن اس کی مطبوعہ تحریروں میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ فرانس کے مشہور مزاح نگار فرانکوائی رابیلے (Rabelais) نے اپنی کتاب "Pantagruel" میں لکھا ہے کہ جب پانتاگرل جزائر پاپی مانیز (Papimanes) پہنچا، اس کی ملاقات چار اشخاص ــــ ایک راہب، ایک باز کا شکاری، ایک وکیل اور ایک کسان ــــ سے ہوئی اور اسے بتایا گیا کہ "وہ جزیرے کے چار طبقے ہیں"۔ (Les quatre estatz de l'Isle) (کتاب چہارم باب 48)۔ (بحوالہ اگنات ایوی)

28- مینار بابل: تمام زمین پر ایک ہی زبان اور ایک ہی بولی تھی۔ اور ایسا ہوا کہ مشرق کی طرف سفر کرتے کرتے ان کو (حضرت نوح علیہ السلام کے اخلاف کو) ملک سنعار میں ایک میدان ملا اور وہ وہاں بس گئے۔ اور انہوں نے آپس میں کہا: "آؤ، ہم اینٹیں بنائیں اور ان کو آگ میں خوب پکائیں"۔

سو انہوں نے پتھر کی جگہ اینٹ سے اور چونے کی جگہ گارے سے کام لیا۔ پھر وہ کہنے لگے کہ "آؤ، ہم اپنے واسطے ایک شہر اور برج، جس کی چوٹی آسمان تک پہنچے، بنائیں اور یہاں اپنا نام کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم تمام روئے زمین پر پراگندہ ہو جائیں۔"

اور خداوند اس شہر اور برج، کو جسے بنی آدم بنانے لگے، دیکھنے کو اترا۔ اور خداوند نے کہا، "دیکھو یہ سب لوگ ایک ہیں اور ان سبھوں کی ایک ہی زبان ہے۔ وہ جو یہ کرنے لگے ہیں تو اب کچھ بھی، جس کا وہ ارادہ کریں، ان سے باقی نہ چھوٹے گا۔ سو آؤ، ہم وہاں جا کر ان کی زبان میں اختلاف ڈالیں تا کہ وہ ایک دوسرے کی بات سمجھ نہ سکیں۔"

پس خداوند نے ان کو وہاں سے تمام زمین میں پراگندہ کیا، سو وہ اس شہر کے بنانے سے باز آئے۔ اسی لیے اس کا نام بابل ہوا کیونکہ خداوند نے وہاں ساری زمین کی زبان میں اختلاف ڈالا اور وہاں سے خداوند نے ان کو تمام روئے زمین پر پراگندہ کیا۔(پرانا عہد نامہ: پیدائش: باب11، آیات1۔9)

29. اگر تو... پیچھے ہو لے: ایک شخص نے یسوع علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ وہ کون سی نیکی کرے تا کہ ہمیشہ کی زندگی پائے، تو یسوع علیہ السلام نے دوسری باتوں کے علاوہ فرمایا: "اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا، اپنا مال و اسباب بیچ کر غریبوں کو دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا اور آ کر میرے پیچھے ہو لے۔" (نیا عہد نامہ: متی: باب19، آیت 20)۔ مرقس کے باب10، آیت 21 اور لوقا کے باب 18، آیت 22 میں بھی تقریباً یہی الفاظ ملتے ہیں۔

30. شرقی راسخ العقیدہ مسلک: (Eastern Orthodox Church یا Orthodox Church): اس مسلک کا آغاز یونان میں ہوا تھا۔ اس مسلک کے پیروکار یونان، روس، بلغاریہ، رومانیا، سربیا، شام، لبنان، مصر (قبطی عیسائی) اور ایتھوپیا میں پائے جاتے ہیں۔ اس مسلک کے لوگ نہ تو پوپ کی سیادت تسلیم کرتے ہیں اور نہ انہیں پروٹسٹنٹ لوگوں کے عقائد سے کوئی دلچسپی ہے۔ ان کا عبادت کرنے کا انداز بھی خاصا مختلف ہے: یہ ساکرامنٹی (sacramental) کہلاتا ہے اور عشائے ربانی اور قدیم لسطوریا (liturgy) کے گرد گھومتا ہے۔ اس میں حمد سازوں کے بغیر گائی جاتی ہے، ایقونے کی تعظیم لازمی ہے اور مجسموں، مورتیوں اور دیگر سہ ابعادی شبیہوں کی ممانعت ہے۔ مغربی عیسائیوں سے اس مسلک کا ایک بڑا اختلاف یہ ہے کہ مغربیوں کے برعکس یہ انبثاق روح القدس (procession of Holy Spirit) کے عقیدے کو نہیں مانتا جس میں قرار دیا جاتا ہے کہ روح القدس باپ سے ہی نہیں، بیٹے سے بھی منبثق ہیں۔ دیگر روسیوں کی طرح دوستوئیفسکی بھی صرف شرقی مسلک کو ہی صحیح سمجھتا تھا۔

31. صحرائے سینا: یہاں صحرائے سینا کی سینٹ کیتھرین کی خانقاہ مراد ہے۔

31A. کوہ ایتھوس (Mount Athos): شمال مشرقی یونان کا ایک پہاڑی جزیرہ نما علاقہ۔ اس علاقے میں شرقی راسخ العقیدہ مسلک کے راہب رہتے ہیں۔ ان لوگوں نے یہاں خانقاہوں کا جال بچھا رکھا

ہے۔ وہ عورتوں کو ہی نہیں، مادہ جانوروں کو بھی وہاں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے۔

32. تاتاری جوا: وسط ایشیا کے تاتاری یا منگول 1237 سے 1480 تک روس پر حاوی رہے۔ ان کی بالادستی نے روسی قوم پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ دوستوئیفسکی نے اپنے مضمون Sketches for "The Brothers Karamazov" میں لکھا تھا: Grattez le Russe—trouverez tartare ("کسی بھی روسی کو کھرچیں، نیچے سے تاتاری برآمد ہوگا۔" (انگلش ایڈیشن))

33. شورشوں کا دور: روسی سلطنت کا صحیح معنوں میں بانی ایوان چہارم (1530 تا 1584) تھا۔ وہ پہلا حکمران تھا جس نے اپنے لیے "زار" کا لقب اختیار کیا۔ چونکہ اس نے اپنے مخالفین کو چن چن کر قتل کیا تھا، اسے "خوفناک ایوان" (Ivan the Terrible) کہا جاتا ہے۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا فیودور اوّل تخت نشین ہوا۔ اگرچہ وہ بے حد نالائق اور کمزور حکمران تھا لیکن وہ اپنا وقت یوں توں کر کے گزار گیا، اصل اختیارات دراصل اس کے سوتیلے ماموں نکیتا رامانوف کے پاس تھے۔ وہ لاولد تھا، چنانچہ 1601 میں اس کے انتقال کے بعد ایک شخص بورس گادونوف، جو فیودور اوّل کا ریجنٹ بھی رہ چکا تھا، تخت پر قابض ہو گیا، اور یہی سال شورشوں کے دور کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ بورس نے تخت کے صحیح وارث اور فیودور اوّل کے بھائی دمتری کو مروا دیا تھا اور خود دمتری بن بیٹھا تھا۔ یہ جھوٹا دمتری گیارہ ماہ حکومت کرتا رہا لیکن پرنس شوئسکی نے اس کا تختہ الٹ دیا اور خود حکمران بن بیٹھا۔ 1610 میں شوئسکی نے پولینڈ کے بادشاہ سگس منڈ سے شکست کھائی مگر روسی تاریخ کے دو داستانی ہیروؤں — کوزما منن، جو پیشے کے اعتبار سے قصائی تھا اور پرنس پوزارسکی نے، جس کا مجسمہ آج بھی ریڈ سکوائر میں موجود ہے — اسے ماسکو سے نکال دیا۔ شورشوں کا زمانہ 1613 میں تب ختم ہوا جب نکیتا رامانوف کے پوتے میخائیل رامانوف نے ملیشیا اکٹھی کی، تخت کے جھوٹے سچے دعویداروں کو قتل کیا اور خود زار بن گیا۔ روس کا آخری زار رامانوف خاندان ہی سے تعلق رکھتا تھا۔

34. سوہا قسطنطنیہ: قسطنطنیہ مشرقی رومی سلطنت اور مشرقی راسخ العقیدہ مسلک کا صدر مقام تھا۔ روسی اسے تسارگراد (Tsargrad) کہتے تھے۔ یہ 1453 میں ترکوں کے قبضے میں آیا تھا۔ اب روس کے راسخ العقیدہ مسلک کے پیروکاروں کی نگاہوں میں ماسکو نے عیسائی مذہب کا قلعہ بننا تھا کیونکہ وہ روم کو، جس کا نمائندہ پوپ تھا، کافی عرصہ پہلے ہی دجال (AntiChrist) کی مملکت قرار دے چکے تھے۔

35. پائیسی ویلچ کاؤسکی (1722 تا 1794): روسی خانقاہی ستارتسوں کا جد اعلیٰ اور سب سے زیادہ مشہور ستارتس۔ وہ کوہ ایتھوس اور دوسرے مقدس مقامات کی زیارت کر چکا تھا۔ اسے روسی کلیسا نے

1988 میں سینٹ قرار دیا تھا۔ اس نے ساتویں صدی کے ایک راہب سینٹ اسحاق (آ ئزک) شامی کے چند مواعظت کا روسی زبان میں ترجمہ کیا تھا اور دوستوئیفسکی کے پاس اس ترجمے کے 1854 کے ایڈیشن کا نسخہ تھا۔ "کرامازوف برادران" میں اس کتاب کا دو مرتبہ ذکر آیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سینٹ اسحاق نے، جس کا روحانی اثر بہت وسیع ہے، ستارتس زوسیما کو بھی بہت متاثر کیا تھا، خاص طور پر اس کے جہنم اور الوہی محبت کے متعلق نظریات اسی سینٹ کے مرہون منت ہیں۔ مزید تفصیلات وکٹر ٹیرس کی کتاب کے صفحات نمبر 22 اور 23 پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

36- کوزیلسک: ماسکو کے جنوب مغرب میں روسی صوبے کالوگا کا قصبہ۔ یہاں کی خانقاہ اوپتینا پستین ان دو خانقاہوں میں ایک تھی جنہیں قانون سے بھاگے ہوئے لوگوں (razboyniki) نے، جو راہزن بدقسم کے لوگ تھے کہ امیروں کو لوٹتے اور غریبوں کو نوازتے تھے، چودھویں صدی میں تعمیر کرائی تھیں۔ اوپتینا پستین خانقاہ اتنی مشہور ہوئی کہ ہر طبقے کے زائرین یہاں آنے لگے۔ ان زائرین میں دوستوئیفسکی اور لیو طالسطائی بھی شامل تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ستارتس زوسیما کا کردار جزوی طور پر اوپتینا پستین کے ستارتس امبروسی (1812 تا 1891) کی جزوی نقل ہے۔ جب 1988 میں سوویت حکام نے درگاہ روسی کلیسا کو واپس کر دی تو اس کے چھ ماہ بعد امبروسی کو سینٹ قرار دے دیا گیا۔ (رچرڈ پیور اور لاریسا وولوخونسکی)

37- اتلافِ ذات (self-abnegation): اسے ترکِ نفس، تحقیرِ ذات یا فنائے نفس بھی کہا جا سکتا ہے۔ روحانی مرشد کے سامنے اپنی ذات کو حقیر سمجھنے یا اسے بالکل فنا کر دینے کا عمل (فنا فی المرشد) مشرقی اور مغربی دونوں مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ ہندومت میں چیلا گرو کی کامل اطاعت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ تصور مغرب کی بعض راہبانہ جماعتوں، یسوعیوں کی تربیت اور قرونِ وسطیٰ کے روزی کروشی عقیدے (اس عقیدے کا بانی پندرھویں صدی کا کرسچین روزنکروز نامی شخص بتایا جاتا ہے۔ اس کے نام پر سترھویں اور اٹھارویں صدی میں ایک خفیہ جماعت کام کرتی رہی۔ اس عقیدے کی بنیادی چیز یہ ہے کہ مابعد الطبیعات، تصوف اور جادو ٹونے کے ذریعے نجات حاصل کی جا سکتی ہے) میں بھی ملتا ہے۔ عیسائیت سے قبل کے قدیم یورپ، آئرلینڈ کی قدیم مذہبی رسوم، فیثا غورث کے مکتبہ فکر اور بعض دوسری جگہوں پر بھی انا کی نفی کی جاتی تھی۔ آزادیٔ فکر کے اس زمانے میں مغرب زیادہ تر اس تصور سے دست بردار ہو چکا ہے اور اسے محض ماضی کا عجوبہ قرار دیتا ہے۔ اس سلسلے میں آسٹریا کے مشہور فلسفی روڈلف سٹائنر (Steiner: 1861 تا 1925) کی کتاب Knowledge of Higher World: How Is It Achieved? سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ (اسلامی تصوف میں بھی "فنا فی الشیخ" کا تصور موجود ہے۔)

37-الف۔ کہانی: یہ کہانی پندرہ اکتوبر کے لیے Russian Orthodox Calender of Saints سے لی گئی ہے۔ (ایوا میکڈف)

38- Catechumens, depart: یہ لفظ یونانی لفظ Katekhoumenos اور لاطینی لفظ Catechumenus سے نکلا ہے۔ یونانی اور لاطینی لفظ کے معنی "زبانی تعلیم/ ہدایت دینا" ہیں۔ چنانچہ Catechumen کے معنی ہیں: "وہ شخص جسے تعلیم/ ہدایت دی جا رہی ہو۔" آرتھوڈوکس مسلک میں یہ لفظ اس شخص کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جسے بپتسمے کے لیے تیار کیا جا رہا ہو، یوں تکنیکی اعتبار سے اسے ابھی تک عیسائی مسلک کا پورا رکن شمار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ جب عشائے ربانی کی رسم منعقد ہوتی ہے تو زیرِ ہدایت اشخاص (Catechumens) کو باہر نکل جانے کا حکم دے دیا جاتا ہے اور صرف "مومنین" (faithfuls) پیچھے رہ جاتے ہیں۔ چونکہ "شہید" راہب نے اپنے ستارتس مرشد کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی، وہ "مومنین" کے زمرے سے خارج ہو گیا تھا— یہی وجہ ہے کہ اس کی لاش بار بار گرجے سے باہر نکل جاتی تھی۔

38-الف: روسی راہب: دستوئیفسکی کی بیوی آننا گریگوریونا کے مطابق اس راہب کا نام پارفینی تھا۔ ویسے اس کا دنیاوی نام پیوتر اگیئیف، (1807 تا 1878) تھا۔ اس نے ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ اس کا نام "روس، مولداویا، ترکی اور سرزمین مقدس کی زیارتوں اور سیاحتوں کی کہانیاں" تھا۔

39- اقوامی بطریق (Ecumenical Patriarch): قسطنطنیہ کے بطریق کا خطاب۔ وہ یونانی آرتھوڈوکس مسلک کا اعلیٰ ترین انتظامی سربراہ ہوتا ہے۔

40- منصف: یروشلم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گرد لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی تھی، ان میں سے "ایک نے اس سے کہا، 'اے استاد، میرے بھائی سے کہہ کہ میراث کا میرا حصہ مجھے دے۔' اس نے اس سے کہا، 'میاں، کس نے مجھے تمہارا منصف یا بانٹنے والا مقرر کیا ہے؟'" (نیا عہد نامہ: لوقا: باب 12، آیت 14)

41- زیورخ (Zurich): سوئٹزرلینڈ کا سب سے بڑا شہر۔ یہ بین الاقوامی مالیات کے بڑے مراکز میں شمار ہوتا ہے۔

42- ینا (Jena): جرمنی کے مرکز میں واقع یونیورسٹی ٹاؤن۔ یہاں بینکوں، دوربین، خوردبین وغیرہ کے عدسے بنتے ہیں۔

43- تولا (Tula): روس کا ایک صنعتی شہر۔ ماسکو کے جنوب میں واقع ہے۔

44- A perfect cavalier or knight = Un Chevalier parfait: کامل گھڑ سوار۔ Cavalier یا نائٹ قرونِ وسطیٰ میں اپنے بادشاہ یا آقا کی خدمت کرتا تھا۔ وہ زرہ بکتر میں ملبوس اور

اکثر گھوڑے پر سوار رہتا تھا۔ خواتین کی بوقتِ ضرورت مدد کرنا اس کے فرائض میں شامل ہوتا تھا۔

45۔ وون سون (Von Sohn): یہ کہانی کا کردار نہیں بلکہ جیتا جاگتا انسان تھا اور سینٹ پیٹرز برگ کے قریب قتل ہو گیا تھا۔ اس کا تفصیلی ذکر آگے مضمون ''نقل کی اصل سے مطابقت'' میں کیا گیا ہے۔

45۔الف۔ گوبھی: خانقاہوں کے نو آموز راہبوں کو گوبھی اور وہ بھی کثیر مقدار میں کھلانے کا عام رواج تھا۔ ایک مقصد یہ تھا کہ جو لوگ دنیا چھوڑ کر آئے ہیں، وہ اس کے لذائذ کو بھول جائیں اور ناگوار اشیاء پر گزارہ کرنا سیکھیں۔ کیرن آرم سٹرونگ نے اپنی کتاب "Through the Narrow Gate" میں اس کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

46۔ راہب پادری: انگریزی میں ان راہبوں کو جنہیں پادری کے فرائض سرانجام دینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، hieromonks اور یونانی میں hieromonach کہا جاتا ہے۔ hiero کا مطلب ''مقدس'' اور monach کا ''راہب'' ہوتا ہے۔ چنانچہ پادریوں کی حکومت hierocracy کہلاتی ہے۔

47۔ تفرقہ (raskol یا Schism): سترھویں صدی میں بطریق نکون (Nikon: 1605 تا 1681) نے روس کے آرتھوڈوکس مسلک میں اصلاحات کا اعلان کیا۔ اس پر ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا اور اصلاحات کے مخالفین نے، جنہیں بعد ازاں قدامت پسند معتقدین (raskolmiki) کا نام دیا گیا، بغاوت کر دی۔ ان کی بغاوت فرو کر دی گئی اور ان کی اکثریت مملکت کے مظالم سے بچنے کے لیے روس کے دور افتادہ ویران علاقوں میں چلی گئی۔ (روس کے ان علاقوں کی آبادکاری کا سہرا انہی لوگوں کے سر بندھتا ہے۔) کچھ لوگ چین اور کچھ مشرقی یورپ فرار ہو گئے۔ اس اکھاڑ پچھاڑ سے دس لاکھ اشخاص متاثر ہو گئے اور روسی مسلک میں تفرقہ پڑ گیا۔ (انسائیکلو پیڈک ڈکشنری، سینٹ پیٹرز برگ، 1913، بحوالہ اگنات ایوی)

48۔ رضا (riza): سینٹ کی عبا۔ اسے سونے کی پتیوں سے الیقونے پر بنایا جاتا ہے۔

49۔ پابندیٔ وقت...: اصل مقولہ فرانسیسی زبان کا ہے: l'exactitude est la politesse des rois۔ اسے فرانس کے بادشاہ لوئی ہشتم (1814 تا 1824) سے منسوب کیا جاتا ہے اور روس میں بہت مقبول تھا۔

50۔ Ispravnik: (روسی زبان میں) ضلعی پولیس کا سربراہ۔

51۔ نپراونک (E.F.Napravnik): (1839 تا 1916): روسی موسیقار۔ اسے 1869 میں سینٹ پیٹرز برگ کے مشہور بیلے اور اوپرا تھیٹر، ماری انسکی (Mari Insky) تھیٹر کا پہلا میوزیکل ڈائریکٹر مقرر کیا گیا تھا۔ (کمیونسٹوں نے اس تھیٹر کا نام کیروف تھیٹر رکھ دیا تھا لیکن سوویت یونین

کے انہدام کے بعد اس کا پرانا نام دوبارہ بحال کر دیا گیا ہے۔) یہاں مصنف نے دونوں الفاظ ذومعنی انداز سے استعمال کر کے جو مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، وہ ذرا پیچیدہ قسم کا ہے۔ روسی میں 'اسپراونک' ضلعی پولیس آفیسر کو کہا جاتا ہے اور موسیقار کے نام سے درحقیقت یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ (موسیقی کا) کنڈکٹر یا ڈائریکٹر قسم کی کوئی چیز ہے۔ جب کہ ''اسپراونک'' ''اصلاح کرنے والا'' یا ''تصحیح کرنے والا'' کا مفہوم دیتا ہے۔

52۔ شیطان: قرونِ وسطیٰ کے دوران میں روس میں یہ خیال عام پایا جاتا تھا کہ جو لوگ دل لگی اور مسخرگی کی حرکتیں کرتے ہیں، وہ شیطان سے متاثر ہوتے ہیں اور کلیسا ان لوگوں کو شدت سے ناپسند کرتا تھا۔

52۔الف۔ گدگدی: دستوئیفسکی نے مزاحیہ انداز سے اس ذومعنی لفظ کے متعلق اپنی 77-1876 کی نوٹ بک میں لکھا تھا: ''عورتیں حد سے زیادہ قلقلی (جس کے گدگدی بہت جلد اٹھتی ہو) ہوتی ہیں۔ آپ نے کبھی کسی عورت کو گدگدی کرنے کی کوشش کی ہے؟''

53۔ دِدرو (Denis Dider'ot): (1713 تا 1784): روشن خیالی کے دور کا فرانسیسی مفکر، مصنف اور نقاد۔ وہ فرانسیسی Encyclopedie (انسائیکلوپیڈیا) کا مدیرِ اعلیٰ تھا۔ اس کی اس کتاب نے فلسفے اور سائنس کو آگے بڑھانے اور ترویج دینے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ وہ روس کی ملکہ کیتھرین اعظم کی دعوت پر، جو اس کی مربیہ تھی، 1773 میں پانچ مہینے روس میں مقیم رہا تھا۔ وہ دہریہ اور مادہ پرست تھا۔

54۔ پلاتون (Pyotr Lenshin Platon): (1737 تا 1812): وہ ماسکو کا آرچ بشپ (اسقفِ اعظم) اور ولی عہد پال کا، جو بعد میں پال اول کے نام سے تخت نشین ہوا، مذہبی استاد تھا۔ [روسی آرچ بشپ کو مطران (metropolitan) کہتے ہیں۔]

55۔ احمق نے اپنے دل میں کہا ہے کہ خدا کا کوئی وجود نہیں: پرانا عہد نامہ: زبور: باب 14، آیت 1 اور باب 53، آیت 1۔ یہ الفاظ حضرت داؤد کے ہیں۔

56۔ بپتسمہ دے دیں: روس میں جو مذہبی کتب مقبولِ عام تھیں، ان کے مطابق جب عیسائیت کے مبلغ ملک کے بت پرستوں کے پاس پہنچتے تھے تو قائل ہونے کے بعد وہ غیر معمولی سرعت رفتار سے بپتسمہ قبول کر لیتے تھے۔ فیودر پاولووچ اسی رسم کی پیروڈی کر رہا ہے۔

57۔ پرنسس داشکووا (Yekaterina Romanova Dashkova)، (1743 تا 1810): ملکہ کیتھرین اعظم کی راز دان۔ اسی کی مدد سے کیتھرین نے 1762 میں کامیاب بغاوت کی تھی اور تخت پر قبضہ کیا تھا۔ پرنسس داشکووا ممتاز ادیب اور اکادمی روس کی صدر تھی۔ وہ کئی سال پیرس میں مقیم رہی

تھی اور اس کی والتیر اور دِدرو سمیت متعدد فرانسیسی دانشوروں سے دوستی تھی۔

58- پوتمکن (Grigory Aleksandrovich Potemkin) (1739 تا 1791): ملکہ کیتھرین اعظم جرمن نژاد شہزادی تھی۔ 1762 کے انقلاب کے دوران میں اس نے اپنے خاوند کو مروا دیا تھا اور خود تخت پر قابض ہو گئی تھی۔ یوں تو اس کے متعدد مردوں کے ساتھ جنسی تعلقات تھے، لیکن ان میں اہم ترین فیلڈ مارشل پوتمکن تھا۔ پوتمکن فوجی رہنما ہی نہیں بلکہ ممتاز سیاست دان بھی تھا۔ اس کے انتقال تک اُسے روسی مملکت کے امور میں زبردست اہمیت حاصل رہی۔

59- "مبارک... چوسیں۔": (نیا عہد نامہ: لوقا: باب 11، آیت 27) حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب گرمی پر یروشلم میں داخل ہوئے تو ان کے گرد لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ وہ ان سے ہم کلام تھے کہ ایک عورت آگے بڑھی اور اس نے یہ بات ان سے کہہ دی۔

60- "میں... پاؤں۔": (نیا عہد نامہ: متی: باب 19، آیت 16؛ مرقس: باب 10، آیت 17؛ لوقا: باب 10، آیت 25 اور باب 18، آیت 18) ایک شخص نے یہ سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا اور انہوں نے جواب میں کہا: "خون نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے، اپنے ماں باپ کی عزت کر،" وغیرہ۔

61- جھوٹوں کا باپ: نیا عہد نامہ میں یوحنا (باب 8، آیت 44) نے اسے یوں بیان کیا ہے: "جب وہ جھوٹ بولتا ہے تو اپنی ہی سی کہتا ہے کیونکہ وہ جھوٹا ہے بلکہ جھوٹ کا باپ ہے۔" یہ الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابلیس کے متعلق کہے تھے۔ نوٹ: فیودر پاولووچ "جھوٹوں" جھوٹ کی جمع کے طور پر استعمال کر رہا ہے نہ کہ جھوٹے کی۔ اس نے بائبل کے جملے کو جس طرح استعمال کیا ہے اور اس میں جو ترمیم کی ہے، وہ شاید اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ آئندہ ایوان فیودورووچ کے ساتھ کیا پیش آئے گا۔

62- سیر الاولیا: اس کتاب میں روسی آرتھوڈوکس مذہب کے ان رہنماؤں اور ان کی تعلیمات کا ذکر ہے جنہیں سینٹ کا درجہ دیا جا چکا تھا۔ اس کتاب کا اصل نام "Chety-Miney" ہے اور یہ پہلی بار 1689 تا 1750 کے سالوں کے دوران میں موجودہ آزاد ملک یوکرین کے صدر مقام کیف سے شائع ہوئی تھی۔ دستوئیفسکی کے پاس اس کا تلخیص شدہ نسخہ تھا۔

63- نیک شخص: یہ شخص، جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے، سینٹ دینی (St.Denis) آف پیرس کہلاتا ہے۔ ویسے اس کا اصل نام سینٹ دائیونیسس (Dionysius) تھا۔ وہ اطالیہ میں پیدا ہوا تھا اور اسے چھ دوسرے مبلغین کے ساتھ تقریباً 250 میں گال (جو موجودہ فرانس، بلجیم، جنوبی ہالینڈ، جنوب مغربی جرمنی اور شمالی اطالیہ پر مشتمل تھا اور سلطنت روم کا حصہ تھا) بھیجا گیا تھا تا کہ وہ وہاں کے باشندوں کو

عیسائی بنا سکے۔ وہ پیرس کے باسیوں کے قابو آ گیا اور انہوں نے اس کا سر قلم کر دیا۔ اسے پہلے بھی قتل کرنے کی کوششیں ہوتی رہی تھیں۔ اسے آگ لگائی گئی، صلیب پر چڑھایا گیا، جنگلی کتوں کے آگے پھینکا گیا لیکن وہ ہر بار بچ جاتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ جب اس کا سر قلم کر دیا گیا، تو اس نے اپنا سر اٹھایا اور ایک فرشتے کی رہنمائی میں شمالی پیرس کے علاقے مانت مارترے سے دو میل دور اس جگہ تک چلا گیا جہاں آج کل سینٹ دینی چرچ واقع ہے۔ اسے فرانس کا مربی سینٹ مانا جاتا ہے۔ وہ اشخاص بھی، جنہیں سر درد ہو جاتا ہے یا کتے کے کاٹنے سے جنون میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اسے اپنا مربی سینٹ تصور کرتے ہیں۔ اسے تصاویر (پینٹنگز) میں سر بریدہ سینٹ کے طور پر دکھایا جاتا ہے جو اپنا کٹا ہوا سر اٹھائے جا رہا ہے۔ تاہم اس کے متعلق اوپر جو کہانی بیان کی گئی ہے، اس کا روسی کتاب "سیر الاولیا" میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اسے پہلی مرتبہ فرانس کے مشہور ادیب اور مفکر والتیر (1694 تا 1778) نے غالباً اپنے ڈرامے The Maids of Orleans (1774) کے حواشی میں بیان کیا تھا۔ (اگنات ایوِی، ڈیوڈ میکڈف)

64- ورد کیا جاتا ہے: مائی اوسف اور اس کا فرانسیسی اطلاع کار دونوں ہی اس حقیقت سے نابلد ہیں (اور یہی یہاں اصل نکتہ ہے) کہ آرتھوڈوکس لِطوریا میں "سیر الاولیا" کا ورد نہیں ہوتا۔ (رچرڈ پیور اور لاریسا وِلوخونسکی)

65- اسطول (Stole): پادریوں کی ریشمی عبا جو کندھوں سے گھٹنوں یا ان سے بھی نیچے تک پہنچتی ہے۔ اصل یونانی لفظ epitrachilion ہے۔

66- ہوسطیہ: پاک روٹی جو عشائے ربانی میں کھائی جاتی ہے۔

66۔الف۔ آہ و بکا کرنے لگیں: ڈیوڈ میکڈف کے مطابق اصل روسی فعل prichitat ہے۔ اس کا اشارہ وجد کی اس کیفیت کی طرف ہوتا ہے جو نوحہ، مرثیہ، ماتمی گیت کا ورد کرنے والوں پر طاری ہو جاتی ہے۔

67- نستاسیوشکا: ناستیا (برطانیہ اور امریکہ میں اناستازیا: Anastasia) کا اسم تصغیر۔ اس کا ایک اور اسم تصغیر ناستکا ہے۔ (بعض اوقات اسم تصغیر اصل نام سے بڑا ہو جاتا ہے۔)

68- ننھا: دستوئیفسکی کا اپنا بیٹا بھی اسی عمر میں انتقال کر گیا تھا۔ "ہمارا بیٹا الیوشا 1878 میں فوت ہوا۔ اس کی عمر پونے تین سال تھی۔ اسی سال میرے شوہر نے 'کرامازوف برادران' پر کام شروع کیا تھا۔" (مادام آنا گریگوریونا دستوئیفسکیا)

69- نکیتوشکا (Nikitushka): نکیتا (Nikita) کا اسم تصغیر۔

70- راخل (Rachel): حضرت یعقوب علیہ السلام کی اہلیہ اور حضرت یوسف علیہ السلام اور بن یامین کی

والدہ ماجدہ۔ وہ ان چار اسرائیلی خواتین میں شامل تھیں جن کا مرتبہ سربراہ قبیلہ کے برابر تھا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے سوتیلے بھائیوں کی سازش کا شکار ہوئے اور بطور غلام مصر میں فروخت ہوئے (بعد میں بن یامین کو بھی حضرت یوسف علیہ السلام نے روک لیا تھا) تو متی کی انجیل (باب 2 آیت 18) کے مطابق:

رامہ میں آواز سنائی دی
راخل اپنے بچوں کو رو رہی ہے
اور تسلی قبول نہیں کر رہی اس لیے کہ وہ نہیں ہیں

متی نے یہاں پرانے عہد نامے کے اس حصے کا، جسے پیغمبر یرمیاہ کی تصنیف بتایا جاتا ہے (باب 31، آیت 15)، حوالہ دیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے: خداوند یوں فرماتا ہے کہ رامہ (فلسطین کا ایک قدیم قصبہ) میں ایک آواز سنائی دی۔ نوحہ اور زار زار رونا۔ راخل اپنے بچوں کو رو رہی ہے۔ وہ اپنے بچوں کی بابت تسلی پذیر نہیں ہوتی کیونکہ وہ نہیں ہیں۔ (عربی اور اردو میں راخل کو راحیل کہا جاتا ہے۔)

71- بالآخر تمہیں پُرسکون مسرت مل جائے گی: بائبل کے ان جملوں سے ملا کر دیکھیں: "اس وقت پیرو جوان خوشی سے رقص کریں گے کیونکہ میں ان کے غم کو خوشی میں بدل دوں گا اور ان کو تسلی دے کر غم کے بعد شادمان کروں گا۔" (پرانا عہدنامہ: یرمیاہ: باب 31، آیت 13)۔ "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم تو روؤ گے اور ماتم کرو گے مگر دُنیا خوش ہوگی۔ تم غمگین تو ہو گے لیکن تمہارا غم ہی خوشی بن جائے گا۔" (نیا عہدنامہ: یوحنا: باب 16، آیت 20)۔ پہلی آیت میں خداوند تعالیٰ یہودیوں کو نوید دے رہا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانے میں جو یہودی ادھر ادھر بکھر گئے تھے، عنقریب دوبارہ ایک خطے میں اکٹھے ہو جائیں گے۔ دوسری آیت میں یوحنا کے بقول حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو بتا رہے تھے کہ وہ عنقریب مصلوب ہو جائیں گے لیکن بہت جلد دوبارہ زندہ ہو کر آسمانی باپ کے پاس چلے جائیں گے۔

72- الیکسی، خدا کا بندہ: روایت کے مطابق سینٹ الیکسی (St.Alexis) کسی رومی یا یونانی نواب کا بیٹا تھا۔ وہ گوشہ نشینی اور زہد و ریاضت (podvizhnichestvo) کی زندگی گزارنے کے لیے اپنی شادی کے روز گھر سے نکل گیا، سترہ سال کے بعد واپس آیا اور اپنے والدین کے ہاں رہنے لگا لیکن کوئی بھی اسے پہچان نہ سکا۔ اس دوران میں اس کی بار بار تذلیل ہوتی رہی اور اس کی بے شمار حاجتیں پوری ہونے سے رہ جاتی رہیں۔ روس میں اولیا کے متعلق جو کتابیں تحریر کی جاتی تھیں، ان میں اسے اہم مقام دیا جاتا تھا۔ ڈیوڈ میوفارمر کے مطابق روم کے اس الیکسی کا غالباً کوئی وجود نہیں

تھا۔ تاہم ڈیوڈ میکڈف کا خیال ہے کہ وہ واقعی وجود رکھتا تھا اور اس کا انتقال تقریباً 412ء میں ہوا تھا۔ دستوئیفسکی کے نزدیک اس کی داستانِ حیات علامتی معنویت کی حامل تھی اور "کرامازوف برادران" کے پلاٹ کے لیے تحریک بنی۔

73- دس راست بازوں: نیا عہد نامہ کے اصل الفاظ یہ ہیں: "ننانوے راست بازوں کی نسبت، جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے، ایک توبہ کرنے والے گنہگار کے باعث آسمان پر زیادہ خوشی ہوگی۔" (لوقا: باب 15، آیت 7) یہ الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فریسیوں اور فقیہوں کے اس اعتراض کے جواب میں کہے تھے: "یہ آدمی گناہ گاروں سے ملتا اور ان کے ساتھ کھاتا ہے۔"

74- لیے (Lise): مادام خوخلاکووا اپنی بیٹی کا ذکر اس کے نام کی فرانسیسی شکل سے کرتی ہے۔ کہانی گو اور بعض دوسرے لوگ بھی یہی کرتے ہیں۔ ایلیوشا اسے عام طور پر روسی شکل "لیسا" سے پکارتا ہے۔

75- کواڈرل (quadrille): ایک قسم کا اجتماعی ناچ۔ اس میں چار جوڑے مل کر رقص کرتے ہیں۔

76- گوکھر: یہ الفاظ مشہور روسی ناول نگار، کہانی نویس اور ڈرامہ نگار ایوان ترگنیف (1818 تا 1885) نے اپنے ناول "باپ بیٹے" میں اپنے دہریے ہیرو بازاروف کی زبان سے کہلوائے تھے۔ اردو میں اس ناول کا ترجمہ انتظار حسین اور انور عظیم نے الگ الگ کیا تھا۔

77- میری تعریف کی جائے: ہم سب یہی چاہتے ہیں کہ اگر ہم کوئی اچھا کام کریں تو ہماری تعریف کی جائے۔ مشہور جرمن فلسفی عمانویل کانٹ (1724 تا 1804) اس سے اختلاف کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے: "اگر آپ دوسروں کے دکھ درد میں محض اس لیے شریک ہوتے ہیں کہ آپ مقبول ہو سکیں پھر آپ کا عمل اخلاقی قانون کے مطابق نہیں ہوتا... آپ کا کوئی فعل صرف تبھی اخلاقی فعل کہلا سکتا ہے جب آپ اسے خالصتاً فرض سمجھ کر کریں گے، نہ کہ معاوضے یا تعریف کے لالچ میں۔" دستوئیفسکی بھی غالباً کانٹ ہی سے متاثر تھا۔

77-الف: کلیسا کا ایک رکن: ڈیوڈ میکڈف کا کہنا ہے کہ یہ شخص سینٹ پیٹرزبرگ یونیورسٹی کا پروفیسر گورچاکوف تھا۔ اس نے "کلیسائی قانون کی سائنسی تشکیل" کے عنوان سے مقالہ لکھا تھا۔ اس میں اس نے دنیوی اور کلیسائی نقطۂ نظر میں موافقت پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ بعد میں یہ اس کی ایک کتاب میں شامل کر لیا گیا۔ دستوئیفسکی کے پاس اس کتاب کا نسخہ تھا۔

78- پوپ کے اختیارات میں توسیع: یہاں انگریزی کے تمام مترجمین نے ultramontanism کا لفظ استعمال کیا ہے۔ پوپ کو مذہبی معاملات میں کُلی اختیار اور مختلف ملکوں کے دنیوی امور میں مداخلت کرنے کی اجازت دینے کی تحریک پانچویں صدی میں اطالیہ میں شروع ہوئی تھی۔ اس کے حامیوں کو انگریزی میں ultramontane اور لاطینی میں ultramontanus کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ لاطینی

کے دو الفاظ ultra (پرے) اور mont یا mons (پہاڑ) کو ملا کر بنایا گیا تھا۔ چونکہ اطالیہ فرانس سے پہاڑ کی دوسری جانب واقع تھا، اس لیے یہ نام تراشا گیا۔ فرانسیسی اس تحریک کے مخالف تھے اور پوپ کی طرح رومن کیتھولک ہونے کے باوجود اپنے کلیسا کو آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔ انہیں اس معاملے میں اپنے وطن گال (Gaul) کی رعایت سے Gallicans کہا جاتا ہے۔ یہ بحث دستوئیفسکی کے زمانے میں بھی جاری تھی۔

79. بادشاہی اس دنیا کی نہیں: جب یہودی یہوداہ کی مخبری پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑ کر رومی گورنر پیلاطس کے پاس لے گئے تو اس نے ان سے پوچھا: "کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے؟"... یسوع علیہ السلام نے جواب دیا: "میری بادشاہی اس دنیا کی نہیں۔ اگر میری بادشاہی دنیا کی ہوتی تو میرے خادم لڑتے تاکہ میں یہودیوں کے حوالے نہ کیا جاتا۔ مگر اب میری بادشاہی یہاں کی نہیں۔" (نیا عہد نامہ: یوحنا: باب 18، آیت 36)۔ یوں یہاں یہ الفاظ بالکل مختلف معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔

80. وعدہ کیا جا چکا ہے: "اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تاابد نیست نہ ہوگی اور اس کی حکومت کسی دوسری قوم کے حوالے نہیں کی جائے گی بلکہ وہ ان تمام مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی ابد تک قائم رہے گی۔" (پرانا عہد نامہ: دانی ایل: باب 2، آیت 44)۔ بائبل کے مطابق جب مضبوط بادشاہوں کے بعد کمزور بادشاہ حکمران بنیں گے تب آسمان کا خدا یہ سلطنت برپا کرے گا۔

81. کافر رومی مملکت: یوں تو عیسائیت کا آغاز رومی مملکت میں ہی ہوا تھا کیونکہ سارا مشرق وسطیٰ (ماسوائے جزیرہ نمائے عرب) اس کا حصہ بن چکا تھا، عیسائیت مملکت کا سرکاری مذہب کہیں چوتھی صدی کے آغاز پر بنی۔ سن 325 میں موجودہ ترکی کے قصبے نقایہ میں ایک مذہبی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں ایک تو موحدوں کو شکست ہوئی اور تثلیث کو عیسائیت کا بنیادی ستون قرار دے دیا گیا، دوسرے رومی شہنشاہ قسطنطین کو کلیسا کا سربراہ بنا دیا گیا۔ یوں مملکت اور کلیسا کے مابین یگانگت کی مہر ثبت ہو گئی۔

82. روسی انداز فکر: اگنات ایوی کے مطابق دستوئیفسکی نصرانی کلچر اور روایات پر مبنی سوشلزم میں شدت سے یقین رکھتا تھا۔ اس نے اپنی کتاب "مصنف کی ڈائری" (باب اوّل، پیرا چہارم) میں جنوری 1881 کو تحریر کیا تھا: "روسی سوشلزم کی اساس کمیونزم جیسے دنیوی معاہدوں پر نہیں رکھی جائے گی۔ روس کو قطعی نجات مسیح کے ساتھ درخشاں رفاقت سے حاصل ہوگی۔"

83. ساکرامنٹ/ سرِ مقدس (Sacrament): عیسائیت کی ایک مقدس رسم۔ عیسائیت میں سات

ساکرامنٹ ہیں:

(i) اصطباغ یا بپتسمہ (baptism): کسی شخص کے گناہ دھونے کے لیے اس پر مقدس پانی چھڑکا جاتا ہے۔ بچوں کو ان کی پیدائش کے بعد پہلے بپتسمہ دیا جاتا ہے اور پھر ان کا مسیحی نام رکھا جاتا ہے۔

(ii) شراکتِ پاک یا رفاقتِ مسیح (Communion): مسیحی روایات کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کے ساتھ جو آخری کھانا کھایا وہ "روٹی" اور "مے انگور" پر مشتمل تھا۔ اس کی یاد میں گرجے میں عبادت کے بعد حاضرین میں روٹی کے ٹکڑے اور قلیل مقدار میں شراب تقسیم کی جاتی ہے۔

(iii) تصدیق (Confirmation): ہر عیسائی کو رسمی طور پر گرجے میں اپنے مذہب کی تصدیق کرانا پڑتی ہے۔

(iv) کفارہ (Penance): عیسائی مذہب کا ایک عمل جس میں اعتراف گناہ، توبہ، عقوبتِ نفس وغیرہ کئی منزلیں شامل ہوتی ہیں۔

(v) آخری مسح یا تدہینِ آخر (Extreme Unction): شدید بیمار یا قریب المرگ شخص کو مسح دینے کی رسم۔

(vi) پاک درجات یا درجاتِ قسوست (Holy Orders): پادری بنانے کی رسم۔

(vii) نکاح (matrimony): رسم نکاح۔

84. جہاں تک روم کا تعلق ہے: رومن کیتھولک مسلک اور اس کے سربراہ پوپ کا صدر مقام روم کے علاقے ویٹی کن میں واقع ہے۔ مشرقی یورپ کے دیگر آرتھوڈوکس مسلک کے پیروکاروں کی طرح دستوئیفسکی کو بھی رومن کیتھولک مسلک اور پوپ سے چڑ تھی۔ خود رومن کیتھولک مسلک کے پیروکاروں کا دعویٰ ہے کہ ان کے مذہب کی اساس محبت کی اخلاقیات پر ہے لیکن آرتھوڈوکس مسلک کے پیروکار ان کے اس دعویٰ کو نہیں مانتے، وہ اسے ایک ایسا مملکتی نظام سمجھتے ہیں جس پر مختلف درجوں میں بٹی ہوئی نوکر شاہی قابض ہے اور جس میں کسی شخص کو اختلاف کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ خود دستوئیفسکی نے اپنی "مصنف کی ڈائری" کے تیسرے باب میں اپریل 1880 کو لکھا تھا: "وہاں کلیسا اپنے آدرش کو الجھا کر مدتوں سے مملکت میں تبدیل ہو چکا ہے۔"

85. "معاشرہ... اپنی بقا کے لیے محض سات راست باز انسانوں پر انحصار کرتا ہے": اس کا اشارہ اس خیال کی طرف ہو سکتا ہے جو مخفی نظریوں میں عام ملتا ہے کہ جب تک صحیح انداز سے سوچنے والوں یا صحیح زندگی بسر کرنے والے اشخاص کی حقیر تعداد موجود ہے، انسانی معاشرے، شہر، ملک یا قوم کو کوئی

گزند نہیں پہنچ سکتا، وہ تباہی سے بچی رہے گی۔ چنانچہ پرانا عہد نامہ کی کتاب پیدائش (باب 18: آیات 20 تا 33) میں خداوند حضرت ابراہیم سے کہتا ہے کہ اگرچہ اخلاقی اعتبار سے سدوم قعر مذلت میں گر چکا ہے، "میں دس کی خاطر اسے تباہ نہیں کروں گا" (یعنی اگر وہاں دس راست باز اشخاص مل جائیں)۔ لیکن وہاں صرف حضرت لوط علیہ السلام، ان کی اہلیہ اور دو بیٹیاں ہی مل سکیں، چنانچہ سدوم کی تباہی مقدر بن چکی تھی۔ یہودیوں کی ہاسد (ایک بڑی تحریک جو پولینڈ میں شروع ہوئی تھی اور بہت جلد ختم ہو گئی تھی، مگر اس کے حامی اب بھی نیویارک اور اسرائیل میں موجود ہیں) میں بھی اسی قسم کا اسطورہ موجود ہے کہ جب تک روئے زمین پر دس (بعض اوقات سات بھی کہا جاتا ہے) راست باز انسان بھی موجود ہیں، زمین کا ارتقا جاری رہے گا اور وہ نیست و نابود نہیں ہو گی۔" (اگنات ایوی)۔ خود ہم بھی تو اکثر یہ کہتے رہتے ہیں کہ جب تک مٹھی بھر راست باز انسان موجود ہیں، پاکستان قائم دائم رہے گا۔

سات کا عدد ویسے بھی عیسائیوں، مسلمانوں اور کئی دیگر مذاہب میں خاص اہمیت کا حامل ہے اور بڑی قوت کا مظہر خیال کیا جاتا ہے۔ سات بدھستوا (جنہیں بدھ کی طرح گیان دھیان حاصل ہو جاتا تھا) بالآخر خود بدھ بن گئے۔ نیا عہد نامہ کی کتاب مکاشفہ (باب 3، آیت 1) میں کہا گیا ہے: "اور سردیس کے کلیسا کے فرشتہ کو لکھ کہ: جس کے پاس خدا کی سات روحیں اور سات ستارے ہیں..."

86- وقتوں اور میعادوں کا جاننا تمہارا کام نہیں: "خداوند، کیا تو اس وقت اسرائیل کو بادشاہی پھر عطا کرے گا؟" اس نے ان سے کہا: "اُن وقتوں اور میعادوں کا جاننا جنہیں باپ نے اپنے ہی اختیار میں رکھا ہے، تمہارا کام نہیں۔" (نیا عہد نامہ: رسولوں کے اعمال: باب 1، آیت 7)

87- دروازے پر: "اسی طرح جب تم ان سب باتوں (جب سورج تاریک ہو جائے گا، چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے وغیرہ) کو دیکھو تو جان لو کہ وہ نزدیک بلکہ دروازے پر ہے۔" (یہ حضرت عیسیٰ کے دوبارہ ظہور کے بارے میں ہے)۔ (نیا عہد نامہ: متی: باب 24، آیت 33، مرقس: باب 13، آیت 29)

88- پوپ گریگوری ہفتم: یہ شخص 1073 سے 1085 تک پوپ رہا تھا اور اس نے کلیسا کے دنیوی اختیارات بڑھانے کے لیے زبردست کوششیں کی تھیں۔

89- تیسری ترغیب: متی (باب 4، آیات 1 تا 11: نیا عہد نامہ) کے مطابق ابلیس نے مسیح علیہ السلام کی تین طریقوں سے آزمائش کی تھی۔ مسیح علیہ السلام چالیس روز سے بھوکے تھے اور ابلیس نے ان سے کہا: "اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو فرما کہ یہ پتھر روٹیاں بن جائیں۔" پھر ابلیس انہیں یروشلم لے گیا اور

ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے ان سے کہا کہ: "اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے آپ کو نیچے گرا دے کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حکم دے گا اور وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھالیں گے ایسا نہ ہو تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔" پھر ابلیس انہیں بہت اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی سب سلطنتیں اور ان کی شان و شوکت اسے دکھائی اور اُن سے کہا، "اگر تو جھک کر مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دے دوں گا۔" مسیح علیہ السلام نے ابلیس کی ترغیبات پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور یوں اس کے دامِ تزویر سے بچ گئے۔

90- ستارہ مشرق ہی سے چمکے گا: اگنات ایوی کے مطابق یہ بات ایک لحاظ سے اس پیشین گوئی کے عین مطابق ہے جو مسیح علیہ السلام کی پیدائش پر اس زمانے کے فلسطین کے حکمران ہیرودیس (Herod) کو دی گئی تھی۔ متی (باب 2، آیت 2) کے مطابق "جب یسوع ہیرودیس کے زمانے میں یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہوا تو دیکھو کئی مجوسی پورب سے یروشلم میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ: یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟ کیونکہ پورب میں اس کا ستارہ دیکھ کر ہم اسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔" اور مکاشفہ (نیا عہد نامہ) کے باب 22 آیت 16 میں مصنف یوحنا کے مطابق یسوع علیہ السلام نے اس سے کہا: "مجھ یسوع نے اپنا فرشتہ اس لیے بھیجا کہ کلیسیاؤں کے بارے میں تمہارے آگے ان باتوں کی گواہی دے: میں داؤد کی اصل و نسل اور صبح کا چمکتا ستارہ ہوں"۔

کہا جاتا ہے کہ کلچر کی رَو مشرق میں شروع ہوتی ہے، مغرب کی طرف بڑھتی ہے اور بالآخر امریکا کے دونوں براعظموں تک پہنچ کر ناپید ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آسٹریا کے فلسفی روڈالف سٹائنر (1861 تا 1925) نے دعویٰ کیا کہ جب اطلانتی دور ختم ہوا (اطلانطس ایک خیالی براعظم تھا جو مغربی داستانوں کے مطابق بحر اطلانتک / اوقیانوس میں غرق ہو گیا تھا) تو آریائی باشندے منو کی رہنمائی میں برصغیر کوچ کر گئے اور انہوں نے وہاں ویدوں سے پہلے کے زمانے کی تہذیب کو فروغ دیا۔ جب یہ تہذیب انحطاط کا شکار ہوئی تو ایران میں زرتشت نے ایک نئی تہذیب کی بنیاد رکھی (زرتشت کے معانی 'ستارۂ صبح' ہیں)۔ اپنی باری آنے پر مشرق وسطی، بالخصوص مصر اور بابل کی تہذیبیں اس کی جانشین بنیں۔ جب ان تہذیبوں پر زوال آیا تو پہلے یونان اور پھر روم کی تہذیبوں نے اپنا سکہ جمایا۔ (ساتویں صدی میں اسلامی تہذیب منظر عام پر آئی۔) پندرھویں صدی سے شمالی یورپی یا یوں کہیں کہ جرمن/اینگلو سیکسن تہذیب کا دور دورہ ہے اور یہ ابھی تک دنیا پر چھائی ہوئی ہے۔

اگنات ایوی مزید لکھتا ہے: "ان لوگوں کے انداز سے جو اندھے عقائد سے چمٹے رہتے ہیں، انیسویں صدی کے ہی نہیں بلکہ آج کے روسی بھی جبلی طور پر یہ محسوس کرتے نظر آتے ہیں کہ مستقبل

ان کا ہے۔ روس اور روس کے آرتھوڈوکس مسلک میں جو 'مسیحانہ' پہلو پایا جاتا ہے (جس کا روسی مارکسزم میں غلط تاویلوں سے حلیہ بگاڑ دیا گیا)، وہ درخشاں مستقبل کی تیاری کے اس احساس کی وجہ سے آیا ہے۔" اس سلسلے میں رڈلف سٹائنر (Rudolf Steiner) کی کتابیں 'Lectures Upon the Apocalypse' اور 'Occult Science'، ویلنٹین ٹوم برگ (Tomberg) کی متعدد کتب، جو پہلے لتویا کے صدر مقام ریگا اور بعد میں نیویارک سے شائع ہوئیں، اور ماریا شنڈلر (Schindler) کی تصنیف 'Europe: A Cosmic Picture' (ہورسم، سسکس، انگلستان: 1975) کا مطالعہ مفید رہے گا۔ امریکی مصنف ایڈورڈ گیس (Gayce) نے جو یہ اور اس قسم کی دوسری پیشین گوئیاں کی تھیں کہ دنیا کے مستقبل کا انحصار روس کی مذہبی ترقی پر ہے، وہ اس کی کتاب 'The Sleeping Prophet' (1965؛ بینٹم بکس، نیویارک) میں پڑھی جاسکتی ہیں اور روسی ذہن کو سمجھنے میں مدد دے سکتی ہیں۔

91- انقلاب دسمبر: نپولین سوم (1808 تا 1873) نپولین بونا پارٹ کا بھتیجا تھا اور نپولین بونا پارٹ کے اکلوتے بیٹے کی وفات (1832) پر وہ نپولین خاندان کا سربراہ بن گیا اور اپنے چچا کا تخت حاصل کرنے کے لیے سازشوں میں مصروف ہو گیا۔ ایک دفعہ پکڑا گیا اور ایک قلعے میں تاحیات قید ہو گیا۔ مگر پانچ سال بعد کسی نہ کسی طرح فرار ہو گیا اور انگلستان بھاگ گیا۔ فروری 1848 میں مزدوروں نے کامیاب انقلاب برپا کیا اور ملک میں دوسری جمہوریہ قائم ہو گئی۔ نپولین سوم واپس آ گیا۔ وہ پہلے قومی اسمبلی کا رکن اور بعد میں ملک کا صدر منتخب ہو گیا۔ وہ ملک کا دوسری بار صدر منتخب ہونا چاہتا تھا اور اس مقصد کے لیے آئین میں ترمیم کی ضرورت تھی۔ قومی اسمبلی نے ترمیم کو مسترد کر دیا۔ نپولین سوم نے 1851 میں قومی اسمبلی ہی توڑ دی۔ اسے انقلاب دسمبر کہا جاتا ہے۔ اس انقلاب کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام اختیارات نپولین سوم کے ہاتھ آ گئے اور 1852 میں اس نے اپنے آپ کو امپراطور قرار دے دیا۔

92- جسٹس آف دی پیس: ایک قسم کا مجسٹریٹ۔ اس نے قانون کی تعلیم حاصل نہیں کی ہوتی۔ وہ معمولی نوعیت کے مقدموں کی سماعت کرتا ہے، اپنے علاقے میں امن قائم رکھتا ہے، اسلحہ، شراب خانوں وغیرہ کے لائسنس دیتا ہے اور لوگوں کی شادیاں کرا سکتا ہے۔

93- فراک کوٹ: دوہرے پیش کا مردانہ لمبا کوٹ۔ گھٹنوں تک پہنچتا ہے۔ انیسویں صدی میں عام مستعمل تھا، آج کل صرف رسمی مواقع پر پہنا جاتا ہے۔

94- سوشلزم اور عیسائیت: 1870 میں دستوئیفسکی نے سوشلزم اور عیسائیت کے موضوع پر سلسلے وار مضامین تحریر کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ کسی وجہ سے یہ پروان نہ چڑھ سکا تاہم اس نے 26 فروری 1873 کو

ایم پگودن کے نام اس موضوع پر ایک خط لکھا۔ اس میں یہ جملہ قابل غور ہے: "میرے خیال میں سوشلزم اور عیسائیت ایک دوسرے کے متناقض ہیں۔" اس کے خیال کے مطابق "سوشلزم اور کمیونزم روسی عوام کے لیے اجنبی چیزیں ہیں جن کی نجات مسیح کے نام پر اتحاد میں ہی ہو سکتی ہے۔ یہی ہمارا روسی سوشلزم ہے۔" (مصنف کی ڈائری، جنوری 1881)

95- جو نہ تو خدا پر اور نہ اپنی لافنا پذیری پر ایمان رکھتا ہو: فرانسیسی ریاضی دان، ماہر طبیعات اور مذہبی مفکر Blaise Pascal (1623 تا 1662) نے اپنی کتاب Pensees میں کہا تھا: "اادیب تمام اخلاقیات کا انحصار اس بات پر ہے کہ روح غیر فانی ہے یا نہیں"۔

96- عالم بالا: "عالم بالا کی چیزوں کے خیال میں رہو نہ کہ زمین پر کی چیزوں کے۔" (نیا عہد نامہ: پولس رسول کا خط، کلسیوں کے نام: باب 3، آیت 2) "مگر ہمارا وطن آسمان پر ہے۔" (نیا عہد نامہ: پولس رسول کا خط، فلپیوں کے نام: باب 3، آیت 20)۔ سمارتس نے دونوں عبارتوں کو آپس میں ملا دیا ہے۔

97- شلر (Friedrich Schiller)، (1759 تا 1805): عظیم جرمن ڈراما نگار، شاعر اور مؤرخ۔ اس کے ڈرامے "قزاق" (1781: Die Rauber) میں سیاسی استبداد کے خلاف آواز بلند کی گئی تھی۔ "قزاق" اور دوسرے ابتدائی دور کے ڈراموں کے ہیرو بے ریا آدرش کے پجاری ہیں جو اپنے بدفطرت مخالفین کے ہاتھوں نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔ "کرامازوف برادران" میں شلر کے ڈراموں اور نظموں کے بار بار حوالے آتے ہیں۔

98- Regierender = reigning count: (برسر اقتدار کاؤنٹ): شلر کے زمانے میں جرمن ڈیوک اور کاؤنٹ اپنے اپنے علاقوں میں تقریباً خود مختار حکمران ہوتے تھے۔ خود شلر ڈیوک ورٹمبرگ (Wurttemberg) کی فوجی اکادمی میں داخل ہوا تھا لیکن تحکم پسند ڈیوک نے اسے طب کی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کر دیا۔ شلر ڈاکٹر بن گیا اور بطور سرجن فوج میں خدمات سرانجام دیتا رہا۔ لیکن وہ اس ملازمت کو پسند نہیں کرتا تھا اور جن حالات میں اسے کام کرنا پڑتا تھا، اس کے خلاف بطور احتجاج اس نے اپنا ڈراما "قزاق" تحریر کیا۔ عوام نے تو یہ ڈراما بہت پسند کیا لیکن ڈیوک کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس کے غیظ و غضب سے بچنے کے لیے شلر اپنے آبائی وطن سے فرار ہو گیا اور اس نے اپنی باقی زندگی کا بیشتر حصہ جینا اور ویمر میں گزارا۔

99- آرڈر آف سینٹ این: یہ تمغہ، جس پر ایک دوسرے کے آر پار تلواریں بنی ہوتی تھیں، بہادری کے ان آٹھ تمغوں میں شامل تھا جو زاروں کے زمانے میں روس کی شاہی فوج کے جوانوں کو دیا جاتا تھا۔

100- جبی رومال: اس مضحکہ خیز منظر میں فیودر پاولووچ جس قسم کی نقلی لڑائی کا نقشہ پیش کرتا ہے اس میں

اس نے دراصل ڈوئیل لڑنے کی انتہائی انوکھی شکل کی نقالی کی ہے جو شلر نے اپنے ڈرامے "Cabal and Love" کے ایکٹ چہارم سین سوم میں پیش کی ہے اور جس کی مثال تحریری صورت میں اور کہیں نہیں ملتی۔ شلر کے اس ڈرامے کا انگریزی ترجمہ، جو ٹی۔ایس۔ ولکنس نے کیا تھا، 1884 میں لندن سے شائع ہوا تھا۔ متعلقہ منظر اس طرح ہے:

فرڈی نینڈ: تم جیسے لفنگے کو اگلی دنیا میں بھیجنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ (وہ اپنا رومال جیب سے نکالتا ہے اور اس کے ساتھ اپنا پستول اس کے جسم پر رکھ دیتا ہے۔) یہ لو! اس رومال کو پکڑو۔ یہ اس قطامہ نے خود مجھے دیا تھا۔

مارشل: رومال کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک! یہ تم جنون میں کیا بک رہے ہو؟ تم کیا سوچ رہے ہو؟

فرڈی نینڈ: اس سرے کو پکڑو۔ میں کہتا ہوں کہ اس سرے کو پکڑ لو۔ ورنہ بکری کے بچے، تمہارا نشانہ خطا جائے گا۔ بکری کا بچہ کیسے کانپ رہا ہے!

اس سے قبل 1795 میں انگریزی میں ہی اس ڈرامے کا گمنام ترجمہ ہوا تھا۔ اس میں متعلقہ منظر اس طرح بیان کیا گیا ہے:

فرڈی نینڈ: مجھ میں ابھی اتنی عقل ہے کہ تمہارے ساتھ معاملات طے کر لوں ــــ تو جناب، ان پستولوں میں سے ایک فوراً پکڑ لو۔

بیرن: ان پستولوں میں سے ایک؟ مجبور، کیا تم پاگل ہو گئے ہو؟

فرڈی نینڈ: یا تو ایک فوراً پکڑ لو ورنہ میں پلک جھپکنے میں تمہاری بڑی پسلی ایک کر دوں گا! دیکھو، بزدل کیسے کانپ رہا ہے۔

101۔ محبت بہت کرتی تھی: "اسی لیے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اس کے گناہ جو بہت تھے، معاف ہوئے کیونکہ اس نے بہت محبت کی مگر جس کے تھوڑے گناہ معاف ہوئے وہ تھوڑی محبت کرتا ہے۔" (نیا عہدنامہ: لوقا: باب 7، آیت 47)۔ یہ الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک فریسی شمعون سے کہے تھے جس نے ان کی دعوت کی تھی۔ دعوت کا سن کر شہر کی ایک بدچلن عورت بھی وہاں آ گئی اور روتی ہوئی ان کے پاؤں اپنے آنسوؤں سے بھگونے لگی۔ پھر اس نے انہیں اپنے سر کے بالوں سے پونچھا اور انہیں بہت چوما۔ شمعون نے سوچا یہ شخص نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ اسے معلوم ہی نہیں کہ یہ بدکار عورت ہے۔ اس پر حضرت عیسیٰ نے اسے کہا کہ "تم نے مجھے دعوت تو دے دی لیکن مجھے پاؤں دھونے کو پانی نہ دیا لیکن اس عورت نے اپنے آنسوؤں سے میرے پاؤں بھگو دیے، اس لیے یہ تم سے بہتر ہوئی کیونکہ یہ زیادہ محبت کرتی ہے۔"

102۔ گوبھی: رومن کیتھولک مسلک میں بھی خاص طور پر نووارد اور زیر تربیت راہبوں اور راہبات کو گوبھی لازماً کھانا پڑتی ہے خواہ ان کا جی چاہے یا نہ چاہے۔ بعض اوقات تو مقدار معمول سے کہیں زیادہ ہوتی ہے اور انہیں یہ پوری کی پوری حلق سے اتارنا پڑتی ہے۔ شاید دنیاوی عیش و عشرت سے متنفر کرانے کا یہ بھی ایک طریقہ ہو۔ کیرن آرم سٹرونگ نے اپنی کتاب "Narrow is the Gate" میں اس دستور کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

103۔ اطاعت: ایک مذہبی اصطلاح۔ اس کا مطلب وہ کام ہوتا ہے جو کسی راہب کا روحانی رہنما یا گرو اس کے سپرد کرتا ہے۔

103۔الف۔ مقدس ازگی بڑنگ: اصل روسی لفظ blagoglupostl ہے۔ یہ لفظ دستوئیفسکی کے دشمن سالتی کوف ستچدرن نے 1863 میں اپنے ایک مضمون میں گھڑا تھا جس میں دستوئیفسکی پر حملے کیے گئے تھے۔

103۔ب۔ فیصلہ نہ ہو پائے: روسی میں جو ترکیب استعمال ہوئی ہے، اس کا مطلب دو سٹولوں (Stools) کے مابین گرنا ہے۔ جب سالتی کوف ستچدرن دستوئیفسکی پر حملہ آور ہوتا تو وہ عام طور پر یہی ترکیب استعمال کرتا تھا۔

104۔ پوشکن: الیکساندر پوشکن (1799 تا 1837) روس کا عظیم ترین شاعر۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ شہزادیوں سے لے کر کمینیوں تک جو عورت اس کے ہاتھ آئی اس نے اسے اپنے بستر کی زینت بنانے سے گریز نہیں کیا۔ اس نے اپنی متعدد نظموں میں عورتوں کے "ننھے ننھے پاؤں" (روسی زبان کا اصل لفظ nozhka ہے۔ اس کے معنی 'پاؤں' بھی ہو سکتے ہیں اور 'ٹانگیں' بھی) کی دل کھول کر تعریف کی ہے۔ 1860 اور 1870 کی دہائیوں میں روس کے بعض لبرل اور انقلابی ادیب، جن میں شاعر ڈی مینایف (1835 تا 1869) پیش پیش تھا، اس کی دل کھول کر مذمت کرتے تھے کیونکہ وہ 'پاؤں' جیسی معمولی چیزوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا رہتا تھا۔ دسویں کتاب کے چوتھے باب میں اسی موضوع پر رکیتن اپنی نظم سنائے گا۔

104۔الف۔ وہ لازماً سینٹ پیٹرزبرگ ... کنٹرول ہو گا: ڈیوڈ میکاؤف کے مطابق یہاں دستوئیفسکی کے دشمن جی۔ زیڈ۔ یلیسیف (1821 تا 1891) کی پیشہ ورانہ زندگی بیان کر دی گئی ہے۔ یلیسیف (Yeliseyev) نے بھی ابتداء الوہیت کے طالب علم کی حیثیت سے کی تھی اور انجام کار ایک بااثر انقلابی رسالے کا ایڈیٹر بن گیا تھا۔ آگے جو ڈھیروں روپیہ کمانے اور بہت بڑی عمارت بنانے کا ذکر کیا گیا ہے، روس کے بعض ادیبوں نے اس زمانے میں واقعی یہی کام کیا تھا۔ اس قسم کی عمارت کے لیے دستوئیفسکی نے جو روسی ترکیب استعمال کی ہے، وہ Kapitalnyy

dom (Capital House) ہے۔ دو ادیبوں — جی۔ وائی بالاگوس وینکوف اور ای اے کرملکی نے اپنی عمارت اسی مقصد کے لیے استعمال کی تھی۔

105- پیئرو (Pierrot): فرانس کے طربیہ ڈراموں کا روایتی مسخرہ۔ اس کے چہرے پر سفید رنگ پھیر دیا جاتا تھا اور وہ دیکھنے میں بہت اداس نظر آیا کرتا تھا۔ اس کا لباس ڈھیلا ڈھالا اور بہت ڈھیلا ہوتا تھا۔

106- کواس (Kvass): ایک ہلکی نشہ آور روسی شراب۔ اسے جو کے آٹے یا ڈبل روٹی کو خمیرے میں ملا کر بنایا جاتا ہے۔

107- سٹرلٹ (Sterlet): ایک مچھلی جو دریائے ڈینیوب اور بحیرہ کیسپئن میں پائی جاتی ہے۔ یہ دراصل چھوٹی سٹرجن (sturgeon) ہوتی ہے۔ اس کا گوشت بہت لذیذ ہوتا ہے اور اس کے انڈے بھی بہت پسند کیے جاتے ہیں۔

108- blancmange (بلانک مانژ): ایک قسم کا میٹھا جو مکئی کے آٹے کو دودھ میں گوندھ اور مختلف قسم کی خوشبوئیں ڈال کر بنایا جاتا ہے۔

109- دون سون: نوٹ نمبر 45 دیکھیں۔ فیودر پاولووچ جو تفصیلات بیان کر رہا ہے، وہ تقریباً درست ہیں۔

110- 'veray parfit gentil knight' = 'a very perfect gentleknight': یہ الفاظ مشہور انگریزی شاعر جیوفری چاسر (1342 تا 1400) کے ہیں اور اس کے معنی "بالکل کامل عالی نسب نائٹ" ہیں۔ اس زمانے کا نائٹ عورتوں کی حرمت پر جان نثار کرنے پر تیار رہتا تھا۔ فیودر پاولووچ کے منہ سے یہ الفاظ جچتے نہیں۔ فرانسیسی میں اس سے ملتی جلتی ترکیب parfait knight sans peur sans reproche ہے۔ اس کا مطلب ہے "ایسا نائٹ جو نڈر ہے اور جس پر کوئی انگلی نہیں اٹھائی جا سکتی۔"

111- توبہ ... سا کرامنٹ: نوٹ نمبر 83 دیکھیں۔

112- مخفی اعتراف (auricular confession) یا (پادری کے) کان میں کیا جانے والا اعتراف: اس مخفی اعتراف کا عمل 1215 میں چوتھی لاطران مجلس میں پوپ انوسنٹ (Innocent) سوم نے شروع کیا تھا۔ [لاطران روم کا ایک محل ہے جہاں چودھویں صدی تک پوپ کی رہائش ہوتی تھی۔ اس میں رومن کیتھولک عیسائیوں کی چار کونسلیں (مجالس) منعقد ہوئی تھیں جن میں مختلف نصرانی عقائد کے بارے میں فیصلے کیے گئے تھے۔] "فیودر پاولووچ کا یہ خیال غلط ہے کہ مخفی اعتراف کا سلسلہ کلیسا کے ابتدائی رہنماؤں نے شروع کیا تھا۔" (رچرڈ پیور اور لاریسا ولوخونسکی)

113- کوڑے مار: سترھویں صدی میں عیسائیوں کا ایک فرقہ وجود میں آیا تھا جس کا کہنا تھا کہ "بدی کی

طاقتوں" سے روحانی پاکیزگی تبھی ممکن ہے جب آدمی اپنے آپ کو جسمانی ایذائیں پہنچائے۔ اس فرقے کے بعض لوگ تو یہاں تک دعویٰ کرنے لگے کہ روحانی پاکیزگی تبھی ہو سکتی اور نجات مل سکتی ہے جب انسان پہلے اپنے آپ کو (گناہوں سے) خوب آلودہ کرے، چنانچہ گناہ کا ارتکاب (خاص طور پر اجتماعی خرمستیاں) کرنے کی فعال انداز سے حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ راسپوتین Khlyst تھا جو Khlysty (اپنے تئیں کوڑے مارنے والے) کا مقلد ہوتا ہے۔ (اگنات ایوی) حاشیہ نمبر 128۔ الف بھی دیکھیں۔

114- سنود (Synod): سنود یا مجلس پادریوں پر مشتمل ہوتی ہے (بعض اوقات اس میں عام لوگ بھی، جو مذہب کا پرچار کرتے ہیں، شامل کر لیے جاتے ہیں)۔ اس کا کام اسقف کے حلقۂ اختیار میں یا قومی سطح پر مذہبی امور طے کرنا ہوتا ہے۔ لیکن یہاں جس سنود کا ذکر کیا گیا ہے، وہ اسقفوں (bishops) پر مشتمل تھی۔ اسے کلیسا کے مروجہ قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پیٹرِ اعظم (1672 تا 1725) نے روسی آرتھوڈوکس چرچ کا انتظام کرنے کے لیے قائم کیا تھا۔ یہ صرف زار کے سامنے جواب دہ تھی۔ یوں زار عملاً روسی کلیسا کا سربراہ بن گیا۔

115- کہا گیا تھا: یہ بات کس نے کہی تھی، کسی نے بھی اس پر روشنی نہیں ڈالی۔

116- ہونٹوں پر بوسہ اور دل میں چھرا: ہم اسے اپنی زبان میں یوں کہہ سکتے ہیں: بغل میں چھری منہ میں رام رام۔

117- پورٹ وائن (Port Wine): ایک قسم کی تیز، میٹھی مے انگور۔ اس کا رنگ گہرا سرخ ہوتا ہے اور اس کا آغاز پرتگال میں ہوا تھا۔ عام طور پر کھانے کے بعد پی جاتی ہے۔

118- ایلیسیف برادران: انیسویں صدی کے سینٹ پیٹرز برگ کا انتہائی مہنگے مشروبات اور اشیائے خوردنی بیچنے والا سٹور۔

119- میدوک (me'doc): سرخ فرانسیسی مے انگور۔ فرانس کے علاقے میدوک میں کشید کی جاتی ہے۔

120- گجن (gudgeon): ایک کوتاہ قامت یورپی مچھلی۔ تازہ پانیوں میں پائی جاتی ہے اور کھائی جاتی ہے۔

121- ساتوں مجالس (seven councils): مذہبی عقائد کا تصفیہ کرنے کے لیے عیسائی اساقفہ کی وقتاً فوقتاً مجالس منعقد ہوتی رہی ہیں۔ 1054 سے قبل، جب مشرقی آرتھوڈوکس مسلک اور مغربی مسلک کے مابین مستقل کناچھنی ہو گئی، اس قسم کی سات مجالس 325 اور 787 کے مابین ہوئی تھیں۔ سب سے پہلی کونسل کا انعقاد 325 میں موجودہ ترکی کے قصبے نقایہ میں ہوا تھا، اس میں تثلیث کو عیسائیت کا بنیادی ستون قرار دیا گیا تھا اور خدا کی وحدانیت پر یقین رکھنے والوں کو لتاڑا

گیا اور انہیں بدعتی قرار دے دیا گیا تھا۔ اگنات ایوی کے مطابق "بعد میں جو چھ مجالس منعقد ہوئیں، تقریباً ان سب میں بھی کسی نہ کسی کو ملعون کیا گیا تھا۔"

122- دوبارہ لکھا گیا: ان الفاظ کے متعلق بھی معلوم نہیں کہ یہ کس کے ہیں، تاہم ان کا موازنہ سینٹ مرقس (St. Mark the Ascetic) کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے: "جو کچھ تقدیر سے پیش آتا ہے اسے صبر و تحمل سے برداشت کرنا اور جیسا کہ خداوند حکم دیتا ہے، پڑوسی سے محبت کرنا مسرت عظیم ہے۔" سینٹ مرقس کے یہ الفاظ اس مذہبی کتاب کی پہلی جلد میں موجود ہیں جسے انگریزی میں Philocalia اور روسی میں Dobrotolyubie کہا جاتا ہے۔ روسی میں اس کا ترجمہ براہِ راست یونانی سے ہوا تھا اور دستوئیفسکی کو اس تک رسائی حاصل تھی۔

123- کونیاک (cognac): اعلیٰ درجے کی برانڈی۔ مغربی فرانس کے شہر کونیاک میں بنتی ہے۔

124-liqueur: ایک قسم کا تیز اور شیریں مشروب۔ عموماً کھانے کے اختتام پر پیا جاتا ہے۔

124-الف۔ ملازمین کا کوارٹر: اصل روسی ترکیب "Lakeyskaya" (The Lackey's Hall۔ ملازموں کا مکان) ہے جو گوگول کے ایک مختصر ڈرامے کا نام ہے۔ یہاں اسے غالباً شعوری طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ روسی لفظ lakey (انگریزی lackey) کے دو معنی ہیں: ملازم اور کاسہ لیس۔ اور دستوئیفسکی اسے دونوں معنوں میں استعمال کرتا ہے۔ مزید تفصیلات مضمون "چند تصریحات" میں دیکھیں۔

125- زرعی غلاموں کی آزادی: روس میں زرعی غلاموں کو 19 فروری 1861 کو زار کے فرمان کے تحت آزادی ملی تھی۔

125-الف۔ موذی حشرہ (kak zloye nasekomoye): شلری حشرے (Wurm) کے موضوع کے بارے میں اولین اشارہ۔ آگے حاشیہ نمبر 147 دیکھیں۔

125-ب۔ عفریت: روسی لوک روایات میں عفریت (monster or dragon) اور شیطان (devil) کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ شاید شلر کے Wurm کا بھی اس سے تعلق بنتا ہے۔

126- لینٹ (Lent=ایامِ صوم): ایسٹر سے چالیس روز پہلے کی مدت۔ اس مدت کے دوران میں عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بیابان میں تکالیف کی یاد میں روزے رکھتے ہیں، چلّہ کھینچتے ہیں اور تفریحات سے دور رہتے ہیں۔

127- ایوب: "کرامازوف برادران" میں "پرانا عہد نامہ" کے اس باب کا ذکر بار بار آتا ہے اور یہ کتاب کے ایک موضوع "اذیت کا جواز" یا (شر کی موجودگی کے پیشِ نظر) اثباتِ عدلِ الٰہی (theodicy) کو سمجھنے کی کلید ہے۔ (رچرڈ پیور اور لاریسا ولوخونسکی)۔ حضرت ایوب علیہ السلام پر

کیا کچھ بیتا، اس کا ذکر آگے آئے گا۔

128- آئزک (یا اسحاق) شامی: ساتویں صدی کا منارہ نشین مرتاض اور مصنف۔ جس کتاب کا یہاں ذکر کیا گیا ہے، اس کا نسخہ دستوئیفسکی کے پاس تھا۔

128-الف۔ کوڑے مارنے والے (flagellants): ایک مذہبی فرقہ جس کے ارکان اپنے آپ کو اور دوسروں کو کوڑے مارا کرتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ وہ اپنے گناہوں کا ازالہ اسی طرح کر سکتے ہیں۔ مغرب میں آج کل کئی مرد اور عورتیں (خاص طور پر پیٹھ پر) اس لیے کوڑے کھاتی ہیں کیونکہ اس سے انہیں جنسی تلذذ حاصل ہوتا ہے۔ روسی میں flagellants کو "Khlysty" کہا جاتا ہے۔ (حاشیہ نمبر 113 بھی دیکھیں)

129- لزاویتا سمردیاش چایا (Lizaveta Smerdyashchaya)۔ بُودار لزاویتا: روسی زبان میں smerdyashchaya کا اصل فعل smerdet ہے۔ اس کے معنی "بدبودار/متعفن ہونا" ہیں۔ smerdyashchaya اس کا participle ہے۔

130- آرشن (arshin): روس کا ایک پرانا پیمانہ۔ یہ 0.71 ملی میٹر یا 28 انچ یعنی 2.33 فٹ کے برابر ہوتا تھا۔

130-الف۔ کنف (hemp): عجیب و غریب پودا ہے۔ اس سے دھاگا اور کاغذ بھی بنایا جاتا ہے مگر اس کی پتی حشیش کی طرح نشے کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔ جنوبی افریقہ اور بعض دوسرے ممالک میں کثرت سے اگایا جاتا ہے۔ مئی 2001 میں جنوبی افریقہ کی کرکٹ ٹیم کے چھ کھلاڑی ویسٹ انڈیز میں اسی کا نشہ کرتے پکڑے گئے تھے۔

131- سمردیاکوف (Smerdyakov): اگنات ایوی کا کہنا ہے کہ اگر اس نام میں r کی جگہ l ڈال دیا جائے تو انگریزی طرز سے Smeldyakov (Mr.) بن جائے گا، جس سے آگے Smel(l)dyakov، Smel(l)yakov یا Smel(l) of، Smelly یا سیدھا سادھا Mr. Smell (بو) بن جائے گا۔ یوں ماں کے نام کی رعایت سے Smerdyakov کا مطلب "بدبودار بیٹا" بھی ہو سکتا ہے۔

132- دوسرا نوکر: روس میں بڑے زمینداروں اور جاگیرداروں کی جو ناجائز اولاد ہوتی تھی، وہ اپنے باپ یا اس کے جائز بچوں کے ملازمین کی حیثیت سے کام کرنے لگتی تھی۔ لیوطالسطائی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا کوچوان اس کے باپ کا ناجائز بیٹا تھا اور خود طالسطائی کا ایک کسان عورت کے بطن سے ایک ناجائز بیٹا تھا جو بعد میں اس کے اپنے بچوں کا کوچوان بنا۔

133- ارفع ترین کی تمجید ہو: ان مصرعوں کا 'نیا عہد نامہ' کی ان آیات سے موازنہ کیا جا سکتا ہے: "عالم

بالا پر خدا کی تمجید ہو اور زمین پر ان آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے صلح۔" (لوقا باب 2، آیت 14)۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے کچھ ہی عرصہ پہلے ایک فرشتہ اور آسمانی لشکر کی ایک ٹولی یہ حمد گاتی چند چرواہوں کے سامنے نمودار ہوئی تھی اور انہیں ولادت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی تھی۔

134- گٹھا: روسی زبان میں گھاس کے گٹھے کو pood کہا جاتا تھا۔ ایک گٹھا 36 پاؤنڈ یا 16.38 کلوگرام کے برابر ہوتا تھا۔

135- بری (bery): یورپی ممالک میں بے شمار اقسام کی جھاڑیاں اور پودے پائے جاتے ہیں۔ ان پر مختلف رنگوں کے انگور نما پھل لگتے ہیں جن کے اندر گٹھلی نہیں صرف گودا (یا بعض میں بیج بھی) ہوتا ہے۔ ان سب کو مجموعی طور berries کہا جاتا ہے۔ رس بھری (raspberry)، گوز بیری (gooseberry)، ایلڈر (elder)، کرنٹ (currant)، گلڈر روز (gelder rose) وغیرہ کا تعلق اسی قبیلے سے ہے۔ البتہ للک (lilac) کا تعلق زیتون کے خاندان سے ہے۔ اس پر سرخ، گلابی یا سفید پھول لگتے ہیں اور گھریلو باغیچوں میں عام اگایا جاتا ہے۔

136- سمر ہاؤس (summer house): باغیچے کے اندر چھوٹی سی عمارت۔ موسم سہانا ہو تو گھر والے یہاں آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ گرمائی مکان...

137- جھوٹے اور کم عقل ہجوم: یہ مصرعے روسی شاعر نکولائی نیکراسوف (1821 تا 1877) کی مشہور نظم "جب ظلمت سے..." (1846) سے لیے گئے ہیں۔ نظم ایک ایسی طوائف کے متعلق ہے جو اپنا پیشہ چھوڑ چکی ہے۔ یہ دستوئیفسکی کی پسندیدہ نظموں میں شامل تھی۔ وہ اس کا حوالہ اپنی کہانی The Village of Stepanchikovo اور اپنے ناولٹ Notes from Underground (1869) میں دے چکا تھا۔ اس کی بیوی آنا دستوئیفسکیا نے اپنی "یادداشتوں" میں بتایا ہے کہ دستوئیفسکی نے ایک تقریب میں، جو اکیس نومبر 1880 کو خیراتی مقاصد کے لیے منعقد ہوئی تھی، اس کی خواندگی بھی کی تھی۔

138- پری کہانی: اشارہ گرم برادران کی مشہور کہانی "مچھیرا اور ننھی سنہری مچھلی کی کہانی" کی جانب ہے۔ اسے 1833 میں پوشکن نے نظم کی شکل میں دوبارہ لکھا تھا۔ کہانی کے مطابق ایک مچھیرے کے جال میں ایک ننھی منی سنہری مچھلی پھنس جاتی ہے۔ مچھلی تڑپتی ہے اور مچھیرے سے التجا کرتی ہے کہ اگر وہ اسے آزاد کر دے تو وہ جو خواہش کرے گا، اسے پورا کر دیا جائے گا۔ مچھیرے کی بیوی بہت حریص اور جاہ طلب عورت ہے۔ جب وہ آخری خواہش کے طور پر کہتی ہے کہ اسے سمندروں پر حکومت کرنے کا حق مل جائے اور مچھلیاں اس کی خادمائیں بن جائیں تو اس انتہائی

خواہش کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ وہ اب تک مچھلی سے جتنی دولت حاصل کر چکی تھی، وہ بھی غائب ہو جاتی ہے۔ پوشکن کی نظم کا نام "مچھیرے اور مچھلی کی کہانی" (Skazka o rybake i rybke) ہے۔

139- حضرت انسان: جرمن شاعر گوئٹے کی نظم "Das Gottliche" (ذاتِ الوہی) (1783) کا مصرعہ۔ روسی میں اس نظم کا ترجمہ اے۔ سترو گوف ٹیچی گوف نے کیا تھا اور دستوئیفسکی نے وہیں سے یہ مصرعہ لیا تھا۔

140- Ode to Joy: شلر (نوٹ نمبر 97 دیکھیں) انسانوں کی آزادی اور ان کے مابین مساوات کا شدت سے قائل تھا۔ اس نے اپنی اس نظم میں انسانی اخوت کا اظہار اتنے خوبصورت انداز سے کیا کہ بیتھوون (1770 تا 1827) جیسا عظیم موسیقار متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، اس نے اسے موسیقی میں ڈھال دیا اور اپنی نویں سمفنی کے آخری حصے میں شامل کر لیا۔ اس نظم کے چند اجزا دمتری فیودورووچ آگے الیوشا کو سنائے گا۔

141- بہت پُر لطف: اگرچہ جرمن ترکیب کے لفظی معنی یہی بنتے ہیں لیکن جرمن اسے رجائیت اور انسانیت پر اپنے اعتقاد کے اظہار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

142- لال بھبوکا سلی نس (Silenus): یہ دونوں مصرعے روسی شاعر اپولون مائیکوف (1821 تا 1879) (مائیکوف دستوئیفسکی کا دوست تھا) کی نظم "Barel'ef" (Bas, Relief) کی ابتدائی سطور ہیں۔ سلی نس ایشیائے کوچک (موجودہ ترکی) کے اساطیر کا دیوتا تھا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے شراب اور شعر و نغمے کے دیوتا ڈائیونیسس (Dionysus) کو، جسے بیکس (Bacchus) بھی کہا جاتا ہے، پٹی پڑھائی کہ وہ انگور کی بیلیں اگانے اور شہد کی مکھیاں پالنے کے علوم ایجاد کرے۔ اسے ایک توندیل بوڑھے آدمی کے روپ میں پیش کیا جاتا تھا، اس کا سر گنجا اور ناک چپٹی دکھائی جاتی تھی۔ اس کا سارا جسم بالوں سے بھرا ہوتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ہمیشہ انگور کا مشکیزہ ہوتا تھا اور وہ ہر وقت نشے میں غرق رہتا تھا۔ (O. Seyffert: A Dictionary of Classical Antiquities, 1891)

143- ہرکولیس (Hercules): ایک داستانی ہیرو۔ یونانی میں اسے ہیراکلیز (Heracles) کہا جاتا ہے۔ یونانی دیومالا کے مطابق وہ قوی ترین شخص تھا۔ ابھی دودھ پیتا بچہ تھا کہ اس نے ایک بہت بڑے سانپ کو، جو اس کے پالنے میں گھس آیا تھا، ہلاک کر ڈالا۔ دیوتاؤں نے اس کے ذمے بارہ مشکل ترین کام— ایک خوفناک ببر شیر اور ایک نو سرے عفریت کو ہلاک کرنا، تیز ترین بارہ سنگھے اور جنگلی سؤر کو پکڑنا، تین ہزار بیلوں کے اصطبل کو، جو اس میں تین سال سے رہ رہے

تھے، صاف کرنا، آدم خور پرندوں کو فنا کرنا، ایک خوبصورت لیکن پاگل سانڈ پر قابو پانا، انسانی گوشت پر پلنے والی گھوڑیوں کو قبضے میں لینا، مردنما عورتوں (amazons) کی ملکہ کا کمربند لانا، تین اجسام والی بلا کو موت کے گھاٹ اتارنا، بارہ طلائی سیب تلاش کرنا اور مُردوں کی زیرِ زمین دنیا سے تین سرے کتے کو لانا— لگائے اور اس نے اپنے جسمانی طاقت سے یہ تمام کام سرانجام دیے۔ موت کے بعد اسے دیوتاؤں میں شامل کرلیا گیا۔ نوٹ: دستری کے اصل روسی الفاظ "Ne Silen, a silyon" ہیں۔ روسی میں سلی نوس کو silen لکھتے ہیں، مگر silyon کا مطلب strong (مضبوط، طاقت ور وغیرہ) ہے۔ دونوں روسی الفاظ کو ملا کر جو ذومعنویت پیدا ہوتی ہے، اس کا ترجمہ ممکن نہیں۔ اسی لیے انگریز مترجم اور اس کی تقلید میں راقم الحروف نے Silyon کو ہرکولیس بنا دیا ہے۔ آگے دستری جس مماثلت کا ذکر کرتا ہے، وہ بھی انہی الفاظ سے پیدا ہوتی ہے۔

144۔ گوشہ گیر غار نشین: دستری نے حوالہ تو شلر کی نظم Ode to Joy کا دیا تھا لیکن اپنے معمول کے خطاکارانہ انداز سے وہ یہاں جن اشعار کا حوالہ دے رہا ہے، وہ اگرچہ ہیں تو شلر ہی کے لیکن نظم کا نام Eleusinian Festival ہے اور یہ اس کا دوسرا، تیسرا اور چوتھا بند (stanza) ہیں۔ Eleusis ایتھنز کے قریب ایک گاؤں تھا جہاں قدیم یونانی دیوی دیمیتر (رومیوں کی سیرس) اور اس کی بیٹی پرسی فون (رومیوں کی پرومر پائن) کا سالانہ تہوار منایا کرتے تھے (حاشیہ نمبر 145 بھی دیکھیں)۔ روسی میں اس نظم کا ترجمہ دی۔ ژوکوفسکی نے کیا تھا۔ مگر یہ خاصا آزاد ترجمہ تھا اور دستوئیفسکی نے بھی وہیں سے نقل کیا ہے۔

145۔ سیرس (Seres): سیرس اصلاً رومی دیوی تھی۔ یونانی اسے دیمیتر (Demeter) کہتے ہیں۔ دیمیتر کرونس (وہ پہلے سب سے بڑا دیوتا تھا لیکن بعد میں اس کے بیٹے زیوس نے اسے معزول کر دیا اور خود تخت پر قابض ہو گیا تھا) اور ری (Rhea) کی بیٹی تھی۔ وہ یونانی دیومالا میں اناج اور فصلوں کی دیوی تھی۔ رومی سیرس نے رومیوں کے سب سے بڑے دیوتا جیوپیٹر کی بیٹی کو جنم دیا تھا۔ سیرس نے اس کا نام پرومر پائن (یونانی نام پرسی فون: پھل پیدا کرنے والی) رکھا تھا۔ اسے عالمِ اسفل کا دیوتا پلوطان (pluto) اٹھا کر لے گیا جب وہ اینا (enna) کے قریب میدانوں میں پھول چن رہی تھی۔ پرومر پائن کی بے حرمتی سیرس کے لیے ایک ایسی چوٹ تھی جسے برداشت کرنا ناممکن تھا۔ وہ اسے سارے صقلیہ (سسلی) میں تلاش کرتی پھری اور جب رات آئی تو اس نے ساری دنیا میں اندھیرے میں تلاش جاری رکھنے کے لیے ماؤنٹ ایٹنا (مشرقی سسلی کا آتش فشاں پہاڑ جو اب بھی لاوا اگلتا رہتا ہے) کی آگ سے دو مشعلیں روشن کیں۔ جب سیرس اپنی بیٹی کی تلاش میں مصروف تھی، روئے زمین پر فصلوں کی کاشت کا کام نظرانداز ہو گیا اور دھرتی بنجر بن گئی۔ اس کا تہوار انیس اپریل کو منایا جاتا تھا۔

146۔ آدمی کو اپنی روح: یہ شلر کی اسی نظم Eleusinian Festival کے ساتویں بند کا پہلا نصف ہے۔

147۔ دائمی آسمانی رحمت: یہ شلر کی نظم Ode to Joy کا چوتھا اور تیسرا بند ہے۔ روسی میں اس نظم کا ترجمہ فیودر تیوت چیف نے کیا تھا اور دستوئیفسکی نے وہیں سے نقل کیا ہے۔ ڈیوڈ میکڈف کے مطابق روسی مترجم نے کسی وجہ سے شلر کے لفظ Wurm کا ترجمہ nasekomoye کیا ہے جو دراصل insect کا ترجمہ ہے۔ insect دراصل مکھی، تتلی، مچھر، کاک روچ، چیونٹی، پسو، ٹڈا، جھینگا وغیرہ جیسے کیڑا جب کہ Wurm (انگریزی worm) کیچوا، جونک، کن کھجورا وغیرہ جیسا حشرہ ہوتا ہے (اردو میں کیڑا دونوں معنوں میں استعمال کرلیا جاتا ہے)۔ worm چونکہ رینگنے والا کیڑا بھی ہوتا ہے اور اسے لنگ کی علامت بھی تصور کیا جاتا ہے، اس لیے دستوئیفسکی کے ناول کے حوالے سے صحیح لفظ worm ہونا چاہیے تھا کیونکہ اس سے insect اور non-insect دونوں کی تصویر سامنے آتی ہے۔ کنکھجورا یا ہزار پا (Centipede) اسی قسم کا کیڑا ہے۔ چونکہ دستری کو جرمن نہیں آتی، وہ دونوں میں امتیاز نہیں کر پاتا۔ (اردو ترجمے میں "کیڑا" استعمال کیا گیا ہے جو دونوں کے لیے مستعمل ہے) ویسے اس موضوع پر تفصیلی بحث وکٹر تیرس کی کتاب "A Karamazov Companion" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

148۔ میڈونا: کنواری مریم: میڈونا مثالی طور پر نیک اور خوبصورت عورت کی علامت ہوتی ہے۔

149۔ سدوم: فلسطین کا ایک قدیم شہر۔ غالباً بحیرۂ مردار کے جنوب میں واقع تھا۔ یہ اور اس کا قریبی شہر عمورہ دونوں ہی بدی کا مرکز بن چکے تھے۔ نیا عہد نامہ (پیدائش باب 19) کے مطابق جب دو فرشتے انسانوں کے بھیس میں آئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے مہمان ہوئے تو شہر کے باشندے ان کے ساتھ بھی بدفعلی کرنے پر تل گئے۔ اس پر خداوند نے دونوں شہروں پر گندھک اور آگ برسائی اور انہیں تباہ کر دیا۔ انگریزی میں الفاظ sodomy (اغلام) اور sodomite (اغلام باز) اسی سدام (sodom) سے بنے ہیں۔ دمتیا کی روح بھی ان دونوں آدرشوں [ایک طرف نیکی اور خوبصورتی (مریم کنواری) اور دوسری طرف بدی اور بدکاری بصورت سدام] کے مابین پھنسی ہوئی ہے۔ مشہور فرانسیسی مفکر پاسکال نے کہا تھا: L'homme est ni ange'ni bete,et le malheur est que qui veut faire l'ange fait la bete (انسان فرشتہ ہے نہ درندہ، اور بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ وہ شخص جو بننا تو فرشتہ چاہتا ہے لیکن بن درندہ جاتا

ہے۔)

150- پال ڈ کوک (Paul de Kock): (1793 تا 1871) ایک فرانسیسی ناول نگار۔ اس کی تحریریں ادنیٰ ادب میں شمار ہوتی ہیں، چونکہ ذومعنی ہوتی تھیں اس لیے قدرے فحش تصور کی جاتی تھیں۔ روس میں بے حد مقبول تھا۔

151- کیسے مزے کی ابتری: یہ شعر کس کا ہے، کوئی نقاد یا مترجم دریافت نہیں کر سکا۔ شاید مصنف کے اپنے ذہن کی پیداوار ہو۔

151-الف۔ آخری سلام بھیج رہا ہوں: یہاں دمتری نے روسی فعل "klanyat'sya" استعمال کیا ہے جسے اکثر الفاظ یا اشاروں سے کسی کو خوش آمدید کہنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، مگر اس کے لفظی معانی 'جھکنا' یا 'جھک کر تسلیمات کرنا' ہیں اور یہاں اس مفہوم سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔

152- سٹاف کیپٹن: زاروں کی شاہی فوج کی پیادہ، گھڑ سوار، توپ خانے وغیرہ کی رجمنٹوں میں لیفٹیننٹ اور کیپٹن کے مابین افسر کا عہدہ۔ سوویت یونین میں سٹاف کیپٹن کا عہدہ ختم کر دیا گیا تھا اور مندرجہ ذیل مراتب قائم کیے گئے تھے:

وارنٹ آفیسر، جونیئر لیفٹیننٹ، لیفٹیننٹ، سینئر لیفٹیننٹ، کیپٹن، میجر وغیرہ۔

برطانوی اور امریکی افواج عہدوں کی ترتیب وارنٹ آفیسر، لیفٹیننٹ، کیپٹن، میجر وغیرہ جب کہ پاکستانی فوج میں سیکنڈ لیفٹیننٹ، لیفٹیننٹ، کیپٹن، میجر وغیرہ ہے۔

152-الف۔ چرماشنیا: ماسکو کے جنوب میں موجودہ صنعتی شہر تولا کے قریب ایک گاؤں، جسے 1832 میں دستوئیفسکی کے والدین نے ایک اور گاؤں کے ساتھ خریدا تھا۔ دستوئیفسکی نے 1877 میں ان گاؤں کا دورہ کیا تھا۔ (ڈیوڈ میکڈف)

153- پرنس: زاروں کے زمانے میں پرنس ایک خطاب ہوا کرتا تھا جو اشرافیہ کے اعلیٰ ترین افراد کو ملا کرتا تھا۔ زار کے بیٹے ڈیوک یا گرینڈ ڈیوک کہلاتے تھے۔

154- کواس :(Kvass): ایک قسم کی روسی شراب۔ بیئر سے ملتی جلتی ہے۔ رائی یا جو سے کشید کی جاتی ہے۔

155- بلعام کی گدھی: بلعام بن بعور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے ہمراہ مصر سے نکل کر فلسطین کی طرف بڑھ رہے تھے تو وادیٔ اردن کے ایک علاقے کے، جو موآب کہلاتا تھا، حکمران بلق بن صفور کو بہت خوف آیا۔ اس نے بلعام کو پیغام بھیجا کہ وہ آئے اور اسرائیلیوں پر لعنت کرے کیونکہ بلعام جسے برکت دیتا تھا اسے برکت ملتی تھی اور جس پر وہ لعنت کرتا تھا وہ ملعون ہوتا تھا۔ پہلی مرتبہ تو بلعام نے بلق بن صفور کے ایلچیوں

کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا لیکن خداوند کے حکم پر دوسری مرتبہ راضی ہو گیا۔ وہ گدھی پر سوار ہو گیا۔ "راستے میں اس گدھی نے خداوند کے فرشتے کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں ننگی تلوار لیے ہوئے راستہ روکے کھڑا ہے۔ تب گدھی راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو گئی اور کھیت میں چلی گئی۔ سو بلعام نے گدھی کو مارا تا کہ اسے راستے پر لے آئے۔ جب دوسری مرتبہ گدھی دیوار کے ساتھ جا لگی اور تیسری مرتبہ زمین پر بیٹھ گئی تو بلعام نے پھر اسے پیٹا۔ اس پر خداوند نے گدھی کی زبان کھول دی اور وہ بولی: 'میں نے تیرے ساتھ کیا کیا ہے کہ تو نے مجھے مارا؟... کیا میں تیری وہی گدھی نہیں ہوں جس پر تو اپنی ساری عمر آج تک سوار ہوتا آیا ہے؟' "بلعام کو غصہ تو بہت آیا لیکن اسے اپنے سامنے فرشتہ کھڑا نظر آیا اور وہ خداوند کا منشا سمجھ گیا۔ چنانچہ جب وہ بلق بن صفور کے پاس پہنچا تو اس نے اسرائیلیوں پر لعنت کرنے کی بجائے انہیں تین بار برکت دی۔ یوں اسرئیلی کامیاب رہے۔ (پرانا عہدنامہ: گنتی: باب 21 تا 24)۔ بعد میں بلعام نے بنی اسرئیل کو بدی پر اکسایا۔ اس پر اسے ہلاک کر دیا گیا۔

156- روشنی: "اور خدا نے کہا روشنی ہو جا اور روشنی ہو گئی... خدا نے روشنی کو تاریکی سے جدا کیا۔ اور خدا نے روشنی کو تو دن کہا اور تاریکی کو رات، اور شام ہوئی اور صبح ہوئی۔ سو پہلا دن ہوا۔" خدا نے دوسرے دن فضا بنائی اور تیسرے دن زمین اور سمندر، اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔ چوتھے دن خدا نے کہا: "فلک پر نیّر ہوں کہ دن کو رات سے الگ کریں... "سو خدا نے دو بڑے نیّر بنائے، ایک نیّر اکبر کہ دن پر حکم کرے اور ایک نیّر اصغر کہ رات پر حکم کرے اور اس نے ستاروں کو بھی بنایا۔" (پرانا عہدنامہ: پیدائش: باب 1، آیات 1 تا 17)

157- "دیکنکا کے قریب ایک زرعی فارم پر چند شامیں": روس کے عظیم ترین مزاح نگار نکولائی گوگول کی کہانیوں کا اوّلین مجموعہ۔

158- سماراگدوف: (S. Smaragdof): سینٹ پیٹرزبرگ میں پڑھاتا تھا۔ اس نے یہ کتاب طلبا کے لیے لکھی تھی اور پہلی بار 1845 میں شائع ہوئی تھی۔ بعد میں اس کے مزید متعدد ایڈیشن چھپے۔

158-الف: مخنث: اصل میں یہاں لفظ Skopets (صیغہ واحد) استعمال ہوا ہے۔ skopets کی جمع skoptsy ہے۔ یہ ایک مذہبی فرقہ تھا اور اس کے ارکان اپنے آپ کو آختہ (خصی) کرا لیتے تھے۔

159- کرام سکوئی (I.N.Kramskoy): (1837 تا 1887)۔ روسی مصور اور صورت گر (portraitist)۔ وہ روسی مصوروں کی مدرسہ دشمن (anti-academic) ایسوسی ایشن کا، جسے "آوارگان" (wanderers) کہا جاتا تھا، صدر تھا۔ اس نے اپنی تصویر "استغراق" کی پہلی

نمائش 9 مارچ 1878 کو سینٹ پیٹرز برگ میں کی تھی۔ اس سے دستوئیفسکی کی ملاقات 1880 میں ہوئی تھی۔ اس نے دستوئیفسکی کی تدفین سے پہلے اس کی میت کی تصویر بھی بنائی تھی۔

160- روسی فوجی: دستوئیفسکی کے مطابق یہ واقعہ حقیقتاً پیش آیا تھا۔ اس نے اس کا ذکر اپنی ڈائری کے باب اول کے تیسرے پیرے میں کیا ہے۔ بیان کے مطابق اس روسی فوجی کا نام وارنٹ آفیسر فوما دانیلوف تھا۔ اس کا تعلق سیکنڈ ترکستان بٹالین سے تھا۔ وہ قازقوں کے ایک قبیلے کچکوں کے ہتھے چڑھ گیا اور انہوں نے اسے وادیٔ فرغانہ کے شہر مرجیلاں میں اکیس نومبر 1875 کو ہلاک کر دیا۔ کچکوں کو کومان (Cumans یا Kumans) بھی کہا جاتا ہے۔ کچک شروع میں خانہ بدوش قبائل تھے۔ انہوں نے گیارھویں صدی میں جنوبی روس اور مولداویا کو فتح کر لیا تھا اور دو سو سال تک ان کی وقتوں وقتوں سے ہنگری، کیف اور بازنطینی سلطنت کے ساتھ جھڑپیں ہوتی رہیں۔ انہوں نے بحیرۂ اسود کے کنارے اپنی سلطنت قائم کی۔ بارھویں صدی میں انہیں مشرقی سلاؤں کے ہاتھوں زک اٹھانا پڑی مگر انہیں فیصلہ کن شکست 1245 میں منگولوں نے دی۔ ''ان میں سے بعض غلام بنا لیے گئے اور بعض نے بلغاریا اور ہنگری میں پناہ لے لی جہاں وہ مقامی کلچر میں ضم کر لیے گئے۔'' (کولمبیا انسائیکلوپیڈیا)

161- یسوعی (Jesuit): سوسائٹی آف جیزس (Society of Jesus) کا رکن۔ یہ سوسائٹی اصلاً رومن کیتھولک مسلک کا ایک فرقہ ہے۔ اسے ایک ہسپانوی پادری سینٹ اگناشس لویولا (St. Ignatius Loyola) نے 1534 میں قائم کیا تھا۔ کولمبیا انسائیکلوپیڈیا کے مطابق اس کا اولین مقصد مسلمانوں کو عیسائی بنانا تھا لیکن جب ترکوں نے اس کے ارکان کو یروشلم جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تو تحریک اصلاح مذہب کی، جو مارٹن لوتھر نے شروع کی تھی، مخالفت اور رومن کیتھولک مسلک کی حمایت کرنا اس کے بنیادی مقاصد قرار پائے۔ اس فرقے کو عسکری خطوط پر استوار کیا گیا تھا، اس کے ارکان کو عفت، غربت اور اطاعت کی قسم کھانا پڑتی تھی اور چودہ سال تک تعلیم و تربیت حاصل کرنا پڑتی تھی۔ اس نے نئی دنیا اور برصغیر میں عیسائیت کی تبلیغ کے سلسلے میں بہت کام کیا۔ رفتہ رفتہ یہ فرقہ اتنی طاقت حاصل کر گیا کہ مختلف حکومتوں کے لیے خطرے کا باعث بن گیا تا آنکہ پوپ کلیمنٹ چہارم نے 1773 میں اس پر پابندی لگا دی لیکن 1814 میں اسے دوبارہ کام کرنے کی اجازت مل گئی۔

پوپ کے پابندی لگانے کے باوجود یہ فرقہ روس اور پرشیا (موجودہ جرمنی) میں باقاعدہ کام کرتا رہا اور زارینہ کیتھرین اعظم تو اس کی فعال محافظ بن گئی۔ عام روسی اس سے ہمیشہ سخت نفرت کرتے رہے، چنانچہ پہلے تو 1813 میں اسے ماسکو اور سینٹ پیٹرز برگ سے نکالا گیا اور

1830 میں سارے روس میں اس کا قلع قمع کر دیا گیا۔
اس فرقے کے ارکان تاویلوں کے بڑے ماہر ہوتے ہیں، چنانچہ تاویل باز یا ریاکار شخص کو بھی جزویٹ کہا جاتا ہے اور یہاں اس کا مطلب یہی ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود اس فرقے کے ارکان نے تعلیم کے میدان میں بڑا کام کیا ہے۔ واشنگٹن (ڈی سی) کی مشہور جارج ٹاؤن یونیورسٹی یہی فرقہ چلاتا ہے۔

162- مقدس صحائف: نیا عہد نامہ کے اصل الفاظ یہ ہیں: ''اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلے جاؤ اور وہ چلا جائے گا''۔ (متی: باب 17، آیت 20)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک پہاڑ سے نیچے اتر رہے تھے کہ ایک شخص روتا پیٹتا ان کے پاس آیا اور بولا کہ اس کا بیٹا مرگی کا مریض ہے، اسے ٹھیک کر دیں۔ انہوں نے کر دیا۔ تب ان کے حواریوں نے ان سے کہا، ''ہم سے تو یہ کام نہیں ہو سکا تھا'' اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ الفاظ کہے۔ لوقا (باب 17، آیت 6) اور مرقس (باب 11، آیت 23) میں بھی ایسے ہی الفاظ آئے ہیں۔

163- برچ (birch): شمالی کرۂ ارض کا درخت۔ اس کا تنا خاصا پتلا ہوتا ہے۔ مغرب میں اس کی شاخوں کا گٹھا بنا کر سکولوں کے طالب علموں، کھیت مزدوروں اور بعض دوسرے لوگوں کی پٹائی کی جاتی تھی۔ چنانچہ یہ لفظ 'جسمانی سزا' کا ہم معنی بن گیا تھا، جیسے ہمارے ہاں 'بید' تھا۔

164- جس پیمانے سے... الخ: یہ الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہیں جو انہوں نے یروشلم کے قریب ایک پہاڑ پر بیٹھ کر اپنے ''شاگردوں'' کو تعلیم دینے کے دوران میں کہے تھے۔ (متی: باب 7، آیت 1؛ لوقا: باب 6، آیت 38؛ مرقس: باب 17، آیت 6)

164- الف۔ لڑکیوں کی پٹائی: 1861 میں روس میں جو قانونی اصلاحات نافذ کی گئی تھیں، ان کے تحت کسان عدالتیں قائم کی گئی تھیں۔ ان عدالتوں کو خود کسان چلاتے تھے اور یہ سرکاری عدالتوں کے شانہ بشانہ کام کرتی تھیں۔ (ڈیوڈ میکڈف)

165- مارکوئیس ڈ سادے (Marquis de Sade)۔ (1740 تا 1814): اس کا اصل نام Comte de Donatien Alphonse Francois Sade تھا، لیکن وہ مشہور مارکوئیس ڈ سادے کے نام سے ہی ہوا۔ ڈ سادے گھوڑ سوار فوج کا افسر تھا لیکن اپنی سفاکیوں اور حرام کاریوں کی وجہ سے وقفے وقفے سے جیل بھیج دیا جاتا تھا۔ جیل میں قیام کے دوران میں وہ جنسی ناول لکھا کرتا تھا۔ یورپی زبانوں کا لفظ sadism (سادیت: دوسروں کو ایذا پہنچا کر لذت، خاص طور پر جنسی لذت، حاصل کرنا) اسی کے نام سے بنا ہے۔

166- Il y...dedans: "اس میں کچھ کچھ خصائص پیراں کے ہیں۔" الیکسی پیراں (Piron)(1689 تا 1773) فرانسیسی شاعر، مزاح نگار اور ڈراما نویس تھا۔ اس نے اپنی ادبی زندگی کے آغاز میں فحش نگار کی حیثیت سے شہرت کمائی تھی اور اسے فرانسیسی اکادمی (Academie Francaise) کا رکن بنانے سے انکار کر دیا گیا تھا۔ زندگی کے اواخر میں وہ رومن کیتھولک بن گیا تھا۔

167- میفسٹوفلیز (Mephistopheles): جرمن شاعر، ڈراما نگار اور ناول نویس جوہان وان گوئٹے (1749 تا 1832) کے شعری ڈرامے "فاؤسٹ" کا کردار۔ دراصل فاؤسٹ اور میفسٹوفلیز جرمنی کی قرونِ وسطیٰ کی ایک داستان کے کردار تھے۔ اس داستان کے مطابق فاؤسٹ جادوگر اور کیمیا گر تھا (ویسے اصلی فاؤسٹ ایک آوارہ منش عالم اور نیم حکیم تھا جو تقریباً 1480 سے 1539 تک بقیدِ حیات رہا اور یہ داستان اسی کی زندگی کو سامنے رکھ کر تراشی گئی تھی) اور اس نے اپنی روح شیطان کے پاس، جسے داستان میں میفسٹوفلیز کا نام دیا گیا ہے، فروخت کر دی تھی۔

168- 'ہمارے عہد کا ہیرو': روسی شاعر، ڈراما نویس اور فکشن نگار یوری لرمنتوف (1815 تا 1841) کے ناول کا عنوان۔ لرمنتوف کے اس ناول کے ہیرو کا نام پیچورن (Pechorin) ہے، آربنن (Arbenin) اس کے ڈرامے "Masquerade" کا کردار ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ فیودر پاولووچ شراب کے نشے میں ڈوبتا جا رہا ہے۔ ویسے شاید وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ ستارتس کچھ کچھ شیطان صفت ہے یا پیچورن کی طرح عام لوگوں کے ناپسندیدہ رویے دیکھ کر خاصا مایوس ہو چکا ہے۔

168-الف۔ ننگے پاؤں والیاں: یہاں اصل روسی لفظ bosonozhki ہے۔ اس کے اصل معنی "ننگی ٹانگوں والی بچیاں" ہیں مگر "غربت کی ماری ننگے پاؤں پھرنے والی لڑکیوں" کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (ڈیوڈ میکڈف)

169- مقدس مریم کے تہوار: حضرت مریم کے بڑے تہوار یہ ہیں: یومِ پیدائش (8 ستمبر)، مسیح کی پیدائش کی بشارت (25 مارچ)، پاک کنواری کی شفاعت (یکم ستمبر) اور مقدس مریم کا "آسمان پر اٹھایا جانا" (15 اگست)۔

170- ایسپ (Aesop): چھٹی صدی قبل از مسیح کا یونانی فلسفی اور کہانی کار۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی ابتدائی زندگی میں کسی کا غلام تھا لیکن قدرت نے اسے بذلہ سنجی کی جو صلاحیت دی تھی اس کے بل بوتے پر وہ آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی شہرت زیادہ تر ان کہانیوں کی بدولت ہوئی تھی جو اس نے جانوروں کے متعلق لکھی تھیں اور جن کا انجام کسی اخلاقی نتیجے پر ہوتا تھا۔ کہا

جاتا ہے کہ اس کی کاٹ دار بذلہ سنجی ہی اسے لے ڈوبی تھی۔ وہ ہاتف غیبی (oracle) سے مشورہ کرنے ڈیلفی گیا تھا لیکن وہاں وہ ڈیلفی کے باشندوں پر فقرے کسنے لگا۔ اہالیانِ ڈیلفی کو اس کی بذلہ سنجی پر اتنا طیش آیا کہ انھوں نے اسے پہاڑی سے نیچے دھکا دے دیا اور یوں 561 ق م میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے سوانح نگار ماکسی مس پلانوڈز نے اسے کوتاہ قامت، بدشکل مسخرہ بنا کر پیش کیا ہے۔ دمتری نے جس بے ساختگی (بعد میں ایوان بھی یہی بات کہتا ہے) کے ساتھ اپنے باپ کو ذہانت اور عبقریت کے مالک شخص سے تشبیہ دی ہے، وہ بے حد اہمیت کی حامل ہے۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ لاشعوری طور پر وہ اور دوسرے لوگ بدکار بوڑھے کی بڑی تحسین کرتے تھے۔ (ہمارے ہاں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسپ دراصل حکیم لقمان تھا۔) (مزید تفصیلات کے لیے Lempriere کی کلاسیکل ڈکشنری اور محمد سلیم الرحمٰن کی "مشاہیر ادب، یونانی" ملاحظہ فرمائیں)

171- وینس ڈ مائیلو (Venus de Milo): افروڈائٹ (Aphrodite) (حسن، زرخیزی اور جنسی محبت کی یونانی دیوی۔ رومی اسے وینس کہتے تھے) کا کلاسیکی مجسمہ۔ اسے تقریباً سو سال قبل از مسیح تراشا گیا تھا۔ اسے یونان کے جزیرے میلوس (Melos) میں 1820 میں دریافت کیا گیا تھا اور آج کل پیرس کے عجائب گھر کی زینت ہے۔

172- ہمارے پاس: کاتریناایوانوونا یہاں اور آگے "ہم" اور "ہمارے" کی جو تکرار کر رہی ہے وہ ان الفاظ کے ذریعے اپنی نہیں، بلکہ اپنی دانست کے مطابق گروشینکا کے دل کی بات کہہ رہی ہے۔

173- جو کچھ... تیار ہو جاؤ: یہ جملہ شلر کے ڈرامے "قزاق" (ایکٹ 1، سین 1) سے لیا گیا ہے: La bourse la vie ou ("تمہارا بٹوا یا تمہاری زندگی!")۔

174- چاروں سمتیں یا نقاط اصلیہ (Cardinal points): قبلہ نما کے چار نقاط یا سمتوں کو پانچ براعظموں سے خلط ملط کر رہا ہے۔ انیسویں صدی میں ایشیا، افریقہ، یورپ، آسٹریلیا اور امریکا محض پانچ براعظم مانے جاتے تھے۔

حصہ دوم

1. بحران: دستوئیفسکی نے روسی لفظ nadryvy استعمال کیا ہے جو nadryv کا صیغہ جمع ہے۔ ایوا میکڈف کے خیال میں اس کے معانی crack (شگاف، چٹاخ، تراق)، rupture (انشقاق، پھٹ جانا)، harrowings (جگر خراش/دل خراش افعال) ہو سکتے ہیں اور اسے hysteria کے مفہوم میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ nadryv فرانسیسی لفظ dechirement کا روسی مترادف ہے اور دونوں کا اصطلاحی مفہوم ذہنی یا روحانی اذیت کا ناقابل برداشت بوجھ ہے۔ اس لفظ پر تفصیلی بحث "چند تصریحات" میں کی گئی ہے۔

1الف۔ o: شمالی روس کی علاقائی زبان کی خصوصیت ہے۔ (اکنات ادبی)۔ ایوا میکڈف کے مطابق یہاں شمالی روس سے مراد بیلو روس ہے۔ (اسے بیلارس یا روسی ابیض بھی کہا جاتا ہے اور اب ایک آزاد ملک ہے۔)

2. جت کی قیص: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان شہروں کی ملامت کی تھی جن میں ان کے اکثر معجزے ظاہر ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے توبہ نہیں کی تھی: "اے خرازین تجھ پر افسوس! اے بیت صیدا تجھ پر افسوس! کیونکہ جو معجزے تم میں ظاہر ہوئے اگر صور اور صیدا میں ہوتے تو وہ ٹاٹ اوڑھ کر اور خاک میں بیٹھ کر کب کے توبہ کر لیتے۔" (نیا عہد نامہ: متی: باب 11، آیت 21)

3. لینٹ (Lent): عیسائی مسلک میں ایسٹر سے پہلے کے ایام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جنگلوں میں جو فاقہ کشی کی تھی، اس کی یاد میں ان دنوں کے دوران میں روزے رکھے جاتے ہیں، شراب، جنس وغیرہ سے کنارہ کشی کی جاتی ہے اور توبہ کی جاتی ہے۔

4. مبارک جمعہ (Good Friday): ایسٹر کے اتوار سے پہلے کا جمعہ۔ اس روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یاد کیا جاتا ہے اور روزہ رکھا جاتا ہے۔

5. لاڈکیہ کا اجلاس: لاڈکیہ شام کا شہر ہے۔ یہاں 360 یا 370 میں سرکردہ عیسائی پادریوں کا بڑا اہم اجلاس ہوا تھا۔ اس میں عیسائیت کے متعدد ضابطے منظور کیے گئے تھے۔

6- عیدِ خمسین (Holy Whitsuntide): عیسائیوں میں ایسٹر کے بعد ساتویں اتوار کو ایک تہوار منایا جاتا ہے اسے عیدِ خمسین کہا جاتا ہے (بعض اوقات یہ تہوار پورا ہفتہ چلتا رہتا ہے)۔ عیسائی عقیدے کے مطابق اس اتوار کو انسانوں پر روح القدس کا نزول ہوا تھا۔ (تفصیل کے لیے "نیا عہدنامہ" کی کتاب "اعمال" کا باب دوم دیکھیں۔)

7- آرشن (arshin): روسی پیمانہ۔ ایک آرشن 28 انچ کے برابر ہوتا تھا۔

8- قمری: روح القدس صرف ایک مرتبہ "قمری کی شکل میں" آیا تھا جب وادی اردن میں مسیح کو بپتسمہ دیا جا رہا تھا (نیا عہد نامہ: متی: باب 3، آیت 16؛ مرقس: باب 1، آیت 16؛ لوقس: باب 3، آیت 22)۔ بائبل کے اردو ترجمے میں dove کو کبوتر لکھا گیا ہے۔

9- ایلیاہ: ایلیاہ (Elijah) کو یونانی زبان میں Elias کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں انہیں حضرت الیاس کہا گیا ہے۔ وہ آٹھویں صدی قبل مسیح میں یہودیوں کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ بائبل کے مطابق ان کا سب سے بڑا معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے ایک بیوہ کے مردہ بیٹے کو زندہ کر دیا تھا، اور جب ان کے ملک میں قحط پڑا تو کوے انہیں صبح شام روٹی اور گوشت لا کر کھلاتے رہے۔ (پرانا عہد نامہ: سلاطین اول و دوم)۔ یہاں نیا عہد نامہ (لوقا: باب 1، آیت 17) کا حوالہ دیا گیا ہے "اور وہ ایلیاہ کی روح اور قوت میں اس کے آگے آگے چلے گا کہ والدوں کے دل اولاد کی طرف اور نافرمانوں کو راست بازوں کی دانائی پر چلنے کی طرف پھیرے۔" یہ پیش گوئی یہودیوں کے ایک پیغمبر زکریا کے بیٹے یوحنا یا یحیٰی کے لیے کی گئی تھی جو بڑھاپے میں پیدا ہوا تھا۔

10- عالم ارواح کے دروازے: "میں اس پتھر پر اپنا کلیسا بناؤں گا اور عالم ارواح کے دروازے اس پر غالب نہ آئیں گے۔" (حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں سے: متی: باب 16، آیت 18)۔ بائبل کے انگریزی ترجمے میں gates of hell استعمال ہوا ہے، پتا نہیں اردو ترجمے میں "عالم ارواح" کیوں استعمال کیا گیا ہے۔

11- ہوا میں بھوسا: شریروں کی مانند نہیں جن کا دھیان اس کی شریعت پر دن رات رہتا ہے "بلکہ وہ بھوسے کی مانند ہیں جسے ہوا اڑا لے جاتی ہے۔" (پرانا عہدنامہ: زبور: پہلی کتاب: باب 1، آیت 1 تا 4)

12- بنتے تو راہب ہو... پہنتے ہو: اس منظر نے، جس میں الیوشا کا مضحکہ اڑایا جا رہا ہے، اسے روس کے "پاک باز بدھوؤں" (yurodivy) کی روایت میں کھڑا کر دیا ہے۔ (ڈیوڈ میکڈف)

12-الف: C'est tragique: یہ المناک ہے۔

13- مرہم ژولاغ (Goulard's extract): ایک قسم کا مرہم۔ اسے سیسے سے بنایا جاتا تھا۔ ورم وغیرہ

کے لیے عام استعمال ہوتا تھا۔ اسے 1806 میں فرانسیسی جراح ژی ژولاغ نے متعارف کرایا تھا۔ (نیو آکسفرڈ انگلش ڈکشنری)

14- Den ... nicht: مادام، میں تمہارے شکریے کے بغیر ہی گزارہ کر سکتا ہوں۔ (شلر کی نظم "دستانہ" کا اقتباس)

15- رہائشی کمرہ: دستوئیفسکی نے روسی لفظ izba استعمال کیا ہے جو کسی کسان کے معمولی مکان یا جھونپڑے کا وہ کمرا ہوتا تھا جہاں افرادِ خانہ اکٹھے بیٹھ کر گپ شپ کر لیا کرتے تھے۔ izba خود جھونپڑے کو بھی کہا جاتا تھا۔ یہاں دونوں معنی آپس میں گھل مل گئے ہیں اور اس سے جس قسم کی غربت کا نقشہ سامنے آتا ہے اس نے لفظ کا صحیح ترجمہ ناممکن بنا دیا ہے۔

15 الف۔ ستولچنی گرات (Stolichny Gorod): لفظی ترجمہ: (ملک کا) صدر مقام۔ یہاں سے خانے کا نام ہے۔

16- اور جہاں فطرت...: الیکسانڈر پوشکن کی نظم "ابلیس" کا اقتباس۔

17- چرنامازوف (Chernomazov): مصنف نے نام کے سلسلے میں جان بوجھ کر غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ "کرامازوف" کی بناوٹ میں ترکی و تاتاری اثرات پائے جاتے ہیں۔ "کرامازوف" اور "چرنامازوف" دونوں کا مطلب "سیاہ فام" (لفظی معنی "کالا دھبا") ہے۔ Cherny (ویسے روسی اس کا تلفظ Chorny کرتے ہیں) کا مطلب روسی زبان میں "سیاہ" ہے، یہ ترکی لفظ kara (کارا) (معنی "سیاہ") کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ روسی میں mazat کا مطلب "دھبے ڈالنا، میلا کرنا" ہے۔ چنانچہ "کرامازوف" کا مطلب کھینچ تان کر "کالا دھبا" یا "کالا آدمی" ہوا۔ "کرامازوف" کوئی معروف روسی خاندانی نام نہیں: اسے مندرجہ بالا تشریح کے مطابق دستوئیفسکی نے خود گھڑا ہے۔ (اگنات ایوسی)۔ جب دستوئیفسکی بطور قیدی سائبیریا میں رہ رہا تھا، اس کے تاتاری اور کرغیزی ساتھی قیدیوں نے اس کا عرف "Karasakal" (سیاہ داڑھی) رکھ دیا تھا۔ یوں ہو سکتا ہے کہ دستوئیفسکی نے یہ نام غیر شعوری طور پر گھڑے ہوں۔

18- جزوقتی طالب: جس زمانے میں دستوئیفسکی نے اپنا ناول تحریر کیا تھا، روسی یونیورسٹیوں میں عورتوں کو ہمہ وقتی طالبات کی حیثیت سے داخل نہیں کیا جاتا تھا، ان کے لیے سپیشل کورسوں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ ان کورسوں میں صرف عورتوں کو داخلہ ملتا تھا اور ان کورسوں میں پڑھنے والیاں طالبات نہیں، کرسستکا (kursistka) (جزوقتی تعلیم پانے والی) کہلاتی تھیں۔

19- "نیوا کے کنارے": سینٹ پیٹرز برگ کی طرف شاعرانہ اشارہ۔ اس زمانے میں عورتوں کے حقوق روس کی انقلابی تحریک کے لیے بلند ترین ترجیح تھے۔ نیوا ایک چھوٹا سا دریا ہے (کل لمبائی 46 میل)

اور سینٹ پیٹرز برگ کے بیچوں بیچ بہتا ہے۔

20- اگرافینا الیکسانڈرووناِ: گروشینکا۔

21- سوبرک: روسی ادب میں ہمیشہ یہ روایت رہی ہے کہ مصنف جس جگہ کا نام چھپانا چاہتا ہے اس کے لیے وہ کوئی بھی حرف تہجی (بعض اوقات دو بھی) استعمال کر لیتا ہے۔ چیخوف نے اپنی ایک کہانی کا عنوان "قصبہ س" رکھا تھا اور گوگول نے اپنے عظیم ناول "مردہ روحیں" کا آغاز اس طرح کیا تھا "صوبائی قصبے ن ن کے ہوٹل کے دروازوں سے..."۔

21-الف: ضعف: دستوئیفسکی نے یہاں روسی لفظ "slabost" استعمال کیا ہے جس کے سیدھے سادے معانی "کمزوری" یا "ضعف" ہی ہیں۔ مگر نقادوں کا خیال ہے کہ یہاں یہ لفظ نئی اصطلاح کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اسے انگریزی میں asthenia (غیر معمولی جسمانی کمزوری) کہا جاتا ہے۔

22- Merci: شکریہ۔

23- فامسوف، چاتسکی، سوفیا: روسی ادیب A.S.Griboyedov (گریبائیدوف) کے طربیہ ڈرامے کے کردار۔ جس منظر کا یہاں حوالہ دیا گیا ہے وہ مکان کے اندر زینے پر پیش آتا ہے۔ انگریزی میں اس ڈرامے کا ترجمہ مختلف ناموں (Woe from Wit; Wit Works Woe; The Misfortune of Being Clever; The Clever by Half) سے کیا گیا ہے۔ 1993 میں مشہور انگریزی ادیب Anthony Burgess نے اسے اپنے انداز سے ازسرنو نظم بند کیا تھا اور اس کا نام Chatsky: The Importance of Being Stupid رکھا تھا (یہ نام آسکر وائلڈ کے ڈرامے The Importance of Being Earnest کا چربہ ہے)۔ تاہم اگناٹ ایوی کا کہنا ہے کہ ان میں سے کسی ترجمے میں بھی روسی ڈرامے Gore ot yma کی سادگی اور غیر پیچیدہ طرزِ بیان کو برقرار نہیں رکھا جا سکا۔

24- مجبوبہ پر بھی، مجھ پر بھی!: لیوبی موف کے نام دستوئیفسکی کا خط (بتاریخ 10 مئی 1879) دیکھیں۔

25- موجودہ نپولین کا باپ: سمردیاکوف غلط کہہ رہا ہے۔ "موجودہ" نپولین سے مراد نپولین سوم (1808 تا 1873) ہے۔ وہ 1852 سے 1870 تک فرانس کا شہنشاہ رہا۔ 1870 میں اسے تخت سے دست بردار ہونے پر مجبور کر دیا گیا اور وہ برطانیہ بھاگ گیا تھا۔ تب سے فرانس میں جمہوریت قائم ہے۔ نپولین سوم نپولین اول (یعنی نپولین بوناپارٹ) کا بیٹا نہیں بلکہ بھتیجا تھا۔ اس کے باپ کا نام لوئی بوناپارٹ تھا جو ہالینڈ کا پہلا بادشاہ تھا مگر فرانس کا بادشاہ کبھی نہیں بنا۔ نپولین بوناپارٹ کے بیٹے کا نام نپولین فرینکوئی شاٹل بوناپارٹ یا نپولین دوم (1811 تا 1832) تھا۔ وہ بھی کسی ملک کا بادشاہ نہیں بنا۔

26- موسم بہار کی نئی، مہین چپچپی کونپلیں: یہ ترکیب پشکن کی نظم "یخ بستہ ہوائیں ابھی تک چلتی ہیں" (1828) سے آئی ہے۔

26-الف: تمہیں اپنے مرحومین... مرے ہی نہ ہوں: ڈیوڈ میکڈف کے مطابق یہاں اشارہ انیسویں صدی کے روسی مفکر این ایف فیودوروف (Fyodorov) کے اس عقیدے کی طرف ہے کہ انسان اس دھرتی پر واقعی دوبارہ جی اٹھے گا۔

27- تمہارا کوئی اعتقاد ہے؟: آرتھوڈوکس مسلک میں جب کسی شخص کو بشپ مقرر کیا جاتا ہے اور اس سے اس کے عہدے کا حلف لیا جاتا ہے، تو اس سے ایمان کے سوال کا یہ پہلا جزو پوچھا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں وہ اپنا عقیدہ بیان کرتا ہے۔

28- ...s'il n'existait: "اگر خدا موجود نہیں، پھر اس کا گھڑنا ضروری ہو جائے گا۔" یہ الفاظ مشہور فرانسیسی ادیب (بقول ایوان "پرانے پاپی") والٹیر کے ہیں۔ یہ اس کی کتاب "Epistles: A l'auteur du livre du trois imposteurs" (خطوط: تین فریب کاروں کے بارے میں کتاب کے مصنف کے نام) کے خط نمبر 111 میں موجود ہیں۔

28-الف: شاید لاتناہی پر کہیں مل جاتے ہوں: روسی ریاضی دان کولائی لوباچیفسکی (Lobachevsky) (1793 تا 1856) نااقلیدسی (non-Euclidean) یا لوباچیفسکیائی ہندسہ کا بانی تھا۔ لوباچیفسکیائی ہندسہ (جیومیٹری) پانچویں کے ماسوا، جس کا تعلق متوازی خطوط سے ہے، اقلیدس کے تمام کلیوں یا بدیہیات کو صحیح مانتا ہے۔ اقلیدس (Euclid) کے پانچویں کلیے کے مطابق متوازی خطوط کہیں بھی آپس میں نہیں ملتے۔ اقلیدس نے اپنے اصول موضوعہ (postulates) پانچویں صدی قبل از مسیح میں مرتب کیے تھے۔ تب سے یعنی تقریباً دو ہزار سال تک ریاضی کے بہترین دماغ مطلوب تجزیاتی ثبوت فراہم کرنے کی کوشش میں لگے رہے: دوسری صدی کے یونانی النسل مصری بطلیموس (Ptolemy) سے پانچویں صدی کے یونانی پراکلوس (Proclus)، اواخر دسویں صدی سے ابتدائی گیارہویں صدی کے عراقی ابن الہیثم اور اٹھارویں صدی کے اطالوی جووانی سیک رائی (Giovanni Saccheri) سے اٹھارویں صدی کے جرمن جے۔ ایچ۔ لیمبرٹ (Lambert) تک بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ "انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا" میں لکھا گیا ہے: "1763 میں جرمن ریاضی دان جارج سائمن کلوگل (Klugel) نے پانچویں کلیے کو ثابت کرنے کی تیس کوششیں گنوانے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ تمام کے تمام مبینہ ثبوت غیر مدلل اور غیر صحیح ہیں۔ پچاس سال بعد ریاضی دانوں کی نئی نسل اسی مسئلے میں الجھی رہی لیکن کسی کے بھی ہاتھ پلے کچھ نہ آیا۔ ان میں ایک ہنگری نژاد فارکاس بولیائی (Bolyai) تھا۔ اس نے اپنے بیٹے جینوس (Janos) کے نام ایک خط

لکھا: میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ متوازی خطوط کے علم کے قریب بھی نہ پھٹکو... میں اس واہیات بحیرہ مردار کی تمام پتھریلی ساحلی چٹانوں کے قریب سے گزر چکا ہوں لیکن جب بھی واپس آیا، مستول ٹوٹ چکا اور بادبان پھٹ چکے تھے۔' تاہم بیٹے نے باپ کے انتباہ پر کوئی دھیان نہ دیا اور متوازی خطوط کے بارے میں سوچتا رہا یہاں تک کہ 1823 میں اس پر ساری حقیقت منکشف ہو گئی اور اس نے جوانی کے جوش میں اعلان کر دیا: 'میں نے عدم سے پوری نئی کائنات تخلیق کر دی ہے۔' بولیائی جونیئر نے 1832 میں اپنے مشاہدات تحریر کیے اور انہیں ایک چوبیس صفحے پر مشتمل ضمیمے کی شکل میں اپنے باپ کی نصابی کتاب میں چھپوا دیا۔ لیکن نااقلیدی ہندسے پر اولین کتاب چھپوانے اور اس کے مطالعے کی بنیاد رکھنے کا اعزاز لوباچیفسکی (1829-1830) کو جاتا ہے۔ یہ کہنا انصاف پسندی ہو گا کہ اس نے اقلیدس کے ہندسے (جیومیٹری) کے ساتھ وہی کچھ کیا جو آئن سٹائن نے نیوٹن کی فزکس کے ساتھ کیا ہے۔ یہ ہندسے میں اتنی زبردست اور ڈرامائی دریافت تھی کہ امریکی ریاضی دان جارج بروس ہال سٹیڈ (Halsted) نے، جو اس وقت لوباچیفسکی کے کام سے واقف نہیں تھا، بولیائی کتابچے کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا: 'فکر کی پوری تاریخ میں یہ دو درجن صفحات انتہائی غیر معمولی ہیں۔' اگرچہ مغرب نے لوباچیفسکی کے تصورات کو عموی طور پر نظر انداز کیے رکھا لیکن وہ اپنی دھن کا پکا تھا، وہ روسی میں ہی نہیں بلکہ فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں بھی مسلسل مقالے اور کتابیں تحریر کرتا رہا۔ 1837 میں اس کی معرکۃ الآرا کتاب 'Geometrie Imaginaire'(خیالی ہندسہ) شائع ہوئی مگر اس کا انگریزی ترجمہ کہیں 1891 میں 'Geometrical Researches on the Theory of Parallel' کے نام سے شائع ہوا (ترجمہ ہال سٹیڈ نے جرمن زبان سے کیا تھا)۔ دوسرے لوگوں کے علاوہ برن ہارڈ ریمان (Riemann : 1826 تا 1866) نے لوباچیفسکی کے ہندسے کو مزید آگے بڑھایا۔ اس نے تحریر کیا، "جب آپ نااقلیدی ہندسے کے اصول کا اطلاق متوازی خطوط پر کرتے ہیں تو کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خلا سیدھا نہیں ہے بلکہ اس میں خم (Curvature) ہے۔ اس بات کو ڈرامائی انداز سے یوں پیش کیا جا سکتا ہے: جب کوئی ہیئت دان انتہائی طاقتور دوربین میں سے خلا میں جھانکے گا اسے اپنے ہاتھ کی پشت نظر آ جائے گی۔ چنانچہ ثابت یہ ہوا کہ خلا... درحقیقت کائنات ... لاانتہا (infinite) نہیں بلکہ لامحدود (unbounded) ہے۔ مسلمہ اصول سے اس انحراف کو، جس تک پہنچنے کے لیے آئن سٹائن کو چھوٹا سا قدم اٹھانا پڑا تھا، نقطۂ آغاز بناتے ہوئے اس نے لمبی جست لگائی اور نظریہ اضافیت تک پہنچ گیا۔"

اگرچہ ایوان فیودرووچ کے متعلق یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اسے سائنسی علوم پر عبور حاصل ہے

اور اس کی رائے کو مستند ٹھہرایا جا سکتا ہے، تاہم "وہ سوچ بچار کرنے والے" عام آدمی، عام دانش ور اور سائنسی علوم میں دلچسپی رکھنے والے عام شخص کی نمائندگی ضرور کرتا ہے۔ انسان کے علم کے ارتقا میں جو ہوش ربا ترقی ہوئی تھی، وہ اس کا دور سے مشاہدہ کر سکتا اور اس پر اپنی حیرت کا صرف اظہار ہی کر سکتا تھا اور اگرچہ ظرافت اس کے قریب بھی نہیں پھٹکی، وہ دہشت سے لدے پھندے ماحول میں اپنے تفکرات اور بوکھلاہٹوں پر غور و فکر ضرور کرتا نظر آتا ہے۔ اس کے برعکس "The Village of Stepanchikovo" کے شفیق کرنل کا نقطۂ نظر کہیں زیادہ صحت مندانہ ہے حالانکہ وہ بھی علم ہیئت اور ٹیکنالوجی، ریلوے انجینئرنگ اور اس قسم کی دوسری چیزوں سے اتفاق نہیں رکھتا۔

ریمان کے ہندسے کا، جسے Hyperbolic geometry کہا جاتا ہے، ایک اہم استعمال خلائی پروازوں کو ممکن بنانے کے سلسلے میں ہوا ہے۔ (اگنات ایوی)

29۔ کلام: "ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔" (نیا عہد نامہ: یوحنا: باب 1 آیات 1، 2)۔ شاہ جیمز اول (1566 تا 1625) کی اجازت سے انجیل کا انگریزی میں جو ترجمہ ہوا، اس میں اصل یونانی لفظ logos کا لفظی متبادل word استعمال کیا گیا ہے۔ اگرچہ فلسفے میں logos "تعقل" یا "اصول استدلال" کے معنوں میں برتا جاتا ہے، تاہم نصرانی دینیات میں اس کا ایک مفہوم تو "تثلیث کا دوسرا رکن" (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ہے، لیکن اس کا دوسرا مفہوم "کلام الٰہی"، "آسمانی صحیفہ" یا "اناجیل اربعہ" ہے، جو کلام خداوندی کو پیش کرتی ہیں۔ چنانچہ اردو بائبل میں اس کا ترجمہ "کلام" کیا گیا ہے۔

30۔ 'رحم دل' جون: 'رحم دل' جون (John) 611 سے 619 تک سکندریہ کا بطریق (patriarch) تھا۔ تاہم یہاں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ فرانسیسی ناول نگار فلوبیئر (Flaubert) کی کتاب "La Legende de Saint- Julien- l'Hospitalier"(1876) (یا "رحم دل سینٹ جولین") سے لیا گیا ہے۔ روسی ناول نگار ترگنیف نے 1877 میں اس کا اپنی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ یہاں یہ بات بڑی اہم ہے کہ ایوان نے جولین کو جولین نہیں رہنے دیا بلکہ اسے روسی کا Ioann (یعنی ایوان: انگریزی میں اسے Ivan ہی لکھا جاتا ہے) بنا دیا ہے۔ فلوبیئر نے جولین کا جو کردار پیش کیا ہے، اس کے مطابق وہ اپنے باپ اور بعض دوسرے رشتے داروں کا قاتل تھا۔

31۔ دیوتاؤں کی مانند: سانپ... چالاک تھا اور اس نے عورت سے کہا: "کیا واقعی خدا نے کہا ہے کہ باغ کے کسی درخت کا پھل نہ کھانا؟" عورت نے سانپ سے کہا، "باغ کے درختوں کا پھل تو ہم کھاتے ہیں، پر جو درخت باغ کے بیچ میں ہے اس کی بابت خدا نے کہا ہے، 'تم نہ تو اسے کھانا اور نہ چھونا ورنہ مر جاؤ گے۔'" تب سانپ نے عورت سے کہا، "جس دن تم اسے کھاؤ گے تمہاری آنکھیں کھل

جائیں گی اور تم خدا کی مانند نیک و بد کے جاننے والے بن جاؤ گے۔" (پرانا عہد نامہ: پیدائش باب 3، آیت 1 تا 5)

32۔ ترک اور کا کاشیائی: دستوئیفسکی اپنی کتاب "Diary of a Writer" میں بار بار ان مظالم کا ذکر کرتا ہے جو مغربی مصنفین کے بقول ترکوں نے بلقان کے باشندوں پر کیے تھے۔ ان مظالم میں کچھ حقیقت بھی ہے اور بہت کچھ زیب داستان کے لیے بڑھا دیا گیا ہے۔ جب ترک سیاست دان مدحت پاشا بلغاریا کا گورنر مقرر ہوا، اس نے اپنے پانچ سالہ (1864 تا 1869) دور کے دوران میں علاقے کا نقشہ ہی پلٹ دیا اور کولمبیا انسائیکلوپیڈیا کے بقول اسے خلافتِ عثمانیہ کا "مثالی صوبہ" بنا دیا۔ جگہ جگہ سکول کھولے گئے، سڑکیں بنائی گئیں اور اناج گاہیں تعمیر ہوئیں۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ خود روس نے اس کا تبادلہ کرا دیا کیونکہ وہ پان سلاف تحریک کا مخالف تھا۔ 1870 میں روس کی شہ پر بلغاریا کے باشندوں نے بغاوت کر دی اور اہلِ بلغاریا کے ساتھ ترکوں نے جو "زیادتیاں" کیں، اسی زمانے میں کیں (اور غالباً انہی "زیادتیوں" کو دستوئیفسکی بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے اور انہی کو بہانہ بنا کر روس نے 1877 میں علاقے پر چڑھائی کر دی۔ وہ علاقے پر قبضہ تو نہ کر سکا البتہ بلغاریا کو خلافتِ عثمانیہ کا نیم خود مختار صوبہ ضرور تسلیم کر لیا گیا۔) بلقان کے مختلف ممالک اور دیگر پڑوسی ممالک میں، جو کافی عرصہ ترکوں کے زیرِ نگیں رہے، وہاں محض ترکوں ہی نے مظالم نہیں کیے بلکہ خود ان پر بھی بڑے ظلم ہوئے۔ ان کی اولاد اور دیگر مسلمانوں کو یوگوسلاویہ میں جو کچھ بھگتنا پڑا، وہ تو ہمارے سامنے کی بات ہے۔ 1999 میں لندن سے ایک کتاب "Rowdy Revolutions" شائع ہوئی تھی۔ اس کا مصنف ٹیری ڈیری (Terry Deary) ہے۔ اس کے صفحہ 50 کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"کاؤنٹ ڈریکولا درجنوں فلموں اور کہانیوں کا کردار ہی نہیں، بلکہ اس نام کا ایک جیتا جاگتا انسان بھی تھا۔ وہ آج سے پانچ سو سال قبل ٹرانسلوانیا (یہ علاقہ چودھویں صدی میں ترکوں کے قبضے میں آیا تھا، پھر اس پر ہنگری کا قبضہ ہو گیا، اور آج کل یہ رومانیا میں شامل ہے) میں رہتا تھا۔ کاؤنٹ ڈریکولا نے کامیاب بغاوت کی اور اہلِ ہنگری سے اپنا آبائی صوبہ ولاچیا چھڑا لیا۔ ترکوں نے اس کی مدد کی لیکن کامیابی کے بعد وہ ان کے خلاف ہو گیا اور اس نے ان پر جو مظالم کیے، آج بھی ان کا حال پڑھ کر آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس نے (ترکوں کے) بچوں کو اپنی ہی ماؤں کا بھنا ہوا گوشت کھانے پر مجبور کر دیا۔ جب ترک ایلچی نے اس کے سامنے اپنی پگڑی اتارنے سے انکار کر دیا، تو اس نے اس کے سر پر میخیں ٹھکوا دیں

تاکہ پگڑی کبھی اتاری نہ جا سکے۔ 1477 میں ڈریکولا کو ملک سے باہر نکال دیا گیا اور وہ باہر ہی مر گیا۔"

33۔ چہرے سے چار انچ دور: "21 اپریل 1993 کو بی بی سی ریڈیو 4 نے اپنی دس بجے صبح کی خبروں میں بوسنیا میں سربوں کے مظالم کا ذکر کرتے ہوئے کہا: 'بوسنیائی ماؤں نے بچے سینوں سے چمٹائے ہوئے تھے اور سرب فوجی (ان بچوں پر) دھڑا دھڑ گولیاں برسا رہے تھے۔' بلقان میں ظالمانہ موت کا کھیل اب بھی جاری ہے۔" (اگناٹ ایوی)

34۔ ہیملیٹ: ولیم شیکسپیئر کا مشہور ڈراما۔ پولونیس اس کا ایک کردار ہے۔

35۔ اپنی ہی شکل اور شبیہ: پھر خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنائیں... اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ (پرانا عہد نامہ: پیدائش: باب 1، آیت 26): "بعض دوسرے مواقع کی طرح ایوان یہاں بھی بڑی کج روی سے بائبل کے الفاظ کو الٹے معنی پہنا رہا ہے۔" (رچرڈ پیور اور لاریسا ولوخونسکی)

36۔ چھڑیوں وغیرہ: اگرچہ روس میں سزائے موت کا حکم پیٹرِ اعظم کی بیٹی ملکہ ایلزبتھ پیترووا (دورِ حکومت: 1741 تا 1762) نے منسوخ کر دیا تھا لیکن چھڑیوں، چابکوں وغیرہ سے انتہائی بہیمانہ انداز سے جسمانی سزائیں دینے کا سلسلہ انیسویں صدی کے آخر تک جاری رہا۔ اور ہماری پولیس تو آج بھی مار مار کر لوگوں کی چمڑی ادھیڑ دیتی ہے بلکہ بعض بدنصیب تو مر بھی جاتے ہیں۔

36 الف۔ مذہبی تحریک: 1870 کی دہائی میں روسی فلسفی اور ماہرِ الٰہیات ولادی میر ایس۔ سلوویوف نے چند لیکچر دیے تھے جنہیں بے شمار اشخاص سننے آئے تھے۔ ان لیکچروں کے نتیجے میں ایک تحریک وجود میں آ گئی تھی۔ (ڈیوڈ میکڈف)

37۔ مسرف بیٹا: کسی شخص کے دو بیٹے تھے۔ ان میں سے چھوٹے نے باپ سے کہا: "اے باپ! مال کا جو حصہ مجھ کو پہنچتا ہے، مجھے دے دے۔" اس نے اپنا مال متاع انہیں بانٹ دیا۔ اور بہت دن نہ گزرے کہ چھوٹا بیٹا اپنا سب کچھ جمع کر کے دور دراز ملک کو روانہ ہوا اور وہاں اپنا مال بدچلنی میں اڑا دیا۔ اور جب وہ سب کچھ خرچ کر چکا، اس ملک میں سخت کال پڑا اور وہ محتاج ہونے لگا۔ پھر وہ اس ملک کے ایک باشندے کے ہاں جا پڑا۔ اس نے اس کو کھیتوں میں سؤر چرانے بھیجا اور اسے آرزو تھی کہ جو پھلیاں سؤر کھاتے تھے انہی سے اپنا پیٹ بھرے مگر کوئی اسے دیتا نہ تھا... نیا عہد نامہ: لوقا: باب 15، آیت 11 تا 16۔

38۔ نیکراسوف (Nikolai Nekrasov)، (1821 تا 1877): روسی شاعر۔ جس نظم کا یہاں حوالہ دیا گیا ہے، اس کا نام "شفق سے پہلے" ہے۔ اسے دستوئیفسکی نے اپنے ناول "جرم و سزا" میں بھی

استعمال کیا تھا۔

39- تاتاری: جو نسلاً وسط ایشیا کے ترک اور منگول تھے، روس پر 1237 سے 1480 تک حاوی رہے۔ حصہ اول میں حاشیہ نمبر 32 بھی دیکھیں۔

40- سات سالہ بچی: یہ تفصیل سچے واقعے پر مبنی ہے۔ باپ پر مقدمہ چلا۔ وکیل صفائی وی سپاسووچ تھا۔ اس ناول میں دمتری کے جس وکیل صفائی کا ذکر کیا گیا ہے، غالباً اس کا نمونہ سپاسووچ ہی تھا۔ جرح تفصیل "کرون برگ کا مقدمہ" میں دیکھیں۔

40-الف: وکیل: روس کی لوک زبان میں وکیل کو "ابلاکات" (ablakat) کہا جاتا ہے جو "ایڈووکیٹ" کی بگڑی شکل ہے۔

41- پانچ سالہ بچی: یہ بھی سچا واقعہ ہے۔ بچی کے والدین (یوجین اور الیکسانڈرا برنست) پر مقدمہ چلا تھا۔ اس کی تفصیلات 1879 میں روسی روزنامے "آواز" کے شماروں نمبر 79، 80 اور 82 میں شائع ہوئی تھیں۔ (اگنات ایوی)

42- کس میں: ایوان فیودرووچ جو قصہ بیان کر رہا ہے وہ دراصل کسی کتاب میں نہیں بلکہ روسی جریدے "رشین ہیرلڈ" کے 1877 کے شمارہ نمبر 9 میں شائع ہوا تھا۔ مضمون کا عنوان "ایک زرعی غلام کی یادداشتیں" تھا۔ "کرامازوف برادران" اسی جریدے میں قسط وار شائع ہوا تھا۔

43- زار: جس زار کا یہاں ذکر ہو رہا ہے اس کا نام الیکسانڈر دوم (1818 تا 1881) تھا۔ وہ 1855 میں تخت نشیں ہوا تھا اور اس نے بعض بڑی بڑی اصلاحات نافذ کی تھیں: اس نے 1861 میں زرعی غلاموں کو آزادی دی، 1862 میں قانونی اصلاحات کیں اور 1863 میں جسمانی سزا پر پابندی لگائی اور سزا یافتہ مجرموں کی پیشانیوں کو داغنے کا سلسلہ بند کیا۔ اس کے باوجود اسے 1881 میں قتل کر دیا گیا۔

44- جنت... آگ: یہاں ایوان فیودرووچ نے انجیل اور یونانی دیومالا کو آپس میں گڈمڈ کر دیا ہے۔ جنت (روسی: nebesa) کا ذکر "پرانا عہد نامہ" کی پہلی کتاب "پیدائش" میں کیا گیا ہے اور یونانی دیومالا کے مطابق آسمان سے آگ دیوتاؤں کے دیوتا زیوس کی مرضی کے خلاف نیم دیوتا پرومیتھیس (Prometheus) نے چرائی تھی۔ اس جرم کی پاداش میں زیوس نے زنجیریں ڈال کر پرومیتھیس کو ایک چٹان سے باندھ دیا تھا جہاں ایک عقاب دن کو اس کا جگر کھاتا رہتا لیکن رات کو یہ جگر دوبارہ پیدا ہو جاتا۔ بالآخر ہرکولیس نے اسے اس مصیبت سے نجات دلائی۔ پرومیتھیس لوہاروں اور کاریگروں کا دیوتا تھا۔

45- شیر اور بکری: "بھیڑیا برہ کے ساتھ رہے گا اور چیتا بکری کے بچے کے ساتھ بیٹھے گا اور بچھڑا اور شیر

بچہ اور پلا ہوا بیل مل جل کر رہیں گے۔" (پرانا عہد نامہ: یسعیاہ: باب 11، آیت 6 ؛ باب 65، آیت 25)

46- تم صحیح اور راست ہو: بائبل میں اس قسم کے متعدد جملے موجود ہیں: "اے خداوند خدا! قادر مطلق! تیرے کام بڑے اور عجیب ہیں۔ اے ازلی بادشاہ! تیری راہیں راست اور درست ہیں۔" (نیا عہد نامہ: مکاشفہ، باب 15، آیت 3)۔ "اے خداوند خدا، قادر مطلق، بے شک تیرے فیصلے درست اور راست ہیں۔" (مکاشفہ، باب 16، آیت 7)۔ "کیونکہ اس کے فیصلے راست اور درست ہیں۔" (مکاشفہ، باب 19، آیت 1)، وغیرہ۔

47- داخلے کا ٹکٹ: بعض انگریز مترجمین کا خیال ہے کہ یہاں اشارہ شلر کی نظم "Resignation" کی طرف ہے۔ تفصیل جرمن نقاد Dmitry Tschizewskij کے مضمون "Schiller und Die Bruder Karamazov" میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس مضمون کا انگریزی ترجمہ پروفیسر میٹ لا نے کیا تھا اور یہ ان کے ناول کے مرتب کردہ نارٹن ایڈیشن میں شامل ہے۔

48- ہر شخص اور ہر چیز کے لیے: اس قسم کا جملہ آرتھوڈوکس لطوریا میں بار بار دہرایا جاتا ہے۔

48-الف: نظم: روسی زبان میں لفظ "نظم" (poema) نثری کہانی اور منظوم کہانی دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (ڈیوڈ میگذف)

49- محتسب اعلیٰ: محتسب اعلیٰ یا صدر محتسب grand inquisitor کا ادھورا ترجمہ ہے۔ inquisitor اور inquisition دونوں ہی لاطینی الفاظ ہیں اور ہجوں کے تھوڑے بہت اختلافات کے ساتھ تمام یورپی زبانوں میں پائے جاتے ہیں۔ inquisition دراصل مذہبی عدالتِ احتساب تھی۔ اس قسم کی عدالتیں رومن کیتھولک کلیسا نے بدعتیوں کے خلاف تحقیقات کرانے اور انہیں سزائیں دلانے کے لیے قائم کی تھیں۔ پہلے یہ علاقے کے بشپ کے ماتحت ہوتی تھیں مگر 1233 میں پوپ گریگوری نے شمالی اطالیہ اور جنوبی فرانس کے بدعتیوں سے نپٹنے کے لیے پاپائی عدالتیں قائم کر دیں اور بتدریج باقی یورپی ممالک بھی ان کی لپیٹ میں آ گئے۔

یہ عدالتیں جس شخص کو بدعت کا مجرم قرار دیتیں، اسے عام طور پر کھمبے کے ساتھ باندھ کر نذرِ آتش کر دیا جاتا اور بعض اوقات محض جرمانے یا قید کی سزا دی جاتی۔ اس کام میں سیکولر حکومتیں ان عدالتوں سے پورا تعاون کرتیں بلکہ سزاؤں پر بھی وہی عمل کراتیں، بعد میں انہوں نے انہیں اپنے مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا اور اپنے مخالفین کو چن چن کر مروایا۔ تیرھویں صدی میں پوپ انوسنٹ (Innocent= معصوم، بے گناہ) چہارم نے ان عدالتوں کو سرکاری طور پر اختیار دے دیا کہ وہ ملزمین سے اعترافِ جرم کرانے کے لیے ان پر تشدد بھی کر سکتی ہیں۔ (نام کیا اور کام کیا!) ویسے

صلیبی جنگیں بھی اسی پوپ نے شروع کرائی تھیں)۔ یوں یہ عدالتیں رفتہ رفتہ ایذا رسانی اور بہیمانہ تشدد کا ذریعہ بن گئیں۔ کولمبیا انسائیکلوپیڈیا کے مطابق ان عدالتوں کی وجہ سے رشوت ستانی اور بلیک میل کو بھی خوب فروغ حاصل ہوا اور اہلِ کلیسا نے "مجرموں" کو معافیاں بیچ کر خوب دھن دولت کمائی۔ مشہور سائنس دان گلیلیو کو بھی اسی عدالت نے سزائے موت دی تھی۔ اس کی جان تب چھوٹی جب وہ اپنے سائنسی عقائد سے تائب ہوگیا۔

یوں تو سبھی عدالتیں اپنے سخت گیر اور بے رحمانہ رویے کے لیے بدنام تھیں مگر ہسپانیہ میں 1483 میں اور اس کے بعد جو عدالتیں قائم ہوئیں، وہ ان سب پر بازی لے گئیں۔ چودھویں صدی میں ہسپانیہ کی مسلم مملکت مختلف ٹکڑوں میں بٹ چکی تھی۔ ادھر 1469 میں شمالی ہسپانیہ کی ریاست کاسٹیل (Castile) کی ملکہ ازابیلا (اسی نے بعد میں کولمبس کو برصغیر دریافت کرنے بھیجا تھا) اور ایک دوسری ریاست اراگون کے حکمران فرڈی نینڈ نے آپس میں شادی کر لی اور ایک متحدہ ہسپانیہ کی راہ ہموار کر دی۔ دونوں نے مل کر مختلف مسلم ریاستوں کو، جو ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتی تھیں، شکستیں دینا اور انہیں اپنی سلطنت میں شامل کرنا شروع کر دیا۔ 1492 میں آخری ریاست غرناطہ بھی پٹ گئی۔ بے شمار یہودی اور مسلمان افریقہ اور سلطنتِ عثمانیہ کے زیرِ نگیں علاقوں میں بھاگ گئے۔ مگر لاتعداد لوگوں کو کوئی راہِ فرار نہ مل سکی۔ مغربی مؤرخین کے مطابق انہیں ازابیلا کے حکم پر زبردستی عیسائی بنا لیا گیا۔ احتساب عدالتیں مطمئن نہیں تھیں۔ ان نئے عیسائیوں پر طرح طرح کے الزام لگا کر (قرۃ العین حیدر کے بقول ان مسلمانوں پر یہ الزام بھی عام لگتا تھا کہ وہ نہاتے بہت ہیں؛ کیرن آرم سٹرونگ کے مطابق سابق یہودی جمعہ کی شام کو موم بتیاں جلاتے تھے) ہراساں کیا جاتا، ان پر طرح طرح کے مظالم توڑے جاتے اور بے شمار کو موت کی سزائیں دے دی جاتیں۔ (جب یہ عدالتیں مسلمانوں اور یہودیوں سے فارغ ہو گئیں، انہوں نے پروٹسٹنٹوں کے ساتھ بھی یہی سلوک شروع کر دیا بلکہ بعض نامی گرامی رومن کیتھولک بھی تفتیش کی لپیٹ میں آ گئے۔)

ہسپانیہ کا بدنام ترین محتسب Thomas de Torquemada تھا۔ وہ 1483 میں محتسب اعلیٰ مقرر ہوا اور چودہ سال تک اپنا سکہ چلاتا رہا۔ یہ شخص اتنا ظالم تھا کہ خود پوپ بھی گھبرا گیا اور اسے کئی بار اس کی سرزنش کرنا پڑا لیکن وہ باز نہ آیا اور اس سے جان تب چھوٹی جب 1498 میں اس کا انتقال ہوا۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ شخص یہودی سے عیسائی ہوا تھا۔ ایوان جس محتسب اعلیٰ کا ذکر کر رہا ہے، اگرچہ وہ اس کا تعلق سولہویں صدی سے جوڑتا ہے لیکن عین ممکن ہے کہ اصلاً اس کے ذہن میں یہی شخص ہو۔

50- وکٹر ہیوگو: (1802 تا 1885): فرانسیسی ناول نگار، شاعر اور ڈراما نویس۔ اسے فرانس کا بہترین رومانی شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے ڈرامے "Hernani" نے نئی راہیں تراشی تھیں۔ اس کے عظیم ترین ناول "پیرس کا کبڑا" اور "Les Miserables" ہیں۔

51- لوئی یازدہم، (1423 تا 1483): فرانس کا بادشاہ (1461 تا 1483)

51-الف: ولی عہد کا جشنِ ولادت: وکٹر ہیوگو نے اپنے ناول میں ولی عہد سلطنت کے، جسے Dauphin کہا جاتا تھا، جشنِ ولادت کا اس حوالے سے کوئی ذکر نہیں کیا۔ وہ بتاتا ہے کہ اس روز فلینڈرز (آج کا اس کا کچھ حصہ ہالینڈ اور کچھ بلجیم میں شامل ہے) سے وہ سفیر آئے تھے جو ولی عہد کے لیے فلینڈرز کی شہزادی مارگریٹ کا رشتہ لے کر آئے تھے اور ان کی آمد پر یہ قومی تعطیل منائی گئی تھی۔

51-ب: مادرِ خداوند ملعونوں کے درمیان: بازنطینی عہد کی متعدد مذہبی داستانیں روس میں عرصہ دراز سے مقبول چلی آ رہی ہیں، مگر یہ منظوم کہانی سب سے زیادہ مقبول رہی ہے۔ "کراما زوف برادران" کی تحریر سے پہلے متعدد روسی جرائد میں یہ نظم بار بار چھپ چکی تھی۔ (ڈیوڈ میگارشیک)

52- گڈ فرائیڈے: پاک یا مبارک جمعہ: ایسٹر کے اتوار سے پہلے کا جمعہ۔ اس روز عیسائی مسلک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "مصلوب" کیے جانے کی یاد منائی جاتی ہے، روزہ رکھا جاتا اور توبہ کی جاتی ہے۔

53- یومِ خمیس (Pentecost): عیسائی مسلک میں یہ تہوار ایسٹر کے بعد ساتویں اتوار کو منایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر پہنچنے کے بعد اس روز ان کے حواریوں پر پاک روح نازل ہوئی تھی۔

54- 'میں جلد آنے والا ہوں': (نیا عہد نامہ: مکاشفہ: باب 3، آیت 11 ؛ باب 22، آیات 7، 12 اور 20)۔ 'مکاشفہ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری یا رسول یوحنا کی تصنیف بتایا جاتا ہے۔ "یوحنا کی انجیل" اور "نیا عہد نامہ" کے تین خطوط بھی اسی سے منسوب کیے جاتے ہیں۔

55- اس گھڑی ... صرف باپ: (نیا عہد نامہ: متی: باب 24، آیت 36 اور مرقس: باب 13، آیت 32)۔

56- نہ ہرگز کان دھر: شلر کی نظم Sehnsucht ("آرزو") (1801) کے آخری بند کے مصرعے۔ رچرڈ پیور اور لاریسا ولوخونسکی کا دعویٰ ہے کہ دستوئیفسکی نے جو روسی ترجمہ استعمال کیا ہے وہ اصل عبارت سے خاصا مختلف ہے۔

57- بھیانک بدعت: لوتھریت یا تحریکِ اصلاحِ مذہب۔ مارٹن لوتھر (جرمن زبان میں اس کے نام کا تلفظ

لوتھر ہے) (1498 تا 1546) ایک جرمن راہب تھا۔ وہ 1510 اور 1511 میں روم میں مقیم رہا۔ وہاں پوپ اور رومن کیتھولک مذہب کے دوسرے پادری جن بدعنوانیوں اور افعال شنیعہ کے مرتکب ہو رہے تھے، انہیں دیکھ کر اسے سخت صدمہ پہنچا۔ وہ واپس جرمنی آیا، اس نے یہ سب باتیں ایک کاغذ پر لکھیں اور یہ کاغذ ایک گرجے کے باہر لٹکا دیا۔ اس پر پوپ سخت ناراض ہوا اور اس نے لوتھر کو رومن کیتھولک مسلک سے خارج کر دیا۔ یوں یورپ میں تحریک اصلاح مذہب (Reformation) کا آغاز ہوا۔ چونکہ لوتھر اور اس کے ہم نوا برائیوں کے خلاف احتجاج کرتے تھے، اس لیے انہیں پروٹسٹنٹ کہا جانے لگا۔ آج کل عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد اس نئے مسلک کی پیروکار ہے۔

58- بڑا ستارہ: "ایک بڑا ستارہ مشعل کی طرح جلتا ہوا آسمان سے ٹوٹا اور تہائی دریاؤں اور پانی کے چشموں پر آ پڑا۔ اس ستارے کا نام ناگ دونا کہلاتا ہے اور تہائی پانی ناگ دونے کی طرح کڑوا ہو گیا اور پانی کے کڑوا ہوجانے سے بہت سے آدمی مر گئے۔" (نیا عہد نامہ: مکاشفہ: باب 8، آیات 10، 11)۔ ["ناگ دونا" انگریزی لفظ Wormwood کا ترجمہ ہے۔ اردو میں Wormwood کو "افسنتین" اور ہندی میں "ناگ دون" یا "دونا" کہا جاتا ہے۔ "افسنتین" ایک تلخ بوٹی ہوتی ہے، دیسی ادویات میں استعمال ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ خون کو مصفی کرتی ہے۔ "ناگ دون" کی تشریح میں فیلن نے لکھا ہے، "کہا جاتا ہے اس کی چھڑی کے چھونے سے بیڑیاں (fetters) خود بخود گر پڑتی تھیں"۔]

59- خداوند: یہاں مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ مسلمانوں کی طرح عیسائیوں کا بھی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ روزِ قیامت سے کچھ عرصہ پہلے زمین پر دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اس باب میں ایوان حضرت عیسیٰ کی زمین پر آمد اور محتسب اعلیٰ کے ساتھ ان کی جس ملاقات کا ذکر کر رہا ہے، وہ محض اس کے اپنے ذہن کی پیداوار ہے۔

60- "خداوند، ہمیں اپنا جلوہ دکھا": اگنات ایوی کا خیال ہے کہ ایوان فیودرووچ نے اپنی دلیل کو وزن دار بنانے کے لیے یہاں غالباً "پرانا عہد نامہ" میں شامل "زبور" کے باب 118، آیت 27 ("یہوواہ ہی خدا ہے اور اسی نے ہم کو نور بخشا ہے") کا سہارا لیا ہے اور اس آیت کو مسخ کر دیا ہے۔ اس کے برعکس رچرڈ پیور اور لاریسا ولوخونسکی کا کہنا ہے کہ روسی آرتھوڈوکس چرچ میں بعض مواقع پر یہ جملہ "خداوند ہمارا آقا ہے اور اس نے ہمیں اپنا نور دکھایا ہے" گایا جاتا ہے۔ روسی آرتھوڈوکس چرچ کی زبان قدیم سلاؤنی (Old Slavonic) ہے۔ ایوان نے اس زبان کے جملے کا مطلب ہی غلط نہیں کیا بلکہ اسے معکوس معنی پہنا دیے ہیں۔

61- نچھاور کرتا چلا گیا: روسی شاعر ایف آئی تیوتچیف (1803 تا 1873) کی نظم "درماندہ دیہات" (1855) کے آخری اشعار۔

62- سیول (Seville، ہسپانوی Sevilla): جنوبی ہسپانیہ کا خاصا بڑا شہر اور اندلس کا صدر مقام۔ عربوں نے اس پر 712 میں قبضہ کیا تھا اور یہ ان کا بہت بڑا تہذیبی مرکز بن گیا تھا۔ اہل ہسپانیہ نے 1248 میں اسے دوبارہ فتح کر لیا۔ امریکا دریافت ہونے پر یہ بہت بڑا تجارتی مرکز بن گیا تھا۔ آج کل اس شہر کی بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہ بل فائٹنگ کا صدر مقام ہے۔

62۔الف۔ تعمیل دین... جلا دیا جاتا: روسی شاعر اے پولیزیف (1805 تا 1838) کی نظم "Coriolanus" (1857) کی قدرے تبدیل شدہ سطریں ہیں۔ اصل روسی مصرعے میں پرتگالی زبان کی ترکیب "autos-da-fe" استعمال کی گئی ہے جس کا مطلب "مذہب کے عدالتی حکم" یعنی احتساب عدالت کے حکم کی تعمیل کرانا تھا اور یہ تعمیل عموماً مجرم کو کھمبے کے ساتھ باندھ کر زندہ جلا کر کی جاتی تھی۔

63- "بجلی... دیتی ہے": حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ وہ دوبارہ زمین پر آئیں گے لیکن ان کی آمد سے پہلے جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے مگر وہ خود اس شان سے آئیں گے "جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے۔" (نیا عہد نامہ: متی: باب 24، آیت 27) یا "جیسے آسمان کی ایک طرف سے کوند کر دوسری طرف چمکتی ہے۔" (نیا عہد نامہ: لوقا: باب 17، آیت 15)

63۔الف= تپتے ہوئے گلی کوچے: پولیزیف ہی کی نظم سے ایک اور اقتباس۔

64- ad majorem gloriam Dei: خدا کی عظیم تر کبریائی اور جلالت کے لیے۔ یہ یسوعیوں کا نعرہ تھا۔

65- ہوشعنا (hosanna یا hosannah): اصل لفظ عبرانی زبان کا ہے۔ انگریزی میں یہ یونانی اور لاطینی زبانوں کے ذریعے داخل ہوا ہے۔ اصلاً یہ hosianna کا مخفف ہے جس کے معنی "اے خداوند، بچا لے" ہیں۔ (پرانا عہد نامہ: زبور: باب 118، آیت 25)۔ یہودی اور عیسائی دونوں ہی اسے کسی کی تعریف یا تحسین کرنے یا کسی کو دیکھ کر اپنی خوشی کا اظہار کرنے کے لیے بطور نعرہ استعمال کرتے ہیں۔

66- Talitha Cumi: ایک بار حضرت عیسیٰ جھیل کے کنارے ایک جگہ پہنچے اور وہاں کے عبادت کے سرداروں میں سے ایک شخص ان کے پاس آیا اور ان سے التجا کرنے لگا کہ وہ ان کی بیمار بچی کو شفا بخش دیں۔ اتنے میں چند لوگ اس کے گھر سے آئے اور انہوں نے بتایا: "تیری بچی مر گئی... وہ

عبادت خانے کے سردار کے گھر آئے... اور کہا... 'لڑکی مر نہیں گئی بلکہ سوتی ہے۔' وہ اس پر ہنسے لگے لیکن وہ سب کو نکال کر لڑکی کے ماں باپ کو اور اپنے ساتھیوں کو لے کر جہاں لڑکی پڑی تھی، اندر گیا۔ اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر اس سے کہا: 'طلیتا قومی' جس کا ترجمہ ہے: 'اے لڑکی، میں تجھ سے کہتا ہوں، اٹھ!' وہ لڑکی فی الفور اٹھ کر چلنے پھرنے لگی۔" (نیا عہد نامہ: مرقس: باب 5، آیات 21 تا 42)۔ نوٹ: "طلیتا قومی" آرامی زبان کی ترکیب ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہی زبان بولتے تھے۔

67۔ لارل اور لیموں کی خوشبو: پوشکن نے دون ہواں کے موضوع پر ایک ہلکا پھلکا ڈراما "Kamenny gost" "(چھوٹے چھوٹے المیے) کے نام سے لکھا تھا اور اس کے واقعات سیول ہی میں پیش آتے ہیں۔ دستوئیفسکی نے یہ ترکیب اسی ڈرامے کے دوسرے منظر سے لی ہے۔ لارل (laurel) ایک پودا ہوتا ہے۔ اس کی پتیاں چمکدار ہوتی ہیں۔ (پرانے زمانے میں یونان اور روم میں اس کی پتیوں کا مکٹ کھیلوں میں جیتنے والوں یا شاعروں کے سر پر طرۂ امتیاز کے طور پر رکھا جاتا تھا۔)

68۔ میں تمھیں آزاد کرانا چاہتا ہوں: "پس یسوع نے ان یہودیوں سے کہا جنھوں نے اس کا یقین کیا تھا، 'اگر تم میرے کلام پر قائم رہو گے تو حقیقت میں میرے شاگرد ٹھہرو گے۔ اور سچائی سے واقف رہو گے اور سچائی تم کو آزاد کر دے گی۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی گناہ کرتا ہے گناہ کا غلام ہے۔ اور غلام ابد تک گھر میں نہیں رہتا، بیٹا ابد تک رہتا ہے۔ پس اگر بیٹا تمھیں آزاد کرے تو تم واقعی آزاد ہو۔'" (نیا عہد نامہ: یوحنا: آیات 31 تا 37)

69۔ اختیار: "میں آسمان کی بادشاہی کی کنجیاں تجھے دوں گا اور جو کچھ تو زمین پر باندھے گا وہ آسمان پر بندھے گا۔ اور جو کچھ تو زمین پر کھولے گا وہ آسمان پر کھلے گا۔" (نیا عہد نامہ: متی: باب 16، آیت 19)۔ یسوع مسیح نے یہ الفاظ اپنے حواری شمعون پطرس سے کہے تھے۔

70۔ ورغلانے: "اس وقت روح (Spirit) یسوع کو جنگل میں لے گیا تا کہ ابلیس سے آزمایا جائے۔ اور چالیس دن چالیس راتیں فاقہ کر کے آخر کو اسے بھوک لگی۔ اور آزمانے والے نے پاس آ کر اس سے کہا، 'اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو فرما کہ یہ پتھر روٹیاں بن جائیں۔' اس نے جواب میں کہا: 'لکھا ہے کہ آدمی صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہے گا بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے۔' تب ابلیس اسے مقدس شہر میں لے گیا اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے اس سے کہا، 'اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گرا دے کیونکہ لکھا ہے: "وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حکم دے گا اور وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھا لیں گے ایسا نہ ہو تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔"' یسوع نے اس سے کہا: 'یہ بھی لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کی آزمائش نہ کر۔' پھر ابلیس اسے ایک بہت اونچے پہاڑ پر لے گیا اور

دنیا کی سب سلطنتیں اور ان کی شان و شوکت اسے دکھائی۔ اور اس سے کہا، 'اگر تو جھک کر مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دے دوں گا۔' یسوع نے اس سے کہا، 'اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔' تب ابلیس اس کے پاس سے چلا گیا اور دیکھو فرشتے آ کر اس کی خدمت کرنے لگے۔" نیا عہد نامہ: متی: باب 4، آیات 1 تا 11)۔ لوقا کے باب 4 میں آیات 1 سے 13 تک میں بھی اسی قسم کی باتیں درج ہیں۔ بائبل کے اردو ترجمہ میں Spirit یعنی روح کو مذکر لکھا گیا ہے کیونکہ بائبل کے مطابق روح سے یہاں مراد روح القدس ہے۔

71۔ حیوان کی مانند: "پھر ایک اور نشان آسمان پر دکھائی دیا یعنی ایک بڑا لال اژدہا۔ اس کے سات سر اور دس سینگ تھے اور اس کے سروں پر سات تاج۔ اور اس کی دم نے آسمان کے تہائی ستارے کھینچ کر زمین پر ڈال دیے... پھر آسمان پر لڑائی ہوئی... اور وہ بڑا اژدہا یعنی وہی پرانا سانپ جو ابلیس اور شیطان کہلاتا ہے، زمین پر گرا دیا گیا۔

"اور میں نے ایک حیوان سمندر میں سے نکلتے دیکھا... اس کی شکل تیندوے کی سی تھی اور پاؤں ریچھ کے سے اور منہ ببر کا اور اس اژدہا نے اپنی قدرت اور اپنا تخت اور بڑا اختیار اسے دے دیا... اور ساری دنیا تعجب کرتی ہوئی اس حیوان کے پیچھے پیچھے ہو لی۔ اور چونکہ اس اژدہا نے اپنا اختیار اس حیوان کو دے دیا تھا اس لیے انھوں نے اژدہا کی پرستش کی اور اس حیوان کی بھی یہ کہہ کر پرستش کی کہ اس حیوان کی مانند کون ہے؟" (نیا عہد نامہ: مکاشفہ: باب 12، آیات 3 تا 17؛ باب 13، آیات 2 تا 5)۔ "پھر میں نے ایک اور حیوان کو زمین میں سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ اس کے برہ کے سے دو سینگ تھے اور اژدہا کی طرح بولتا تھا اور یہ پہلے حیوان کا سارا اختیار اس کے سامنے کام میں لاتا تھا اور زمین اور اس کے رہنے والوں سے اس پہلے حیوان کی پرستش کراتا تھا جس کا زخم کاری اچھا ہو گیا تھا، یہاں تک کہ آدمیوں کے سامنے آسمان سے زمین پر آگ نازل کر دیتا تھا۔"
(مکاشفہ: باب 13، آیات 11 تا 13)

72۔ مینار بابل: (طوفان نوح کے بعد) "تمام زمین پر ایک ہی زبان اور ایک ہی بولی تھی۔" "پھر نوح کے اخلاف ملکِ سنعار میں بس گئے" "پھر وہ کہنے لگے: 'آؤ، ہم اپنے واسطے ایک شہر اور ایک برج، جس کی چوٹی آسمان تک پہنچے، بنائیں اور یہاں اپنا نام کریں، ایسا نہ ہو کہ تمام روئے زمین پر پراگندہ ہو جائیں۔' اور خداوند اس شہر اور برج کو... دیکھنے اترا۔ اور خداوند نے کہا: 'دیکھو، یہ سب لوگ ایک ہیں اور ان سبھوں کی ایک ہی زبان ہے۔ وہ جو یہ کرنے لگے ہیں، تو اب جو کچھ بھی جس کا وہ ارادہ کریں، ان سے باقی نہ چھوٹے گا۔ سو آؤ، ہم وہاں جا کر ان کی زبان میں اختلاف ڈالیں تا کہ وہ ایک دوسرے کی بات سمجھ نہ سکیں۔' پس خداوند نے ان کو وہاں سے تمام روئے زمین پر پراگندہ کیا،

سو وہ اس شہر کے بنانے سے باز آئے۔ اس لیے اس کا نام بابل ہوا کیونکہ خداوند نے وہاں ساری زمین کی زبان میں اختلاف ڈالا اور وہاں سے خداوند نے ان کو تمام روئے زمین پر پراگندہ کیا۔" پرانا عہد نامہ: پیدائش: باب 11، آیات 1 تا 9)۔ نوٹ: "بابل" قوم عقاد کی زبان عقادی کا لفظ ہے۔ یہ باب الہٰ (خدا کا دروازہ) کا مخفف ہے۔ عقادی سے یہ لفظ عبرانی اور وہاں سے عربی میں داخل ہوا۔ عقادی سامی زبانوں کی قدیم ترین شاخ ہے جس کے بعض الفاظ اب تک مستعمل ہیں۔

73- ہمیں غلام بنا لو لیکن کھانا کھلا دو: کیا دستوئیفسکی تیسری دنیا کے ممالک کی بے بسی اور عالمی بنک اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کی پالیسیوں کے بارے میں پیشگوئی کر رہا تھا؟ مگر معاملہ اس سے بھی بڑھ گیا ہے۔ یہ دونوں ادارے تیسری دنیا کے ممالک کو غلام ہی نہیں بنا رہے، اپنی پالیسیوں سے انہیں بھوکوں بھی مار رہے ہیں۔

74- اپنے باپ پر کتنا ایمان ہے: "اگر تو خدا کا بیٹا ہے اپنے تئیں نیچے گرا دے کیونکہ لکھا ہے: وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حکم دے گا اور وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھا لیں گے ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔" (نیا عہد نامہ: متی: باب 4، آیت 6) (پورا اقتباس اوپر نوٹ نمبر 70 پر دیکھیں)۔ ایوان بائبل کی عبارت کو اپنے الفاظ میں بیان کر رہا ہے۔

74-الف: جلیل القدر کارنامے: ستارتس جس قسم کے بڑے بڑے مذہبی کارنامے سرانجام دیتے تھے، دستوئیفسکی نے ان کے لیے لفظ "podvig" استعمال کیا تھا۔ یہاں بھی وہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس "بڑے کارنامے" میں نفس کشی اور ترک دنیا بھی شامل ہے۔ (ڈیوڈ میکڈف)

75- انسان... معجزوں کی: فرانسیسی ریاضی دان، ماہر طبعیات اور مذہبی مفکر پاسکال (Pascal) نے کہا تھا: "معجزے اس سے کہیں زیادہ اہم ہیں جتنا کہ تم سمجھتے ہو..."

76- یہ تم ہی ہو: "اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اتر آ۔ اسی طرح سردار کاہن ... ٹھٹھے سے کہتے تھے... یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ اب صلیب پر سے اتر آئے تو ہم اس پر ایمان لائیں۔" (نیا عہد نامہ: متی: باب 27، آیات 40 تا 42) ایوان نے یہاں بھی اصل عبارت میں تحریف کر دی ہے۔

76-الف: عظیم حواری: یوحنا۔

77- بارہ قبائل کے بارہ بارہ ہزار افراد: "اس کے غضب کا روز عظیم آ پہنچا... میں نے ایک اور فرشتہ کو زندہ خدا کی مہر لیے ہوئے... دیکھا۔ اس نے ان چاروں فرشتوں سے جنہیں زمین اور سمندر کو ضرر پہنچانے کا اختیار دیا گیا تھا، بلند آواز سے پکار کر کہا: 'جب تک ہم اپنے خدا کے بندوں کے ماتھے پر مہر نہ کر لیں، زمین اور سمندر اور درختوں کو ضرر نہ پہنچانا! اور جن پر مہر کی گئی میں نے ان کا شمار سنا

کہ بنی اسرائیل کے سب قبیلوں میں سے ایک لاکھ چوالیس ہزار (یعنی تمام بارہ قبیلوں میں سے ہر قبیلے کے بارہ بارہ ہزار) افراد پر مہر کی گئی۔" (نیا عہد نامہ: مکاشفہ: باب 7، آیت 1 تا 8)۔

78- ٹڈیاں اور جڑیں کھا کر: بائبل (نیا عہد نامہ: متی: باب 3، آیت 4؛ مرقس: باب 1، آیت 6) کے اصل الفاظ یہ ہیں: "یہ یوحنا اونٹ کے بالوں کی پوشاک پہنے اور چمڑے کا پٹکا اپنی کمر سے باندھے رہتا تھا اور اس کی خوراک ٹڈیاں اور جنگلی شہد تھا۔" [یہ یوحنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حواری تو نہیں تھا لیکن ان کا ہم عصر ضرور تھا۔ وہ یہودی پیغمبر تھا اور حتی کے بقول یہودیہ کے لوگوں کو بپتسمہ دیا کرتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی بشارت دیا کرتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بپتسمہ بھی اسی نے دیا تھا۔ اسے بپتسمہ دینے والا یوحنا (John the Baptist) کہا جاتا ہے۔ مسلمان اسے حضرت یحییٰ علیہ السلام کہتے ہیں۔ ان کا جسد خاکی دمشق کی ایک مسجد میں دفن ہے۔ اپریل 2001 میں پوپ نے اس کے مزار کی زیارت کی تھی اور مسجد میں عبادت کی تھی۔]

79- آٹھ صدیاں پیشتر: 756 میں فرنگیوں کے بادشاہ (اس زمانے میں جرمنی، فرانس اور اطالیہ کے بعض حصوں پر مشتمل سلطنت کو فرنگی یا Frank مملکت کہا جاتا تھا) پپن (Pepin the Short) نے شمالی اطالیہ کے لمباردوں کے پانچ شہر (رمنی، پیسارو، فانو، سنی گاگلیا اور انکونا) چھینے اور پوپ سٹیفن دوم کے حوالے کر دیے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے اس اقدام سے پوپ کی سیکولر قوت کا آغاز ہوا اور اس نکتہ نظر کو تقویت ملی کہ رومی کلیسا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منہ موڑ لیا ہے۔

80- روم: اصلاً روم نہیں بلکہ روم شہر کا ایک حصہ، جسے ویٹیکن سٹی کہا جاتا ہے، رومن کیتھولک چرچ کے ماتحت ہے۔ ویٹیکن شہر کا رقبہ 109 ایکڑ اور آبادی ایک ہزار ہے۔ پوپ یہیں ایک محل میں رہتا ہے اور ساری دنیا کے رومن کیتھولک باشندوں پر حکومت کرتا ہے۔

81- سیزر (Caesar): جولیس سیزر (100-44 ق م) قدیم رومی سلطنت کا عظیم ترین جرنیل تھا۔ اس نے مغربی یورپ (بشمول برطانیہ) اور مصر فتح کیے تھا۔ اس زمانے میں روم میں ایک قسم کی جمہوری حکومت قائم تھی لیکن سیزر ڈکٹیٹر بن گیا۔ اس پر اس کے دوستوں بروٹس اور کاسیس نے اسے قتل کر دیا۔ مملکت کی باگ ڈور پہلے تو انتونی اور بعد میں سیزر کی بہن کے پوتے آگسٹس (63 ق م تا 14 سن عیسوی) کے ہاتھ آ گئی۔ آگسٹس مملکت کا پہلا شہنشاہ (امپراطور) بن گیا اور اس نے سیزر کا لقب اختیار کر لیا۔ اس کے بعد کے رومی امپراطور بھی اپنے آپ کو سیزر ہی کہلاتے رہے۔ چنانچہ مغربی زبانوں میں سیزر امپراطور کا مترادف بن گیا۔

82- 'بھید' یا 'راز': "ایک فرشتے نے مجھ سے کہا، 'ادھر آ۔ میں تجھے اس بڑی کسبی کی سزا سناؤں... جس کے ساتھ زمین کے بادشاہوں نے حرام کاری کی تھی...' پس وہ مجھے... جنگل کو لے گیا۔ وہاں اس

نے قرمزی رنگ کے حیوان پر، جو کفر کے ناموں سے لپا ہوا تھا اور جس کے سات سر اور دس سینگ تھے، ایک عورت کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ یہ عورت ارغوانی اور قرمزی لباس پہنے ہوئے اور سونے اور جواہر اور موتیوں سے آراستہ تھی اور ایک سونے کا پیالہ مکروہات یعنی اس کی حرام کاری کی ناپاکیوں سے بھرا ہوا اس کے ہاتھ میں تھا اور اس کے ماتھے پر یہ نام لکھا ہوا تھا: 'راز، بڑا شہر بابل۔ کسبیوں اور زمین کی مکروہات کی ماں۔' اور میں نے اس عورت کو مقدسوں کا خون اور یسوع کے شہیدوں کا خون پینے سے متوالا دیکھا اور اسے دیکھ کر سخت حیران ہوا۔ اس فرشتے نے مجھ سے کہا، 'تو حیران کیوں ہو گیا؟ میں اس عورت اور اس حیوان کا، جس پر وہ سوار ہے اور جس کے سات سر اور دس سینگ ہیں، بھید بتاتا ہوں۔ یہ جو حیوان تو نے دیکھا، یہ پہلے تھا مگر اب نہیں ہے اور آئندہ اتھاہ گڑھے سے نکل کر ہلاکت میں پڑے گا اور زمین کے رہنے والے... اس حیوان کا یہ حال دیکھ کر کہ پہلے تھا اور اب نہیں اور پھر موجود ہو جائے گا، تعجب کریں گے۔ یہ موقع ہے اس ذہن کا جس میں حکمت ہے۔ وہ ساتوں سر سات پہاڑ ہیں جن پر وہ عورت بیٹھی ہوئی ہے۔ اور وہ سات بادشاہ بھی ہیں، پانچ تو ہو چکے ہیں اور ایک موجود ہے اور ایک ابھی آیا نہیں اور جب آئے گا تو کچھ عرصہ تک اس کا رہنا ضرور ہے۔ اور جو حیوان پہلے تھا اور اب نہیں وہ آٹھواں ہے اور ان ساتوں میں سے پیدا ہوا اور ہلاکت میں پڑے گا۔ اور وہ سینگ جو تو نے دیکھے، دس بادشاہ ہیں۔ ابھی تک انہوں نے بادشاہی نہیں پائی مگر اس حیوان کے ساتھ گھڑی بھر کے واسطے بادشاہوں کا سا اختیار پائیں گے۔ ان سب کی ایک ہی رائے ہو گی اور وہ اپنی قدرت اور اختیار اس حیوان کو دے دیں گے۔ وہ برّے سے لڑیں گے اور برّہ ان پر غالب آئے گا کیونکہ وہ خداوندوں کا خدا اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے اور جو بلائے ہوئے اور برگزیدہ اور وفادار اس کے ساتھ ہیں وہ بھی غالب آئیں گے۔' پھر اس نے مجھ سے کہا، 'جو پانی تو نے دیکھے جن پر کسبی بیٹھی ہے، وہ امتیں اور گروہ اور قومیں اور اہل زبان ہیں۔ اور جو دس سینگ تو نے دیکھے، وہ اور حیوان اس کسبی سے عداوت رکھیں گے اور اسے بے کس اور ننگا کر دیں گے اور اس کا گوشت کھا جائیں گے اور اس کو آگ میں جلا ڈالیں گے کیونکہ خدا ان کے دلوں میں یہ ڈالے گا کہ وہ اسی کی رائے پر چلیں اور جب تک خدا کی باتیں پوری نہ ہو لیں، وہ متفق الرائے ہو کر اپنی بادشاہی اس حیوان کو دے دیں۔'" (نیا عہد نامہ: مکاشفہ: باب 17، آیات 3 تا 17۔ "مکاشفہ" کے باب تیرہ میں بھی اسی قسم کی باتیں ہیں۔)

83۔ پیش گوئی: (یسوع کی) "شاگردوں نے... کہا... 'اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہو گا؟' یسوع نے جواب میں ان سے کہا:... اس وقت ایسی بڑی مصیبت ہو گی کہ دنیا کے شروع سے نہ اب تک ہوئی نہ کبھی ہو گی... سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور

ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔ اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا۔ اور اس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی۔'" (نیا عہد نامہ: متی: باب 24، آیات 3 تا 30)۔ "مکاشفہ" کے باب 12، آیات 7 تا 11؛ باب 17، آیت 14؛ باب 19، آیات 19 تا 21؛ باب 20، آیات 1 تا 3 میں بھی ایسی ہی پیشگوئی ہے مگر ذرا مختلف انداز سے۔

84۔ کسبی: نوٹ نمبر 82 دیکھیں۔

84۔الف۔ گنتی: "اور جو تخت پر بیٹھا تھا، میں نے اس کے دہنے ہاتھ میں کتاب دیکھی... اسے سات مہریں لگا کر بند کیا گیا تھا... اور جب اس نے پانچویں مہر کھولی، تو میں نے قربان گاہ کے نیچے ان کی روحیں دیکھیں جو خدا کے کلام کے سبب سے اور گواہی پر قائم رہنے کے باعث مارے گئے تھے۔ اور وہ بڑی آواز سے چلا کر بولیں کہ 'اے مالک، اے قدوس و برحق۔ تو کب تک انصاف نہ کرے گا اور زمین کے رہنے والوں سے ہمارے خون کا بدلہ نہ لے گا؟' ان میں سے ہر ایک کو سفید جامہ دیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ تھوڑی سی مدت آرام کرو جب تک تمہارے ہم خدمت اور بھائیوں کا بھی شمار پورا نہ ہو لے جو تمہاری طرح قتل ہونے والے ہیں۔'" (نیا عہدنامہ: مکاشفہ: باب 6، آیات 9 تا 11)

85۔ Dixit: (مجھے جو کچھ کہنا تھا) میں نے کہہ دیا ہے۔

86۔ فری میسن: باہمی اخوت اور امداد کے نام پر قائم ہونے والی خفیہ جماعت۔ اس کی پہلی شاخ لندن میں 1717 میں قائم کی گئی تھی اور مختصر عرصے میں اس کی شاخیں ساری دنیا میں قائم ہو گئیں۔ پاکستان کے بڑے شہروں میں بھی اس کی شاخیں موجود تھیں مگر ذوالفقار علی بھٹو کی وزارت عظمیٰ کے دوران میں انہیں بند کر دیا گیا اور ان کی عمارتیں سرکاری تحویل میں لے لی گئیں۔ رچرڈ پیور اور لاریسا ولخونسکی کے مطابق آرتھوڈوکس اور رومن کیتھولک دونوں مسلک اسے بدعتی جماعت قرار دیتے ہیں۔

87۔ مٹھی گلیاں: پوشکن کی نظم "یادآوری" کا تبدیل شدہ اقتباس۔ (پیور اور ولخونسکی)۔

87۔الف۔ کھلی چھٹی ہے: "سب چیزیں میرے لیے روا تو ہیں مگر سب چیزیں مفید نہیں۔ سب چیزیں میرے لیے روا تو ہیں لیکن میں کسی چیز کا پابند نہ ہوں گا۔" (نیا عہدنامہ: سینٹ پال کا کرنتھیوں کے نام خط: باب 6، آیت 12)

88۔ تم دائیں اور میں بائیں طرف جاؤں گا: اشارہ غالباً پرانے عہد نامے کی ان آیات کی طرف ہے: "ایک مرتبہ ابرام (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے چرواہوں اور لوط کے چرواہوں میں جھگڑا ہوا...

تب ابرام نے لوط سے کہا: میرے اور تیرے درمیان اور میرے چرواہوں اور تیرے چرواہوں کے درمیان جھگڑا نہ ہوا کرے کیونکہ ہم بھائی ہیں۔ کیا یہ سارا ملک تیرے سامنے نہیں؟ سو تو مجھ سے الگ ہو جا۔ اگر تو بائیں جائے تو میں دہنے جاؤں گا اور اگر تو دہنے جائے تو میں بائیں جاؤں گا"۔ (پیدائش: باب13، آیات 7تا9)۔ عیسائیت میں بائیں "منحوس" سمت ہے اور شیطان کے ساتھ وابستہ ہے جب کہ سردیاکوف اپنی بائیں آنکھ جھپکاتا یا ٹیڑھی کر کے دیکھتا ہے۔

89- Pater Seraphicus (فرشتہ خصال باپ): یہ لقب سینٹ فرانسس (1182تا1228) آف اسیزی (Assisi) کو دیا جاتا ہے۔ اس سینٹ نے راہبوں کے ایک فرقے کی بنیاد رکھی تھی جسے اس کے نام پر فرانسسکن آرڈر کہا جاتا ہے۔ (اسیزی وسطی اطالیہ کا قصبہ ہے)۔ ایوان طنزاً اس خطاب کو فادر زوسیما پر منطبق کرتا ہے تاہم اس کے طنز میں احترام بھی پایا جاتا ہے۔ ویسے Pater Seraphicus عظیم جرمن ادیب گوئٹے کے ڈرامے "فاؤسٹ" کے ایک کردار کا بھی نام ہے۔ وہ ڈرامے کے حصہ دوم کے پانچویں ایکٹ میں مذہبی گیت گانے والوں کی ٹولی کا لیڈر ہے۔

90- لچرڈ (Lichard): رچرڈ کی بگڑی ہوئی روسی شکل۔ رچرڈ ایک فرانسیسی رومانی کہانی "Bevis of Hampton" میں وفادار ملازم ہے۔ کہانی میں ملکہ بادشاہ کے خلاف سازش کرتی ہے اور اپنے مذموم مقصد کے لیے رچرڈ کو استعمال کرتی ہے۔ روسی زبان میں یہ کہانی سولھویں صدی میں "پرنس بووا کی داستان" (Bova Korolevich) کے نام سے منتقل ہوئی تھی۔

91- لیاگاوی (Lyagavy): ہر انگریز اور امریکی مترجم نے اس لفظ کا ترجمہ اپنے اپنے انداز سے کیا ہے۔ ایک نے اسے "Lurcher"، دوسرے نے "bird dog"، تیسرے نے "setter dog" اور چوتھے نے "kicker" لکھا ہے۔ "lurcher" دوغلی نسل کا کتا ہوتا ہے۔ عام طور پر اس کا کام شکاریوں کے شکار کیے ہوئے جانور یا پرندے (زخمی یا مردہ حالت میں) کو ڈھونڈنا اور اٹھا کر لانا ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس سے بھیڑوں کی رکھوالی کراتے ہیں اور جو لوگ چوری چھپے دوسروں کی شکار گاہوں میں شکار کرتے ہیں، وہ اسے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس لفظ کا اطلاق "اٹھائی گیرے" یا "دغاباز" اشخاص پر بھی کیا جاتا ہے۔ "bird dog" بھی "lurcher" کی طرح شکاری کا شکار ڈھونڈ کر لاتا ہے۔ "setter" یا "Setter dog" لمبے بالوں والا کتا ہوتا ہے۔ اس کی تربیت اس طریقے سے کی جاتی ہے کہ جب اسے شکار کی بو آتی ہے، یہ تن کر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ ڈیوڈ میگرشیک نے معلوم نہیں روسی لفظ کا ترجمہ "kicker" کیوں کیا ہے کیونکہ "kicker" وہ انسان یا حیوان ہوتا ہے جو دولتیاں جھاڑتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ صحیح ترجمہ "lurcher" ہی ہے کیونکہ یہ گورشکن پر پوری طرح منطبق ہوتا ہے۔ ویسے خود "گورشکن" میں

"مددگار" کا مفہوم شامل ہے۔

91۔الف کاستروسک: شمالی روس کا ایک ضلع۔ بعض مترجمین نے اسے کاستروما لکھا ہے۔

92- اعلیٰ حضرت راہب و پادری: انگریز مترجمین نے زوسیما کے لیے Schemahieromonk کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اصل یونانی لفظ hieroschemonach ہے۔ روسی میں اس کی شکل skhimnik ہے۔ hiero یونانی لفظ hieros سے بنا ہے اور اس کے معنی "مقدس، قدوس یا پاک" ہیں۔ hieromonks ان راہبوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو پادریوں کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں۔ schemahieromonk کا درجہ hieromonk سے اونچا ہوتا ہے۔ وہ ایک خاص قسم کی پوشاک (schema) پہنتا ہے۔ خانقاہی نظام کا ضبط و نظم اس پر زیادہ سختی سے لاگو ہوتا ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا نامناسب نہیں ہوگا کہ اگر کسی ملک پر پادریوں کی حکومت قائم ہو جائے تو اسے hierocracy کہا جائے گا۔

93- ایام صیام (lent): ایسٹر سے قبل چالیس ایام کے روزے۔ آرتھوڈکس مسلک میں اس مدت کو "great lent" کہا جاتا ہے تاکہ باقی سال کے دوران میں جو کم ("lesser") اہمیت کے روزے رکھے جاتے ہیں، ان سے امتیاز کیا جا سکے۔

93۔الف۔ کاغذی روبل: روس میں کاغذی نوٹوں کو assignatsii کہا جاتا تھا۔ یہ 1769 میں چالو کیے گئے تھے لیکن 1843 میں ان کی جگہ بنک نوٹوں نے لے لی۔ چاندی کے روبلوں کے مقابلے میں کاغذی روبل کم قیمت پاتے تھے۔ (ڈیوڈ میگرشیک)

94- "پرانے اور نئے عہد ناموں کی ایک سو چار کہانیاں": اصلاً یہ کتاب جوہانس ہوبنر نے جرمن زبان میں تحریر کی تھی اور 1714 میں شائع ہوئی تھی۔ بعد میں اس کا روسی زبان میں ترجمہ ہوا۔ دستوئیفسکی کی بیوی آننا گریگوریونا کے مطابق اس کے شوہر کے پاس بچپن میں اس ترجمے کا نسخہ تھا اور اس نے خواندگی اسی کتاب کی مدد سے سیکھی تھی۔

95- ایستادہ رحل: انگریزی کا اصل لفظ lectern ہے جو لاطینی لفظ lectrum ("پڑھنا") کی شکل ہے۔ ہمارے ہاں اس کے لیے انگریزی کا لفظ روسٹرم (rostrum) استعمال ہوتا ہے حالانکہ روسٹرم وہ چبوترہ یا منبر ہوتا ہے جس پر مقرر کھڑے ہو کر تقریر کرتا ہے جب کہ lectern اونچی ڈھلوان ڈیسک ہوتی ہے جس پر کتاب یا کاغذات رکھے جاتے ہیں یا جس پر مقرر اپنے ہاتھ رکھ لیتا ہے۔ پادری اس ڈیسک کو گرجے کے وسط میں رکھتے ہیں اور اس پر بائبل رکھ کر اس کی خواندگی کرتے ہیں۔

96- لوض کی سرزمین: پرانے عہد نامے کی کتاب "ایوب" کا ابتدائی حصہ۔ اس کتاب کا پہلا باب اس

طرح شروع ہوتا ہے: ''عوض کی سرزمین میں ایوب نام کا ایک شخص تھا۔ وہ شخص کامل اور راست باز تھا اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا۔ اس کے ہاں سات بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اس کے پاس سات ہزار بھیڑیں اور تین ہزار اونٹ اور پانچ سو جوڑی بیل اور پانچ سو گدھیاں اور بہت سے نوکر چاکر تھے ایسا کہ اہلِ مشرق میں سب سے بڑا آدمی تھا...'' فادر زوسیما حضرت ایوب علیہ السلام کی کہانی حافظے کی مدد سے اپنے الفاظ میں بیان کر رہا ہے۔ شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ورغلانا چاہا مگر وہ اس کے قابو میں نہ آئے۔ شیطان نے مختلف طریقوں سے ان کے تمام ڈھور ڈنگر اور بیٹے بیٹیاں ہلاک کر دیے۔ اس نے خود حضرت ایوب علیہ السلام کو مختلف خوفناک بیماریوں میں مبتلا کیا لیکن حضرت ایوب علیہ السلام تمام آزمائشوں میں سرخرو نکلے تا آنکہ خدا نے ان کے آخری ایام میں ''ابتدا کی نسبت زیادہ برکت بخشی اور ان کے پاس چودہ ہزار بھیڑ بکریاں، چھ ہزار اونٹ، ہزار جوڑی بیل اور ہزار گدھیاں ہو گئیں۔'' ان کے ایک بار پھر سات بیٹے اور سات بیٹیاں ہوئیں۔

10 جون 1875 کو دستوئیفسکی نے اپنی بیوی کے نام ایک خط میں لکھا: ''میں آج کل 'کتاب ایوب' پڑھ رہا ہوں اور یہ مجھے تقریباً پاگل بنائے دے رہی ہے۔ بعض اوقات مجھے کتاب اٹھا کر ایک طرف رکھ دینا پڑتی ہے اور میں گھنٹہ گھنٹہ بھر اپنے کمرے کے چکر کاٹتا رہتا ہوں، اس دوران میں مجھے محسوس ہونے لگتا ہے کہ میرے آنسو اب نکلے کہ اب نکلے... آنیا، یہ بات شاید عجیب نظر آئے لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ ان چند کتابوں میں شامل ہے جنہوں نے شروع زندگی میں مجھ پر گہرا تاثر چھوڑا۔''

96۔الف۔ میرے بندے ایوب: شاہ جیمز کی بائبل میں یہاں لفظ ''servant'' استعمال کیا گیا ہے جب کہ روسی ترجمے میں لفظ slave یا غلام (A videl li raba moyego Iova = کیا تم نے میرے غلام ایوب کو دیکھا ہے؟) فادر زوسیما اگلے پیرے میں لفظ ''غلام'' پر بہت زور دیتا ہے۔ جیسا کہ آگے معلوم ہو گا، دستوئیفسکی کے لیے یہ فرق بہت اہم تھا۔ (آگے حاشیہ نمبر 126 دیکھیں۔) اردو بائبل میں لفظ ''بندہ'' استعمال کیا گیا ہے اور میں نے اسے یوں کا توں رہنے دیا ہے کیونکہ ''بندہ'' کا ایک مطلب بہر حال ''غلام'' ہی ہے۔

97۔ لعنت بھیجے گا: اردو بائبل کے مطابق شیطان کے اصل الفاظ یہ تھے: ''شیطان نے خداوند کو جواب دیا: 'کھال کے بدلے کھال بلکہ انسان اپنا سارا مال اپنی جان کے لیے دے ڈالے گا۔ اب فقط اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کی ہڈی اور اس کے گوشت کو چھو دے تو وہ تیرے منہ پر تیری تکفیر کرے گا۔'''

97۔الف۔ کاش میری دعا قبول ہو جائے: روسی میں اصل الفاظ یہ ہیں: Da ispravitsya molitava

moya, yako kadilo pred Toboyu (میری دعا عود کی طرح تیرے سامنے بلند ہو جائے۔) ڈیوڈ میکڈف کے مطابق روسی آرتھوڈوکس مسلک میں یہ دعا شب بیداری سے پہلے شام کی عبادت میں گائی جاتی ہے۔

98۔ کام کاج: مقامی گرجے کے پادری کو اکثر بیک وقت اپنی کھیتی باڑی کرنا اور کلیسا کے فرائض سرانجام دینا پڑتے تھے۔ (رچرڈ پیور اور لاریسا ولوخونسکی)

99۔ ابرہام اور سارہ: بائبل (پرانا عہدنامہ: پیدائش: باب 11) کے مطابق حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تارح تھا۔ تارح ستر برس کا تھا جب اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نحور اور حاران پیدا ہوئے اور حاران سے حضرت لوط علیہ السلام پیدا ہوئے۔ بائبل کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خاتون، جس کا نام ساری تھا، بیاہ کیا تھا۔ بائبل خود انہیں پہلے ابرام لکھتی ہے تاہم جب وہ مختلف آزمائشوں پر پورے اترے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمتوں سے نوازا تو ان کا نام ابرہام اور اہلیہ کا نام ساری سے سارہ کر دیا۔

100۔ اضحاق اور ربقہ: اردو بائبل میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کو اضحاق لکھا گیا ہے۔ حضرت اسحٰق حضرت ابراہیم کے بڑھاپے میں سائرہ (سارہ) کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ کنعانیوں کی بیٹیوں میں سے، جن میں وہ رہتے تھے، کسی کو اپنے بیٹے سے نہیں بیاہیں گے بلکہ انہوں نے اپنا ایک ملازم اپنے آبائی وطن عراق بھیجا جہاں ان کے رشتے دار رہتے تھے اور وہ وہاں سے ایک لڑکی لایا۔ اس کا نام ربقہ (Rebecca) تھا (اردو بائبل اسے ربقہ لکھتی ہے)۔ اسی سے حضرت اسحٰق کی شادی ہوئی۔ ربقہ کے باپ کا نام بتوایل ارامی تھا۔

101۔ یعقوب اور لابن: حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحٰق اور ربقہ کے بیٹے اور لابن ربقہ کا بھائی تھا۔ حضرت یعقوب کا ایک جڑواں بھائی تھا جس کا نام عیسو تھا۔ (نیا عہدنامہ: پیدائش: باب 25 تا 32) (عیسو کو عربی میں عیص کہا جاتا ہے اور وہ حضرت اسمٰعیل کے داماد تھے۔) حضرت اسحٰق بڑھاپے میں اندھے ہو گئے تھے۔ جب وہ اپنی موت کے قریب پہنچے تو انہوں نے عیسو کو، جو ان کا چہیتا تھا، حکم دیا کہ وہ جنگل میں جائے، شکار مار کر لائے اور انہیں اچھے اچھے کھانے بنا کر کھلائے، پھر وہ انہیں برکت دیں گے۔ عیسو چلا گیا۔ ادھر ربقہ یہ باتیں سن رہی تھی۔ اس کا چہیتا یعقوب تھا۔ اس نے یعقوب سے کہا کہ وہ ریوڑ میں سے دو میمنے پکڑ کر لے آئے، وہ لذیذ کھانے تیار کر دے گی۔ اس نے یعقوب کو عیسو کا لباس پہنا دیا۔ چنانچہ جب حضرت اسحٰق نے اسے ٹٹول کر دیکھا تو انہیں خیال ہوا کہ یہ یعقوب نہیں، عیسو ہے کیونکہ اس کے لباس سے عیسو کے جسم کی مہک آ رہی تھی۔ بہرحال انہوں نے کھانا کھایا اور یعقوب کو برکت دی۔ اس برکت کی رو سے یعقوب عیسو

Scanned with CamScanner

سمیت سارے قبیلے کے سردار ٹھہرے۔ اس پر عیسو کو بہت غصہ آیا اور اس نے سوچا کہ اپنے اپ
کی موت کے بعد وہ یعقوب کو مار ڈالے گا۔ ربقہ کو اس کے ارادں کا علم ہو گیا۔ اس نے حضرت
اضحٰق سے بہانہ کیا کہ اسے مقامی لڑکیاں پسند نہیں ہیں، وہ چاہتی ہے کہ یعقوب اپنے ماما جی لابن
ارامی کے گھر جائیں اور اپنے ماموں لابن کی بیٹیوں میں سے ایک کو بیاہ کر لے آئیں۔ حضرت
اضحٰق نے اجازت دے دی۔ حضرت یعقوب سفر پر روانہ ہوئے۔ جب راستے میں سورج غروب
ہو گیا، وہ ایک جگہ رک گئے اور ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک
سیڑھی زمین پر کھڑی ہے اور اس کا سرا آسمان تک پہنچا ہوا ہے اور خدا کے فرشتے اس پر سے
چڑھتے اترتے ہیں۔ اور خداوند اس کے اوپر کھڑا کہہ رہا ہے: ''جس زمین پر تو لیٹا ہے تجھے اور
تیری نسل کو دوں گا... اور تیری نسل مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیل جائے گی...''
تب حضرت یعقوب کی آنکھ کھل گئی اور کہنے لگے: ''یقیناً خداوند اس جگہ ہے اور مجھے معلوم نہ تھا۔''
اور انہوں نے ڈر کر کہا: ''یہ کیسی بھیانک جگہ ہے!''

حضرت یعقوب کا سفر جاری رہا تا آنکہ وہ اپنے ماموں لابن کے وطن پہنچ گئے۔ راستے میں
اسے لابن کی چھوٹی بیٹی راخل (Rachel) ملی جو بھیڑ بکریاں چرا رہی تھی۔ راخل بہت حسین و
جمیل تھی۔ حضرت یعقوب اس پر فدا ہو گئے اور اس سے شادی کی خاطر سات سال تک اس کے
باپ کی بھیڑ بکریاں چراتے رہے۔ جب شادی کا دن آیا، لابن نے دھوکے سے حضرت یعقوب
کا نکاح اپنی بڑی بیٹی لیاہ سے، جس کی آنکھیں چندھی تھیں، کرا دیا۔ شب زفاف کے بعد حضرت
یعقوب کو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ ہاتھ ہو گیا ہے۔ لابن نے انہیں بتایا کہ اگر بڑی بیٹی کنواری
ہو تو چھوٹی کا بیاہ نہیں ہو سکتا۔ دستور کے مطابق اس نے ایک ہفتہ گزرنے کے بعد راخل کو بھی ان
کے نکاح میں دے دیا اور اس کے عوض حضرت یعقوت کو لابن کی مزید سات سال خدمت کرنا
پڑی۔ راخل تو بانجھ رہی لیکن لیاہ بار بار حاملہ ہوتی رہی۔ اس کے چھ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہو چکی
تھی کہ خداوند کو راخل پر رحم آیا، اس نے اس کا رحم کھولا، وہ حاملہ ہوئی اور اس کے ہاں بھی بیٹا
ہوا۔ اور یہ حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ بعد میں راخل کے بدن سے بنیمین پیدا ہوئے۔ خود
راخل اس بیٹے کو جنم دیتے ہی مر گئی تھی۔ حضرت یعقوب کے بیٹوں کی کل تعداد بارہ تھی۔ ان میں
سے باقی چار ان کی بیویوں کی لونڈیوں سے پیدا ہوئے تھے۔ اور انہی بارہ بیٹوں کی اولاد سے
یہودیوں کے بارہ قبائل وجود میں آئے۔

102۔ ''یہ کیسی بھیانک جگہ ہے!'': بائبل کے مطابق حضرت یعقوب ایک بار خواب میں فرشتے سے زور
آزما ہوئے تھے، لیکن یہ جملہ ان کی زبان سے تب نہیں بلکہ اس وقت نکلا تھا جب وہ سیڑھی کے

متعلق خواب دیکھ رہے تھے۔ تفصیل کے لیے اوپر نوٹ نمبر 101 دیکھیں۔

103۔ یوسف: حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ پرانے عہد نامہ کی کتاب ''پیدائش'' کے باب 37 تا
50 میں بیان ہوا ہے۔

104۔ چوری کا الزام لگایا: پرانا عہد نامہ کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر چوری کا
نہیں، جاسوسی کا الزام لگایا تھا (پیدائش باب 42، آیات 12 تا 16) اور ''ان سب کو تین دن تک
اکٹھے نظر بند رکھا۔'' (آیت 17)

105۔ یہوداہ: یہوداہ حضرت یعقوب کی پہلی بیوی لیاہ کا چوتھا بیٹا تھا۔ پہلے تینوں کے نام روبن، شمعون اور
لاوی تھے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انہیں غلامی میں بیچ کر واپس آئے تو چند دن
بعد یہوداہ ان سے علیحدہ ہو گیا اور کہیں اور چلا گیا۔ وہاں اس نے ایک کنعانی لڑکی سے شادی کر
لی۔ یہ یہوداہ عجیب و غریب آدمی تھا۔ بائبل (پرانا عہد نامہ: پیدائش: باب 38) کے مطابق اس
کی کنعانی بیوی سے تین بیٹے—عیر، اونان اور سیلہ—پیدا ہوئے۔ جوان ہونے پر یہوداہ نے
عیر کی شادی تمر نام کی لڑکی سے کر دی۔ عیر خداوند کی نگاہ میں شریر تھا اور خداوند نے اسے ہلاک کر
دیا۔ لیکن وہ بے اولاد مرا تھا، چنانچہ ''یہوداہ نے اونان سے کہا کہ وہ اپنے بھائی کی بیوی کے پاس
جائے تا کہ اس کے نام سے نسل چلے۔'' اونان اپنی بھاوج کے پاس چلا تو جاتا مگر ''نطفہ زمین پر
گرا دیتا تھا۔'' خداوند کو اونان کا یہ فعل پسند نہ آیا اور اس نے اسے بھی ہلاک کر دیا۔ اتنے میں
یہوداہ کی بیوی بھی مر گئی، چنانچہ اس نے اپنی بہو تمر کو میکے بھیج دیا اور خود بھیڑوں کی پشم کترنے
والوں کے پاس تمنت چلا گیا۔ ادھر تمر کو سخت غصہ تھا کہ سیلہ کے جوان ہونے کے باوجود وہ اس
سے بیاہی نہیں گئی۔ اسے خبر ملی کہ اس کا خسر یہوداہ تمنت سے واپس آ رہا ہے، وہ برقع اوڑھ کر
اس کے راستے میں بیٹھ گئی۔ یہوداہ سمجھا کہ وہ کوئی کسبی ہے، چنانچہ وہ اس سے مباشرت کا جویا
ہوا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ مباشرت کے عوض اسے بکری کا بچہ بھیج دے گا مگر تمر کے اصرار پر اپنی
مہر، بازوبند اور لاٹھی رہن رکھ گیا۔ تین ماہ بعد یہوداہ کو خبر ملی کہ اس کی ''بہو تمر نے زنا کیا ہے اور
اس چھنالے کا حمل بھی ہے۔'' یہوداہ نے حکم دیا: ''اسے باہر نکال لاؤ کہ وہ جلائی جائے۔'' پر جب
تمر نے خسر کو اس کی دی ہوئی چیزیں دکھائیں تو یہوداہ شرمندہ ہو گیا اور اسے اپنے جرم کا اقرار
کرنا پڑا۔ اس کے بعد وہ اپنی بہو کے پاس کبھی نہ گیا مگر تمر حاملہ ہو چکی تھی اور اس نے جڑواں
بیٹوں—زارہ اور فارص—کو جنم دیا (پرانا عہد نامہ: پیدائش: باب 38) اور انہی سے یہوداہ
کی نسل چلی۔ یہودیوں کا طاقت ور ترین قبیلہ بھی یہوداہ کے اخلاف پر مشتمل تھا (اوکسفرڈ نیو
ڈکشنری) اور خود لفظ ''یہودی'' اسی کے نام سے نکلا ہے۔ فلسطین کے جنوبی حصے کو بھی یہوداہ کہا

جاتا تھا۔ پرانا عہد نامہ (پیدائش: باب 49، آیات 8تا10) میں کہا گیا ہے:

یہوداہ، تیرے بھائی تیری مدح کریں گے۔
تیرے باپ کی اولاد تیرے آگے سرنگوں ہوگی۔
یہوداہ شیر ببر کا بچہ ہے۔
یہوداہ سے سلطنت نہیں چھوٹے گی۔
اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہوگا۔
جب تک شیلوہ نہ آئے
اور قومیں اس کی مطیع ہوں گی۔

نوٹ: ستارتس زوسیما نے جس عظیم ترین پیغام کا ذکر کیا ہے، وہ بھی یہی تھا۔

106- نجات دہندہ: عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ "نجات دہندہ"، جن کی پیشین گوئی حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

107- آستر اور وشتی: بائبل (پرانا عہد نامہ: آستر) کے مطابق آستر ایک اسرائیلی دوشیزہ تھی۔ اس کے حسن و جمال کے پیش نظر اس زمانے کے ایرانی بادشاہ نے اسے اپنی ملکہ بنا لیا۔ بائبل میں اس بادشاہ کا نام اخسویرس (Ahasuerus) دیا گیا ہے مگر عام خیال کے مطابق وہ یزدجرد (Xerxes) اوّل تھا۔ آستر کا کارنامہ یہ تھا کہ اسے شاہ ایران پر جو اثر و رسوخ حاصل تھا، وہ اس نے ان اسرائیلیوں کو مصیبتوں سے بچانے میں استعمال کیا جو اس زمانے میں ایرانیوں کی قید میں تھے۔ وشتی (Vashti) اخسویرس کی پہلی ملکہ تھی اور اسے اپنے حسن پر بہت ناز تھا۔ ایک مرتبہ اخسویرس (جو ہندوستان سے کوش تک ایک سو ستائیس صوبوں پر حکومت کرتا تھا) نے اپنے محل میں اپنے تمام امراء، وزرا اور گورنروں کی سات دن تک ضیافت کی۔ ملکہ وشتی نے اس میں اپنے حسن کا دیدار کرانے سے صاف انکار کر دیا۔ بادشاہ اس کے انکار پر بہت جھلایا اور اس نے اپنے مشیروں کے مشورے پر وشتی کا رتبہ گھٹا دیا اور نئی ملکہ کی تلاش شروع ہو گئی۔ محل میں ایک یہودی بھی ملازم تھا۔ اس کا نام مردکی تھا اور وہ حضرت یوسف کے سگے بھائی بنیمین کے اخلاف میں سے تھا۔ اس نے اپنے چچا کی بیٹی آستر کو، جو چندے آفتاب چندے ماہتاب تھی، پالا تھا۔ اسی کے مشورہ پر آستر بھی محل میں پہنچا دی گئی مگر اس نے یہ بات نہ بتائی کہ وہ یہودن ہے۔ وہ بادشاہ کا دل جیتنے میں کامیاب ہو گئی اور یوں یہودیوں کے ہاتھ ترپ کا پتا آ گیا۔

108- یوناہ (Jonah): حضرت یونس۔ ان کے تین دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا واقعہ قرآن مجید میں بھی بیان ہوا ہے۔ بائبل کے "پرانے عہد نامہ" میں "یوناہ" کے عنوان سے ایک مختصر باب شامل ہے۔

109- ساؤل: ساؤل اصلاً یہودی تھا۔ پہلے وہ عیسائیوں کے خلاف تھا اور "گھر گھر گھس کر مردوں اور عورتوں کو قید کراتا تھا۔" (نیا عہد نامہ: رسولوں کے اعمال: باب 8، آیت 3)۔ پھر ایک روز "یکایک آسمان سے ایک نور اس کے گرد چمکا اور وہ زمین پر گر پڑا... اٹھا لیکن جب آنکھیں کھولیں تو اس کو کچھ دکھائی نہ دیا اور لوگ اس کا ہاتھ پکڑ کر دمشق لے گئے..." (باب 9، آیات 3تا9)۔ دمشق میں ایک شخص، جس کا نام حنیاہ تھا، اس کے پاس آیا "اور اپنے ہاتھ اس پر رکھ کر کہا، 'اے بھائی، ساؤل، خداوند یعنی یسوع، جو تجھ پر اس راہ میں جس سے تو آیا، ظاہر ہوا تھا، اسی نے مجھے بھیجا ہے کہ تو بینائی پائے اور روح القدس سے بھر جائے۔' اور فوراً اس کی آنکھوں سے چھلکے گرے اور وہ بینا ہو گیا اور اٹھ کر بپتسمہ لیا۔" (آیات 17-18)۔ عیسائی ہونے کے بعد ساؤل نئے مذہب کی تبلیغ کرنے لگا اور اس نے اپنا نام پولس رکھ لیا۔ انگریزی میں اب اسے سینٹ پال کہا جاتا ہے۔ جس شخص نے عیسائیت کو یہودیت سے الگ تشخص دیا اور اس کی بھرپور تبلیغ کی، وہ یہی سینٹ پال تھا۔

110- "سیر الاولیاء" (Chety-miney): حصہ اوّل میں نوٹ نمبر 62 ملاحظہ کریں۔

111- ایلسی: حصہ اوّل میں نوٹ نمبر 72 ملاحظہ کریں۔

112- مریم مصری: پانچویں صدی کی سینٹ۔ روایت کے مطابق پہلے طوائف تھی، پھر یروشلم چلی گئی اور عیسائی بن گئی۔ کہا جاتا ہے اس نے سینتالیس سال تک صحرا میں عبادت اور توبہ کرنے میں گزار دیے۔ آرتھوڈوکس مسلک میں اسے بہت بلند مقام دیا جاتا ہے۔

113- ریچھ اور سینٹ: کہا جاتا ہے یہ واقعہ رادونیزہ کے سینٹ سرجی (1314تا1399) کے ساتھ پیش آیا تھا۔ سینٹ سرجی کا شمار روسی کلیسا کی تاریخ میں عظیم ترین عمائدین میں ہوتا ہے۔ اس نے ماسکو کے قریب ایک بہت بڑی خانقاہ قائم کی تھی۔ (رچرڈ پیور اور لاریسا وولوخونسکی)

114- "ہر گھڑی... ہر برس۔": یہ ترکیب نیا عہد نامہ (مکاشفہ: باب 9، آیت 15) سے لی گئی ہے۔

115- اہم واقعہ: یہاں اشارہ غالباً دسمبری (روسی میں دیکابری) تحریک کی طرف ہے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں روسی عوام، بالخصوص نوجوان فوجی افسروں میں، جو مغرب کی لبرل ازم سے آشنا ہو چکے تھے، زار الیکسانڈر اوّل کی مخالفت بڑھنے لگی۔ 1817 میں فوج میں متعدد خفیہ سوسائٹیاں قائم ہو گئیں۔ ان سب کا مطمح نظر ملک میں جمہوری نظام کا قیام تھا۔ 1825 میں جب الیکسانڈر اوّل کا

انتقال ہوا اور اس کا بھائی نکولس اول کے نام سے تخت نشین ہوا تو فوج کے ایک حصے میں بغاوت ہو گئی۔ جب زار کی وفادار فوجوں نے جوابی کارروائی کی تو باغی مقابلہ کیے بغیر فرار ہو گئے۔ بے شمار لوگ پکڑے گئے۔ پانچ کو سزائے موت ہوئی اور اکتیس کو تاحیات سائبیریا بھیج دیا گیا۔ اس واقعے کو دسمبری تحریک کہا جاتا ہے۔ تفصیلات راقم الحروف کے "جنگ و امن" کے ترجمے کے صفحات 40 اور 41 پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

115۔الف۔ پُراسرار اجنبی: روسی نقاد وائی۔ ای۔ گالوسوکر (Golosovker) نے اپنی کتاب "دستوئیفسکی اور کانٹ" کے ایک حاشیے میں لکھا ہے: "مجھے یہ پُراسرار اجنبی تاحال خود اس زمانے کا زوسیما معلوم ہوتا ہے جب وہ ابھی تک سٹارتس نہیں بنا تھا۔ اس کی یہ کہانی اس کا (زوسیما کا) اعتراف ہے۔" اس کتاب کے چند صفحات کا ترجمہ امریکی پروفیسر میٹ لا نے کیا ہے اور وہیں سے یہ الفاظ لیے گئے ہیں۔

116۔ دولت اور مراعات سے محروم نہ ہو جائے: اس کے برعکس روسی مصنف مارشل (104:40) نے کہا تھا: سچے معنوں میں آدمی صرف اسی دولت کا مالک ہوتا ہے جو وہ دوسروں میں تقسیم کرتا ہے۔ (مارشل تھا تو روسی لیکن پیدا ہسپانیہ میں ہوا تھا۔ وہ زیادہ تر مقولے لکھتا تھا اور اس کے یہ مقولے چودہ کتابوں میں سمائے تھے۔)

117۔ ابنِ آدم کا نشان: "اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا ہوا تھا اس کے شاگردوں نے ... کہا: تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا کیا نشان ہو گا؟" مسیح نے جواب دیا کہ ان دنوں بہت مصیبتیں آئیں گی اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔ اور اس وقت ابنِ آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا۔ اور اس وقت زمین کی سب قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابنِ آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمانوں کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی۔" (نیا عہد نامہ: متی: باب 24، آیات 3 تا 30)

117 الف۔ بم: یہ 1812 کا ذکر ہے جب نپولین نے روس پر حملہ کیا تھا اور شکست کھائی تھی۔

118۔ جبری رنگروٹ: زرعی غلاموں کی آزادی سے پہلے ہر روسی جاگیردار اور زمیندار کا فرض بنتا تھا کہ وہ اپنے کسانوں میں سے ایک مقررہ تعداد کو فوج میں بھرتی کرائے۔

119۔ بچوں کی کہانیاں: انیسویں صدی کے ایک روسی رسالے کا نام۔

120۔ روسی ترجمہ: روسی زبان میں انجیل کا ترجمہ تقریباً 1860 میں ہوا تھا لیکن یہ براہِ راست یونانی زبان سے نہیں بلکہ قدیم سلاوی زبان سے ہوا تھا جو روس اور ملحقہ ممالک کے کلیساؤں میں استعمال ہوتی

تھی۔

120۔الف۔ خدا کا بندہ و میخائیل: اس سے مراد عام روسی باشندہ ہے۔ یہاں بھی روسیوں کی مذہب کے معاملے میں عام عادت کے مطابق لفظ rab (بندہ، غلام، slave) استعمال ہوا ہے جب کہ انگریز نوکر (servant) کو ترجیح دیتے ہیں۔

121۔ یہ ستارہ مشرق سے طلوع ہو گا: (1) ستارہ سے یہاں مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ متی کی انجیل (نیا عہد نامہ: باب 2، آیات 1، 2) میں ہے: جب یسوع ہیرودیس کے زمانے میں یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہوا تو دیکھو کئی مجوسی پورب سے یروشلم میں یہ کہتے ہوئے آئے: "یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟ کیونکہ پورب میں اس کا ستارہ دیکھ کر ہم اسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔" (2) جب زوسیما کہتا ہے: "یہ ستارہ مشرق سے طلوع ہو گا" تو مشرق سے اس کی مراد روس ہے۔

122۔ خلا کے ذریعے پیغام رسانی: دستوئیفسکی جس زمانے کی بات کر رہا ہے، اس وقت ریلوے کے فروغ پانے سے سفر آسان ہو گیا تھا اور تار (اور ٹیلی فون) کے ذریعے پیغام رسانی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

123۔ کولک (kulak): روسی زبان میں یہ لفظ ترکی زبان سے آیا تھا۔ ترکی کا اصل لفظ "کول" (kol) ہے جس کے معنی "ہاتھ" ہیں۔ "کولک" کے لفظی معنی "مٹھی" یا "مٹھی بھینچ کر رکھنے والا" یعنی کنجوس ہیں۔ روسی زبان میں یہ لفظ ان کسانوں کے لیے استعمال ہوتا تھا جو اتنے خوشحال ضرور تھے کہ زمین کے مالک بن سکیں اور کھیت مزدوروں کی خدمات حاصل کر سکیں۔ یہ طبقہ دراصل انیسویں صدی کے وسط میں زرعی غلامی کی تنسیخ کے بعد وجود میں آیا تھا۔ کمیونسٹ حکومت قائم ہونے کے بعد جب سٹالن نے زبردستی اجتماعی کھیتی باڑی کا نظام نافذ کیا، تو سب سے زیادہ مزاحمت ان لوگوں نے ہی کی۔ لاکھوں گرفتار ہوئے، (سائبیریا) جلاوطن ہوئے یا ہلاک ہوئے۔

124۔ "لعنت ہو... سخت تھا": (پرانا عہد نامہ: پیدائش: باب 49، آیت 7)۔ حضرت یعقوب نے یہ الفاظ اپنے دو بیٹوں ــــ شمعون اور لاوی ــــ کے خلاف کہے تھے" کیونکہ انہوں نے اپنے غضب میں ایک مرد کو قتل کیا" تھا۔

125۔ دو سو سال کی غلامی: یہاں اشارہ تاتاریوں کے روس پر قبضے کی جانب ہے۔ یہ قبضہ 1243 سے 1480 تک جاری رہا تھا اور اس نے روسی قوم پر انمٹ نقوش چھوڑے تھے۔ ایک کہاوت مشہور ہے: "کسی بھی روسی کو کھرچیں، اندر سے تاتاری برآمد ہو گا۔"

126۔ نوکر کو محسوس... اب کر رہا ہے: دستوئیفسکی نے اپنے اس تصور کی اپنی کتاب "مصنف کی ڈائری"

(1980) میں مزید توضیح کی ہے: "نوکر غلام نہیں ہیں۔ جب وہ اکٹھے کہیں جاتے تھے تو تیمتھیس (Timothy) پولس (سینٹ پال) کی خدمت کیا کرتا تھا لیکن تیمتھیس کے نام پولس کا خط پڑھیں تو کیا اس سے اس قسم کا کوئی عندیہ ملتا ہے کہ وہ یہ خط غلام چھوڑ، کسی نوکر کو لکھ رہا ہے؟ وہ تو اسے بدیں الفاظ مخاطب کرتا ہے: میرے بیٹے تیمتھیس، میرے عزیز پسر:" (ویسے یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ کنگ جیمز کی زیر سرپرستی ترجمہ کرائی گئی انگریزی بائبل میں خطوط کا آغاز 'my own son in faith' سے کیا گیا ہے۔ بائبل کے اردو ترجمے میں پہلا خط تیمتھیس کے نام جو ایمان کے لحاظ سے میرا سچا فرزند ہے' کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔) "اگر آقا اور نوکر دونوں سچے عیسائی بن جائیں تو مستقبل میں دونوں کے مابین تعلقات بھی اسی نوعیت کے ہوں گے! نوکر اور آقا ہوں گے تو ضرور، لیکن آقا آقا نہیں ہوں گے اور نوکر غلام نہیں۔" نوٹ: مسلمانوں میں اس کی بہترین مثال حضرت عمرؓ نے پیش کی تھی کہ جب وہ بیت المقدس میں داخل ہو رہے تھے، اپنی باری پر غلام گھوڑے پر سوار تھا اور خود حضرت عمر پیدل چل رہے تھے۔

127- انجیل اربعہ میں: "تم میں جو بڑا ہونا چاہے وہ تمہارا خادم بنے۔ اور جو تم میں اول ہونا چاہے وہ تمہارا غلام بنے۔" (نیا عہدنامہ: متی: باب 20، آیت 27)۔ "جو تم میں اول ہونا چاہے وہ سب کا غلام بنے۔" (مرقس: باب 10، آیت 44)۔

128- "جس پتھر... کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔": (پرانا عہدنامہ: زبور: مزمور نمبر 118، جملہ نمبر 22)۔ نیا عہد نامہ میں متی (باب 21، آیت 24) نے بھی اس کا حوالہ دیا ہے۔ اردو بائبل میں "کونے کے سرے کا پتھر" انگریزی ترکیب corner stone کا لفظی ترجمہ ہے۔ مولوی عبدالحق نے اپنی لغت میں corner stone کا ترجمہ "نیو کی اینٹ، بنیادی یا اہم۔ شے" لکھا ہے اور عام استعمال میں یہی صحیح ہے۔

129- تلوار ہی سے ہلاک ہوتے ہیں: "ایک بڑی بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لیے... (مسیح کے پاس) آ پہنچی... انہوں نے... یسوع پر ہاتھ ڈالا اور اسے پکڑ لیا... یسوع کے ساتھیوں میں سے ایک نے بڑھ کر اپنی تلوار کھینچی اور سردار کاہن کے نوکر پر چلا کر اس کا کان اڑا دیا۔ یسوع نے اس سے کہا، 'اپنی تلوار کو میان میں کر لے کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں وہ سب تلوار سے ہلاک کیے جائیں گے۔'" (نیا عہد نامہ متی: باب 26، آیات 47 تا 52)

130- صرف دو انسان ہی زندہ بچ پاتے: ڈیوڈ میکڈف کا خیال ہے کہ دستوئیفسکی کے اس جملے میں غالباً بائرن کی نظم "Darkness" (1816) کی گونج سنائی دیتی ہے۔ روسی میں اس نظم کا ترجمہ ژوکوف نے کیا تھا اور دستوئیفسکی نے یہ ترجمہ پڑھ رکھا تھا۔

131- بچوں سے خاص طور پر محبت کریں: (چند) "شاگرد یسوع کے پاس آ کر کہنے لگے، 'پس آسمان کی بادشاہی میں بڑا کون ہے؟' اس نے ایک بچے کو پاس بلا کر... کہا، 'میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم توبہ نہ کرو اور بچوں کی مانند نہ بنو تو آسمان کی بادشاہی میں ہرگز داخل نہ ہو گے...'" (نیا عہدنامہ: متی: باب 18، آیات 1 تا 10؛ باب 19، آیات 13 تا 15)

132- زمین پر بہت کچھ ہے: "A Karamazov Companion: Commentary on the Genesis, Language and Style of Dostoevsky's Novel" (1981) کے مصنف وکٹر ٹیرس (Victor Terras) کا خیال ہے کہ "اس ضمنی باب کا یہاں سے لے کر آخر تک یہ پیرا ناول کے فلسفے اور بناوٹ کو سمجھنے کے لیے غالباً ہر قفل کی کنجی (master key) فراہم کرتا ہے۔"

133- محاکمہ نہیں کر سکتے: انگریزی بائبل میں اصل جملہ یہ ہے: "Judge not, that ye be not judged..."۔ اردو بائبل میں اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے: "عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ ہو..." (نیا عہدنامہ: متی: باب 7، آیات 1 تا 5)۔ میں نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ "judge" کا مطلب "کسی چیز کے (صحیح یا غلط ہونے کے) بارے میں رائے دینا" ہوتا ہے (عدالت کا جج بھی یہی کام کرتا ہے)، چنانچہ میں نے اس کا ترجمہ "محاکمہ کرنا" کیا ہے۔

134- زمین پر لیٹ جائیں، اسے چومیں: "روسی لوک ادب اور دستوئیفسکی کے ناول میں زمین یا دھرتی ماں کی حیثیت رکھتی ہے۔" (ڈیوڈ میکڈف)۔

135- جذب کیا ہے: اس طویل پیرے میں فادر زوسیما نے نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، نقادوں کے خیال کے مطابق وہ چھٹی صدی کے عیسائی رہنما اور مصنف اسحاق (یا آئزک) شامی کی تحریروں سے اخذ کیے گئے ہیں۔ اس کی کتاب کا نسخہ دستوئیفسکی کے پاس تھا۔

136- امیر آدمی اور لعزر کی اخلاقی کہانی: لعزر (Lazarus) ایک غریب آدمی تھا اور اس کا جسم ناسوروں سے بھرا ہوا تھا۔ اسے ایک امیر آدمی کے، جو شان و شوکت سے رہتا تھا، دروازے پر ڈال دیا گیا۔ لعزر کی خواہش تھی کہ اسے امیر آدمی کی میز سے گرے ہوئے ٹکڑے ہی مل جائیں تاکہ وہ اپنا پیٹ بھر سکے۔ لعزر اسی حسرت میں مر گیا اور "فرشتوں نے اسے لے جا کر ابرہام کی گود میں پہنچا دیا اور دولت مند بھی موا اور دفن ہوا۔ اس نے عالم ارواح کے درمیان عذاب میں مبتلا ہو کر اپنی آنکھیں اٹھائیں اور ابرہام کو دور سے دیکھا اور اس کی گود میں لعزر کو۔ اور اس نے پکار کر کہا، 'اے باپ ابرہام، مجھ پر رحم کر کے لعزر کو بھیج کہ اپنی انگلی کا سرا پانی میں بھگو کر میری زبان تر کرے

کیونکہ میں اس آگ میں تڑپتا ہوں۔' ابراہام نے کہا، 'بیٹا، یاد کر کہ تو اپنی زندگی میں اپنی اچھی چیزیں لے چکا اور اسی طرح لعزر بری چیزیں لیکن اب وہ یہاں تسلی پاتا ہے اور تو تڑپتا ہے۔ اور ان سب باتوں کے سوا ہمارے تمہارے درمیان ایک بڑا گڑھا واقع ہے ایسا کہ جو یہاں سے تمہاری طرف پار جانا چاہیں نہ جا سکیں اور نہ کوئی اُدھر سے ہماری طرف آ سکے۔' اس پر وہ ملتجی ہوا کہ ابراہام دوسری دنیا سے کسی شخص کو مادی دنیا میں اس کے پانچ بھائیوں کے پاس بھیج دے تاکہ وہ اس کے انجام سے عبرت پکڑیں۔ اس پر ابراہام نے جواب دیا کہ ان کے پاس موسیٰ اور انبیا ہیں، اگر وہ ان کی نہیں مانتے، پھر مُردے کی کیسے مانیں گے۔ (نیا عہد نامہ: لوقا: باب 16، آیات 19 تا 31۔) نوٹ: متن میں جو "ابراہام کا سینہ" استعمال ہوا ہے، اس کا مفہوم "راست بازوں کے لیے بابرکت آرام کی جگہ" ہے۔ (رچرڈ پیور اور لاریسا وَلوخونسکی)

137- ان کے لیے بھی دعا کی جا سکتی ہے: عیسائیت میں خودکشی عظیم ترین گناہوں میں شمار ہوتی ہے۔ ان کے لیے نہ تو گرجے میں دعا ہو سکتی ہے اور نہ دوسری رسوم ادا کی جا سکتی ہیں (اسلام میں بھی ایسے اشخاص کا جنازہ نہیں ہو سکتا)۔ فادر زوسیما نے محبت اور عفو کے متعلق جن وسیع النظر خیالات کا اظہار کیا ہے، بعض نقادوں نے اس کا سراغ زادونسک کے سینٹ تیخون (1724 تا 1783) کی تعلیمات میں تلاش کیا ہے۔ (رچرڈ پیور اور لاریسا وَلوخونسکی)

138- جیسے صحرا میں... خون چوس رہا ہو: اس پیرے کا ماخذ نینوا کے سینٹ آئزک (روسی اسے سینٹ اسحاق شامی کہتے ہیں) کی کتاب "Slova podvizhnicheskie" ہے۔ "بازاری کتا جو اپنے نتھنے چاٹتا ہے، اپنا خون چاٹتا ہے اور چونکہ اسے خون شیریں محسوس ہوتا ہے، اسے (اس کے پینے میں) کوئی ہرج محسوس نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ راہب جو خود پسندی کے نشے کے سامنے سرنگوں ہو جاتا ہے، اپنی ہی زندگی پیتا ہے۔" (ڈیوڈ میکڈف)

حصہ سوم

1- بدبو: انگریز اور امریکی مترجمین نے یہاں putrid smell، ordour of putrefaction یا odour of corruption جیسی تراکیب استعمال کی ہیں۔ ان سب کا مطلب وہ بدبو، تعفن یا سرانڈ ہے جو کسی چیز کے گلنے سڑنے کے بعد پیدا ہونے لگتی ہے۔ ڈیوڈ میکڈف کا خیال ہے کہ دستوئیفسکی نے یہ ترکیب غالباً روسی شاعر تیوت چیف کی نظم "اور اب تابوت قبر میں اتارا جاتا ہے" (1836) سے لی تھی۔ اس نظم کا متعلقہ بند یہ ہے:

اور جب تابوت قبر میں اتارا جاتا ہے
اور اردگرد سب لوگ جمگھٹا کر لیتے ہیں...
وہ ایک دوسرے سے دھکم دھکا ہوتے ہیں، انہیں سانس لینے میں دشواری پیش آتی ہے
ان کے سینوں میں بدبو پھنسی ہوتی ہے۔

2- خفتہ: جب آرتھوڈوکس مسلک کا کوئی پیروکار فوت ہوتا ہے تو اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ "سایہ خداوندی میں سو گیا ہے۔" (ڈیوڈ میکڈف)

3- اعلیٰ حضرت راہب و پادری schemahieromonk (یونانی میں hieroschemonach) کا کام چلاؤ ترجمہ ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بعض راہب، اپنے فرائض سرانجام دینے کے علاوہ پادری کا کام بھی کرتے ہیں۔ انہیں hieromonks کہا جاتا ہے۔ schemahieromonk ان سے اونچا ہوتا ہے۔ وہ ایک خاص قسم کی پوشاک یا schema پہنتا ہے اور اس پر خانقاہ کے قواعد وضوابط زیادہ سختی سے لاگو ہوتے ہیں۔

4- طے شدہ رسوم: اس پیرے میں دستوئیفسکی نے راہبوں کی تجہیز و تکفین کے سلسلے میں جن تفصیلات کا

بیان کیا ہے، ڈیوڈ میکڈف کے مطابق وہ اسے روس کے مقدس سنود (Holy Synod) کے سربراہ کانستانتن پروبیدانوست سیف نے فراہم کی تھیں۔

5- یونانی اسفنج: اسفنج اصلاً ایک ادنیٰ آبی جانور ہے اور یہ زیادہ تر یونان، ترکی، شام، لبنان اور قبرص جزیروں کے ساحلوں کے آس پاس مشرقی بحیرہ روم کے پانیوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کا جسم بہت لچکیلا ہوتا ہے۔ یونانی اسے guba کہتے ہیں۔

6- کلاہ: کلاہ اصل میں ڈھیلی ڈھالی hood (سر اور گردن کی پوشش جو کبھی جبے کے ساتھ جڑی ہوئی اور کبھی علیحدہ ہوتی ہے)۔ راہب اپنی زندگی میں بھی اسے پہنتے ہیں۔ اسے انگریزی میں cowl اور لاطینی میں cucullus کہتے ہیں۔ کلیسا میں جو لاطینی استعمال ہوتی تھی، اس میں اسے cuculla کا نام دیا جاتا تھا۔ دستوئیفسکی نے بھی یہی لفظ استعمال کیا تھا۔

7- aer: ایک قسم کا کپڑا۔ اس سے عام طور پر عشائے ربانی میں استعمال ہونے والا پاک پیالہ (chalice) اور پاک پیالی (paten) ڈھانپے جاتے ہیں۔ یہ عموماً ایک گز مربع اور بہت باریک ہوتا ہے۔

8- دعائے مغفرت: مردے کو دفنانے سے پہلے گرجے میں اس کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے، رومن کیتھولک مسلک میں اسے requiem کہا جاتا ہے۔ دستوئفسکی نے اس کے لئے روسی لفظ panikhida استعمال کیا ہے۔

9- شفابخش طاقت: بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جب کوئی بہت ہی نیک شخص فوت ہوتا ہے، اگر بیماروں کو اس کی میت کا دیدار کرایا جائے تو وہ فوراً صحت یاب ہو جائیں گے۔ ڈیوڈ میکڈف کا کہنا ہے کہ اس قسم کے معجزوں اور کرامتوں کا ذکر آرتھوڈوکس سینٹوں کی داستان ہائے حیات میں اکثر ملتا ہے۔

10- خدائی فعل: "جب موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی آپس میں ٹھن گئی تو ایک روز جب موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارونؑ فرعون کے دربار میں موجود تھے، "تب خداوند نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا، 'ہارون سے کہہ کہ اپنی لاٹھی بڑھا کر زمین کی گرد کو مارتا کہ وہ تمام ملک مصر میں جوئیں بن جائے۔' انہوں نے ایسا ہی کیا اور ہارونؑ نے اپنی لاٹھی لے کر اپنا ہاتھ بڑھایا اور زمین کی گرد کو مارا اور انسان اور حیوان پر جوئیں بن گئیں.... اور جادوگروں نے کوشش کی کہ اپنے جادو سے جوئیں پیدا کریں پر نہ کر سکے.... تب جادوگروں نے فرعون سے کہا، 'یہ خدا کا کام ہے۔'" (پرانا عہدنامہ: خروج: باب 8، آیت 18، 19)۔ نوٹ: "یہ خدا کا کام ہے" کے لئے انگریزی بائبل میں "This is the finger of god" استعمال ہوا ہے۔ ناول کے اگلے باب میں بھی یہ انگریزی ترکیب آئی ہے اور

وہاں اس کا ترجمہ صرف "خدائی ہاتھ" ہی ہو سکتا ہے۔

11- وہاں: یعنی کوہ ایتھوس۔ کوہ ایتھوس یونان میں واقع ہے اور کوہ ایتھوس سمیت سارا یونان تقریباً 1400 سے 1829 تک ترکوں کا محکوم رہا تھا۔

12- باہر نکلنے کا حکم دیتا ہوں: فادر فیراپون کا خیال ہے کہ فادر زوسیما کا جسم ناپاک روحوں کے قبضے میں آ گیا ہے، اسی لئے اس سے بدبو خارج ہو رہی ہے۔ عامل جس طرح جھاڑ پھونک کر کے متاثرہ شخص کے جسم سے بدروحوں کو نکالتا یا ان کا آسیب اتارتا ہے، اسے انگریزی میں exorcise اور روسی میں izvergaya izvergnu کہتے ہیں۔ ڈیوڈ میکڈف کا خیال ہے کہ جو حرکت فادر فیراپون کر رہا ہے، وہ اس لئے اور بھی مضحکہ خیز ہو جاتی ہے کیونکہ روسی لفظ izverg کے معنی "بلا" (monster) بھی ہیں۔

13- زنجیریں: زنجیریں اور بیڑیاں کفارے کے طور پر پہنی جاتی تھیں۔ (ڈیوڈ میکڈف)

14- ارضی سرور: جب کسی راہب یا راہب پادری کی میت اس کے حجرے سے گرجے اور گرجے میں دعائے مغفرت کے بعد قبرستان لے جائی جاتی ہے تو نغمہ "کیا ارضی سرور ہے" الاپا جاتا ہے۔ تاہم اگر میت اعلیٰ حضرت راہب پادری کی ہو تو پھر حمد "میرا مددگار اور محافظ" گائی جاتی ہے۔ (دستوئیفسکی کا حاشیہ)

15- ہاتھ: اوپر حاشیہ نمبر 10 دیکھیں۔

16- gescheft: سلاوی ممالک کے یہودیوں کی زبان کا، جسے انگریزی میں Yiddish کہا جاتا ہے، یہ لفظ روسی زبان میں داخل ہو گیا تھا اور اس کے معانی "چھوٹا موٹا یا مشکوک کاروبار" ہیں۔ بعض ترجمہ نگاروں کے خیال کے مطابق اسے "سٹا" بھی کہا جا سکتا ہے۔

17- سکارف: یہاں جس سکارف یا رومال کا ذکر کیا گیا ہے، اسے روسی میں nakolka کہا جاتا ہے اور صرف سر ڈھانپنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (ڈیوڈ میکڈف)

18- سبق آموز کہانی: دستوئیفسکی نے 16 ستمبر 1879 کو اپنے ایک خط میں اپنے پبلشر این۔ لیوبی موف کو لکھا تھا: "براہ مہربانی اس بات کا اچھی طرح اہتمام کر لیں کہ ہرے پیاز کی کہانی کی تدوین دیکھ بھال کر کی جائے۔ یہ کہانی گوہر بیش بہا ہے۔ میں نے یہ کہانی ایک کسان عورت کی زبان سے سن کر تحریر کی ہے اور غالباً اسے پہلی مرتبہ کسی نے تحریری شکل دی ہے، کم از کم میں نے اسے نہ تو پہلے کبھی سنا تھا اور نہ کہیں پڑھا تھا۔" مصنف کے اس دعویٰ کے متعلق اگنات ایوی کا کہنا ہے کہ 1859 میں اے افاناسیف کی کتاب "روس کی قومی لوک کہانیاں" شائع ہوئی تھی اور دستوئیفسکی کی کہانی سے ملتی جلتی کہانی اس مجموعے (صفحات 30 تا 32) میں شامل تھی۔ کہانی کا عنوان "مسیح کا

دوست" ہے۔ تاہم دونوں کہانیوں میں بعض قابلِ ذکر اختلافات پائے جاتے ہیں، دونوں کی ابتدا البتہ ایک ہی طرح ہوتی ہے: ایک نابکار عورت دہکتی ہوئی آتشین جھیل میں جل رہی ہے لیکن افاناسیف کی کہانی میں بڑھیا کی مدد کرنے کے لیے جو شخص آتا ہے، وہ اس کا اپنا بیٹا ہے۔ وہ اسے جھیل سے باہر نکالنے کے لیے اس کی جانب رسّا پھینکتا ہے لیکن بڑھیا اسے لعنت ملامت کرنے لگتی ہے کہ وہ اسے جھیل سے باہر نکالنے کے لیے احتیاط نہیں برت رہا۔ وہ چلا چلا کر اس سے کہتی ہے، "اے لومڑ کی اولاد، تم تو مجھے ہلاک کرنے پر تلے ہوئے ہو!" اس پر رسّا ٹوٹ جاتا ہے اور بڑھیا دوبارہ آگ میں گر پڑتی ہے۔

19- یوئر ہولی نیس (your holiness): عام طور پر یہ الفاظ پوپ یا دلائی لاما سے مخاطب ہونے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہاں رکیتن انہیں طنزیہ استعمال کر رہا ہے۔

20- سات بدروحیں: نقادوں کا خیال ہے کہ یہاں رکیتن کے ذہن میں مریم مگدلینی تھی۔ مریم مگدلینی طوائف تھی۔ ایک مرتبہ جب اسے معلوم ہوا کہ یسوع مسیح علیہ السلام کسی فریسی کے گھر کھانا کھا رہے ہیں، وہ وہاں پہنچی، اس نے یسوع مسیح علیہ السلام کے پاؤں اپنے آنسوؤں سے بھگو دیے، پھر انہیں اپنے سر کے بالوں سے پونچھا، چوما اور ان پر عطر ڈالا۔ اس پر یسوع مسیح بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے اس کے جسم سے سات بدروحیں نکال دیں (نیا عہد نامہ: لوقا: باب ۷، آیات 37 تا 50؛ باب 8، آیات 1 تا 2؛ مرقس: باب 16، آیت 9)۔ مریم مگدلینی اپنے گناہوں سے تائب ہو گئی اور یسوع مسیح کی سچی چیلی بن گئی۔ بعد میں اسے سینٹ کا درجہ دے دیا گیا۔

21- یہوداہ: پورا نام یہودا اسکریوتی۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں شامل تھا۔ پھر اس نے غداری کی اور چاندی کے تیس سکوں کے عوض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی حکام کے ہاتھوں پکڑوا دیا۔ اس نے یہ حرکت کیوں کی، اناجیل اربعہ اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالتیں۔ کہا جاتا ہے کہ بعد میں یہوداہ اپنے فعل پر پچھتایا اور اس نے خودکشی کر لی (نیا عہد نامہ: متی: باب 27، آیات 3 تا 5)۔ مسلمانوں کا عقیدہ اس کے برعکس ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ صلیب پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں (انہیں تو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا) بلکہ یہوداہ کو چڑھایا گیا تھا جس کی شکل غداری کی پاداش میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی کر دی گئی تھی۔

22- قانائی الجلیل: الجلیل (اناجیل اربعہ میں اسے گلیل لکھا گیا ہے) دریائے اردن کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ شمالی فلسطین کا ایک خطہ ہے (آج کل یہ اسرائیل میں شامل ہے)۔ قانائی اس خطے کا ایک قدیم گاؤں تھا۔ کہا جاتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اوّلین معجزہ یہیں ظہور پذیر ہوا تھا جب انہوں نے ایک شادی کی تقریب میں پانی کو شراب میں تبدیل کر دیا تھا۔ نیا عہد نامہ (یوحنا: باب

2، آیات 1-11) میں پوری تفصیل اس طرح ہے:

"پھر تیسرے دن (جب حضرت عیسیٰ کے ظہور کا غلغلہ بلند ہوا تو یہودیوں نے ان کی بابت معلوم کرنے کے لیے اپنے کاہن اور لاوی یروشلم سے بھیجے تھے اور یہ ان کی آمد کا تیسرا دن تھا) قانائی الجلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی۔ اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی۔ اور جب مے ہو چکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی۔ یسوع نے اس سے کہا: 'اے عورت، مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔' اس کی ماں نے خادموں سے کہا: 'جو کچھ یہ تم سے کہے وہ کرو۔' وہاں یہودیوں کی طہارت کے دستور کے موافق پتھر کے چھ مٹکے رکھے تھے اور ان میں دو دو تین تین من کی گنجائش تھی۔ یسوع نے ان سے کہا: 'مٹکوں میں پانی بھر دو۔' پس انہوں نے ان کو لبالب بھر دیا۔ پھر اس نے ان سے کہا: 'اب نکال کر میرِ مجلس کے پاس لے جاؤ۔' پس وہ لے گئے۔ جب میرِ مجلس نے وہ پانی چکھا جو مے بن چکا تھا اور جانتا نہ تھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے (مگر خادم جنہوں نے پانی بھرا تھا، جانتے تھے) تو میرِ مجلس نے دلہا کو بلا کر اس سے کہا: 'ہر شخص پہلے اچھی مے پیش کرتا ہے اور ناقص اس وقت جب پی کر چھک گئے مگر تو نے اچھی مے اب تک رکھ چھوڑی ہے۔' یہ پہلا معجزہ یسوع نے قانائی الجلیل میں دکھا کر اپنا جلال ظاہر کیا اور اس کے شاگرد اس پر ایمان لائے۔"

جب الیوشا حجرے میں داخل ہوا تو پادری فادر پائیسی اس پیرے اور اس کے بعد کی عبارت کی خواندگی کر رہا تھا۔

23- جھیل جینے سارت: اصل نام جھیل الجلیل ہے۔ جینے سارت Gennesaret یا Genezareth شاید روسی نام ہے۔

23-الف۔ سرسام: اسے اکثر انگریز مترجمین نے brain fever لکھا ہے (اور یہ لفظ ناول میں بار بار آیا ہے)۔ دستوئیفسکی نے روسی لفظ goryachka استعمال کیا تھا جو لاطینی febris acuta (شدید بخار) کا ترجمہ ہے۔ انیسویں صدی میں روسیوں کا خیال تھا کہ یہ بیماری خرابیٔ خون، دماغ یا جسم کے کسی عضو کے متورم ہونے سے ہوتی ہے۔

24- لیاگاوی: حصہ دوم کا حاشیہ نمبر 91 دیکھیں۔

25- "اوتھیلو... مخلص ہے": پوشکن کا یہ جملہ اس کی کتاب "ٹیبل ٹاک" (Table Talk) سے لیا گیا

ہے۔ اصلاً تو "ٹیبل ٹاک" اس گفتگو کو کہتے ہیں جو غیر رسمی طور پر کھانے کی میز پر کی جائے لیکن بعض مصنفین اپنی متفرق اور غیر مربوط تحریروں کے مجموعے کو "ٹیبل ٹاک" کا نام دے دیتے تھے۔ اس کی بہترین مثال انگریز مصنف ولیم ہیزلیٹ ہے جس کی "ٹیبل ٹاک" 1821 میں شائع ہوئی تھی۔ پوشکن نے بھی اپنی اس قسم کی تحریروں کا عنوان ولیم ہیزلیٹ سے ہی لیا تھا اور انگریزی عنوان یوں کا توں رہنے دیا تھا۔ تاہم اس کی یہ کتاب اس کی موت کے بعد شائع ہوئی تھی۔

26- ستولچی گرات: ایک شراب خانے کا نام۔ لفظی معنی "ام البلاد" یا "ملک کا سب سے بڑا یا اہم ترین" شہر ہیں۔ انگریزی میں اسے metropolis کہا جاتا ہے۔

27- ترگنیف: ایوان سرگی وچ ترگنیف (1818 تا 1883)۔ روسی ناول نگار، کہانی نویس، ڈراما نگار اور مصنف۔ اس کا مشہور ترین ناول "باپ بیٹے" ہے۔ یہاں اس کے ناولٹ "Enough: A Fragment from the Notes of a Deceased Artist" کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ دستوئیفسکی ترگنیف کے اس ناولٹ کی اپنے ناول "Devils" میں پہلے ہی پیروڈی کر چکا تھا اور ایک بار پھر وہ یہاں بھی یہی کام کر رہا ہے۔

28- کیف: آٹھویں صدی کا شہر۔ پہلے سوویت یونین میں شامل تھا، 1991 سے تو آزاد مملکت یوکرین کا صدر مقام ہے۔

29- سینٹ واروردا: اسے عام طور پر سینٹ باربرا کہا جاتا ہے (مغربی زبانوں کا b روسی میں v بن جاتا ہے)۔ جنوب مغربی ایشیائے کوچک کے ایک قدیم علاقے بتھینیا کے قصبے نکومیدیا کی خاتون۔ روایت کے مطابق اسے عیسائیت قبول کرنے کے جرم میں اس کے اپنے باپ نے 240 یا 306 میں ہلاک کر دیا تھا جس کے فوراً بعد اس پر آسمانی بجلی پڑی اور وہ خود بھی ہلاک ہو گیا۔ باربرا کو بعد میں "شہید" کا درجہ دے دیا گیا اور سینٹ بنا دیا گیا۔ اسے آتش بازوں، توپچیوں، گورکنوں، ماہرین تعمیرات، پتھر کی عمارتیں بنانے والے معماروں، آہن گروں، قلعوں اور اسلحہ خانوں کے محافظوں کی مربی سینٹ مانا جاتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ آسمانی بجلی یا آگ کی لپیٹ میں آ کر مرنے والوں، اچانک وفات پا جانے والوں اور توبہ کیے بغیر انتقال کر جانے والوں کی حفاظت کرتی ہے۔ اس قسم کی باتیں ماننے والوں کے گروہ کو 1969 میں ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ "The Book of Saints" (لندن، 1989) کے مصنفین اے اور سی بلیک کے مطابق جب مصور اس کی تصویر بناتے تھے، اس کے ایک ہاتھ میں مینار ہوتا تھا اور دوسرے پر شہادت کا نشان اور اس کے قدموں کے نیچے صلیبی جنگوں کے زمانے کا کوئی عرب مسلم (Saracen) ہوتا تھا۔ (یہ احیائے علوم کے زمانے کے نصرانی فن کاروں کا مسلمانوں کے خلاف بغض تھا جو ان سے یہ حرکت کراتا تھا، ورنہ خود

سینٹ باربرا تو اسلام کے ظہور سے بہت پہلے کی خاتون تھی۔)

30- شچیدرن: شچیدرن (Shchedrin) روسی ادیب مائیکل سالتی کوف (1826-1889) کا قلمی نام تھا۔ وہ دستوئیفسکی کا حریف تھا اور دستوئیفسکی اس کے ساتھ اکثر قلمی مباحثوں میں الجھتا رہا تھا۔ ڈیوڈ میکڈف کا خیال ہے کہ اگرچہ یہاں بھی دستوئیفسکی سالتی کوف کو نشانۂ مشق بنا رہا ہے مگر مادام خوخلاکووا کا خط ایک ایسے خط کی طرز میں پیش کیا گیا ہے جو دستوئیفسکی کو اس کی کسی گمنام خطوط نویس نے لکھا تھا۔

31- "The Modernist": ایک روسی مجلہ۔ زیادہ تر انگریز مترجمین نے اسے "Contemporary" (معاصر) لکھا ہے۔ میں نے اگناٹ ایوی کے تتبع میں "The Modernist" کو ترجیح دی ہے کیونکہ ناول کے متن میں یہ زیادہ موزوں ہے۔ یوں تو اس مجلے کا آغاز 1836 میں پوشکن نے کیا تھا لیکن یہ بہت جلد روس کے انقلابی جمہوریت پسندوں کا ترجمان بن گیا۔ اس پر سنسر والے اکثر اعتراض کرتے رہتے تھے اور 1866 میں انہوں نے اسے بند کرا کر ہی دم لیا۔ شچیدرن کچھ عرصہ اس کا شریک مدیر (Co-editor) رہا تھا۔ یہاں دستوئیفسکی اپنے مخالفین کو مادام خوخلاکووا کے ساتھ وابستہ کر کے ان کی بھد اڑا رہا ہے۔ (اس سے پہلے وہ ترگنیف کے ساتھ یہی سلوک کر چکا ہے۔)

32- "خاموشی... دیتی": پوشکن کی منظوم پریوں کی کہانی، "رسلان اور لدملا" کا یہ مصرعہ ذرا سی تبدیل شدہ شکل میں لیزا کے ذہن میں آتا ہے اور موقع محل کے عین مطابق ہے۔ روسی پوشکن سے بچپن ہی میں واقف ہو جاتے ہیں اور اگر لیزا خلر کے حوالے دے سکتا ہے، پھر وہ یقیناً پوشکن کا حوالہ بھی دے سکتا ہے۔ تاہم اس نے مصرعے میں جو تبدیلی کی ہے، ترجمے میں اسے بیان کرنا ناممکن ہے۔ اصل نظم میں مصرعہ بالکل مختلف متن کے حوالے سے آیا ہے، تاہم اسے یہاں نقل کرنا نامناسب نہیں ہوگا:

"اسے نیند نہیں آتی، وہ اپنی توجہ دگنی کر دیتی ہے/ وہ بے حس و حرکت لیٹی اندھیرے میں دیکھتی ہے.../ سب کچھ دھندلا ہے، موت آسا خاموشی میں لپٹا ہوا ہے!/ (اسے) صرف دل کی دھڑکن سنائی دیتی ہے/ خاموشی سرگوشیاں کرتی ہے۔"

33- گلڈر، ایلڈر: گلاب نما جھاڑیاں۔ ان پر سفید پھول اگتے ہیں۔

34- "گلڈر کی... سرخ ہیں!": اس مصرعے کا اصل مصنف کون ہے، نقاد معلوم نہیں کر سکے۔

35- پلینتکوف: ڈیوڈ میکڈف کے مطابق جس دکان یا سٹور کا نقشہ یہاں کھینچا گیا ہے، اس سے ملتا جلتا سٹور روسی قصبے ستاریا روسا میں واقع تھا۔ دستوئیفسکی نے اپنا بچپن اسی قصبے میں گزارا تھا اور اس کا باپ اس سٹور کا باقاعدہ گاہک تھا۔ یہ ناول لکھنے کے دوران میں بھی وہ بیشتر وقت اسی قصبے میں مقیم

رہا تھا۔

36- سٹراس برگ (Strasbourg): انگریز اس شہر کا تلفظ "سٹرازبرگ" اور فرانسیسی "سٹراس بر" کرتے ہیں۔ یہ فرانسیسی شہر جرمن سرحد کے قریب واقع ہے۔ 1870 میں اس پر جرمنوں نے قبضہ کر لیا تھا لیکن جنگِ عظیم اول کے بعد یہ دوبارہ فرانس کو مل گیا تھا۔ آج کل یہ کونسل آف یورپ اور یورپی پارلیمنٹ کا صدر مقام ہے۔ ہو سکتا ہے وہاں کی پائیاں بہت مشہور ہوں۔ پائی (pie) سموسے سے ملتی جلتی ہے، اس کے اندر پھل، گوشت یا سبزیاں بھری جاتی ہیں۔ اور اسے bake (بیک) کر کے پکایا جاتا ہے۔

37- سِگ (sig): سامن مچھلی کی ایک قسم۔ تازہ پانیوں میں پائی جاتی ہے۔

38- فیبس (phoebus)، خداوند کی حمد و ثنا کرتا ہوا: تیا نے یہاں اصنام پرستی اور عیسائیت کو یک جا کر دیا ہے۔ فیبس سورج دیوتا اپالو کا دوسرا نام ہے۔ "خداوند کی حمد و ثنا کرتا ہوا" (اردو بائبل نے "تمجید اور حمد کرتا ہوا" کی ترکیب استعمال کی ہے) کی ترکیب نیا عہد نامہ: لوقا: باب 2، آیت 20 اور رسولوں کے اعمال: باب 3، آیت 8 میں استعمال ہوئی ہے۔

39- مسترپوک: مسترپوک تمریوکووچ ایک لوک منظوم قصے کا کردار ہے۔ وہ سو رہا تھا کہ کسی نے اس کے کپڑے اتار لیے اور یہی اس کی کل متاع تھی۔

40- عورت کے دل... قرار نہیں ہے: یہ سطور روسی شاعر تیوت چیف کی نظم "ماتمی دعوت" (1851) سے لی گئی ہیں۔ تیوت چیف کی نظم بذاتِ خود جرمن شاعر اور ڈراما نگار شلر کی نظم "Das Siegesfest" (جشنِ فتح) کا آزاد ترجمہ ہے۔ اس شعر میں اشارہ اگامیمنون کی بیوی کلائی تیم نیسترا کی طرف ہے۔ عظیم یونانی شاعر ہومر کی نظم "ایلیاڈ" کے مطابق جب ٹرائے کا شہزادہ پارس یونان کی خوبصورت ترین عورت ہیلن اٹھا کر لے گیا، تو یونانیوں کو، جو اس زمانے میں متعدد ریاستوں میں منقسم تھے، سخت طیش آیا۔ وہ متحد ہو گئے اور ایک ریاست مائی سینائی کے سربراہ اگامیمنون کی قیادت میں ٹرائے پر حملہ آور ہو گئے۔ اگامیمنون کی غیر حاضری میں اس کی بیوی کلائی تیم نیسترا ایک شخص اجستھس کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھانے لگی اور جب دس سال کی غیر حاضری کے بعد اگامیمنون واپس آیا تو دونوں نے مل کر اسے قتل کر دیا۔ (بعد میں اس کے بیٹے اورستیز اور بیٹی الیکٹرا نے ماں کو قتل کر کے باپ کے قتل کا انتقام لے لیا۔)

41- یولی سس: (محمد سلیم الرحمٰن نے اپنی کتاب "مشاہیر ادب: یونانی" میں اس کا نام اوڈیسیوس لکھا ہے)۔ یولی سس بھی یونانیوں کے ساتھ ٹرائے کی جنگ میں شریک ہوا تھا۔ جنگ کے بعد واپسی کے دوران میں اس کا جہاز طوفان میں گھر گیا اور راستے سے بھٹک گیا۔ یوں وہ متعدد سال ادھر ادھر بھٹکتا پھرا۔

ہومر نے اس کی ان سالوں کی داستان اپنی نظم "اوڈیسی" میں رقم کی ہے۔ (محمد سلیم الرحمٰن نے اس کا ترجمہ "جہاں گرد کی واپسی" کے نام سے کیا ہے۔) اوپر حاشیہ نمبر 40 میں جس شعر کا ذکر کیا گیا ہے، تیا نے یونہی اسے یولی سس سے منسوب کر دیا ہے۔ ویسے اس کے ذہن میں اپنی محبوبہ گرشینکا

ہے۔

42- پودیووکا: ایک قسم کا بغیر آستین کوٹ۔ روسی کسان اور تاجر پہنتے تھے۔

43- آرمیاک: کسانوں کا اوور کوٹ۔ کھردرے اور بھاری کپڑے سے بنایا جاتا تھا۔

44- "میں غمگین ہوں..." : یہ ہیملیٹ کے اصل الفاظ نہیں۔ ہیملیٹ نے جو کچھ کہا تھا، تیا اسے اپنی الفاظ میں بیان کر رہا ہے۔ ہیملیٹ کے اصل الفاظ تھے: "دوست، میرے دل میں اتھل پتھل مچی ہوئی ہے۔" ہیملیٹ نے یہ الفاظ ڈرامے کے پانچویں ایکٹ کے دوسرے سین کے شروع میں اپنے دوست ہوریشو سے کہے تھے۔ دراصل اس کی اداسی اور پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے باپ کی موت کا انتقام نہیں لے سکا تھا۔

45- افسوس، بے چارہ یورک (yorick): ہیملیٹ کے یہ الفاظ ڈرامے کے پانچویں ایکٹ کے پہلے سین سے لیے گئے ہیں۔ ہیملیٹ اور اس کا دوست ہوریشو پھرتے پھراتے گرجے سے ملحقہ قبرستان میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں ان کی ملاقات دو مسخروں سے ہوتی ہے جو بیلچے اور کدالیں لیے وہاں آتے ہیں۔ وہاں ایک مسخرہ ہیملیٹ اور ہوریشو کی توجہ ایک کھوپڑی کی طرف دلاتا ہے جو اس کے بقول وہاں تئیس سال سے پڑی تھی۔ اور وہ انہیں یہ بھی بتاتا ہے کہ کھوپڑی شاہی مسخرے یورک کی ہے۔ اس پر ہیملیٹ کہتا ہے: "افسوس، بے چارہ یورک! ہوریشو، میں اسے جانتا تھا، یہ بڑا ہی مسخرہ اور حاضر جواب تھا... اب یہاں کیسی شکل بنائے پڑا سوچ رہا ہے۔ میرا دل کانپ رہا ہے، تمہارے وہ ہونٹ کہاں ہیں؟ تمہاری ہنسی کہاں ہے؟ تمہارے گانے کہاں ہیں؟ تمہارا گوشت پوست کیا ہوا؟..." پھر ہیملیٹ کہتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کی ماں کا حال بھی یہی ہوگا۔ سکندر اعظم، روم کے سیزر اور دوسرے عظیم لوگوں کا حشر بھی ایسا ہی ہوا ہوگا۔ دفنانے کے بعد "ان کی مٹی خاک میں مل گئی ہوگی اور مٹی بن گئی ہوگی۔" اگر کچھ باقی بچتا ہے تو صرف کھوپڑی۔ (ترجمہ فراق گھورکھپوری)

46- آخری کہانی: یہ ترکیب پوشکن کے المیے (ٹریجڈی) "بورس گودونوف" سے لی گئی ہے۔ اس کے ایک کردار پائی مین کے خود کلامیہ کی یہ ابتدائی سطور میں موجود ہے:

تاہم ایک اور، ایک آخری کہانی—
اور میری داستان اختتام کو پہنچ جائے گی۔

47- جب خداوند ... جہنم پہنچ گئے: نقادوں کا خیال ہے کہ یہ عبارت ایک روسی لوک کہانی "خداوند کی ابتدائی پاک باز ماں کا خواب" سے مشتق ہے۔ اس کہانی کو متعدد روسی مصنفین نے اپنے اپنے انداز سے تحریر کیا ہے اور اس کے مطابق حضرت عیسیٰ نے "مصلوب" کیے جانے کے بعد جہنم کا دورہ کیا تھا۔

48- ذیل: ذیل یا ٹرین (train) کپڑے کا خاصا لمبا ٹکڑا ہوتا ہے۔ اسے عورتوں کے لباس کے پچھلے حصے کے ساتھ منسلک کر دیا جاتا ہے اور یہ زمین پر گھسٹتا رہتا ہے۔ اونچے خاندانوں اور شاہی گھرانوں کی خواتین اسے اٹھائے رکھنے کے لیے خاص ملازمائیں رکھتی ہیں۔ ڈریس مغربی عورتوں کا وہ لباس ہوتا ہے جس میں قمیص اور سکرٹ اکٹھے سلے ہوتے ہیں۔

48-الف۔ چرنیا یا چرنی: غالباً یہ اس چرنیا یا چرنی کی طرف اشارہ ہے جو بحیرہ کیسپین کے شمالی ساحل پر واقع ہے۔ اس کی شہرت کا سبب یہ ہے کہ یہاں مچھلی کے شوقیہ اور پیشہ ور شکاری کثیر تعداد میں آتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ کسی قریبی گاؤں کا نام معلوم ہوتا ہے۔

49- Panie: اس باب میں بار بار پولستانی الفاظ اور تراکیب استعمال ہوئی ہیں۔ چونکہ روسی اور پولستانی زبانوں میں اچھی خاصی مماثلت پائی جاتی ہے، چنانچہ پولستانی زبان میں جو کچھ کہا جا رہا ہے، اس کا بیشتر حصہ روسیوں کے لیے سمجھنا کوئی خاص دشوار امر نہیں ہو گا۔ دوسروں سے مخاطب ہونے کے لیے جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں، ان پر اس بات کا خاص طور پر اطلاق ہوتا ہے۔ پولستانی pan انگریزی Mr (جناب) کا مترادف ہے۔ pani کا بالکل صحیح مفہوم Mrs (بیگم) ہے۔ لیکن روزمرہ کی گفتگو میں اسے miss (آنسہ) کے معنوں میں بھی استعمال کر لیا جاتا ہے۔ جب کسی شخص کو خطاب کرنا مقصود ہو، تو panie (انگریزی sir) استعمال ہو گا۔ panie کی جمع panowie ہے۔ عورت سے مخاطب ہوتے وقت وہی pani بولا جاتا ہے۔ جہاں تک باقی پولستانی الفاظ اور تراکیب کا تعلق ہے، دستوئیفسکی نے انہیں اچھا خاصا مسخ کر دیا ہے اور اس نے جو کچھ کیا ہے، اس کا ترجمے میں اظہار ممکن نہیں۔ اس نے دونوں پولستانیوں کو خود بین احمق بنا کر ہی پیش نہیں کیا بلکہ ان کی پولستانی زبان کو سیرلی (Cyrillic) رسم الخط میں لکھ دیا ہے اور یہ ایک ایسی اشتعال انگیز حرکت ہے جسے کوئی بھی پولستانی معاف نہیں کر سکتا کیونکہ دوسرے کیتھولک سلافوں (Slavs) کی طرح پولستانی بھی اپنی زبان رومن رسم الخط میں تحریر کرتے ہیں اور رہا سیرلی رسم الخط، اسے وہ مردود قرار دیتے ہیں اور اس پر تین حرف بھیجتے ہیں۔ یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ دستوئیفسکی فرانسیسی یا جرمن تحریروں کو سیرلی رسم الخط میں لکھنے سے احتراز کرتا ہے۔ مزید برآں، دستوئیفسکی کے ناول کے پولستانی کردار جو پولستانی زبان استعمال کرتے ہیں، اکثر صورتوں میں وہ اصل زبان کی مسخ شدہ صورت ہے اور روسی

انداز کی ہے۔ پھر ذہنوں میں شک یوں جھٹکا گیا ہے کہ دستوئیفسکی ان مقامات پر بھی پولستانی الفاظ اور تراکیب کا ترجمہ قوسین میں دے دیتا ہے جو آسانی سے روسیوں کی سمجھ میں آ سکتے ہیں۔
(اگنات ایوی)

50- Krolowa: گروشینکا ٹھیک کہہ رہی ہے۔ یہ لفظ روسی لفظ korolevа (ملکہ) کے قریب تر ہے۔
(رچرڈ پیور اور لاریسا ولوخونسکی)۔

51- اُلان (uhlan): یورپی فوجوں کا گھوڑسوار سپاہی یا افسر۔ یہ لفظ ترکی زبان کے لفظ oglan (جس کے معنی "نوجوان" یا "ملازم" ہیں) کی یورپی شکل ہے۔ انگریزی میں یہ پولستانی سے براستہ جرمن اور فرانسیسی داخل ہوا تھا۔

52- Agrippina: روسی اگرافینا (Agrafena) پولستانی زبان میں اگرپینا (Agrippina) بن جاتی ہے۔

53- مردہ روحیں: نکولائی گوگول (1809 تا 1852)۔ روس کا ایک عظیم ناول نگار، ڈراما نویس اور افسانہ نویس۔ اس کی مشہور ترین تحریروں میں "گورنمنٹ انسپکٹر" (ڈراما: 1836)، "اوور کوٹ" (افسانہ: 1835) اور "مردہ روحیں" (ناول: 1842) شامل ہیں۔ "مردہ روحیں" کے حصہ اول کے چوتھے باب کے اواخر میں ایک ایسے زمیندار کا ذکر کیا گیا ہے جس کا نام ماکسی موف ہے۔ دستوئیفسکی اپنے اس ورے میں گوگول کے تمثیلی ناول کے جو مزید حوالے دیتا ہے، ان کا تعلق بھی اسی باب سے ہے۔

54- تمثیلی (allegorical): "مغربی ادب کی ایک صنف تمثیل، مثالیہ یا قصہ رمزیہ (allegory) کہلاتی ہے۔ اس میں سطحی یا ظاہری معنی کے در پردہ دوسرا اور اصلی معنی ہوتا ہے۔ تمثیل کے کرداروں کی اپنی انفرادی شخصیت نہیں ہوتی بلکہ ہر فرد کسی مجرد خیال کی تجسیم ہوتا ہے اور ان کے ناموں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے: زنا کاری، غرور، عفت، علم وغیرہ۔ تمثیل نثر میں بھی ہوتی ہے اور نظم کی شکل میں بھی۔" (کلیم الدین احمد)

55- فینارڈی: اس زمانے کا ایک مشہور شعبدے باز۔

56- میمزیل (Mamselle): Mademoiselle کا مخفف ہے۔ غیر شادی شدہ فرانسیسی دوشیزہ کے نام سے پہلے بطور احترام لگایا جاتا ہے اور اسے مخاطب بھی اسی لفظ سے کیا جاتا ہے۔ انگریزی لفظ Miss کا مترادف سمجھیں۔

57- پیٹاں: حصہ اول میں حاشیہ نمبر 166 دیکھیں۔

58- مقولہ (Epigram): مغربی زبانوں کا مشترک لفظ۔ لاطینی سے آیا ہے۔ epigram ایک مختصر مگر

پُرمغز بیان ہوتا ہے جس میں کوئی اچھوتا خیال نہایت نفیس انداز سے ادا کیا جاتا ہے۔ انگریزی کے مشہور ادیب آسکر وائلڈ نے لکھا ہے:

Man is a rational animal who always loses his temper when he is called upon to act in accordance with the dictates of reason.

اس کی ابتدا عمارتوں پر کتبوں کی صورت میں ہوئی۔ اس کے بعد اس کا اطلاق مختصر طنزیہ نظموں پر ہونے لگا۔ انگریزی میں ڈاکٹر جانسن اور بائرن کے مقولے بہت مشہور ہیں۔ پروفیسر کلیم الدین احمد نے epigram کا ترجمہ "لطیفہ" کیا ہے۔ مولوی عبدالحق نے اسے "چٹکلا" بھی لکھا ہے۔

59۔ بوائیلو: Nicholas Boileau (1636 تا 1711): فرانسیسی نقاد اور شاعر۔ (فرانسیسی اس کے نام کا تلفظ "بوالو" اور انگریز "بوائیلو" کرتے ہیں۔) بوائیلو کی خاص اہمیت یہ ہے کہ اسے فرانسیسی ادبی تنقید کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی مقصدی نظم "Art poetique" (شاعری کا فن) میں بندش اور تنقید کے اصول وضع کیے گئے ہیں۔ روسی زبان میں اس کا بہت بھدا ترجمہ ہوا تھا۔ اس پر روسی شاعر اور ڈراما نگار آئی۔ اے۔ کرائیلوف (1769 تا 1844) اتنا بھنایا کہ اس نے apigram کی صورت میں اس کی پیروڈی لکھ دی۔ یہ لائن اسی پیروڈی سے لی گئی ہے۔

60۔ تم سافو ہو... جاتا ہے: یہ سطور ایک روسی شاعر کانستانتین باتیوشکوف (1787 تا 1855) کے ایک epigram سے لی گئی ہیں۔ سافو (اسے اردو میں سیفو یا سافو بھی لکھا جاتا ہے) (630ق م تا 570) زمانہ قدیم کی یونانی شاعرہ تھی۔ اگرچہ روایت کے مطابق اس کی نظموں میں ایک عورت کی دوسری عورت سے عشق و محبت کی روداد بیان کی گئی ہے لیکن وہ خود ایک نوجوان پر، جس کا نام فاؤن (phaon) تھا، مرمٹی تھی مگر فاؤن نے، جو بالطبع زن بیزار تھا، اس کی طرف کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ دل شکستگی کے عالم میں سافو نے ایک چٹان سے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ محمد سلیم الرحمٰن (دیکھیں ان کی کتاب: "مشاہیر ادب، یونانی") کے مطابق یہ ساری باتیں غلط ہیں اور متاخرین نے اس لیے گھڑ لیں کیونکہ انہیں ایک عورت کا شاعر ہونا پسند نہیں آ سکا تھا۔ "سافو کی شکل صورت واجبی، قد چھوٹا اور رنگ سانولا تھا۔" اس نے شادی کی تھی، ایک بیٹی کی ماں تھی اور اس بیٹی سے اسے بہت پیار تھا۔ اس کی صرف ایک نظم مکمل صورت میں دستیاب ہے۔ باقی نظموں کے تتر بتر بند یا اکا دکا شعر ملتے ہیں۔ باتیوشکوف نے اپنی نظم میں ایک ناکام شاعرہ اے۔ پی۔ بُنین کی پیروڈی کی ہے اور اسے مشورہ دیا ہے کہ سافو کی طرح وہ بھی سمندر میں ڈوب مرے۔

61۔ Ci-git... academicien: "یہاں پیاں آرام کر رہا ہے جو (زندگی میں) کچھ بھی نہیں تھا، یہاں تک کہ اکادمی کا رکن بھی نہیں تھا۔" فرانسیسی ادیبوں کی اکادمی (Academie francaise) کا رکن منتخب ہونا بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا ہے مگر جب پیاں اس اعزاز سے محروم رہا تو اس نے یہ طنزیہ کتبہ لکھ مارا۔

62۔ بوڑھی دادی اماں: یہ ایک اور روسی ناول نگار ایوان الیکساندرووچ گونچاروف (1812 تا 1891) کے ناول The Precipice (1869) کی اختتامی سطور کی طرف طنزیہ اشارہ ہے جہاں روس کو ایک عظیم اور دیو قامت ماں کی حیثیت سے پکارا گیا ہے۔ (ویسے گونچاروف کو جس ناول نے لازوال شہرت بخشی وہ "اوبلم اوف" ہے۔ اسے روسی حقیقت نگاری کے عظیم ترین شاہکاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔)

63۔ 1772: پولینڈ نے ہمیشہ ایک آزاد اور متحد ملک کی حیثیت سے اپنی شناخت قائم رکھنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے ہمسائے اس کے اکثر حصے بخرے کرتے رہے ہیں۔ پولینڈ کو پہلی مرتبہ 1772 میں تقسیم کیا گیا اور تین ممالک ـــــ روس، پرشیا (موجودہ جرمنی) اور آسٹریا میں بانٹ دیا گیا۔ اس پر پولستانی بہت تلملائے اور اپنے نئے مالکوں کو برا بھلا کہنے لگے۔ جنگ عظیم دوم کے آغاز پر بھی جرمنی اور روس نے پولینڈ کو آپس میں بانٹ لیا تھا۔

64۔ پودوایسوکی: دستوئیفسکی نے 16 نومبر 1879 کو اپنے ایک خط میں اپنے پبلشر این اے لیوبی موف کو لکھا تھا کہ اس نے مختلف سالوں میں یہ واقعہ تین مرتبہ سنا تھا۔

65۔ زلوتی: لفظی معنی "طلائی"۔ اس زمانے کے پولینڈ کے بنیادی سکے کا نام۔ سونے کا بنایا جاتا تھا۔

66۔ دس لاکھ: متکلم نے غالباً سمجھا تھا کہ پودوایسوکی نے جوئے کی میز پر پڑی رقم کا ہزار گنا داؤ پر لگایا تھا، تبھی جیت کی رقم دس لاکھ بنے گی۔

67۔ سدوم: فلسطین کا قدیم شہر۔ غالباً بحر مردار کے جنوب میں واقع تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام کے زمانے میں یہ اور اس کا قریبی شہر عمورہ بدی کے مرکز بن چکے تھے۔ چنانچہ خدا نے ان پر گندھک اور آگ برسائی اور ان دونوں شہروں اور ان کے باشندوں کو غارت کر دیا۔

68۔ "جھونپڑی... رقص کرنے دو": یہ الفاظ ایک روسی chastushka (روسی رقص سنگیت) کے ہیں۔ (ڈیوڈ میکڈف)

69۔ نیا گیت: اپنے پبلشر این۔ اے۔ لیوبیوف کے نام ایک خط (مورخہ 16 نومبر 1879) میں دستوئیفسکی نے لکھا تھا کہ اس نے یہ گیت "حقیقی زندگی سے" خود نقل کیا تھا اور اس نے اسے "موجودہ روسی کسانوں کی تخلیقی صلاحیتوں" کی مثال قرار دیا تھا۔ (رچرڈ پیور اور لاریسا ولوخونسکی)

70۔ sabotiere: ایک دیہاتی رقص جسے clog (کھڑاؤں سے ملتی جلتی جوتی جس کا تلا لکڑی کا ہوتا ہے) پہن کر کیا جاتا ہے۔ انگریزی clog کی فرانسیسی sabot ہے۔

71- اس پیالے کو... ہٹا لے: (نیا عہدنامہ: مرقس: باب 14، آیت 36؛ لوقا: باب 22: آیت 42)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی حواریوں کے ساتھ اپنی زندگی کا جو آخری کھانا کھایا تھا، اس کے دوران میں (نیا عہدنامہ کے مطابق) انہوں نے روٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ "یہ میرا جسم ہے" اور انگور کے شیرے کے پیالے کے متعلق کہا تھا: "یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو دوسروں کے لیے بہایا جاتا ہے۔" اس کے بعد انہوں نے دعا کی: "اے باپ... اس پیالہ کو میرے پاس سے ہٹا لے..."

72- چھوٹا سا سور...: متعدد روسی لوک گیتوں کے ٹیپ کے بند۔

73- ٹانگیں چھریری...: بوجھ بیلی گیت کا جزو۔

74- podlajdak: اصل میں تیا نے پولستانی لفظ lajdak (لفنگا، پاجی) سے پہلے روسی سابقہ pod (sub: تحتی، فروتر وغیرہ) لگا دیا ہے۔

75- عدالتی تحقیقات: "ابتدائی تحقیقات کے دوران میں دہری سے تین اشخاص —— چیف آف پولیس، تحقیقاتی مجسٹریٹ اور سرکاری وکیل (یا وکیل استغاثہ) —— پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ (میں نے اس حصے میں سرکاری وکیل اس لیے لکھا ہے کیونکہ وکیل استغاثہ کے فرائض تو غیر سرکاری وکیل بھی ادا کر سکتا ہے لیکن وہ مقدمے کی تحقیقات نہیں کر سکتا۔ مترجم) برطانوی (اور پاکستانی) نظام میں مشتبہ سے پوچھ گچھ صرف پولیس کرتی ہے۔ فرانسیسی نظام میں ابتدائی تحقیقات تو پولیس ہی کرتی ہے مگر جب مشتبہ پر الزام عائد کر دیا جاتا ہے، تب juge d'instruction (تحقیقاتی مجسٹریٹ) نیم رسمی طور پر ملزم سے پوچھ گچھ کرتا ہے اور پھر فیصلہ کرتا ہے کہ آیا اتنا ثبوت حاصل ہو گیا ہے جو اس پر مقدمہ چلانے کے لیے کافی گردانا جا سکے۔ مگر جدید مغربی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات بہت عجیب نظر آئے گی کہ چیف آف پولیس کے ساتھ تحقیقاتی مجسٹریٹ ہی نہیں بلکہ وہ شخص بھی آیا ہے جس نے بعد ازاں ملزم کے خلاف بطور وکیل استغاثہ مقدمے کی پیروی کرنا ہے۔

"جب ہم مغرب سے مشرق کی طرف آتے ہیں تو انصاف کی تینوں شاخوں کے —— تحقیقات کرنے والی (پولیس)، مقدمے کی پیروی کرنے والے (وکیل استغاثہ) اور مقدمے کی سماعت کرنے والے (جج) —— فرائض کے بارے میں کنفیوژن بڑھنے لگتا ہے۔ جب روس میں کمیونسٹ حکومت کا قیام عمل میں آیا، تو معاملہ مزید آگے نکل گیا۔ تحقیقاتی کارروائی کے دوران میں Prokuror (Prosecutor یا وکیل استغاثہ) کا دفتر ملیشیا (پولیس) کے متوازی کام کرتا تھا اور وہی یہ فیصلہ کرتا تھا کہ اتنی شہادتیں جمع ہو گئی ہیں جو مقدمہ چلانے کے لیے کافی ہیں اور مقدمے کی پیروی بھی وہی کرتا تھا۔ زاروں اور کمیونسٹوں کے نظاموں میں فرق یہ تھا کہ زاروں کے عہد میں

(1) جج اور وکلائے صفائی کا وکیل استغاثہ کے دفتر سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا تھا اور وہ عام طور پر اپنی صوابدید کے مطابق آزادانہ کام کرتے تھے۔ (2) جج کی مدد کے لیے جیوری منتخب کی جاتی تھی۔ (پاکستان میں بھی جیوری سسٹم موجود تھا لیکن ایوب خاں کی حکومت نے اسے ختم کر دیا اور مقدمات چلنے والوں کو مجسٹریٹوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ مترجم) سوویت نظام میں مجسٹریٹ یا جج کے ساتھ دو نام نہاد 'اسیسرز' (Assessors) بیٹھتے ضرور تھے مگر کسی ملزم کو بری شاید ہی کبھی کیا جاتا تھا۔" (امکانات ایوی) امریکا میں پولیس سرکاری وکیل یا ڈسٹرکٹ اٹارنی کی ہدایات کے مطابق تحقیقات کرتی ہے۔

76- مساوی عہدہ: زار کے عہد کی پولیس اور دوسری سول ملازمتوں میں فوج کے کرنل کے مساوی عہدہ رکھنے والوں کو سٹیٹ کونسلر درجہ پنجم کہا جاتا تھا۔

77- یرالاش (yeralash): وسٹ (whist) سے مشابہ ایک تاش کا کھیل۔

78- اذیتوں میں روح کا سفر: روسی عقیدہ معاد یا آخرت (Russian Orthodox eschatology) (دینیات کا وہ حصہ جو موت، آخرت اور روح اور بنی نوع انسان کے آخری مقدر کو زیر بحث لاتا ہے) کے مطابق جب انسان کے انتقال کے بعد اس کی روح آسمان کی جانب پرواز کرتی ہے، اس کی راستے میں بدروحوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ یہ بدروحیں انسانی روح کو طرح طرح کی اذیتوں (ان کی کل تعداد بیس بیان کی جاتی ہے) میں سے گزارتی اور اسے جہنم میں دھکیلنے کی کوشش کرتی ہیں۔ صرف پارسا اشخاص اور اولیا کی روحیں ان اذیتوں سے بچ پاتی ہیں۔ رچرڈ پیور اور لاریسا ولوخونسکی کے مطابق یہاں نکتہ یہ ہے کہ تیا کی روح استعاراتی طور پر نہ صرف اذیت بھگت رہی ہے بلکہ اوپر بھی اٹھ رہی ہے: چنانچہ یہ سفر "پاکیزگی" کا سفر ہے۔ ("تصریحات، ماخذ اور پس منظر" والے حصہ میں مضمون "چند تصریحات" بھی دیکھیں۔)

79- دیو جانس: دیو جانس (323 تا 404 ق م)، جسے عام طور پر دیو جانس کلبی (Diogenes the Cynic) کہا جاتا ہے، قدیم یونان کا فلسفی تھا۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ دن کے وقت ہاتھ میں چراغ لے کر ایتھنز کی گلیوں میں پھرا کرتا تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا: "یہ آپ کیوں کر رہے ہیں؟" تو اس نے جواب دیا: "میں سچا انسان تلاش کر رہا ہوں۔" ایک اور چیز جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہا کرتی تھی اور جسے وہ سر پر اٹھائے اٹھائے پھرتا تھا، وہ اس کا پیپا تھا۔ اسی میں وہ رات کو سوتا اور دن کو آرام کرتا تھا۔ اس کی شہرت دور دراز تک پھیل گئی اور سکندر اعظم کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ سکندر اعظم کو بہت تعجب ہوا اور اس نے خود اس سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے دیو جانس سے کہا، "میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟" فلسفی نے جواب میں صرف اتنا کہا، "ذرا دھوپ چھوڑ کر

ٹکڑے ہو جائیں۔" سکندرِ اعظم کو اس کی آزاد روی اتنی پسند آئی کہ اس نے اپنی درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا، "اگر میں سکندر نہ ہوتا تو دیو جانس بننے کی خواہش کرتا۔"

80۔ "سر جھکا دو... چپ ہو جاؤ": روسی شاعر الیف تیوت چیف کی نظم Silentium کا غلط سلط اقتباس۔

81۔ passons: آئیں، ہم اگلی بات کریں۔

82۔ بارھواں گریڈ: سول اور فوجی ملازمتوں میں گریڈوں کا نظام پیٹر اعظم نے 1722 میں متعارف کرایا تھا۔ پورا نظام چودہ گریڈوں پر مشتمل تھا اور چودھواں گریڈ نچلا ترین تھا۔ پاکستان میں یہ نظام 22 گریڈوں پر مشتمل ہے لیکن یہاں سب سے نچلا پہلا گریڈ ہے۔

83۔ گھاس کے سپاٹ میدان: جنوب مشرقی یورپ اور سائبیریا میں بعض ایسے ہموار خطے ہیں جہاں درخت بالکل نہیں ہوتے، صرف گھاس اگتی ہے یا اگائی جاتی ہے۔ روسی زبان میں اس قسم کے علاقے کو step اور انگریزی میں steppe کہا جاتا ہے۔

84۔ بجلی کڑک چکی ہے: یہ اس روسی کہاوت کی صدائے بازگشت ہے: جب تک مرجھک کو بجلی کی کڑک سنائی نہیں دے گی، وہ سینے پر صلیب کا نشان نہیں بنائے گا۔ 16 نومبر 1879 کو اپنی پبلشر لیوبی موف کے نام خط میں دستوئیفسکی نے اپنا پورا زور لگاتے ہوئے لکھا تھا: مرجھکوں کا یہ وتیرہ دنیا کے کردار پر پوری طرح چسپاں ہوتا ہے۔

حصہ چہارم

1۔ "خنک اور نوکیلی" ہوا: دستوئیفسکی نیکراسوف کی نظم "بارش سے پہلے" (1846) کی ترکیب استعمال کر رہا ہے۔

2۔ ایس سماراگ دوف: ایک روسی مصنف تھا۔ اس کی جس کتاب کا یہاں حوالہ دیا گیا ہے، اس کا نام "A Short Outline of General History for Schools" ہے۔ یہ کتاب سینٹ پیٹرزبرگ میں چھپی تھی اور 1845 تک اس کے کئی ایڈیشن نکل چکے تھے۔ اس کتاب میں ٹرائے کے بانیوں کا کوئی ذکر نہیں، تاہم اس کی دوسری کتاب 'A Guide to Ancient History for High Schools' (اس کے بھی متعدد ایڈیشن شائع ہوئے تھے) میں دو نام دیے گئے تھے۔ ان میں سے ایک Tros اور دوسرا اس کا بیٹا Ilus ہے۔ (اگنات ایوس) ویسے ٹرائے کا ایک نام Ilium بھی ہے۔ (مترجم)

3۔ کتنی خطرناک ہے تمہاری عمر: بچوں کے لیے روسی ادیب ایوان دمتریف (1760 تا 1837) کی منظوم کہانی، "بلی، مرغا اور چوہا" کا ایک مصرع۔

4۔ ماسٹف (mastiff): ایک یورپی کتا۔ بہت جسیم ہوتا ہے۔ اس کے کان اور ہونٹ لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ ماسٹف کو روسی میں Medelyansky hound کہا جاتا ہے۔ Medelyansky کا ماخذ Mediolanum ہے جو لاطینی زبان میں اطالوی شہر میلان (Milan) کا نام ہے۔

5۔ بہترین بازگشش: ڈیوڈ میگارف کا خیال ہے کہ دستوئیفسکی نے یہ تصور غالباً انیسویں صدی کے روسی مفکر سالتی کوف شچدرین کی کتاب 'For Each to Pick and Choose: Stories, Scenes, Reflections and Aphorisms' (1863) سے لیا ہے۔

6۔ یومِ صعود (Ascension Day): عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق جب حضرت عیسیٰ مصلوب ہونے کے بعد دفن کر دیے گئے، تو وہ دوبارہ جی اٹھے اور قبر سے غائب ہو گئے۔ چالیسویں دن وہ

آسمان پر پہنچ گئے۔ اس واقعہ کی یاد میں ایسٹر کے چالیس دن بعد یوم صعود منایا جاتا ہے۔

7- زچکا (Zuchka): انگریزی لفظ "scamp" (دلچسپ یا پسندیدہ انداز سے شرارتی شخص، خاص طور پر بچہ) کا ہم معنی ہے۔ روسی گھریلو کتے یا کتیا کا یہ نام عام رکھتے ہیں۔ روسی زبان میں اگر اس کا پہلا حرف چھوٹے حروف میں لکھا جائے، تو درحقیقت اس کا مطلب "گھریلو کتا یا کتیا" ہوتا ہے۔ ویسے اس کا ایک مفہوم "چھوٹا بجتورا" بھی ہے۔ (ڈیوڈ میکڈف)

8- چودہ: مغرب میں عمر پورے سال کے حساب سے بتائی جاتی ہے۔ ایک شخص یکم ستمبر 1980 کو پیدا ہوتا ہے، وہ یکم ستمبر 2000 کو بیس سال کا ہوگا، 31 اگست 2000 تک وہ انیس برس کا ہی رہے گا۔

9- شفا بخش حماقتیں: اصل کتاب فرانسیسی میں تحریر کی گئی تھی۔ اس کا روسی ترجمہ 1785 میں ماسکو سے شائع ہوا تھا۔ اس میں ایک فرانسیسی کے قسطنطنیہ میں معاشقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

10- مجسٹریٹ: دستوئیفسکی نے لفظ (sud'ya) mirovoy استعمال کیا ہے جو انگلستان کے justice of peace کے مساوی ہے۔ اس قسم کے مجسٹریٹ کو چھوٹے موٹے جرائم کے مقدمات سننے کا اختیار ہوتا ہے۔ حصہ اوّل میں نوٹ نمبر 92 بھی دیکھیں۔

11- کلباسنیکوف (Kolbasnikov): یہ نام kolbasnik سے لیا گیا ہے، جس کے معنی "ساسیج بنانے والا" ہیں۔

12- بدصورت: دستوئیفسکی نے لفظ rylovorot استعمال کیا ہے جو بدصورت عورت کے لیے سلینگ (slang) لفظ ہے۔ اردو میں شاید اسے رو بڑ کہا جا سکتا ہے۔

13- پولیس کے جبر و تشدد کا ہتھیار: کاؤنٹ دمتری طالسطائی (1823 تا 1889) 1865 سے 1880 تک روس کا وزیر تعلیم رہا۔ اس کی وزارت کے زمانے میں تعلیمی اداروں میں نہایت رجعتی قواعد و ضوابط نافذ کیے گئے۔ سکولوں میں سخت گیر ڈسپلن قائم کیا گیا، کلاسیکل زبانوں اور ان کے ادب، خاص طور پر زبان کی باریکیوں اور گرامر پر بے حد زیادہ زور دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے مضامین کی تعلیم اور تعلیم کے عمومی مقاصد کو سخت ضعف پہنچا۔ یہاں یہ یاد رہے کہ کاؤنٹ دمتری طالسطائی نے ٹیکنیکل تعلیم پائی تھی اور وہ سکولوں میں ریاضی اور کلاسیکل زبانوں کی تعلیم کا پُرزور حامی تھا۔ (اگنات ایوی)

14- تراشنا ضروری ہو جاتا: یہ جملہ والتیر کا ہے۔ حصہ اوّل میں اس کا ذکر آ چکا ہے۔

15- کاندید: فرانسیسی مفکر اور ادیب فرینکوائی والتیر (1694 تا 1778) کا طنزیہ/فلسفیانہ ناول۔ اردو میں اس کا ترجمہ سجاد ظہیر نے کیا تھا اور اسے ساہتیہ اکادمی دہلی نے 1967 میں شائع کیا تھا۔

16- بلنسکی (Vissarion Belinsky) (1810 تا 1848): روسی ادبی تنقید میں عمرانیاتی مدرسہ فکر کا

بانی بلنسکی اپنے زمانے کا نہایت بااثر لبرل نقاد تھا۔ اس نے متعدد نئے ادیبوں کو متعارف کرایا تھا اور کئی اعتبار سے دستوئیفسکی کا ابتدائی ادبی کیریر بھی اسی کا مرہونِ منت تھا۔ پوشکن کے متعلق اپنے نویں مضمون (1844 تا 1845) میں اس نے پوشکن کے منظوم ڈرامے "یوجین اونیگن" (1823 تا 1831)، خاص طور پر ہیروئین تاتانیا کے ہیرو اونیگن کے جواب کے متعلق لکھا تھا:

"یہاں نسوانی پاک دامنی پر سچا ناز ہے! لیکن میں ایک دوسری چیز کی طرف مائل ہوں — یاد رکھیں کہ مائل ضرور ہوں لیکن خود اس پر عمل پیرا نہیں! اور یہ چیز ہے، ابدی وفاشعاری — کس کے لیے اور کس لیے؟ ایسے تعلقات کے ساتھ وفاشعاری، جو جذبات کی بے حرمتی اور نسوانی فطرت کی پاکیزگی کی تذلیل کرتے ہیں کیونکہ بعض تعلقات، جنہیں محبت نے مقدس نہیں بنایا ہوتا، انتہائی درجے کی بداخلاقی ہے۔"

17- شعبہ سوم: زاروں کی خفیہ پولیس۔ اس کا صدر مقام سینٹ پیٹرزبرگ میں دریائے نیوا کے پار چین برج (زنجیروں والا پل، اب اس کا نام Pestel برج ہے) کے قریب ایک عمارت میں تھا۔

18- بھول نہیں پاؤں گا: گویا ایک "انقلابی" اور طنزیہ نظم کا حوالہ دے رہا ہے۔ یہ نظم 1861 میں ایک رسالے Polyarnaya revezda (قطبی ستارہ) میں شائع ہوئی تھی اور دستوئیفسکی کے بیشتر قارئین اس سے آشنا تھے۔ اس طنزیہ نظم کا مصنف ڈی ڈی مینائف تھا۔

19- بیل (Bell): لندن کا ایک "تخریب کار" رسالہ۔ اس کا ایڈیٹر روس کا جلاوطن انقلابی الیکسانڈر ہرزن (1812 تا 1870) تھا۔ اسے چوری چھپے روس پہنچایا اور تقسیم کیا جاتا تھا۔ گویا جس شعر کا حوالہ دے رہا ہے، وہ "بیل" میں نہیں بلکہ روسی جلاوطنوں کے ایک اور رسالے "قطبی ستارہ" (اوپر حاشیہ نمبر 18 دیکھیں) میں شائع ہوا تھا۔ (اگنات ایوی)

20- زوان (Zvon): روسی زبان میں "گھنٹی" کو کہا جاتا ہے۔

21- تالو سے چپک جائے: پورا جملہ ہے: "اے یروشلم، اگر میں تجھے بھولوں تو میرا دہنا ہاتھ اپنا ہنر بھول جائے۔ اگر میں تجھے یاد نہ رکھوں، اگر میں یروشلم کو اپنی بڑی سے بڑی خوشی پر ترجیح نہ دوں تو میری زبان میرے تالو سے چپک جائے۔" (پرانا عہد نامہ: زبور: باب 137، آیات 5، 6)۔ یہودی یہ گیت بابل میں اپنی اسیری کے دوران میں گایا کرتے تھے۔

22- "احمقوں" کا کھیل: اصل روسی "دوراچکی" (durachki) ہے۔ انگریزی کے تمام مترجمین نے اس کا ترجمہ "fools" کیا ہے لیکن کسی نے بھی یہ نہیں بتایا کہ یہ تاش کا کس قسم کا کھیل ہوتا ہے۔

23- مالکہ: روسی میں "مالکہ" کے لیے لفظ "barynya" استعمال ہوتا ہے۔ فینیا بھی اسے barynya کہہ کر ہی اس سے مخاطب ہوتی ہے۔

24- ماں: اس سے پہلے ہمیں بتایا گیا ہے کہ گروشینکا کی باورچن فینیا کی نانی/دادی تھی۔ دستوئیفسکی اس قسم کی غلطیاں شاذونادر ہی کرتا ہے۔

25- ڈیر فرینڈ: یہاں مادام خوخلاکووا "گرل فرینڈ" کہنا چاہتی تھی مگر وہ جھجک گئی۔ ویسے باقی مترجمین کے برعکس ڈیوڈ میگرشیک نے "گرل فرینڈ" ہی لکھا ہے۔

26- سکوتو پریگون یےوسک (Skotoprigonyevsk) : روسی زبان کا مرکب لفظ۔ اس کے معنی ہیں: "وہ جگہ جہاں مویشی ہانک کر لے جائے جائیں۔" ولادی میر نابوکوف نے اپنی کتاب "Lectures on Russian Literature" میں اس کا ترجمہ "Oxtown" (بیل نگر) کیا ہے۔ مغربی ممالک میں Oxenford، Cattleville یا Oxford جیسے نام موجود ہیں (پنجاب کے ضلع اوکاڑہ کی تحصیل دیپال پور میں "کھوتیاں" کے نام کا گاؤں ہے۔ مترجم) اور دستوئیفسکی نے انہی کو سامنے رکھ کر یہ نام گھڑا ہوگا کیونکہ روس میں مویشیوں کے نام پر دیہاتوں اور قصبوں کے نام رکھنے کی کوئی روایت نہیں پائی جاتی۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ ایک انتہائی مضحکہ خیز صورت پیدا ہو گئی ہے اور ہمارے ذہنوں میں ایک ایسے قصبے کا تصور ابھرتا ہے جو انتہائی پس ماندہ ہے اور اللہ میاں کے پچھواڑے واقع ہے، اور ویسے بالکل خیالی ہے۔ (اگنات ایوی)

27- پیارا سا پاؤں: حصہ اوّل میں حاشیہ نمبر 104 اور نیچے حاشیہ نمبر 28 دیکھیں۔

28- یادگار: پوشکن کی یادگار تعمیر کرانے کی بحث روسی اخبارات میں 1862 سے جاری تھی۔ کہیں 1871 میں چندہ جمع کرنے کی اپیلیں شائع ہوئیں اور اخبارات و جرائد نے بڑھ چڑھ کر مہم میں حصہ لیا۔ یادگار کی نقاب کشائی کی تقریب 6 جون 1880 کو منعقد ہوئی۔ دو دن بعد 8 جون کو دستوئیفسکی نے "انجمن برائے ترویج روسی ادب" کے جلسہ عام میں پوشکن پر تقریر کی جو بے حد مشہور ہوئی۔ ویسے یہ بات درست ہے کہ پوشکن کو عورتوں کے پاؤں کی تعریف کرنے کا بڑا جنون تھا۔ اس نے "اونیگن" سمیت کئی نظموں میں اس قسم کے قصیدے لکھے تھے۔

29- تقلیلی ذمے داری (diminished responsibility): غیر متوازن ذہنی حالت جس میں قاتل کو اپنے جرم کا شعور نہیں ہوتا، چنانچہ متعدد ممالک کے قوانین کے تحت اسے قتل کا نسبتاً کم جواب دہ سمجھا جاتا ہے، یوں اس کا جرم قتل عمد کی بجائے غیر ارادی قتل میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اسے سزا نسبتاً خاصی نرم دی جاتی ہے۔

30- نئی عدالتیں: انیسویں صدی کے وسط میں روس کے نظام عدل میں دور رس اصلاحات نافذ کی گئی تھیں۔ 20 نومبر 1864 کو چار مختلف قانونی ضوابط کا علیحدہ علیحدہ اعلان کیا گیا۔ عدالتی کارروائی بند کمروں کی بجائے کھلے عام ہونے لگی، عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کر دیا گیا، ججوں کی تقرری مستقل بنیادوں پر کی جانے لگی، جیوری نظام نافذ کیا گیا، اس اصول کو تسلیم کیا گیا کہ قانون کی نگاہوں میں ملک کے تمام باشندوں کے حقوق مساوی ہیں اور خلل دماغ — یعنی تقلیلی ذمے داری — کو بطور صفائی پیش کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ اگرچہ دستوئیفسکی ان اصلاحات کو تنقید کی نگاہوں سے دیکھتا تھا کیونکہ ان کے غلط استعمال کی متعدد مثالیں سامنے آئی تھیں تاہم ایک مقدمے میں جس میں ایک نوجوان عورت مسماۃ کانیلووا پر اپنی سوتیلی بیٹی کے قتل کا الزام تھا، اس نے ملزمہ کی حمایت کرتے ہوئے تقلیلی ذمے داری کے حق میں دلائل دیے تھے۔ فیصلہ بالآخر ملزمہ کے حق میں ہوا تھا۔ (اگنات ایوی)

31- اسفار محرفہ (Apocrypha): اسفار محرفہ ان بارہ کتابوں کو کہا جاتا ہے جو سکندریہ کے یہودیوں نے یونانی زبان میں تحریر کی تھیں۔ چونکہ انہیں ابتداً عبرانی زبان میں تحریر نہیں کیا گیا تھا، اس لیے عام یہودیوں کی نگاہوں میں وہ غیر ملہم یا مشکوک ٹھہریں اور وہ "عہد نامہ قدیم" کا عام طور پر حصہ نہ بن پائیں۔ عیسائیوں نے "عہد نامہ جدید" یونانی میں لکھا تھا، چنانچہ انہوں نے اس "عہد نامہ قدیم" کو صحیح قرار دیا جو سکندریہ کے یہودیوں نے یونانی میں تحریر کیا تھا اور جس میں یہ بارہ کتابیں بھی شامل تھیں۔ تاہم بعد میں پروٹسٹنٹوں نے غیر یونانی یا عبرانی نسخے کو ترجیح دی اور انہوں نے یہ کتابیں "بائبل" سے نکال دیں۔ آج کل رومن کیتھولک مسلک کے پیروکار جس بائبل کا مطالعہ کرتے ہیں، اسے "یروشلم بائبل" کہا جاتا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ 1961 میں لندن سے شائع ہوا تھا اور اس میں یہ بارہ کتابیں شامل ہیں۔ برطانیہ کے پروٹسٹنٹ زیادہ تر اس ترجمے کو پڑھتے ہیں جو کنگ جیمز کی سرپرستی میں ہوا تھا اور اس میں یہ بارہ کتابیں شامل نہیں۔

32- کلود برنارڈ (Claude Bernard): (1813 تا 1878)، فرانسیسی ماہر عضویات (physiologist)۔ دوسری باتوں کے علاوہ اس نے عملی طور پر یہ بھی بتایا کہ لبلبہ (pancreas) انسان کے نظام ہضم میں کیا کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی کتابوں کے روسی میں تراجم شائع ہوئے تھے اور سائنسی حلقوں میں بہت مقبول تھے۔ اس کی مشہور ترین کتاب کا نام "تجرباتی طب کا تعارف" ہے اور پروفیسر میٹ لا کے مطابق اس کا پہلا باب آج بھی پڑھے جانے کے قابل ہے۔

تاہم اگنات ایوی کے مطابق متیا کے نزدیک اس کی حیثیت محض شعبدے باز کی تھی اور لاریب اس سے اس "صحت مندانہ" عدم احترام کا اظہار ہوتا ہے جس کا مظاہرہ دستوئیفسکی تمام سائنس دانوں اور نام نہاد ماہرین کے لیے کرتا رہتا تھا۔

33- De...disputandum: لاطینی کا اصل جملہ یہ ہے: De gustibus non

disputandum (ذوق ہائے سلیم کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا)۔ قیاسے gustibus کو opinibus (آرا) میں تبدیل تو کر دیا ہے مگر مزاح پیدا کرنے میں ناکام رہا ہے۔

34- ایک پیارا سا چھوٹا سا پاؤں: رکیتن کی نظم دراصل روسی طنز نگار شاعر دمتری مینایف (1835 تا 1899) کے انداز میں ہے۔ پوشکن عورتوں کے پاؤوں یا ٹانگوں (روسی روزمرہ کی زبان میں دونوں کے لیے ایک ہی لفظ استعمال ہوتا ہے) کی تعریف میں جس طرح رطب اللسان رہتا تھا، مینایف اس کی بھد اڑاتا رہتا تھا اور وہ پوشکن کی نظموں کی پیروڈی کرتا رہتا تھا۔ اس قسم کی نظم رکیتن کے منہ میں ڈال کر دستوئیفسکی نے دراصل مینایف اور اس کی قبیل کے دوسرے شاعروں کے خلاف دل کی بھڑاس نکالی ہے۔

35- سفنکس: sphinx: یونانی دیومالا کی عفریت۔ یہ یونان کے ایک قدیم شہر تھیبز (Thebes) کے قریب رہتی تھی (تھیبز ایتھنز کے شمال مغرب میں واقع تھا اور اپنے زمانے کی بہت بڑی عسکری قوت تھا۔ اسے سکندراعظم نے 336 ق م میں تباہ کر دیا تھا۔) اس کا سر عورت کا اور جسم شیر کا تھا۔ وہ راستے پر بیٹھی رہتی اور انسان کی زندگی کے تین مراحل (بچپن، جوانی اور بڑھاپا) کے بارے میں ہر راہگیر سے سوال کرتی رہتی اور صحیح جواب نہ ملنے پر اسے ہلاک کر دیتی۔ صرف اوڈی پس (Oedipus) صحیح جواب دے سکا، اس پر سفنکس نے خودکشی کر لی۔ بوجھ پہیلی جیسے شخص کو بھی یورپی زبانوں میں sphinx ہی کہا جاتا ہے اور یہاں اس سے یہی مراد ہے۔
مصر کا مشہور مجسمہ، جو ابوالہول کے نام سے جانا جاتا ہے، مغربی زبانوں میں اسے بھی سفنکس ہی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا سر بھی انسان اور دھڑ شیر کا ہوتا ہے۔

36- جھک کر آداب کیا: یہاں انگریزی کے بعض مترجمین نے لفظ "curtsy" استعمال کیا ہے۔ جب عورتیں یا لڑکیاں کسی شخص کو رسمی انداز سے آداب کرتی ہیں، تو وہ اپنے گھٹنے جھکا لیتی ہیں اور اپنا ایک پاؤں دوسرے سے آگے کر دیتی ہیں۔

37- کوڑی کوڑی: "پس تو اگر قربان گاہ پر اپنی نذر گزرانتا ہے اور وہاں تجھے یاد آئے کہ میرے بھائی کو مجھ سے شکایت ہے، تو وہیں قربان گاہ کے آگے اپنی نذر چھوڑ دے اور جا کر پہلے اپنے بھائی سے ملاپ کر، تب آ کر اپنی نذر گزران۔ جب تک تو اپنے مدعی کے ساتھ راہ میں ہے اس سے جلد صلح کر لے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مدعی تجھے منصف کے حوالے کر دے اور منصف تجھے سپاہی کے حوالے کر دے اور تو قید خانے میں ڈالا جائے۔ میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک تو کوڑی کوڑی ادا نہ کر دے گا تو وہاں سے ہرگز نہ چھوٹے گا۔" (یسوع مسیح کی ایک تقریر کا اقتباس: نیا عہد نامہ: متی: باب 5، آیات 23 تا 26)

38- پاکر (piter): عام بول چال میں سینٹ پیٹرز برگ کو "پاکر" کہا جاتا ہے۔ (ڈیوڈ میکڈف) "وانکا" خود ایوان کی تصغیر ہے۔

39- لچرا: حصہ دوم کا حاشیہ نمبر 90 دیکھیں۔

40- گیٹس: garter کا بگاڑ۔ ربڑ یا سوت کا فیتہ جو جرابوں پر چڑھا لیا جاتا ہے تاکہ وہ نیچے نہ گریں۔

41- "سینٹ آئزک شامی کے مواعظ": سینٹ آئزک (یا اسحاق) شامی مغرب میں Isaacus Ninivita کے نام سے جانا جاتا تھا۔ وہ چھٹی صدی کے اواخر کا مرتاض اور بشپ تھا اور ماسکو اور نواحی علاقے میں بہت مقبول تھا۔ (حصہ اول میں حاشیہ نمبر 128 بھی دیکھیں۔)

42- ہذیان ارتعاشی: دستوئیفسکی کے روسی متن میں ایوان کی بیماری کو belaya goryachka لکھا گیا ہے۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ delirium tremens (DTS) کیا جاتا ہے۔ چونکہ لاطینی لفظ tremens کے معنی "کانپنا" ہیں، غالباً اسی وجہ سے ڈاکٹر محمد اجمل نے اس کا اردو ترجمہ "ہذیان ارتعاشی" کیا تھا۔ یہ مختل الذہن (psychotic) کیفیت ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جو طویل عرصے سے کثرت سے شراب نوشی کر رہے ہوں اور جب وہ اس کیفیت میں مبتلا ہوتے ہیں، ان پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے، وہ خواہ مخواہ پریشان ہونے لگتے ہیں، فریب نظر یا واہموں (hallucinations) کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان کا صحیح سمت کا احساس ختم ہونے لگتا ہے۔ ڈیوڈ میکڈف کے مطابق اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دستوئیفسکی ایوان کی خاندانی فطرت پر زور دینا چاہتا ہے—— آخر ایوان بھی کراماز وف ہے اور اس میں وہی عادات بد پائی جاتی ہیں جو کراماز وفوں کا طرۂ امتیاز تھیں۔ اگرچہ ایوان کی مے نوشی کے متعلق ناول میں کھل کر تو نہیں بتایا گیا، تاہم کتاب میں جابجا اس کی طرف اشارے کیے گئے ہیں (مثال کے لیے خاص طور پر کتاب پنجم کا باب نمبر 3 ملاحظہ فرمائیں)۔ دستوئیفسکی ایوان کی بیماری کی، جسے "مصنف کی ڈائری" میں ایک مضمون کا موضوع بنا تھا، مناسب انداز سے کبھی "وضاحت" نہ کر سکا، تاہم اس کے خطوط کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے "ہذیان ارتعاشی" کے مسئلے کے بارے میں متعدد ڈاکٹروں سے مشورے کیے تھے جس کی علامتیں ایوان لاریب ظاہر کرتا ہے۔

43- gospodin: جنٹلمین یا طبقہ اشراف کے فرد کے لیے روسی لفظ۔ ڈیوڈ میکڈف کے مطابق "ایک قسم کا روسی جنٹلمین" (یا اشراف زادہ) جیسی ترکیب میں استعمال ہوتا ہے اور فیصلہ کن انداز سے اہانت کا پہلو لیے ہوتا ہے۔

44- توما (Thomas): نصرانی عقیدے کے مطابق جب عیسیٰ علیہ السلام قبر سے دوبارہ جی اٹھے، وہ اپنے شاگردوں کے پاس پہنچے اور انہیں اپنی شکل دکھائی۔ مگر ان بارہ شاگردوں (حواریوں) میں سے

"ایک شاگرد توما... یسوع کے آنے کے وقت ان کے ساتھ نہ تھا۔ پس باقی شاگرد اس سے کہنے لگے، 'ہم نے خداوند کو دیکھا ہے،' مگر اس نے ان سے کہا، 'جب تک میں اس کے ہاتھوں میں میخوں کے سوراخ نہ دیکھ لوں اور میخوں کے سوراخوں میں اپنی انگلی نہ ڈال لوں اور اپنا ہاتھ اس کی پسلی میں نہ ڈال لوں ہرگز یقین نہ کروں گا۔' آٹھ روز کے بعد جب اس کے شاگرد پھر اندر تھے اور توما ان کے ساتھ تھا، یسوع نے آ کر اور بیچ میں کھڑے ہو کر کہا، 'تمہاری سلامتی ہو۔' پھر اس نے توما سے کہا، 'اپنی انگلی پاس لا کر میرے ہاتھوں کو دیکھ اور اپنا ہاتھ پاس لا کر میری پسلی میں ڈال اور بے اعتقاد نہ ہو بلکہ اعتقاد رکھ۔' توما نے جواب میں اس سے کہا، 'اے میرے خداوند، اے میرے خدا!' یسوع نے اس سے کہا، 'تو تو مجھے دیکھ کر ایمان لایا ہے۔ مبارک وہ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لائے۔'" (نیا عہد نامہ: یوحنا: باب 20، آیات 24 تا 29)

45- C'est Charmant: یہ بھی خوب رہی!

46- C'est noble وغیرہ: فرانسیسی میں C'est کا مطلب ہوتا ہے: "یہ ہے۔" charmant انگریزی کا charming اور chevaleresque انگریزی کا (gallant) chevalier ہے۔ چنانچہ ایوان فیودرووچ کا خیالی مخاطب اس سے طنزیہ طور پر کہہ رہا ہے کہ ایوان اگلے روز عدالت میں پیش ہو کر بہت عمدہ (noble) اور دل آویز (charming) کام کرے گا اور یوں اپنی بلند ہمتی (chivalry) کا ثبوت فراہم کر دے گا۔

47- سلاف بھائیوں کے لیے چندہ: یہاں ڈھکا چھپا اشارہ ان چھ جنگوں کی طرف ہے جو 1768 سے 1878 کے درمیان روس اور خلافت عثمانیہ کے مابین برپا ہوئی تھیں (دو سو سال گزر جانے کے باوجود ان کا ردعمل آج بھی بلقان کی بعض ریاستوں میں محسوس کیا جا سکتا ہے)۔ روسی یہ نعرہ لے کر میدان جنگ میں اترتے تھے: "ہمیں اسلام کے جوئے کو اتار کر پھینکنا ہے۔" شیطان کا آرتھوڈوکس عیسائیوں کی مدد کے لیے آنا اور ان کے فنڈ میں دس روبل (اس زمانے میں دس روبل تقریباً بیس پاؤنڈ کے برابر تھے) کا چندہ دینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ دستوئیفسکی کتنی زبردست طنز کر رہا ہے۔ (اگنات ایوی)

48- میں شیطان ہوں: یہاں شیطان نے دراصل لاطینی جملہ استعمال کیا ہے: Satanas sum et nihil humani a me alienum puto۔ یہ حقیقتاً اصل جملے کے بالکل معکوس ہے: Homo sum, humani nihil a me alienum puto (میں انسان ہوں اور انسان سے متعلق کسی چیز کو بھی اپنے لیے اجنبی نہیں سمجھتا)۔ یہ دوسری قبل مسیح کے رومن مزاحیہ ڈراما نگار ٹیرنس (Terence) نے اپنے ڈرامے "خود را اذیت دہندہ" (Heautontimorumenos

(ایک اول سین اول لائن 25) میں ایک کردار کے منہ سے کہلوایا تھا۔ شیطان آخر شیطان ہے، وہ "شیطانی" انداز سے لائن کو الٹ دیتا ہے۔ یہاں یہ بات بہت اہم ہے کہ شیطان نے قدیم دنیا کے عظیم بذلہ سنج اور زبردست ماہر نفسیات کو اپنا نشانہ بنایا ہے۔ ٹیرنس کا ایک اور زبردست ظریفانہ جملہ یہ ہے: Ego meorum solus sum meus (اپنے دوستوں میں صرف میں ہی ہوں جسے میں نے بخشا ہے۔)

49- C'est du nouveau, n'est-ce pas: واہ، ایسی بات پہلی تو کبھی (آپ کے منہ سے) نہیں سنی تھی، ہونہہ؟

50- لیو طالسطائی: لیو طالسطائی دستوئیفسکی سے بڑا ناول نگار تھا یا دستوئیفسکی طالسطائی سے، اس معاملے میں لوگوں میں بحثیں ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ دمتری Merezhkovsky کی کتاب Tolstoi as Man and Artist with an Essay on Dostoievski (مطبوعہ لندن، 1902) میں دونوں کا بہت دلچسپ اور خوبصورت انداز سے موازنہ کیا گیا ہے۔ (اگنات ایوی کے خیال میں اس کتاب میں جارج سٹائنر کی کتاب Tolstoy or Dostoevsky کی نسبت موضوع کا زیادہ ژرف بینی سے تجزیہ کیا گیا ہے۔) بعض نقادوں کی رائے میں دستوئیفسکی کو جس معاملے میں طالسطائی پر فوقیت حاصل ہے، وہ اس کی حس مزاح ہے۔ اپنے اس ناول میں دستوئیفسکی نے جس انداز سے طالسطائی کا ذکر کیا ہے، اس کو پڑھ کر طالسطائی یقیناً بہت خوش ہوا ہوگا۔

51- افلاک سے اوپر ان پانیوں: اور خدا نے کہا کہ پانیوں کے درمیان فضا ہو تاکہ پانی پانی سے جدا ہو جائے۔ پس خدا نے فضا کو بنایا اور فضا کے نیچے کے پانی کو فضا کے اوپر کے پانی سے جدا کیا... اور خدا نے فضا کو آسمان کہا۔ (پرانا عہد نامہ: پیدائش: باب 1، آیات 6 تا 8)

52- Quelle idee: کیا بات ہے!

53- گاتسوک: (A. Gatsouk) (1832 تا 1891): ماسکو کا پبلشر۔ وہ 1870 اور 1880 کی دہائیوں میں ایک جریدہ بنام Gatsouk's Politico-Literary, Artistic and Trade Gazette کے نام سے شائع کیا کرتا تھا۔ اس کے دوسرے رسالے کا نام Baptismal Calendar تھا اور یہاں اسی کا حوالہ دیا گیا ہے۔

54- عظیم بلکہ پرشکوہ: یہ ترکیب شلر کے ڈرامے "قزاق" سے لی گئی ہے۔ (ڈیوڈ میکڈف)

55- دائیں نتھنوں کا علاج: اس سے پہلے فرانسیسی ادیب والتیر اپنے ناول Zadig ou la destinee میں ایک ایسے ڈاکٹر کا ذکر کر چکا ہے جو صرف دائیں آنکھ کا علاج کیا کرتا تھا۔ (ڈیوڈ میکڈف)

56- کاؤنٹ متائی : (Count Cesare Mattei) (1809 تا 1896) : کاؤنٹ متائی اطالیہ کا مشہور ہومیو پیتھ تھا۔ اس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز سیاست دان کی حیثیت سے کیا تھا لیکن اسے زبردست مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا اور اس نے اپنے مالی حالات بہتر بنانے کے لیے ہومیو پیتھی کی پریکٹس شروع کر دی۔ اس نے بعض گولیاں متعارف کرائیں جنہیں وہ سفید، نیلی اور سبز بجلیاں کہا کرتا تھا اور اپنے زمانے میں وہ بے حد مقبول ہوئیں۔ وہ انہیں دوسرے ممالک میں مندوہ اشیا کے طور پر برآمد کرنے میں بڑی بڑی رقوم خرچ کیا کرتا تھا۔ اپنے انتقال پر اس نے دو کروڑ فرانک کا سرمایہ چھوڑا جس کا بیشتر حصہ اس نے تخیر کاموں کے لیے وقف کر دیا تھا۔

57- ہوف (Hoff): اس زمانے کا جرمن نژاد روسی دوا فروش۔

58- le diable n'existe pointe: شیطان کا کوئی وجود نہیں۔

59- بیچ میل ناٹک (vandeville): ایک قسم کا رنگا رنگ سٹیج پروگرام۔ یہ بیسویں صدی کے آغاز پر امریکا میں خاص طور پر مقبول تھا۔ اس میں چھوٹے چھوٹے ڈرامے دکھائے جاتے ہیں اور بیچ میں گانے گائے جاتے اور رقص کیے جاتے ہیں۔ واوین کے اندر جو لائن ہے، وہ روسی مصنف گوگول کے مشہور عالم ڈرامے "انسپکٹر جنرل"(1836) کے ایکٹ 3، سین 6 سے لی گئی ہے اور اسے ڈرامے کے جعلی ہیرو خلیستاکوف کے منہ سے کہلوایا گیا ہے۔ پوری عبارت یہ ہے: "ہاں، میں پہلے ہی سب جگہوں پر جانا پہچانا جاتا ہوں۔ میری بعض حسین اداکاراؤں کے ساتھ دوستی ہے۔ میں بیچ میل ناٹکوں اور اس قسم کی دوسری چیزوں میں حصہ لے چکا ہوں... مجھے متعدد مصنفین کے ساتھ شرف ملاقات حاصل ہوتا رہتا ہے اور پوشکن کے ساتھ تو میری گاڑھی چھنتی ہے، ہم ایک دوسرے کو ذاتی ناموں سے پکارتے ہیں۔"

60- خلیستاکوف: اوپر حاشیہ نمبر 59 دیکھیں۔

61- ہوشعنا (Hosanna): یہودی اور نصرانی مذاہب میں جب کسی چیز یا ہستی کی تعریف، ستائش یا حمد کرنا مقصود ہو تو "ہوشعنا" کہا جاتا ہے۔ ہم اسے "سبحان اللہ" کہہ سکتے ہیں۔

62- Je pense donc je suis: میں سوچتا ہوں، چنانچہ میں موجود ہے۔ یہ الفاظ مشہور فرانسیسی مفکر رینے دیکارت (1596تا1650) کے ہیں۔ اس نے اصل میں فرانسیسی میں نہیں بلکہ لاطینی میں کہا تھا: Bogito ergo sum اس نے اپنا وجود ثابت کرنے کے لیے جو یہ دلیل دی تھی، اس کی تفصیل راقم الحروف کی ترجمہ کردہ کتاب "سوفی کی دنیا" (مصنف جوسٹین گارڈر) کے صفحہ 338 پر دیکھی جا سکتی ہے۔

63- ایٹم اور دنیائے قدیم: دنیائے قدیم میں ایٹم کا نظریہ سب سے پہلے یونانی فلاسفر دیموکری توس

(تقریباً 460ق م تا370ق م) نے پیش کیا تھا۔ (دیکھیں "سوفی کی دنیا" صفحات 76تا81)

64- ایک ایسا محکمہ: محکمہ سوم۔ زاروں کے زمانے میں خفیہ پولیس کو "محکمہ سوم" کہا جاتا تھا۔

65- وہ ہر چیز... انکار کرتا رہتا تھا: یہ الفاظ روسی ڈراما نگار گریبئیدوف کے طربیہ ڈرامے "Woe from Wit" کے کردار ریپیتیلوف کے منہ سے کہلوائے گئے تھے (ایکٹ 4، سین 4)

66- کواڈریلین (quadrillion): برطانوی، فرانسیسی اور جرمن پیمانے میں کواڈریلین میں ایک سے پہلے چوبیس اور امریکی پیمانے میں ایک سے پہلے پندرہ صفر لگائے جاتے ہیں۔ شیطان غالباً برطانوی پیمانے کا ذکر کر رہا ہے۔

66الف۔ اخلاقی معیاروں میں نرمی: پروفیسر میٹ لا خیال ہے کہ یہاں دستوئیفسکی فیدرن کے ان خیالات کا مضحکہ اڑا رہا ہے جن کا اظہار اس نے اپنی کتاب "نامکمل گفتگوئیں" (1875) کے تیسرے باب میں کیا تھا۔

67- "تارک الدنیا ــــ بیبیوں": پوشکن کی ایک نظم کا مصرعہ۔ نظم کا آغاز اسی مصرع سے ہوتا ہے۔ اس نظم میں دراصل شام کے ایک نصرانی بزرگ سینٹ افرائیم کی ایک دعا کو منظوم صورت میں بیان کیا گیا ہے۔

68- گربونوف (Gorbunov): آئی۔ الیف۔ گربونوف (1831تا1896) اداکار، مصنف اور دستوئیفسکی کا ذاتی دوست تھا۔ اسے فی البدیہہ واقعات گھڑنے کے فن میں ید طولیٰ حاصل تھا۔

69- Sancta Maria: مقدس مریم علیہ السلام۔

70- Ah. mon pere : آہ، میرے باپ۔

71- Ca lui...peine!: یہ ایک منظوم چٹکلے کا مصرعہ ہے جسے کسی گمنام شاعر نے فرانسیسی اداکارہ Jeanne Catherine Gaussain (1711 تا 1767) کے متعلق لکھا تھا۔ پورا چٹکلا درج ذیل ہے:

Tendre Gaussain, quoi! si jeune et si belle,

Et votre coeur cède au premier aveu!

Que voulez- vous, cela leur fait, dit-elle,

Tant de plaisir et me conte si peu

پیاری گواساں، کیا بات ہے؟
اتنی نوخیز اور اتنی خوبصورت!
پہلی ہی التجا پر اپنا دل دے دیتی ہو!

میں جانتی ہوں یہ غلط ہے، پر میں کیا کروں،
اسے اتنا لطف آتا ہے اور میرا کچھ بگڑتا نہیں۔

دستوئیفسکی نے عبارت ذرا الٹ پلٹ دی ہے لیکن مطلب وہی ہے جو آخری مصرعے میں بیان ہوا ہے۔

72- بلنسکی: اوپر حاشیہ نمبر 16 دیکھیں۔

73- آفتاب و شیر، قطبی ستارہ، شعریٰ: "آفتاب و شیر" ایک ایرانی تمغہ تھا۔ یہ بعض اوقات ان روسی حکام کو دے دیا جاتا تھا جو قفقاز (کاکیشیا) میں خدمات سرانجام دیتے تھے۔ "قطبی ستارہ" سوئیڈن کا تمغہ تھا۔ اس نام سے دسمبری تحریک کے کارکن 1823 سے 1825 تک "تقویم" چھاپتے رہے تھے اور اسی نام کا ایک رسالہ ہرزن اور بعض دوسرے روسی جلاوطن غیر ممالک میں 1855 سے 1862 تک اور 1869 میں شائع کرتے رہے تھے۔ "شعریٰ" ایک چمک دار ستارے کا نام ہے۔ اسے انگریزی میں Dog Star یا Sirius کہا جاتا ہے۔ Sirius ایک تمغہ بھی تھا لیکن یہاں اشارہ والتیر کے ناول "Micromegas" کی طرف بھی ہے جس کا ہیرو شعریٰ پر رہتا ہے۔ ایک اور بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ شیطان کی سیاست قدامت پسندانہ ہے اور وہ ایوان کی انقلاب پسندی (radicalism) کا مذاق اڑا رہا ہے۔ یہاں یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ ایوان کا ڈراؤنا خواب ہے اور شیطان (یا بہ الفاظ دیگر خود ایوان) کی استدلالی صلاحیتیں قدرے بے ربط اور اس کے اخذ کردہ نتائج غیر منطقی ہیں۔

74- فاؤسٹ: جرمن شاعر، ڈراما نویس اور ناول نگار گوئٹے (1749 تا 1832) کے منظوم ڈرامے "فاؤسٹ" کا کردار۔ کہانی کے مطابق فاؤسٹ نے اپنی روح شیطان کے پاس فروخت کر دی تھی جسے ڈرامے میں میفسٹوفلیز کا نام دیا گیا ہے۔ یہاں نظم کی جن سطور (حصہ دوم، سطور 1335 تا 1337) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

Faust: ... wer bist du denn?

("... چنانچہ تب تم کیا تھے؟")

Mephistopheles: Ein teil von jener Kraft,

Die stets das Bose will und stes das Gute shaft

(ابدی قوت کا جزو،
جو بدی کرتے کرتے صرف نیکی کو فروغ دیتا ہے۔)

75- ہائنے: ہنرخ ہائنے (1797 تا 1856)۔ جرمن شاعر۔

76- جغرافیائی اتھل پتھل: شیطان نے اب تک اپنی علمیت کی نمائش نہ کر کے مجموعی طور پر خاصی احتیاط پسندی کا مظاہرہ کیا ہے لیکن یہ ایک ایسی مثال ہے جس میں وہ مبہم انداز سے یہ اشارہ کیے بنا نہ رہا کہ وہ فرانسیسی مورخ، ماہر الہیات اور فلسفی ارنیسٹ رینان (Renan) (1823 تا 1892) کی تحریروں سے واقف ہے۔ اپنے زمانے میں رینان کی تحریریں یورپ میں بہت پڑھی جاتی تھیں۔ اس کی کتاب "Histoire de Origines du Christianisme" نے، جس کی پہلی جلد کا نام "La Vie de Jesus" یا "حیات مسیح" (1863) ہے، لازماً شیطان کی دلچسپی ابھاری ہو گی۔ اپنی اس کتاب میں رینان نے مثبت سائنس کی روشنی میں مسیح کے ان ارشادات پر تبصرہ کیا ہے جن میں انہوں نے جغرافیائی اتھل پتھل کا تذکرہ کیا ہے۔ (اگنات ایوی)۔ یہاں ایک اور بات قابل ذکر ہے۔ رینان نے اپنی کتاب "حیات مسیح" میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے مافوق الفطرت عناصر نکال دیے تھے۔ اس پر یورپ میں بہت لمبی چوڑی بحثیں ہوئی تھیں۔ (مترجم)

77- mais... enfin: کیا بے ہودگی ہے! حد ہو گئی!

78- لوتھر کی دوات: پروٹسٹنٹ تحریک کے بانی لوتھر کو شیطان کی موجودگی پر یقین تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اسے شیطان خنزیر یا جھلملاتی روشنیوں کی صورت میں نظر آتا رہا تھا اور جرمن ریاست تورنگیا (Thuringia) کے قلعہ وارٹ برگ میں اپنی حفاظتی نظربندی کے دوران میں اس نے شیطان کو اخروٹ توڑتے اور اپنی بستر پر اسے چھلکے پھینکتے دیکھا تھا۔ لوتھر اور اس کی دوات کی کہانی غیر مستند سہی، تاہم یہ مشہور سب سے زیادہ ہے۔ لوتھر وارٹ برگ قلعے میں بائبل کا ترجمہ کر رہا تھا کہ شیطان اسے ورغلانے آ گیا۔ لوتھر نے طیش میں آ کر اپنی دوات اس پر دے ماری۔ لوتھر کے کمرے کی ایک دیوار پر کافی عرصے تک سیاہ دھبا نظر آتا رہا اور عام طور پر یہی کہا جاتا رہا کہ دوات وہیں ٹوٹی تھی، غالباً شیطان اس کی زد میں آنے سے بال بال بچ گیا تھا۔ بعد ازاں لوتھر کے پیروکار اور سیاح لوتھر کے کمرے میں آتے، دیوار کا پلستر کھرچ کھرچ کر ادھیڑتے اور بطور یادگار اپنے ساتھ لے جاتے رہے جہاں تک کہ دھبے کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ ایوان کا بھیانک خواب لوتھر کے واقعے کی یاد دلاتا ہے۔ (اگنات ایوی)

79- Monsieur... dehors: جناب، آپ کو معلوم ہے باہر موسم کیسا ہے۔ اس میں تو آپ کتا بھی باہر بھیجنا نہیں چاہیں گے۔ اس سلسلے میں دستوئیفسکی نے اپنی نوٹ بک (1876-77) میں مندرجہ ذیل لطیفے کا اندراج کیا تھا:

Baptiste, tout de suite ce mot a son adresse. Tout de suite? Madame

ignore peut-etre le temps qu'il fait, c'est a ne pas mettre un chien dehors. Mais Baptiste, vous n'etes pas un chien.

باپتستے، جاؤ اور فوراً یہ پیغام پہنچا آؤ! فوراً! مادام کو شاید معلوم نہیں کہ باہر موسم کیسا ہے! یہ تو اتنا خراب ہے کہ اس میں باہر کتا بھی نہیں بھیجا جا سکتا۔ لیکن، باپتستے، تم تو کتے نہیں ہو!

80۔ "خالص فرشتہ": یہ ترکیب یا تو لِرمینتوف کی نظم "Demon" یا پھر شلر کی نظم "Ode to Joy" سے لی گئی ہے۔ جس کا روسی ترجمہ اے ستروگوف شچیکوف نے کیا تھا۔ (اگنات ایوی)

81۔ مقدمے سے متعلق اشیا: انگریزی میں ان اشیا کو exhibits کہا جاتا ہے۔ اردو میں مجھے ان کے لیے کوئی ڈھنگ کا لفظ نہیں مل سکا (کوئی وکیل بھی نہیں بتا سکا)۔ کہا جاتا ہے کہ روس میں 1870 کی دہائی کے دوران میں جب عدالتوں میں سماعت شروع ہوتی تھی، تو ہر قسم کی الم غلم اشیا، جن کا مقدمے سے ذرا بھی تعلق بنتا تھا، عدالت میں پیش کر دی جاتی ہیں یا انہیں پیش کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی بزاز کی دکان میں آگ لگ گئی۔ آگ دکان کے کاؤنٹر کے نیچے سے شروع ہوئی تھی۔ عدالت میں سوختہ کاؤنٹر بھی پیش کرنے کی کوشش کی گئی لیکن یہ اتنا لمبا چوڑا تھا کہ اس کا عدالت میں لانا ناممکن ثابت ہوا۔

82۔ بلحاظ عہدہ کونسلر (titular councillor): یہ نویں درجے کا سویلین عہدہ تھا۔ یہ لوگ برائے نام عہدیدار ہوتے تھے ورنہ انہیں اختیار کوئی حاصل نہیں ہوتا تھا۔ (یہاں ہمیں پہلی مرتبہ معلوم ہوتا ہے کہ فیودر پاؤلووچ کو بھی کوئی عہدہ حاصل تھا، خواہ برائے نام ہی سہی۔)

83۔ ساج (sage): جنوبی یورپ اور بحیرہ روم پر واقع ممالک کا پودینے سے ملتا جلتا خوشبودار پودا۔ اس کی پتیاں ملگجی سبز ہوتی ہیں اور کھانوں کو مزیدار بنانے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ ایک انگریزی فارسی لغت میں اسے "مریم گلی" کہا گیا ہے۔ اردو سائنس بورڈ کی "فرہنگ اصطلاحات" میں اس کا ترجمہ "سمندر سوکھ" یا "سالیہ" بھی کیا گیا ہے۔

84۔ پلانتین (plantain): ایک قسم کا کیلا۔ اس میں نشاستے کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن مٹھاس بہت کم۔ زیادہ تر استوائی ممالک میں اگایا جاتا ہے۔ اسے کچا ہی توڑ لیا جاتا ہے اور بطور سبزی پکا کر کھایا جاتا ہے۔ لیکن پلانتین ایک قسم کی گھاس بھی ہوتی ہے۔ اس کی پتیاں گلاب کے پھول جیسی مگر اس کا پھول بے حد مہین ہوتا ہے اور رنگ اس کا سبز ہوتا ہے۔ مغرب میں لوگ اسے گھروں کے لانوں (lawns) میں اگاتے ہیں اور متن میں غالباً یہی مراد ہے۔ اردو سائنس بورڈ کی فرہنگ اصلاحات میں اسے "تخم سفید" یا "اسپغول" تحریر کیا گیا ہے۔

85۔ الکحل (alcohol): الکحل انگور، بیئر اور دوسری شرابوں کا وہ جزو ہوتا ہے جو پینے والے پر نشہ

طاری کرتا ہے۔ اسے صنعتی مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اپنی خالص شکل میں پانی کی طرح بے رنگ ہوتی ہے اور بہت جلد آگ پکڑتی ہے۔ اسے گندم، مکئی، آلوؤں، چقندروں اور بعض سبزیوں اور پھلوں سے کشید کیا جاتا ہے۔ سردی کتنی ہی پڑے، یہ جمے گی نہیں۔ خالص الکحل پینا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ [الکحل (کحل) عربی لفظ ہے۔]

86۔ پوڈل (poodle): ایک قسم کا کتا۔ اس کے بال گھونگریالے ہوتے ہیں جنہیں عموماً تراش کر چھوٹے کر دیا جاتا ہے۔ خوشامدی شخص یا ادارے کو بھی پوڈل کہا جاتا ہے اور یہاں اس سے یہی مراد ہے۔

87۔ ایسپ (Aesop): چھٹی صدی قبل مسیح کا یونانی کہانی گو۔ جانوروں کے متعلق اس کی کہانیاں ساری دنیا میں مشہور ہو چکی ہیں اگرچہ ان کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ انہیں متعدد اشخاص نے تحریر کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایسپ یونانی جزیرے ساموس (Samos) میں بحیثیت غلام رہتا تھا۔ محمد سلیم الرحمٰن نے اپنی کتاب "مشاہیر یونان" میں اس کا نام ایسوپوس لکھا ہے۔ بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ایسپ اور حکیم لقمان ایک ہی شخص کے دو نام تھے مگر وہ کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کرتے۔

88۔ پائیرو (Pierrot): فرانس کے مزاحیہ ڈراموں کا روایتی مسخرہ۔ وہ اپنے چہرے پر سفید چونا کر لیتا تھا اور اس پر سدا اداسی ٹپکتی رہتی تھی۔ اس کا لباس ڈھیلا ڈھالا اور بیٹ نوکیلا ہوتا تھا۔

89۔ استغاثے کے عام گواہوں کی حیثیت سے: اگنات ایوی کے مطابق جن اشخاص کو طبی ماہرین کی حیثیت سے عدالت میں پیش کیا گیا تھا، انہیں عام گواہوں کی حیثیت سے پیش کرنا ضوابط کی صریحاً خلاف ورزی تھی، یوں "عدالتی غلطی" کی بنیاد رکھ دی گئی۔ اس سلسلے میں "A Karamazov Companion" کے مصنف وکٹر ٹیرس کا کہنا ہے (صفحہ 405، حاشیہ نمبر 29) کہ فوجداری کے مقدموں میں جن ماہرین کو ملزم کی دماغی حالت یا عام جسمانی صحت کے بارے میں اپنی رائے دینے کے لیے بلایا جاتا ہے، انہیں کسی صورت میں بھی استغاثے یا صفائی کی طرف سے عام گواہ کی حیثیت سے پیش نہیں ہونا چاہیے۔ ایک اور نقاد وی۔ ریک (V. Rak) نے اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ فوجداری کے مقدموں میں کسی شخص کے لیے دوہری حیثیت سے پیش ہونا قانون کی سنگین خلاف ورزی کے مترادف ہوتا ہے اور دستوئیفسکی اس نکتے سے آگاہ تھا۔ 1877 میں ایک عورت ایکاتیرینا کانیلووا کے مقدمے کی دوبارہ سماعت محض اسی ٹیکنیکل غلطی کی وجہ سے ہوئی تھی۔ (کہا جاتا ہے دستوئیفسکی نے اس دوبارہ سماعت میں گہری دلچسپی لی تھی)۔ نقادوں کا خیال ہے کہ دستوئیفسکی ناول کی دوسری جلد میں اسی ٹیکنیکل غلطی کا سہارا لے کر دمتری کی کامیاب اپیل کا راستہ ہموار کرنا چاہتا تھا۔ اگنات ایوی کا بیان ہے کہ برطانوی اور امریکی ضوابط کے مطابق آج بھی اس بات کو نامناسب گردانا جاتا ہے کہ وہ شخص، جس نے کسی اہم مقدمے میں ملزم کی دماغی یا عام جسمانی

صحت کے بارے میں کوئی رائے دی ہو، اس کے خلاف یا حق میں عام گواہ کی حیثیت سے پیش ہو۔

90- ہرن ہوٹر (Herrnhuter) یا موراوی برادر (Moravian Brother): ہرن ہوٹر ایک مذہبی اور سماجی تحریک کے ارکان تھے۔ اس تحریک کی بنیاد ایک جرمن پروٹسٹنٹ کاؤنٹ وان زن زینڈورف (Zinzendorf)(1700 تا 1760) نے 1727 میں جرمنی کے علاقے سیکسنی (Saxony) کے قصبے ہرن ہوٹ (Herrnhut) میں رکھی تھی۔ اصلاً یہ تحریک ایک اور تحریک کا جزو تھی جس کو عام طور پر موراوی یا بوہیمیائی مذہبی جماعت (Brotherhood) کہا جاتا ہے۔ ہرن ہوٹروں کی تحریک بہت جلد روس میں بھی پھیل گئی۔ (روس میں بے شمار جرمن آباد تھے۔ ڈاکٹر ہرزن ستوب بھی جرمن تھا، اسی لیے راقم الحروف نے اس کا نام ت سے نہیں ٹ سے لکھا ہے۔) یہ تحریک اس بات پر زور دیتی اور عمل بھی کرتی تھی کہ انسانوں کو اخلاقی اعتبار سے نئے سرے سے تعلیم دی جانا چاہیے۔ اس قسم کے پروٹسٹنٹ فرقوں کی پوری پوری آبادیاں آج بھی دنیا کے مختلف ممالک بالخصوص امریکا کی ریاست پنسلوانیا، کینیڈا اور پیراگوئے میں موجود ہیں۔ پیراگوئے میں ان لوگوں کو جنرل سٹروئسنر (Stroessner) نے آئینی طور پر فوجی ملازمت سے مستثنیٰ قرار دلا دیا تھا۔

91- Gott der Vater: خداوند باپ۔

Gott der Sohn: خداوند بیٹا۔

Gott der Heilige Geist: خداوند روح القدس۔

92- a decharg: فرانسیسی عدالتی اصطلاح۔ اس کے لفظی معنی "بوجھ کم کرنا" ہیں۔

93- حلف اٹھانا ضروری نہیں تھا: اگنات ایوی کے مطابق کلیسا کے ارکان کو حلف اٹھانے سے استثنا حاصل تھا۔ اس کے لیے حضرت عیسیٰ کے یہ الفاظ بطور سند پیش کیے جاتے ہیں جب وہ یروشلم کے قریب پہاڑی پر چڑھ کر لوگوں کے ایک بڑے مجمع سے خطاب کر رہے تھے: "...اگلوں سے کہا گیا تھا کہ جھوٹی قسم نہ کھانا بلکہ اپنی قسمیں خداوند کے لیے پوری کرنا۔ لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ بالکل قسم نہ کھانا، نہ تو آسمان کی کہ وہ خداوند کا تخت ہے، نہ زمین کی کیونکہ وہ اس کے پاؤں کی چوکی ہے، نہ یروشلم کی کیونکہ وہ بزرگ بادشاہ کا شہر ہے۔ نہ اپنے سر کی قسم کھانا کیونکہ تو ایک بال کو بھی سفید یا کالا نہیں کر سکتا بلکہ تمہارا کلام 'ہاں، ہاں' یا 'نہیں، نہیں' ہو کیونکہ جو اس سے زیادہ ہے، وہ بدی سے ہے۔" (نیا عہدنامہ: متی: باب 5، آیات 33 تا 37)۔ الیوشا کو جو قسم نہ اٹھانا پڑی، اس کی ایک اور وجہ بھی تھی: وہ ملزم کا قرابت دار تھا۔ ایوان کا بھی یہی حال تھا (آگے حاشیہ نمبر 97 دیکھیں)۔ (روسی قانون کے مطابق جن لوگوں کے اپنے خاندان کے کسی رکن پر مقدمہ چل رہا ہوتا، انہیں اس کے حق میں یا خلاف گواہی دیتے وقت حلف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔)

94- lorgnettes یا opera glasses: مقرب۔ تھیٹر بین۔ دستے دار دو چشمہ۔ یہ ایک پرانی وضع کی دو چشمی دوربین (binoculars) ہوتی تھی۔ اس کا لمبا دستہ یا کمانی ہوتی تھی اور اسے آنکھوں کے سامنے رکھ کر دیکھا جاتا تھا۔

95- عاجزانہ سلام: انگریزی میں اس قسم کے سلام یا آداب کے لیے لفظ "Curtsy" استعمال ہوتا ہے اور عام طور پر خواتین اور لڑکیاں بادشاہ، ملکہ وغیرہ کے سامنے کرتی ہیں۔ اس میں وہ اپنی سکرٹیں ہاتھوں میں تھام لیتی ہیں، ایک پاؤں دوسرے پاؤں سے قدرے آگے کر لیتی ہیں اور تیزی سے گھٹنے نیچے جھکا دیتی ہیں۔

96- بدذات: یہاں دستوئیفسکی نے روسی لوک لفظ "razluchnitsa" استعمال کیا ہے۔ razluchnitsa وہ عورت ہوتی ہے جو دوسروں کی خوشیوں میں کھنڈت ڈالتی یا انہیں برباد کر دیتی ہے۔ ایک انگریز مترجم نے اسے "mischief-maker"، دوسرے نے "thief of friendship"، تیسرے نے "The woman who came between us" اور چوتھے نے "man-stealer" لکھا ہے۔

97- اوپر حاشیہ نمبر 93 دیکھیں۔

98- sarafan: ایک قسم کی دیہاتی قمیص۔ اس کی آستینیں نہیں ہوتیں۔

99- panyova یا paneva: ایک قسم کی سکرٹ۔ کسان دلہنیں پہنا کرتی تھیں۔

100- روٹی اور سرکس: Panem et Circences / Duas tantum res anxius optat, ("لوگ بے چینی سے صرف دو چیزوں کے متمنی ہوتے ہیں: روٹی اور سرکس کا کھیل۔"): (جووینال طنز نمبر 10، سطر نمبر 80)۔ لوگ ان چیزوں کا مطالبہ کرتے تھے اور رومی امپراطور مہیا کرتے رہتے تھے۔ [جووے نال (تقریباً 60 تا تقریباً 140) ایک رومی شاعر تھا۔ اس کی "طنزیات" میں اس زمانے کے رومی معاشرے کی حماقتوں اور برائیوں پر سفاکانہ تنقید کی گئی ہے۔]

101- Le diable... point: شیطان کا بالکل کوئی وجود نہیں۔

102- آخری کارنامہ: یہاں تمام برطانوی اور امریکی مترجمین نے ترکیب "swan song" استعمال کی ہے۔ یورپی زبانوں کی یہ مشترکہ ترکیب جرمن schwanenesang (swan یا راج ہنس کا آخری گیت، جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اسے مرتے وقت گاتا ہے) سے اخذ کی گئی ہے۔ چنانچہ swansong کسی شخص کی وہ شاندار کارکردگی ہوتی ہے جو وہ ریٹائر ہونے سے پہلے دکھاتا ہے۔

103- ابدی سوال: یہاں دستوئیفسکی نے جو روسی لفظ استعمال کیا ہے، بیشتر انگریزی مترجمین نے اس کا

ترجمہ "accursed" یا "damned" کیا ہے، صرف اگنات ایوی نے "ابدی مسائل" لکھا ہے۔ اصل میں یہ وہ ابدی مسائل ہیں جن کا صحیح جواب دینا دشوار ہے (صرف عقیدہ ہی کام آتا ہے۔): مثلاً خدا بمقابلہ عقل، انسانی مقدر، زندگی اور موت، خود روس کا مستقبل وغیرہ وغیرہ۔ خود دستوئیفسکی ان سوالات سے ساری عمر الجھتا رہا۔ تفصیل ٹیرس کی کتاب A Karamazov Companion کے صفحہ 412 پر دیکھی جا سکتی ہے۔

104- لائق فائق افسر: ڈیوڈ میکڈف کے مطابق یہاں اشارہ ایک ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کارل کرستوخوروف وان لینڈز برگ کی طرف ہے۔ اس پر 1879 میں اس الزام میں مقدمہ چلایا گیا تھا کہ اس نے شیٹ کونسلر ولاسوف اور اس کی خادمہ یمیلیدووا کو قتل کیا تھا۔ الزام درست ثابت ہوا تھا۔ اس زمانے کے روسی اخبارات میں اس مقدمے کی زبردست تشہیر ہوئی تھی۔

105- ہیملیٹ: وکیل استغاثہ ہیملیٹ کے اصل الفاظ کا حوالہ نہیں دے رہا، ان کی طرف صرف اشارہ کر رہا ہے۔ اپنے باپ کے قتل کے بعد ہیملیٹ بے حد پریشان ہے اور زندگی اور موت کے متعلق سوال بار بار اس کے ذہن میں آتے رہتے ہیں۔ ایک روز وہ اوفیلیا کے سامنے خود کلامیہ کے انداز میں مندرجہ ذیل تقریر کرتا ہے:

"زندگی اور موت کا سوال بار بار میرے ذہن میں گردش کرتا ہے۔ آہ! کیا بدقسمتی کی ٹھوکریں میرے ہی لیے بنائی گئی تھیں؟ کیا قسمت کے ان تمام چکروں کی گردش ختم کر دینا ہی جوہر مردانگی ہے؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا موت صرف ایک گہری نیند کا نام ہے؟ اور یہ نیند ہماری زندگی کے کل مصائب کا خاتمہ کر سکتی ہے، تو ہم اس گہری نیند سے سو کیوں نہیں جاتے؟ لیکن اس نیند میں بھی عجیب عجیب خواب ہمارا سکون چھین لیتے ہیں۔ اور پھر ہم کو اس نیند سے گھبرانا چاہیے کہ نہ معلوم وہ نیند کیسی ہو اور اس کے خواب کتنے ڈراؤنے ہوں —— اسی کشمکش میں پڑ کر ہم تقدیر کے تمام مصائب کے حملوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں۔ اگر انسان خودکشی کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر سکتا تو پھر اس زندگی کی تپش، ظالموں کے ظلم، خبیثوں کی خباثت، انسان کی بے انصافی، سختی اور تشدد کو ہرگز ہرگز برداشت نہ کرتا۔ کوئی زندگی کے ذرّے کھا کر تڑپتا نہ رہتا۔ لیکن ایک ایسا خوف ہے جو ہمیں اس زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتا رہتا ہے۔ ہم یقیناً جانتے کہ موت کے بعد ہماری حالت کیا ہوگی۔ اور یہی خوف ہمیں زندگی کا لگاؤ ترک کرنے سے روکتا ہے..." (ولیم شیکسپیئر: ہیملیٹ، ایکٹ3، سین1۔ ترجمہ: فراق گورکھ پوری۔)

ویسے وکیل استغاثہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے، محمد ابراہیم ذوقؔ نے اسے نسبتاً بہتر انداز سے پیش کیا ہے:

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے؟

106- "ہم ہی میں رہتا تھا...": پوشکن نے اپنے معاصر پولستانی شاعر ایڈم مکیوچس (Mickiewicz 1798 تا 1855) کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے 1834 میں ایک نظم لکھی تھی۔ یہ اس نظم کا پہلا مصرع ہے۔ پورا شعر اس طرح ہے: "وہ ہم ہی میں رہتا تھا/ ان لوگوں کے درمیان جو اس کے لیے اجنبی تھے..."

107- عظیم مصنف: روس کا عظیم طنز نگار نکولائی گوگول۔ یہاں اشارہ اس کے مشہور ناول "مردہ روحیں" کی طرف ہے۔ سبا کی وچ، نزدریاف اور چچی کوف اس ناول کے مضحکہ خیز کردار تھے۔

108- "جیسے قطرۂ آب میں ماہتاب": روسی شاعر G.R.Derzhavin (1743 تا 1816) کی نظم "خدا" کا اقتباس۔

109-apres... deluge: لفظی ترجمہ: میرے بعد بے شک سیلاب آ جائے یعنی اگر میں نہ رہا، دنیا بے شک جہنم میں چلی جائے۔ بعض لوگ اس ترکیب کو فرانس کے بادشاہ لوئی پانزدہم (1710 تا 1774) اور بعض اس کی چہیتی (داشتہ مگر اصل اختیارات کی مالک) مادام پومپے دور (Marquise de Pompadour) سے منسوب کرتے ہیں۔ فیودر پادلووچ کے نقطہ نظر کو بابر کے الفاظ میں "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" بھی کہا جا سکتا ہے۔

110- شاونزم: جارحانہ وطن پرستی۔ اس قسم کے لوگ اس خبط میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ان کا وطن ہی دنیا کا بہترین ملک ہے اور اگر وہ کوئی غلطی کرتا ہے، تو بھی صحیح وہی ہے۔ یہ لفظ نپولین کے زمانے کے کٹر قوم پرست شاون (Chauvin) کے نام سے بنا ہے جسے 1831 میں Cogniard بھائیوں نے اپنے ڈرامے "Cocarde Tricolore" میں ایک کردار کی حیثیت سے پیش کر کے مقبول عام بنا دیا تھا۔

111- فطرت کا انتقام: حذر اے چیرہ دستاں، سخت ہیں فطرت کی تعزیریں۔ (اقبال)

112- برطانوی دارالعوام: یہ واقعہ، جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے، تاریخی اعتبار سے ناول کے واقعات سے دس سال بعد پیش آیا تھا۔ ناول کے واقعات کا تعلق مبینہ طور پر 1866 کے سال سے ہے جب کہ یہ واقعہ 1876 کی سیاسی صورت حال کی نشان دہی کرتا ہے۔ 1876 میں روس اور برطانیہ کے باہمی تعلقات میں سرد مہری آ چکی تھی۔ اس زمانے میں روس مشرقی یورپ کی سلاف ریاستوں کو سلطنت عثمانیہ سے آزادی دلانے کے بہانے ترکوں سے برسرپیکار تھا۔ برطانیہ کا خیال تھا کہ اس بہانے روس کا اصل مقصد قسطنطنیہ پر قبضہ کرنا اور بحیرہ روم تک رسائی حاصل کرنا ہے۔ دستوئیفسکی نے ستمبر 1876 میں اپنی کتاب 'مصنف کی ڈائری' کے ایک سیاسی مضمون میں لکھا تھا: "وائی کاؤنٹ بیکنز فیلڈ (Beaconsfield) نے" —— اس زمانے کا برطانیہ کا وزیر اعظم۔ اس کا اصل نام بنجمن

ڈیزرائیلی (Disraeli) تھا اور بقول دستوئیفسکی وہ پیدائشی اسرائیلی تھا، معلوم نہیں کیسے کیونکہ اس زمانے میں اسرائیل وجود میں ہی نہیں آیا تھا— "کسی سرکاری ضیافت میں تقریر کرتے ہوئے اچانک اہل یورپ کے سامنے غیر معمولی انکشاف فرمایا ہے' (جنرل) چرنیاف کی زیر قیادت جو روسی سلاوٗں کا تحفظ کرنے کے لیے ترکی میں داخل ہوئے ہیں، وہ سارے کے سارے محض سوشلسٹ، کیمونسٹ اور communards ہیں۔' (فرانسیسی انقلاب کے دوران میں جس گروہ نے پیرس کی بلدیاتی حکومت پر قبضہ کیا تھا، اسے بحیثیت مجموعی The Commune اور اس کے ارکان کو communards کہا جاتا ہے۔ انقلاب فرانس کے بعد جن لوگوں نے مخالفوں کے خلاف دہشت گردی کی اور انہیں چن چن کر ہلاک کیا، ان میں یہ communards بھی شامل تھے۔ انہیں 1794 میں کچل دیا گیا تھا۔ مترجم) 'وہ یورپ کے لیے خطرہ بن چکے ہیں۔ برطانوی کسانوں کے مفادات کو بھی ان کے ہاتھ زک پہنچ رہی ہے۔ اور وہ مستقبل میں روس اور مشرق (مشرقی یورپ) میں سوشلزم لانے کا باعث بنیں گے۔'" ("مصنف کی ڈائری، باب اول، پیرا نمبر 1: ستمبر 1876)

113- اناج کی فراہمی: انیسویں صدی میں روس، بالخصوص یوکرین سے مغربی اور وسطی یورپ کو اناج خاص طور پر گیہوں، برآمد کیا جاتا تھا۔ نپولین کی پسپائی کے بعد انیسویں صدی کے پورے عرصے کے دوران میں روسی سلطنت گندم کی بہت بڑی برآمد کنندہ تھی۔ اس عمل میں تیزی اس لیے بھی آئی کیونکہ جرمن نژاد روسی امپراطورہ کیتھرین اعظم کی دعوت پر اٹھارویں صدی میں جرمنی کے مختلف مذہبی فرقوں کے اراکین کی کثیر تعداد یوکرین اور وولگا کی وادی میں آباد ہو چکی تھی (ان مذہبی فرقوں میں Mennonites، Hutterites اور Moravian Brothers وغیرہ شامل تھے۔ چونکہ یہ سواد اعظم سے مختلف تھے، اس لیے جرمنی میں انہیں خاصا تنگ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ان ایذاؤں اور جبری بھرتی سے، جو روس میں نہیں تھی، بچنے کے لیے یہ لوگ جوق در جوق روس پہنچنے لگے)۔ نو وارد اپنے ساتھ زرعی مشینری اور کاشت کاری کے نئے طریقے لے کر آئے تھے۔ یوں ان کی زمینوں کی پیداوار روسیوں کی زمینوں کی پیداوار سے کہیں زیادہ تھی۔ پھر یہ لوگ شراب نوشی سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ مگر جب 1850 کے لگ بھگ امریکا اور کینیڈا میں گندم کی پیداوار بڑھنے اور اس کی برآمد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا، روسی گندم مقابلے کی تاب نہ لا سکی اور جنگ عظیم اول کے آغاز پر اس کی برآمد میں بہت کمی آ گئی۔ جنگ کے اختتام پر ملک پر کیمونسٹوں کا قبضہ ہو گیا، ملک میں اجتماعی کھیتی باڑی متعارف کرا دی گئی، کسانوں میں بے چینی پھیلنے لگی اور اس پر طرہ یہ کہ آبادی بڑھنے لگی۔ چنانچہ روس گندم برآمد کرنے کی جگہ گندم درآمد کرنے لگا۔ انیسویں صدی میں روس کی جن بندرگاہوں سے گندم برآمد کی جاتی تھی، ان میں سب سے بڑی کرانستادت (سینٹ پیٹرز

برگ) اور اودیسا تھیں۔

114- ناقابل یقین... گر سکتا ہے: پوشکن کی نظم "گمنام کے نام جواب" (1830) کا اقتباس۔

115- نوجوان: یہ ایک سچا واقعہ ہے۔ یہ نوجوان اصلاً کسان تھا اور اس کا نام زیت سیف تھا۔ اس کا مقدمہ 15 جنوری 1879 کو سینٹ پیٹرز برگ ڈسٹرکٹ کورٹ میں پیش ہوا تھا۔

116- نیلے اور سرخ رنگ کے نوٹ: اس زمانے میں پانچ روبل کے نوٹ نیلے اور دس روبل کے سرخ رنگ کے ہوتے تھے۔

117- اڈالفو قلعہ (Udolpho Castle): ایک خیالی قلعہ۔ یہ انگریز ناول نگار مسز این ریڈکلف (1764 تا 1823) کی اختراع تھا اور اس نے اس کا ذکر اپنے گوتھک ناول "The Mysteries Of Udolpho Castle" (1794) میں کیا تھا۔ این ریڈکلف کے دوسرے مشہور ناول کا نام "The Italian" (1797) تھا۔ این ریڈکلف کے ناول روس میں بہت مقبول تھے اور خود دستوئیفسکی اوائل عمری میں انہیں مزے لے لے کر پڑھا کرتا تھا۔ (گوتھک ناول خالص انگریزی صنف ادب تھی اور اٹھارویں اور انیسویں صدی میں بہت مقبول تھی۔ اس میں قرون وسطٰی کا زمانہ دکھایا جاتا تھا اور واقعات پُراسرار اور دہشت ناک ماحول میں پیش کیے جاتے تھے۔)

118- "باندھنے اور کھولنے": "میں آسمان کی بادشاہی کی کنجیاں تجھے دوں گا اور جو کچھ تو زمین پر باندھے گا، وہ آسمان پر بندھے گا اور جو کچھ تو زمین پر کھولے گا، وہ آسمان پر کھلے گا۔" (نیا عہدنامہ: متی: باب16، آیت19؛ باب 18، آیت18): (یسوع مسیح اپنے حواری پطرس سے)۔ فیتیو کووچ کا اطلاق قدرے ڈھیلا ڈھالا ہے۔

119- 'میں اچھا چرواہا ہوں... ہاتھ نہ دھو بیٹھے...': (نیا عہدنامہ: یوحنا باب 10، آیات 11، 14، 15)۔ البتہ اس جملے کا آخری حصہ "تا کہ ان میں سے ایک بھی اپنی جان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے" فیتیو کووچ کا اپنا اضافہ ہے؛ "نیا عہدنامہ" میں یہ الفاظ موجود نہیں۔

120- "اے اولاد والو... نہ دلاؤ": اصلاً یہ الفاظ کلسیوں (ایشیائے کوچک کے قدیم شہر کلسیا کے باشندے) کے نام سینٹ پال (پولس رسول) کے خط (باب3، سطر 21) سے لیے گئے ہیں، لیکن فیتیو کووچ نے یہاں بھی قدرے تحریف کر دی ہے۔ اردو بائبل کے مطابق اصل جملہ "اپنے فرزندوں کو دق نہ کرو" نہ کہ "اپنے بچوں کو اشتعال نہ دلاؤ۔"

121- رسول: پولس رسول (یا سینٹ پال)

122- vivos voca: پورا لاطینی جملہ یوں ہے: "Vivos voca, Mortuos plango, Fulgura frango" (میں زندوں کو پکارتا ہوں، مرنے والوں کا سوگ مناتا ہوں، کڑوفر کو تجس

نہیں کرتا ہوں۔) اسے اصلاً شلر نے اپنی نظم ''Song of the Bell'' کے لیے بطور پیشانی استعمال کیا ہے جسے بعد میں ہرزن نے اپنے انقلابی رسالے ''The Bell'' کا ماٹو بنالیا۔

123- ''جس پیمانے ...ماپا جائے گا۔'': (نیا عہد نامہ: متی: باب 7، آیت 2؛ لوقس: باب 6، آیت 38)۔ حصہ اول میں فیودر پاولووچ نے اس کا تحریف شدہ حوالہ دیا تھا۔ یہاں فیتیوکووچ نے اس مقولے کی ترتیب معکوس کر دی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے: دوسروں سے وہی سلوک کرو جو وہ تمہارے ساتھ کرتے ہیں۔

124- پیتل اور گندھک: پیتل، تانبا، لوہا، گندھک (کبریت) اور دوسری دھاتوں کو بائبل میں ''جہنم کا ایندھن'' کہا گیا ہے۔ یہاں اشارہ انیسویں صدی کے روسی ڈراما نگار الیکسانڈر اوسترفسکی (1823-1886) کے ڈراما ''کٹھن ایام'' (1863) کے ایکٹ دوم سین دوم کی طرف ہے جس میں دو تاجروں کی بیویاں ان الفاظ کے بارے میں اپنے خوف پر گفتگو کرتی ہیں۔ ڈرامے میں دونوں الفاظ کو توہم پرستی اور پسماندگی کی علامت بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ ڈیوڈ میکڈف کا خیال ہے کہ دستوئیفسکی نے اس بہانے اپنے نقاد وائی۔ ایل۔ مارکوف کے ایک تنقیدی مضمون کی پیروڈی کرنے کی کوشش کی ہے جس میں ناول نگار پر زندگی کے متعلق ضرورت سے زیادہ افسردہ نقطہ نظر پیش کرنے کا الزام لگایا گیا تھا۔

125- ''فطرت ...واپس آ جائے گی۔'': لاطینی شاعر، نقاد اور طنز نگار ہوریس (Horace: 65 ق م تا 08 ق م) نے بھی اپنی کتاب ''مکتوبات،'' جلد اول میں لکھا تھا: ,Naturam expellas furca tamen usque recurret (آپ فطرت کو کانٹے سے باہر نکال سکتے ہیں مگر وہ واپس آ جائے گی۔) : Chassez le naturel, il revient au galop (فطرت کو باہر نکالیں اور وہ سرپٹ بھاگتی واپس آ جائے گی۔)؛ Natur zieht starker dann sieben Ochsen (فطرت سات گھوڑوں سے بھی زیادہ طاقت سے (گاڑی) کھینچتی ہے۔) تاہم دستوئیفسکی نے اپنی لائن روسی ادیب نکولائی کرامزن (Karamzin: 1766 تا 1826) کے ایک مضمون سے مستعار لی ہے جس میں اس نے فرانسیسی ادیب La Fontaine (1621 تا 1695) کی ایک کہانی ''بلی جو عورت میں تبدیل ہو گئی'' سے اخذ کی تھی۔ ویسے کرامزن کا ترجمہ خاصا ڈھیلا ڈھالا ہے اور اصل سے زیادہ مطابقت نہیں رکھتا۔

126- انہوں نے مجھے کھانے...سزا سنا دی ہے: اس عبارت میں نیا عہد نامہ: متی: باب 25، آیات 35 تا 45 کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے: روز قیامت مسیح راست بازوں سے کہیں گے: ''کیونکہ میں بھوکا تھا، تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا، تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں پردیسی تھا، تم

نے مجھے گھر میں اتارا۔ ننگا تھا، تم نے مجھے کپڑا پہنایا۔ بیمار تھا، تم نے میری خبر لی۔ قید میں تھا، تم میرے پاس آئے۔'' پھر وہ ملعونوں سے کہیں گے: ''کیونکہ میں بھوکا تھا، تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ پیاسا تھا، تم نے مجھے پانی نہ پلایا۔ پردیسی تھا، تم نے مجھے گھر میں نہ اتارا۔ ننگا تھا، تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا۔ بیمار اور قید میں تھا، تم نے میری خبر نہ لی۔'' یوں راست باز ہمیشہ کی زندگی اور ملعون ہمیشہ کی سزا پائیں گے۔

127- ایک بے گناہ شخص... بہتر ہوتا ہے: یہ پرشکوہ آواز پیٹر اعظم کی ہے اور اقتباس اس کے 1716 کے ''عسکری قانون'' (Military Statute) سے ہے۔ (اگنات ایوی)

128- بائرنی ہیرو: لارڈ بائرن (1782 تا 1824) اور شیلی (1792 تا 1822) اپنے زمانے کے مشہور رومانی شاعر تھے۔ دونوں کو ان کے بعض معاصر ''شیطانی مدرسہ فکر'' کے شاعر قرار دیتے تھے۔ بائرن نے حقیقی دنیا اور آرٹ دونوں کو رومانی دور کا صنم (Idol) — بائرنی ہیرو — مہیا کر دیا تھا۔ اس ہیرو کی صفات یہ ہیں: ''یہ اپنے ہی ماحول میں اجنبی ہوتا ہے، اس کی ذہنی کیفیت ہر آن تبدیل ہوتی رہتی ہے اور اس کی روح ہمیشہ بغاوت پر آمادہ رہتی ہے۔''

129- سفنکس (sphinx): ایک سفنکس تو ایتھنز کے شمال مغرب میں یونانی شہر تھیبز (Thebes: اسے 336 ق م میں سکندر اعظم نے تباہ کر دیا تھا) کی ایک پر دار بلا تھی۔ اس کا سر عورت کا اور دھڑ شیر کا تھا۔ وہ انسانی زندگی کے تین مراحل (بچپن، جوانی اور بڑھاپا) کے بارے میں راہگیروں سے پہیلی پوچھا کرتی تھی اور جو لوگ اس کا جواب نہیں دے پاتے تھے، ان کو ہلاک کر دیتی تھی۔ صرف تھیبز کا بادشاہ اودی پوس (Oedipus) صحیح جواب دے سکا۔ اس پر سفنکس نے خودکشی کر لی۔ متن میں جس سفنکس کا ذکر آیا ہے، وہ یہی ہے۔ ویسے ایک اور سفنکس بھی ہے۔ عرب اسے ابوالہول کہتے ہیں۔ یہ غزہ کے پتھر کے اس مجسمے کا نام ہے جس کا سر انسان کا مگر دھڑ شیر کا ہے۔

130- ''کیونکہ تم ہمارے خداوند ہو... !'': روس کے اکثر گرجا گھروں میں یہ الفاظ عبادت کے دوران میں بطور ترجیع (refrain) استعمال ہوتے ہیں۔

131- ''جیوپیٹر... غلطی پر ہو۔'': یہ حوالہ کہاں سے آیا ہے، نقاد تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں تاہم روس میں یہ جملہ بطور ضرب المثل عام استعمال ہوتا تھا۔ رچرڈ پیز اور لاریسا ولوخونسکی کے مطابق اس سے ملتا جلتا جملہ قدیم یونانی طنز نگار اور انشا پرداز لوکیانوس (Lucian: 125 تا 180 ق م) کے ایک مکالمے میں پایا گیا ہے۔ مشہور روسی ناول نگار ایوان ترگنیف (1818 تا 1883) کے ناول ''رودین'' (Rudin) میں یہ جملہ یوں کا توں موجود ہے۔ چونکہ دستوئیفسکی کی ترگنیف سے بنتی نہیں تھی، اس لیے ڈیوڈ میکڈف کا خیال ہے اس نے یہاں اسے بطور طنز گھسیڑ دیا ہے۔ جیوپیٹر

(Jupiter) اصلاً سیارہ ہے۔ اسے اردو میں "مشتری" کہا جاتا ہے۔ قدیم رومیوں کے مذہب میں یہ "دیوتاؤں کا دیوتا" تھا۔

132۔ میں اپنی تلوار... توڑ ڈالوں گا: کہا جاتا ہے کہ روس میں جن فوجیوں کو سزائے موت دی جاتی تھی، رسمی طور پر ان کی تلوار ان کے سر پر توڑ دی جاتی تھی۔ 1849 میں خود دستوئیفسکی اس تجربے میں سے گزرا تھا۔

133۔ اداکارہ: یہ ایک سچا واقعہ تھا۔ اس اداکارہ کا نام اے۔ بی۔ کائیروا تھا۔ دستوئیفسکی نے اس کا ذکر اپنی "مصنف کی ڈائری" (مئی 1876) میں کیا تھا۔

134۔ بیس سال: اگنات ایوی نے روسی مصنف بی۔ رائزوف (Reizov) کے حوالے سے بتایا ہے کہ دستوئیفسکی نے سزا کی جو مدت منتخب کی ہے، وہ وہی ہے جو حقیقی زندگی میں سیکنڈ لیفٹیننٹ الئسکی کو بھگتنا پڑی تھی۔ (یہاں یہ یاد رہے کہ دستوئیفسکی نے متیا کا کردار الئسکی کے کردار پر استوار کیا تھا۔ متیا کی طرح الئسکی پر بھی پدر کشی کا الزام لگایا گیا تھا۔) دستوئیفسکی نے اس نکتے پر مزید تحقیقات کا تردد کیے بغیر اس مدت کو اپنے ناول میں استعمال کر لیا۔ درحقیقت متیا کو، جس پر اپنے باپ کے قتل کا الزام لگایا تھا اور جسے تمام الزامات میں مجرم قرار دیا گیا تھا، زاروں کے روس کے قوانین کے مطابق بامشقت عمر قید ملنا چاہیے تھے۔ 1845 کے قانون میں کہا گیا ہے: "جو شخص پیشگی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اپنے باپ یا ماں کے قتل کا مجرم پایا جائے گا، وہ تمام قانونی حقوق سے محروم ہو جائے گا اور اسے تاحیات سائبیریا کی کانوں میں مشقت کرنا پڑے گی۔ جب اس زمرے کے سزایافتہ مجرم کانوں میں اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ جائیں گے، کسی حالت میں بھی ان کی سزا میں تخفیف کرنے کا معاملہ اٹھایا نہیں جا سکے گا۔ البتہ ان مجرموں کو مشقت سے آزاد کر دیا جائے گا جو بڑھاپے کی وجہ سے بالکل معذور و ناتواں ہو چکے ہوں، لیکن اس صورت میں بھی انہیں اجازت کے بغیر مجرموں کی بستی سے باہر نہیں بھیجا جا سکے گا۔" (بی رائزوف: "'کراماززوف برادران' کی پس پردہ کہانی")

تتمہ

1۔ پیدل سفر: جن لوگوں کو بطور سزا سائبیریا بھیجا جاتا تھا، ان میں سے چند ایک کو تو محافظوں کی معیت میں گھوڑے گاڑی میں جانے کی اجازت مل جاتی تھی مگر بہت بڑی اکثریت کو پیدل سفر کرنا پڑتا تھا۔ یہ سفر متعدد مراحل میں طے کیا جاتا تھا: پہلے تو مختلف مقامات سے آنے والے قیدیوں کو کسی صوبائی صدر مقام پر اکٹھا کیا جاتا تھا۔ وہاں سے کوہ یورال عبور کرنے کا مرحلہ آتا تھا۔ (کوہ یورال یورپ اور ایشیا کے مابین حد بندی کا کام دیتا ہے، روس کے شمالی علاقے میں واقع ہے، ایک ہزار میل لمبا ہے اور قازقستان تک پہنچتا ہے)۔ اکثر لوگوں کو کوہ یورال کے پار سائبیریا میں قائم جلاوطنوں کی آبادیوں میں ٹھہرا لیا جاتا تھا مگر بعض اشخاص کو جاپان کے شمال میں واقع روسی جزیرے سخالین پہنچا دیا جاتا تھا جس کا وقت ماسکو کے وقت سے گیارہ گھنٹے آگے ہے۔ روایتی طور پر قافلوں کو پتھر کی یادگار کے قریب ٹھہرا لیا جاتا تھا جو یورال کے آغاز پر بنی ہوئی تھی۔ یہاں وہ لوگ دعائیں کرتے تھے جن کے یورپی روس واپس آنے کا کوئی خاص امکان نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ قیدی کی منزلِ مقصود جتنی زیادہ دور ہوتی، اس کے کامیاب فرار کے امکانات اتنے ہی بڑھ جاتے۔ سفر کے دوران میں قیدیوں کو رسوں سے ایک دوسرے کے ساتھ باندھ دیا جاتا تھا اور جب وہ جلاوطن مجرموں کی آبادیوں میں پہنچتے، استروں سے ان کے سر مونڈ دیے جاتے (یعنی ٹنڈ بنا دی جاتی)، مگر صرف ایک جانب۔ جیلوں کی طرح انہیں کوئی امتیازی وردی فراہم نہیں کی جاتی تھی۔

2۔ جلاوطن: جن لوگوں کو یورپی روس سے بطور سزا سائبیریا بھیجا جاتا تھا، "جلاوطن" کہلاتے تھے۔

3۔ موہی کان (Mohican, Mahican or Mohegan): ریڈ انڈین امریکیوں کا قبیلہ۔ کسی زمانے میں یہ لوگ امریکا کی مشرقی ریاستوں کونیٹی کٹ (Connecticut)، میساچوسٹس (Massachussetts) اور نیویارک ریاست کی ہڈسن وادی میں آباد تھے۔ جب سترھویں صدی میں انگریز جوق در جوق امریکا پہنچنے لگے، انہوں نے ان مقامی باشندوں کو یا تو اپنے گھروں سے

نکالنا یا ہلاک کرنا شروع کر دیا تا کہ ان کی زمینوں پر قبضہ کیا جا سکے۔ ویسے امریکیوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے یہ زمینیں خریدی تھیں۔ (خود کوپر کے باپ نے کوپر کے سال پیدائش یعنی 1789 میں ریاست نیویارک میں واقع وسیع و عریض رقبہ زمین پر قبضہ کیا تھا اور وہاں ایک گاؤں کوپر ٹاؤن آباد کیا تھا) اور ایک دن ایسا بھی آ گیا، جب ان علاقوں سے ان مقامی باشندوں کا وجود بالکل ختم ہو گیا۔ ان کے متعلق جیمز فینی مور (Fennimore) کوپر (Cooper)(1789 تا 1851) نے 1826 میں اپنا مشہور ناول (The Last of the Mohicans) چھپوایا۔ یہ ناول روس میں بہت مقبول ہوا تھا اور اکثر روسی اسی سے امریکا کے متعلق اپنی رائے قائم کرتے تھے۔ خود دستوئیفسکی کے پاس اس کے فرانسیسی ترجمے کا نسخہ موجود تھا۔ متن میں بالواسطہ طور پر اسی کا حوالہ دیا گیا ہے۔

4- ہمارے نام... مٹ جائیں: گویا دراصل انقلاب فرانس (1791 تا 1793) کی اعتدال پسند جماعت The Gironde کے رکن، مشہور سیاست دان اور شعلہ بیان مقرر Piere Vergniaud کی قومی کنونشن (1792) میں تقریر کے ایک جملے کا حوالہ دے رہا ہے۔ اسے اپنی جماعت کے دیگر ارکان پارلیمنٹ کے ہمراہ گلوٹین پر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ (اگنات ایوی)

5- پٹی: یہ پٹی دراصل ایک قسم کا ربن ہوتا ہے۔ اس پر یسوع مسیح، مادر مسیح یا مسیح کے حواری یوحنا کی، جسے روایتی طور پر نیا عہد نامہ کی چوتھی کتاب، مکاشفہ اور تین خطوط کا مصنف قرار دیا جاتا ہے، تصویر بنی ہوتی ہے۔ روسی اور آرتھوڈوکس مسلک میں اسے دعائے جنازہ کے دوران میں مرحوم شخص کے سر کے گرد باندھ دیا جاتا ہے۔

6- بیٹھی: بعض مترجمین نے یہاں لفظ wake (جگراتا) استعمال کیا ہے اور بعض نے funeral dinner (بیٹھی)۔ جگراتا میں عموماً میت کے قریب بیٹھا جاتا ہے اور "نیا عہد نامہ" کے کچھ حصوں کی تلاوت کی جاتی ہے۔

نقل کی اصل سے مطابقت

1- مسرف بیٹا: مسرف بیٹا یا بیٹی وہ مرد یا عورت ہوتی ہے جو اپنا حصہ لے کر گھر چھوڑ دیتی ہے مگر کچھ ہی عرصہ بعد وہ اپنا سب کچھ اسراف میں اڑا دیتی ہے، پھر جب گھر واپس آتی ہے، تو اپنے کیے پر بہت ندامت محسوس کرتی ہے۔ اشارہ بائبل (نیا عہد نامہ : لوقا: باب 15، آیات 11 تا 32) کی ایک حکایت کی طرف ہے جو یسوع نے اپنے حواریوں کو سنائی تھی۔ اس حکایت کے مطابق ایک شخص کے دو بیٹوں میں سے چھوٹے نے اپنے باپ سے لڑ جھگڑ کر اپنی حصے کی جائیداد اور روپیہ پیسا لے لیا، جائیداد بیچی اور ساری رقم لے کر بیرون ملک چلا گیا۔ وہاں اس نے اپنا سارا مال عیاشیوں میں صرف کر دیا۔ پھر نوبت فاقہ کشی تک پہنچ گئی۔ مجبوراً گزر اوقات کی خاطر اسے دوسروں کے سؤر چرانا پڑے۔ یہ سخت جان کام اس کے بس میں نہ تھا۔ جب بہت تنگ پڑا، تو اپنے باپ کے پاس چلا گیا اور اپنے کیے پر ندامت کا اظہار کرنے لگا۔ باپ نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، نیا لباس پہنایا اور اس کے اعزاز میں جشن منایا۔ جب بڑا بھائی باپ کے اس رویے پر معترض بلکہ سیخ پا ہوا تو باپ نے جواب دیا، "بیٹا، تو ہمیشہ میرے پاس ہے اور جو کچھ میرا ہے وہ تیرا ہے۔ لیکن خوشی منانا اور شادمان ہونا مناسب تھا کیونکہ تیرا یہ بھائی مردہ تھا، اب زندہ ہوا؛ کھویا ہوا تھا، اب ملا ہے۔" یہاں اردو محاورے "صبح کا بھولا شام کو آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے" کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

دستوئیفسکی کے چند خطوط

1- این۔ اے۔ میکوف (1821 تا 1897): شاعر، نقاد، اور دستوئیفسکی کا ایک قریب ترین دوست۔

2- لیوبم تارتسوف (Lyubim Tortsov): روسی ڈراما نگار الیکسانڈر اوستروفسکی (Ostrovsky) (1823 تا 1885) کے ڈرامے "غربت جرم نہیں ہے" (1854) کا کردار۔ روسی نقاد اپولن گریگوریف نے اس کردار کی محض عاجزی اور مسکینیت کی وجہ سے اس کی بہت تعریف کی تھی۔ (ویسے اوستروفسکی کے بہترین ڈرامے کا نام "طوفان" ہے۔)

3- "طلوع" (Dawn): ایک روسی جریدے کا نام۔ دستوئیفسکی اس جریدے سے پیشگی رقم وصول کر چکا تھا اور اس سلسلے میں اپنی ذمے داری پوری کرنے کے لیے اپنا ناولٹ "ابدی شوہر" (Eternal Husband) بھیج چکا تھا۔

4- کاشپیریف (Kashpirev): "طلوع" کا ایڈیٹر۔

5- sectant: مجھے یہ لفظ کسی بھی انگلش ڈکشنری یا انسائیکلوپیڈیا میں نہیں ملا، تاہم اس کا مطلب غالباً "تفرقے باز" ہے۔

6- تیخون زدونسکی (Tikhon Zadonsky): (1724 تا 1783): اسے 1861 میں سینٹ کا درجہ دیا گیا تھا۔ ناول میں فادر زوسیما کا کردار تیخون زدونسکی پر مبنی ہے۔

7- چادئیف (P.Chaadaev): (1794 تا 1856): روسی مفکر۔ اس کی کتاب "فلسفیانہ خطوط" 1836 میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں اس نے رومن کیتھولک مسلک اور مغربی تہذیب کو ترجیح دیتے ہوئے روس اور روس کے آرتھوڈوکس مسلک کو مسترد کر دیا تھا۔ روسی زار نکولس اوّل (1796 تا 1855) نے اسے پاگل قرار دے کر اسے اس کے گھر میں نظر بند کر دیا تھا۔

8- بلنسکی (V.G. Belinsky)): (1811 تا 1848): روس کا مشہور ترین اور بااثر ترین نقاد۔

9- گرانوفسکی (T.N.Granovsky): (1813 تا 1855): تاریخ کا پروفیسر اور 1840 کی دہائی

کے روسی مینیت پسندوں کا رہنما۔ دستوئیفسکی نے اپنے ناول Possessed (یا Devils) کے ایک کردار سٹیپن ورخوفنسکی کا نقشہ اسی کے مطابق کھینچا تھا۔

10- پوشکن: الیکسانڈر پوشکن (1799۔1837): روس کا عظیم ترین شاعر۔

11- پرسکی (Pavel Prussky): (1821 تا 1895): پہلے sectant تھا، بعد میں آرتھوڈوکس مسلک کا حامی بن گیا۔ مذہب کے عالم اور مصنف کے طور پر خاصا جانا پہچانا تھا۔

12- گولوبوف (Golubov): پاول پرسکی کا شاگرد اور پیروکار تھا۔ مذہبی، سیاسی اور فلسفیانہ مسائل پر رسائل تحریر کیا کرتا تھا۔

13- فادر پارفینی (Parfeny): اس کا انتقال 1868 میں ہوا تھا۔ اس کی کتاب کا نام "روس، مالداویا، ترکی اور ارضِ مقدس کا سفرنامہ" تھا۔

14- ستراخوف: (N.N.Strakhov): (1828 تا 18896): فلسفی اور نقاد۔ دستوئیفسکی کے جرنل "Time and Epoch" کی تدوین میں مصنف کا ہاتھ بٹاتا رہا تھا۔ طالسطائی نے بھی اپنے ناول "جنگ اور امن" کی دوسری اشاعت کا اہتمام اسی کے سپرد کیا تھا مگر اس نے مصنف کی اجازت کے بغیر اس میں بے شمار من مانی ترامیم کر دی تھیں۔

15- کونستان زانگلو (Konstanzhoglo): روسی مصنف نکولائی گوگول کے ناول "مردہ روحیں" کا ایک "نیک" مگر بے جان کردار۔

16- "آبلم آف" (Oblomov): ایوان الیکسانڈرووچ گونچاروف (1812 تا 1891) کا مشہور ترین ناول۔ 1861 میں چھپا تھا۔

17- لیف ریشکی، چیچی کوف اور رخمی توف: علی الترتیب ترگنیف کی کہانی "A Nest of Gentlemen"، گوگول کے ناول "مردہ روحیں" اور چرنیشیف سکی کے "What Is To Be Done" کے کردار۔

18- الیکسیوا: (V.A.Alekseev)۔ الیکسیوا روسی اوپیرا ہاؤس "Marlinsky Opera" میں گلوکارہ تھی۔ ان دنوں میں ایک نوجوان دوشیزہ نے، جس کا نام پیساریوا تھا، خودکشی کر لی تھی۔ پیساریوا نے اپنے پیچھے معمولی سی رقم چھوڑی تھی جس کے متعلق وہ بہت پریشان ہوتی رہتی تھی۔ دستوئیفسکی نے اس کی تشویش کا مضحکہ اڑاتے ہوئے لکھا تھا، "معمولی سی رقم کے لیے پیساریوا کی تشویش ہمارے عہد کے نوجوانوں کی سوچ کا مظہر ہے جو ہر چیز پر مادی وسائل کو ترجیح دیتے ہیں، جو (سوتے جاگتے) خواب دیکھتے رہتے ہیں کہ پتھر روٹیوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔" الیکسیوا نے دستوئیفسکی سے سوال کیا تھا کہ آخر وہ کہنا کیا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ "اناجیل اربعہ" میں پتھر روٹیوں میں تبدیل نہیں ہوئے تھے۔

19- شیطان کی ترغیب: شیطان نے مسیح علیہ السلام کو جن چیزوں کی ترغیب دی تھی، ان کے متعلق "انا جیل اربعہ" (نیا عہد نامہ) کی متعلقہ آیات کا حوالہ ناول کے حصہ دوم کے نوٹ نمبر 70 میں دیا جا چکا ہے۔

20- وی۔ وی۔ میکائیلوف: استاد، ماہر تعلیم اور نگران۔

21- این۔ اے لیوبیموف: روسی جریدے "رشین ہیرلڈ" کا ایڈیٹر۔ دستوئیفسکی کا ناول "کرامازوف برادران" اسی جریدے میں قسط وار شائع ہو رہا تھا۔ جریدے کا پبلشر ایم۔ این۔ کاتکوف تھا۔

22- چونکہ میری تعریف نہیں کی جاتی: سینٹ پال (پولس رسول) کے اصل الفاظ یہ ہیں: "میں پھر کہتا ہوں کہ کوئی مجھے بے وقوف نہ سمجھے، ورنہ بے وقوف سمجھ کر ہی مجھے قبول کرو کہ میں بھی تھوڑا سا فخر کروں۔ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ خداوند کے طور پر نہیں بلکہ بے وقوفی سے اور اُس جرات سے کہتا ہوں جو فخر کرنے میں ہوتی ہے۔ جہاں اور بہتیرے جسمانی طور پر فخر کرتے ہیں میں کروں گا۔" (نیا عہد نامہ: کرنتھیوں کے نام دوسرا خط: باب11، آیات16-18)۔ دستوئیفسکی نے اس عبارت کو مزاحیہ انداز سے اپنے مطلب کے لیے ڈھال لیا ہے۔

23- پروبیدانوست سیف (Probedonostsev) (1827تا1907): روسی آرتھوڈوکس مسلک کے اعلیٰ ترین ادارے مقدس سنود (Holy Synod) کا وکیل استغاثہ۔ وہ انتہا درجے کا رجعت پسند تھا اور اسے زار الیکسانڈر سوم (1845تا1894: اس نے حکومت 1881 سے 1894 تک کی تھی) پر بڑا اثر ورسوخ حاصل تھا۔ ناول کے متعلق اس کے تبصروں اور آراء کو دستوئیفسکی بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتا تھا۔

24- گوہ: یہ انگریزی لفظ faeces (امریکی feces) کا ترجمہ ہے۔ faeces لاطینی لفظ faex (تلچھٹ) سے آیا ہے۔ روسی میں بھی اسی سے ملتا جلتا لفظ ہوگا۔ ویسے انگریزی میں یہ لفظ اب اتنا معیوب نہیں رہا۔ اردو میں شاید چرکیں کے علاوہ کسی ادیب نے لفظ "گوہ" استعمال نہیں کیا، البتہ پنجاب اور یوپی کی مائیں جب اپنی اولاد کو طعنہ دیتی ہیں تو "گوہ موت" عام استعمال کرتی ہیں: "ہم نے تمہارا گوہ موت اٹھایا اور تم..."

25- "بڑے بول بولنے...": (نیا عہد نامہ: مکاشفہ: باب8، آیت5)

26- سینٹ سرجی، مطران پیوتر، مطران الیکسی: چودھویں صدی کے (روسی) عیسائی رہنما۔

27- "گروشینکا": جب "کرامازوف برادران" کتابی صورت میں شائع ہوا تو ساتویں کتاب کو ناول کے تیسرے حصے میں شامل کر دیا گیا اور اس کا عنوان "الیوشا" رکھ دیا گیا۔

28- ای۔ این۔ لیدیوا: ایک روسی خاتون۔ کتاب ہشتم بعنوان "میتیا" کے چوتھے باب بعنوان "تاریکی

میں" جب میتیا اپنی جیب سے پیتل کا موسل نکالتا ہے، تو اس کے بعد کتاب میں نقطوں کی قطار لگا دی گئی ہے۔ متن میں عام طور پر تین نقطے لگائے جاتے ہیں اور یہ اس امر کی علامت ہوتے ہیں کہ کچھ بات کہنے سے رہ گئی ہے مگر یہاں تو نقطوں کی پوری لائن ہے جس کا مقصد قاری کے ذہن میں محض شک پیدا کرنا ہے، میتیا جیب سے موسل نکالتا ضرور ہے مگر وہ اس سے اپنے باپ کو ہلاک نہیں کرتا۔ تاہم لیدیوا ابہام کا شکار ہو جاتی ہے اور پروفیسر رالف میٹ لا کے بقول یہ خاتون، جو مادام خوخلاکوو کی جیتی جاگتی تصویر ہے، ابہام درجا کی کیفیت برداشت نہیں کر پاتی اور جھٹ مصنف کو خط لکھنے بیٹھ جاتی ہے۔

29- معذرت نامہ: چونکہ ابتدا میں وعدہ کیا گیا تھا کہ ناول 1879 کے دوران میں چھپ جائے گا، مگر اب اس کی تکمیل اگلے سال تک اٹھا دی گئی تھی، چنانچہ دستوئیفسکی کو محسوس ہو رہا ہے کہ اس نے جریدے کو خواہ مخواہ مشکل میں پھنسا دیا ہے کیونکہ قارئین کو ناول کا بقیہ حصہ حاصل کرنے کے لیے مزید ایک سال کا چندہ بھیجنا پڑے گا۔

30- ہذیان ارتعاشی: اس کی تشریح حصہ چہارم کے حاشیہ نمبر 42 پر دی جا چکی ہے۔

31- 20 سال: دستوئیفسکی 28 جنوری 1881 کو انتقال کر گیا تھا۔

Scanned with CamScanner

نوٹ بکس سے اقتباس

1- نوٹ بکس: دستوئیفسکی کی نوٹ بکس اس کے انتقال کے بعد ماسکو سے 1883 میں شائع ہوئی تھیں۔ پہلا اقتباس انھی سے لیا گیا ہے۔ دوسرا اقتباس اس کی ایک اور نوٹ بک سے لیا گیا ہے۔ یہ ماسکو ہی سے 1971 میں چھپی تھی۔ ان دونوں اقتباسات کا انگریزی ترجمہ پروفیسر رالف میٹ لانے کیا تھا۔

2- کاولین (K.D.Kavelin): یہ کون شخص تھا اور کیا کرتا تھا، کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ اس نے روسی جریدے "رشین ہیرلڈ" کے، جس میں دستوئیفسکی کا ناول قسط وار شائع ہو رہا تھا، نومبر 1880 کے شمارے میں" کھلا خط" کے عنوان سے دستوئیفسکی کے نظریات پر زبردست تنقید کی تھی۔ دستوئیفسکی اس کا جو جواب دینا چاہتا تھا، وہ مختصر طور پر اس نے اپنی نوٹ بک میں تو لکھ لیا لیکن کسی وجہ سے مذکورہ جریدے میں نہ چھپ سکا۔

کرون برگ کا مقدمہ

1- کرون برگ کا مقدمہ: دستوئیفسکی نے 1867 میں اپنی اٹھارہ سالہ نوجوان سیکرٹری آنا گریگوریونا سنیتکا سے دوسری شادی کی۔ (اس کی پہلی بیوی 1864 میں انتقال کر گئی تھی) اور اپنے قرض خواہوں سے بچنے کے لیے بیرونِ ملک روانہ ہو گیا۔ دونوں میاں بیوی چار سال غیر ممالک میں مقیم رہے لیکن 1871 میں واپس آ گئے۔ 1873 میں وہ روسی ماہنامے "Grazhdanin"(Citizen) کا ایڈیٹر مقرر ہوا۔ اس رسالے میں اس کے تنقیدی اور دیگر مضامین "مصنف کی ڈائری" کے عنوان سے چھپتے رہے۔ 1874 میں وہ اپنا ناول "Adolescent" لکھنے کے لیے رسالے سے علیحدہ ہو گیا اور "مصنف کی ڈائری" کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ تاہم 1876 میں اس نے "مصنف کی ڈائری" ایک الگ مطبوعہ کی حیثیت سے ماہوار چھاپنا شروع کر دی لیکن دسمبر 1878 میں وہ "کرامازوف برادران" لکھنے میں مصروف ہو گیا اور یوں "مصنف کی ڈائری" کی اشاعت ایک بار پھر معطل ہو گئی۔ 1880 اور 1881 میں اس کا صرف ایک ایک شمارہ منظر عام پر آیا۔ اتنے میں دستوئیفسکی کا انتقال ہو گیا اور یوں اس کی اشاعت بالکل ہی بند ہو گئی۔

"مصنف کی ڈائری" میں حالات و واقعات، خیالات، تاریخ اور ادبیات اور دیگر موضوعات پر بھرپور تبصرے کیے جاتے تھے اور اسے مقبولیت بھی بے پناہ حاصل ہوئی۔ کتابی صورت میں یہ ڈائری وائی ایم سی اے پریس نے 1951 میں "Dnevnik Pisatelya" کے عنوان سے پیرس سے شائع کی تھی۔ اس کا انگریزی ترجمہ 1990 کی دہائی میں دو جلدوں میں لندن سے شائع ہوا تھا۔

2- ڈنڈا: دراصل یہ ہمارے معنوں میں ڈنڈا نہیں تھا بلکہ پٹائی کے لیے ایک ایسی چیز تھی جسے چند چھڑیوں کو آپس میں جوڑ کر یا گوندھ کر بنایا جاتا تھا۔ یوں یہ ایک انتہائی ظالمانہ ہتھیار بن جاتا تھا۔

3- سپاسووچ (V.D.Spasovich): (1829 تا 1906)۔ پیدائشی نام Spasowicz تھا۔ پیدائشی

نام سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اصلاً پولستانی تھا۔ وہ بہت بڑا قانون دان اور ادبی مؤرخ تھا، یونیورسٹی آف سینٹ پیٹرزبرگ میں قانون کا پروفیسر تھا، انتہائی روشن خیال تھا اور متعدد معیاری کتابوں کا مصنف تھا۔ اس کا شمار روس کے گنے چنے انتہائی ذہین اور مشہور وکلا میں ہوتا تھا۔ دستوئیفسکی کے بار بار انکار کرنے کے باوجود عام خیال یہی کیا جاتا ہے کہ "کراما زوف برادران" میں جس وکیل صفائی کو پیش کیا گیا ہے، اس کی تخلیق اسی شخص کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے۔ سپاسوویچ جن مقدمات میں بطور وکیل صفائی پیش ہوا تھا، ان میں اس نے جو دلائل دیے تھے، ان سب کو یکجا کر کے ایک کتاب بعنوان "کلیات" (Collected Works) کی صورت میں شائع کیا گیا تھا، لیکن اس میں کرونبرگ کا مقدمہ شامل نہیں کیا گیا تھا۔ وہ اپنی متعدد تنقیدی کتابوں میں دستوئیفسکی کا شاید ہی کہیں ذکر کرتا ہے۔

4- ab-ovo: (لغوی معنی) انڈے سے۔ (اصطلاحی معنی) بالکل ابتدا سے۔

5- quand-meme: باوجودیکہ۔ اس کے باوجود

6- L'ordre: سسٹم۔ نظام۔

فیودور میخائل دستوئیفسکی 11 نومبر 1821ء میں ماسکو میں پیدا ہوا۔ اس کے والد ایک ڈاکٹر تھے، لیکن گھریلو حالات خوشحال نہ تھے۔ بچپن ہی میں دستوئیفسکی کو غربت کا منہ دیکھنا پڑا۔ سینٹ پیٹرز برگ کے فوجی سکول کے انجینئرنگ کے شعبے میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی، پھر فوج میں بھرتی ہو گیا۔ چند برسوں کے بعد دستوئیفسکی نے فوج سے سبکدوش ہونے کا فیصلہ کیا۔ وہ اپنا سارا وقت تصنیف و تخلیق کے لیے وقف کرنا چاہتا تھا۔ اس کا پہلا ناول "بے چارے لوگ" شائع ہوا تو اس عہد کے عظیم رُوسی نقاد بیلنسکی نے اسے "عظیم ادیب" کا خطاب عطا کر دیا تھا۔ رُوسی نقادوں نے بدلتے ہوئے تقاضوں اور حالات کے تحت، بالخصوص انقلاب رُوس کے بعد کے کچھ برسوں میں اس سلسلے میں کچھ نظرثانی کرنے کی کوشش کی لیکن اس سے یہ خطاب چھینا نہ جا سکا۔ اس کے ناولوں نے اسے رُوسی انشاء پردازوں کا سرتاج بنا دیا تھا۔ دُنیائے ادب کا لازوال ناول نگار اور ناول نگاری کے فن کو جلابخشنے والا دستوئیفسکی، سینٹ پیٹرز برگ میں 9 فروری 1881ء میں انتقال کر گیا۔ اس کی عظمت کا یہ ادنیٰ ثبوت تھا کہ اس کا جنازہ اس شان سے اُٹھا جس پر بادشاہ بھی رشک کر سکتے تھے۔ اگر دُنیائے ادب کی تقسیم مقصود ہو تو کہا جائے گا کہ ادب کے دو اَدوار ہیں، ایک دستوئیفسکی سے پہلے کا ادب اور ایک دستوئیفسکی کے بعد کا ادب۔

"کرامازوف برادران" (1880ء) دستوئیفسکی کا آخری ناول ہے، جسے دُنیا کے ہر نقاد نے عظیم ترین ناولوں میں شمار کیا ہے۔ ناول کا ہیرو الیوشا رُوسی قوم، رُوسی مذہب اور مذہبیت کی اعلیٰ ترین پیداوار ہے اور اسے اپنی سرزمین اور ماحول سے بہت گہرا اور سچا لگاؤ ہے۔ اس کی سیرت اور وہ اصول جن پر وہ تعمیر کی گئی ہے، یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دستوئیفسکی بغاوت، انکار اور شک کے تمام مراحل طے کر کے منزلِ مقصود پر پہنچ گیا تھا۔ اس کا ناول وہ طوفان برپا کر دیتا ہے، جس سے پرانی دُنیا بگڑتی اور نئی دنیا بنتی ہے۔ 1958ء میں ہالی ووڈ نے اس ناول پر فلم بھی بنائی جس میں یول برینر نے میتیا کا کردار ادا کیا تھا۔ یہ ناول دستوئیفسکی کی موت سے کچھ عرصہ پہلے شائع ہوا، لیکن اپنی اس موت سے پہلے بھی دستوئیفسکی ایک بار موت کا مزہ چکھ چکا تھا اور تجربہ اتنا انوکھا اور دُوررَس نتائج کا حامل تھا کہ اس کے اثرات دستوئیفسکی کے شاہکار ناولوں پر واضح طور سے دکھائی دیتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ دستوئیفسکی کو اُردو میں منتقل کرنا بطورِ خاص مشکل کام ہے لیکن کسی کو ہمت تو کرنی تھی۔ یہ سوچ کر مایہ ناز ادیب، ماہرِ لسانیات اور مترجم شاہد حمید نے اس عظیم ناول کا اُردو میں ترجمہ کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ انھوں نے اس ضخیم ناول کے ترجمے پر نہ صرف عمرِ عزیز کا بڑا حصہ صرف کیا، بلکہ متن سے مخلص رہنے کے لیے شب و روز محنت کی۔ شاہد حمید نے اُردو زبان کی ثروت مندی میں جو اضافہ کیا وہ ہمیشہ یاد رہے گا۔
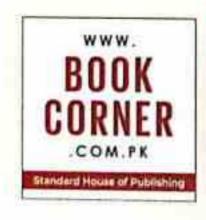
Title Cover Artwork by
Vasily Perov (Russia)

BookCornerJlm
bookcornershowroom
bookcorner
bookcornerjhelum
0314-4440882
Jhelum (Pakistan)